سالنامہ ضیائے مصطفےٰ کولکاتا ۲۰۱۴-۱۵ کا تاریخ ساز پہلا خصوصی شمارہ

بنام

جہانِ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار کولکاتا کے مقالات کا مجموعہ

ترتیب

محمد رحمت علی تیغی مصباحی

ناشر مجلس اصحاب قلم، کولکاتا

بیاد گار حضور جلالۃ الارشاد الحاج الشاہ محمد نمازی علی تیغی قادری آبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار تھتیاں شریف مظفر پور (بہار)

سالنامہ **ضیاے مصطفیٰ** کولکاتا

(۱۵-۲۰۱۴)

کا تاریخ ساز پہلا خصوصی شمارہ

بنام

جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷ر شعبان ۱۴۳۵ھ/۱۶ر جون ۲۰۱۴ء کو جامعہ عبد اللہ بن مسعود، گلشن کالونی کولکاتا میں منعقدہ
"امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار" کے مقالات کا مجموعہ

ترتیب

(مفتی) محمد رحمت علی تیغی مصباحی

بانی وسربراہ جامعہ عبد اللہ بن مسعود
و دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ (کولکاتا)

تقسیم کار

انجمن برکات جلالۃ الارشاد

جامعہ عبد اللہ بن مسعود، ۹۲/ ویسٹ چوباگا (گلشن کالونی) کولکاتا-۷۰۰۱۰۰

ناشر

مجلس اصحاب قلم

نوری مسجد، 7/1B تلجلا روڈ، کولکاتا- ۷۰۰۰۴۶

نام مجلہ	:	سالنامہ ضیاے مصطفیٰ، کولکاتا [شمارہ:۴]
خصوصی شمارہ	:	جہانِ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سال اشاعت	:	شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ/جون ۲۰۱۵ء۔
بموقع	:	۲۱/واں سالانہ انوار رضا کانفرنس وعرس امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مرتب	:	مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی
مدیر	:	محمد حسّان رضا تیغی مصباحی،
مصحح	:	مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی ، مولانا قاسم علی مصباحی
		مولانا خالد ایوب مصباحی (اساتذۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور)
		مولانا طفیل احمد مصباحی، نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ
		مفتی افضل حسین مصباحی، مفتی محمد قمر الدین مصباحی،
		مفتی محمد سجاد عالم مصباحی (اساتذۂ جامعہ عبد اللہ بن مسعود)
پروف ریڈنگ	:	محمد جاوید عالم مصباحی (فاضل اول جامعہ اشرفیہ)
		محمد قدیر قادری مصباحی، محمد شاہد القادری مصباحی
		محمد عاقب جاوید مصباحی (طلبۂ اختصاص جامعہ اشرفیہ)
کمپوزر	:	محمد غلام نبی مصباحی (ویشالی)، محمد یونس رضوی (کولکاتا)
تزئین کار	:	مہتاب پیامی (پیامی کمپیوٹر گرافکس)، مبارکپور، اعظم گڑھ
ناشر	:	مجلس اصحاب قلم، نوری مسجد، 7/1B تلجلا روڈ، کولکاتا-۷۰۰۰۴۶
تقسیم کار	:	انجمن برکات جلالۃ الارشاد
		جامعہ عبد اللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا-۷۰۰۱۰۰
		و امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ، توپسیا، کولکاتا-۷۰۰۰۳۹
صفحات	:	۸۰۴
قیمت	:	۷۰۵/روپے
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰

شرف انتساب

میں اپنی ان تمام کاوشوں کو منسوب کرتا ہوں
اپنے پیر و مرشد ماوائی وملجائی جلالۃ الارشاد
حضور سیدی **الحاج الشاہ محمد نمازی علی تیغی آبادانی قادری**
خلیفہ اجل حضرت غوث زمن شیخ المشایخ
الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی
علیہما الرحمۃ والرضوان
اور مرشد اجازت جلالۃ الہدایۃ
حضور سیدی **الحاج الشاہ محمد عبد الغفار تیغی قادری**
دامت برکاتہم القدسیہ
اور پدر بزرگوار محترم المقام مجاہد سنیت
محمد اسرائیل خطابی تیغی قادری صاحب
اور والدۂ محترمہ و مشفقہ
زہرا خاتون صاحبہ
دامت برکاتہم القدسیہ
کی بارگاہوں میں
جن کے فیوض و برکات اور ادعیہ کریمانہ سے
میں کسی لائق ہوا۔
..........خاکِ پائے اولیا..........
محمد رحمت علی تیغی مصباحی

ہدیۂ تبریک و تشکر

میں دل کی تمام تر گہرائیوں کے ساتھ سراپا امتنان و تشکر ہوں اپنے جملہ اساتذۂ کرام
خصوصًا پیر زادہ مکرم استاذ محترم مخدوم گرامی حضرت علامہ
مفتی **حامد القادری مصباحی** نمازی تیغی قادری قبلہ مدظلہ العالی
و خلیفۂ پیر و مرشد اشرف العلماء استاذ محترم حضرت علامہ مفتی **محمد اشرف القادری** قبلہ مدظلہ العالی (نیپال)
و شہزادۂ حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی **محمد ثناء المصطفیٰ امجدی** قادری رحمۃ اللہ علیہ
و حضرت علامہ مولانا **قمر الحسن مصباحی** صاحب قبلہ (امریکہ)
و حضرت علامہ **ابو الکلام احسن القادری** صاحب قبلہ ٹکیہ پاڑہ (ہوڑہ)
و محدث کبیر ممتاز الفقہاء حضرت علامہ **ضیاء المصطفیٰ امجدی** صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ (گھوسی)
محدثِ جلیل شمس الاساتذہ حضرت علامہ **عبد الشکور مصباحی** صاحب قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ (مبارکپور)
و صدر العلماء حضرت علامہ **محمد احمد مصباحی** صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ (مبارکپور)
و سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** مصباحی صاحب قبلہ (مبارک پور)
و خلیفۂ حضور حافظ ملت، نصیر ملت حضرت علامہ **محمد نصیر الدین عزیزی** مصباحی صاحب قبلہ (مبارکپور)
اور دیگر تمام مربین اساتذہ کی بارگاہوں میں
جن کی تعلیمی، تعمیری، اور تحریکی تربیتوں اور دعاؤں سے میں کسی قابل ہوا۔

طالب دعا
محمد رحمت علی تیغی مصباحی

بہ عنایات و کرامات و توجہات عالیہ

۱- حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۲- حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۳- حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۴- حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۵- حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۶- حضرت خواجہ عارف دیوگری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۷- حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خراجہائے عقیدت و محبت
پیش ہے

۱-امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۲- حضرت صوفی شاہ آبادانی سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۳- حضرت حافظ شاہ فریدالدین آروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۴- حضرت سید شاہ عبدالسمیع مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۵- حضرت سید شاہ جلال الدین جرھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۶- شیخ المشایخ محبوب الاولیاء سرکار تیغ علی آبادانی فریدی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی مقدس بارگاہوں میں

ارمغان خلوص وعقیدت

پیش ہے ان بزرگان دین ومشائخ کرام کے نام

۱-سرتاج اولیا سرخیل کاروان اصفیا پیرومرشد مخدوم سمناں حضرت علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۲-سید الواصلین سلطان التارکین امام المحققین حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۳-سرکار دیوہ سلطان الواصلین امام الکاملین حافظ وحاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۴-سرکار کلیر امام السالکین سلطان العارفین حضرت علاء الدین احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۵-مخدوم الملک سلطان المحققین امام المتکلّمین سید العارفین حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحیی منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بہ فیوض وبرکات عالیہ

۱-شیخ الانس والجن والملائکہ سلطان الاولیاء غوث اعظم سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲-خواجہ خواجگان چشت اہل بہشت حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳-مجدد اعظم امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴-تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۵-استاذ الاساتذہ مصنف بہار شریعت حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی رضوی برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۶-استاذ العلما جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی عبد العزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۷-سید السالکین امام التارکین سلطان المناظرین مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن ہاشمی حامدی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۸-تلمیذ وخلیفہ سرکار اعلیٰ حضرت، ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ

اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ط

(البقرة:٢٦٨)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ
بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ. اَوْ قَالَ مِنْ
اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهٗ.
(عن ابی هريرة رضی الله عنه)

(مسلم شریف، باب فضل فارس، ج:۲، ص:۳۱۲)

رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر دین ثریا کی بلندی پر بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص
اسے ضرور حاصل کر لیتا، یا یہ فرمایا کہ فارس کے کچھ
لوگ اسے ضرور حاصل کر لیتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(ولادت: ۱۵۰ھ - وفات: ۲۰۴)

فرماتے ہیں:

إِنِّیْ لأتبرّكُ بِأَبِی حَنِیْفَةَ وَأَجِیْئُ إلیٰ قَبْرِهٖ فِی كُلِّ یَومٍ – یعنی زَائِرًا – فَإِذَا عَرَضَتْ لِی حَاجَةٌ صَلَّیتُ رَکعَتَینِ وَجِئتُ إلیٰ قَبرِهٖ وَسَأَلتُ اللّٰهَ تَعَالیٰ الحاجةَ عِنْدَهٗ فَمَا تَبْعُدُ عَنِّی حَتّٰی تقضیٰ

(تاریخ بغداد، ج:۱، ص:۱۳۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)

میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

ائمہ اربعہ کی ولادت ووصال کی تاریخیں اور عمریں اشعار میں

تَارِیْخُ نُعْمَانَ یَکُنْ سَیْفٌ سَطَا وَ مَالِكٍ فِيْ قَطْع جَوْفٍ ضُبِطَا
وَ الشَّافِعِيْ صِیْنَ بِبَرٍّ نِدٍّ وَ أَحْمَدٍ بِسَبْق أَمْرٍ جَعْدْ
فَاحْسِبْ عَلٰی تَرْتِیْبِ نَظْمِ الشعْرِ مِیْلَادَھُمْ فَمَوْتَھُمْ کَالعُمْرِ

﴿ردالمحتار،جلد:۱،مقدمہ﴾

ترجمہ

ولادت وفات عمر

حضرت نعمان کی تاریخ ''یکُن، سَیفٌ، سَطَا ہے۔ ایک تلوار حملہ آور ہے۔
۸۰ ۱۵۰ ۷۰

اور حضرت مالک کی تاریخ '' فِی، قَطعِ ، جَوفٍ''۔ (ایک جوف کو قطع کرنے میں)ضبط کی گئی۔
۹۰ ۱۷۹ ۸۹

اور حضرت شافعی کی تاریخ ''صِینَ، بِبَرٍّ، نِدٍّ'' ہے۔ (ایک ہم مثل نکوکار سے حفاظت کی گئی)
۱۵۰ ۲۰۴ ۵۴

اور حضرت احمد کی تاریخ ''بِسَبقِ، آمرٍ، جَعدٍ'' ہے۔ ایک پیچیدہ امر میں سبقت سے (حفاظت کی گئی)
۱۶۴ ۲۴۱ ۷۷

نظم شعر کی ترتیب پر ان حضرات کی ولادت، وفات اور عمر کا حساب کرلو (پہلے لفظ کا عدد ولادت کا ہے، دوسرے کا عدد وفات کا، تیسرے کا عدد عمر کا ہے۔)

شافعی مالک احمد امام حنیف
چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام
کاملان طریقت پہ کامل درود
حاملان شریعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

فہرست مضامین

تاثرات علماو مشائخ

محدث جلیل حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی مدظلہ العالی ۱۹
صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ ۲۰
حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ ۲۲
حضرت علامہ مفتی شمس الہدیٰ رضوی مصباحی ۲۴
حضرت مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی ۲۶
حضرت مفتی محمد انور نظامی مصباحی ۲۸
حضرت مولانا ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی ۲۹

آغازِ باب

عرضِ مرتب — مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی — ۳۴
خطبۂ استقبالیہ — مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی — ۳۸
سیمینار اور کانفرنس کی رپورٹ — مولانا حسن رضا قادری — ۴۱
اصحاب مقالات وشرکاے سیمینار و کانفرنس — مولانا محمد مرشد القادری — ۴۳
مرتب جہان امام اعظم ابو حنیفہ: مختصر تعارف — مولانا عبدالقدوس مجاہدی — ۴۷

ایک ضروری وضاحت — محمد حسان رضا مصباحی — ۵۱

باب اول سوانحِ حیات

امام اعظم ابو حنیفہ کا سوانحی خاکہ — مولانا ساجد علی مصباحی — ۵۵
امام اعظم ابو حنیفہ: حیات و خدمات — محمد اکبر حسین برکاتی — ۷۹
اما اعظم اور ان کی سیاسی زندگی — مولانا اختر حسین فیضی مصباحی — ۸۶
امام اعظم کے سوانحی ماخذ — مولانا طفیل احمد مصباحی — ۱۰۳

باب دوم اساتذہ و تلامذہ

امام اعظم کا سلسلہ تلمذ اور جلیل القدر محدثین — مولانا قمر عالم اشرفی جامعی — ۱۱۵
امام اعظم کے اساتذۂ کرام — مولانا شہادت حسین مصباحی — ۱۵۴
امام اعظم اور آپ کے تلامذہ — مولانا عرفان عالم مصباحی — ۱۵۸
امام ابو یوسف: حیات و خدمات — مفتی قمر الدین مصباحی — ۱۶۵
امام محمد کا سوانحی خاکہ — مولانا حسن رضا قادری — ۱۷۱
امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ - مختصر سوانح — مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی — ۱۷۷

باب سوم فضائل و کمالات

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مناقب — حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ — ۱۸۳
امام اعظم کے فضائل و مناقب — مولانا سید مہتاب عالم اشرفی — ۱۸۹

امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام	مولانا اسلم رضا قادری	۲۰۵
امام اعظم ابو حنیفہ کی تابعیت	مفتی مختار عالم رضوی	۲۴۵
امام اعظم ابو حنیفہ کا تبحر علمی	مولانا شہباز احمد مصباحی پوکھریروی	۲۵۴
مناقبِ امامِ اعظم	مفتی اشرف القادری تیغی	۲۵۹
امام اعظم کا مناظرانہ کمال	مفتی ناصر حسین مصباحی	۲۶۹
امام اعظم-مناظرے، شواہد ذہانت	مفتی شمیم رضا قادری مصباحی	۲۹۵
امام اعظم اور کشف وفراست	محمد مرشد رضا تیغی	۳۰۱
سیدنا عبداللہ بن مسعود اور امام اعظم-نسبت و تعلق	مولانا محمد شعیب احمد مصباحی	۳۰۶
مقام امام اعظم اور امام بخاری	مولانا عبدالوکیل رضوی مصباحی	۳۱۹
امامِ اعظم اپنے معاصرین کی نظر میں	محمد اظہار النبی حسینی، مصباحی	۳۳۱

باب چہارم افکار ونظریات اور اجتہادی کارنامے

امام اعظم اور اصلاح عقائد واعمال	مفتی حامد القادری المصباحی	۳۴۳
امام اعظم اور ان کا طریقہ اجتہاد	مولانا صلاح الدین رضوی	۳۴۹
رفع یدین اور احناف کا موقف	مفتی محمد شمس الدین مصباحی	۳۵۴
یزید پلید کے تعلق سے امام اعظم کا موقف	مولانا محمد حنیف جیبی مصباحی	۳۶۱
اجتہاد وتقلید کی شرعی حیثیت	مولانا محمد ناظم علی مصباحی	۳۶۹
محدثین اور تقلید ائمہ	مولانا ابو حذیفہ مصباحی	۴۳۴
امام اعظم پر الزام قیاس کا تنقیدی جائزہ	مولانا عبدالمالک مصباحی ایم، اے	۴۴۱
مذاہب اربعہ کی ضرورت واہمیت	مولانا اشرف الدین رضوی	۴۵۴
ضرورت فقہ اور مقام امام اعظم	مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی	۴۶۱
رفع یدین اور فقہ حنفی	محمد وسیم اصغر خان اشرفی	۴۷۶

فقہ حنفی اور قراءت خلف الامام مولانا اصغر علی مصباحی ۴۹۲

باب پنجم امامِ اعظم، امام الائمہ فی الحدیث

امام اعظم کی اُحادی، ثُنائی اور ثلاثی حدیثیں مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی ۵۰۱
فقہ حنفی اور عمل بالاحادیث مفتی امام الدین مصباحی ۵۱۸
امام اعظم بحیثیت محدث مولانا حسیب رضا امجدی ۵۳۰

باب ششم فقہ حنفی - ضرورت و اہمیت

امام اعظم اور تدوین فقہ مولانا نفیس احمد مصباحی ۵۳۷
اردو زبان میں فقہ حنفی کا سرمایہ مولانا سجاد عالم مصباحی ۵۶۹
امام اعظم کا مقام تدوین فقہ کے میدان میں مولانا قمر الزماں رضوی مصباحی ۵۷۶
مذہب حنفی کی وجہ ترجیح اور اس کی عام اشاعت محمد حسان رضا تیغی مصباحی ۵۷۹
امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہی مہارت محمد ریاض الدین مجاہدی ۵۸۵
امام اعظم کی فقہی بصیرت مولانا ابوالکلام احسن القادری ۵۸۸
فقہ حنفی کی ہمہ گیر اشاعت - اسباب و علل مولانا عبد الرزاق پیکر رضوی ۵۹۲

باب ہفتم اخلاق اور تصوف

امام اعظم - حسن اخلاق کے آئینہ میں علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی ۵۹۹
امام اعظم اور خدمت خلق مولانا عبد الخالق مصباحی ۶۰۸

امامِ اعظم اور تصوف محمد طفیل احمد تیغی ۶۱۲
امامِ اعظم بحیثیت تاجر مولانا محمد مشتاق رضا مجاہدی ۶۲۲

باب ہشتم تصنیفات وارشادات وملفوظات

کتاب الآثار، الفقہ الاکبر اور مسانید امامِ اعظم ۔ مختصر تعارف جناب مہتاب پیامی ۶۲۷
ملفوظات امامِ اعظم ابو حنیفہ مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی ۶۴۲
ارشادات امامِ اعظم ۔ قرآن وحدیث اور اپنے کردار کے آئینے میں مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی ۶۴۹
امامِ اعظم کا نعتیہ قصیدہ مع ترجمہ ادارہ ۶۶۲
امامِ اعظم ابو حنیفہ کے وصایا اور نصیحتیں ادارہ ۶۷۱

باب نہم ائمہ اربعہ کے مختصر احوال اور سوانح

امامِ اعظم ایک نظر میں محمد حسان رضا تیغی مصباحی ۶۸۳
امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی مفتی افضل حسین رضوی مصباحی ۶۸۷
امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ ومقام مفتی رحمت علی تیغی مصباحی ۶۹۳
امام احمد بن حنبل ۔ حیات وخدمات مولانا صابر عالم مصباحی ۷۰۲

باب دہم منظومات

ہمارے آقا ہمارے مولا امامِ اعظم ابو حنیفہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی ۷۱۳
خدا کی رحمت نبی کی شفقت امامِ اعظم ابو حنیفہ محمد غلام آسی مصباحی ۷۱۵

پوری دنیا ہے ثناخوانِ امامِ اعظم	محبوب گوہر اسلام پوری	۷۱۶
فقہ نے پایا ہے تیرے در و دیوار سے نور	مہتاب پیامی (مبارک پور)	۷۱۸
اس لیے کہتی ہے دنیا آج تک ان کو امام	مولانا محمد جمیل الرحمٰن رضوی	۷۱۹
تمھارے اوصاف میں لکھوں کیا امامِ اعظم ابو حنیفہ	حافظ محمد اشرف رضا مظفر پوری	۷۲۰

ضمیمہ (۱)- جامعہ عبداللہ بن مسعود اور اس کے ذیلی ادارے

امامِ اعظم ابو حنیفہ ویلفیر ٹرسٹ، کولکاتا- مختصر تعارف	مولانا مشرف حسین رضوی	۷۲۳
امامِ اعظم ابو حنیفہ لائبریری، کولکاتا- تعارف اور منصوبے	محمد حسان رضا تیغی مصباحی	۷۲۵
جامعہ عبداللہ بن مسعود، کولکاتا- تعارف، شعبہ جات اور منصوبے	مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی	۷۲۷
جامعہ کے تحت چلنے والے ادارے- تعارف اور شعبہ جات	مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی	۷۳۳
مجلس اصحاب قلم، کولکاتا، کی مطبوعات	محمد اسرار الحق مصباحی	۷۳۷
انجمن برکات جلالۃ الارشاد، کولکاتا- قیام اور کارگزاریاں	محمد عبد القدوس مجاہدی	۷۳۹

ضمیمہ (۲)- گوشۂ امامِ اعظم مختلف زبانوں میں

سوانح امامِ اعظم ابو حنیفہ (انگریزی)	مولانا حسیب اختر مصباحی	5
سوانح امامِ اعظم ابو حنیفہ (بنگلہ)	مولانا سلطان احمد مصباحی	۱۰
سوانح امامِ اعظم ابو حنیفہ (ہندی)	مولانا خالد ایوب مصباحی	۲۶
امامِ اعظم علما و محدثین کی نظر میں	طفیل احمد قادری	۳۸

☆☆☆☆

دعائیہ کلمات

محدث جلیل شمس الاساتذہ حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی مدظلہ العالی
شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ علم وحکمت، اجتہادوبصیرت اور فقہ وفراست کے اعتبار سے آپ کا مقام و مرتبہ نہایت بلند و بالا ہے۔ امت مسلمہ آپ کے دینی وعلمی احسانات کوکبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

آپ حدیث پاک: لوکان العلم بالثریا لتناولہ رجال من أبناء فارس. کے مصداق تھے اور صحیح معنوں میں "امام اعظم" تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی فکروشخصیت اور حیات وخدمات پر عربی، فارسی اور اردو زبان میں مختلف کتب ورسائل لکھے گئے اور آج بھی یہ مبارک سلسلہ جاری ہے۔

مقام مسرت ہے کہ اب حضرت امام موصوف کے علمی وفقہی مقامات کو اجاگر کرنے اور نئی نسل کو ان سے واقف کرانے کے لیے سیمینار اور کانفرنس کا انعقاد بھی ہونے لگا ہے اور سیمینار کے مضامین ومقالات، کتابی شکل میں شائع ہورہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر دے عزیزالقدر فاضل گرامی مولانا مفتی رحمت علی مصباحی زید علمہ کو، انھوں نے سال گذشتہ کلکتہ کی سرزمین پر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک عظیم الشان سیمینار منعقد کرایا اور اب سیمینار میں موصول ہونے والے مقالات کو یکجا کرکے طباعت واشاعت کے مرحلے سے گذار رہے ہیں۔ یقیناً یہ کام قابل قدر اور لائق ستائش ہے۔ مولانا موصوف جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ایک ہونہار، ذی استعداد اور نہایت محنتی ومخلص فرزند ہیں۔ ہمیشہ دینی، علمی اور ملی کاموں میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ کلکتہ کی سرزمین پر جامعہ عبداللہ بن مسعود اور دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ قائم کرکے مولانا نے بہت بڑی دینی اور علمی ضرورت کی تکمیل کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے علم وعمل اور عمرواقبال میں برکتیں عطافرمائے اور زیادہ سے زیادہ دین وسنیت کی خدمات انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین علیھم التحیۃ والتسلیم.

فقط
عبدالشکور مصباحی عفی عنہ
۱۱/ جمادی الاخرہ ۱۴۳۶ھ

تقریظ

صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہٗ، ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆☆☆ حامدا و مصلیا و مسلما

عزیز گرامی مولانا رحمت علی مصباحی کی ذہانت و فطانت، تعلیمی محنت و دل چسپی اور متانت و نیک طبعی تو زمانۂ طالب علمی ہی میں نمایاں تھی مگر ان کی تنظیمی و انتظامی صلاحیت کا بخوبی اندازہ نہ تھا۔ غالباً ۱۴۰۹ھ/۱۹۹۰ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ان کی فراغت ہوئی، اس کے بعد بیس بائیس سال کے عرصے میں میری ان سے ملاقات اور روابط کم ہی رہے۔ چند سال پہلے جب ان کے صاحب زادے حسّان رضا جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوئے تو ان کے حالات اور مصروفیات سے کچھ واقفیت ہونے لگی۔

مولانا نے اپنے وطن ویشالی- بہار سے باہر کلکتہ (کولکاتا) کو اپنی تعلیمی و تنظیمی سرگرمیوں کے لیے منتخب کیا اور وہاں جامعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے ۲۰۰۵ء میں ایک ادارہ قائم کیا جس میں ابتدائی درجات سے عالمیت تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور اس کی ماتحتی میں کئی دوسرے ادارے بھی قائم ہو چکے ہیں۔ اس سے قبل ۱۹۹۵ء میں دار العلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ قائم کیا۔ وہ بھی جاری ہے۔

گزشتہ سال ۱۷؍شعبان ۱۴۳۵ھ کو انھوں نے اپنے ادارے میں امام اعظم سیمینار اور کانفرنس کا پروگرام رکھا ور مجھے بھی دعوت دی مگر میں ان دنوں مرکزی دار القراءۃ جمشید پور کے کاموں میں مصروف تھا اس لیے دن کے سیمینار میں کلکتہ پہنچ نہ سکا، رات کے اجلاس میں چند گھنٹوں کے لیے حاضر ہوا۔ ادارے کی عمارت اور مولانا کی مساعی کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی جس کا اظہار میں نے جلسۂ عام میں بھی کیا۔ سیمینار کی تفصیلی روداد معلوم نہ ہو سکی مگر اب کمپوز شدہ مقالات پر سرسری نظر ڈالنے سے سیمینار کی کیفیت بھی بڑی حد تک معلوم ہو گئی۔

آج جب کہ مذہب سے آزادی اور عدم تقلید کا فتنہ حکومتی وسائل اور طرح طرح کی ضلالت خیز تدبیروں سے پورے عروج پر ہے مقلدین کو بیدار رہنے اور امت مسلمہ کو ان فتنوں سے بچانے کی سخت ضرورت ہے خصوصاً

جب کہ اس فتنۂ آزادی کے پیچھے باطل عقائد کی ترویج، چودہ سو سالہ قدیم مذہب اہل سنت و جماعت کی مخالفت اور امت مسلمہ حقہ کی کھلی تکفیر کے عوامل بھی پورے زور و شور کے ساتھ کار فرما ہیں۔

اس ماحول میں تقلید کی ضرورت، ائمہ اربعہ کی عظمت اور امام اعظم کی اہمیت سے مسلم قوم کو روشناس کرانا بڑا نتیجہ خیز اور زرّیں کارنامہ ہے۔ مولا تعالیٰ اس مہم میں علمی، عملی، مالی کسی بھی جہت سے حصہ لینے والے تمام افراد کو اپنی بے کراں جزاؤں سے نوازے۔

سرسری جائزے سے اندازہ ہوا کہ بعض مقالات بڑی محنت و کاوش سے سپرد قلم ہوئے ہیں۔ بعض نظر ثانی و ثالث کے محتاج ہیں۔ صاحبزادے (محمد حسّان رضا مصباحی)، مولانا قمرالدین مصباحی، مولانا سجاد عالم مصباحی، عزیزی جاوید عالم بکارو متعلّم درجہ سابعہ اشرفیہ (وغیرہم) نے کافی تصحیح کی ہے پھر بھی کئی اصحاب علم کی دقت نظر اور توجہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے امید ہے کہ مزید محنت کر کے بقیہ تصحیح بھی مکمل کر لی جائے گی۔

سیمینار کے انعقاد کے بعد ان مقالات کی اشاعت بھی ایک گراں قدر کارنامہ ہے جس پر حضرت مولانا رحمت علی مصباحی اور ان کے تمام رفقائے کار تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔ مولا تعالیٰ ان کے حوصلے بلند فرمائے اور مزید دینی و علمی خدمات کی سعادتیں مرحمت فرمائے۔ وهو المستعان وعليه التكلان. و الصلاة و السلام علیٰ سيد العالمين و علیٰ آله و صحبه اجمعين.

محمد احمد مصباحی
ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
رکن المجمع الاسلامی، ملت نگر مبارک پور
۱۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ
۵/ اپریل ۲۰۱۵ء-یک شنبہ

نقوشِ فکر

حضرت علامہ محمد عبد المبین نعمانی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ، سربراہ اعلیٰ دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو، (یوپی)

باسمہ و حمدہ والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ و آلہ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے اور امت مسلمہ پر ان کا اتنا احسان ہے کہ ان کی ذات و صفات پر جتنا کچھ لکھا جائے کم ہے۔ عربی، اردو اور فارسی زبانوں میں آپ کی حیات و خدمات اور فقہی علوشان پر بہت کچھ لکھا گیا، اس کے علاوہ انگریزی، ہندی، گجراتی، بنگالی وغیرہ متعدد دیگر زبانوں میں بھی آپ پر کافی تحریریں پائی جاتی ہیں۔ ادھر چند سالوں سے سیدنا امام اعظم پر سمینار اور مقالہ نگاری کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ آپ کی شان میں رسائل و مجلات کے کئی ایک خصوصی شمارے (نمبرات) بھی شائع ہو چکے ہیں اور ابھی سلسلہ شروع ہے۔ امام اعظم کی صبح و شام جلالت شان اور علمی و فقہی مقامات پر متنوع انداز میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے ان کے اشاریے کی سخت ضرورت ہے۔ ایک ہی چیز بار بار لکھنا اور مشق قلم کرنا کوئی کمال کی بات نہیں، جو کام نہیں ہوا ہے یا جس کی سخت ضرورت ہے اس پر توجہ دینی چاہیے اور اس پر وقت و مال صرف کرنا چاہیے، اس انسائیکلوپیڈیائی دور میں قدیم روش سے ذرا ہٹ کر عصر حاضر کے تناظر میں کام کیا جائے گا تو زیادہ پذیرائی ہوگی اور ضروریات کی تکمیل بھی۔

اس ہما ہمی کے دور میں حضرت مولانا رحمت علی تیغی مصباحی نے اپنے ادارہ جامعہ عبد اللہ بن مسعود، کولکاتا کی جانب سے سال گزشتہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ پر ایک عظیم الشان سیمینار منعقد کرایا اور کانفرنس بھی، زیر نظر مجموعہ مقالات اسی سیمینار کی دین ہے۔ اس میں پختہ قلم کار بھی ہیں اور نو آموز مضمون نگار بھی گویا یہ مجموعہ ایک حسین گلدستہ ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ سے متعلق مضامین و مقالات کا، امید ہے کہ علمی اور عام دونوں حلقوں میں اس گنجینۂ علم و ادب کو قبول کی سند ملے گی، امام اعظم کے بارے میں معلومات کو فروغ ملے گا، اور جامعہ عبد اللہ بن مسعود کی خدمات میں ایک نئے باب کا اضافہ بھی ہو جائے گا۔

کلکتہ جیسی سرزمین پر جامعہ عبد اللہ بن مسعود کا قیام مولانا رحمت علی مصباحی کے نمایاں کارناموں میں شمار کیا

جاتا ہے، جب کہ تلجلا روڈ، (کولکاتا) میں بھی دار العلوم قادر یہ ضیاے مصطفیٰ کے نام سے ایک دینی درسگاہ اپنی الگ شناخت بنائے ہوئے ہے جسے قائم ہوئے تقریباً بیس سال ہو چکے ہیں۔ ہر دو درس گاہیں اپنی اپنی جگہ تعلیمی کام میں مصروف ہیں، کلکتہ جیسے گراں اور مصروف ترین شہر میں دو دو درس گاہ کا قیام بڑے دل گردے کا کام ہے، اس خصوص میں حضرت مولانا موصوف ہزار ہا ہزار داد و تحسین کے مستحق ہیں۔ اہل خیر حضرات کو چاہیے کہ ان کا بھر پور تعاون کریں، ان کے ہاتھوں کو مضبوط کریں ان کے حوصلوں کو بڑھاوا دیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی ان گراں قدر خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المر سلین علیہ و آلہ وصحبہ الصلاۃ و التسلیم.

محمد عبد المبین نعمانی قادری
خادم دار العلوم قادر یہ چریاکوٹ، مئو، (یوپی) ۲۷۶۱۲۹
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۲/ مارچ ۲۰۱۵ء

رکن المجمع الاسلامی
ملت نگر، مبارک پور
اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۴۰۴

تقریب

حضرت علامہ مفتی شمس الہدیٰ رضوی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

باسمه و حمده تبارك و تعالىٰ

بدمذہبوں خصوصاً غیر مقلدوں نے امام الائمہ سراج الامۃ کاشف الغمۃ مالک الازمۃ سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ پر ان کے تلامذہ رحمہم اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا کہ ان کی فقہ کا وافر حصہ احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ یہ حضرات اپنے قیاس اور رائے کو ہر چیز پر فوقیت دیتے تھے۔ اسی بنا پر انھیں اصحاب الرائے کہتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو کسی مجتہد کی تقلید نہ کرکے اسے بدعت گردانتے ہیں گو کہ خود ابن حرانی، ابن قیم، شوکانی، البانی وغیرہم کی تقلید اعمیٰ کو اپنے اوپر لازم و واجب سمجھتے ہیں بلکہ اپنے ہوائے نفس کی پیروی و تقلید میں گرفتار ہیں اگر تعصب کی عینک اتار کر موطا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شرح معانی الآثار، نصب الرایۃ، درایۃ وغیرہ کتب حدیث پڑھ لیتے تو انھیں سمجھ میں کچھ آجاتا کہ فقہ حنفی کا واقعی سرچشمہ کتاب و سنت ہی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا موقف حق یہ ہے کہ اگر خبر واحد بھی کسی قضیہ میں ملے تو قیاس متروک ہے۔ سیدنا امام اعظم کا ارشاد ہے: ”اذا صح الحديث فهو مذهبي.“ بڑے بڑے محدثین نے آپ کی حدیث دانی نیز فقہی بصیرت کا نہ صرف لوہا مانا بلکہ آپ کے دامن کرم سے وابستہ اور مقلد نظر آتے ہیں، جنھیں دنیا امیر المومنین فی الحدیث کہتی ہے وہ آپ کی ہی بارگاہ کے بالواسطہ یا بغیر واسطہ خوشہ چیں ہیں، مالکی، شافعی، حنبلی ائمہ کرام و حفاظ عظام بھی آپ کی مدح میں خوب رطب اللسان ہیں۔ تبییض الصحیفہ، الخیرات الحسان، مناقب الامام الکردری والامام موفق والذہبی وغیرہ کتب جلیلہ اس پر شاہد عدل ہیں۔

بدمذہب اگر امام اجل مجدد اعظم احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ رضویہ بلکہ صرف رسالہ ”حاجز البحرین“ ہی کا کھلے دل و دماغ سے مطالعہ کرلیں تو اسیر امام اعظم رحمہ اللہ عزوجل ضرور بن جائیں گے۔ امام نے پانچ لاکھ سے زائد مسائل شرعیہ مرتب فرمائے ہیں۔ آپ تابعی ہونے کے شرف سے مشرف ہیں اور زبان نبوی پر وہ زمانہ مبارکہ خیر القرون سے متّصف ہے۔ ان سب پر مستزاد آپ کا ورع و تقویٰ کہ چالیس سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا

فرمائی اور ساری رات عبادت الٰہی میں گذاری، بہت ایسا ہوا کہ ایک رکعت میں پورا قرآن پاک تلاوت کر ڈالا۔ جسے قرض دیا اس کے گھر کی دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھے کہ کہیں " كل قرض جرّ منفعة فهو ربا" کی وعید کے تحت نہ آجاؤں، یہ سب کچھ اور بہت کچھ آپ کو **"جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"** کے مطالعہ سے ملے گا جسے عزیز مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رحمت علی تیغی زید فضلہ نے بڑی محنت و مشقت سے اس عنوان پر اہم سیمینار کروا کے اس کے مقالات کو مرتب فرمایا ہے۔

خدا تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبول بخشے اور توفیق مزید سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

دعا گو

شمس الہدیٰ رضوی عفی عنہ

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۲۰۱۵/۴/۱۷ء

فقہ اسلامی کے مدوّنِ اول

حضرت مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اسلامی کی تدوین کے ذریعہ امت مسلمہ پر جو عظیم احسان فرمایا ہے اس کو رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ روز اول ہی سے اہل اسلام کے خواص وعوام آپ کی بارگاہ عالی میں ہدیہ امتنان وتشکر پیش کرتے چلے آرہے ہیں اور ہر دور میں آپ کی مساعی جمیلہ کو شائع کرنے کی سعی بلیغ کرنا اپنا اہم فریضہ خیال کرتے رہے ہیں۔

مگر احسان شناسوں کے درمیان ہمیشہ کچھ احسان فراموش بھی رہتے ہیں اور یہ تقریباً ہر اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جس نے کوئی اہم کام انجام دیا ہو لیکن سیدنا امام اعظم کے ساتھ یہ سب کچھ زیادہ ہی ہوا، اور احسان فراموشی پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آپ کے ساتھ معاندت ودشمنی، ظلم وستم، سب وشتم، اور کذب وجھوٹ جیسی قبیح حرکات بھی روا رکھی گئیں، حد تو یہ ہے کہ جس عظیم امام نے صاف الفاظ میں اعلان فرمادیا تھا کہ میں کسی مسئلہ شرعی کو پہلے قرآن کریم میں اور پھر احادیث نبویہ میں تلاش کرتا ہوں، ان کے ذریعہ مقصود حاصل ہو جائے تو پھر مجھے کسی دلیل کی چنداں ضرورت نہیں رہتی، اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا تھا کہ جب حدیث پاک کی روشنی میں مسئلہ حل ہو جاتا ہے خواہ وہ حدیث خبر واحد ہی ہو تو پھر مجھے نہ کسی قیاس کی ضرورت رہتی ہے اور نہ ہی ایسا قیاس مقبول قرار دیتا ہوں جو خبر واحد کے مقابل ہو۔

ان واضح اصول وضوابط کے باوجود یہ کہہ دینا کہ امام اعظم ابو حنیفہ قرآن وحدیث کے مقابل قیاس کرتے تھے بلکہ یہاں تک کہہ دینا کہ ان کو احادیث سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا بس ان کو سترہ اٹھارہ حدیثیں یاد تھیں، اور اب تو لامذہبوں (غیر مقلدوں) نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ ابو حنیفہ کو تین احا

دیث سے زیادہ یاد نہیں تھیں، معاذ اللہ رب العلمین۔ حالاں کہ یہ ایسا ہی سفید جھوٹ ہے جیسے آفتاب کے نصف النہار پر ہونے کے وقت کوئی شخص دن کی موجودگی کا انکار کرکے اپنے جھوٹے ہونے کا اعلان کرے اور لعنة اللہ علی الکاذبین کا مصداق قرار پائے۔

برصغیر ہندوپاک میں لامذہبوں نے عمل بالحدیث کا آوازہ بلند کرکے یہ فریب دینے کی کوشش کی تھی کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث کے خلاف ایک تحریک ہے۔ حالاں کہ فقہ حنفی کی کتابوں کی سطر سطر اس بات کی گواہ ہے کہ فقہ حنفی کا کتاب وسنت سے نہایت مضبوط اور گہرا تعلق ہے۔

الحمدللہ ہر قرن وصدی میں علماے اسلام نے جس طرح فقہ حنفی اور اس کے مدوّن اول سیدنا امام اعظم کے احوال وآثار کو منصۂ شہود پر لانے کی کوششیں کیں تھیں اسی طرح رواں صدی میں بھی بحسن وخوبی یہ سلسلہ تیزی سے جاری ہے، سیدنا امام اعظم کی پاکیزہ زندگی کے شب وروز اور ان کی تعلیمات سے لوگ واقف ہوتے جارہے ہیں اور اس تعلق سے ضخیم مجلدات منظر عام پر آرہی ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ علماے اہل سنت کی کوششیں رنگ لا رہی ہیں، اندھیرے چھٹ رہے ہیں، اجالے پھیل رہے ہیں، اور امام اعظم پر لگائے گئے الزامات کو دفع کرکے لامذہبوں کی اصلیت کو طشت از بام کیا جارہا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ”جہان امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ آپ کے ہاتھوں میں ہے جو پچاس (۵۰) سے زیادہ علماے اہل سنت کے مقالات کا مجموعہ ہے جس میں فقہ حنفی اور اس کے مدون سیدنا امام اعظم کے احوال وآثار کو مختلف حیثیات سے پیش کیا گیا ہے تاکہ تحقیق کے طالب خواص وعوام اس سے آگاہی حاصل کریں اور لامذہبوں کے مکروفریب سے دور رہیں۔

اس مجموعہ کو فاضل محترم حضرت مفتی محمد رحمت علی صاحب تیغی مصباحی مدظلہ العالی نے نہایت خوبی کے ساتھ مرتب فرمایا ہے جو طبع ہوکر آپ کے پیش نظر ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اس مجموعہ کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور متلاشیان حق کے لیے منارۂ نور بنائے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیة والتسلیم.

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

خادم طلبہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

تاثرگرامی

حضرت علامہ مفتی محمد انور نظامی مصباحی، نائب قاضی ادارہ شرعیہ، جھارکھنڈ

سالنامہ ضیائے مصطفیٰ کولکاتا کا پہلا خصوصی شمارہ ”جہان امام اعظم ابوحنیفہ“ کے نام سے شائع ہورہا ہے۔اس میں سراج الامۃ کاشف الغمۃ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں پر ماہر اصحاب قلم کے تحقیقی مقالے شامل اشاعت ہیں۔ سوانح حیات، فقہی کارنامے، محد ثانہ مقام، اخلاق وتصوف جیسے اہم عنوانات پر مشتمل یہ شمارہ اس دور میں امام اعظم کی ہمہ جہت شخصیت کے تعارف میں ایک اہم کارنامہ ثابت ہوگا۔ان شاءاللہ

اس کے مرتب حضرت مفتی رحمت علی مصباحی ویشالوی میرے ہم سبق ساتھیوں میں نمایاں مقام کے حامل ہیں۔بڑے محنتی، جفاکش منکسر المزاج عالم دین ہیں، فراغت کے بعد انھوں نے کولکاتا کو اپنی تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، کئی تعلیمی ادارے قائم کیے جو نہایت ہی کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں، آپ کے تصنیفی کارنامے بھی ہیں جن میں مجلہ ضیائے مصطفیٰ بھی شامل ہے اس کا پہلا خصوصی شمارہ امام اعظم کی شخصیت پر مشتمل ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو مقبول عام بنائے، اور فقہ حنفی کی خوبیوں سے خاص وعام کو روشناس فرمائے تاکہ غیر مقلدیت کے بڑھتے افراد کا خاتمہ ہو۔آمین بجاہ سید المرسلین

فقط

محمد انور نظامی مصباحی

نائب قاضی ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ

۱۵/رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

مطابق ۵/ مئی ۲۰۱۵ء بروز منگل

پیغام

حضرت مولانا ڈاکٹر سجاد عالم رضوری مصباحی
اسسٹنٹ پروفیسر پریسیڈنسی یونیورسٹی، کالج اسٹریٹ، کولکاتا-۷۳

جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا، مغربی بنگال) کے روح رواں حضرت مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا حکم تھا کہ میں بھی کسی عنوان پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات و خدمات پر ۱۶/ جون ۲۰۱۴ء کو منعقد سیمینار میں مقالہ پیش کروں۔ مگر اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے حکم کی تعمیل نہیں ہوسکی تھی۔ اس کے علاوہ سیمینار کے عناوین جس تخصص، تحقیق اور فنی مہارت کے متقاضی تھے وہ مجھ میں نہ تھے اور نہ ہیں۔ اس فن میں ماہر اہل علم وکمال کی مجلس میں اظہار خیال علمی جسارت کے مترادف تھا۔ جو لوگ اپنے تحقیقی میدان دائرہ میں رہ کر لکھتے اور بولتے ہیں ان کی بات مستند اور معتبر ہوتی ہے۔ جہاں تک ان علوم وفنون کی بات ہے جو دائرۂ تحقیق سے باہر ہیں تو ان کے حوالے سے ایک شخص کو ان کے ماہر اہل علم سے استفادہ کرنا چاہیے۔

تاہم حضرت مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی دعوت اور اصرار پر اس موضوع پر منعقد سیمینار میں شرکت کا اعزاز ملا۔ زیر نظر مجلہ میں جو مقالات شائع کیے جارہے ہیں ان میں سے چند کو اہل علم نے اس سیمینار میں پیش کیا تھا۔ اس طرح سے ان پر ہونے والی بحث کو سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ سیمینار کے مقالات کے لیے منتخب عناوین متنوع تھے۔ موضوعات اور عناوین کا یہ تنوع حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانحی حالات، علمی، فقہی واجتہادی خدمات، سیاسی بصیرت اور اسلامی شریعت کی توضیح وتشریح میں ان کے کردار و کارناموں کا احاطہ کرتا ہے۔ بعض مقالات میں فقہ اور اصول فقہ کی ضرورت اور فقہی مذاہب کی پیروی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دیگر مذاہب فقہ اور خاص کر حنفیت پر تنقیدات و اعتراضات کا اصولی اور فروعی مسائل کے حوالے سے جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

اس سیمینار میں مقالہ پیش کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد نوجوان علما کی تھی۔ یہ ایک خوش آئند بات

ہے۔ اکابر کی نگرانی اور سرپرستی میں مقالہ پیش کرنے سے ان کی تربیت بھی ہوتی ہے اور ان کو تجربہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسلام کے نام پر برپا کچھ ''تحریکوں'' کے کردار و عمل اور ان کے منفی اثرات کو دیکھتے ہوئے اس طرح کے عناوین پر سیمینار کا انعقاد وقت اور حالات کی ضرورت کا اعتراف ہے۔ فقہ اور اصولِ فقہ شریعت اسلامیہ کی تفہیم، تشریح اور نئے مسائل پر شرعی موقف کی تعیین میں مفید اور کارآمد علوم و فنون میں شمار ہوتے ہیں۔ ہر دور میں فقہاے عظام کی پاک طینت جماعت نے زمانی اور مکانی حالات و ضروریات کے پیش نظر متعیّنہ اصول و مبادی کی روشنی میں مسائل کا استنباط و استخراج کیا ہے۔ ان کی علمی و فکری کاوشوں اور فقہی و اجتہادی خدمتوں کے لیے مسلمان تا قیامت ان کے احسان مند رہیں گے۔ نفسانیت سے پاک اور تقویٰ شعار فقہاے عظام نے اخلاص و للّٰہیت اور خدمت خلق کے جذبے کے ساتھ شریعت اسلامیہ کی وضاحت میں جانفشانی اور عرق ریزی کرکے وہ عظیم کارنامے انجام دیے ہیں جن کی وجہ سے شرعی خطوط پر زندگی گزارنے کے لیے آسانیاں پیدا ہوئیں۔ گذشتہ دو / ڈھائی صدیوں سے کچھ لوگ —— ''اجتہاد اور تقلید'' کی غلط اور من مانی تعبیر کرکے مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ لوگ فقہا و محدثین کی علمی جلالت شان، تقویٰ و پرہیزگاری اور مسائل کی تخریج و استنباط کے لیے ان کے وضع کردہ اصول و مبادی کی جامعیت و موزونیت کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے وہ مسلمانوں کی نظر میں ان عظیم فقہا کے ''اعتبار اور استناد'' کو مشکوک بنانے کی مذموم حرکت کرتے ہیں۔ یہ حضرات ''اسلاف شناشی'' کی بجائے ''اسلاف بیزاری'' کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں سرگرم عمل وہ تحریکیں ہیں جو سیاست اور مذہب کے حوالے سے '' اختیار و اقتدار'' اور '' اعتبار و استناد'' کی کوشش و تلاش میں ہیں۔

عالم اسلام کی سیاسی، عسکری، اقتصادی اور صنعتی زوال کے پس منظر میں رونما ہونے والی ان تحریکوں نے اپنے اقتدار اور اعتبار کو قائم کرنے کی کوشش میں ماضی کے مستند و معتبر علما و فقہا کو اپنی بے سرو پا تنقیدات کا نشانہ بنایا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ' تقلید ' کو بھی مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب شمار کیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان تحریکوں کے علم بردار زمام سیاست پر قبضہ کے بعد بھی عالم اسلام میں سیاسی استحکام لانے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ مذہب کی جس جدید تعبیر و تشریح کا یہ دم بھرتے ہیں وہ بھی مسلمانوں میں اتحاد اور یک جہتی کے متوقع اثرات پیدا نہیں کر سکی ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس کے بجائے اپنے مخصوص افکار و نظریات کو ہی درست مان کر ان کو دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کوئی ان کے افکار و نظریات کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور ان کے بالمقابل اپنی الگ رائے اور موقف پیش کرتا ہے تو یہ اس کی ''تضلیل و تکفیر'' تک کر بیٹھتے ہیں۔

اسی لیے وقت کی ضرورت ہے کہ فقہی مذاہب کی اہمیت و افادیت اور فقہاے عظام کی خدمات اور عصر حاضر میں ان کی معنویت و موزونیت سے مسلمانوں کو روشناس کرایا جائے۔ نوجوان علما کی تربیت کا کام اس انداز سے کیا

جائے کہ وہ اسلاف بے زار تحریکوں کے کردار و عمل پر نظر رکھتے ہوئے فقہاے عظام کی عظیم خدمات اور ان کے مقام و مرتبہ کو واضح کر سکیں۔ جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا، مغربی بنگال) کے بانی و مہتمم مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ، اراکین اور اساتذہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انھوں نے وقت کی اس ضرورت کو محسوس کیا اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات و خدمات پر سیمینار کا انعقاد کیا۔ اب افادۂ عام کی خاطر وہ اس سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کو کتابی شکل میں پیش بھی کر رہے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے اس اقدام کے مثبت اثرات ظاہر ہوں گے۔ مسلم عوام کو اس فکری انتشار اور اختلاف کے دور میں اس کتابی مجلہ سے معتدل راہ عمل متعیّن کرنے میں مدد ملے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ مذہبی اور تعلیمی اداروں کے ذمہ دار افراد کو وقت، حالات اور ضروریات کے پیش نظر اہم اور حساس موضوعات پر علمی مجلس کے انعقاد کی تحریک ملے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا، مغربی بنگال) کے بانی و مہتمم مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ، اراکین اور اساتذہ کو ان کی اس کوشش کے بدلے جزائے خیر سے نوازے۔ آمین!

محمد سجاد عالم رضوی مصباحی
اسسٹنٹ پروفیسر ڈپارٹمنٹ آف ہسٹری
پریسیڈنسی یونیورسٹی، 86/1، کالج اسٹریٹ، کولکاتا- ۷۰۰۰۷۳

آغازِ باب

عرضِ مرتب

مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی، جامعہ عبداللہ بن مسعود و دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، کولکاتا

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ ذات محتاج تعارف ہے اور نہ ان کی حیات و خدمات۔ ہزاروں کی تعداد میں ان پر کتابیں لکھی جاچکی ہیں جن میں ان کی حیات پاک کے بے شمار گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ حال ہی میں یعنی گذشتہ ۷/۸/۹/ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ /۲۱/۲۲/۲۳/ دسمبر ۲۰۱۲ء کو شہر ممبئی کی مشہور و معروف علاقہ " گوونڈی" میں "امام اعظم سیمینار" کا انعقاد ہوا۔ اور ملک کے نامور اہل قلم حضرات نے وقیع و بسیط مقالات پیش کیے ان کا مجموعہ بنام "انوار امام اعظم" مرتبہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، حضرت علامہ محمد نفیس احمد مصباحی و علامہ اختر حسین فیضی مصباحی، مکتبہ ایوبیہ، خانقاہ قادریہ ایوبیہ، رضانگر شریف پپرا کنگ ضلع کشی نگر سے شائع ہوا۔

امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار کا انعقاد، مقالات تحریر کرنا اور پھر ان کو شائع کرنا بلا شبہہ ایک ناقابل فراموش اقدام اور لائق صد مبارک باد سعی ہے۔ رب قدیر قبول فرمائے۔

کولکاتا کی دنیا میں مدارس کی بھرمار ہے لیکن ان میں نمایاں اور ممتاز مقام **"جامعہ عبداللہ بن مسعود"** کو حاصل ہے۔ اور یہ محض فضل رب عزوجل، عنایات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فیوض و برکات مقبولان خدائے قادر مطلق سے ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ جامعہ سے پہلے نوری مسجد، تلجلا روڈ، میں جب سے **"دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ"** قیام پذیر ہوا، کبھی بھی ۱۰/ شوال المکرم کو جشن ولادت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انعقاد قضا نہیں ہوا۔ اور الحمد للہ اب تو پورے کولکاتا کے مدارس و مساجد اور انجمنوں میں " جشن ولادت اعلیٰ حضرت" منایا جانے لگا ہے لیکن یہ خصوصیت دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ کو ہے کہ آغاز قیام سے ہی اس کا سلسلہ چل پڑا۔ اور انشاء اللہ تاقیام قیامت چلتا رہے گا۔

اور اب تو کہیں کہیں "عرس امام اعظم ابوحنیفہ" کا قیام بھی سننے کو ملتا ہے لیکن دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ابتدائے قیام سے **"انوار رضا کانفرنس"** و **"جشن دستار بندی"** کے ساتھ **"عرس امام اعظم ابوحنیفہ"** کا انعقاد ہوتا آرہا ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ انعقاد ہوتا رہے گا۔

اس کے علاوہ ۲؍ ذی قعدہ کو ہر سال جامعہ عبداللہ بن مسعود، میں عرس حضور صدر الشریعہ کے موقع پر یوم اساتذہ کا قیام ہوتا ہے۔ ۱۰؍ محرم کو ذکر شہادت امام حسین وشہدائے کربلا، ۱۴؍ محرم کو عرس حضور مفتی اعظم ہند، ۲۷؍ محرم الحرام کو عرس مخدوم سمناں، ۲۵؍ صفر کو عرس سرکار اعلیٰ حضرت، اس کے بعد ہی فیضان رضا کانفرنس، ربیع الاول شریف میں تقریب میلاد پاک، ربیع الثانی میں پورے ماہ بعد عشا کچھ ناغوں کے ساتھ ذکر سرکار غوث اعظم، یکم ربیع الثانی کو عرس حضور تیغ علی رحمۃ اللہ علیہ سرکار سرکانہی شریف اور ساتھ ہی سرکار سرکانہی کانفرنس، ۵؍ جمادی الاولیٰ کو عرس حضور مجاہد ملت، ۲۲؍ جمادی الاولیٰ کو عرس سرکار نمازی رحمۃ اللہ علیہ، یکم جمادی الاخرہ کو عرس حضور حافظ ملت، ۶؍ رجب کو عرس حضرت خواجہ غریب نواز، ۵؍ شوال المکرم کو عرس مخدوم بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور ۲۹؍ شوال کو قتیلانِ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو دوست شاہ عبداللہ اور امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہما کا عرس، کا انعقاد ہوتا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور بھی دیگر بزرگوں کی بارگاہوں میں ان کے اعراس کے موقع پر فاتحہ ونیاز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ان بزرگوں کا ہی کرم اور نوازشیں ہیں کہ دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفےٰ اور اس سے ملحق ایک چھوٹا سا غیر معروف مدرسہ جو ادارۂ ملت اسلامیہ سے ترقی کرکے آج پورے بھارت میں **"جامعہ عبداللہ بن مسعود"** کے نام سے جانا اور پہچانا جارہا ہے، اور جس کی تعمیر وترقی کو دیکھ کر عصر حاضر کے بڑے بڑے علما اور مشائخ اپنے عمدہ اور اعلیٰ تاثرات سے نوازتے ہوئے نظر آتے ہیں- روز وشب اپنی ترقی کی طرف مائل ہیں۔ خدا کرے قیامت تک یہ ادارے چمکتے دمکتے رہیں اور سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ آمین

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فقہیات میں زیادہ تر روایتیں حضرت عبداللہ بن مسعود سے لی ہیں اور ہم لوگ بفضلہ تعالیٰ حنفی ہیں اس لیے جامعہ کا نام حضرت عبداللہ بن مسعود کے نام پر رکھا گیا ہے۔

اور الحمدللہ نام ہی کی برکت ہے کہ آج جامعہ عبداللہ بن مسعود پورے ملک میں جانا، پہچانا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے۔

چوں کہ کولکاتا کے سنی حلقہ میں ہماری دانست میں کوئی پائیدار اور تاریخی کام نہیں ہوا تھا اس لیے فقیر (راقم الحروف) نے سوچا کہ مروّجہ ومرسمہ جلسے اور کانفرنسیں تو ہوتی ہی رہتیں ہیں اور ہوتی رہیں گی اس لیے ارادہ کیا کہ کوئی تاریخی اور پائیدار کام ہونا ضروری ہے تو ایک سیمینار کا پروگرام رکھا گیا۔ پھر چوں کہ جامعہ عبداللہ بن مسعود، حنفیت کا ترجمان وپرچارک ہے اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیمینار ہونا، طے ہوا۔

لہٰذا جامعہ اور دارالعلوم کے سالانہ جلسۂ دستار بندی بنام **انوار رضا کانفرنس** کے موقع پر گذشتہ ۱۶؍ جون ۲۰۱۴ء بروز سوموار بوقت صبح ۸؍ بجے تا ۱؍ بجے دن، جامعہ کے **"سرکار سرکانہی کانفرنس ہال"** میں تاریخی سیمینار انعقاد پذیر ہوا، جس میں شہر کے سینکڑوں علما کے علاوہ بیرونی بہت سے علما نے شرکت فرمائی۔ اور اہل قلم حضرات

نے اپنے قیمتی، فکر انگیز، معلومات افزا اور نکات آفریں مقالات پیش کیے، جن کا مجموعہ زیور طبع سے آراستہ کر کے آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے میں، ہم اپنی سعادت مندی تصور کرتے ہیں۔

بہت سے ارباب فکر و قلم مخلصین علماے کرام تشریف نہیں لا سکے لیکن انھوں نے اپنے مقالے بذریعۂ ڈاک یا نیٹ ارسال فرمائے جن کو شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔ میں ان حضرات کا بھی تہ دل سے شکر گذار ہوں۔

شرکاے سیمینار میں چند اہم شخصیات میں سر فہرست ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، مصنف تصانیف کثیرہ حضرت علامہ عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر سجاد عالم مصباحی کے نام ہیں جن کی شرکت نے سیمینار میں جان پیدا کر دی۔ رب قدیر ان کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے۔

ان کے علاوہ ممتاز العلما مولانا قاسم علوی صاحب (مٹیا برج)، علامہ شاہد القادری رضوی (مٹیا برج)، علامہ مفتی دلدار حسین مصباحی (ہوڑہ)، مولانا شہادت حسین (دھام نگر شریف)، مولانا عارف حسین مصباحی (ہوڑہ)، نے بھی سیمینار میں شرکت کی۔ رب قدیر ان تمام حضرات کو کونین کی شادمانیوں سے سرفراز فرمائے۔

پھر میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیر ٹرسٹ، توپسیا، کے جملہ اراکین وممبران خصوصًا ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری حضرت علامہ مولانا مشرف حسین رضوی صاحب کا، جن کے خصوصی تعاون سے سیمینار کے اخراجات میں بڑی آسانی پیدا ہو گئی۔ ماشاء اللہ ان لوگوں نے مہمانوں کی ضیافت کے ساتھ مقالہ نگار حضرات کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کرنے کے لیے قیمتی بیگ کا انتظام کیا۔ خداے پاک ٹرسٹ کے تمام اراکین وممبران کو اس کا اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین

مقالات کی کمپوزنگ اور ان کی ترتیب و تہذیب میں سب سے بڑا رول فرزند ارجمند مولانا محمد حسّان رضا مصباحی تیغی متعلم اختصاص فی الادب، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اور ان کے ساتھوں کا ہے، جن کی انتھک کوششوں اور بے لوث کاوشوں سے یہ مجموعہ مقالات **"جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"** مراحل طباعت طے کر کے ہمارے اور آپ کے ہاتھوں تک پہنچا۔

سیمینار کے آغاز پروگرام سے اخیر تک جامعہ اور دار العلوم کے اساتذہ کرام خصوصًا مفتی افضل حسین رضوی مصباحی، مولانا قمر الدین رضوی مصباحی، مولانا سجاد عالم مصباحی، مولانا مرشد القادری، مولانا حسن رضا ثقافی، مولانا عبد القدوس مجاہدی، قاری ہاشم رضا رضوی، ماسٹر محمد طفیل احمد غفاری، ماسٹر مشتاق احمد، قاری نیر القمر قادری، قاری احمد رضا رضوی، قاری محمد نعیم الدین رضوی، حافظ محمد طاہر حسین تیغی، قاری بشیر القادری وغیرہم نے قدم قدم پر ہمارا ساتھ دیا۔ مقالہ نگاروں سے رابطے کرنا، عناوین تقسیم کرنا، ای میل وغیرہ سے مقالہ وصول کرنا، علما کی ضیافت وغیرہ میں نگرانی کرنا وغیرہ جملہ امور بحسن وخوبی انجام دیے ہم ان کے بھی بے حد ممنون و شکر گزار ہیں۔

ساتھ ہی دار العلوم اور جامعہ کے اراکین کمیٹی جناب اکبر تیغی، شہود عالم اشرفی، کوثر علی رضوی، حاجی محمد شمس الدین نقشبندی، محمد اشرف قریشی تیغی، عبد الرزاق عرف (ہیرا بھائی)، محمد ظہیر الدین، محمد احمد جوہری وغیرہم دیگر تمام ارکان وممبران بھی بڑی مبارک بادی کے مستحق ہیں جو دار العلوم و جامعہ کے تمام تعلیمی، تعمیری، اصلاحی اور سماجی تحریکات اور منصوبہ جات میں ہر ممکن تعاون کے لیے ہمہ وقت پیش پیش رہتے ہیں اور جلسہ وسیمینار میں بھی ان حضرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ خداے پاک دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے انھیں محفوظ رکھے۔

"جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کی طباعت میں بڑھ چڑھ حصہ لینے والوں میں محترم الحاج عابد رحمانی صاحب، محترم الحاج طاہر وقار صاحب، محترم الحاج محمد ابو الکلام صاحب، الحاج محمد شاکر نوری، جناب محمد ہادی حسین صاحب، محترم الحاج مطیع الرحمان صاحب متولی نوری مسجد جھاؤ تلہ (کولکاتا)، محترم جناب ابراہیم الزماں عرف (ببلو بھائی) متولی نوری مسجد تلجلا روڈ (کولکاتا)، محترم الحاج ہارون صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج ڈاکٹر محمد نظام الدین صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج محمد روشن علی صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج مظہر حسین صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج محمد مشتاق صاحب (پام ایونیو، کولکاتا)، محترم الحاج غلام مرتضیٰ رضوی صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج عثمان غنی صاحب تیغی (درگاہ روڈ، کولکاتا)، محترم الحاج خلیل تیغی صاحب (رانچی)، محترم الحاج عبد الرحمان صاحب تیغی (رانچی)، محترم الحاج غلام غوث تیغی (اندور)، محترم الحاج محمد ایوب صاحب (ٹھیٹھر روڈ، کولکاتا)، محترم جناب شاہد صاحب (امیر علی ایو نیو، کولکاتا)، محترم الحاج طالب علی وارثی صاحب (تلجلا روڈ، کولکاتا)، وغیرہم، کے اسما شامل ہیں۔ میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداے پاک ان سب حضرات کے تعاون کو قبول فرمائے اور سال نامہ ضیاے مصطفیٰ کے اس خصوصی نمبر **"جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"** کو ان کے لیے اور ان کے مرحومین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

طالبِ دعا
محمد رحمت علی تیغی مصباحی عفی عنہ
خادم جامعہ عبد اللہ بن مسعود
(غریب نواز مسجد) گلشن کالونی، کولکاتا-۱۰۰
ودار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ
(نوری مسجد، تلجلا روڈ، کولکاتا-۴۶)
09433295643, 08478021995
jamia092@gmail.com

خطبۂ استقبالیہ

مفتی محمد رحمت علی مصباحی، سربراہ اعلیٰ جامعہ عبداللہ بن مسعود، ودارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفےٰ، کولکاتا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

أما بعد! بے حد وبے حساب حمد ہے اس پاک پروردگار عالم کی جس نے ہمیں اپنے ایک مقبول اور پسندیدہ بندہ یعنی امام الائمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ، محسن اعظم خیر امت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ ناز میں ایک عظیم الشان تاریخی سیمینار کی شکل میں خراج عقیدت اور نذرانہ محبت پیش کرنے کی توفیق اور سعادت بخشی۔ اور کرم بالاے کرم ہے رسولوں کے رسول، نبیوں کے نبی، دوعالم کے سرکار، شفیع روز شمار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا کہ آپ کی بشارت، آپ کے دین کے سچے علم بردار، علم قرآن وسنت کے بحر ذخار امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد منانے کا شرف ہم سب لوگوں کو نصیب ہوا۔ رب قدیر شرف قبولیت عطافرمائے۔ آمین

اور احسان مند ہیں ہم امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنھوں نے اس فقیر بے مایہ پر اپنے افضال وتکریمات کی موسلہ دھار بارشیں برسائیں کہ سالوں سے "انوار رضا کانفرنس اور جشن دستار بندی" کے ساتھ اپنے عرس منانے کا موقع دیا۔ اور اس سال تو الحمد للہ ان کے فیضان کا موجیں مارتا ہوا سمندر ہم غریب پر امنڈ پڑا کہ کولکاتا جیسے بنجر سرزمین پر ان کی ذات سے منسوب ایک عظیم المرتبت یادگار پروگرام بنام "امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار" کے انعقاد کا موقع مرحمت فرمایا۔ ع

گر قبول افتد زہے عز وشرف

بموجب فرمان رسالت "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" اس سیمینار کے انعقاد میں معاونت فرمانے والے خواہ روپے پیسے سے، خواہ رائے اور مشورہ کے ذریعہ یا انتظام وانصرام میں محنت ومشقت کرکے، میں سبھی حضرات کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ شکر گزار ہوں، سبھوں کا نام لینا اس مختصر وقت میں مشکل امر ہے۔ میں آپ تمام حضرات کا بہت ممنون ہوں اور آپ کی خدمت عالیہ میں استقبالیہ پیش کرنے پر فخر محسوس کرتا ہوں، کہ بلاشبہ آپ نے اس بے مایہ اور بے حقیقت ذرۂ ناچیز کی دعوت پر مقالہ نگاری میں اپنا قیمتی وقت خرچ کرکے اپنے عظیم محسن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ اور سوانح جلیلہ کے اہم گوشوں پر لائق تحسین اور وقیع مقالے سپرد قرطاس کرکے اس سیمینار میں تشریف فرما ہوئے۔ اور میں ان لوگوں کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے، ای میل کے ذریعے یا کسی کے بدست اپنا مقالہ ارسال فرمایا۔ بہ ہر حال مقالہ نگار یا غیر مقالہ نگار مندوبین یا غیر مندوبین تمام حاضرین کا تہ دل سے

شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ساتھ ہی بہت مبارکبادی کے مستحق ہیں امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیر ٹرسٹ توپسیا کے تمام اراکین وممبران خصوصاً سراپا اخلاص حضرت علامہ ومولانا محمد مشرف حسین رضوی مدظلہ العالی، جنھوں نے اس سیمینار کے قیام میں بھرپور تعاون سے نوازا اور علما کی خدمت میں تحفہ اور حاضرین کی ضیافت کے لیے کھانے کا انتظام کیا۔

حضرات! پہلی بار سرزمین کلکتہ پر امت مسلمہ کے سب سے عظیم کرم فرما حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیمینار عمل میں لایا جارہا ہے حالاں کہ یہ کام اور پہلے ہونا چاہیے تھا۔ اس بات پر چاہے جتنا افسوس کیا جائے کم ہے کہ ہم اپنے پیر، استاذ اور بزرگوں کا نعرہ تو بہت لگاتے ہیں۔ ان کے نام سے جلسے اور کانفرنسیں کرتے ہیں۔ مقررین اور خطبا حضرات اپنے خطاب وتقریر میں، ارباب تصنیف وتالیف حضرات اپنے مصنفات ومولفات میں، شعرا اور سخن ور حضرات اپنے قصائد ومنظومات میں، اپنے پیر، استاذ وغیرہ اکابر واسلاف کا ذکر تو ضرور کرتے ہیں لیکن جتنا ذکر امت میں سب سے بڑے امام، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہونا چاہیے، دور دور تک دیکھنے، سننے اور پڑھنے کو نہیں ملتا۔ آج ضرورت ہے کہ گھر گھر میں امام اعظم کا چرچا ہو، ہمارا بچہ بچہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت وسوانح، اور ان کے فضائل وکمالات اور ان کے اعلیٰ کردار اور عمل سے واقف ہو۔ اور جیسے ہماری اور ہمارے بڑے چھوٹوں کی زبان پر غوث اعظم، خواجہ پاک، مخدوم پاک، وارث پاک، صابر پاک، اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، حافظ ملت، مجاہد ملت، سرکار تیغ علی، اور سرکار نمازی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ جمیلہ ہمیشہ جاری اور ساری رہتا ہے، ویسے ہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اور ان کا ذکر بھی جاری وساری رہنا چاہیے۔

اگرچہ آج صحابہ یا تابعین کے نام پر مدارس، مساجد اور تحریکی تنظیموں کا نام رکھنا بد عقیدوں کی پہچان اور ان کی شناخت بن گیا ہے اور ان کا یہ کام فقط اولیاے کرام سے بغض اور نفرت کے تناظر میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے بزرگوں اور اولیاے کرام سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہوئے صحابہ اور تابعین کے نام اپنے مدارس ومساجد کو منسوب کریں تو بلاشبہ ان نفوس قدسیہ سے فیض اور برکت حاصل کرنے اور ان کی سعادت سے مالا مال ہونے کا بہترین طریقہ ہوگا۔ اور فائدہ اس کا یہ ہوگا کہ ہمارے عوام ناخواندہ طبقہ کے ساتھ ساتھ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبان پر بھی غوث وخواجہ وامام اعظم وتیغ علی کے چرچے اور تذکرے کی طرح ان اساطین دین متین کے احوال وکوائف اور سیرت وسوانح کا ذکر جمیل اور خوبصورت چرچا قائم ودائم ہوگا۔

یقیناً آج عوام الناس میں کتنے لوگ ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ کو جانتے ہیں؟ ہمارے گھروں کے کتنے بچے، بوڑھے اور جوان ہیں جن کو امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا نام سن ولادت، وصال، وطن اور ان کی علمی اور فقہی حیثیت سے واقفیت اور آگاہی ہے؟ سچائی اور صداقت یہ ہے کہ بہت کم لوگ جانتے ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے چند ہی مخصوص بزرگوں کی عقیدت ومحبت اور ان کے تذکرۂ سیرت وکرامت میں محدود ہوکر رہ گئے ہیں اور اوپر کے اہم اور عظیم بزرگوں کا چرچا ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اس

لیے قطع نظر وہابیہ، دیابنہ وغیرھم بدعقیدوں کے خیالات ونظریات کے ہم اپنے مساجد ومدارس اور خانقاہوں کا نام جہاں قادریہ، چشتیہ، رضویہ، اشرفیہ، حبیبیہ، تیغیہ، نمازیہ رکھتے ہیں وہیں اپنے اداروں کو خلفاے راشدین ودیگر صحابہ اور تابعین کے علاوہ اپنے امام وپیشوا اور مقتدا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے بھی منسوب کریں۔

یہی وجہ ہے کہ اس فقیر سراپا تقصیر نے فقہ حنفی کے مرجع اور مذہب حنفیت کی اصل واساس، افقہ صحابہ کبار، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے اپنے ادارے کو منسوب ومعنون کیا اور اس کا نام "جامعہ عبداللہ بن مسعود" رکھا۔ اور ادارے کے دیگر شعبوں کو جہاں اور اپنے دیگر بزرگوں کے نام موسوم کیا مثلاً غریب نواز مسجد، باب اعلیٰ حضرت، صابری لنگر خانہ، مخدوم سمناں دارالشفا، حضور مفتی اعظم کمپیوٹر ایجوکیشن سینٹر، ملک العلما دارالمطالعہ، حضور حافظ ملت دارالضیوف، حضور مجاہد ملت دارالاہتمام، سرکار سرکانہی کانفرنس ہال، انجمن برکات جلالۃ الارشاد وغیرہ۔ وہیں برکت کے لیے لائبریری کا نام "امام اعظم ابوحنیفہ لائبریری" رکھا تاکہ ہماری نسلیں دیگر بزرگوں کے ساتھ اپنے امام کے مدارج ومراتب اور فضائل وکمالات سے ضرور واقف ہوں اور الحمدللہ! "امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار" کا انعقاد بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک اہم اور تاریخ ساز اقدام ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے ایک عظیم آیت، رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ، اور امت مسلمہ پر خدائی انعام واکرام میں سے ایک عظیم نعمت، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا اس یادگار سیمینار کو رب قدیر ضرور اپنے کرم سے قبول فرمائے گا اور اس کی برکات وحسنات اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی فیوض وبرکات سے ادارے، اساتذہ، طلبہ، اراکین، اہل محلہ اور خصوصاً تمام شرکاے سیمینار کو مالا مال فرمائے گا اور دنیا وآخرت کی شادکامی اور دارین کی سعادت مندی سے سرفراز فرمائے گا۔

محترم شرکاے سیمینار ہماری جانب سے انتظام وانصرام اور خاطر تواضع میں کسی طرح کی اگر کمی ہوگئی ہو تو ہم معافی کے طلب گار ہیں اور ہم آپ کی تشریف آوری اور ذرہ نوازی کا کیا بدلہ دے سکتے ہیں۔ دعا کرتے ہیں کہ رب قدیر آپ کو اس کا بھرپور صلہ عطا فرمائے اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی نصیب فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم وعلی الہ وصحبہ وامامنا الاعظم ابی حنیفہ وغوثنا الاعظم عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالی عنہما وارضاھما عنا وعن جمیع المسلمین.

فقط

محمد رحمت علی تیغی القادری المصباحی

خادم جامعہ ودار العلوم، کولکاتا

۱۷/ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ/۱۶/ جون ۲۰۱۴ء

بروز دوشنبہ

جامعہ عبد اللہ بن مسعود، کولکاتا میں

امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار و انوار رضا کانفرنس

مولانا محمد حسن رضا قادری، استاذ جامعہ عبد اللہ بن مسعود و ایڈیٹر سہ ماہی پیغام اہلِ سنت، کولکاتا

۱۶/۱۷ جون ۲۰۱۴ء دن: سوموار اور منگل، کو جامعہ عبد اللہ بن مسعود و دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، کولکاتا میں ۲۰/واں سالانہ، ۲/روزہ عظیم الشان اجلاس بنام **"انوار رضا کانفرنس"** منایا گیا۔ جس کی تقریبات میں سب سے اہم "جامعہ عبد اللہ بن مسعود اور امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ" کے زیر اہتمام "امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار" کا پروگرام تھا۔ جو پہلے دن صبح ۸:۳۰ تا ۱/بجے دن (قبل نماز ظہر) منعقد ہوا۔

سیمینار کی سرپرستی حضرت مولانا قاسم علوی، جنرل سکریٹری: مجلس علماے مغربی بنگال اور صدارت حضرت علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی، مبارکپور، نے فرمائی۔ جب کہ نظامت کے فرائض جامعہ کے استاذ مولانا مفتی قمر الدین مصباحی نے انجام دیے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، نعت خوانی کے بعد امام اعظم کی بارگاہ میں منقبت کے چند اشعار پیش کیے گئے۔ ناظم اجلاس نے شرکاے سیمینار کا مختصر تعارف پیش کیا، اور موصول ہونے والے مقالات کا اجمالی فہرست سامعین کے گوش گزار کیا۔

اس کے بعد شرکاے سیمینار نے اپنے اپنے مقالے پیش کیے جن میں مولانا شہادت حسین مصباحی (اڑیسہ)، مولانا شعیب احمد مصباحی (کشن گنج)، مولانا وسیم اصغر اشرفی (کولکاتا)، مولانا مہتاب عالم اشرفی (کولکاتا)، مولانا مجاہد حسین حبیبی (کولکاتا)، کے نام سر فہرست ہیں۔ دوران سیمینار، دینی و عصری علوم کے ماہر پریسیڈنسی یونیورسٹی، کولکاتا، کے پروفیسر، ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی نے اپنے توسیعی خطاب میں سیمینار کے معنی و مطالب، اس کی اہمیت وافادیت اور اصول و ضوابط کے حوالے سے جامع اور انتہائی معلوماتی گفتگو فرمائی۔ قبل ازیں حضرت مفتی محمد رحمت علی مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ عبد اللہ بن مسعود و دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ کولکاتا، نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں امام اعظم پر منعقدہ اس سیمینار کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے تشریف لائے تمام مقالہ نگاروں اور مندوبین کا پرتپاک استقبال کیا۔ سیمینار کے اخیر میں حضرت علامہ عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ نے اپنے صدارتی خطبہ میں مجلس انتظامیہ کو گراں قدر تاثرات سے نوازا، اور سیمینار کو مزید کارگر اور کار آمد بنانے کے لیے چند رہنما اصول بھی بتائے، اور ساتھ ہی جامعہ کے طلبہ و اساتذہ اور علما کو بیش قیمت نصیحتوں سے نوازا۔

یہ واضح رہے کہ امام اعظم کی شخصیت پر ملک بھر کے ارباب قلم کے تقریبا ۶۰ر علمی، ادبی، فکری اور تحقیقی مقالات ومضامین موصول ہوئے ہیں، جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

علامہ عبد المبین نعمانی، مبارک پور۔ مولانا نفیس احمد مصباحی، مبارک پور۔ مفتی ناظم علی مصباحی، مبارک پور۔ مولانا عرفان عالم مصباحی، مبارک پور۔ مولانا ساجد علی مصباحی، مبارک پور، مولانا اختر حسین فیضی، مبارک پور۔ ڈاکٹر سید ضیاء الدین نقشبندی، حیدرآباد۔ مولانا طفیل احمد مصباحی، مبارک پور۔ مولانا امام الدین مصباحی، ٹاٹا نگر۔ مولانا اسلم رضا قادری، ناگور۔ مفتی اشرف القادری، نیپال۔ مولانا شہباز عالم مصباحی، مبارک پور۔ مولانا شاہد القادری، کولکاتا۔ مفتی ناصر حسین مصباحی، مبارک پور۔ مولانا مجاہد حسین حبیبی، کولکاتا۔ مولانا فیض رضا مصباحی، کولکاتا۔ مولانا شہادت حسین مصباحی، دھام نگر۔ مولانا قمر عالم اشرفی، کچھوچھہ شریف۔ مولانا مہتاب عالم اشرفی، کولکاتا۔ مولانا وسیم اصغر اشرفی، کولکاتا۔ مفتی مختار حسین رضوی، کولکاتا۔ مولانا حسان رضا مصباحی، کولکاتا۔ جناب مہتاب پیامی، مبارک پور۔ مولانا قمر الزماں مصباحی، پٹنہ۔ مولانا عبد الرزاق پیکر رضوی، پٹنہ۔ مولانا عبد المالک مصباحی، ایم، اے۔ مفتی شمیم رضا مصباحی، مظفر پور۔ مولانا شعیب احمد مصباحی، کشن گنج۔ مولانا ریاض الدین مجاہدی، چترا۔ مولانا عبد الوکیل مصباحی، سون بھدر۔ مولانا مشتاق احمد مجاہدی، دیناج پور۔ (وغیرہم)

اسی شب میں بعد نماز عشاء **انوار رضا کانفرنس وجلسہ دستار بندی** کا انعقاد ہوا جس کی سرپرستی صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی پرنسپل جامعہ اشرفیہ، مبارکپور نے فرمائی۔ حضرت مصباحی صاحب قبلہ نے اپنے خطاب میں عصر حاضر کے جلسوں اور کانفرنسوں کے متعلق چند مفید اور رہنما اصول بتائے، اور اپنے کلمات خیر سے تمام اساتذہ، طلبہ، اراکین اور جملہ سامعین کو نوازا۔ اور حضرت ہی کے ہاتھوں جامعہ کے فارغین علما وقرا کو دستار بندی سے سرفراز کیا گیا۔ صلاۃ وسلام کے بعد حضرت مفتی نسیم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

حضرت مصباحی صاحب قبلہ کے علاوہ دیگر علما وشعرا اور مقررین حضرات بھی مدعو تھے جن میں خصوصا: مناظر اہل سنت مفتی شہباز انور کانپوری صاحب قبلہ، خطیب باکمال حضرت مولانا اظہر القادری (سیتامڑھی)، حضرت مولانا نعمت حسین حبیبی (کولکاتا)۔ نقیب اہل سنت مولانا غلام سرور جعفری مصباحی (ویشالی)، مولانا شمس الزماں خان جامعی (مظفر پور)، شاعر اسلام ذیشان متھراوی (ہوڑہ)، ارشد امام مظفر پوری (کولکاتا)، سید شرف الحق شانو بابو (سنڈیلہ شریف)، حامد رضا ویشالوی، سرفہرست ہیں۔

دوسری شب (۱۷ر جون) میں یہی جلسہ بمقام دار العلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، نوری مسجد، تلجلا روڈ میں منعقد ہوا، جس میں خصوصی خطاب حضرت مفتی نسیم مصباحی، استاذ ومفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور، نے فرمایا، اور بعد تقریر تقریبا ار گھنٹہ تک سوال وجواب کا پروگرام چلا، جس میں حضرت مفتی صاحب قبلہ نے سائلین کے سوالات کا تشفی بخش جواب دیا۔ حضرت مولانا اظہر القادری صاحب قبلہ کی تقریر کے بعد فارغین دار العلوم کو دستار حفظ سے نوازا گیا، پھر حضرت مفتی رحمت علی مصباحی کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ ☆☆☆

اصحاب مقالات و شرکاے سیمینار و کانفرنس

مولانا محمد مرشد القادری، استاذ جامعہ عبد اللہ بن مسعود و رکن امام اعظم ویلفیئر ٹرسٹ، کولکاتا

سیمینار اور انوار رضا کانفرنس میں شرکت فرمانے والے علما و مشایخ و شعرا

حضرت صوفی الحاج الشاہ عبد الغفار صاحب قبلہ مدظلہ النورانی .... خانقاہ قادری، کولن اسٹریٹ، کولکاتا

صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی .... جامعہ اشرفیہ مبارک پور

علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی دامت برکاتہ .... المجمع الاسلامی، مبارک پور

محبوب الفقہاء حضرت مفتی نسیم مصباحی .... استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

حضرت مولانا قاسم علوی زید فضلہ .... دار العلوم قادریہ رضاے مصطفیٰ، مٹیابرج، کولکاتا

حضرت مفتی دلدار حسین مصباحی .... استاذ و مفتی دار العلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ

حضرت مولانا ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی .... پروفیسر پریسیڈنسی یونیورسیٹی، کولکاتا

مولانا مشرف حسین رضوی .... جنرل سیکریٹری امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ، توپسیا، کولکاتا

مناظر اہل سنت مولانا مفتی شہباز انور .... کانپور

مولانا عارف حسین مصباحی .... رکن تنظیم ابناے اشرفیہ، ٹکیہ پارہ، ہوڑہ

مولانا نعمت حسین حبیبی .... امام و خطیب: ہاسٹل مسجد، کولکاتا

مولانا جنید احمد نظامی .... استاذ دار العلوم رضاے مصطفیٰ، مٹیابرج، کولکاتا

خطیبِ ذیشان علامہ مولانا اظہر القادری .... سیتامڑھی

مولانا غلام نبی مصباحی .... ناظم اعلیٰ دار العلوم قادریہ معتبریہ، گیا

نقیبِ اجلاس مولانا غلام سرور جعفری مصباحی .... (فاضل اشرفیہ) ویشالی بہار

نقیبِ اجلاس مولانا محمد شمس الزماں جامعی .... (فاضل جامع اشرف) مظفر پور

عاشقِ رسول سید شرف الحق نقشبندی .... سندیلہ شریف (یوپی)

شاعر اسلام ذیشان متھراوی .... ہوڑہ (ویسٹ بنگال)

بلبل باغ رسالت ارشد امام مظفر پوری .... کولکاتا

مداح نبی حامد رضا ویشالوی .... حاجی پور، ویشالی

جناب تابش و نیاز صاحبان .... گیا

مولانا حافظ عبد الخالق مصباحی .... جان نگر روڈ، کولکاتا

مقالات کے ساتھ سیمینار میں شریک ہونے والے علماے کرام

- مولانا شاہد القادری رضوی............چیرمین امام احمد رضا سوسائٹی، کولکاتا
- مفتی فیض عالم قادری مصباحی............لال مسجد خضر پور، کولکاتا
- مولانا شہادت حسین مصباحی............استاذ دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر
- مولانا مجاہد حسین حبیبی............مہتمم مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ، توپسیا، کولکاتا
- مولانا سید مہتاب عالم اشرفی............خطیب و امام بڑی مسجد نارکل ڈانگہ، کولکاتا
- مولانا محمد وسیم اصغر خان اشرفی............ناظم اعلیٰ مدرسہ اشرفیہ قطبیہ، پنجابی پاڑہ کولکاتا
- مولانا محمد شعیب احمد مصباحی............متعلّم اختصاص فی الحدیث، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا اکبر حسین برکاتی............ولی اللہ لین، کولکاتا
- مفتی بلال احمد رضوی مصباحی............دار العلوم قادریہ حبیبیہ، فیل خانہ
- مولانا ریاض الدین مجاہدی............مہتمم مدرسہ مدینۃ الاسلام، شاہی (جھارکھنڈ)
- محمد مرشد رضا تیغی............(گریڈیہ)، متعلّم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
- مولانا محمد مشتاق رضا مجاہدی............دیناج پور، بنگال

مقالات بھیجنے والے علماے کرام و دانشوران ملت

- مفتی حامد القادری المصباحی تیغی ________ خانقاہ قادری تھتیاں شریف، مظفر پور
- مفتی اشرف القادری نوری تیغی ________ امانت شرعیہ، مہوتری (نیپال)
- مولانا ابوالکلام احسن القادری ________ دار العلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ
- مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی ________ حیدر آباد
- مفتی ناظم علی مصباحی ________ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا نفیس احمد مصباحی ________ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا اختر حسین فیضی مصباحی ________ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مفتی شمیم رضا تیغی مصباحی ________ حامد آباد، پھکولی شریف، مظفر پور
- مولانا ساجد علی مصباحی ________ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا عبد المالک مصباحی ایم،اے ________ ایڈیٹر سہ ماہی فیضان مخدوم اشرف، رانچی
- مفتی مختار عالم رضوی ________ ناظم مدرسہ سلیمیہ فیض الاسلام، کمرہٹی، کولکاتا
- مولانا طفیل احمد مصباحی ________ نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ
- مفتی ناصر حسین مصباحی ________ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا ابو حذیفہ مصباحی ________ بانی تحریک نہج الاسلام، شیب پور، ہوڑہ
- مولانا شرف الدین رضوی ________ دار العلوم قادریہ حبیبیہ، فیل خانہ، ہوڑہ
- مفتی شہروز عالم اکرمی ________ استاذ و مفتی دار العلوم قادریہ حبیبیہ، فیل خانہ، ہوڑہ
- مولانا اسلم رضا قادری اشفاقی ________ مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، باسنی، ناگور راجستھان
- مولانا شہباز احمد مصباحی ________ پوکھریروی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
- مولانا عرفان عالم مصباحی ________ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا قمر عالم اشرفی جامعی ________ استاذ جامع اشرف کچھوچھہ شریف
- مولانا امام الدین برکاتی مصباحی ________ استاذ مرکزی دار القراءت، ٹاٹا نگر
- مفتی عبد الستار قادری ________ استاذ مدرسہ معراج العلوم، گھسڑی، ہوڑہ
- مولانا حسیب رضا امجدی ________ پرنسپل مدرسہ اہل سنت مدینۃ العلوم، گیا
- مولانا اصغر علی مصباحی ________ استاذ دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، اڑیسہ

- جناب مہتاب پیامی ________ مبارک پور، اعظم گڑھ
- مولانا حنیف جیبی مصباحی ________ استاذ حدیث دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر
- مفتی محمد شمس الدین مصباحی ________ بھیونڈی، ممبئی (مہاراشٹر)
- مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی ________ کھردہ، بڑی مسجد، کولکاتا
- مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی ________ جامعۃ المدینہ، فیضان مخدوم لاہوری، موڈاسا، گجرات
- مولانا صلاح الدین رضوی ________ استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی
- مولانا عبدالوکیل رضوی مصباحی ________ استاذ دارالعلوم قادریہ نوریہ، بگھاڑو، سون بھدر، یوپی
- مولانا محمد قمر الزماں رضوی مصباحی ________ پرنسپل الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ
- مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی ________ استاذ الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

اساتذۂ جامعہ و دارالعلوم

- مفتی افضل حسین مصباحی ________ پرنسپل جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مفتی قمر الدین مصباحی ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مفتی سجاد عالم مصباحی ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا مرشد القادری ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا محمد عطاء اللہ صاحب ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا صابر عالم مصباحی ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا حسن رضا قادری ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- ماسٹر محمد طفیل احمد تیغی نمازی ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا عبدالقدوس مجاہدی ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا بشیر القادری مسعودی ________ دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ
- مولانا نعیم الدین رضوی مسعودی ________ دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ
- قاری نیر القمر قادری ________ دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ
- قاری احمد رضا ماہر ________ دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ
- حافظ طاہر حسین تیغی ________ دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ
- ماسٹر مشتاق احمد ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- قاری ہاشم رضا قادری ________ جامعہ عبداللہ بن مسعود

مرتب جہان امام اعظم ابو حنیفہ

مختصر تعارف

مولانا عبد القدوس مجاہدی، استاذ جامعہ عبد اللہ بن مسعود گلشن کالونی، کولکاتا-۷۰۰۱۰۰

خوش اخلاق، وسیع النظر، بلند اقبال عالم دین، نفیس طبیعت، کتابی چہرہ، بارعب و پر وقار نگاہیں، پر درد دل، متحرک و فعال مزاج، پیکر اخلاق مصطفی، ان سارے اوصاف حمیدہ کا نام حضرت علامہ مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی مد ظلہ العالی ہیں، جن کا گھرانہ مذہبی، جن کی تعلیم معیاری، جن کا کارنامہ لائق صد تحسین، جن کا مشغلہ درس و تدریس، جن کی سرگرمی مسلک حق کی ترویج و اشاعت، جن کے اساتذہ قابل فخر، جنھوں نے ہمیشہ مسلک کے نام پر مرمٹنا سیکھا ہے اور کفر و ارتداد کی تیز و تند آندھیوں میں چراغ مصطفوی جلانا سیکھا ہے۔ الغرض اسلامی افکار و نظریات، عقائد و اعمال اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنا جن کی حیات مستعار کا نصب العین ہے۔ آئیے ان کی کتاب زندگی کے چند اوراق الٹیے اور مشام جاں کو معطر کیجیے۔

اسم گرامی: محمد رحمت علی مصباحی نمازی تیغی، والد کا نام محمد اسرائیل تیغی، اور والدہ کا نام زہرا خاتون ہے۔

ولادت: آپ کی پیدائش صوبۂ بہار کے ایک گاؤں تیغی نگر برہٹیا، ڈاکخانہ مجھولی، ضلع ویشالی میں ۲۹/ دسمبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں قاعدہ بغدادی سے ناظرہ قرآن شریف اور اردو وغیرہ حافظ محمد محی الدین مرحوم ساکن مدھوبنی سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۶/ کلاس تک اردو ہندی میڈیم اسکول میں تعلیم حاصل کیا پھر جامعہ مدینۃ العلوم خانقاہ قادریہ پھکولی شریف مظفرپور، میں داخلہ لے کر ۴/ سال تک وہاں تعلیم حاصل کی اور مزید تعلیم کے لیے دار العلوم ضیاء الاسلام ٹکیہ پاڑہ (ہوڑہ، ویسٹ بنگال) تشریف لے گئے اور ایک سال کے بعد اعلیٰ اور معیاری تعلیم کی غرض سے ۱۹۸۶ء میں برصغیر کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ پہنچے اور وہاں عظیم المرتبت اور باصلاحیت اساتذہ کرام کے زیر نگرانی درجہ عالمیت تا فضیلت تعلیم مکمل کی۔

فراغت: مکمل چار سال تک بافیض درس گاہوں میں اکتساب فیض کے بعد ۱۹۹۰ء میں مقتدر علمائے کرام و مشائخ عظام کے مقدس و بابرکت ہاتھوں سے فضیلت کا تاج زریں آپ کے سر پر رکھا گیا۔ آپ کا شمار ہمیشہ ذہین و محنتی طلبہ میں ہوتا رہا۔ اور آپ کا نام ٹاپ فائب طلبہ میں ہمیشہ رہا۔

تدریسی خدمات: آپ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور سے فراغت کے بعد درس و تدریس کی خدمت انجام دینے کی غرض سے ۱۹۹۰ء میں دار العلوم قادریہ رشیدیہ جلیشور ضلع مہوتری (نیپال) گئے، وہاں مکمل تین سال درس نظامیہ کی اہم اہم کتابیں مثلاً ہدایہ اولین و آخرین، مشکوۃ شریف وغیرہ کی تعلیم دی اور درس و تدریس میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ اور یہیں فتویٰ نویسی کی مشق بھی کی۔

۱۹۹۳ء میں شہر کلکتہ تشریف لائے اور یہاں دار العلوم قادریہ فردوسیہ، (گھانسی داتا مسجد) ۶۶/ بالی گنج سرکولر روڈ بحیثیت مدرس آپ کی تقرری ہوئی، ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۵ء تک وہیں رہ کر سیکڑوں طلبہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ اسی درمیان "نوری مسجد، تلجلا روڈ"، (کولکاتا- ۴۶) میں امامت کی جگہ خالی ہوئی، وہاں کے لوگوں نے حضرت مولانا محمد ناظر حسین خان اشرفی جالوی سے کہا کہ ایک اچھے اور باصلاحیت امام کی ضرورت ہے تو ان کی نظر حضرت موصوف کی ذات پہ پڑی اور آپ ۲۸/ اپریل ۱۹۹۵ء میں نوری مسجد کے امام و خطیب مقرر ہوئے بعد ازاں مسجد سے متّصل دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ قائم کیا لیکن دار العلوم میں طلبہ کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے جگہ کی قلت ہوئی تو آپ مدرسہ کی زمین کے انتظام و انصرام میں لگ گئے کچھ دنوں کے بعد مدرسہ کی زمین حاصل ہوئی تو آپ نے اس پر اہل سنت و جماعت کا عظیم قلعہ بنام "جامعہ عبد اللہ بن مسعود" قائم کیا۔ اس طریقے سے آپ دار العلوم (تلجلا روڈ) میں ۱۹۹۵ء اور جامعہ (گلشن کالونی) میں ۲۰۰۵ء سے تاہنوز درس و تدریس و نظامت کے ساتھ نوری مسجد، (تلجلا روڈ) میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اساتذہ: آپ نے جن اساتذہ کے پاس رہ کر زانوے ادب تہ کیا اور علم و عمل سے بہرہ ور ہوئے ان مقتدر علماے کرام کے اسما یہ ہیں:

(۱) حضرت مفتی حامد القادری تیغی مصباحی (۲) حضرت مفتی اشرف القادری تیغی (۳) حضرت مفتی ثناء المصطفیٰ علیہ الرحمۃ امجدی (۴) حضرت علامہ ابو الکلام احسن القادری (۵) حضرت علامہ قمر الحسن مصباحی (۶) حضرت قاری حیدر علی (۷) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی (۸) محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی (۹) صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (۱۰) نصیر ملت حضرت علامہ محمد نصیر الدین عزیزی مصباحی (۱۱) حضرت علامہ اسرار احمد مصباحی (۱۲) حضرت علامہ شمس الہدی مصباحی (۱۳) حضرت علامہ اعجاز احمد مصباحی (۱۴) حضرت علامہ عبد الحق رضوی مصباحی (۱۵) حضرت مفتی نظام الدین رضوی مصباحی، وغیرہم

تعمیری خدمات: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کو بچپن ہی سے مذہب و مسلک کی خدمت کرنے کا حوصلہ اور جذبۂ صادقہ قلب و جگر میں ودیعت فرمادیا تھا اور آپ نے بزرگان دین واسلاف کرام کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا، بالخصوص حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول کہ ” زمین کے اوپر کام اور زمین کے نیچے آرام“ اس وقت سے اور زیادہ دین متین کی خدمت کرنے کا شوق بڑھ گیا۔ چناں چہ آپ نے حضور حافظ ملت کے قول کو سامنے رکھا اور اپنے اسلاف کے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے دینی قلعہ مدارس و مساجد اور مکاتیب کی شکل میں قائم کرنا شروع کردیا تاکہ مذہب و مسلک کی خدمت بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔

۱۹۹۵ء میں دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ (تلجلا روڈ، کولکاتا- ۴۶) قائم کیا جس میں باضابطہ حفظ وقراءت اور درس نظامیہ کا اہتمام ۲۰۰۰ء سے ہوا۔ ادارۂ ملت اسلامیہ جو ۱۹۹۳ء میں قائم ہوا تھا دین کے خیر خواہ حضرات نے ۲۰۰۵ء میں آپ کے حوالہ کردیا اور اسی سال حفظ کی تعلیم شروع ہوگئی۔ پھر آپ نے ۲۰۰۷ء میں ادارۂ ملت اسلامیہ میں درس نظامیہ کا شعبہ دارالعلوم (تلجلا روڈ) سے منتقل کیا۔ اور ادارہ کا نیا نام صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ”جامعہ عبداللہ بن مسعود“ رکھا۔

۲۰۰۸ء میں آپ نے جامعہ سے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی جس کے لیے پانچ کٹھہ زمین مسلمانوں کے تعاون سے خریدا اور البیسٹر ڈال کر نماز شروع کیا۔ اور مسجد کا نام ”غریب نواز جامع مسجد“ تجویز فرمایا۔

۲۰۱۱ء میں باضابطہ جامعہ کی سینٹرل بلڈنگ کا تعمیری کام شروع کروایا، فی الحال مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان یہ ادارہ اپنی جاذبیت و دلکش منظر کے ساتھ تعمیری سفر طے کررہا ہے جو فی الوقت تین منزلہ اور مستقبل قریب میں پانچ منزلہ خوشنما عمارت کی شکل اختیار کرے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

۲۲/ فروری ۲۰۱۵ء میں غریب نواز جامع مسجد کی ۵/ منزلہ عمارت کا تعمیری کام شروع کروایا اور اب تک ایک چھت کی ڈھلائی ہوچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جلد از جلد کام تکمیل تک پہنچائے۔ اس کے علاوہ آپ ہی کی سربراہی میں محلہ ”لوہاپٹی (کولکاتا)“ میں واقع اہل سنت کی قدیم مسجد جدید تعمیری مرحلے سے گزر رہی ہے۔

آپ کی سرپرستی میں چلنے والے ادارے: مذکورہ دونوں اداروں کے علاوہ کئی ادارے جو مختلف صوبوں میں آپ کی سرپرستی اور سربراہی میں چل رہے ہیں جس میں متحرک وفعال، باصلاحیت اور کہنہ مشق اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دارالعلوم قادریہ معتبریہ، بشرام پور، ضلع گیا، بہار (۲) دارالعلوم قادریہ فیض الکریم، بوکھرا، سیتامڑھی، بہار (۳) مدرسہ مدینۃ الاسلام، شاہی، ہنٹر گنج، چترا، جھارکھنڈ (۴) دارالعلوم منصور شاہ بابا، بروا، جاجپور، اڈیشہ۔

تصنیفات و تالیفات: مذہب و مسلک کی ترویج واشاعت کا مضبوط و مستحکم اور پائیدار ذریعہ تصنیف و

تالیف ہے۔اور علمی میدان میں سب سے زیادہ مشکل امر تصنیف و تالیف کا ہے۔کسی موضوع پر کچھ لکھنے کے لیے اس موضوع کی کتابوں کو کھنگالنا پڑتا ہے تب جا کے کہیں دو تین صفحہ کا مضمون تیار ہو پاتا ہے۔اور جو درس و تدریس، امامت و خطابت اور دعوت و تبلیغ کے علاوہ کئی مدارس کی نظامت و سربراہی کا فرضہ انجام دیتا ہو اس کے لیے اور زیادہ مشکل کام ہو جاتا ہے لیکن ان ساری مصروفیات کے باوجود آپ کے زور قلم سے کئی کتابیں معرض وجود میں آئی اور عوام و خواص آپ کی کتابوں سے بے حد مستفید و مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے۔

حضرت کی تصنیفات و تالیفات ایک نظر میں: (۱)احکام قربانی (۲) حکایات شرف (۳) محرم اور تعزیہ داری (۴) اذان قبر و تجہیز و تکفین کا طریقہ (۵) حیات و خدمات حضور جلالۃ الارشاد (۶) پیغام حق (۷)اصلاح ملت (۸) پیغام شریعت (۹) مسائل زکوٰۃ و فطرہ (۱۰) جلسہ و جلوس (۱۱) منتخب فتاویٰ قادریہ (۱۲) تجلیات امام احمد رضا (۱۳) رسالہ القلم [۱ر شمارہ] (۱۴) وصایا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵) جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- فوائد و ثبوت (۱۶) سالنامہ ضیائے مصطفےٰ [چار شمارے] (۱۷) جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۸) بشائر المومنین فی لسان رحمۃ للعالمین (۱۹) مرویات عبد اللہ بن مسعود (زیر ترتیب)

ان کے علاوہ بہت سے اردو اور عربی مقالات و مضامین (مطبوع و غیر مطبوع) ہیں جن کا شمار طوالت کے خوف سے نہیں کیا جا رہا ہے۔

بیعت اور اجازت و خلافت: آپ نے سلسلہ تیغیہ قادریہ آبادنیہ کے شیخ کامل حضور جلالۃ الارشاد شاہ محمد نمازی علی تیغی قادری علیہ الرحمۃ (مظفر پور) خلیفۂ اجل محبوب المشائخ محمد تیغ علی سرکار سرکانہی (مظفر پور) سے بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔

اور آپ کو دو سلسلہ کے دو بزرگوں سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ سلسلہ تیغیہ قادریہ آبادانیہ سے پیر طریقت حضرت صوفی شاہ محمد عبد الغفار تیغی قادری دام ظلہ، خلیفہ حضور جلالۃ الارشاد نے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمایا۔ جب کہ سلسلہ رضویہ سے حضرت علامہ مفتی شمس الدین رضوی (بہرائچ شریف) نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا لیکن آپ سلسلہ تیغیہ ہی سے لوگوں کو حلقۂ ارادت میں داخل کرتے ہیں۔

ازواج و اولاد: آپ کا نکاح ۱۹۸۹ء میں ہوا۔آپ کے چار بچے ہیں جن میں دو صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں ہیں۔ان کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) محمد حسان رضا مصباحی (۲) غزالہ پروین (۳) فاطمہ رحمت (۴) محمد حسنین رضا

سبھی بچے تحصیلِ علم میں مصروف ہیں۔ مولا تعالیٰ سب کو علمِ نافع عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔☆☆☆

ایک ضروری وضاحت

جہانِ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درج ذیل کام انجام پائے

☆ تمام مقالات کی تصحیح اور بنظرِ عمیق پروف ریڈنگ۔
☆ احادیث واقتباسات کا اصل سے مقابلہ اور ان کی تخریج۔
☆ مقالات میں علمائے کرام کی نشان دہی کے مطابق مکررات اور غیر ضروری باتوں کا حذف۔
☆ کتاب کے اخیر میں بطور ضمیمہ گوشۂ امامِ اعظم پر ہندی، انگلش اور بنگلہ زبانوں میں جامع مقالات۔

واضح رہے کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیمینار میں اربابِ لوح وقلم کے ۶۰؍ سے زائد مقالات موصول ہوئے۔ ان سب کی اشاعت کی گنجائش نہ بن سکی اس لیے مجبوراً کچھ مقالات کو شاملِ اشاعت نہیں کیا گیا اور بارِ دیگر کے لیے محفوظ رکھا گیا۔ ان مقالہ نگار حضرات سے معذرت چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ عزوجل ان بقیہ مقالات کی اشاعت کسی دوسرے موقع سے کی جائے گی۔

قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ بتقاضائے بشری کتاب میں کہیں بھی کوئی کمی رہ گئی ہو تو ازراہِ نوازش ہمیں باخبر کریں۔ انشاء اللہ اس کی تلافی کی کوشش ہوگی۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم
ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا أو أخطأنا

محمد حسان رضا مصباحی
خادم سالنامہ ضیائے مصطفیٰ
(کولکاتا)

باب اول

سوانحِ حیات

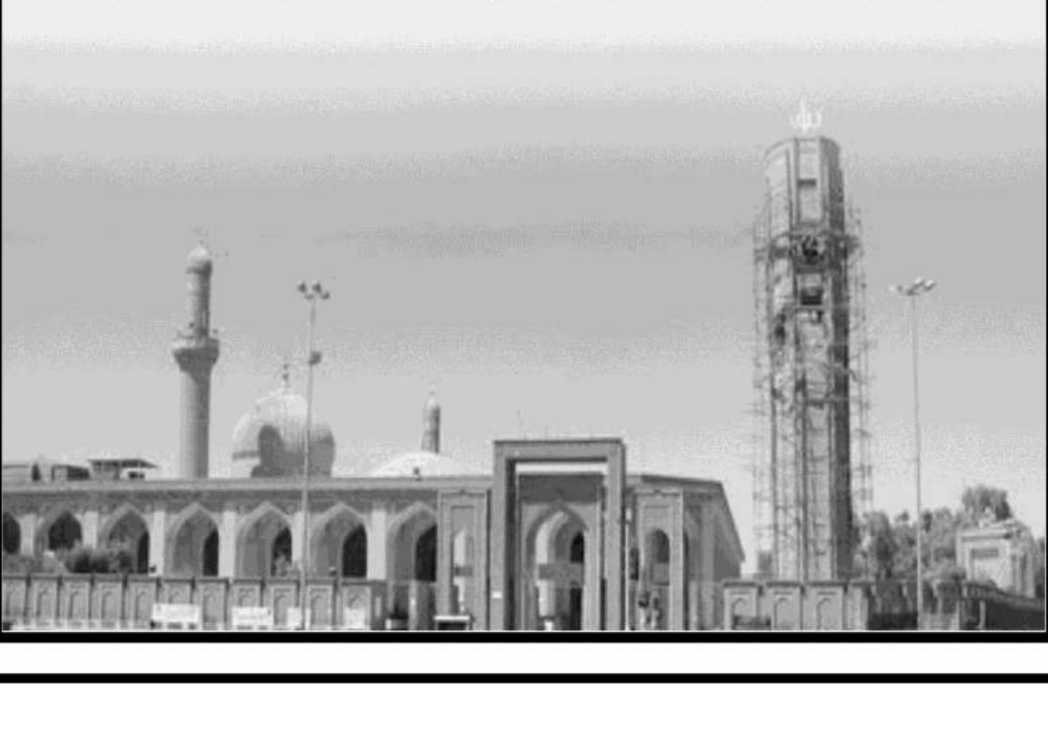

امام اعظم ابو حنیفہ کا سوانحی خاکہ

امام اعظم ابو حنیفہ: حیات و خدمات

امامِ اعظم اور ان کی سیاسی زندگی

امامِ اعظم کے سوانحی مآخذ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوانحی خاکہ

[ولادت: ۸۰ھ - وفات: ۱۵۰ھ]

مولانا ساجد علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کا نام ونسب:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام "نعمان" کنیت "ابو حنیفہ" اور لقب "امام اعظم" ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: نعمان بن ثابت بن نعمان بن مَرزُبان تیمی کوفی علیہ الرحمہ۔ آپ کے پوتے حضرت "اسماعیل بن حماد علیہ الرحمہ" نے فرمایا:

"أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النُعمان بن المَرْزُبان، من أبناء فارس من الأحرار،والله ما وقع علينا رق قط. ولد جدي سنة ثمانين، و ذهب ثابت إلى علي بن أبي طالب -رضي الله عنه- وهو صغير، فدعا له بالبركة فيه و في ذريته، و نحن نرجو أن يكون الله تعالى قد استجاب ذلك لعلي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه فينا". (۱)

ترجمہ: میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم لوگ فارسی النسل ہیں، بخدا ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔ ہمارے دادا "امام اعظم ابو حنیفہ" ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ہمارے پردادا "ثابت" بچپن میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ان کے لیے اور ان کی آل واولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی، ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دعا ہمارے حق میں قبول فرمائی۔

آپ کے دادا کا نام:

حضرت اسماعیل بن حماد کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا کا نام "ثابت بن

(۱) أخبار أبي حنيفة و أصحابه، ج۱، ص۱٦، المكتبة الشاملة

مرزبان" ہے، لیکن بعض علمانے آپ کے دادا کا نام "زوطیٰ بن ماہ" بیان کیا ہے۔ چناں چہ ابن خلکان فرماتے ہیں:

"أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطى بن ماه الفقيه الكوفي".(١)

تاج العروس میں اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

زَوطىٰ، كسَلمىٰ: جَدُّ الإمام أبي حَنيفَة النُّعمان بن ثابتٍ، رضي الله عَنه، و عليه اقتَصَرَ الحافِظُ عبد القادر القُرَشِيُّ في الطَّبقاتِ. و قِيل: هو زُوطىٰ، كمُوسىٰ، و هو الَّذي جَزَمَ به كَثيرون، واقتَصَرَ عَلَيهِ الإمام النَّوَوِيّ، وذَكَرَ الوجهينِ صَاحب عُقودِ الجُمانِ في مَناقب النُّعمان.(٢)

یعنی "زَوطیٰ" بروزن "سَلمیٰ" امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا کا نام ہے، حافظ عبد القادر قرشی نے "طبقات" میں صرف اسی صورت کا ذکر کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ "زُوطیٰ" بروزن "مُوسیٰ" ہے، بہت سے علمانے اسی پر جزم کیا ہے اور امام نووی نے صرف اسی صورت کا ذکر کیا ہے، اور "عقود الجمان فی مناقب النعمان" کے مصنف نے دونوں صورتیں ذکر کی ہیں۔

نام میں اختلاف کی وجہ:

امامِ اعظم ابو حنیفہ کے "دادا" اور "پردادا" کے نام میں اس اختلاف کی وجہ شاید یہ ہے کہ دامنِ اسلام میں آنے سے پہلے "نعمان" کا نام "زوطی" اور "مرزبان" کا نام "ماہ" تھا جو فارس کے کسی علاقہ کے حاکم تھے، فارسی میں حاکم وامیر کو "مرزبان" کہتے ہیں۔ اس صورت میں دادا، اور پردادا دونوں کے دو دو نام ہوئے، ایک نام اسلام لانے سے پہلے کا اور دوسرا نام اسلام قبول کرنے کے بعد کا۔

آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد نے سلسلۂ نسب بیان کرنے میں ان حضرات کا وہ نام ذکر کیا جو اسلام لانے کے بعد رکھا گیا، اور بعض دیگر علمانے اس موقع پر ان کا وہ نام ذکر کیا جو اسلام قبول کرنے سے پہلے تھا، اس لحاظ سے حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یا اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ "نعمان" کا لقب "زوطی" اور مرزبان کا لقب "ماہ" تھا، یا زوطی کا معنیٰ "نعمان" اور ماہ کا معنیٰ "مرزبان" ہے، اب کسی نے نام ذکر کیا اور کسی نے لقب ذکر کیا، چناں چہ علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمہ اس اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثابت کے والد میں اختلاف ہے کہ "نعمان" ہے یا "زوطی" اور دادا ان کے "مرزبان" ہیں یا "ماہ"۔ ہو سکتا ہے

(١) وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، الإمام أبو حنيفة، ج٥، ص٤٠٥، المكتبة الشاملة

(٢) تاج العروس

کہ دو دو نام تھے، یا ایک ایک نام اور دوسرا لقب تھا، یازوطی کا معنی نعمان اور مرزبان کے معنی ماہ کے تھے"۔[1]

آپ کی کنیت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت جو نام سے بھی زیادہ مشہور و معروف ہے، وہ آپ کی کسی بیٹی کی طرف نسبت کرتے ہوئے حقیقی کنیت نہیں ہے؛ اس لیے کہ تمام تذکرہ نگار تقریباً اس امر پر متفق ہیں کہ آپ کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام "حماد" ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی "أبو الملة الحنيفة" قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں سے فرمایا: فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ[2] تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت "ابو حنیفہ" اختیار کی۔

بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ آپ کے پاس ہمیشہ دوات رہتی تھی اور عراقی زبان میں اسے "حنیفہ" کہتے ہیں؛ اس لیے آپ کی کنیت "ابو حنیفہ" یعنی "دوات والے" ہوگئی۔

علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمۃ ان دونوں اقوال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں:

" آپ کی کنیت " ابو حنیفہ " ہے، حنیف کے معنیٰ ہیں: ناسک، عابد، مسلم۔ اور بعضوں نے کہا کہ آپ کی کنیت "ابو حنیفہ" ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پاس دوات رہتی تھی جس کو عراق کی زبان میں "حنیفہ" کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ آپ کی صاحب زادی کا نام "حنیفہ" تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ آپ کی اولاد ذکور یا اناث میں سوائے حماد کے کوئی ثابت نہیں"۔[3]

آپ کی ولادت:

اکثر مورخین کا قول یہ کہ آپ ۸۰ھ میں عراق کے دار الحکومت کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت وہاں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ موجود تھے، عبد الملک بن مروان کی حکومت تھی اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ موجود تھے، ان میں سے بعض امام اعظم ابو حنیفہ کے آغاز شباب تک زندہ رہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، ۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا، اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ ۱۱۰ھ تک زندہ رہے۔

تبییض الصحیفہ میں ہے:

---

(۱) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان،ص:۴۷، دوسری فصل آپ کے نسب کے بیان میں.

(۲) پاره:۴، آل عمران: ۳، آیت:۹۵

(۳) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:۴۹، چوتھی فصل آپ کے نام نامی کے بیان میں

"أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة؛ لأنه ولد بكوفة سنة ثمانين من الهجرة، وبها يومئذ من الصحابة: عبد الله بن أبي أوفىٰ، فإنه مات بعد ذٰلك بالاتفاق، وبالبصرة يومئذ أنس بن مالك و مات سنة تسعين أو بعدها". (۱)

ترجمہ: امامِ اعظم ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا، کیوں کہ آپ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور وہاں اس زمانے میں صحابۂ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی تھے جن کا وصال بالاتفاق اس کے بعد ہوا۔ اور اس وقت بصرہ میں انس بن مالک تھے جن کا وصال ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوا۔

شرح مسند ابو حنیفہ میں ہے:

"قال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ (ولدت سنة ثمانين، و حججت مع أبي سنة تسع و تسعين، و أنا ابن تسع عشرة فلما دخلت المسجد الحرام، رأيت حلقة) بسكون اللام، و تفتح وتكسر، أي جماعة من الناس (عظيمة) أي كثيرة (فقلت لأبي: حلقة مَن هذا؟ فقال: حلقة عبد الله بن الحارث بن جزء) بفتح الجيم و سكون الزاء بعدها همزة (الزبيدي) بفتح الزاي، وكسر الموحدة(صاحب النبي ﷺ، فتقدمت، فسمعته يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "من تفقه في دين الله كفاه الله همّه". (۲)

ترجمہ: امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کے ساتھ ۹۹ھ میں حج کیا، اس وقت میری عمر ۱۹/ سال تھی، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو لوگوں کی ایک بڑی جماعت نظر آئی، میں نے اپنے والد سے دریافت کیا: یہ کس کی مجلس ہے؟ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن حارث بن جَزء کی مجلس ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا تو انھیں یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ کا دین سیکھے گا اللہ جلّ شانہٗ اس کے رنج وغم دور فرمادے گا۔

آپ کا حلیہ اور لباس وگفتار:

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے وجیہ وشکیل اور خوب صورت تھے، قد درمیانی اور رنگ گندمی تھا، بہترین کپڑے اور عمدہ خوش بو استعمال کرتے تھے، بڑے خوش اخلاق اور انتہائی شیریں کلام تھے، امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی "تاریخ بغداد" میں نقل کرتے ہیں:

"كان أبو حنيفة حسن الوجه، حسن الثياب، طيب الريح، حسن المجلس، شديد

(۱) تبييض الصحيفة للإمام السيوطي، ص۳٤

(۲) شرح مسند أبي حنيفة، ج۱، ص۵۸٦، المكتبة الشاملة

الكرم، حسن المواساة لإخوانه... و في رواية كان أبو حنيفة ربعا من الرجال ليس بالقصير ولا بالطويل و كان أحسن الناس منطقا و أحلاهم نغمة و أنبههم على ما يريده... و في رواية كان طوالا تعلوه سمرة و كان لبّاسا، حسن الهيئة، كثير التعطر يعرف بريح الطيب إذا أقبل و إذا خرج من منزله قبل أن تراه"۔ (۱)

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب صورت، خوش لباس، خوش بودار، بھلی مجلس والے، بڑے کرم فرما اور اپنے احباب کے انتہائی خیر خواہ تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ امام ابو حنیفہ نہ کوتاہ قد تھے نہ دراز قامت، بلکہ ان کا سراپا متوسط تھا، وہ لوگوں میں سب سے فصیح و بلیغ، خوش آواز اور اپنے مقصد پر نظر رکھنے والے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا قد کچھ لمبا اور رنگ گندمی تھا، عمدہ کپڑے پہنتے، بہترین وضع قطع اختیار فرماتے اور کثرت سے خوش بو استعمال کرتے تھے، خوش بو کی وجہ سے دیکھنے سے پہلے ہی ان کی آمد و رفت کا پتہ چل جاتا تھا۔

آپ کے صاحب زادے حضرت حماد نے فرمایا کہ " آپ طویل القامت، گندمی رنگ، حسین و خوب رو اور بارعب تھے، بے وجہ کلام نہ فرماتے، جب کوئی پوچھتا اس کا جواب دیتے، بے کار باتوں میں نہ پڑتے... جامہ زیب تھے، خوش بو بہت لگاتے تھے، قبل اس کے کہ لوگ آپ کو دیکھیں ہوا کی خوش بو سے آپ پہچان لیے جاتے تھے۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے　　　　کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ " آپ متوسط قامت، بہت خوب صورت، فصیح زبان، اکمل الایراد، شیریں بیان، اپنے مطلب پر ابین الحجۃ تھے... اپنے جوتے کے تسمے کا بھی خیال رکھتے تھے، کبھی نہ دیکھا گیا کہ تسمہ ٹوٹا ہوا ہو۔ (۲)

تعلیم و تربیت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی پیشہ تجارت تھا، جب آپ نے شعور و ادراک کی آنکھیں کھولیں تو اسی سے منسلک ہو گئے، بعد میں کوفہ کے مشہور امام حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ کی ترغیب و تلقین سے تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے اور علم کلام حاصل کرنا شروع کر دیا، اور خداداد ذہانت و فطانت اور فہم و فراست سے بہت جلد اس فن میں یگانۂ روزگار ہو گئے، پھر بعض واقعات ایسے رونما ہوئے جس سے آپ نے علم کلام سے منہ موڑ کر علم فقہ کی تحصیل شروع کر دی اور اس کے لیے فقیہ وقت حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: " امام صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی جوانی کے وقت میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جو

---

(۱) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، ج۱۳، ص۳۳۱، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص:۵۰، پانچویں فصل آپ کی صورت کے بیان میں/ ص:۱۴۶/ ۱۴۷، چھبیسویں فصل آپ کے لباس کے بیان میں

موجودہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرے تو آپ بیع و شرا میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے امام شعبی کو اس کی توفیق بخشی تو انھوں نے امام صاحب کو تحصیل علم اور علما کی ہم نشینی کی طرف متوجہ کیا تو آپ کے دل میں ان کی بات بیٹھ گئی، اس وجہ سے کہ آپ نے اس میں ہوشیاری اور شرافت سمجھی تو بازار چھوڑ، تجارت سے منہ موڑ کر علم کی طرف متوجہ ہوئے، پہلے علم کلام حاصل فرمایا اور اس میں ایسا کمال حاصل کیا کہ آپ کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارہ کرتے تھے، اور آپ ایک زمانہ تک اس میں مناظرہ کرتے اور اس فن پر سے اعتراضات دفع کرتے رہے... کیوں کہ اس زمانہ میں امام صاحب علم کلام کو بہ سبب اصل دین ہونے کے جملہ علوم سے ارفع و اعلیٰ خیال فرماتے تھے، پھر آپ کو الہام ہوا کہ صحابۂ کرام و تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ طریقہ نہ تھا باوجود اس کے کہ وہ اس پر زیادہ قادر تھے اور اس کو زیادہ جانتے تھے، بلکہ انھوں نے اس سے سخت منع کیا اور انھوں نے سوائے شرعیات و مسائل فقہیہ کی تعلیم کے کسی کام پر وقت صرف نہ کیا؛ اس وجہ سے امام صاحب نے طریقۂ جدل کو ناپسند کیا"۔ [1]

حضرت حماد ابن ابی سلیمان کے حلقۂ درس میں:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کلامی مجلس درس و تدریس حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی حلقۂ درس کے قریب تھی، ان ہی ایام میں جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کلام میں غایتِ اشتغال سے بے زار ہو رہے تھے اور آپ کے دل میں من جانب اللہ مسائل فقہیہ کی رغبت و محبت ڈال دی گئی تھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے فوراً ہی آپ کو حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی حلقۂ درس میں پہنچا دیا۔ اس کی تفصیل خود امام صاحب اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"كنت أنظر في الكلام حتى بلغت فيه مبلغا يشار إلي فيه بالأصابع و كنا نجلس بالقرب من حلقة حماد بن أبي سليمان فجاءتني امرأة فقالت لي: رجل له امرأة أمة أراد أن يطلقها للسنة كم يطلقها؟ فلم أدرما أقول فأمرتها أن تسأل حماداً ثم ترجع فتخبرني فسألت حماداً فقال: يطلقها وهي طاهر من الحيض والجماع تطليقة ثم يتركها حتى تحيض حيضتين فإذا اغتسلت فقد حلت للأزواج فرجعت فأخبرتني فقلت: لا حاجة لي في الكلام وأخذت نعلي فجلست إلى حماد". [2]

ترجمہ: میں علم کلام کی تحصیل میں مصروف تھا یہاں تک کہ اس فن میں اس مرتبۂ کمال پر فائز ہو گیا کہ لوگ میری طرف انگلیوں سے اشارہ کرنے لگے، ہماری کلامی مجلس درس و تدریس حضرت حماد بن ابی سلیمان کے فقہی

---

(۱) جواهر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص:۵۸، نویں فصل آپ کی پیدائش و نشو ونما اور علم کی کی طرف توجہ کے بیان میں

(۲) تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۳۳۳، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

حلقۂ درس کے بالکل قریب تھی، ایک دن ایک عورت میرے پاس آئی اور پوچھا: ایک مرد اپنی باندی بیوی کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ کیسے طلاق دے؟ مجھے اس کا جواب سمجھ میں نہیں آیا تو میں نے اس سے کہا: حماد بن ابی سلیمان سے جاکر پوچھو اور وہ جو جواب دیں مجھے آکر بتاؤ۔ اس عورت نے حضرت حماد سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: وہ مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق دے اس وقت جب کہ وہ حیض سے پاک ہو اور اس میں جماع نہ ہو، پھر اسے چھوڑے رکھے یہاں تک کہ دو بار حیض آجائے، تو جب دوسرے حیض سے فارغ ہونے کے بعد غسل کرلے تو اب اسے دوسرے مردوں سے نکاح کرنا حلال ہوجائے گا۔

اس عورت نے واپس آکر مجھے یہ جواب بتایا تو میں نے کہا: مجھے علم کلام کی ضرورت نہیں ہے اور کلامی مجلس سے اپنا جوتا لے کر نکلا اور حضرت حماد کے فقہی حلقۂ درس میں جاکر بیٹھ گیا۔

اس طرح سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کلا کے بعد علم فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت حماد بن ابی سلیمان کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے اور انتہائی ذوق وشوق اور غایتِ انہماک کے ساتھ اٹھارہ سال تک ان سے اکتساب فیض کرتے رہے۔

الگ درس گاہ قائم کرنے کا خیال:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شروع میں حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درس گاہ میں حاضر ہوئے تو ایک طرف بیٹھتے رہے، لیکن چند ایام میں آپ کے استاذ نے اندازہ کرلیا کہ پورے حلقۂ درس میں کوئی بھی ذہانت وفطانت اور فہم وفراست میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہے؛ اس لیے انھوں نے حکم دے دیا کہ ابوحنیفہ کے علاوہ کوئی شخص صدر مجلس میں میرے سامنے نہ بیٹھے۔ اس طرح آپ دس سال ان کی صحبت میں رہ کر فقہی تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر آپ کے دل میں خیال ہوا کہ اپنا حلقۂ درس الگ قائم کرلیں، چناں چہ آپ خود فرماتے ہیں:

"فصحبته عشر سنين ثم نازعتني نفسي الطلب للرياسة فأحببت أن اعتزله و أجلس في حلقة لنفسي فخرجت يوما بالعشي و عزمي أن أفعل فلما دخلت المسجد فرأيته لم تطب نفسي أن أعتزله فجئت و جلست معه". (١)

ترجمہ: میں دس سال ان کی صحبت میں رہا، پھر میرے دل میں سرداری کی خواہش ہوئی اور میں نے ان سے الگ اپنا حلقۂ درس قائم کرنا چاہا، اور ایک دن اسی عزم وارادہ کے ساتھ شام کے وقت گھر سے نکلا، لیکن جیسے ہی مسجد میں داخل ہوا اور حضرت حماد پر نظر پڑی دل نے ان سے الگ ہونا گوارہ نہ کیا اور میں خاموشی سے ان کی مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔

مگر خدا کا کرنا دیکھیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس خواہش کی تکمیل کتنے عمدہ طریقے سے ہوئی کہ استاذ کا ادب

(١) تاریخ بغداد، ذکر من اسمه النعمان، ج١٣، ص٣٣٣، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

واحترام بھی ملحوظ رہا اور الگ درس گاہ قائم کرنے کے فوائد و نقصانات بھی ظاہر ہو گئے، چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

''اسی شب خبر آئی کہ بصرہ میں حضرت حماد کے ایک رشتہ دار کا انتقال ہو گیا اور اِن کے علاوہ کوئی دوسرا شخص مرحوم کا وارث بھی نہیں ہے؛ اس لیے وہ مجھے اپنی جگہ بٹھا کر بصرہ تشریف لے گئے اور دو ماہ تک اپنے حلقۂ درس میں حاضر نہ ہو سکے، اس درمیان میرے سامنے ایسے بھی مسائل آئے جن کے بارے میں حضرت حماد سے کچھ بھی نہیں سنا تھا، میں ان نئے مسائل کے جو جوابات دیتا انھیں اپنی یاد داشت میں لکھ بھی لیتا تھا، اس طرح ساٹھ نئے مسائل پیش ہوئے جن کے جوابات میں نے اپنے اجتہاد سے بیان کیے، پھر جب حضرت حماد بصرہ سے واپس ہوئے تو میں نے ان کے سامنے سارے مسائل رکھ دیے، انھوں نے چالیس مسائل میں اتفاق کیا اور بیس مسائل میں اختلاف کیا، اس کے بعد میں نے قسم کھالی کہ جب تک وہ زندہ رہیں گے ان کے حلقۂ درس سے الگ نہیں ہوں گا، اس طرح میں حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے آخری لمحات تک ان کے حلقۂ درس میں شریک رہا۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''قدمت البصرة فظننت أني لا أسأل عن شيء إلا أجبت فيه فسألوني عن أشياء لم يكن عندي فيها جواب فجعلت على نفسي أن لا أفارق حمادا حتى يموت فصحبته ثماني عشرة سنة''. (۲)

ترجمہ: میں بصرہ آیا، میرا خیال تھا کہ مجھ سے جو مسئلہ بھی دریافت کیا جائے گا میں اس کا جواب دے دوں گا، لیکن وہاں لوگوں نے مجھ سے بعض ایسے مسائل دریافت کیے جن کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا؛ اسی وقت میں نے عہد کر لیا کہ میں حضرت حماد کی زندگی میں کبھی ان سے الگ نہیں ہوں گا، تو میں اٹھارہ سال ان کی خدمت میں رہا۔

آپ کے معروف اساتذۂ کرام:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذۂ کرام کی تعداد چالیس ہزار بتائی جاتی ہے، جمال الدین ابو یوسف مزی نے آپ کے بعض اساتذہ کا شمار اس طرح کیا ہے:

[۱] ابراہیم بن محمد بن منتشر [۲] اسماعیل بن عبد الملک بن ابی الصفیراء [۳] جبلۃ بن سحیم [۴] ابو ہند حارث بن عبد الرحمان ہمدانی [۵] حسن بن عبید اللہ [۶] حکم بن عتیبہ [۷] حماد بن ابی سلیمان [۸] خالد بن علقمہ [۹] ربیعہ بن ابی عبد الرحمان [۱۰] زبید الیامی [۱۱] زیاد بن علاقہ [۱۲] سعید بن مسروق ثوری [۱۳] سلمہ بن کہیل [۱۴] سماک بن حرب [۱۵] ابو رؤبہ شداد بن عبد الرحمان [۱۶] شیبان بن عبد الرحمان نحوی [۱۷] طاؤس بن کیسان [۱۸] ابو سفیان طریف سعدی [۱۹] ابو

(۱) تاریخ بغداد، ذکر من اسمه النعمان، ج: ۱۳، ص:۳۳٤، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

(۲) تاریخ بغداد، ذکر من اسمه النعمان، ج۱۳، ص۳۳٤، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

سفیان طلحہ بن نافع[۲۰]عاصم بن کلیب[۲۱]عاصم بن ابی النجود[۲۲]عامر شعبی[۲۳]عبد اللہ بن ابی حبیبہ[۲۴]عبد اللہ بن دینار[۲۵]عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود[۲۶]قابوس بن اُبی[۲۷]ابوامیہ عبد الکریم بصری[۲۸]عبد الملک بن عمیر [۲۹]عدی بن ثابت انصاری[۳۰]عطا بن ابی رباح[۳۱]عطا بن سائب[۳۲]عطیہ بن سعد عوفی[۳۳]عکرمہ مولی ابن عباس[۳۴]علقمہ بن مرثد[۳۵]علی بن اقمر[۳۶]علی بن حسن الزراد[۳۷]عمرو بن دینار[۳۸]عوف بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود[۳۹]قابوس بن ابی ظبیان[۴۰]قاسم بن عبد الرحمان بن عبد اللہ بن مسعود[۴۱]قتادہ بن دعامہ[۴۲]قیس بن مسلم جدلی[۴۳]محارب بن دثار[۴۴]محمد بن زبیر حنظلی[۴۵]محمد بن سائب کلبی[۴۶]ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب[۴۷]محمد بن قیس ہمدانی[۴۸]محمد بن مسلم بن شہاب زہری[۴۹]محمد بن منکدر[۵۰]مخول بن راشد[۵۱] مسلم البطین[۵۲]مسلم الملائی[۵۳]معن بن عبد الرحمان[۵۴]مقسم[۵۵]منصور بن معتمر[۵۶]موسی بن ابی عائشہ [۵۷]ناصح بن عبد اللہ محلمی[۵۸]نافع مولی ابن عمر[۵۹]ہشام بن عروۃ[۶۰]ابو غسان الہیثم بن حبیب الصراف[۶۱]ولید بن سریع مخزومی[۶۲]یحیی بن سعید انصاری[۶۳]ابو حجیہ یحیی بن عبد اللہ کندی[۶۴]یحیی بن عبد اللہ الجابر[۶۵]یزید بن صہیب الفقیر[۶۶]یزید بن عبد الرحمان کوفی[۶۷]یونس بن عبد اللہ بن ابی فروہ[۶۸]ابو اسحاق سبیعی[۶۹]ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی الجہم[۷۰]ابو جناب کلبی[۷۱]ابو حصین اسدی[۷۲]ابو زبیر مکی[۷۳]ابو سوداء سلمی[۷۴]ابو عون ثقفی[۷۵]ابو فروۃ جہنی[۷۶]ابو معبد مولی ابن عباس[۷۷]ابو یعفور عبدی۔[1]

امام اعظم ابو حنیفہ کا فقہی حلقۂ درس:

حضرت حماد بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲۰ھ میں جب اس دار فانی سے کوچ کر گئے، تو اہل علم کو ان کے جانشیں کی تلاش ہوئی اور ان کے شاگردوں کی نگاہِ انتخاب ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل بن حماد پر پڑی اور سب نے انھیں مسند تدریس پر بٹھا دیا، لیکن ان سے تمام شاگردوں کو تشفی نہ ہو سکی؛ کیوں کہ ان کی توجہ فن نحو و کلام کی طرف زیادہ تھی اور فقہ و فتویٰ میں وہ کمال نہیں تھا جس کی توقع تھی، پھر حضرت موسی بن کثیر کو حضرت حماد کا جانشیں بنایا گیا؛ اس لیے کہ وہ ان کے شاگردوں میں تجربہ کار اور عمر کے لحاظ سے سب سے ممتاز تھے، وہ اگرچہ فقہ میں پورے ماہر نہ تھے، لیکن اکثر بزرگوں کی صحبت میں رہ چکے تھے؛ اس لیے لوگوں پر ان کا ایک خاص اثر تھا، چند روز تک ان کی وجہ سے حلقۂ درس قائم رہا، پھر وہ حج کے لیے چلے گئے تو سب نے باتفاق رائے امام اعظم ابو حنیفہ کا انتخاب کیا اور یہ کہا کہ: ”إن هذا الخزاز حسن المعرفة و إن كان حدثا“ یعنی یہ ریشم فروش فقہ کی اچھی معرفت رکھتا ہے، اگرچہ دوسروں کی بہ نسبت ابھی کم عمر ہے۔

امام صاحب نے بھی احباب کی بات مان لی اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ علم مر جائے۔ اس طرح سے آپ کا حلقۂ درس جاری ہو گیا اور حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونچے تلامذہ حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ جب اس کی

---

(۱) تهذيب الكمال في اسماء الرجال، من اسمه النعمان، ج:۲۹، ص:۴۱۸ تا ۴۲۰، المكتبة الشاملة

خبر عام ہوئی تو ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، زفر بن ہذیل، ولید بن ابان، ابو بکر ہذلی اور دوسرے اہل علم آنے لگے اور کوفہ کی مسجد اتنی پر کشش ہوگئی کہ امرا و حکام اور اعیان و اشراف تک جمع ہونے لگے۔ (۱)

آپ کے مشہور تلامذہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ بے شمار ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر جمال الدین ابو یوسف مزی نے اس طرح کیا ہے:

[۱] ابراہیم بن طہمان [۲] ابیض بن اغر بن صباح منقری [۳] اسباط بن محمد قرشی [۴] اسحاق بن یوسف ازرق [۵] قاضی اسد بن عمرو بجلی [۶] اسماعیل بن یحییٰ صیرفی [۷] ایوب بن ہانی جعفی [۸] جارود بن یزید نیشاپوری [۹] جعفر بن عون [۱۰] حارث بن نبہان [۱۱] حبان بن علی عنزی [۱۲] حسن بن زیاد لؤلؤی [۱۳] حسن بن فرات قزاز [۱۴] حسین بن حسن بن عطیہ عوفی [۱۵] قاضی حفص بن عبد الرحمان بلخی [۱۶] حکام بن سلم رازی [۱۷] ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی [۱۸] حماد بن ابی حنیفہ [۱۹] حمزہ بن حبیب زیات [۲۰] خارجہ بن مصعب سرخسی [۲۱] داؤد بن نصیر طائی [۲۲] ابو ہذیل زفر بن ہذیل تمیمی [۲۳] زید بن حباب عکلی [۲۴] سابق الرقی [۲۵] قاضی شیراز سعد بن صلت [۲۶] سعید بن ابی جہم قابوسی [۲۷] سعید بن سلام بن ابی الہیفاء عطار بصری [۲۸] سلم بن سالم بلخی [۲۹] سلیمان بن عمرو نخعی [۳۰] سہل بن مزاحم [۳۱] شعیب بن اسحاق دمشقی [۳۲] صباح بن محارب [۳۳] صلت بن حجاج کوفی [۳۴] ابو عاصم ضحاک بن مخلد [۳۵] عامر بن فرات نسوی [۳۶] عائذ بن حبیب [۳۷] عباد بن عوام [۳۸] عبد اللہ بن مبارک [۳۹] عبد اللہ بن یزید مقری [۴۰] ابو یحییٰ عبد الحمید بن عبد الرحمان حمانی [۴۱] عبد الرزاق بن ہمام [۴۲] عبد العزیز بن خالد ترمذی [۴۳] عبد الکریم بن محمد جرجانی [۴۴] عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد [۴۵] عبد الوارث بن سعید [۴۶] عبید اللہ بن زبیر قرشی [۴۷] عبید اللہ بن عمرو الرقی [۴۸] عبید اللہ بن موسی [۴۹] عتاب بن محمد بن شوذب [۵۰] قاضی علی بن ظبیان کوفی [۵۱] علی بن عاصم واسطی [۵۲] علی بن مسہر [۵۳] عمرو بن محمد عنقزی [۵۴] ابو قطن عمرو بن ہیثم قطعی [۵۵] عیسی بن یونس [۵۶] ابو نعیم فضل بن دکین [۵۷] فضل بن موسی سینانی [۵۸] قاسم بن حکم عرنی [۵۹] قاسم بن معن مسعودی [۶۰] قیس بن ربیع [۶۱] محمد بن ابان عنبری کوفی [۶۲] محمد بن بشر عبدی [۶۳] محمد بن حسن بن آتش صنعانی [۶۴] محمد بن حسن شیبانی [۶۵] محمد بن خالد وہبی [۶۶] محمد ابن عبد اللہ انصاری [۶۷] محمد بن فضل بن عطیہ [۶۸] محمد بن قاسم اسدی [۶۹] محمد بن مسروق کوفی [۷۰] محمد بن یزید واسطی [۷۱] مروان بن سالم [۷۲] مصعب بن مقدام [۷۳] معافی بن عمران موصلی [۷۴] مکی بن ابراہیم بلخی [۷۵] ابو سہل نصر بن عبد الکریم بلخی المعروف بالصیقل [۷۶] نصر بن عبد الملک عتکی [۷۷] ابو غالب نضر بن عبد اللہ ازدی [۷۸] نضر بن محمد مروزی [۷۹]

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه. ج:۱، ص:۲۲، المكتبة الشاملة/ جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:٦٢، دسویں فصل فتویٰ دینے اور پڑھانے کے لیے بیٹھنے کے بیان میں

نعمان بن عبد السلام اصبہانی[۸۰] قاضی نوح بن دراج[۸۱] ابو عصمہ نوح بن ابی مریم[۸۲] ہشیم بن بشیر[۸۳] ہوذہ بن خلیفہ[۸۴] ہیاج بن بسطام برجمی[۸۵] وکیع بن الجراح[۸۶] یحیی بن ایوب مصری[۸۷] یحیی بن نصر بن حاجب[۸۸] یحیی بن یمان[۸۹] یزید بن زریع[۹۰] یزید بن ہارون[۹۱] یونس بن بکیر شیبان[۹۲] ابو اسحاق فزاری[۹۳] ابو حمزہ سکری[۹۴] ابو سعد صاغانی[۹۵] ابو شہاب حناط[۹۶] ابو مقاتل سمرقندی[۹۷] قاضی ابو یوسف۔(۱)

تلامذہ سے محبت اور ان کی امداد:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تلامذہ اور حلقہ نشینوں کا بہت خیال رکھتے تھے، ان سے بے پناہ محبت فرماتے، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور ضرورت مند تلامذہ کو اتنا نوازتے کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو جاتے تھے۔ قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی صیمری اپنی کتاب ”أخبار أبي حنيفة وأصحابه“ میں لکھتے ہیں:

”كان يصبر على من يعلمه و إن كان فقيرا أغناه و أجرى عليه و على عياله حتى يتعلم فإذا تعلم قال له قد وصلت إلى الغنى الأكبر بمعرفة الحلال و الحرام“.(۲)

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تلامذہ کا خوب خیال رکھتے، اگر کوئی طالب علم محتاج ہوتا تو اسے غنی کر دیتے، اس کا اور اس کے اہل خانہ کا وظیفہ جاری فرما دیتے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا یہاں تک کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کر لیتا، جب وہ عالم ہو جاتا تو اس سے فرماتے: اب تم حلال و حرام کی معرفت کی وجہ سے غنائے اکبر کی منزل پر فائز ہو چکے ہو۔

اسی کتاب میں ہے کہ حضرت حسن بن زیاد لؤلؤی جو امام صاحب کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، جب وہ امام صاحب کی مجلس میں شریک ہونے لگے تو ان کے والد نے امام صاحب سے کہا: میری کئی بیٹیاں ہیں اور حسن کے علاوہ میرا کوئی ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے؛ اس لیے میں بہت پریشان ہوں، امام صاحب نے حسن بن زیاد کو بلا کر فرمایا: إن أباك قال كيت و كيت، الزم فإني لم أر فقيها قط فقيرا۔ تمھارے والد ایسا ایسا کہہ رہے تھے، تم میرے پاس رہو، میں نے کسی فقیہ کو فقیر نہیں دیکھا۔ ساتھ ہی اپنے پاس سے ان کا وظیفہ جاری کر دیا جو ان کی فراغت تک برابر جاری رہا۔(۳)

علامہ شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

”ولید بن قاسم نے کہا کہ امام صاحب کریم الطبع تھے، اپنے اصحاب کا خیال رکھتے اور مواسات (غم خواری) فرماتے۔

عصام نے کہا کہ کسی شخص کو اپنے شاگردوں کا ایسا خیال نہ تھا جس طرح امام صاحب کو تھا حتی کہ اگر کسی کے بدن پر مکھی بھی بیٹھتی تو اس کی ناگواری امام صاحب پر محسوس ہوتی تھی۔

---

(۱) تهذيب الكمال في اسماء الرجال، من اسمه النعمان، ج:۲۹، ص: ۴۲۰ تا ۴۲۲، المكتبة الشاملة

(۲) أخبار أبي حنيفة و أصحابه، ج۱، ص۵۹

(۳) أخبار أبي حنيفة و أصحابه، ج:۱، ص:۱۳۶، المكتبة الشاملة

کسی نے آپ کے ایک شاگرد کے متعلق بیان کیا کہ وہ اپنی چھت پر سے گر گیا۔ یہ سن کر امام صاحب نے زور سے چیخ ماری جس کو تمام مسجد والوں نے سنا اور گھبرائے ہوئے ننگے پاؤں کھڑے ہوئے پھر روئے اور فرمایا: اگر اس مصیبت کا اٹھا لینا میرے امکان میں ہوتا تو میں اس کو ضرور اٹھا لیتا اور تا صحت روزانہ صبح و شام اس کی عیادت کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (۱)

امام ابو یوسف کا بیان:

آپ کے تلمیذ رشید قاضی ابو یوسف کا بیان ہے کہ میں عسرت و تنگ دستی میں امام صاحب کے پاس حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا، ایک دن میرے والد آئے اور مجھے درس سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور کہا: بیٹا! ابو حنیفہ خوش حال آدمی ہیں اور تم تنگ دست ہو؛ اس لیے تم ان کی برابری نہ کرو، اس کے بعد میں نے اپنے والد کی اطاعت و فرماں برداری میں امام صاحب کے پاس آنا جانا بند کر دیا، امام صاحب نے میری غیر حاضری کے بارے میں حلقہ نشینوں سے دریافت کیا، چند دنوں کے بعد جب دوبارہ میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا تو غیر حاضری کی وجہ معلوم کی، میں نے معاشی الجھن بیان کی اور والد کی اطاعت کا حوالہ دیا، مجلس درس ختم ہونے پر امام صاحب نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، جب سب لوگ چلے گئے تو ایک تھیلی دی اور کہا کہ اپنا کام چلاؤ اور برابر مجلس درس میں آتے رہو، جب یہ رقم ختم ہو جائے تو مجھے خبر دینا، میں نے دیکھا تو اس تھیلی میں سو درہم تھے، چند دنوں کے بعد بغیر کچھ کہے سنے سو دینار کی دوسری تھیلی دی، پھر تو یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے بڑے اطمینان و سکون سے اپنی تعلیم مکمل کی، میں نے کبھی ان سے حاجت بیان نہیں کی اور نہ ہی مال ختم ہونے کی اطلاع دی، ایسا لگتا تھا کہ انھیں من جانب اللہ اطلاع ہو جاتی تھی، وہ مجھے عطا کرتے رہے یہاں تک کہ میں غنی اور مال دار ہو گیا۔ (۲)

ذریعۂ معاش:

ریشم کی تجارت کرنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی پیشہ تھا، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑے تیار کرنے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاری گر اور مزدور کام کر کے اپنی روزی روٹی کا انتظام کرتے تھے، اس کے علاوہ بازار میں ریشمی کپڑوں کی بہت بڑی دکان بھی تھی جس میں اپنے کارخانے کے تیار شدہ ریشمی کپڑے اور دوسرے نوع بنوع کے کپڑے فروخت ہوتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

”كان من أذكياء بني آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء. و كان لا يقبل جوائز الدولة بل ينفق و يؤثر من كسبه. له دار كبيرة لعمل الخز، و عنده صناع وأجراء“. (۳)

ترجمہ: ابو حنیفہ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، انھوں نے فقہ، عبادت، پرہیز گاری اور سخاوت کو اپنی ذات

(۱) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:۱۳۹، استانبول، ترکی

(۲) أخبار أبي حنيفة و أصحابه، ج:۱، ص: ۹۹، المكتبة الشاملة

(۳) العبر في خبر من غبر، ج۱، ص۱٦٤، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

میں جمع کر لیا تھا، وہ حکومت کے عطیات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود اپنی کمائی سے دوسروں پر خرچ کرتے تھے اور اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا بننے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاری گر اور مزدور کام کرتے تھے۔

ریشمی کپڑے کی دکان:

کوفہ شہر کے بیچ میں جامع مسجد اور دار الامارت کے پاس صحابیِ رسول حضرت عمرو بن حریث مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم الشان اور با برکت مکان میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریشمی کپڑوں کی دکان تھی جس کی شہرت عام تھی، چنانچہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

"كان أبو حنيفة خزازا و دكانه معروف في دار عمرو بن حريث".[1]

ترجمہ: ابو حنیفہ ریشم فروش تھے اور کوفہ میں ان کی دکان حضرت عمرو بن حریث کے مکان میں مشہور تھی۔

اس مکان اور دکان کی اہمیت سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت ابو سعید عمرو بن حریث مخزومی قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال نبوی کے وقت بارہ سال کے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے سال ان کی والدہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں، آپ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کے لیے بیع و شرا میں برکت اور فراوانی رزق کے لیے دعا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن حریث بیان فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرے بھائی سعید بن حُریث مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، اس وقت آپ سونا تقسیم فرما رہے تھے، مجھے بھی ایک ٹکڑا عنایت فرمایا، میں نے دل میں کہا کہ اس کو جس چیز میں لگاؤں گا برکت ہوگی، اس کا آخری حصہ اس مکان میں لگایا ہے، اس کا نتیجہ راوی کے بیان کے مطابق یہ ہوا کہ انھوں نے بہت زیادہ مال کمایا اور وہ کوفہ کے سب سے بڑے مال دار ہو گئے۔[2]

حضرت عمرو بن حریث جنگ قادسیہ میں شریک تھے اور جب ۱۴ھ میں کوفہ آباد ہوا تو وہیں چلے آئے، اور جامع مسجد کے پہلو میں ایک بڑا مکان تعمیر کیا، ابن سعد فرماتے ہیں:

"نزل عمرو بن حريث الكوفة وابتنى بها دارا إلى جانب المسجد و هي كبيرة مشهورة فيها أصحاب الخزاليوم".[3]

ترجمہ: عمرو بن حریث کوفہ تشریف لائے اور وہاں مسجد کے پہلو میں ایک مکان تعمیر کیا، یہ مکان بہت بڑا اور

(۱) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، ج۱۳، ص۳۲٦، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(۲) أسد الغابة، ج:۲، ص:۳٤٥، المكتبة الشاملة
(۳) الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج٦، ص۲۳، المكتبة الشاملة

مشہور ہے، آج کل (تیسری صدی ہجری میں) اس میں ریشم کا کاروبار کرنے والے رہتے ہیں۔

اس مکان میں دکان حاصل کرنے کے لیے بڑی کوشش کی جاتی تھی؛ کیوں کہ اس کی ہر دکان میں اس طرح خیر و برکت ہوتی تھی کہ معمولی معمولی دکان دار چند دنوں میں اچھے خاصے مال دار ہو جاتے تھے۔

خرید و فروخت میں دیانت:

حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تجارت نہایت وسیع تھی، اکثر شہر میں آپ کے کارندے رہتے تھے، بڑے بڑے سوداگروں سے لین دین رہتا تھا، مگر اس کے باوجود احتیاط اور دیانت کا حال یہ تھا کہ کبھی ناجائز، بلکہ مشکوک طریقے سے ایک پیسہ بھی ان کے خزانہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا، اس احتیاط میں آپ کو کبھی کبھی بہت نقصان بھی اٹھانا پڑتا تھا، مگر آپ کو اس کی پروا نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ خطیب بغدادی "تاریخ بغداد" میں نقل کرتے ہیں:

"حفص بن عبد الرحمٰن امام ابو حنیفہ کے شریک تجارت تھے، امام صاحب ان کے پاس مال بھیجتے رہتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے مال بھیجا اور ان کو بتا دیا کہ فلاں فلاں کپڑے میں عیب ہے، جب اسے فروخت کرنا تو خریدار کو بتا دینا، مگر حفص بن عبد الرحمٰن بھول گئے اور عیب بتائے بغیر اسے بیچ دیا اور یہ معلوم بھی نہیں رہا کہ کس سے بیچا ہے۔ جب امامِ اعظم ابو حنیفہ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اس کی پوری قیمت صدقہ کر دی"۔ (١)

جعفر بن عون عمری فرماتے ہیں: ایک عورت امامِ اعظم ابو حنیفہ کے پاس ریشم کا کپڑا خریدنے آئی، آپ نے کپڑا دکھایا تو اس عورت نے کہا: میں غریب عورت ہوں اور یہ امانت کا معاملہ ہے؛ لہٰذا یہ کپڑا بغیر نفع لیے مجھے دے دیجیے۔ تو امام صاحب نے فرمایا: اسے چار درہم میں لے لو، یہ سن کر اس عورت نے کہا: میں سن رسیدہ عورت ہوں، آپ مجھ سے مذاق نہ کریں۔

امامِ اعظم ابو حنیفہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: سنو! میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں، واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک ساتھ دو کپڑے لیے تھے، ان میں سے ایک میں نے فروخت کر دیا اور چار درہم کے علاوہ پوری قیمت وصول ہو چکی ہے؛ اس لیے اب میرا صرف چار درہم باقی رہ گیا ہے؛ لہٰذا تم چار درہم میں یہ کپڑا لے لو۔ (٢)

ملیح بن وکیع کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ کی دکان پر بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت ریشمی کپڑا بیچنے آئی، امام ابو حنیفہ نے قیمت دریافت کی تو اس نے سو درہم بتایا۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: یہ کپڑا اس سے زیادہ قیمت کا ہے، تو اس نے دو سو درہم بتایا، آپ نے کہا: یہ کپڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے، اس نے تین سو درہم کہا، آپ نے کہا: اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے، اس نے چار سو درہم بتایا، آپ نے کہا: یہ کپڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔

---

(١) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، ج:١٣، ص:٣٥٦، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(٢) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان. ج:١٣، ص:٣٥٩، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

بوڑھی عورت نے سمجھا امام صاحب تفریح کر رہے ہیں۔ تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا: تم کسی مرد کو بلا لاؤ جو اس کا واجبی دام بتائے، وہ عورت ایک مرد کو بلا کر لے آئی اور امام صاحب نے وہ کپڑا پانچ سو درہم میں خریدا"۔ (۱)

وفورِ عقل:

علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی فرماتے ہیں: خطیب نے ابن مبارک سے روایت کی کہ میں نے کسی شخص کو امام اعظم ابو حنیفہ سے زیادہ عقل مند نہ دیکھا۔

خلیفہ ہارون رشید سے مروی ہے کہ ان کے سامنے امام اعظم ابو حنیفہ کا تذکرہ ہوا، تو ہارون رشید نے امام اعظم ابو حنیفہ کے حق میں دعاے رحمت کی اور کہا کہ وہ عقل کی آنکھ سے وہ چیز دیکھتے تھے جو دوسرا سر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

علی بن عاصم سے روایت ہے کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ کی عقل روے زمین والوں کی عقلوں سے تولی جائے تو ضرور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل راجح ہوگی۔

محمد بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی بات چیت، کام کاج، چلنے پھرنے، آنے جانے میں ان کی عقل کا پتہ چلتا تھا۔

بکر بن حبیش نے کہا: اگر امام اعظم ابو حنیفہ کے زمانہ کے تمام لوگوں کی عقلیں اور امام صاحب کی عقل جمع کی جاتی تو امام اعظم ابو حنیفہ کی عقل ان سب لوگوں کی عقلوں پر راجح ہوتی۔ (۲)

خوف وخشیت الٰہی:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں خوف وخشیت خداوندی کا کس قدر غلبہ تھا اس کا اندازہ ان کے تلامذہ و معاصرین کے مندرجہ ذیل بیانات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"رات کو جب آپ نماز ادا فرماتے تو چٹائی پر آپ کے آنسو کے گرنے کی آواز اس طرح آتی جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہوں۔ رونے کا اثر آپ کی آنکھوں اور رخساروں پر نظر آتا تھا۔

اسد بن عمرو نے کہا: " امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رونا شب میں سنا جاتا، یہاں تک کہ آپ کے پڑوسی آپ پر ترس کھاتے۔

حضرت وکیع فرماتے ہیں: "بخدا آپ بہت دیانت دار تھے اور خدا کی جلالت وکبریائی آپ کے قلب میں راسخ تھی۔ آپ اپنے رب کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دیتے، اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان پر تلواریں پڑتیں، اس کو سہار لیتے اور وہ اپنے رب کی رضا نہ چھوڑتے۔ آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار سے ہوتا ہے، اور امام اعظم ابو حنیفہ

---

(۱) أخبار أبي حنيفة،ذكر ماروي في أمانة أبي حنيفة، ج:۱، ص:۵۰، المكتبة الشاملة

(۲) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان،ص:۱۰۲، ۱۰۳، استانبول، ترکی

واقعی ابرار میں سے تھے۔

ابو الاحوص نے کہا: اگر کوئی شخص امام صاحب سے یہ کہتا کہ آپ تین دن میں انتقال فرمائیں گے تو جو کچھ آپ کا معمول تھا اس میں زیادہ نہ فرماتے۔ یعنی ہر روز اس قدر عبادت کرتے تھے جتنی عبادت وہ شخص کرتا ہے جسے یہ معلوم ہو کہ میں آج کے تیسرے دن مر جاؤں گا۔

ایک روز امام اعظم ابو حنیفہ کہیں جا رہے تھے کہ لاعلمی میں آپ کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر آگیا۔ اس لڑکے نے کہا: اے شیخ! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے یہ بات سنی تو غش کھا کر گر گئے، کچھ دیر بعد ہوش آیا تو کسی نے عرض کیا: اس لڑکے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا عظیم اثر کیا؟ آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ کلمہ اسے تلقین ہوا ہے۔ (۱)

یزید بن کمیت جو اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ کے دل میں خشیت الٰہی بہت زیادہ تھی، ایک شب علی بن حسین مؤذن نے نماز عشا میں "سورۂ اذا زلزلت الارض" پڑھی اور امام اعظم ابو حنیفہ مقتدی تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب متفکر بیٹھ کر ٹھنڈی سانس لے رہے ہیں، میں وہاں سے اٹھ گیا تاکہ آپ کا دل مشغول نہ ہو اور قندیل کو روشن ہی چھوڑ دیا، اس میں صرف تھوڑا سا تیل تھا، پھر طلوع فجر کے بعد میں نے دیکھا کہ قندیل روشن ہے اور امام صاحب اپنی ریش مبارک پکڑے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اے وہ جو ذرۂ خیر کی مقدار جزائے خیر دے گا اور ذرۂ شر کی مقدار جزائے شر دے گا! اپنے بندے نعمان کو آگ سے بچا لے، کہ وہ آگ کے قریب بھی نہ جائے اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل کرلے۔ میں نے فجر کے لیے اذان دی، پھر جب اندر گیا تو امام صاحب نے پوچھا: کیا قندیل لینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں صبح کی اذان بھی دے چکا۔ فرمایا: جو کچھ تم نے دیکھا اسے چھپانا، کسی پر ظاہر نہ کرنا، پھر دو رکعت سنتِ فجر پڑھ کر بیٹھے یہاں تک کہ نماز فجر کی تکبیر ہوئی اور آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز اول شب کی وضو سے پڑھی۔ (۲)

تقویٰ و پرہیزگاری:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند مقام پر فائز تھے۔ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں کوفہ پہنچا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ سب لوگوں نے کہا کہ امام اعظم ابو حنیفہ ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (۳)

حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ امام صاحب بہت بڑے پرہیزگار تھے، حرام سے ڈرتے، بلکہ صرف شبہہ کی وجہ سے بہت سی حلال چیزیں بھی چھوڑ دیتے تھے، میں نے کسی فقیہ کو آپ سے زیادہ اپنی جان اور علم کا بچانے والا نہ

---

(۱) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، بتغير يسير، ص:۸۶ تا ۹۰، استانبول، ترکی

(۲) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، ج:۱۳، ص:۳۵۵، ۳۵۶، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۳) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، ج:۱۳، ص:۳۵۶، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

دیکھا۔[۱]

آپ کے بے مثال تقویٰ و پرہیز گاری کا اندازہ اس بات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ ایک بار کوفہ کی بکریوں میں ایک چھینی ہوئی بکری مل گئی، آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کتنے دنوں تک بکری زندہ رہتی ہے؟ لوگوں نے کہا: سات سال تک۔ امام صاحب نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔

اسی زمانہ میں ایک فوجی کو دیکھا کہ اس نے گوشت کھا کر اس کا بقیہ حصہ کوفہ کی نہر میں ڈال دیا تو آپ نے مچھلی کی عمر دریافت فرمائی، لوگوں نے کہا: اتنے سال۔ آپ نے اتنے زمانہ تک مچھلی کھانا چھوڑ دیا۔[۲]

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

"امام اعظم اپنے وقت کے فقیہ ہی نہیں، بلکہ فقہا کے امام تھے۔ تقویٰ و ورع میں آپ بے مثال تھے۔ اپنے مال کے ذریعہ غریبوں کی مدد کرتے، جو سائل آتا اسے خالی نہ جانے دیتے۔ شب و روز عبادت میں اور علم سکھانے میں مصروف رہتے۔ کم گو اور خاموش طبع تھے۔ حلال و حرام کے مسائل پر تفصیل سے گفتگو فرماتے اور بادشاہ اور امرا کے مال سے دور رہتے۔[۳]

عبادت وریاضت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عابد شب زندہ دار بھی تھے، کثرت عبادت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی اس پر کسی اور عبادت کا اضافہ کرنا چاہے تو نہیں ہو سکتا تھا۔ کثرت قیام کی وجہ سے آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا تھا۔

ابو یحییٰ حمانی امام اعظم ابو حنیفہ کے بعض اصحاب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: "ابو حنیفہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور جب وہ رات میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی زینت کرتے تھے اور داڑھی میں کنگھی کرتے تھے۔[۴]

مسعر بن کدام آپ کے معمولات و عبادت کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

"میں امام اعظم ابو حنیفہ کی مسجد میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور لوگوں کو درس دینے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ آپ نے نماز ظہر ادا کی، پھر لوگوں کو عصر تک تعلیم دیتے رہے، پھر عصر ادا فرمائی، اسی طرح عصر سے مغرب اور مغرب سے عشا تک درس و تدریس میں مشغول رہے، پھر عشا پڑھ کر گھر تشریف لے گئے۔

---

(۱) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:۹۷، استانبول، ترکی

(۲) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:۱۰۰، استانبول، ترکی

(۳) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، ج:۱۳، ص:۳۴۰، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۴) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، ج:۱۳، ص:۳۵٤، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

آپ کا یہ معمول دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب آپ کی تدریسی مصروفیات اس قدر ہیں تو آپ نفل عبادت کیسے کرتے ہوں گے، میں ضرور آپ پر نگاہ رکھوں گا۔ جب لوگ عشا پڑھ کر گھروں کو جا چکے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ گھر سے صاف ستھرا لباس پہن کر مسجد میں تشریف لائے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دولھا ہیں۔ آپ نفل نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہوگئی، پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ جب کچھ دیر بعد واپس تشریف لائے تو لباس بدلا ہوا تھا۔ آپ نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی اور پھر حسب دستور وہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا جو عشا تک جاری رہا۔ میں نے خیال کیا کہ آج رات یہ ضرور آرام کریں گے، مگر دوسری رات بھی وہی معمول دیکھا تو میں نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں امام ابو حنیفہ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا؛ لہذا میں نے مستقل ان کی خدمت میں رہنے اور ان کی شاگردی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں:

”میں نے امام اعظم کو دن میں بغیر روزہ کے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی رات میں سوتے ہوئے پایا۔ البتہ ظہر سے قبل آپ کچھ دیر آرام کر لیا کرتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ یہی معمول رہا“۔

علامہ ابن حجر مکی حضرت مسعر بن کدام کی زبانی امام اعظم ابو حنیفہ کے معمولات و عبادت کا بیان نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”مسعر بن کدام بھی بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کا وصال امام ابو حنیفہ کی مسجد میں ایسی حالت میں ہوا جب کہ وہ سجدہ میں اپنی جبین نیاز بارگاہ بے نیاز میں جھکا چکے تھے۔“ (۱)

عبد اللہ بن مبارک کے سامنے کسی نے امام اعظم ابو حنیفہ کی غیبت کی تو عبد اللہ ابن مبارک نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے، تو ایسے شخص کی غیبت کرتا ہے جس نے ۴۵/ سال تک ایک وضو سے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھی ہیں، وہ ایک رکعت میں قرآن ختم فرماتے تھے، اور جو کچھ مجھے فقہ کا علم ہے وہ سب میں نے ان سے حاصل کیا ہے“۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: امام اعظم ابو حنیفہ ہر رات دن میں ایک ختم قرآن کرتے، اور رمضان شریف سے یوم عید تک ۶۲/ ختم فرماتے۔ آپ بہت بڑے سخی تھے، علم سکھانے پر بڑے صابر تھے، جو کچھ آپ کو کہا جاتا اس پر تحمل فرماتے، غصہ سے دور رہتے، میں نے ان کو دیکھا کہ ۲۰/ برس تک اولِ شب میں وضو کیا اور اسی وضو سے فجر کی نماز پڑھی، اور جو شخص ہم سے قبل آپ کی خدمت میں رہا اس نے کہا: چالیس سال سے یہی حال ہے“۔ (۲)

اخلاق و عادات:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اخلاق فاضلہ اور عاداتِ حسنہ کی بہترین

---

(۱) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:۸۲، ۸۳، استانبول، ترکی/ تاريخ بغداد،ذكر من اسمه النعمان،ج:۱۳، ص:۳۵٤، ۳۵۵، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:۸۱، ۸۲، استانبول، ترکی

یادگار تھے۔ امام اعظم کے حسن اخلاق و کردار کے بارے میں کثیر واقعات متعدّد کتابوں میں منقول ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح علم و عمل میں آپ بے مثال تھے اسی طرح حسن اخلاق اور پاکیزگی کردار میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کے عزیز ترین شاگرد حضرت امام ابو یوسف سے خلیفہ ہارون رشید نے کہا: امام اعظم ابو حنیفہ کے اخلاق و عادات بیان کیجیے، تو امام ابو یوسف نے فرمایا:

"جہاں تک میرا علم ہے ابو حنیفہ محرمات الٰہیہ سے بچانے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ دین کے سلسلے میں بغیر علم کسی بات کے اظہار سے بہت احتراز فرماتے، ان کی خواہش رہتی کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور کوئی بھی اس کی نافرمانی نہ کرے، وہ اپنے زمانے کے دنیاداروں سے بچتے تھے، دنیوی جاہ و عزت میں ان سے مناقشہ نہیں کرتے تھے، ان کا زیادہ وقت خاموش رہنے میں گزرتا تھا، ہمیشہ فکر میں رہا کرتے، عمل میں فراخی تھی، باتیں بنانے والے نہیں تھے، اگر ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس سلسلے میں جو علم ہوتا بیان کر دیتے تھے اور جتنا سنا ہے جواب میں کہہ دیتے تھے، اور جس میں کچھ نہیں سنا ہے صحیح اور حق طریقہ پر قیاس کرتے تھے اور اپنے نفس کی اور دین کی حفاظت کرتے تھے، ان کا نفس تمام لوگوں سے بے نیاز تھا، لالچ اور حرص کی طرف ان کا میلان نہ تھا، غیبت کرنے سے بہت دور تھے، جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے تھے۔

یہ سن کر ہارون رشید نے کہا: "یہی اخلاق صالحین (نیکوں) کے ہیں اور پھر کاتب سے کہا کہ یہ بیان لکھ کر میرے بیٹے کو دو تاکہ وہ اس کو پڑھے، پھر ہارون رشید نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! اِس بیان کو یاد کرلو، اگر اللہ نے چاہا تو میں کبھی تم سے پوچھ لوں گا۔ (۱)

امام زفر بن ہذیل کا بیان ہے:

"مجھے امام اعظم کی خدمت میں بیس سال سے زائد مدت گزارنے کی سعادت ملی۔ میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہمدرد اور شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اہل علم کو دل و جان سے چاہتے۔ آپ کے شب و روز اللہ کی یاد کے لیے وقف تھے۔ سارا دن تعلیم و تدریس میں گزرتا، باہر سے آنے والے مسائل کا جواب لکھتے۔ بالمشافہ مسائل پوچھنے والوں کی رہنمائی فرماتے۔ مجلس میں بیٹھتے تو درس کی مجلس ہوتی اور باہر نکلتے تو مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت، فقرا و مساکین کی خدمت، رشتہ داروں کی خبر گیری اور آنے والوں کی حاجت روائی میں مشغول ہو جاتے۔ رات عبادت میں گزرتی اور قرآن مجید کی بہترین انداز میں تلاوت کرتے، یہی معمولات زندگی بھر قائم رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (۲)

معافی موصلی فرماتے ہیں:

---

(۱) أخبار أبي حنيفة و أصحابه، ذكر الروايات في ورع أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه، ج:۱، ص:۴۳، المكتبة الشاملة

(۲) مناقب للموفق، ص:۴۰۰، بحواله امام اعظم، سيد شاه تراب الحق قادری

"امام ابو حنیفہ میں دس باتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنے وقت کا رئیس اور اپنے قبیلہ کا سردار ہو:

۱۔ پرہیزگاری۔ ۲۔ سچ بولنا۔ ۳۔ عفت۔ ۴۔ لوگوں کی خاطر مدارات کرنا۔ ۵۔ سچی محبت رکھنا۔ ۶۔ اپنے نفع کی باتوں پر متوجہ نہ ہونا۔ ۷۔ زیادہ تر خاموش رہنا۔ ۸۔ ٹھیک بات کہنا۔ ۹۔ عاجزوں کی مدد کرنا۔ ۱۰۔ اگرچہ وہ عاجز دشمن ہو۔ [۱]

والدہ کی خدمت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین جب تک زندہ رہے، آپ ان کی ہر خدمت کے لیے تیار رہتے تھے، آپ کے والد ماجد کا انتقال پہلے ہوگیا اور والدہ ماجدہ ۱۳۰ھ کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں؛ اس لیے والدہ کی خدمت کا زیادہ موقع ملا۔ والدین کے انتقال کے بعد امام صاحب ان کے حق میں ایصالِ ثواب اور ان کے لیے دعاے مغفرت کرتے تھے، امام صاحب خود بیان فرماتے ہیں:

"قد جعلت عملي أثلاثا، ثلثا لنفسي، و ثلثا لوالديّ، وثلثا لحماد". [۲]

ترجمہ: میں نے اپنے اعمال کے تین حصے کر لیے ہیں، ایک تہائی اپنے لیے، ایک تہائی والدین کے لیے اور ایک تہائی اپنے استاذ حماد بن ابی سلیمان کے لیے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: آپ (امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی والدہ کو سوار کر کے عمر بن ذر کی مجلس میں لے جاتے اور ان کا حکم ٹالنا ناپسند فرماتے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں: کبھی میں اپنی والدہ کو ان کے یہاں لے جاتا اور وہ خود سوال کرتیں اور کبھی والدہ صاحبہ مجھے حکم فرماتیں تو میں وہاں جاکر ان سے مسئلہ پوچھ کر والدہ سے عرض کرتا۔ میں وہاں یہ کہتا کہ میری والدہ نے حکم کیا ہے کہ میں آپ سے یہ مسئلہ دریافت کروں۔ وہ فرماتے: آپ پوچھتے ہیں؟ میں کہتا کہ انھوں نے مجھے حکم کیا ہے۔

عمر بن ذر فرماتے: جواب مسئلہ بیان کیجیے۔ میں صورت واقعہ اور جواب دونوں بیان کرتا، پھر وہ مجھ سے وہی جواب کہہ دیا کرتے، میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جو کچھ وہ کہتے اس کی خبر دے دیتا۔ [۳]

حضرت حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب کی والدہ نے کسی بات پر قسم کھالی اور اس کے متعلق اپنے بیٹے (امام ابو حنیفہ) سے فتویٰ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب دیا مگر وہ مطمئن نہیں ہوئیں اور کہا: جب تک زرعہ واعظ سے تم دریافت نہیں کرو گے مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ امام صاحب والدہ کو لے کر زرعہ واعظ کے پاس

---

(۱) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:١٤٣، ١٤٤، استانبول، ترکی
(۲) أخبار أبي حنيفة و أصحابه، ذكر ما جاء في بره بوالديه، ج١، ص٦٣، المكتبة الشاملة
(۳) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:١٤٠، ١٤١، استانبول، ترکی

گئے اور والدہ نے خود ان سے فتویٰ پوچھا۔ زرعہ نے تعجب سے کہا: کوفہ کا فقیہ آپ کے ساتھ ہے، پھر میں کیا فتویٰ دوں۔ امام صاحب نے زرعہ واعظ کو جواب بتا کر کہا کہ آپ اس طرح فتویٰ دیں۔ چنانچہ زرعہ نے ایسا ہی کیا اور امام صاحب کی والدہ راضی اور مطمئن ہو گئیں۔ (۱)

امیر کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری نے امام صاحب کے لیے عہدۂ قضا تجویز کیا، مگر آپ نے انکار کر دیا، اس پر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو ایک سو دس (۱۱۰) کوڑے کی سزا دی۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اس سزا سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی کہ اس حادثہ پر والدہ کے رنج و غم سے ہوئی۔ والدہ نے کہا: نعمان! جس علم کی وجہ سے تم کو یہ دن دیکھنا پڑا، اس سے ترک تعلق کر لو۔

میں نے کہا: اگر میں اس علم سے دنیا حاصل کرنا چاہتا تو بہت زیادہ حاصل کر لیتا، میں نے یہ علم صرف اللہ کی رضا جوئی اور اپنی نجات کے لیے حاصل کیا ہے۔ (۲)

پڑوسیوں کی خبر گیری:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخلاقیات میں نہایت بلند کردار کے مالک تھے، وہ ہمیشہ دوسروں پر احسان کرتے، حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے، ہم سایوں کی غم خواری کرتے، پڑوسی اگر تکلیف پہنچا رہا ہو تب بھی اس کی حاجت روائی فرماتے، پڑوسیوں کو تکلیف میں مبتلا دیکھنا ان کو گوارہ نہ تھا۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ واقعہ آپ کے متعدّد سوانح نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ:

”آپ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا۔ جو دن میں محنت، مزدوری کرتا اور شام کو بازار سے گوشت اور شراب لے کر آتا۔ گوشت بھون کر کھاتا اور شراب پیتا، جب شراب و کباب کے نشے میں مست ہو جاتا تو غل مچاتا اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھتا رہتا:

أضاعوني و أيّ فتى أضاعوا
ليوم كريهة و سداد ثغر

یعنی لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کتنے بڑے باکمال جوان کو کھویا جو لڑائی اور صف بندی کے دن کام آتا۔

امام صاحب روزانہ اس کی آواز سنا کرتے اور خود تمام رات عبادت میں مشغول رہتے۔ ایک رات آپ نے اس کی آواز نہ سنی تو صبح لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا، بتایا گیا کہ اسے کل رات سپاہیوں نے پکڑ لیا ہے اور وہ قید میں ہے۔ امام صاحب نماز فجر کے بعد گورنر کے پاس پہنچے۔ گورنر نے بڑے ادب سے عرض کیا: حضور! آپ یہاں کیسے

(۱) تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، ج:۱۳، ص:۳۶۳، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(۲) أخبار أبي حنيفة و أصحابه، ذكر ماجاء في بره بوالديه، ج:۱، ص:۶۳، المكتبة الشاملة

تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا:

"لي جار إسكافي أخذه العَسَس منذ ليال، يأمر الأمير بتخلية سبيله، فقال: نعم. و كل من أخِذ تلك الليلة، فتركوا أجمعين".

ترجمہ: میرا ایک موچی پڑوسی ہے جسے چند راتوں سے آپ کے سپاہیوں نے قید کر رکھا ہے، اسے چھوڑنے کا حکم فرمائیں۔ گورنر نے حکم دیا: وہ قیدی اور اس کے ساتھ کے تمام قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ اس طرح وہ سب رہا ہو گئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پڑوسی نوجوان سے فرمایا: "ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا؟ آپ کا اشارہ اس شعر کی طرف تھا جسے وہ پڑھا کرتا تھا۔ اس نے عرض کی: نہیں، بلکہ آپ نے میری حفاظت فرمائی اور میری سفارش کی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے ہم سایہ کے حق کی رعایت فرمائی، پھر اس نے سچی توبہ کر لی اور نیک بن گیا۔ (۱)

وفات سے قبل کی سیاسی صورت حال:

بنی امیہ کے خاتمے کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کی دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لیے وہ مظالم کیے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں، منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا بدنما داغ ہیں۔

اسی خوں خوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا، ابتدا میں ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کر لی۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کی حمایت کا فتویٰ دے دیا، نفس ذکیہ بہت شجاع، فن جنگ کے ماہر، طاقت ور تھے، مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۴۵ھ میں دادِ مردانگی دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعویٰ کیا، ہر طرف سے ان کی حمایت ہوئی، خاص کوفے میں لگ بھگ لاکھ آدمی ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے، بڑے بڑے ائمہ، علما، فقہا نے ان کا ساتھ دیا، حتیٰ کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کی حمایت کی، بعض مجبوریوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے جس کا ان کو زندگی کے آخری لمحات تک افسوس رہا، مگر مالی امداد کی۔ لیکن نوشتۂ تقدیر کون بدلے۔ ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہو گئے۔

---

(۱) تبییض الصحیفہ، ص:۳۹/ جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص:۱۳۸، استانبول، ترکی/ الوافي بالوفيات، ج:۷، ص: ۳۵۳، ۳۵۴، المکتبة الشاملة

عہدۂ قضا سے انکار اور قید و بند:

خلیفہ ابو جعفر منصور جب ابراہیم کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوا تو ان لوگوں کی طرف توجہ کی جنھوں نے ابراہیم کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۴۶ھ میں بغداد کو دار السلطنت بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انھیں شہید کرنا چاہتا تھا، مگر جوازِ قتل کے لیے بہانہ کی تلاش تھی، اسے معلوم تھا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ میری حکومت کا کوئی عہدہ قبول نہ کریں گے۔

اس نے حضرت امام کی خدمت میں عہدۂ قضا پیش کیا، امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھنجھلا کر کہا: تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا: اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدۂ قضا کے لائق نہیں، جھوٹا ہوں تو بھی عہدۂ قضا کے لائق نہیں؛ اس لیے کہ جھوٹے کو قاضی بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی منصور نہ مانا اور قسم کھا کر کہا: تم کو عہدۂ قضا قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھالی کہ ہر گز نہیں قبول کروں گا۔

ربیع نے غصہ سے کہا: ابو حنیفہ! تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا: ہاں! اس لیے کہ امیر المومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے ناراض ہو کر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا۔

قید خانہ میں وفات:

عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے منصور نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید تو کر دیا، مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ بغداد چوں کہ دار السلطنت تھا؛ اس لیے تمام دنیاے اسلام کے علما، فقہا، امرا، تجار، خواص، عوام بغداد آتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا، قید و بند نے ان کی عظمت و اثر کو بجاے کم کرنے کے اور زیادہ بڑھا دیا، جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر دلوا دیا، جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور سجدے ہی کی حالت میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ عظیم سانحہ ۲؍ شعبان ۱۵۰ھ میں پیش آیا، اس وقت حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ستر سال تھی۔

تجہیز و تدفین:

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی، جو سنتا بھاگتا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے غسل دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے: واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ، سب سے بڑے عابد، سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا ہے کہ

وہ تمھارے مرتبے کو پہنچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہوتے ہوئے جم غفیر اکٹھا ہوگیا۔ پہلی بار نماز جنازہ میں پچاس ہزار کا مجمع موجود تھا، اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحب زادے حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی اور عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انھیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لیے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی۔ اس کے مطابق آپ کو اس کے مشرقی حصے میں دفن کیا گیا۔

وفات پر اکابر کے تاثرات:

اس وقت بڑے بڑے ائمہ، محدثین وفقہا موجود تھے، جن میں بعض حضرات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ بھی تھے، سب کو حضرت امام کے وصال کا بے اندازہ غم ہوا۔

مکہ معظّمہ میں ابن جریج تھے، انھوں نے وصال کی خبر سن کر انا للہ پڑھا اور کہا: بہت بڑا عالم چلا گیا۔

بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاذ امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا: کوفے میں اندھیرا ہوگیا۔

امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سن کر بغداد حاضر ہوئے، جب امام کے مزار پر پہنچے، روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: ابو حنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے، ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، حماد نے وصال کیا تو تمھیں اپنا جانشین چھوڑا، تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

مزارِ پر انوار کے فیوض وبرکات:

حضرت امام کا مزارِ پر انوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام وخواص ہے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا: میں امام ابو حنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

سلطان الپ ارسلاں سلجوتی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالی شان قبہ بنوایا، اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا، نہایت شان دار، لاجواب عمارت بنوائی، اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علما وعمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ "مشہد ابو حنیفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دار العلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔ (۱)

☆☆☆

(۱) نزهة القاري شرح صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱٦٢ تا ١٦٤

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - حیات و خدمات

محمد اکبر حسین برکاتی۔ ولی اللہ لین، کولکاتا-۱۶

ولادت: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب: سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ”نعمان“ اور کنیت ”ابو حنیفہ“ ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے نام کے متعلق یہ لطیف نکتہ لکھتے ہیں: نعمان کے معنی لغت میں اس خون کے ہیں جس پر بدن کا سارا ڈھانچہ قائم ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ جسم کے تمام اعضا کام کرتے ہیں۔ بعض علمانے کہا کہ اس کے معنی روح کے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات گرامی دستور اسلام کے لیے بنیاد و محور اور فقہی مسائل و تعلیمات کے لیے روح کی طرح ہے۔[۱]

آپ کے والد گرامی کا نام ”ثابت“ ہے۔ آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں، ہم لوگ فارسی النسل ہیں اور خدا کی قسم ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہے۔ ہمارے دادا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا اپنے مولود بیٹے ثابت کو لے کر امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا ہمارے حق میں ضرور قبول فرمائی ہے۔[۲]

یہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ حضرت ثابت کے گھر امام اعظم ابو حنیفہ جیسے سراج امت پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام اعظم کے دادا نعمان بن مرزبان کے گہرے تعلقات و مراسم تھے۔ آپ نے نوروز کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں فالودہ کا تحفہ بھیجا تو حضرت علی نے فرمایا: ہمارے لیے ہر روز نوروز ہے۔[۳]

---

(۱) الخیرات الحسان، ص ۷۰ کراچی

(۲) تبییض الصحیفہ، ص:۵

(۳) حوالہ مذکورہ

سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے: الفقهاء كلهم على عيال ابى حنيفة۔[1]
تمام فقہاو مجتہدین ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بال بچوں کی طرح ہیں۔[2]

امام اعظم کی کنیت:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ”ابو حنیفہ“ ہے۔اس پر محققین اور تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے۔مگر اختلاف اس بات میں ہے کہ انھیں ”ابو حنیفہ“ کیوں اور کس وجہ سے کہا جاتا؟اور اس کنیت کو انھوں نے کس وجہ سے اپنایا؟۔اکثر تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام ”حماد“ تھا ان کے علاوہ آپ کی کوئی مذکر اولاد نہ تھی۔بیٹے کا نام چوں کہ حنیفہ نہیں تھا اسی لیے یہ کہنا مشکل ہے آپ نے یہ کنیت اپنے بیٹے کے نام سے اپنائی۔ لہٰذا اکثر تذکرہ نگاروں نے ”ابو حنیفہ“کنیت ہونے کی یہ توجیہات بیان کیں:

(۱)”حنیفہ،حنیف کی تانیث ہے جس کے معنی ہیں عبادت کرنے والا اور دین کی طرف راغب ہونے والا“ ۔

(۲)آپ کا حلقۂ درس وسیع تھا اور آپ کے شاگرد اپنے ساتھ قلم و دوات رکھا کرتے تھے چوں کہ اہل عراق دوات کو حنیفہ کہتے ہیں اس لیے آپ کو ابو حنیفہ کہا گیا یعنی دوات والے۔

(۳)آپ کی یہ کنیت وضعی معنی کی اعتبار سے ہے۔یعنی ”ابو الملة الحنيفة“ قرآن عظیم میں رب تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا ہے: فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا. (آل عمران)

تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھا۔(کنز الایمان)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ”ابو حنیفہ“ اختیار کی ہے۔اس کا مفہوم ہے باطل ادیان کو چھوڑ کر دین حق اختیار کرنے والا۔[3]

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ امام اعظم کی کنیت ”ابو حنیفہ“ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں:

حنیف اوراق کو کہتے ہیں، حضور کو ابتدا ہی سے لکھنے کا بہت شوق تھا(اسی مناسبت سے امام اعظم کو ابو حنیفہ کہا جاتا ہے۔(الملفوظ)

---

(۱) الخيرات الحسان،ص :۷٤ کراچی
(۲) فتاوٰی رضویہ مترجم ،جلد: ۲٦،ص:۴۲، برکات
(۳) الخیرات الحسان ،ص:۷۱، کراچی

امام ابو حنیفہ سے متعلق حضور علیہ السلام کی بشارتیں:

حضرت اقدس جناب محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدّد واحادیث میں فارس کے بعض مردوں کے بارے میں بشارات و پیش گوئیاں ارشاد فرمائی ہیں، اگرچہ ارشادات مبہم وکنایہ کے طور پر ہیں مگر محدثین وعلمانے ان کا مصداق امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا ہے۔ جیساکہ اس طرح کی بعض احادیث کا مصداق امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ٹھہرایا گیاہے۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حوالے پیش کرتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوكان العلم معلقا بالثر يا لتناوله قوم من أبناء فارس.(مسند احمد ،جامع صغير وغيره)

علم اگر ثریا پر معلق ہوتا تو اولاد فارس سے کچھ لوگ وہاں سے بھی لے آتے۔

اسے امام احمد نے مسند میں ابو نعیم نے حلیہ میں، حضرت ابو ہریرہ سے اور شیرازی نے القاب میں، حضرت قیس سے روایت کیا ہے۔

امام احمد اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس عظیم بشارت کے مصداق امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (۱)

(حضرت ابو ہریرہ سے اسی مفہوم کی دوسری صحیح حدیث یوں مروی ہے): لو كان العلم معلقا با لثر يا لينا له رجل أهل فارس . (۲)

علم اگر ثریا پر آویزاں ہوتا تو ایک فارسی مرد وہاں سے لے آتا۔ علامہ موفق بن احمد مکی (۵۷۸ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک مرد پیدا ہوگا جس کا نام ابو حنیفہ ہوگا وہ قیامت میں میری امت کا چراغ ہے۔ (۳)

علامہ موفق نے یہ روایت بھی تحریر کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! حضرت لقمان کے پاس حکمت کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ اگر وہ اپنے خرمن حکمت سے ایک دانہ بیان فرماتے تو ساری دنیا کی حکمتیں ان کے سامنے دست بستہ کھڑی ہوجاتیں۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ کاش! میری امت میں کوئی شخص ایسا ہوتا جو حضرت لقمان کی حکمت کا سرمایہ ہوتا۔ حضرت جبریل علیہ السلام دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! آپ کی امت میں ایک ایسا مرد ہوگا جو حکمت کے خزانے سے ہزاروں حکمتیں بیان کرے گا اور

(۱) فتا وی رضویہ مترجم، ص:۳۱۲، رسالہ النھی الحا جز،برکات رضا، پوربندر
(۲) مسلم شریف۲ص ۳۱۲ کتاب الفضا ئل ،باب فضل فارس
(۳) مناقب للموفق،۵۰

آپ کی امت کو آپ کے احکام سے آگاہ کرے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور ان کے منہ میں لعاب دہن عنایت فرمایا اور وصیت کی کہ ابو حنیفہ کے منہ میں یہ امانت ڈالنا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ امانت یعنی لعاب دہن، امام اعظم کو، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وساطت سے ملی۔ (حوالہ مذکورہ)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بشارت دی کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر علم کی تلاش میں نکلیں گے مگر مدینہ منورہ کے ایک عالم سے بڑھ کر کسی کو نہ پائیں گے۔

ایک اور حدیث میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ بشارت دی کہ قریش کو برا نہ کہو کیوں کہ ان میں کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔ اور میں کہتا ہوں کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اس حدیث میں بشارت دی ہے۔ جسے حافظ ابو نعیم نے "حلیہ" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر علم ثریا کے پاس ہو تو فارس کے جوان مردوں میں سے ایک مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا۔

ان روایات کے بعد امام سیوطی فرماتے ہیں: یہ ایک صحیح اصل ہے جس سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ اور یہ امام مالک اور شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مروی حدیثوں کی مانند ہے۔ [1]

امام اعظم کا مقام بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں:

حضرت فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انور پر حاضر ہو کر "السلام علیك یا سید المسلیمن" کہہ کر سلام کیا تو جواب ملا "و علیك السلام یا إمام المسلمین!" سبحان اللہ! (تذکرۃ الاولیا)

حضور کے دیے ہوئے خطاب کا یہ اثر ہے کہ آج لوگ امام ابو حنیفہ کو ان کے نام کی بہ نسبت حضور کے دیے ہوئے خطاب سے زیادہ جانتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجوری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ملک شام میں حضرت بلال مؤذن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کے سرہانے سو رہا تھا کہ میں خود کو مکہ مکرمہ میں پایا اسی خواب میں، میں نے دیکھا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور ایک معمر بزرگ کو اپنے پہلو میں نہایت ہی شفقت سے لیے ہوئے ہیں۔ میں غایت محبت سے دوڑا اور حضور کے پائے مقدس کو چومنے لگا اور حیرت میں تھا کہ یہ معمر بزرگ حضور کے اتنے محبوب کیوں ہیں؟۔ میرے اس خیال کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نور نبوت سے بھانپ لیا اور فرمایا: یہ تیرا اور تیرے شہر کے لوگوں کا امام ہے (یعنی امام ابو

(۱) تبییض الصحیفہ، ص:۷

حنیفہ)۔اس خواب سے یہ بات منکشف ہوئی کہ آپ کا اجتہاد حضور کی پیروی میں بے خطا ہے اس لیے کہ وہ حضور کے پیچھے خود نہیں جارہے تھے بلکہ حضور خود انھیں اٹھائے ہوئے لیے جارہے تھے۔ (۱)

امام ابوحنیفہ کی تابعیت:

خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۵۰ھ) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرنے کے بارے میں فرمایا"رأيت أنس بن مالك قائما يصلي" **ترجمہ:** میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ حالت قیام میں تھے۔

امام دارقطنی کی گواہی: امام دارقطنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۳۸۵ھ) امام اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بے شک آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (۲)

خطیب بغدادی کی گواہی: خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی ہے۔ (۳)

علامہ ابن جوزی کی تحقیق: علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۷۹ھ) امام اعظم کے تذکرہ میں رقم طراز ہیں: آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔ (۴)

علامہ حافظ ابن کثیر کی تحقیق: (متوفی ۷۷۴ھ) امام اعظم کا تعارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ ان چار ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے مذاہب کی اتباع کی جاتی ہے۔اور آپ وفات کے اعتبار سے ان سب پر مقدم ہیں؛ کیوں کہ آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کے علاوہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی زیارت کی ہے۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق: حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) امام اعظم کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمی الکوفی بنو ثعلب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ ابنائے فارس میں سے ہیں اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تھا۔ (۵)

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سارے محدثین نے امام اعظم کے تابعی ہونے پر گواہی دی ہے۔

(۱) كشف المحجوب،ص:١٥٠

(۲) ابن جوزی ،العلل المتناهيه :١٣٦

(۳) خطيب بغدادی ، تاریخ بغداد ،١٣،٣٢٤

(۴) ابن جوزی،

(۵) عسقلانی، تهذيب التهذيب

امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہی بصیرت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ و اجتہاد میں مہارت تامہ کے سبب اپنے ہم عصروں میں فائق و ممتاز ہوئے۔ اجتہادی فکر و بصیرت ہی کی بنیاد پر انھوں نے تدوین فقہ کا بیڑا اٹھایا اور اسے اس شان سے پایہ تکمیل کو پہنچایا کہ بڑے بڑے ائمہ اور مجتہدین حیرت زدہ رہ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جو پیچیدہ مسائل ائمہ و علما غور و فکر کے بعد بھی نہ حل کر سکے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں لمحوں میں حل کر دیا۔

ذیل میں ہم امام موفق بن احمد مکی کی کتاب "مناقب الامام" اور امام ابن حجر مکی کی کتاب "الخیرات الحسان" کے حوالے سے چند واقعات و مسائل درج کر رہے ہیں جن سے امام اعظم کی فقہی بصیرت کا اندازہ ہو سکے گا۔

واقعہ (۱): ایک عورت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی، میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اور چھ سو دینار ترکہ چھوڑ گیا ہے۔ اس کی جائداد میں سے مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ "ترکہ کی تقسیم کس نے کی تھی"؟ اس نے بتایا: حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے، آپ نے فرمایا: پھر یہی تمھارا حق بنتا ہے۔ تمھیں اسی پر اکتفا کرنا چاہیے، اس لیے کہ تیرے بھائی نے دو بیٹیاں، ایک بیوی، بارہ بھائی، والدہ اور ایک بہن (جو تو خود ہے) چھوڑے ہیں"، اس نے کہا: ہاں! وارث تو صرف یہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: "بیٹیوں کے حصے دو تہائی اور وہ چھ سو دینار سے چار سو دینار لے گئیں ماں کو چھٹا حصہ ملا، وہ ایک سو دینار لے گئی۔ بیوی کو آٹھواں حصہ ملا، وہ پچھتّر دینار لے گئی باقی پچیس دینار رہ گئے ان میں سے چوبیس دینار بھائیوں کو ملے اور ایک دینار تمھارے حصہ میں آئے گا"۔

واقعہ (۲): امام اعمش ایک بار اپنی بیوی کو غصہ میں یہ کہہ بیٹھے: "اگر تم نے مجھے یہ خبر دی کہ آٹا ختم ہو گیا ہے تو تمھیں طلاق، اگر آٹے کے ختم ہونے کے بارے میں کچھ لکھا یا آٹا ختم ہونے کے متعلق کوئی پیغام دیا تو ان تمام صورتوں میں تمھیں طلاق"۔ ان کی بیوی حیران رہ گئی کہ انھوں نے کیا کہہ دیا ہے، وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کیا جائے؟ اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اس مشکل سے صرف امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نکال سکتے ہیں، تم ان کے پاس جا کر سارا واقعہ بیان کرو، چناں چہ وہ ان کے پاس گئی اور تمام واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کیا مشکل ہے؟ اس کا حل تو بہت ہی آسان ہے، تم رات کے وقت ان کے ازار بند کے ساتھ آٹے کا خالی تھیلا باندھ دینا وہ خود ہی محسوس کریں گے کہ آٹا ختم ہو گیا ہے، چناں چہ دوسرے دن نیند سے بیدار ہو کر ہلکی تاریکی میں جب وہ شلوار پہننے لگے تو انھیں ازار بند کے ساتھ کچھ چیز لپٹی ہوئی محسوس ہوئی جب دیکھا تو آٹے کا خالی تھیلا تھا، انھیں معلوم ہو گیا گھر میں آٹا ختم ہو گیا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر امام اعمش کہنے لگے: بخدا یہ ترکیب امام اعظم ابو حنیفہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں سوجھ سکتی۔ جب تک وہ زندہ ہے، ہمیں شرمندہ کرتا رہے گا۔

امام اعظم کا حسن سلوک:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت رحم دل تھے ہر کسی کے ساتھ نہایت ہی فیاضانہ سلوک فرماتے، چناں چہ منقول ہے کہ آپ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا جو نہایت ہی آوارہ قسم کا آدمی تھا، دن بھر محنت و مزدوری کرتا اور شام کو جب کام سے لوٹتا تو شراب اور گوشت خرید لاتا۔ رات جب کچھ ڈھل جاتی تو اسی کی طرح کچھ آوارہ لوگ اس کے گھر جمع ہو جاتے اور یہ اپنے ہاتھوں سے کباب بناتا اور شراب کا دور چلتا پھر رقص و سرور کی محفل گرم ہوتی، شور شرابہ ہوتا جس سے امام اعظم کی عبادت میں خلل واقع ہوتا تھا۔ لیکن یہی اس شخص کے روزانہ کا معمول تھا۔ حضرت امام اعظم کمال درجہ کا صبر فرماتے اور کچھ نہ کہتے۔ ایک رات موچی اور اس کے دوستوں کی آواز نہ ملی تو فجر کے بعد آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ ہمارے پڑوس میں جو موچی رہتا ہے، کیا بات ہے کہ رات اس کی آواز سننے کو نہ ملی؟ لوگوں نے بتایا کہ کل رات کوتوال اور اس کے کارندے جب موچی کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے تو انھوں نے موچی کے گھر سے کافی شور شرابا سنا اور اس وجہ سے اسے گرفتار کر لیا ہے۔ یہ سن کر آپ بہت غمگین ہوئے اور سیدھے دار الامان گورنرِ کوفہ کے پاس پہنچے۔ گورنر عیسیٰ بن موسیٰ نے تشریف لانے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا: میرے پڑوس میں ایک موچی رہا کرتا ہے جسے کل رات کوتوال گرفتار کر لایا ہے، میں اس کی سفارش کے لیے آیا ہوں اسے رہا کر دیا جائے۔ اسی وقت گورنر نے حکم دیا اور موچی کو چھوڑ دیا گیا۔ جب آپ لوٹنے لگے تو موچی بھی آپ کے ساتھ ہو لیا اس کے دل پر آپ کے سلوک کا ایسا اثر ہوا کہ وہ سچے دل سے تائب ہو گیا اور حضرت کی صحبت میں رہنے لگا یہاں تک کہ لوگ اسے فقیہ کے معزز لقب سے پکارنے لگے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی کسی سے اس کی برائی کا بدلہ نہیں لیا، نہ ہی کسی پر لعنت کی اور نہ کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا اور نہ ہی کسی کو دھوکا دیا اور نہ کسی کو فریب میں مبتلا کیا ہے۔ (۱)

وصال امام اعظم:

کوفہ کے افق پر ۸۰ھ میں علم و فضل کا جو سورج طلوع ہوا تھا وہ نصف صدی سے زائد عرصے تک نور فشانی کے بعد ۲/ شعبان المعظم ۱۵۰ھ کو شہر بغداد میں روپوش ہو گیا، وہ ایسا نیر تاباں تھا جس کی روشنی شرق و غرب میں پہنچی۔ دوسری صدی ہجری میں تدوین فقہ و اجتہاد کی جو کرن چمکی تھی وہ اسی سورج کی ضیا ہے۔ کوفہ اور بغداد کے اس روشن آفتاب کو سراج الامت کہا جاتا ہے۔ ☆☆☆

(۱) الخیرات الحسان

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی سیاسی زندگی

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

سیاسی اعتبار سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت: ۸۰ھ - وفات: ۱۵۰ھ)، کا سامنا جس عہد سے ہوا وہ عبد الملک بن مروان اموی سے لے کر ابو جعفر منصور عباسی کے دور اقتدار تک تھا۔ آپ نے عمر عزیز کی کل ستر بہاریں دیکھیں، باون سال عہد اموی میں گزارے اور اٹھارہ سال عہد عباسی میں، گویا آپ نے دولت امویہ کا عروج و زوال بھی دیکھا اور عباسی حکومت کا زمانۂ آغاز بھی۔ اس مدت میں آپ نے ان حکومتوں کے فرماں رواؤں کے طرزِ حکومت کو قریب سے دیکھا اور ان میں سے بعض کی ستم رانیوں کے شکار بھی ہوئے۔ آپ نے جن بادشاہوں کا عہد پایا ان کے نام بہ قید مدت حکومت یہ ہیں:

خلفاے بنو امیہ	مدت خلافت
عبد الملک بن مروان	۵۶ھ-۸۶ھ
ولید اول بن عبد الملک	۸۶ھ-۹۶ھ
سلیمان بن عبد الملک	۹۶ھ-۹۹ھ
حضرت عمر بن عبد العزیز	۹۹ھ-۱۰۱ھ
یزید بن عبد الملک	۱۰۱ھ-۱۰۵ھ
ہشام بن عبد الملک	۱۰۵ھ-۱۲۵ھ
ولید ثانی بن یزید بن عبد الملک	۱۲۵ھ-۱۲۶ھ
یزید بن ولید بن عبد الملک	رجب ۱۲۶ھ-ذوالحجہ ۱۲۶ھ
ابراہیم بن ولید بن عبد الملک	۱۲۶ھ-صفر ۱۲۷ھ
مروان بن محمد بن مروان (مروان الحمار)	۱۲۷ھ-۱۳۲ھ

خلفاے بنو عباس	**مدت خلافت**
ابو العباس عبد اللہ بن محمد سفاح	۱۳۲ھ-۱۳۶ھ
ابو جعفر عبد اللہ بن محمد منصور	۱۳۶ھ-۱۵۸ھ

عہد بنو امیہ:

بنوامیہ کی حکومت ۹۲/ سال قائم رہی، اس مدت میں ۱۴/ سال خاندان معاویہ نے حکومت کی اور ۷۸/ سال مروانی خاندان نے، چوں کہ خلافت راشدہ کے بعد حکومت اسلامیہ کا مزاج ملوکیت میں تبدیل ہو چکا تھا اس لیے آزادی فکر و کردار کو خوب فروغ ملا، اس آزادی نے نبیرۂ رسول، جگر گوشۂ بتول حسین بن علی کا سر تن سے جدا کر کے ایک دہشت کا ماحول پیدا کر دیا تھا، عبد الملک بن مروان اور اس کے بعد نظام حکومت میں مزید خرابیاں پیدا ہوتی گئیں، حکم راں اب بھی خلیفہ اور امیر المومنین کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، خلیفہ کے تقرر کے وقت بیعت اب بھی لی جاتی تھی، لیکن اس کی حیثیت صرف نمائشی رہ گئی تھی۔

نظام ملوکیت کی وجہ سے اسلامی دنیا ان نعمتوں اور برکتوں سے یکسر محروم ہو چکی تھی جو خلافت راشدہ کی اہم خصوصیات تھیں جس کی وجہ سے اسلامی سلطنت کے سیاسی ڈھانچے میں بڑے پیمانے پر خرابیاں نمودار ہو چکی تھیں۔

حکم راں ایک عام فرد نہیں رہا جیسا کہ خلافت راشدہ کے زمانے میں تھا، بیت المال رعایا کی امانت نہ رہا بلکہ بادشاہ کا ذاتی خزانہ بن گیا، خلافت راشدہ میں لوگوں کو حکم رانوں سے محاسبہ کرنے کی آزادی تھی، لیکن اب اظہار رائے کی یہ آزادی ختم ہو گئی تھی، حق گوئی کی سزا قید یا قتل ہوتی تھی، اسلامی شریعت کو قانون کی حیثیت حاصل تھی، اس کی بالا دستی سے انکار نہیں تھا، لیکن جہاں کہیں ان کے مفادات تقاضا کرتے تو وہ حدود شرعی سے انحراف کر جاتے، سیاسی اور نجی زندگیوں میں خاص طور سے یہ انحراف بہت نمایاں تھا، اس طرح دین اور سیاست عملاً آزاد ہو گئے تھے اور اس نظریے کی راہ ہموار ہو گئی کہ سیاسی امور بادشاہوں سے متعلق ہیں، علما سے نہیں۔

بادشاہت کا یہ نظام اسلامی سیاست کے طور پر کبھی تسلیم نہیں کیا گیا اور جب یہ نظام تلوار کے زور پر تھوپ دیا گیا تو اسے صرف اس لیے قبول کر لیا گیا کہ مسلمان باہمی خوں ریزی سے محفوظ رہیں، علما کے اس طرزِ عمل سے، پیدا ہونے والی بہت سی خرابیوں اور نقصانات کا سد باب ہو گیا، لیکن ان کی اسلامی حمیت نے حکم رانوں کی غلط باتوں کو اسلام کا جز نہیں بننے دیا اور ظلم و استبداد کے مقابلے میں انھوں نے عام لوگوں کی طرف داری کی، ان کو جب بھی موقع ملتا حق بات کہنے میں جھجک محسوس نہ کرتے۔

علما کا یہ طبقہ اگرچہ حکم رانوں کی روش کو پسند نہیں کرتا تھا اور ان میں محتاط افراد سرکاری عہدوں کو قبول نہیں کرتے تھے لیکن چوں کہ مملکت کا باشعور اور دانش ور طبقہ اسی گروہ پر مشتمل تھا اس لیے حکومت ان کا تعاون حاصل

کرنے پر مجبور تھی۔ چناں چہ عدالت اور تعلیم کے شعبے علما ہی کے ہاتھ میں تھے، اس دور کے قاضیوں نے استبدادی نظام کے باوجود ممکن حد تک عدالت کو آزاد رکھنے کی کوشش کی اور ان کے بے لاگ فیصلے عوام کو انصاف فراہم کرتے رہے، اس زمانے کے قاضیوں میں سب سے نمایاں ذات قاضی شریح کی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے عبد الملک بن مروان کی خلافت کے آغاز تک ساٹھ سال کوفہ کے قاضی رہے۔ انھوں نے عدالتی نظام میں مفید اصلاحات کیں، خفیہ تحقیقات کا طریقہ رائج کیا، نئے نئے اصولِ عدالت وضع کیے ان کے فیصلے سننے کے لیے بڑے بڑے علما عدالت میں آتے تھے۔

علما نے حکم رانوں کے غلط فیصلوں کے آگے کبھی سر نہیں جھکایا اور حق کی آواز بلند رکھنے کے لیے اپنی جان کی بھی پروانہ کی، چناں چہ جب عبد الملک نے اپنی زندگی میں اپنے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے جانشین بنانا چاہا تو مشہور تابعی سعید بن مسیب نے مخالفت کی اور قید و بند کی تکلیفیں اٹھائیں اور کوڑے کھائے، حجاج نے جب بصرہ اور کوفہ کے نومسلموں پر جزیہ لگایا تو علما نے شدید مخالفت کی اور جب عبد الرحمن بن اشعث نے حجاج کے مظالم کے خلاف بغاوت کی اور امر بالمعروف کا علم بلند کیا تو علما کی بڑی تعداد نے جن میں سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور شعبی جیسے بزرگ شامل تھے، عبد الرحمن کا ساتھ دیا۔ اس حق پسندی کی وجہ سے سعید بن جبیر کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا، اس بغاوت کے سلسلے میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے علما نے بھی جو حکومت کا تعاون کرتے تھے باغیوں کا ساتھ دیا تھا۔ اس طرح جب ہشام کے زمانے میں حضرت زید بن علی نے استبدادی نظام کا تختہ پلٹنا چاہا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تائید کی۔

بنی امیہ کی حکومت سے متعلق علما کے طرزِ عمل کا اس دور کے دو مشہور اہلِ علم کے اقوال سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ مدینہ کے عالم سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا کرتے تھے:

"بنی مروان انسانوں کو بھوکا رکھتے تھے اور کتوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔"

اور بصرہ کے مشہور عالم امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا کرتے تھے:

"اس زمانہ کے امرا کی تلواریں، ہماری زبانوں کے آگے بڑھ گئی ہیں جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمیں تلوار سے جواب دیتے ہیں۔"

اس دور کے حکم راں اگر چہ عوام کا دل نہیں جیت سکے، لیکن علما نے اپنی حق گوئی کی بدولت عوام کو اپنا گرویدہ بنالیا، عوام کے ہمدرد، دین کے محافظ اور اخلاق و انصاف کے علم بردار کی حیثیت سے ان کا وقار بہت بلند ہو گیا، مسلم معاشرے میں علما کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ اِن ہی روایات کا نتیجہ ہے، ایک مشہور مورخ نے لکھا ہے:

"امویوں کے استبداد کے باوجود علما کی حق گوئی اور حق پرستی کی جتنی مثالیں اس زمانہ میں ملتی ہیں اتنی بعد کے

کسی زمانہ میں نہیں ملتیں۔ [۱]

بنو امیہ کی خلافت چوں کہ اسلامی روح سے بالکل خالی تھی اس لیے بیش تر علما ان کی حکومت سے نفرت کرتے اور موقع ملتا تو کھل کر سامنے بھی آجاتے یہ الگ بات رہی کہ نتیجے میں قید یا گردن زدنی کا سامنا کرنا پڑتا۔

جب ہشام بن عبد الملک کا زمانہ آیا تو اس وقت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند درس و افتا کو زینت بخشی۔ ہشام بن عبد الملک ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک تخت نشین رہا اور یہی وہ دور ہے جب کہ امام نے کھل کر میدانِ سیاست میں بھی قدم رکھا اور حکم رانوں کی خلافِ مذہب باتوں سے کبھی سمجھوتا نہ کیا اور نہ مداہنت کا سہارا لیا، حق گوئی اور عزیمت کو ہمیشہ سینے سے لگائے رکھا، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت زید بن علی بن حسین بن علی نے حکومت وقت کے ظلم و استبداد اور غیر آئینی خلافت کے خلاف مہم شروع کی تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ساتھ دیا۔ علامہ موفق لکھتے ہیں:

حضرت زید بن علی نے امام ابو حنیفہ کے پاس ایک قاصد بھیجا وہ انھیں اپنا ہم نوا بنانا چاہتے تھے، حضرت امام نے قاصد سے کہا کہ اگر مجھے یہ یقین ہو تا کہ لوگ انھیں دھوکا نہیں دیں گے اور وفاداری کے ساتھ آپ کا ساتھ دیں گے تو میں ان کا اتباع کرتا اور ان کے ساتھ رہ کر جہاد کرتا۔ اس لیے کہ وہ امام برحق ہیں، لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں لوگ (اہل کوفہ) انھیں دھوکا نہ دیں جیسا کہ ان کے آباو اجداد کو دیا، لیکن میں ان کی مال کے ذریعے مدد کرتا ہوں تاکہ ان کے کام آئے اور کہا کہ میرا یہ عذر بیان کر دینا اور یہ دس ہزار روپے میری جانب سے ان کی خدمت میں پیش کر دینا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی ایک بیماری کا عذر پیش کیا جو رہ رہ کے ابھر جاتی، اس لیے حضرت زید کا ساتھ نہ دے سکے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام اعظم سے حضرت زید بن علی کی تحریک جہاد میں شرکت کے تعلق سے پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ زید بن علی کا خروج رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدر میں خروج کے مشابہ ہے۔ یہ جواب سن کر عدم شرکت کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا: میرے پاس لوگوں کی کچھ امانتیں ہیں، میں نے ان کو ابن ابی لیلیٰ کے سپرد کرنا چاہا تو انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو مجھے یہ خوف دامن گیر ہو گیا کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو امانتیں مجہول رہ جائیں گی۔ (اس خروج کے صلے میں حضرت زید کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا یہ سانحہ ۱۲۲ھ میں ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں ہوا۔) جب بھی حضرت زید کی شہادت کا ذکر ہوتا تو امام اعظم رو پڑتے۔ [۲]

ان اقتباسات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے زید بن علی کی حمایت اور معاونت کر کے گویا حکومت وقت کی مخالفت کی یہی وجہ ہے حکومتوں کی نظروں میں آپ ہمیشہ خار رہے اور مختلف حیلے، بہانے سے ان کے عتاب و

(۱) ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ج:۱، ص:۱۶۷، ۱۶۸
(۲) مناقب موفق، ج:۱، ص:۲۶۰، ۲۶۱

سزا کے شکار بھی رہے۔

امام اعظم کے سلسلے میں حکومت بنوامیہ کی پالیسی:

چوں کہ حکومت پر یہ بات ظاہر ہو چکی تھی کہ امام ابو حنیفہ در پردہ حضرت زید کی حمایت کرتے ہیں، اس لیے بعد کے حکم رانوں کی نظر میں بھی کھٹکتے رہے۔

بنو امیہ کے آخری حکم راں مروان الحمار (متوفی: ۱۳۲ھ) کے دور حکومت میں عراق کے ظالم گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے اور عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے امام صاحب کو قریب کرنے کی کوشش کی، مگر حضرت نے حکومت کی بے اعتدالیوں اور ان کے ظلم و ستم کے پیش نظر حکومت سے الگ رہنے ہی میں بھلائی سمجھی، گورنر کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ حضرت کوئی نہ کوئی عہدہ قبول کرلیں، کبھی وہ عہدۂ قضا پیش کرتا، کبھی بیت المال کی ذمے داری سپرد کرتا، لیکن حضرت عہدہ قبول کرنے سے برابر انکار کرتے رہے۔

ابتداءً ابن ہبیرہ کسی بہانے سے اپنے پاس بلاتا اور بڑی ہم دردی اور نرمی سے پیش آتا تاکہ حضرت امام اپنے موقف میں کچھ لچک پیدا کریں اور حکومت کا کوئی عہدہ قبول کرلیں، درج ذیل واقعے میں اس مقصد کی جھلک صاف نظر آتی ہے:

ایک روز ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا، وہ کسی مسئلے میں ان کی رائے لینا چاہتا تھا، امام صاحب جب ابن ہبیرہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک قیمتی نگینہ اس کے سامنے پڑا ہوا ہے اور وہ اسی کے تعلق سے کچھ سوچ رہا ہے، امام صاحب نے پوچھا کہ آپ کس فکر میں ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ نگینہ میں استعمال کرنا چاہتا ہوں، مگر دقت یہ ہے کہ اس پر دوسرے کا نام کندہ ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ دیکھوں، جب آپ نے دیکھا تو اس پر "عطاء بن عبد اللہ" لکھا تھا آپ نے ابن ہبیرہ سے پوچھا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ نام تبدیل ہو جائے؟ اس نے کہا: ہاں، امام صاحب نے وہ نگینہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو دیا اور کہا کہ نقاش کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہنا کہ "بن" کی "ب" کو اس طرح گھس دے کہ "من" ہو جائے، اور "عبد" کی "ب" کو "ن" بنا دے، وہ شخص گیا اور مطلوبہ ترمیم کے بعد حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے ابن ہبیرہ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ یہ نقش آپ کی خواہش کے مطابق ہو گیا اب آپ اسے پہن سکتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا پڑھیے، پڑھا تو "عطاء بن عبد اللہ" کے بجائے "عطاء من عند اللہ" لکھا ہوا تھا "یعنی اللہ کی طرف سے عطا کردہ" امام کی اس ذہنی جولانی اور تیزی فہم پر ابن ہبیرہ اچھل پڑا، اسی وقت نگینے کو سنار کے وہاں بھیجا گیا تاکہ اسے انگوٹھی میں جڑ دے۔

امام صاحب نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے انھیں بیٹھایا اور کہا:

حضور! اگر آپ اپنی آمد و رفت ہمارے یہاں بڑھا دیں تو ہم آپ سے فائدہ اٹھائیں اور نفع حاصل کریں۔

امام صاحب نے جواب دیا کہ میں تمھارے پاس آکر کیا کروں گا، اگر تم قرب عطا کروگے تو فتنے میں ڈالوگے اور اگر دور کروگے یا قرب کے بعد نکال دوگے تو رنج میں ڈالوگے اور تمھارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی مجھے خواہش ہو اور نہ میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے میں تم سے ڈروں۔[۱]

اس اقتباس سے امام صاحب کی دربار شاہی سے نفرت اور بے باکی کی جرأت نمایاں ہے۔

ابن ہبیرہ کی نرم پالیسی جب کام نہ آئی تو اس نے سخت رویہ اختیار کیا اور یہ طریقہ اپنایا کہ آپ کی بارگاہ میں عہدے اور مناصب پیش کیے جب آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اسی عدم قبول کو بہانہ بنا کر حضرت امام کے لیے قید و بند اور زدو کوب کی سزا تجویز کی اور بڑی بے دردی کے ساتھ اس پر عمل بھی کرایا، یہ تاریخ اسلامی کا بڑا تاریک اور دل خراش باب ہے جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مفتی حجاز شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

خطیب نے ابن ہبیرہ کے ساتھ امام صاحب کا ایک واقعہ یہ بیان کیا:

أنه كلمه فى أن يلى قضاء الكوفة فأبى عليه فضربه مائة سوط وعشرة أسواط فى كل يوم عشرة أسواط وهو على الامتناع فلما رأى ذلك خلى سبيله.[۲]

ابن ہبیرہ چاہتا تھا کہ امام کوفہ کا منصب قضا قبول کریں، آپ نے انکار کیا تو اس پر اس نے روزانہ دس کوڑے کے حساب سے ایک سو دس کوڑے لگوائے، لیکن امام کا انکار بڑھتا رہا، جب اس نے اس قدر انکار دیکھا تو رہائی دے دی۔

ایک روایت میں یہ ہے:

انه أمره بولاية القضاء فامتنع فحبسه فقيل له: إنه حلف أن لا يخرجك حتى تلى ولاية وإنه يريد بناء تعدله اللبن فقال والله ولو سألنى أن أعدله أبواب المسجد مافعلت ولما خلى سبيله قال: كان غم والدتي بضربى عليّ أشد من الضرب.[۳]

ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدۂ قضا دینا چاہا، آپ نے انکار کر دیا تو اس نے انھیں قید میں ڈال دیا۔ انھیں بتایا گیا کہ خلیفہ نے قسم کھائی کہ جب تک تم منصب قضا قبول نہیں کروگے وہ تمھیں نہیں چھوڑے گا۔ (اور یہ بھی سن لو کہ) وہ ایک تعمیر کا ارادہ رکھتا ہے جس کی اینٹ گننے کی ذمہ داری تمھارے سپرد کرنا چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا: بخدا اگر وہ مجھ سے یہ توقع رکھے کہ میں اس کی خاطر مسجد کی دریں گنوں تو یہ بھی نہیں کروں گا۔ جب پروانۂ آزادی مل گیا تو فرمایا: مجھے

(۱) مناقب موفق، ج:۱، ص:۱۷۲
(۲) الخيرات الحسان، ص:۵۹،۵۸
(۳) الخيرات الحسان، ص:۵۹

اپنی مار کا اتنا غم نہ تھا جتنا کہ مجھ پر مار کی وجہ سے میری والدہ کی پریشانیوں کا صدمہ تھا۔

ایک اور روایت میں ہے:

انه أمر بضربه على رأسه فانتفخ رأسه ثم أمر باطلاقه وذكر انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى النوم وهو يقول له أما تخاف الله تعالىٰ تضرب رجلا من أمتى بلا جرم وهدده فأرسل اليه وأخرجه واستحله وكان أحمد بن حنبل لما ضرب فى محنته يتذكر حال أبى حنيفة ويترحم عليه.(۱)

عہدۂ قضا نہ قبول کرنے کی وجہ سے ابن ہبیرہ نے یہ حکم دیا کہ ان کے سر پر کوڑے برسائے جائیں، جب کوڑا مارا گیا تو آپ کا سر سوج گیا پھر اس نے پروانۂ رہائی دے دی۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس واقعے کے بعد اس نے خواب میں رسولِ کریم ﷺ کی زیارت کی آپ فرما رہے ہیں کہ کیا تجھے اللہ کا خوف نہیں ہے کہ میرے ایک امتی کو بے قصور مار رہا ہے؟ پھر سرکار نے اسے سرزنش کی اور تنبیہ فرمائی، اس کے بعد اس نے ایک آدمی کو بھیج کر رہائی کا حکم دیا اور اپنے قصور کی معافی مانگی، جب امام احمد بن حنبل کو قید خانے میں مار کی سزا ملی تو آپ امام اعظم کی حالت زار یاد کر کے ان پر رحمت کی دعا کرتے۔

ان روایتوں سے یہ ظاہر ہے کہ منصب قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے امام صاحب کو جیل کی سلاخوں میں ڈالا گیا اس پر مستزاد یہ کہ کوڑوں کی سزا برابر جاری رہی، لیکن امام نے حکومت کی مطلق العنانی اور جور و ظلم کی حکم رانی کا کبھی ساتھ نہ دیا اور بڑی جرأت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

ضربه لى فى الدنيا أسهل علي من مقامع الحديد فى الآخرة والله لاأفعلن ولو قتلنى.(۲)

میرے لیے دنیا میں ابن ہبیرہ کی سزا آخرت میں لوہے کے ہتھوڑوں کی سزا سے آسان ہے، قسم خدا کی میں ہرگز یہ عہدہ قبول نہ کروں گا اگرچہ وہ مجھے قتل کر ڈالے۔

ابھی ابن ہبیرہ کی ستم رسانی کا سلسلہ ٹوٹا نہیں ہے ذیل کا واقعہ بھی دل کو چھلنی کرنے کے لیے کافی ہے:

قال الربيع أرسلنى لاحضاره يزيد بن عمرو بن هبيرة متولى العراق لمروان بن محمد آخر ملوك بنى أمية فأراده على بيت المال فأبى فضربه أسواطا.

وبسط هذه القصة أن ابن هبيرة كان واليا على العراق من بنى أمية فظهرت الفتنة بالعراق فجمع فقهاء العراق فولى كلامنهم شيأ من عمله وأرسل إلى أبى حنيفة ليكون على خاتمه ولا ينفذ كتاب ولا يخرج شيئ من بيت المال إلا من تحت يده فامتنع فخلف إن

(۱) الخيرات الحسان، ص:۵۹

(۲) مناقب موفق، ج:۲، ص:۲۲

لم يفعل ليضربنه فقال له الفقهاء ننشدك الله أن لا تهلك نفسك فإننا إخوانك وكلنا كاره لهذا الأمر ولم نجد بُدًا من قبوله فأبى وقال لو أرادنى أن أعدله أبواب المسجد لم أفعل فكيف وهو يريد أن يكتب عنق رجل مسلم أى مثلا وخص ذلك لأن القتل أعظم الكبائر بعد الشرك وأختم أنا على ذلك الكتاب فوالله لاأدخل فى هذا أبدا فحبسه صاحب الشرطة جمعتين لم يضربه ثم ضربه أربعة عشر سوطا.

وفى رواية أنه ضرب أياما متوالية فجاء رجل لابن هبيرة فقال له إن الرجل ميت فقال: قل له: يخرجنا من يميننا فسأله فقال لوسألنى أن أعدله أبواب المسجد مافعلت دعونى أستشير إخوانى فى ذلك فاغتنم ابن هبيرة ذلك فأمر بتخليته فركب دوابه وهرب إلى مكة سنة مأة وثلاثين فأقام بها إلى أن صارت الخلافة للعباسية.(۱)

ربیع نے کہا کہ بنوامیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد (مروان الحمار) کی جانب سے نام زد عراق کے گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے مجھے بھیجا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو بلالاؤں تاکہ وہ انھیں بیت المال کی نظامت و نگرانی سپرد کرے، امام نے انکار کیا تو اس نے انھیں کوڑے مارے۔

واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ ابن ہبیرہ بنوامیہ کی جانب سے عراق کا گورنر تھا، جب عراق میں فتنہ رونما ہوا تو اس نے فقہاے عراق کو جمع کر کے اپنی کچھ ذمے داریاں ان کے سپرد کیں، اور امام ابو حنیفہ کو بھی بلا بھیجا کہ ان کے پاس اس کی مہر رہے اور کوئی فرمان ان کی مہر کے بغیر نافذ نہ ہو اور نہ ان کی دستخط کے بغیر بیت المال سے کوئی رقم برآمد ہو، آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو اس نے قسم کھائی کہ اگر آپ قبول نہیں کریں گے تو آپ پر مار پڑے گی، فقہاے عراق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ کے واسطے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں، ہم آپ کے بھائی ہیں ہم بھی یہ کام پسند نہیں کرتے، مجبوراً قبول کر لیا ہے، آپ بھی بادل ناخواستہ ہی قبول کر لیں، امام صاحب نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر وہ یہ چاہے کہ اس کی دل داری کے لیے میں مسجد کی دریں گنوں تو میں یہ بھی نہیں کر سکتا تو اتنا برا کام مجھ سے کیوں کر ہو سکتا ہے، مثلاً وہ لکھے گا کہ فلاں مسلمان کی گردن ماردی جائے اور میں اس پر مہر کروں بخدا میں اس کا عذاب اپنے سر نہ لوں گا، قتل کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ ناحق قتل شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، اس بات پر کوتوال نے آپ کو دو ہفتے قید میں رکھا، اس دوران مارا پیٹا نہیں بعد میں چودہ کوڑے مارے، ایک روایت میں ہے کہ کئی دن متواتر مارا۔ ابن ہبیرہ کے ایک کارندے نے آکر بتایا کہ وہ شخص مرجائے گا، ابن ہبیرہ نے کہا کہ ان سے کہو کہ ہمیں ہماری قسم سے آزاد کریں یعنی عہدہ قبول کر لیں، یہ بات اس نے امام تک پہنچا دی تو امام صاحب نے کہا کہ اگر وہ مجھے

(۱) الخيرات الحسان، ص:۵۸

مسجد کی دریں گننے کو کہے تب بھی نہ گنوں گا۔ مجھے موقع دو کہ اس سلسلے میں اپنے بھائیوں سے مشورہ کرلوں، ابن ہبیرہ نے یہ غنیمت سمجھا اور رہائی کا حکم دے دیا، موقعے کا فائدہ اٹھاکر آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مکہ چلے گئے اس وقت سنہ ۱۳۰ھ تھا اور وہیں اقامت اختیار کرلی یہاں تک کہ عباسیوں کا دور آگیا۔

عہد بنو عباس:

۱۳۰ھ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مکہ شریف کے لیے روانہ ہوگئے اور دو سال بعد ۱۳۲ھ میں سلطنت بنو امیہ کا آفتاب غروب ہوگیا اور آلِ عباس تخت و تاج کے مالک ہوئے، اس خاندان کا پہلا فرماں رواں ابو العباس سفاح ہوا، درج ذیل عبارت سے اس کی سیاسی قلابازیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

عبد اللہ بن محمد جو ابو العباس، سفاح کے نام سے زیادہ مشہور ہے پہلا عباسی خلیفہ ہے، اس کی حکومت کی مدت صرف چار سال ہے، یہ سارا زمانہ مخالفوں کو دبانے اور نئی حکومت مضبوط بنانے میں گزارا، سفاح نے عراق میں شہر انبار کو اپنا دار الخلافہ بنایا اور ۱۳۴ھ میں اس شہر کے قریب ہاشمیہ کے نام سے نیا شہر تعمیر کیا۔

مؤرخوں نے سفاح کی عقل، تدبیر اور اخلاق کی تعریف کی ہے لیکن اس کے ظلم وستم نے تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا، کہا جاتا ہے کہ سفاح کے دست راست ابو مسلم خراسانی نے بنی امیہ کا اقتدار ختم کرنے میں چھ لاکھ انسان ہلاک کیے، دمشق فتح کر کے عباسی فوجوں نے وہاں قتل عام کیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام اموی حکمرانوں کی قبریں کھود ڈالی گئیں، ہشام بن عبد الملک کی لاش قبر میں صحیح سلامت ملی تو اس کو کوڑوں سے پیٹا گیا، بنی امیہ کا بچہ بچہ قتل کیا گیا اور اموی سرداروں کی تڑپتی لاشوں پر فرش بچھا کر کھانا کھایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مؤرخین نے ابو العباس کو سفاح (یعنی خوں ریزی کرنے والا) کا لقب دیا ہے۔

سفاح کے دور کا ایک اہم واقعہ جسے مسلمان مؤرخوں نے اہمیت نہیں دی جنگ تالاس ہے، یہ جنگ قلب سلطنت سے بہت دور ترکستان کی مشرقی سرحد پر عربوں اور چینیوں کے درمیان ۷۵۱ء میں ہوئی تھی، چینیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاکر ترکستان پر قبضہ کرنے کی آخری بار کوشش کی تھی، لیکن اس تالاس کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد ہمیشہ کے لیے ترکستان سے دست بردار ہوگئے۔ عربوں کی فتح نے اس بات کا فیصلہ کردیا کہ ان ملکوں کی آئندہ تہذیب اسلامی ہی رہے گی اور چینی تہذیب کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

علامہ ابن حجر مکی کی تصریح کے مطابق امام صاحب سلطنت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے دورِ حکومت میں مکہ معظّمہ سے کوفہ تشریف لائے، اس نے آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور حکم دیا کہ دس ہزار درہم اور ایک باندی امام کی خدمت میں پیش کی جائے، لیکن آپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔

ابن حجر رقم طراز ہیں:

فقدم الكوفة زمن المنصور فاكرمه واجله وامولہ بعشرة آلاف درهم وجارية فابىٰ قبول ذلك. (۱)

منصور کی حکم رانی کس نوعیت کی تھی اور اس کے دور میں دینی اور مذہبی کاموں کی رفتار کیا تھی اس کی جان کاری کے لیے ذیل کی سطریں ضرور رہ نمائی کریں گی:

منصور (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ)

ابوالعباس سفاح اگرچہ پہلا عباسی خلیفہ ہے لیکن عباسیوں کا پہلا نامور حکم راں اس کا بھائی ابو جعفر منصور (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) ہے جو سفاح کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا منصور نے بائیس سال حکومت کی اور خلافت عباسیہ کی جڑیں کو مضبوط کر دیں، منصور بڑا قابل حکم راں تھا، وہ مخالفوں کے ساتھ تو بڑی سختی کرتا لیکن عام رعایا کے لیے وہ عادل بادشاہ تھا، وہ اپنا تمام وقت سلطنت کے کاموں پر صرف کرتا تھا، اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جس کو کسی حاکم سے تکلیف پہنچے وہ بلا روک ٹوک اس سے شکایت کر سکتا ہے، وہ خود سادہ زندگی بسر کرتا تھا، ایک مرتبہ اس کی لونڈی نے اس کے بدن پر پیوند لگے ہوئے کپڑے دیکھ کر کہا ”خلیفہ اور پیوند لگا ہوا کرتا؟“ منصور نے اس کے جواب میں کہا:

”مرد اس حالت میں عزت حاصل کر لیتا ہے کہ اس کی چادر پرانی ہوتی ہے اور اس کی قمیص میں پیوند لگا ہوتا ہے۔“

منصور کا ایک بڑا کارنامہ بغداد کی بنیاد ہے، خلفاے راشدین کا دارالخلافہ مدینہ تھا، بنی امیہ کا دمشق، منصور نے عباسی دارالخلافہ بنانے کے لیے دریاے دجلہ کے کنارے ایک نیا شہر آباد کیا جو بغداد کے نام سے مشہور ہوا۔ آگے چل کر بغداد نے ایسی ترقی کی کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا شہر بن گیا اس کی آبادی بیس لاکھ سے زیادہ ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ عروج کے زمانے میں بغداد میں سترہ ہزار حمام، اس سے زیادہ مسجدیں اور دس ہزار سڑکیں اور گلیاں تھیں۔

منصور کے زمانے میں عباسیوں کی حکومت اندلس کو چھوڑ کر ان تمام علاقوں میں قائم ہوگئی جو بنی امیہ کے قبضے میں تھے، منصور نے اندلس پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی، اور ایک اموی شہزادہ عبد الرحمن نے وہاں بنو امیہ کی حکومت قائم کر لی۔

منصور کے عہد کا ایک اہم واقعہ ابو مسلم خراسانی کا قتل ہے، عباسیوں کی حکومت قائم کرانے میں ابو مسلم خراسانی کا بہت بڑا حصہ تھا، لیکن منصور نے جب دیکھا کہ ابو مسلم خراسانی کا اثر بڑھ رہا ہے اور اس کی ہمدردیاں عباسیوں سے زیادہ حضرت علی کی اولاد کے ساتھ ہیں تو اس نے ابو مسلم کو دھوکا دے کر قتل کرا دیا۔

منصور کے عہد حکومت میں کئی بغاوتیں بھی ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی طرف سے خلافت حاصل کرنے کی کوششیں بھی ہوئیں، ان میں ایک کوشش محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ نے، (جو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں

(۱) الخیرات الحسان، ص:۵۸

سے تھے) حجاز میں کی اور دوسری اسی کے قریب ان کے بھائی ابراہیم بن عبد اللہ نفس رضیہ نے، لیکن منصور نے ان تمام بغاوتوں کو دبا دیا۔ (۱)

اسلامی حکومت قائم ہوتے ہی تعلیم کو بھی فروغ ملا مگر ابتداءً تعلیم زبانی ہوتی تھی، بنو امیہ کے دور اخیر سے کتاب لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا، لیکن تصنیف و تالیف کا باضابطہ آغاز بنو عباس کے دور میں ہوا، علمائے اسلام نے پہلے دینی علوم کی طرف توجہ کی، قرآن کی تفسیریں لکھیں، حدیث کی جمع و تدوین کی، پھر فقہ کی کتابیں وجود میں آئیں۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کے علاوہ ادب، فلسفہ، ہیئت، ریاضی اور طب وغیرہ علوم پر بھی کتابیں لکھی گئیں۔

عباسی دور میں جو علما اور ادبا پیدا ہوئے ان پر مسلمانوں کو فخر ہے ان کا علمی قد اتنا بلند ہے کہ آج تک ان کی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور سند کا درجہ رکھتی ہیں، ہمارے پاس آج جو اسلامی معلومات کا ذخیرہ ہے انھیں کتابوں کی مرہون منت ہے، بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ یہ کتابیں اسلامی علوم کی بنیاد ہیں۔

فقہ اسلامی کی تدوین اور احادیث کے مجموعوں کی ترتیب و تالیف عہد عباسی کا عظیم کارنامہ ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث کی مشہور کتاب مؤطا امام مالک اسی زمانے میں لکھی، امام اعظم نے فقہ اسلامی کو اسی دور میں تحریری صورت دی اور ابن اسحاق نے سیرت رسول پر پہلی مکمل کتاب اسی زمانے میں مرتب کی۔

وہ چار مکاتب فقہ جو مذاہب فقہ کہے جاتے ہیں یعنی فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اسے دور سے تعلق رکھتے ہیں، بلکہ فقہ جعفری جس کے اثنا عشری شیعہ پابند ہیں اسی زمانے میں مدون ہوا۔

فقہ حنفی کی اشاعت سب سے زیادہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دو شاگردوں امام ابو یوسف (۱۱۳ھ تا ۱۸۳ھ) اور امام محمد بن حسن شیبانی (۱۳۲ھ تا ۱۸۹ھ) کے ذریعہ ہوئی، ان دونوں حضرات نے فقہ حنفی میں کتابیں لکھیں اس پر مستزاد یہ کہ امام ابو یوسف کو ہارون رشید نے پوری خلافت عباسیہ کا قاضی بنا دیا تھا اس وجہ سے مذہب حنفی کو بہت فروغ ملا۔

روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ ابو جعفر منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتداءً بڑی آؤ بھگت کی، لیکن جب اس نے حکومت کے استحکام اور عوام و خواص کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے امام صاحب کو آلۂ کار بنانا چاہا تو اس کے لیے اس نے بھی ابن ہبیرہ کی طرح منصب قضا پیش کیا، انکار پر قید و بند کی سزا دی گئی، انجام کار موت کا سامنا کرنا پڑا۔

دور منصور میں امام اعظم کی آزمائش کی قدرے تفصیل کچھ یوں ہے:

منصور کے دربار میں امام اعظم کی پہلی تقریر:

ربیع بن یونس بیان کرتے ہیں کہ منصور نے امام مالک، ابن ابی ذئب اور امام اعظم رضی اللہ عنہم کو اپنے دربار

(۱) ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ج:۱، ص:۱۸۸، ۱۸۹

میں بلا کر پوچھا کہ یہ جو خلافت کا بوجھ مجھ پر ڈالا گیا ہے میں اس کا اہل بھی ہوں یا نہیں؟ امام مالک نے جواب دیا کہ تو اس کا اہل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ تجھ پر یہ بوجھ نہ ڈالتا اور بجائے تمھارے اہل بیت میں سے کوئی خلیفہ ہوتا، اللہ تعالیٰ اس خلافت پر تیری مدد فرمائے اور اس کا بوجھ اٹھانے پر تجھے صبر کی توفیق دے۔

ابن ابی ذئب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دنیا کا ملک جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور آخرت کا ملک طلب گاروں میں سے جسے چاہے عطا فرمائے گا اور جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے، اگر تو نے اللہ کی اطاعت کی تو اس کی توفیق تیرے قریب ہے اور اگر نافرمانی کی تو دور ہے، رہا خلافت کا معاملہ تو یہ تقویٰ شعار لوگوں کے اتفاق رائے سے طے پاتا ہے جب کہ یہ خلافت ایسے حضرات کے اتفاق سے قائم نہیں ہوئی ہے اور یہ بھی سن لو کہ تم اور تمھارے معاونین توفیق اور عدل و انصاف سے کہیں دور ہیں، اگر تو اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرے اور نیک اعمال کے ذریعے قرب خداوندی چاہے تو ٹھیک ہے ورنہ (سزا) کے لیے بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جائے گا، امام اعظم فرماتے ہیں مجھے اور مالک کو یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔

پھر منصور نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے تو آپ نے جواب دیا کہ دین کی ہدایت طلب کرنے والا غصہ سے دور رہتا ہے اگر تو نے نصیحت کے لیے ہمیں بلایا ہے تو یقین رکھ کہ صرف ہمارے جمع ہونے سے رب راضی نہ ہوگا اور اگر اپنی مرضی کے مطابق ہم سے کہلوانا چاہتا ہے کہ لوگ یقین کر لیں کہ ہم نے تیری خلافت کے جواز میں فتویٰ دے دیا ہے اور تو خلافت کا مستحق ہو گیا ہے تو یاد رکھ کہ ابھی تک دوسرے مفتیوں نے تیری خلافت کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے، جب کہ خلافت مومنین کے اتفاق اور مشوروں سے طے پاتی ہے چناں چہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں نے خلیفہ منتخب کیا، اس کے باوجود انھوں نے چھ ماہ تک حکم صادر نہ فرمایا جب تک کہ اہل یمن اور دوسرے علاقے کے لوگوں نے آپ کی بیعت نہ کر لی۔

ان تینوں حضرات کی تقریر سننے کے بعد منصور نے کہا کہ آپ لوگ تشریف لے جائیں، جب وہ چلے گئے تو اشرفیوں کی تین تھیلی دے کر ایک شخص کو اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ امام مالک سب لیں تو سب دے دینا، اگر ابن ابی ذئب یا ابو حنیفہ مانگیں تو ان کا سر قلم کر کے میرے پاس لانا، چناں چہ وہ شخص ابن ذئب کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ جو مال مجھے منصور کے لیے پسند نہیں وہ میں اپنے لیے کیسے پسند کر سکتا ہوں، پھر وہ شخص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے جواب دیا کہ بخدا میں اس میں سے ایک درہم بھی نہیں چھوؤں گا اگر چہ میری گردن مار دی جائے، اور امام مالک نے وہ سب مال قبول کر لیا، وہ شخص سارا مال انھیں دے کر منصور کے پاس آیا تو منصور نے کہا اس طرز عمل سے انھوں نے اپنی جان بچا لی ہے۔ (۱)

---

(۱) مناقب کردری، ج:۲، ص:۱۵، ۱۶

امام صاحب کی یہ بے باکی منصور کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھی، اس جرأت مندانہ تقریر نے تمام شکوک و شبہات سے پردہ اٹھا کر امام صاحب کا سیاسی موقف واضح کر دیا تھا، ابھی وہ اسی فکر میں تھا کہ امام کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے جب تک یہ اطلاع ملی کہ محمد بن عبد اللہ (نفس زکیہ) نے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے، یہ تحریک ایک ہمہ جہت اور انقلابی تحریک تھی، ایک ہی روز میں پوری سلطنت کا تختہ الٹنے کی تیاری مکمل ہو چکی تھی، مدینہ منورہ میں کوئی فرد ایسا نہ رہ گیا تھا جس نے محمد نفس زکیہ کی حمایت میں ہاتھ نہ اٹھایا ہو، محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نفس رضیہ اس لحاظ سے مضبوط تھے کہ اجتماعی تحریک کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی۔

کوفہ میں جب ابراہیم نفس رضیہ نے تحریک کا کام آگے بڑھایا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومت کی پالیسی سے قطعًا بے نیاز ہو کر نفس رضیہ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ یافعی لکھتے ہیں:

كان ابو حنيفة يجاهر في أمره و يامر بالخروج معه. (۱)

ابراہیم کی حمایت پر امام ابو حنیفہ علانیہ ابھارتے اور ان کے ساتھ حکومت سے مقابلہ کرنے کا حکم دیتے۔

اس تحریک کو نیست و نابود کرنے کے لیے ابو جعفر منصور کوفہ پہنچا اور جس کے متعلق مخالفت کا تھوڑا سا بھی شبہہ ہوتا حکومت کے کارندے اسے فوراً اچک لیتے، مگر اس ہول ناک ماحول میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بڑی بے نیازی کے ساتھ میدان میں کود پڑے اور یہ فتویٰ صادر فرمایا:

غزو بعد حجة الإسلام أفضل من خمسين حجة. (۲)

حج فرض کے بعد اس جنگ میں شریک ہونا پچاس حج سے بہتر ہے۔

امام اعظم کے شاگرد امام زفر بن ہذیل کا بیان ہے:

كان أبوحنيفة يجهر بالكلام أيام إبراهيم جهارا شديدا. (۳)

ابراہیم نفس رضیہ کے خروج کے زمانے میں امام ابو حنیفہ علانیہ بلند آواز سے لوگوں کو حکومت کی بغاوت پر برانگیختہ کرنے لگے۔

ایک طرف تو امام اعظم نے منصور کے خلاف معرکہ آرائی کا فتویٰ صادر فرمایا اور دوسری طرف اس کے وفادار جرنیل حسن بن قحطبہ کو اپنا حامی بنا کر منصور سے متنفر کر دیا، جب منصور نے حسن کے اندر کچھ تبدیلی محسوس کی تو تحقیقات شروع کی اور دریافت کیا:

---

(۱) السعی الشافعی، ج:۱، ص:۳۰۰

(۲) مناقب الموفق، ج:۲، ص:۸۳

(۳) مناقب موفق، ج:۲، ص:۱۷۱

من هذا الذی یفسد علینا هٰذا الرجل۔ کون ہے جو حسن کو ہم سے متنفر کر رہا ہے۔

تو اسے بتایا گیا کہ وہ ابو حنیفہ کے پاس آتا جاتا ہے۔ امام موفق لکھتے ہیں:

انه یدخل علی أبی حنیفة رحمه الله.(۱)

وہ ابو حنیفہ کے پاس آتا جاتا ہے۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

تاریخی شواہد یہ بتاتے ہیں کہ جب محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نفس رضیہ کی انقلابی تحریک مدینہ، بصرہ اور کوفہ میں خفیہ طور پر سرگرم عمل تھی تو اس وقت امام ابو حنیفہ، عباسی فوج کے سپہ سالار حسن بن قحطبہ کو اس سے توڑنے میں مصروف تھے اور کامیابی بھی ملی۔

ایک دن وہ بھی آیا کہ محمد و ابراہیم کے ہم نوا اور ملت اسلامیہ کے خیر خواہ منصور کے آمنے سامنے ہو گئے اور یہ معرکہ آرائی اتنی زبردست ہوئی کہ منصور اپنی بہادری اور سیاسی پختگی کے باوجود پریشاں حال نظر آنے لگا اور اتنا مایوس ہوا کہ میدانِ جنگ سے فرار کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ لیکن منشائے الٰہی کچھ اور ہی تھی، تدبیر پر تقدیر غالب آئی، محمد نفس زکیہ اور ابراہیم نفس رضیہ یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، اس طرح اس انقلابی تحریک نے دم توڑ دیا اور عباسی خلافت کی جان میں جان آئی۔

یہ سب ہونے کے باوجود منصور نے امام اعظم کی گرفتاری کی طرف فوراً کوئی پیش رفت نہ کی وہ خوب سمجھ رہا تھا کہ ان نازک حالات میں امام ابو حنیفہ کو چھیڑنا شیر ببر کو چھیڑنے کے مرادف ہے، اس لیے کہ امام کی شخصیت علمی، دینی اور سیاسی اعتبار سے بہت بلند تھی جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہی تھی۔ لیکن منصور اندر ہی اندر اضطرابی کیفیات سے دوچار تھا اور موقعے کی تلاش میں تھا کہ امام کے اوپر کیسے اور کب قابو پایا جا سکتا ہے۔

منصور اچھی طرح سمجھتا تھا کہ امام صاحب منصب قضا قبول نہیں کریں گے، اس بہانے انھیں جیل کی سلاخوں میں ڈال کر ان کی تحریک پر قدغن لگائی جا سکتی ہے، اپنے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے حضرت امام سے از سر نو تعلق استوار کیا، انھیں کوفہ سے بغداد بلا کر پہلے مقامی قضا کا عہدہ پیش کیا، آپ نے انکار کیا تو چند ریاستوں کی قضا کی پیش کش کی، جب یہ بھی قبول نہ کیا تو تمام ممالک محروسہ کے لیے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی گزارش کی، ساتھ ہی یہ بھی اختیار دیا کہ اسلامی ریاستوں میں جہاں کہیں بھی قضاۃ کی ضرورت ہوگی حضرت امام ہی ان کا تقرر فرمائیں گے، امام نے یہ ساری ذمہ داریاں قبول کرنے سے انکار کر دیا، منصور کا غصہ بڑھتا گیا، جب انکار اور عذر خواہی کے بعد بھی چھٹکارے کی صورت نظر نہ آئی تو آپ نے منصور سے کہا کہ میرے اندر قضا کی صلاحیت نہیں، منصور نے کہا کہ ایسا تو کچھ نہیں، تم بھرپور قضا کی صلاحیت رکھتے ہو، ایسے ہی جب سوال و جواب کا سلسلہ دراز ہو گیا تو

(۱) مناقب موفق، ج:۲، ص:۱۸٤

منصور نے غضب ناک انداز میں کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، تم قضا کی صلاحیت رکھتے ہو۔

منصور کے اس انداز گفتگو پر امام صاحب کو موقع مل گیا اور خلیفہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

عالی جاہ! آپ نے تو میرے حق میں فیصلہ کر دیا، آپ کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ آپ ایسے شخص کو قاضی بنائیں جو جھوٹا ہو، حضرت امام کے اس جواب پر منصور کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو یہ کام کرنا پڑے گا، امام نے بھی قسم کھائی کہ بخدا میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا، یہ بے باکانہ جواب سن کر منصور آگ بگولا ہو گیا اور اسی وقت آپ کے اوپر تازیانے برسائے گئے۔

علامہ موفق لکھتے ہیں:

فشتمه ودعاله بالسياط فضربه ثلاثين سوطا.

منصور نے امام صاحب کو برا بھلا کہا اور کوڑا منگا کر تیس کوڑے لگائے۔

اس واقعے کے راوی عبد العزیز بن عصام کہتے ہیں کہ جس وقت امام ابوحنیفہ باہر لائے گئے تو میں نے دیکھا کہ آپ صرف پائجامہ پہنے ہوئے ہیں، پشت پر مار کے آثار ہیں اور خون ایڑیوں تک بہ رہا ہے۔ (۱)

ان سختیوں کے بعد بھی جب آپ نے منصب قضا قبول نہ کیا تو اس نے انھیں جیل بھیجنے کا حکم دیا اور یہ بھی تاکید کی کہ ان پر سختیاں کی جائیں، ان سختیوں کے تعلق سے علامہ موفق داؤد بن راشد واسطی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

داؤد کہتے ہیں کہ جن دنوں امام ابوحنیفہ کو منصب قضا نہ قبول کرنے کی وجہ سے سزائیں دی جا رہی تھی اس وقت میں موجود تھا، آپ کو روزانہ جیل سے نکالا جاتا اور انتہائی بے دردی کے ساتھ دس کوڑے لگائے جاتے۔ پھر جیل میں واپس کر دیا جاتا، اسی طرح ایک سو دس کوڑے مارے گئے۔ آپ سے روز کہا جاتا کہ منصب قضا قبول کر لو، لیکن آپ کہتے کہ میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جب آپ پر برابر مار پڑتی تو روتے، راوی کہتے ہیں وہ چپکے چپکے یہ دعا کرتے:

اللهم ادفع عني شرهم بقدرتك. اے اللہ تو مجھے ان کے ظلم سے بچا۔

جب انکار بڑھا تو کھانے پینے اور قید و بند کی سختی کی گئی، اس پر بھی انکار رہا تو زہر دے کر قتل کر دیا گیا۔ (۲)

زہر دینے کے بعد آپ کو پیٹا گیا تاکہ زہر بدن میں جلد سرایت کر جائے۔ علامہ کردری لکھتے ہیں:

ثم أمر المنصور أن يضرب مصلو باحتى يتفرق السم علىٰ أعضائه ففعل به ذلك. (۳)

پھر منصور نے یہ حکم دیا کہ انھیں سولی پر لٹکا کر پیٹا جائے تاکہ زہر جلدی سے اعضا میں پھیل جائے، تو ایسا ہی کیا گیا۔

---

(۱) مناقب موفق، ج:۲، ص:۱۷۰، ۱۸۱

(۲) موفق، ج:۲، ص:۱۷٤

(۳) مناقب کردری، ج:۲، ص:۲۵

یہ بات عام طور سے مشہور ہے کہ آپ کو زہر لا علمی میں دیا گیا تھا، لیکن مورخین کی ایک اچھی خاصی تعداد اس رائے سے اتفاق نہیں کرتی۔ امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

وروی جماعة أنه رفع إليه قدح فيه سم ليشرب فامتنع وقال: إني لأعلم مافيه ولا أعين على قتل نفسي فطرح ثم صب في فيه قهرافمات۔ (۱)

ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ امام کو زہر کا پیالا دیا گیا تاکہ وہ پی لیں تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے، میں اسے پی کر خود کشی نہیں کر سکتا، چناں چہ انھیں زمین پر پٹک کر جبراً منہ میں زہر انڈیل دیا گیا، جس کی وجہ سے آپ ہمیشہ کی نیند سو گئے۔

یہ تھی امام پاک کے اوپر ظلم و ستم کی داستان۔ ان دونوں حکومتوں کے فرماں رواؤں نے آپ کے اوپر صرف اس لیے مظالم ڈھائے اور اخیر میں شہید کر دیا کہ امام نے ان کی بے راہ روی، حرام خوری اور ناانصافی کی وجہ سے ان کی ہم نوائی سے پہلو تہی کی اور کسی طرح کا کوئی تعاون نہیں کیا، اس کے بر خلاف جو اصلاح پسند تحریکیں تھیں، ان کا حتی المقدور ساتھ دیا، امام چاہتے تھے کہ خلافت کا طور طریقہ اسلامی ہو، خلافت راشدہ کے نہج پر ہو، اسی خلافت راشدہ کی بہاریں دوبارہ لانے کے لیے امام کی جدو جہد عمر بھر جاری رہی، جس کی وجہ سے آپ حکمرانوں کی نظر میں ہمیشہ کانٹے کی طرح چبھتے رہے۔

اسلامی سلطنت میں قاضی القضاۃ اور بیت المال کی نظامت کا عہدہ بڑا ہی قابل قدر تھا، اس عہدے تک پہنچنے کے لیے بڑی بڑی کوششیں کی جاتیں، مگر امام کو یہ عہدے جبراً دیے جا رہے تھے اور آپ نے لینے سے انکار کیا جس کی پاداش میں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں، ناتواں بدن زخمی کیا گیا، بر سر عام کوڑے برسائے گئے، لیکن امام کی عزیمت و ہمت اور استقامت و پامردی پر کوئی آنچ نہ آئی، آپ اخیر وقت تک ظلم کے خلاف لڑتے رہے، جہاں کہیں بھی دین حنیف کے خلاف کوئی بات دیکھتے فوراً ٹوک دیتے، اس کی بھی پروانہ کرتے کہ سامنے والا کوئی عام آدمی ہے یا تخت و تاج کا مالک۔ درج ذیل واقعے میں آپ کی جرأت اسلامی اور حرارت ایمانی صاف دیکھی جا سکتی ہے۔

ابو المليح کہتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ کوفہ گئے، جمعہ کا دن تھا اور ان دنوں خالد بن عبد اللہ قسری بنو امیہ کی جانب سے کوفہ کا گورنر تھا (وہاں کے دستور کے مطابق جمعہ کی نماز گورنر ہی پڑھاتا تھا) خالد خطبے کے لیے منبر پر چڑھا اور حکومت کے مراسلات پڑھنے میں اس قدر مشغول ہو گیا کہ قریب تھا کہ عصر کا وقت آجائے (مصلیوں پر خاموشی طاری تھی، کسی میں کچھ بولنے کی ہمت نہ تھی) اچانک ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا:

الصلوٰة خرج الوقت ودخل وقت آخر۔ نماز جمعہ کا وقت نکل گیا اور عصر کا وقت آگیا۔

---

(۱) الخيرات الحسان، ص:٦١

اتنا کہنا تھا کہ فوراً اس شخص کو گرفتاری کا حکم دیا گیا اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔ ابو المليح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پاس کے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔

انھیں ابو المليح سے بعض راویوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے کنکریاں پھینکنا شروع کر دیں اور نماز، نماز کی آواز بلند کی تو خالد نے نماز پڑھی پھر حکم دیا کہ نعمان کو گرفتار کر لو، انھیں گرفتار کر لیا گیا اور جب خالد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے پوچھا کہ تمھیں اس حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا تو انھوں نے کہا:

نماز کسی کا انتظار نہیں کرتی، اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور تم زیادہ مستحق ہو کہ قرآن کا اتباع کرو، انھوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات. انھوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشوں کی پیروی کی۔

پھر خالد نے کہا کہ بخدا بتاؤ کہ نماز کے علاوہ اور کوئی چیز تمھارے پیش نظر نہ تھی۔ انھوں نے کہا اس کے علاوہ میرا اور کوئی ارادہ نہ تھا، اس بیان پر خالد نے انھیں چھوڑ دیا۔ (۱)

ماخذ

۱-مناقب الامام الاعظم، امام موفق بن احمد مکی حنفی، ۵٦۸ھ، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد دکن

۲-مناقب الامام الاعظم، محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی (ابن بزاز)، ۸۲۸ھ، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد دکن

۳-الخیرات الحسان، امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۳ھ، دارالکتب العربیہ الکبریٰ مصر

٤-ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ثروت صولت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دھلی

(۱) مناقب موفق، ج:۱، ص:۱۷۲

حضرت امام اعظم قدس سرہٗ کے سوانحی ماخذ

مولانا محمد طفیل احمد مصباحی، نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

امام الائمہ، سراج الامہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفیٰ: ۱۵۰ھ) اسلامی تاریخ کی اس مایۂ ناز ہستی اور علمی دنیا کی اس فقید المثال عبقری شخصیت کا نام ہے، جس پر علم و حکمت، فقہ و افتا اور تدبّر و تفقّہ کی ہزاروں انجمنیں قربان ہیں۔ آپ مجلس علم و فن کے صدر نشیں، بحر شریعت و طریقت کے غوّاص، میدانِ تحقیق و تنقیح کے شہ سوار اور صحیح معنوں میں "امام اعظم" تھے۔ امامت علم اور جلالت فن کے آپ جس "قصر رفیع" پر فائز تھے، بعد کے ائمہ و محدثین اور علما و فقہا اس بامِ رفیع کی چند سیڑھیاں ہی طے کر پائے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے آپ کی ہمہ گیر اور تہ دار فکر و شخصیت کا جامع تعارف صرف ایک جملے میں اس طرح کرایا ہے: الناس فی الفقه عیال أبی حنيفة.

امام اعظم ابو حنیفہ جیسا ذہین و فطین، اخّاذ و طبّاع اور فقہ و فتویٰ کا ماہر انسان آج تک پیدا نہ ہو سکا۔ امام شافعی جیسے جلیل القدر صاحب مذہب امام، آپ کے شاگرد (امام محمد) کے شاگرد ہیں۔ بخاری شریف کے بلند پایہ مصنف حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری ۶/ واسطوں سے امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ غرض کہ بڑے بڑے ائمہ و محدثین آپ کے سلسلۂ تلمّذ سے وابستہ اور آپ کے خوان علم کے خوشہ چیں ہیں۔

حدیث پاک میں فرمایا گیا: لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من أبناء فارس. یعنی اگر علم ثُریّا پر بھی ہوتا تو فارس کے کچھ نوجوان اسے حاصل کر لیتے۔ امام اعظم فارسی النسل ہیں اور محدثین کی صراحت کے مطابق اس حدیث کے مصداق امام اعظم ابو حنیفہ ہیں۔ علم و حکمت، تحقیق و تدقیق اور تبحر و تفقہ کو اوج ثریا سے اٹھا کر زمین کی وسعتوں میں پھیلانے والے اور ہزاروں کی تعداد میں باکمال فقہا و محدثین کی کھیپ تیار کرنے والے کوئی اور نہیں بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ ہی ہیں۔

امام موصوف کا مختصر رسالہ "فقہ اکبر" علم کلام کا "نقش اول" ہے اور آپ علم کلام کے بانی و موجدین میں سے ہیں۔ فقہ کے علاوہ علوم قرآن، تفسیر و حدیث، اصول فقہ اور دیگر علوم و فنون میں بھی آپ کو بہت سارے امتیازات و ترجیحات حاصل ہیں اور ہر اعتبار سے آپ کی امامت اور علمی جلالت مسلم ہے۔

لیکن افسوس! صد افسوس! اس کثیر الجہات اور متنوع صفات کی حامل شخصیت کی حیات و خدمات پر قابل ذکر اور خاطر خواہ کام نہ ہوا اور آپ کی بے مثال ذات تحقیق و ریسرچ کا موضوع نہیں بن سکی۔ سچ پوچھیے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی تاریخ کی ایک "مظلوم شخصیت" ہیں۔ مسلکی اختلاف رکھنے والے علما نے تعصب سے کام لیتے

ہوئے آپ پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے اور حقائق سے کوسوں دور من گڑھت اور بے بنیاد باتیں آپ کی طرف منسوب کردیں اور ہمارے علمانے امام موصوف کی فکر وشخصیت اور سیرت وسوانح مرتب کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی، جس کے باعث آپ کی "صدرنگ حیات" کے بیشتر گوشوں سے دنیا کما حقہ واقف نہ ہوسکی۔

الحمدللہ! اب جمود وتعطل کی برف دھیرے دھیرے پگھل رہی ہے اور ہمارے علمائے کرام نے اپنے رہوار فکر وعمل کو تیز گام کرتے ہوئے اس میدان میں پیش قدمی شروع کردی ہے اور اس عمل خیر کے مثبت اثرات اور خوش گوار نتائج دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ جامعہ عبداللہ بن مسعود کولکاتہ کے زیر انتظام "امام اعظم سیمینار" اسی سلسلے کی ایک خوب صورت کڑی ہے۔ سیمینار کے منتظمین قابل مبارک باد اور توصیف وتحسین کے مستحق ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کو امام اعظم کے علمی وروحانی فیضان سے مالامال فرمائے۔ آمین۔

ماخذ کی اہمیت وافادیت:

علم وتحقیق اور تصنیف وتالیف کی دنیا میں ماخذ کو جو اہمیت وافادیت حاصل ہے، اس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ ماخذ اور حوالوں کے بغیر مضمون اور مقالے کی حیثیت جسدِ بے روح کی ہے۔ مضمون ومقالہ خواہ جس نوعیت کا ہو، اس میں ماخذ کا التزام اور حوالے کی رعایت بہر حال ضروری ہے۔ ان دونوں کے التزام سے ہی ایک مقالہ یا مضمون مکمل اور کامیاب کہلاتا ہے۔ ورنہ ہمارے مضمون پر "ہوائی فائرنگ" والا محاورہ صادق آتا ہے۔ بنیادی طور پر ہر زبان وادب کے دو حصے ہوا کرتے ہیں۔ (۱) ادب لطیف، (۲) ادب سنجیدہ۔ انگریزی میں "ادب لطیف" کو "Light Literature"۔ جب کہ "ادب سنجیدہ" کو "Serous Literature" کہتے ہیں۔ ادب لطیف میں شعری و نثری اقسام و اصناف داخل ہیں۔ غزل، قصیدہ، مرثیہ، حمد ونعت، مثنوی، رباعی وغیرہ ادب لطیف کے شعری اقسام ہیں اور ناول، افسانہ، ڈراما، مقالہ اور سوانح وغیرہ یہ چیزیں ادب لطیف کے نثری اقسام واصناف ہیں۔ ادب لطیف کے نثری اقسام میں "سوانح نگاری" یا "تذکرہ نگاری" کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ ہمارے مصنفین نے افسانہ اور ناول نگاری میں جس قدر اپنی فکری توانیاں صرف کی ہیں، تذکرہ یا سوانح نگاری میں بھی ان کی خدمات دیگر اصناف نثر سے کم نہیں ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی اور دنیا کے دیگر زبانوں میں ناول اور افسانہ کے ساتھ تذکرہ اور سوانح کا اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہے۔ اردو میں الف لیلیٰ، بوستان خیال، باغ وبہار، فسانۂ عجائب، ابن الوقت اور بنات النعش جیسی ناول اور افسانہ کی کتابوں کے مقابلے میں نکات الشعرا، گلشن بے خار، یادگارِ غالب، آب حیات اور حیات اعلیٰ حضرت جیسی ممتاز سوانحی کتابوں کا نام لیا جاسکتا ہے۔

ماخذ ومراجع اور مصادر ومنافع کی اہمیت ومعنویت اور عظمت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ تصنیف وتالیف اور تحقیق وتنقید کے دشوار گزار مراحل، ماخذ کے بغیر طے ہو ہی نہیں سکتے۔ ارباب علم ودانش اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ایک مضمون، مقالہ، کتابچہ، رسالہ اور کتاب ترتیب دینے کے لیے سب سے پہلے مواد کی ضرورت اور ماخذ کی فراہمی کا دشوار کن مرحلہ سامنے آتا ہے اور در حقیقت ماخذ ہی اس دشوار کن اور دقت طلب

مرحلہ کو آسان بناتا ہے۔ ایک مصنف کو کسی موضوع پر کتاب لکھنے کے لیے جتنی محنت و مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اس سے کہیں زیادہ محنت و عرق ریزی مواد کی فراہمی اور ماخذ کی تلاش میں اٹھانی پڑتی ہے۔ اس سے آپ ماخذ کی اہمیت و افادیت اور مواد کے حصول میں دشواری و جگر کاوی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ماخذ دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) منفرد اور مستقل ماخذ (۲) جزوی اور ضمنی ماخذ

امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سوانحی ماخذ زیادہ تر جزوی اور ضمنی ہیں۔ منفرد اور مستقل سوانحی ماخذ کی تعداد جزوی اور ضمنی ماخذ سے کم ہے۔ لیکن پھر بھی یہ تعداد پچاس سے متجاوز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مستقل اور انفرادی طور پر آپ کی سیرت و سوانح پر کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔ ہمارے بعض علمانے مستقل اور انفرادی طور پر چند کتابیں لکھیں، لیکن وہ امتدادِ زمانہ اور مرور ایام کے ساتھ عام نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔ آج امام اعظم سے متعلق دونوں قسم کے ماخذ کو منظر عام پر لانے اور جدید رنگ و آہنگ کے ساتھ انھیں عام و تام کرنے کی ضرورت ہے۔ تحریک اسلاف شناسی کا یہ ایک لازمی حصہ اور حالات کا جبری مطالبہ ہے۔

سوانح نگاری اور اس کے لازمی اجزا:

سوانح نگاری یہ تاریخ کی ایک شاخ اور اصنافِ نثر کا ایک اہم شعبہ ہے اور بعض خصوصیات کی وجہ سے اس کا شمار "ادب" میں بھی ہوتا ہے۔ عربی زبان میں اولین سوانح نگار کون ہے؟ تاریخ اس کی وضاحت سے قاصر ہے۔ اردو زبان میں تنقید کی طرح سوانح نگاری کا فن خواجہ الطاف حسین حالی سے شروع ہوتا ہے اور حالی کو اولین سوانح نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کے حیرت انگیز انقلاب نے علوم و فنون کے دائرے کو پہلے سے کہیں زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ ادبیات کا دائرہ بھی اب کافی حد تک وسیع اور متنوع ہو چکا ہے۔

زمانۂ قدیم میں کسی بھی عظیم شخصیت کی زندگی سے متعلق چند امور و واقعات کو قلم بند کرنے کو "سوانح نگاری" کہا جاتا تھا۔ لیکن آج سوانح نگاری کا فن کافی ترقی پذیر اور متنوع جہات کا حامل بن چکا ہے۔ سوانح نگاری کیا ہے اور اس کے لازمی اجزا کیا ہیں؟ اس تعلق سے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

خواجہ الطاف حسین حالی کے بقول "سوانح حیات (سوانح نگاری) اس تصنیف کو کہیں گے جس میں کسی شخص کی زندگی کے واقعات مفصّل طور پر بیان کیے گئے ہوں"۔[۱]

ڈاکٹر عبدالقیوم لکھتے ہیں:

"اب سوانح نگاری محض انسان کی پیدائش، خاندان، تعلیم، مشاغل زندگی اور وفات کا بیان ہی نہیں۔ بلکہ کسی فرد کے ظاہر و باطن، عادات و اطوار، اخلاق و معاشرت، وراثت، نفسانی کیفیت اور اس کی زندگی کے نشیب و فراز کی داستان بن گئی ہے۔ اب سوانح نگاری کے لیے وہ تمام باتیں دل چسپی کا باعث ہیں، جن سے شخصیت کی تعمیر اور ایک

(۱) حیاتِ جاوید، ص:۵

مکمل تصویر بنانے میں مدد ملے۔ سوانح نگاری میں سطحی واقعات اور ظاہری حالات بیان کر دینے سے زیادہ باطنی کیفیت، نفسانی حالت، ذہنی ارتقا، طبعی رجحان اور صاحبِ سوانح کی خوبیاں و کمزوریاں دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ تاکہ ایک واضح تصویر ابھر کر سامنے آسکے۔"(۱)

سوانح نگاری اور تذکرہ نویسی دو الگ چیزیں ہیں:

تذکرہ نویسی ایجاز و اختصار چاہتی ہے، جب کہ سوانح نگاری تفصیل اور طوالت کی حامل ہے۔ اردو ادب میں سوانح نگاری کم اور تذکرہ نویسی کا رجحان زیادہ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوانح عمریوں کا ذخیرہ اردو میں کم اور تذکرہ کی کتابیں زیادہ ہیں۔ سوانح نگاری کا فن اردو میں انگریزی ادب کے دروازے سے داخل ہوئی۔ اردو ادب میں سوانح نگاری کا باقاعدہ آغاز سرسید تحریک سے ہوا، جس کا مقصد اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کارناموں سے درس نصیحت حاصل کرنا اور خود کو روشن مستقبل کے لیے تیار کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے سرسیدؔ، حالیؔ اور شبلیؔ نے اعلیٰ پایے کی سوانح عمریاں لکھیں اور اس طرح باقاعدہ اردو میں "فن سوانح نگاری" کا آغاز ہوا۔

صداقت و واقعیت اور جامعیت "سوانح نگاری" کے لازمی اجزا عناصر ہیں۔ اس سلسلے میں ایک کامیاب سوانح عمری لکھنے اور مواد کی فراہمی کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل امور کا سہارا لیا جائے۔

(۱) خطوط (۲) ڈائری (۳) یاد داشت (۴) تاثرات و اعترافات (۵) ذاتی واقفیت (۶) معاصرین کی شہادت (۷) خود نوشت حالات وغیرہ۔

وہ کتب و رسائل جن میں کسی شخصیت کے متعلق مندرجہ بالا موضوعات کے تحت مدلل انداز میں روشنی ڈالی گئی ہو، وہ "سوانحی ماخذ" ہیں۔ جس کتاب میں کسی اہم شخص کی سیرت و سوانح مستقل اور انفرادی طور پر بیان کی گئی ہو، صرف وہی "سوانحی ماخذ" نہیں ہے۔ بلکہ جس کتاب میں ضمناً بھی کسی کی سیرت و سوانح بیان ہو، اس کا شمار بھی "سوانحی ماخذ" میں ہوتا ہے۔ اہم شخصیات کی سیرت و سوانح پر مضامین بالعموم دو طریقے سے لکھے جاتے ہیں۔ (۱) اجمالی (۲) تفصیلی۔ اجمالی سوانحی مضمون میں متعلقہ شخصیت کی زندگی کے کسی اہم اور خاص گوشے پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ مثلاً "حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تقویٰ شعار زندگی" "حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا مجاہدانہ کردار" وغیرہ۔

امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات و خدمات پر مشتمل مبسوط، مفصّل اور ہر اعتبار سے مکمل کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔ آپ کی حیات و خدمات اور سیرت و سوانح زیادہ تر اجمالی، جزوی اور ضمنی ہیں۔

درج ذیل سطور میں امام موصوف کے سوانحی ماخذ اور آپ کی حیات و خدمات کے اجمالی و تفصیلی تذکروں پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

---

(۱) اردو نثر کا فنی ارتقا، ص: ۳۱۸، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڈھ

امام اعظم کے ضمنی اور اجمالی سوانحی ماخذ: (عربی زبان میں)

مندرجہ ذیل کتابوں میں امام اعظم کے مختصر اور ضمنی تذکرے موجود ہیں۔

(١)الطبقات الكبرىٰ،لابن سعد،٦/ ٢٥٦ (٢)التاريخ الكبير، للبخارى،٨/ ٨١
(٣)الجرح والتعديل،لابن أبي حاتم،١/ ٤٤٩ (٤)المعارف، لابن قتيبة،ص:٤٩٥
(٥)ذيل المذيل، للطبرى، ص: ١٠٢ (٦)الفهرست، لابن نديم، ص: ٢٨٧
(٧)تاريخ بغداد، للخطيب، ١٣/ ٣٢٣ (٨) طبقات الفقهاء، للشيرازى، ص:٨٦
(٩)الأنساب، ص:١٩٦. اللباب،١/ ٣٦٠ (١٠) تهذيب الأسماء و اللغات،٢/ ٢١٦
(١١) خلاصة تهذيب الكمال،ص: ٤٠٢ (١٢)وفيات الأعيان، لابن خلكان، ٥/ ٤٠٥
(١٣)تذكرة الحفاظ، للسيوطى،١/ ١٦٨ (١٤)ميزان الاعتدال، للذهبى، ٤/ ٢٦٥
(١٥) تهذيب التهذيب، لابن حجر العسقلانى، ١٠/ ٤٤٩
(١٦)غاية النهاية، لابن الجزرى، ٢/ ٣٤٢ (١٧)العبر، ١/ ٢١٤
(١٨)البداية والنهاية، لابن كثير، ١٠/ ١٠٧ (١٩)مرأة الجنان، لليافعى،١/ ٣٠٩
(٢٠)النجوم الزاهرة، ٢/ ١٢ (٢١)طبقات الحفاظ، للسيوطى، ٣/ ٨
(٢٢)الخميس فى أحوال أنفس نفيس، ٢/ ٣٢٦ (٢٣)مفتاح السعادة، ٢/ ١٩٥
(٢٤) طبقات الكبرىٰ، للشعرانى،١/ ٥٣ (٢٥)شذرات الذهب،١/ ٢٢٧
(٢٦)الكواكب الدّريّة، للمناوى، ١/ ١٧٥
(٢٧) كشف الظنون، للحاجى خليفة﴿كاتب چلپى﴾، ص:٨٤٢
(٢٨)نزهة الجليس، للموسوى، ٢/ ١٧٦ (٢٩) التاج المكلل، ص:١٣٦
(٣٠) جامع كرامات اولياء، للنبهانى، ٢/ / ٢٧٧
(٣١) روضات الجنات، ٨/ ١٦٨
(٣٢) هدية العارفين، ٢/ ٤٩٥ (٣٣) الذريعة إلىٰ تصانيف الشيعة، ١/ ٣١٦
(٣٤)الجواهر المضيّه، ١/ ٣٩.٥٠[1]

عربی زبان کی یہ کل ۳۴ر کتابیں ہیں، جن میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال وفضائل اور مناقب مختصر انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ امام موصوف کے احوال ومناقب سے متعلق ان ۳۴ر کتابوں کے متفرق عبارات واجزا کتابی شکل میں یکجا کردیے جائیں تو "حیات امام اعظم" پر ایک مفصل اور مبسوط کتاب بآسانی تیار ہو سکتی ہے۔

صاحب کشف الظنون ملّا کاتب چلپی کے بیان کے مطابق امام اعظم کے تذکرہ نگاروں کی ایک طویل فہرست اور

(۱) الجواهر المضية، ١/ ٥٠، مطبوعه دارا لعلوم، رياض

کثیر تعداد ہے۔غرض کے مصنفین و مؤرخین اور ارباب سیر و تاریخ نے امام اعظم کا ذکر جمیل اور آپ کے فضائل و کمالات کا اعتراف بڑے پر شکوہ الفاظ میں کیا ہے۔

امام اعظم کے تفصیلی اور انفرادی سوانحی ماخذ:

حضرت امام اعظم قدس سرہ کی حیات و خدمات، احوال و آثار اور فضائل و مناقب کے تذکرے ان کتابوں میں مستقل طور پر تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔امام موصوف کے سوانحی ماخذ میں مندرجہ ذیل کتابوں کو استناد و اعتبار کا درجہ حاصل ہے۔امام اعظم کے سیرت و سوانح مرتب کرنے والے مصنفین ان کتابوں کا سہارہ لیے بغیر نہیں رہ سکتے۔اگر یہ کتابیں عربی زبان میں نہ لکھی گئی ہوتیں تو دنیا آج امام اعظم جیسے مایۂ ناز فقیہ، بے مثال محدث اور اپنے وقت کی اس عبقری شخصیت سے نا واقف رہتی اور حیات امام اعظم کے بیشتر گوشے ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتی۔ حضرت امام اعظم کا علمی جاہ و جلال، محدثانہ کمال، مناظرانہ شان اور محققانہ رنگ و آہنگ کا جلوہ دیکھنا ہو تو ان کتابوں کا ضرور مطالعہ کریں۔یہ وہ کتابیں ہیں، جن میں امام موصوف کی علمی و روحانی شخصیت کی پاکیزہ اور دل آویز تصویریں چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہیں۔

(۱)مناقب الإمام الأعظم. مصنف:شیخ ابو الموفق بن احمد مکی خوارزمی۔

(۲)مناقب الإمام أبو حنيفة. مصنف:صاحب فتاویٰ بزّازیہ حافظ محمد بن محمد شہاب الکردری۔

(۳)خيرات الحسان فی مناقب الإمام أبی حنيفة النعمان. مصنف:علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی۔

(٤)تبيض الصحيفة فی مناقب أبی حنيفة. مصنف:امام جلال الدین سیوطی۔

(۵)مناقب الإمام الأعظم. مصنف:حضرت ملّا علی قاری حنفی۔

(٦)تانيب الخطيب علیٰ ما ساقه فی ترجمة أبی حنيفة من الأكاذيب. مصنف:شیخ محمد زاہد الکوثری۔

(۷)أبو حنيفة: حياته و عصره. مصنف:شیخ محمد ابو زہرہ۔

(۸)المطالب المتينة فی الذبّ عن الإمام أبی حنيفة. مصنف:مصطفیٰ نور الدین۔

(۹)حياة الإمام أبی حنيفة و فقهه. مصنف:سید محمد عفیفی۔

(۱۰) الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء. مصنف:امام ابو عمر یوسف بن عبد البر۔ (۱)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات و خدمات، فضائل و مناقب اور آپ کے محاسن و کمالات پر مشتمل مندرجہ بالا ۴۶ر کتابیں عربی زبان میں ہیں، جن کے اسما تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں۔تلاش و جستجو کے بعد مزید کتابوں کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔یہاں حصر مقصود نہیں بلکہ موضوع کی مناسبت سے آپ کی سوانحی ماخذ کی چند جھلکیاں قارئین کے سامنے پیش کرنا ہے۔عربی کے علاوہ فارسی اور اردو زبان میں آپ کی سیرت و سوانح پر کتنی کتابیں لکھی گئی ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

---

(۱) الجواهر المضيّة، ۱/ ۵۰، دار العلوم، رياض

حضرت علامہ ابوالبشیر محمد صالح حنفی نقشبندی اپنی کتاب "تحفۂ حنفیہ" میں لکھتے ہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اسلام میں جو رتبہ حاصل ہے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی سوانح عمریاں لکھی گئیں، کسی کی نہیں لکھی گئیں۔ اور ان نامور شخصیتوں نے لکھیں جو اس قابل تھے کہ ان کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جاتیں۔ چناں چہ من جملہ سوانح عمریوں کی چند کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں:

(۱) عقود المرجان	مصنف: امام احمد بن محمد طحاوی
(۲) قلائد عقود الدر و العقیان	مصنف: امام احمد بن محمد بن طحاوی
(۳) مناقب النعمان	مصنف: امام محمد بن احمد بن شعیب
(۴) مناقب النعمان	مصنف: شیخ ابو عبد اللہ صمیری حسین بن علی
(۵) شقائق النعمان	مصنف: علامہ جار اللہ زمخشری
(۶) مناقب النعمان	مصنف: امام موفق الدین بن احمد مکی خوازمی
(۷) کشف الآثار	مصنف: امام عبد اللہ بن محمد حارثی
(۸) مناقب النعمان	مصنف: امام ظہیر الدین مرغنیانی
(۹) مناقب النعمان	مصنف: امام محمد بن محمد کردری
(۱۰) مناقب النعمان	مصنف: شیخ ابو القاسم بن کاسن
(۱۱) کتاب الانتہاء	مصنف: قاضی بن عبد البر
(۱۲) مناقب النعمان	مصنف: امام ابو القاسم عبد اللہ بن محمد احمد ابن ابی عوام
(۱۳) مناقب ابی حنیفہ	مصنف: حضرت امام ذہبی
(۱۴) المواہب الشریفۃ	مصنف: ....
(۱۵) البستان فی مناقب النعمان	مصنف: حضرت شیخ محی الدین عبد القادر
(۱۶) تبییض الصحیفہ	مصنف: امام جلال الدین سیوطی
(۱۷) خیرات الحسان	مصنف: علامہ ابن حجر مکی ہیتمی
(۱۸) مناقب النعمان	مصنف: شیخ شمس الدین احمد بن محمد سنواسی
(۱۹) مناقب الامام الاعظم	مصنف: شیخ ابو سعید (فارسی)
(۲۰) رسالہ فی فصل ابی حنیفۃ	مصنف: شیخ عتیق بن داؤد یمانی
(۲۱) نظم الجنان	مصنف: شیخ صارم الدین ابراہیم بن محمد دقہاق
(۲۲) مناقب الامام الاعظم	مصنف: مولانا محمد کامی آفندی قاضی بغداد (ترکی)

(۲۳) مناقب الامام الاعظم — مصنف: محمد سلمان سعد الدین آفندی (ترکی)
(۲۴) سیرۃ النعمان — مصنف: مولوی شبلی نعمانی (اردو)
(۲۵) غرائب البیان — مصنف: مولانا محمد عبد الغفار (اردو)
(۲۶) مواعظ حسنہ — مصنف: مولوی عبد الحمید صاحب (اردو)
(۲۷) روح الایمان — مصنف: .... (اردو)

ان کے علاوہ امام اعظم کی اور کئی سوانح عمریاں عربی، فارسی اور اردو میں ہیں، جن کے نام بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا۔ (تحفۂ حنفیہ، ص: ۲۳۴/۲۳۶، اسلامی کتب خانہ، سیال کورٹ، پاکستان)

۴۷۲/ صفحات پر مشتمل یہ کتاب "تحفۂ حنفیہ" بجائے خود امام اعظم کی ایک مفصّل سوانح حیات ہے، جن میں آپ کے فضائل و کمالات اور حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر علم و استدلال کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

شیخ دکتور مصطفیٰ الشکعہ دنیائے عرب کے ایک ممتاز عالم دین اور بلند پایہ مصنف و محقق ہیں۔ انھوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات زندگی پر "الائمۃ الأربعۃ" کے نام سے چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ اس کی پہلی جلد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح حیات پر مشتمل ہے، جو ۲۸۶/ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ کتاب "دار الکتاب المصری" قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔

مشہور حنفی عالم دین حضرت علامہ عبد القادر محمد بن قرشی حنفی نے اپنی مایۂ ناز تصنیف "الجواہر المضیّۃ فی طبقات الحنفیۃ" میں امام اعظم کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے "البستان فی مناقب امامنا النعمان" کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں امام موصوف کے احوال و کوائف درج ہیں۔

شیخ عبد الحلیم جندی کی عربی کتاب "ابو حنیفۃ بطل الحریۃ فی الاسلام" ۲۴۷/ صفحات پر مشتمل ہے، جو آپ کی زندگی کے بہت سارے مخفی گوشوں کو اجاگر کرتی ہے اور آپ کے سوانحی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اردو زبان میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و سوانح پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ میری ناقص معلومات کی حد تک علامہ ابن حجر مکی ہیتمی کی مایۂ ناز عربی کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب النعمان" کا سب سے پہلے اردو ترجمہ ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے کیا ہے اور اردو داں طبقہ کو امام اعظم کی شخصیت سے روشناس کرایا ہے۔ آج بھی یہ کتاب "حضرت امام اعظم ابو حنیفہ" کے نام سے مختلف اداروں سے شائع ہو رہی ہے۔

حضرت امام سیوطی کی کتاب "تبییض الصحیفہ" کا اردو ترجمہ، مولانا محبوب علی خاں لکھنوی نے "تنویر الصحیفۃ" کے نام سے کیا ہے۔

مصنف فتاویٰ بزازیہ حافظ محمد بن شہاب الدین کردری کی کتاب "مناقب الامام ابو حنیفۃ" کا اردو ترجمہ علامہ فیض احمد اویسی اور علامہ محی الدین احمد (پاکستان) نے کیا ہے۔ مکتبہ نبویہ، لاہور، پاکستان سے یہ کتاب "مقامات امام

اعظم کے نام سے مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ یہ کتاب ۶۲۹؍ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسی مکتبہ نبویہ نے شیخ ابو موفق بن احمد مکی خوازمی کی عربی تصنیف ”مناقب الامام الاعظم“ کا اردو ترجمہ ”مناقب امام اعظم“ کے نام سے شائع کیا ہے۔

حضرت مولانا جمیل شرق پوری نقشبندی نے ایک کتاب ”تذکرہ امام اعظم ابو حنیفہ“ کے نام سے مرتب کیا ہے۔ ۲۹۸؍ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں بڑے بڑے اہل علم و قلم اور جید علما و مشائخ کے گراں قدر مضامین شامل ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مضمون ”فقہ حنفی اکسیر اعظم اور کبریت احمر ہے“ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کتاب کو سرہند پبلی کیشنز، کراچی، لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی کتاب ”حضرت امام اعظم کی سیاسی زندگی“ امام موصوف کی سوانحی ماخذ میں ایک گراں قدر اور بیش قیمت اضافہ ہے۔

عصر حاضر کے مایۂ ناز محقق، بے مثال مصنف اور قد آور مبلغ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، پاکستان نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی تہ دار علمی شخصیت پر مختلف جہتوں سے کام کیا ہے۔ امام اعظم کی علمی جلالت اور محدثانہ عظمت سے دنیا کو روشناس کرانے کے لیے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے مندرجہ ذیل تین کتابیں لکھی ہیں، جو معنوی خوبیوں سے مالامال اور عظیم علمی اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱)تذکرہ مسانید امام اعظم

(۲)تکمیل الصحیفہ باسانید الحدیث فی الامام ابی حنیفہ

(۳)امام ابو حنیفہ: امام الائمہ فی الحدیث

اب اردو زبان میں حضرت امام اعظم کے ایک ضخیم اور عظیم سوانحی ماخذ کا ذکر کر کے ہم اپنا مقالہ ختم کرتے ہیں۔

۸۵۶؍ صفحات پر مشتمل کتاب بنام ”انوار امام اعظم“ مجلہ یادگار ایوبی، پیپراکنک، ضلع کشی نگر، یوپی کا تیسرا خصوصی شمارہ اور ”امام اعظم سیمینار، ممبئی“ کے مقالات کا ایک حسین، دلکش اور وقیع مجموعہ ہے۔ اردو زبان میں حضرت امام اعظم کی حیات و خدمات، افکار و خیالات اور محاسن و کمالات پر اتنی ضخیم کتاب شاید پہلی بار منظر عام پر آئی ہے۔ صوری اور معنوی محاسن سے لبریز کتاب کے مندرجات اور مشمولات دیکھ کر ان کے مرتبین کی دقت نظر اور مضمون نگار حضرات کی محنت و جانفشانی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی، حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی اور مولانا اختر حسین مباحی دام ظلہم کی ترتیب اور تہذیب نے اس کتاب کو امام اعظم کے سوانحی ماخذ کے باب میں ایک بیش قیمت دستاویز کی شکل عطا کی ہے۔

کثرت کار، ہجوم افکار اور صفحات کی قلت مانع ہے، ورنہ امام اعظم کے چند عربی سوانحی ماخذ کا تجزیاتی اور تبصراتی مطالعہ نذر قارئین کرتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم غلامان امام اعظم کو ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے مالامال فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین علیهم التحیة والتسلیم.***

باب دوم

اساتذہ وتلامذہ

امام اعظم کا سلسلہ تلمذ اور جلیل القدر محدثین

امام اعظم کے اساتذۂ کرام

امامِ اعظم اور آپ کے تلامذہ

امام ابو یوسف: حیات و خدمات

امام محمد کا سوانحی خاکہ

امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مختصر سوانح

امامِ اعظم کا سلسلۂ تلمذ اور جلیل القدر محدثین

مولانا سید محمد قمر عالم اشرفی جامعی، استاذ جامع اشرف، درگاہ کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین

امابعد!

مجھے سیمینار کے لیے مقالہ کا جو موضوع دیا گیا ہے وہ ہے "امام اعظم کا سلسلۂ تلمذ اور جلیل القدر محدثین" ظاہر ہے یہ موضوع تفصیل بھی چاہتا ہے اور تحقیق بھی۔ تفصیل تو اس لیے کہ امام نے جن حضرات سے اپنا سلسلۂ تلمذ قائم کیا ان کی فہرست بڑی لمبی اور طویل ہے اور تحقیق اس لیے کہ میری معلومات میں شیوخِ ابی حنیفہ پر باضابطہ اور بالترتیب اب تک کوئی کام نہیں ہوا ہے۔

ناچیز کو اس بات کا مکمل اعتراف ہے کہ وہ اپنے اس موضوع کا حق ادا نہیں کر سکا ہے جس کی پہلی وجہ تو اپنی علمی کم مائگی ہے اور دوسری وجہ وقت و فرصت کی کمی اور وسائل کی عدم فراہمی ہے لیکن سیمینار میں مقالہ نگاری کی دعوت نے مجھے اس بات پر آمادہ اور مہمیز کیا ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو عن قریب ہی شیوخِ ابی حنیفہ پر تفصیلی کام کا آغاز کروں جس کے لیے میں اس سیمینار کے سارے منتظمین خصوصاً استاذِ گرامی حضرت علامہ مفتی رحمت علی مصباحی سربراہِ اعلیٰ جامعہ عبداللہ بن مسعود و دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، کولکاتا، کا بصمیمِ قلب شکر گزار ہوں۔

ہم اپنے اس موضوع پر اجمالاً یا تفصیلاً گفتگو سے پہلے تین تمہیدی نکات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں:

پہلا نکتہ: محدثین اور ناقدینِ حدیث کے عرف میں اگر کسی شخص کا سلسلۂ تلمذ معلوم کرنا ہو تو اس کا عام طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ وہ کن حضرات سے روایت کرتا ہے بعدہٗ یہ معلوم کیا جائے کہ جو روایت کر رہا ہے اور جن سے روایت کر رہا ہے ان دونوں کے درمیان امکانِ لقا یا معاصرت و ہم زمانگی ثابت ہے کہ نہیں اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر اُس سے اس شخص کا سلسلۂ تلمذ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے اپنے اس مقالے میں اسی انداز کو اپنایا ہے، مسندِ ابی حنیفہ بروایتِ حصکفی جو ملّا علی قاری کی شرح کے ساتھ دارالکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہو چکی ہے اس کے ذریعہ جن

حضرات سے امام کا سلسلۂ تلمذ معلوم ہوتا ہے ان میں سے میں نے صرف پچیس شیوخ پر گفتگو کی ہے۔

دوسرا نکتہ: ناقدینِ حدیث اگر کسی شخص کی حدیث دانی اور علمِ حدیث میں اس کے تبحّر و تثبُّت، مہارت وحذاقت اور اس کی عظمت وجلالت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ اُسے اِتنی حدیثیں یاد تھیں، اس نے اِتنی حدیثیں روایت کیں، اس کے شیوخ اتنی تعداد میں تھے، اس کے تلامذہ شمار سے باہر تھے، اس نے فُلاں فُلاں مقام کا سفر کیا وغیرہ وغیرہ.... بلکہ جب وہ علم حدیث میں کسی کی عظمت وجلالت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں وہ حجت ہیں، وہ امام ہیں، وہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، وہ ثقہ ہیں، وہ ثبت ہیں، وہ حافظ ہیں، وہ متقن ہیں، وہ اثبت الناس ہیں، وہ احفظ الناس ہیں.... میں نے اپنے اس مقالے میں اسی طریقے پر عمل کیا ہے اور شیوخِ ابی حنیفہ کی عظمت وجلالت پر ناقدینِ حدیث کے اقوال و آرا کو جمع کر دیا ہے۔

تیسرا نکتہ: امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں زیادہ تر ایسے حضرات ہیں جو امام کے شہر سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے مقالے کا آغاز میں نے شہرِ ابو حنیفہ سے کیا ہے اور اس کی علمی مرکزیت پر اختصاراً روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

شہرِ ابو حنیفہ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گو کہ ابنائے فارس میں سے تھے تاہم تمام مؤرخین وسیرت نگار کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ امام کا مَولِد و مسکن شہرِ کوفہ ہے جو عرب جغرافیہ نگاروں کے مطابق دریائے فرات کے کنارے ایک وسیع میدان میں واقع ہے۔ جس کی بنیاد جلیل القدر صحابیِ رسول حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ھ ہجری بمطابق ۶۳۸ عیسوی میں رکھی۔[۱]

امام جس زمانے میں پیدا ہوئے، اس وقت اسلامی علوم کے تین مرکز تھے۔ مکۂ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابۂ کرام نے قیام فرمایا جن میں چوبیس بدری صحابی تھے۔[۲] ابن سعد کا بیان ہے کہ کوفہ میں تین سو ایسے اصحاب تھے جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ ابن سعد کے شمار کے مطابق کوفہ کی سرزمین کو ایک سو پچاس فقہاے صحابہ نے اپنے قدومِ میمنت لزوم کا شرف بخشا۔[۳] جن میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت خباب بن ارت، حضرت سلمان فارسی، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت براء بن عازب، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ابوالطفیل، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ شامل ہیں۔ حضرت علی نے کوفہ کو اسلام کا "جمجمہ" یعنی سر قرار دیا۔[۴] حضرت سلمان فارسی نے اسے اسلام اور اہلِ اسلام کا "قُبّہ" یعنی شان وشوکت بتایا۔[۵]

تاریخ وسِیَر کی دسیوں کتابوں میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بھیجا تاکہ وہاں کے رہنے والوں کو قرآن وفقہ کی تعلیم دیں اور بھیجتے وقت وہاں کے لوگوں

کو یہ لکھ بھیجا کہ " میں نے عبداللہ کو بھیج کر تم کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی ہے "[۶] شمس الائمہ سرخسی کے بیان کے مطابق حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جب کوفہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود اپنے چار ہزار شاگردوں کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے نکل پڑے۔ حضرت علی نے شاگردوں کی اس عظیم تعداد کو دیکھ کر فرمایا "ملأت هٰذه القرية علما و فقها" عبداللہ! تونے اس بستی کو علم و فقہ سے بھر دیا ہے۔[۷]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باشندگانِ کوفہ میں تحصیلِ علم کا ایسا شوق بھر دیا اور کچھ ہی عرصے میں علما و فقہا کی ایک ایسی شاندار ٹیم تیار کر دی تھی جن کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: "أصحاب عبدالله سُرُج هٰذه القرية" عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ شہرِ کوفہ کے چراغ ہیں۔[۸]

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

"فبث عبدالله فيهم علما كثيرا وفقه منهم جمّا غفيرا"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باشندگانِ کوفہ میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا اور ایک عظیم تعداد کو فقیہ بنا دیا۔[۹]

محمد بن سیرین کہتے ہیں:

"أتيت الكوفة فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث وأربع مائة قدفقهوا"

میں کوفہ آیا تو دیکھا کہ وہاں علمِ حدیث کے چار ہزار طلبہ موجود تھے اور چار سو ایسے طلبہ تھے جو فقیہ بن چکے تھے۔[۱۰]

عفان کہتے ہیں:

"قدمنا الكوفة فأقمنا أربعة أشهر ولو اردنا ان نكتب مأة ألف حديث لكتبنا بها فما كتبنا إلا قدر خمسة آلاف حديث"

میں نے کوفہ میں چار مہینے قیام کیا، اس مدت میں اگر ایک لاکھ حدیثیں لکھنا چاہتا تو لکھ لیتا مگر میں نے صرف پچاس ہزار حدیث پر اکتفا کیا۔[۱۱]

مذکورہ بالا تاریخی روایات اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ ابھی اسلام پر پوری ایک صدی بھی نہیں گذری تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدومِ میمنت لزوم نے شہر کوفہ کو علمِ حدیث کا ایسا عظیم مرکز اور وہاں کے باشندگان میں روایتِ حدیث، سماعتِ حدیث، کتابتِ حدیث اور فقاہتِ حدیث کا ایسا عظیم ماحول برپا کر دیا کہ کوفہ کی سرزمین علم حدیث کے متبحرین اور جلیل القدر محدثین سے مالامال ہوگئی اور لوگ اخذِ حدیث اور روایتِ حدیث کے لیے مختلف دیار و امصار سے وہاں کا رخ کرنے لگے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محدثین کا جو قافلہ تیار کیا تھا ان کی بارگاہ میں آکر زانوے تلمّذ تہ کرنے لگے۔ جن چار صحابۂ کرام کے اصحاب و تلامذہ سے علمِ نبوت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا، ابن قیم نے ان میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ

بن مسعود کے اصحاب و تلامذہ کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

" والدين والفقه والعلم انتشرفي الأمة عن أصحاب ابن مسعود، وأصحاب زيد بن ثابت، وأصحاب عبد الله بن عمر وأصحاب عبدالله بن عباس فعلم الناس عامته عن أصحاب هٰؤلاء الأربعة فأما أهل المدينة فعلمهم عن أصحاب زيدبن ثابت وعبدالله بن عمرو أما أهل مكة فعلمهم عن أصحاب عبدالله بن عباس وأماأهل العراق فعلمهم عن أصحاب عبدالله بن مسعود"[۱۲]

ترجمہ: دین وفقہ اور علم امت میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زیدبن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اصحاب و تلامذہ سے پھیلا۔ عموماً لوگوں کا علم ان چار صحابۂ کرام کے تلامذہ سے ماخوذ ہے ،اہلِ مدینہ کا علم حضرت زیدبن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمر کے اصحاب و تلامذہ سے،اہلِ مکہ کا علم حضرت عبداللہ بن عباس کے اصحاب و تلامذہ سے اوراہلِ عراق (خصوصاً کوفہ) کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب و تلامذہ سے ماخوذ ہے۔ لٰہذا بعض ناقدینِ امام کا یہ کہنا کہ چوں کہ کوفہ میں حدیث کی روایت وسماعت کا رواج اور ماحول کم تھا شاید اسی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ کا خزانۂ علم وفقہ حدیث کے سرمایہ سے خالی تھا۔ یہ کوفہ کی علمی تاریخ سے بے خبری یا غفلت کا نتیجہ ہے۔

امام اعظم کا سلسلۂ تلمُّذ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن حضرات سے اپنا سلسلۂ تلمُّذ قائم کیا حتمی طور پر ان کی تعداد مقرر نہیں کی جاسکتی اور نہ اس بات کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ امام نے کن شیوخ سے کون سا فن حاصل کیا؟ البتہ بعض سوانح نگاروں نے اجمالی طور پر چار ہزار مشائخ کا ذکر کیا ہے۔

ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

"هم كثيرون لايسع هذاالمختصرذكرهم وقدذكر منهم إلامام أبوحفص الكبير أربعة آلاف شيخ وقال غيره له أربعة آلاف شيخ من التابعين"

امام کے شیوخ واساتذہ اتنے کثیر تعداد میں ہیں جن کا ذکر اس کتابچہ میں نہیں کیا جاسکتا ہے البتہ ابوحفص کبیر نے مجموعی طور پر چار ہزار شیوخ کا ذکر کیا ہے جب کہ دوسرے حضرات کا قول ہے کہ چار ہزار شیوخ تو صرف تابعین میں سے ہیں۔[۱۳]

ابن حجر عسقلانی نے نام بہ نام سولہ شیوخ کا ذکر کیا ہے جن سے امام نے حدیث کی روایت کی۔[۱۴]

علامہ نووی نے خطیب بغدادی کے حوالے سے چودہ شیوخِ حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد "وغیرھم"

کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ اور بھی ہیں جن سے امام نے علم حدیث حاصل کیا۔[۱۵]

ابن عبدالہادی ۱۳؍شیوخ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”عن جماعة كثيرين غير هؤلاء “ ان کے علاوہ ایک کثیر تعداد سے امام نے حدیث کی روایت کی۔[۱۶]

جمال الدین مزی نے ۷۶؍مشائخ کا ذکر کیا ہے۔[۱۷]

ذہبی ۱۳؍شیوخ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:”وعدد كثير من التابعين“اور تابعین کی ایک بڑی تعداد سے علم حدیث حاصل کیا[۱۸]

امام کے شیوخ فی الحدیث کی اجمالی فہرست

مسند ابی حنیفہ بروایتِ حصکفی کے مطابق صحابہ کے علاوہ امام نے جن شیوخ سے اپنا سلسلۂ تلمُّذ قائم کیا ان کی تعداد سو سے زائد ہے جن کے اسمائے گرامی نیچے مذکور ہیں:

(۱)حمّاد بن ابی سلیمان	(۲)علقمہ بن مَرثَد	(۳)عطاء بن ابی رِباح
(۴)ابوالزبیر مکّی	(۵)عمرو بن دینار مکّی	(۶)طاؤس بن کیسان
(۷)عکرمہ	(۸)مِقسم	(۹)نافع
(۱۰)سالم	(۱۱)سلیمان بن یسار	(۱۲)عطاء بن یسار
(۱۳)زُہری	(۱۴)ابو جعفر باقر	(۱۵)محمد بن مُنکَدِر
(۱۶)یحییٰ بن سعید	(۱۷)ربیعہ	(۱۸)عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج
(۱۹)عبداللہ بن دینار	(۲۰)ابواسحاق سَبِیعی	(۲۱)عبدالملک
(۲۲)شعبی	(۲۳)حکم	(۲۴)مُحارِب بن دِثار
(۲۵)سِماک بن حَرب	(۲۶)زِیاد بن علاقہ	(۲۷)ابوبردہ بن ابی موسیٰ اشعری
(۲۸)علی بن الاقمر	(۲۹) ابراہیم بن منتشر	(۳۰) عطیہ بن سعد عوفی
(۳۱)یزید بن عبدالرحمٰن	(۳۲)موسیٰ بن ابی عائشہ	(۳۳)عبداللہ بن ابی حبیبہ
(۳۴) طریف بن شہاب سعدی	(۳۵)سفیان بن طلحہ بن زیاد	(۳۶)عطاء بن سائب بن مالک
(۳۷) عبدالعزیز بن رُفیع	(۳۸)عبدالکریم بن امیہ	(۳۹)عبدالکریم بن ابی المخارق
(۴۰)ہیثم بن حبیب الصرفی	(۴۱)قیس بن مسلم	(۴۲) قاسم بن عبدالرحمن
(۴۳)خالد بن علقمہ	(۴۴)حارث بن عبدالرحمن	(۴۵)یحییٰ بن عبداللہ

(۴۶) مسلم بن ابی عمران (۴۷) معن بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود
(۴۸) عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (۴۹) اسماعیل بن ابی خالد
(۵۰) منصور بن معتمر (۵۱) مسلم بن سالم جُہنی (۵۲) عثمان بن عاصم اسدی
(۵۳) سعید بن مسروق ثوری (۵۴) عدی بن ثابت (۵۵) عاصم بن کُلَیب جرمی
(۵۶) سلمہ بن کُہیل (۵۷) مّکی بن ابراہیم (۵۸) محمد بن منصور بن ابی لیلیٰ سلیمان بلخی
(۵۹) یزید بن صُہیب الفقیر (۶۰) جبلہ بن سُحیم (۶۱) یحییٰ بن عبداللہ کندی
(۶۲) زبید بن الحرث الیامی (۶۳) شیبان (۶۴) محمد بن زبیر حنظلی
(۶۵) محمد ثقفی (۶۶) محمد بن سائب کلبی (۶۷) محمد بن قیس ہمدانی
(۶۸) مخول بن راشد النہد (۶۹) حسن بن عبداللہ (۷۰) ناصح بن عبداللہ
(۷۱) علی بن الحسین الرّدّاد (۷۲) ابوبکر بن ابی الجہم (۷۳) ابویعفور العبدی
(۷۴) ابوالسوّار سلمی (۷۵) یونس بن عبداللہ (۷۶) ابومالک الاشجعی
(۷۷) عبدالرحمن بن حزم (۷۸) زِرّ بن حُبَیش اسدی (۷۹) ابو سلمہ بن سبط
(۸۰) ابراہیم نخعی (۸۱) حمید اعرج (۸۲) اسحاق
(۸۴) ابوالمنہال (۸۵) ایوب سجستانی (۸۶) محمد بن عیسیٰ
(۸۷) یزید طوسی (۸۸) بیان بن بشر (۸۹) خالد بن علقمہ
(۹۰) طلحہ بن نافع (۹۱) مسعر بن کدام (۹۲) سلیمان بن عبدالرحمن دمشقی
(۹۳) یحییٰ بن ابی حیہ ابی جناب (۹۴) یونس بن عبداللہ (۹۵) ناصح بن عبداللہ
(۹۶) یحییٰ بن یعلیٰ (۹۷) اسحاق سلولی (۹۸) محمد بن علی بن نفیل
(۹۹) حسن بن عبداللہ (۱۰۰) یزید بن عبدالرحمن (۱۰۱) داؤد بن ابی ہند
(۱۰۲) ابوفروہ (۱۰۳) ام ثور۔

امام اعظم کا سلسلۂ تلمّذ اور جلیل القدر محدثین

ناقدینِ حدیث کی نگاہ میں ایک محدث کا سب سے بڑا سرمایہ اور سب سے عظیم پونجی اس کی عدالت وثقاہت، اس کا تثبت واتقان اور اس کا حفظ وضبط ہوتا ہے، میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے جس کا نام ابھی میرے ذہن میں نہیں ہے کہ امام بخاری نے اپنی عدالت وثقاہت کو بچانے کے لیے ایک ہزار دینار کی تھیلی دریا میں پھینک دی تھی، اسی طرح معاذ بن معاذ نے مسعودی سے اپنی بے اعتباری کا اعلان کر دیا تھا صرف اس لیے کہ روایتِ

حدیث کے لیے انھیں اپنی تحریری یادداشت کو دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

بہر کیف چوں کہ اس مقالے میں امام کے تمام شیوخ کا استیعاب نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے میں نے صرف پچیس حضرات کا مختصر تعارف اور ان کی عظمت و جلالت پر ناقدینِ حدیث کی شہادت کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۱)- حماد بن ابی سلیمان

مختصر حالات: نام: حماد بن ابی سلیمان، **کنیت:** ابواسماعیل، **القاب:** ذہبی نے انھیں علامہ، امام اور فقیہ العراق جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۲۰ھ/ ہجری میں وصال ہوا، والد کا نام مسلم اور کنیت ابوسلیمان تھی، وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

روایتِ حدیث: حضرت انس بن مالک، ابراہیم نخعی، ابووائل شقیق بن سلمہ، زید بن وہب، سعید بن مسیّب اور عامر بن شراحیل شعبی وغیرہ سے۔

علمی جلالت: عبدالملک شیبانی نے حماد کے استاذ ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ آپ کے بعد مسئلہ کس سے دریافت کروں؟ جواب دیا حماد سے۔[۱۹]

مغیرہ کہتے ہیں: ہم ان کے استاذ ابراہیم نخعی کے پاس ان کی عیادت کے لیے آئے تو انھوں نے کہا: "علیکم بحماد فإنه قد سألني عن جميع ما سألني عنه الناس" حماد کی ملازمت اختیار کرو کیوں کہ انھوں نے مجھ سے وہ سارا کچھ پوچھ لیا ہے جو عام طور پر لوگ دریافت کرتے ہیں۔ [۲۰]

معمر کہتے ہیں: زہری، حماد اور قتادہ سے بڑھ کر کتاب و سنت کی بصیرت رکھنے والا میں نے نہیں دیکھا۔[۲۱]

ابواسحاق شیبانی کہتے ہیں: حماد بن ابی سلیمان، شعبی سے زیادہ کتاب و سنت کی بصیرت رکھتے ہیں۔[۲۲]

یحییٰ بن معین، عجلی اور نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۲۳]

یوں تو امام ابو حنیفہ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے مگر امام نے سب سے زیادہ وقت اپنے جس شیخ کے پاس گزارا، وہ حماد بن ابی سلیمان ہیں تقریباً اٹھارہ سال ان کی صحبت میں رہے اور اپنے استاذ کے وصال کے بعد ان کے حلقۂ علم کے صدر نشیں مقرر ہوئے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

"وأما أبوحنيفة فشيخه الذي اختص به حماد بن أبي سليمان وحماد عن إبراهيم وإبراهيم عن علقمة وعلقمة عن ابن مسعود"[۲۴]

رہ گئے ابو حنیفہ تو ان کے خاص شیخ حماد بن ابی سلیمان ہیں، حماد نے ابراہیم سے، وہ علقمہ سے، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۵]

(۲)- عطاء بن ابی رباح

مختصر حالات: نام: عطاء بن ابی رباح، **کنیت:** ابو محمد، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام، شیخ الاسلام اور مفتی الحرم جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۲۷/ہجری میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں یمن کے ایک مشہور شہر جَنَد میں پیدا ہوئے اور باختلافِ اقوال ۱۱۴/ہجری میں وصال ہوا، والد کا نام: اسلم، اور کنیت: ابو رباح تھی۔

روایتِ حدیث: حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام ہانی، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حکیم بن حزام، حضرت رافع بن خَدیج، حضرت زید بن ارقم، حضرت زید بن خالد جُہنی، حضرت صفوان بن امیہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت ابوسعید خدری وغیرہ سے۔

علمی جلالت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اے باشندگانِ مکہ تم میرے پاس جمع ہوتے ہو حالاں کہ تم میں عطا موجود ہیں'' [۲۶]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''تم لوگ میرے لیے مسائل جمع کر کے رکھتے ہو حالاں کہ عطاء بن ابی رباح تمھارے پاس ہیں''[۲۷]

کیسان کہتے ہیں: ''مجھے یاد ہے کہ بنی امیہ کے زمانے میں آواز لگانے والا یہ آواز لگاتا تھا کہ خبردار! لوگ مسائل نہ پوچھیں مگر عطاء بن ابی رباح سے۔[۲۸]

ربیعہ کہتے ہیں: عطاء فتویٰ میں اہلِ مکہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔[۲۹]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے محمد بن عمرو کہتے ہیں: میں نے عطاء سے بہتر کوئی مفتی نہیں دیکھا۔ [۳۰]

اوزاعی کہتے ہیں: عطاء لوگوں کے نزدیک سب سے پسندیدہ تھے۔[۳۱]

ابو جعفر باقر کہتے ہیں: عطاء بن ابی رباح سے زیادہ مناسکِ حج کا جاننے والا نہ رہا۔[۳۲]

ابو جعفر باقر ہی کہتے ہیں: عطاء سے جتنی حدیثیں لینی ہو لے لو۔[۳۳]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ، فقیہ اور کثیر الحدیث تھے۔[۳۴]

یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۳۵]

عجلی کہتے ہیں: عطاء بن ابی رباح ثقہ اور اپنے زمانہ میں اہلِ مکہ کے مفتی تھے۔[۳۶]

نووی کہتے ہیں: اہلِ علم نے ان کی جلالت و امامت اور ان کے ثقہ ہونے پر اتفاق کیا ہے۔[۳۷]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۳۸]

(۳)-ابوالزبیر محمد بن مسلم مکّی

مختصر حالات: نام: محمد بن مسلم بن تدرُس، **کنیت:** ابوالزبیر، **القاب:** ذہبی نے انھیں امام و حافظ اور صدوق جیسے القاب سے یاد کیا، ۱۲۸ر ہجری میں وفات پائی۔

روایت حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابوالطفیل، حضرت عبداللہ بن زبیر، طاؤس، سعید بن جبیر، عطاء، ابوصالح ذکوان، سفیان بن عبدالرحمن ثقفی، عبید بن عمیر، اعرج، عکرمہ اور نافع بن جبیر وغیرہ سے۔

علمی جلالت: ان کے ساتھی عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں: ہم لوگ حضرت جابر بن عبداللہ کے پاس ہوتے تھے، جب ان کے حلقۂ درس سے نکلتے تو حدیث کا مذاکرہ کرتے، ابوالزبیر ہم میں سب سے زیادہ حدیث یاد رکھنے والے تھے۔[۳۹]

ابن عدی کہتے ہیں: مالک بن انس نے ابوالزبیر سے حدیثیں روایت کی ہیں، ابوالزبیر کے صدوق ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ مالک بن انس ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔[۴۰]

یعلیٰ بن عطاء کہتے ہیں: ابوالزبیر نے مجھ سے حدیث بیان کی، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عقل رکھنے والے اور احادیث کو بہت یاد رکھنے والے تھے۔[۴۱]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔[۴۲]

ابن حبان کہتے ہیں: وہ حفاظ حدیث میں سے تھے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقۂ درس میں عطاء بن ابی رباح ابوالزبیر کو ان کے حافظہ کی وجہ سے آگے رکھتے تھے۔[۴۳]

عجلی کہتے ہیں: وہ تابعی اور ثقہ ہیں۔[۴۴]

علی بن مدینی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور ثبت ہیں۔[۴۵]

یحییٰ بن معین، نسائی، یحییٰ بن سعید قطان اور محدثین کی ایک جماعت نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔[۴۶]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۴۷]

(۴)-طاؤس بن کیسان یمانی ہمدانی خولانی

مختصر حالات: نام: طاؤس بن کیسان، **کنیت:** ابوعبدالرحمن، **القاب:** ذہبی نے انھیں الفقیہ، القدوہ، عالم

الیمن اور حافظ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۳۳ رہجری میں یمن میں پیدا ہوئے اور ۱۰۶ رہجری میں وصال ہوا۔

روایتِ حدیث: حضرت زید بن ثابت، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن ارقم، حضرتِ جابر بن عبداللہ، حضرت سراقہ بن مالک، حضرت صفوان بن امیہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرتِ عبداللہ بن عمر واور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ سے۔

علمی جلالت: خصیف کہتے ہیں: طاؤس حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔[۴۸]

حنظلہ بن سفیان کہتے ہیں: طاؤس سے زیادہ کسی عالم کو یہ کہتے ہوئے نہیں پایا "لا أدري" "میں نہیں جانتا۔[۴۹]

زہری کہتے ہیں: تم طاؤس کو دیکھ لیتے تو جان لیتے کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں۔[۵۰]

ابن حبان کہتے ہیں: وہ اہلِ یمن کے عابدین وفقہا اور ساداتِ تابعین میں سے تھے۔[۵۱]

عجلی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۵۲]

نووی کہتے ہیں: وہ کبارِ تابعین، علما فضلا اور صالحین میں سے تھے۔ لوگوں نے ان کی جلالت وعظمت، ان کے وفور علم اور حفظ واتقان پر اتفاق کیا ہے۔[۵۳]

ذہبی کہتے ہیں: طاؤس اہل یمن کے شیخ و مفتی تھے اور بڑی عزت وعظمت کے مالک تھے۔[۵۴]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور فقیہ وفاضل تھے۔[۵۵]

ابوزرعہ اور یحییٰ بن معین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۵۶]

ابن قیم کہتے ہیں: طاؤس اہل یمن کے فقیہ تھے۔[۵۷]

ابن تیمیہ کہتے ہیں: وہ علم وفقہ اور دین کے لحاظ سے فُضَلائے تابعین میں سے تھے۔[۵۸]

ذہبی کہتے ہیں: وہ ایک مدت تک حضرت عبداللہ بن عباس کی ملازمت میں رہے، ان کا شمار ان کے تلامذۂ کبار میں ہوتا ہے۔[۵۹]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری ومسلم، ابوداؤد وترمذی اور نسائی وابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۶۰]

نوٹ: بعض لوگوں نے ان کا نام ذکوان اور طاؤس لقب بتایا ہے۔[۶۱]

(۵)-عکرمہ

مختصر حالات: نام: عکرمہ بن عبداللہ، **کنیت:** ابوعبداللہ، **القاب:** ذہبی نے العلامہ، الحافظ اور المفسر جیسے القاب سے یاد کیا ہے، حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے، ۲۵ رہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵ رہجری میں وفات ہوئی۔

روایتِ حدیث : حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت صفوان بن امیہ، حضرت حجاج بن عمرو انصاری، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت حمنہ بنت جحش، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ام عمارہ وغیرہ سے۔

علمی جلالت: عبدالرحمٰن بن حسان کہتے ہیں: عکرمہ نے بیان کیا کہ میں چالیس سال تک حصول علم میں لگا رہا، میں دروازے پر فتویٰ دیا کرتا تھا اور عبداللہ بن عباس گھر میں ہوا کرتے تھے۔[۶۲]

جابر بن زید کہتے ہیں: یہ عکرمہ ہیں، عبداللہ بن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ سمندر ہیں، ان سے مسائل دریافت کرو۔[۶۳]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: عکرمہ لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔[۶۴]

مغیرہ کہتے ہیں: سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ آپ کسی ایسے کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! وہ عکرمہ ہیں۔[۶۵]

قُرَّہ بن خالد کہتے ہیں: عکرمہ جب بصرہ میں ہوتے تو حسن بصری تفسیر و فتویٰ کا کام موقوف کر دیتے۔[۶۶]

قتادہ کہتے ہیں: تابعین میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے چار ہیں: (۱) عطاء بن یسار (۲) سعید بن جبیر (۳) عکرمہ (۴) حسن بصری۔[۶۷]

شعبی کہتے ہیں: عکرمہ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا جاننے والا نہ رہا۔[۶۸]

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں: عبداللہ بن عباس کے اصل تلامذہ چھ ہیں: (۱) مجاہد (۲) طاؤس (۳) عطاء بن یسار (۴) سعید بن جبیر (۵) عکرمہ (۶) جابر بن زید۔[۶۹]

یحییٰ بن معین کہتے ہیں: عبداللہ بن عباس کے علم کے سب سے بڑے امین عکرمہ تھے۔[۷۰]

یحییٰ بن معین اور ابوحاتم انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۷۱]

عجلی کہتے ہیں: وہ تابعی ہیں، ثقہ ہیں اور ان پر خارجی ہونے کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ اس سے بری ہیں۔[۷۲]

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وہ ثقہ ہیں، ثبت ہیں اور تفسیر کے عالم ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر کی سند سے ان کی تکذیب ثابت نہیں ہے اور نہ ان سے کوئی بدعت ثابت ہے۔[۷۳]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۷۴]

(۶)- مِقْسَم مولیٰ بن عبداللہ بن عباس

مختصر حالات: نام: مقسم بن بجرہ، **کنیت:** ابوالقاسم یا ابوالعباس، حضرت عبداللہ بن حارث کے آزاد کردہ

غلام ہیں، ۱۰۱ر ہجری میں وفات پائی۔
روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت میمونہ، حضرتِ ام سلمہ، حضرت معاویہ وغیرہ سے۔[۷۵]
علمی جلالت: ابو حاتم بستی کہتے ہیں:
وہ صالح الحدیث ہیں ان سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۷۶]
یعقوب بن سفیان اور دارقطنی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۷۷]
عجلی کہتے ہیں: وہ مکی ہیں، تابعی ہیں اور ثقہ ہیں[۷۸]
ابنِ شاہین کہتے ہیں: بلا شبہ وہ ثقہ اور ثبت ہیں یعنی اعلیٰ درجے کے راویوں میں سے ہیں۔[۷۹]
ابن حجر عسقلانی انھیں صدوق کہتے ہیں۔[۸۰]
تخریج: بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۸۱]
فائدے:
(۱) مقسم کے والد کے نام میں دو طرح کا اختلاف ہے: پہلا اختلاف نام میں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے والد کا نام بجرہ ہے جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نجدہ ہے۔
ذہبی لکھتے ہیں:
"مقسم بن بجرة أوبن نجدة"[۸۲]
دوسرا اختلاف ضبطِ حرکات میں ہے: بعض لوگ بُجرہ کہتے ہیں جب کہ بعض بَجَرہ کہتے ہیں۔
مزی لکھتے ہیں:
"مقسم بن بُجره ،مقسم بن بَجَرة على وزن شجرة"[۸۳]
(۲) مقسم کو بعض لوگ مولیٰ بن حارث کہتے ہیں اور بعض لوگ مولیٰ بن عباس کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ وہ مولیٰ بن حارث ہیں رہ گیا انھیں مولیٰ بن عباس کہنا تو یہ ان کی شاگردی میں رہنے کی وجہ سے ہے۔
امام بخاری کہتے ہیں:
"مولىٰ عبدالله الحارث الهاشمي ويقال مولىٰ ابن عباس سمع ابن عباس"[۸۴]
مزی کہتے ہیں:
"ويقال لهٗ مولىٰ بن عباس للزومهٖ له"[۸۵]

(۷)-نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر

مختصر حالات: نام: نافع، **کنیت:** ابوعبداللہ، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام، المفتی، الثبت اور عالم المدینہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام، نیشاپور کے ایک شہر ابرَ کے رہنے والے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک غزوہ میں انھیں پایا تھا، ۱۱۷ر ہجری میں انھوں نے وفات پائی، والد کا نام ہرمزیا کاؤس ہے۔

روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ام سلمہ، حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر، حضرت ربیع بنت معوذ وغیرہ سے۔

علمی جلالت: سالم اور نافع ایک ساتھ کھڑے تھے، کسی نے سالم سے سوال کیا، انھوں نے کہا "سلوا نافعا" نافع سے پوچھو۔[۸۶]

عبیداللہ بن عمر بن حفص کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نافع کے ذریعہ ہم پر احسان فرمایا۔[۸۷]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: بھلا نافع کی حدیث سے بھی عمدہ کوئی حدیث ہوگی۔[۸۸]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔[۸۹]

احمد بن صالح مصری کہتے ہیں: نافع حافظ الحدیث تھے، ثبت تھے اور ان کی ایک شان تھی۔[۹۰]

خلیلی کہتے ہیں: نافع مدینہ طیبہ کے ائمۂ تابعین میں سے ہیں، ان کی جلالت علمی پر لوگوں کا اتفاق ہے، صحیح روایت کرنے والے ہیں، بعض لوگ انھیں سالم پر فوقیت دیتے ہیں جب کہ بعض لوگ ان کا ہمسر قرار دیتے ہیں، ان کی روایت کردہ کسی بھی حدیث میں خطا معلوم نہ ہو سکی۔[۹۱]

عجلی کہتے ہیں: وہ مدنی ہیں، تابعی ہیں اور ثقہ ہیں۔[۹۲]

نووی لکھتے ہیں: لوگوں نے ان کی عظمت و جلالت اور ان کی ثقاہت پر اتفاق کیا ہے۔[۹۳]

ذہبی کہتے ہیں: وہ مدینہ طیبہ کے ائمۂ کبار میں سے تھے۔[۹۴]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ ثقہ، ثبت اور مشہور فقیہ ہیں۔[۹۵]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۹۶]

(۸)-سالم بن عبداللہ بن عمر

مختصر حالات: نام: سالم، حضرت عبداللہ کے بیٹے اور حضرت عمر فاروق کے پوتے تھے، **کنیت** میں کئی اقوال ہیں (۱) ابو عمرو (۲) ابو عبداللہ (۳) ابوعبیداللہ (۴) ابوعمر (۵) ابولمنذر، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام

الزاہد، الحافظ اور مفتی المدینہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے اور ۱۰۶ر ہجری میں وفات ہوئی۔

روایتِ حدیث: اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوہریرہ اور حضرت سفینہ وغیرہ سے۔

علمی جلالت: عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: وہ فقہاے مدینہ جن کے فتوے جاری ہوا کرتے تھے، سات ہیں: (۱)سعید بن مسیب (۲)سلیمان بن یسار (۳)سالم (۴)قاسم (۵) عروہ (۶)عبیداللہ بن عبداللہ (۷)خارجہ بن زید۔[۹۷]

ابن سعد کہتے ہیں: نافع ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔[۹۸]

امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: سب سے عمدہ سند کی حدیث وہ ہے جس میں زہری نے سالم سے اور انھوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہو۔[۹۹]

عجلی کہتے ہیں: وہ مدنی، تابعی اور ثقہ ہیں۔[۱۰۰]

ذہبی کہتے ہیں: وہ فقیہ و حجت تھے، انھوں نے علم و عمل اور زہد و شرف دونوں کو جمع کیا۔[۱۰۱]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۰۲]

(۹)-سلیمان بن یسار

مختصر حالات: نام: سلیمان بن یسار، **کنیت:** ابوایوب یا ابوعبدالرحمن یا ابوعبداللہ، **القاب:** ذہبی نے الفقیہ، الامام، عالم المدینہ اور مفتی المدینہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۳۴ر ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۹ر ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ام سلمہ، حضرت عائشہ، حضرت میمونہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو رافع، حضرت مقداد بن اسود، حضرتِ رافع بن خدیج وغیرہ سے۔

علمی جلالت: سعید بن مسیب اپنے ایک مستفتی سے کہتے ہیں: سلیمان بن یسار کے پاس جاؤ؛ کیوں کہ آج ان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہ رہا۔[۱۰۳]

قتادہ کہتے ہیں: میں نے مدینہ طیبہ کے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں طلاق کے مسائل کا سب سے زیادہ علم کون رکھتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا، سلیمان بن یسار۔[۱۰۴]

حسن بن محمد کہتے ہیں: سلیمان ہمارے نزدیک سعید بن مسیب سے زیادہ درک و بصیرت والے ہیں۔[۱۰۵]

یحییٰ بن معین اور ابوزُرعہ انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۱۰۶]

عجلی کہتے ہیں: وہ مدنی، تابعی، ثقہ، مامون، فاضل وعابد اور فقیہ تھے۔[۱۰۷]

ابنِ حبان کہتے ہیں: سلیمان بن یسار مدینہ طیبہ کے فقہا اور قُرّا میں سے تھے۔[۱۰۸]

نسائی انھیں ''احد الائمہ'' کہتے ہیں۔[۱۰۹]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، فقیہ تھے، بلند شان والے اور کثیر الحدیث تھے۔[۱۱۰]

نووی کہتے ہیں: وہ مدینہ طیبہ کے فقہاے سبعہ میں سے ایک تھے، لوگوں نے متفقہ طور پر انھیں جلالت وعظمت اور کثرتِ علم سے متّصف کیا ہے۔[۱۱۱]

ذہبی کہتے ہیں: وہ فقیہ و امام اور مجتہد تھے، لوگوں میں ان کا بڑا چرچا تھا۔[۱۱۲]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری ومسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۱۳]

(۱۰)-ابواسحاق السَّبیعی

مختصر حالات: نام: عمرو بن عبداللہ ہمدانی سَبیعی، **کنیت:** ابواسحاق، **القاب:** ذہبی نے انھیں الحافظ، شیخ الکوفہ، عالم الکوفہ اور محدث الکوفہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۳۲ رہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷ رہجری میں وصال ہوا۔

روایتِ حدیث: حضرت زید بن ارقم، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عدی بن حاتم، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، مسروق اجدع، اسود بن یزید نخعی، حارث اعور، عاصم بن ضمرہ اور عبداللہ بن یزید خطمی وغیرہ سے۔

علمی جلالت: ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں:

ہم نے حدیث چار لوگوں کے پاس پائی، زہری کے پاس، قتادہ کے پاس، ابواسحاق کے پاس اور اعمش کے پاس، قتادہ اختلافِ متون کو سب سے زیادہ جاننے والے، زہری سلسلۂ رُواۃ کو سب سے زیادہ جاننے والے، ابواسحاق سَبیعی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی حدیث کے سب سے بڑے عالم اور اعمش کے پاس تو سب کچھ تھا۔[۱۱۴]

شعبہ کہتے ہیں: وہ حدیث کے معاملے میں مجاہد، حسن بصری اور محمد بن سیرین سے بہتر تھے۔[۱۱۵]

علی بن مدینی کہتے ہیں: امت محمدیہ کے لیے علم کو چھ لوگوں نے محفوظ کردیا، اہل مکہ کے لیے عمرو بن دینار نے، اہلِ مدینہ کے لیے ابن شہاب زہری نے، اہل کوفہ کے لیے ابواسحاق اور اعمش نے، اہلِ بصرہ کے لیے قتادہ اور یحییٰ

بن کثیر نے۔[۱۱۶]

امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ابو حاتم بُستی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۱۱۷]

نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۱۱۸]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت، جلالت شان اور ان کے قابلِ ستائش ہونے پر اتفاق ہے۔[۱۱۹]

ابو سعید علائی کہتے ہیں: ائمۂ تابعین میں سے ہیں، ان کے حجت ہونے پر اتفاق ہے۔[۱۲۰]

ابو البرکات کہتے ہیں: اکابر اور ائمۂ تابعین میں سے تھے۔[۱۲۱]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابو داؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۲۲]

(۱۱)-عطاء بن یسار

مختصر حالات: نام عطاء بن یسار، **کنیت:** ابو محمد ہے مگر شام والے انھیں ابو عبداللہ اور مصر والے ابو یسار کی کنیت سے یاد کرتے ہیں، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام الربانی اور الفقیہ الواعظ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۹ر ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ر ہجری میں اسکندریہ میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے۔

علمی جلالت: ہشام بن عروہ کہتے ہیں: میں نے عطاء بن یسار سے بہتر کوئی قاضی نہیں دیکھا۔[۱۲۳]

یحییٰ بن معین، ابوزُرعہ رازی اور نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۱۲۴]

عجلی کہتے ہیں: مدنی، تابعی اور ثقہ ہیں[۱۲۵]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔[۱۲۶]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت پر لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔[۱۲۷]

ذہبی کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، بڑی شان والے تھے اور اوعیۂ علم یعنی علم کا بھرا ہوا برتن تھے۔[۱۲۸]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابو داؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۲۹]

(۱۲)-ابن شہاب زہری

مختصر حالات: نام: محمد بن مسلم بن عبیداللہ، **کنیت:** ابوبکر، ابن شہاب زہری سے مشہور ہوئے، **القاب:** ذہبی نے الامام، الحافظ العالم اور حافظ زمانہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۵۸ر ہجری میں پیدا ہوئے

اور ۱۲۴ھ ہجری میں ملکِ شام کے کسی قصبے میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، ابان بن عثمان، خارجہ بن زید، حفص بن عاصم بن عمر، سلیمان بن یسار اور طاؤس بن کیسان وغیرہ سے۔

علمی جلالت: مکحول کہتے ہیں: روے زمین پر زہری سے بڑھ کر علم حدیث کا جاننے والا کوئی نہ رہا۔[۱۳۰]

امام مالک کہتے ہیں: ابن شہاب کی مثال دنیا میں موجود نہیں ہے۔[۱۳۱]

امام مالک ہی کہتے ہیں: زہری پہلے شخص ہیں جنھوں نے حدیث کو سند کے ساتھ بیان کیا۔[۱۳۲]

انھی کا قول ہے: زہری ہم پروارد ہوئے اس حال میں کہ وہ بالکل جوان تھے اور ہم لوگ ان کے دروازے پر بھیڑ لگایا کرتے تھے۔[۱۳۳]

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں: زہری کا حافظہ بڑا زبردست تھا وہ کسی بات کو سن لیتے تو وہ بات جیسے ان سے چپک جاتی۔[۱۳۴]

ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں: میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔[۱۳۵]

عمرو بن دینار کہتے ہیں: میں نے زہری سے صاف حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا۔[۱۳۶]

ابوبکر ہذلی کہتے ہیں: مجھے حسن بصری اور محمد بن سیرین کے حلقۂ درس میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے، میں نے زہری سے زیادہ جاننے والا کسی کو نہیں پایا۔[۱۳۷]

معمر کہتے ہیں: میں نے زہری کے مانند نہیں دیکھا۔[۱۳۸]

لیث بن سعد کہتے ہیں: میں نے زہری سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں پایا، وہ جب ترغیب سے متعلق بیان کرتے تو ہم اپنے دل میں کہتے کہ شاید وہ اس فن میں بہتر ہوں گے، جب وہ انساب کے بارے میں بیان کرتے تو ہم سمجھتے کہ شاید اس فن میں اچھے ہوں گے، جب وہ قرآن وسنت سے متعلق بیان فرماتے تو سب سے جامع بیان فرماتے۔[۱۳۹]

خلیلی لکھتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز نے چپے چپے میں لکھ بھیجا کہ زہری کو پکڑ لو کہ ان سے زیادہ حدیث کا جاننے والا اور کوئی نہیں ہے۔[۱۴۰]

عراک بن مالک کہتے ہیں: میرے نزدیک سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر اور عبیداللہ بن عبداللہ سے زیادہ جاننے والے زہری تھے، کیوں کہ انھوں نے ان کے علم کو اپنے علم کے ساتھ ملا لیا تھا۔[۱۴۱]

ابن حبان کہتے ہیں: وہ فقیہ وفاضل، اپنے زمانے میں سب سے مضبوط حافظہ والے اور متون حدیث کو خوب یاد رکھنے والے تھے۔[۱۴۲]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ فقیہ اور حافظ الحدیث تھے، ان کی جلالت وعظمت اور ان کا حفظ واتقان متفق علیہ ہے۔[۱۴۳]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۴۴]

(۱۳)- ابو جعفر باقر

مختصر حالات: نام: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، **کنیت:** ابو جعفر، **لقب:** الباقر کے لقب سے مشہور ہوئے، ۵۶ر ہجری میں ولادت ہوئی اور ۱۱۴ر ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: اپنے والد حضرت زین العابدین، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے۔

علمی جلالت: احمد بن عبداللہ عجلی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۱۴۵]

سفیان ثوری کہتے ہیں: ان کا نام باقر رکھا گیا کیوں کہ انھوں نے علم کو کوڑا اور اس کی باریکیوں کو جانا۔[۱۴۶]

ذہبی کہتے ہیں: وہ ان میں سے ایک تھے جنھوں نے علم و تفقہ، شرافت و دین داری اور ثقاہت و سرداری کو جمع کیا۔[۱۴۷]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور فاضل تھے۔[۱۴۸]

زبیر بن بکار کہتے ہیں: انھیں "باقر العلم" کہا جاتا تھا۔[۱۴۹]

ابن البرقی کہتے ہیں: وہ فقیہ اور فاضل تھے۔[۱۵۰]

نووی کہتے ہیں: وہ جلیل القدر تابعی اور امام بارع تھے، ان کی عظمت و جلالت مسلَّم ہے، ان کا شمار مدینہ طیبہ کے ائمۃ الفقہاء میں ہوتا ہے۔[۱۵۱]

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: ابو جعفر محمد بن علی بن حسین ثقہ اور قوی الحدیث تھے۔[۱۵۲]

ابن تیمیہ کہتے ہیں: اسی طرح ابو جعفر محمد بن علی ممتاز علمائے دین میں سے تھے، کہا جاتا ہے کہ انھیں باقر کا لقب اس لیے دیا گیا کہ انھوں نے علم کو کوڑا۔[۱۵۳]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۵۴]

(۱۴)- محمد بن منکدر

مختصر حالات: نام: محمد بن منکدر، **کنیت:** ابوعبداللہ یا ابوبکر، **القاب:** ذہبی نے الامام الحافظ، القدوہ، شیخ الاسلام جیسے القاب سے یاد کیا ہے، رشتے میں حضرتِ عائشہ صدیقہ کے ماموں زاد بھائی تھے، ۵۴ر ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰ر ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرتِ عائشہ، حضرتِ ابوہریرہ، حضرتِ عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ ، حضرتِ عبداللہ بن عباس، حضرتِ عبداللہ بن زبیر، حضرت اُمیمہ بنت رُقیقہ، حضرت ربیعہ بن عباد، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوامامہ بن سہل وغیرہ سے۔

علمی جلالت: سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: وہ معادنِ صدق میں سے تھے، ان کے پاس صلحا کی بھیڑ رہتی تھی، حدیثِ رسول کے معاملے میں ان سے زیادہ مقبولیت کے لائق اور کوئی نہیں ہے۔[۱۵۵]

امام مالک انھیں سید القرّاء کہتے ہیں۔[۱۵۶]

یعقوب فسوی کہتے ہیں: وہ حفظ واتقان اور زہد و پارسائی میں انتہائی اعلیٰ مقام پر تھے، وہ حجت تھے۔[۱۵۷]

ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی انھیں حافظ الحدیث کہتے ہیں۔[۱۵۸]

یحییٰ بن معین اور ابوحاتم بستی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۱۵۹]

احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں: وہ مدینہ کے رہنے والے، تابعی، ثقہ اور مرد نیک تھے۔[۱۶۰]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، زہد و پارسائی والے تھے اور قلیل الحدیث تھے۔[۱۶۱]

ذہبی کہتے ہیں: ثقاہت اور علم و عمل میں ان کے تقدم و برتری پر سب کا اتفاق ہے۔[۱۶۲]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۶۳]

(۱۵)- یحییٰ بن سعید بن قیس

مختصر حالات: نام: یحییٰ بن سعید بن قیس، **کنیت:** ابوسعید، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام، العلامہ، المجود، عالم المدینۃ فی زمانہ و شیخ عالم المدینۃ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، انھوں نے ۱۴۳ ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت انس بن مالک، حضرت سائب بن یزید اور حضرت ابوامامہ وغیرہ سے۔

علمی جلالت: حماد بن زید کہتے ہیں: ایوب مدینہ طیبہ سے واپس ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ وہاں سب سے زیادہ فقاہت اور درک و بصیرت رکھنے والا کون ہے؟ جنھیں تم چھوڑ کر آئے انھوں نے جواب دیا یحییٰ بن سعید۔[۱۶۴]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: محدثینِ حجاز زہری، ابن جریج اور یحییٰ بن سعید ہیں[۱۶۵]

ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد اور یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا کہ یحییٰ بن سعید بن قیس مدینہ طیبہ کے رہنے والے اور ثقہ ہیں۔[۱۶۶]

احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں: وہ تابعی ہیں، ثقہ ہیں، درک و بصیرت والے، مسندِ قضا پر فائز اور مرد نیک تھے۔[۱۶۷]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ، کثیر الحدیث، حجت اور پختہ حفظ واتقان والے تھے۔[۱۶۸]

نسائی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور مامون تھے[۱۶۹]

ذہبی لکھتے ہیں: وہ حدیث کے حافظ، حدیث کے فقیہ اور حجت تھے۔[۱۷۰]

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: وہ حفاظ الناس میں سے تھے۔[۱۷۱]

احمد بن حنبل کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید لوگوں میں سب سے پختہ حفظ واتقان والے تھے۔[۱۷۲]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری ومسلم، ابوداؤد وترمذی اور نسائی وابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۷۳]

(۱۶)-ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن

مختصر حالات: نام: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، **کنیت:** ابوعثمان یاابوعبدالرحمٰن، ربیعۃ الرائی سے مشہور ہوئے، **القاب:** ذہبی نے الامام، مفتی المدینہ اور عالم الوقت جیسے القاب سے یاد کیاہے، والد کانام فروخ اور کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی، ۱۳۳ر ہجری میں انھوں نے وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت انس بن مالک، حضرت سائب بن یزید، سعید بن مسیب، حارث بن بلال، حنظلہ بن قیس زُرَقی، عطاء بن یسار، قاسم بن محمد، سلیمان بن یسار، سالم بن عبداللہ وغیرہ سے۔

علمی جلالت: ذہبی کہتے ہیں: وہ ائمۂ مجتہدین میں سے تھے۔[۱۷۴]

امام مالک کہتے ہیں: فقہ کی حلاوت ختم ہوگئی جب سے ربیعہ کا انتقال ہواہے۔[۱۷۵]

ابوحاتم بستی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۱۷۶]

ابن حبان کہتے ہیں: وہ فقہاے مدینہ میں سے تھے۔[۱۷۷]

احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں: وہ مدینہ کے رہنے والے، ثقہ اور کبارِ تابعین میں سے تھے۔[۱۷۸]

خلیلی کہتے ہیں: وہ مدینہ طیبہ کے ائمہ میں سے تھے، ثقہ تھے، امام مالک کے استاذ اور مفتیِ وقت تھے۔[۱۷۹]

ابن خیثمہ کہتے ہیں: مدینہ طیبہ میں لوگوں کے چہرے ان کی طرف متوجہ رہاکرتے تھے۔[۱۸۰]

محمد بن عمر کہتے ہیں: علم وفقہ کے ساتھ ان کے اندر سخاوت وفیاضی تھی۔[۱۸۱]

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: ربیعہ سے پختہ عقل والا میں نے نہیں پایا۔[۱۸۲]

لیث بن سعد کہتے ہیں: وہ اہلِ مدینہ کے لیے حلُّ المشکلات تھے اور فتویٰ میں ان کے آقا تھے۔[۱۸۳]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔[۱۸۴]

عبیداللہ بن عمر کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید ہم سے حدیث روایت کرتے اور جب ربیعہ دکھائی پڑتے توان کے اجلال وتعظیم میں وہ حدیث روایت کرناموقوف کردیتے۔[۱۸۵]

نووی کہتے ہیں: علما اور محدثین وغیرہ نے ان کی ثقاہت، ان کی عظمت و جلالت، اور علم و فہم میں ان کے اعلیٰ مقام پر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔[۱۸۶]

تخریج: ابنِ ماجہ کے علاوہ بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۸۷]

(۱۷)-الاعرج

مختصر حالات: نام: عبدالرحمٰن بن ہرمز، **کنیت:** ابوداؤد یا ابوحازم، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام، الحافظ، الحجہ اور المقری جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۱۷ھ ہجری میں اسکندریہ میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاویہ، حضرت ابوسعید خدری وغیرہ۔

علمی جلالت: علی بن مدینی کہتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص تلامذہ یہ چھ ہیں: (۱) سعید بن مسیب (۲) ابوسلمہ (۳) عبدالرحمٰن اعرج (۴) ابوصالح (۵) محمد بن سیرین (۶) طاؤس بن کیسان۔[۱۸۸]

ذہبی کہتے ہیں: اعرج پہلے شخص ہیں جنھوں نے قواعدِ عربیہ کو تفصیلاً وضع کیا۔[۱۸۹]

ابن حبان نے "الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے۔[۱۹۰]

عجلی کہتے ہیں: مدینہ کے رہنے والے، تابعی اور ثقہ تھے۔[۱۹۱]

سخاوی کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، ثبت تھے اور حضرت ابوہریرہ کے علم کے سب سے بڑے امین تھے۔[۱۹۲]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔[۱۹۳]

ابوزرعہ انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۱۹۴]

نووی لکھتے ہیں: ان کی ثقاہت متفق علیہ ہے۔[۱۹۵]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۱۹۶]

(۱۸)-عبداللہ بن دینار

مختصر حالات: نام: عبداللہ بن دینار، **کنیت:** ابوعبدالرحمٰن، **القاب:** ذہبی نے الامام، المحدث اور الحجہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۲۷ھ ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک وغیرہ سے۔

علمی جلالت: ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔[۱۹۷]

ابن حبان نے "الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے۔[۱۹۸]

شعبہ کہتے ہیں: میرا جی چاہتا ہے کہ اگر عبداللہ مجھے اجازت دیں تو میں کھڑے ہو کر ان کے سر کو بوسہ

دوں۔[۱۹۹]

ابو حاتم بُستی، یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ انھیں ثقہ کہتے ہیں[۲۰۰]

ربیعہ کہتے ہیں: وہ صدوق و دین دار اور صلحائے تابعین میں سے تھے۔[۲۰۱]

عجلی کہتے ہیں: وہ مدینہ طیبہ کے رہنے والے، تابعی اور ثقہ تھے۔[۲۰۲]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت مسلم ہے۔[۲۰۳]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت پر لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔[۲۰۴]

نوٹ: عقیلی نے عبداللہ بن دینار کا ذکر ضعفا میں کیا ہے جس کی وجہ سے دوسرے ناقدین نے ان کے اس عمل کو غیر مناسب قرار دیا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں:

"فلا يلتفت إلى فعل العقيلي فإن عبدالله حجة بالإجماع."

عقیلی کے اس فعل کی طرف توجہ نہ کی جائے؛ کیوں کہ عبداللہ بالاتفاق حجت ہیں۔[۲۰۵]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"وقد أساء أبو جعفر العقيلي بإيراده في كتاب الضعفاء له."

ابو جعفر عقیلی نے ان کا ذکر کتاب الضعفاء میں کر کے اچھا نہیں کیا۔[۲۰۶]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

"وهٰذا قصور شديد ممن قاله."

یہ ان لوگوں کی طرف سے بڑی کوتاہی ہے جنھوں نے عبداللہ بن دینار کے ضعف کا قول کیا ہے۔[۲۰۷]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۰۸]

(۱۹)۔ شعبی

مختصر حالات: نام: عامر بن شراحیل، **کنیت**: ابو عمرو، **القاب**: ذہبی نے علامۃ التابعین، الامام اور علامۃ العصر جیسے القاب سے یاد کیا ہے، شعب ہمدان کی نسبت سے آپ شعبی سے مشہور ہوئے، ۲۱؍ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۴؍ ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جریر بجلی اور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ سے۔

علمی جلالت: ابواسامہ کہتے ہیں: ایک زمانے میں عمر، ان کے بعد عبداللہ بن عباس، ان کے بعد شعبی اور ان کے بعد سفیان ثوری مرجعِ علم تھے۔[۲۰۹]

ابوبکر ہذلی کہتے ہیں: مجھ سے محمد بن سیرین نے کہا کہ شعبی کی صحبت اختیار کرو؛ کیوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ کوفہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے جب کہ صحابۂ کرام اس وقت وہاں موجود تھے۔[۲۱۰]

مکحول کہتے ہیں: میں نے شعبی سے بڑھ کر حدیث کا جاننے والا نہیں دیکھا۔[۲۱۱]

عاصم احول کہتے ہیں: میں نے شعبی سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔[۲۱۲]

ذہبی کہتے ہیں: وہ امام و حافظ، فقیہ و فن کار اور پختہ حفظ و ضبط والے تھے۔[۲۱۳]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ مشہور ثقہ اور فقیہِ فاضل تھے۔[۲۱۴]

عاصم بن سلیمان کہتے ہیں: کوفہ، بصرہ، حجاز اور آفاق میں پھیلی ہوئی احادیث کو شعبی سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔[۲۱۵]

محمد بن سیرین کہتے ہیں: میں نے کوفہ میں شعبی کا عظیم حلقہ دیکھا جب کہ اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ موجود تھے۔[۲۱۶]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۱۷]

(۲۰)- حکم بن عتیبہ

مختصر حالات: نام: حکم بن عتیبہ، **کنیت:** ابو عمر یا ابو عبداللہ یا ابو محمد، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام الکبیر، عالم اہل الکوفہ، الحافظ اور الفقیہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ ۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۱۵ھ ہجری میں وفات ہوئی۔

روایتِ حدیث: ابوجحیفہ، شریح قاضی، ابووائل شقیق بن سلمہ، ابراہیم نخعی، قاسم بن مخیمرہ، عامر شعبی وغیرہ سے۔

علمی جلالت: اوزاعی کہتے ہیں: میں حج کے لیے گیا تو میری ملاقات عبدہ بن ابی لبابہ سے ہوئی، انھوں نے مجھ سے پوچھا کیا حکم بن عتیبہ سے ملے؟ میں نے کہا نہیں، انھوں نے کہا مل آؤ اس لیے کہ اس پورے خطے میں ان سے بڑا فقیہ کوئی نہیں ہے۔[۲۱۸]

مجاہد کہتے ہیں: مجھے حکم بن عتیبہ کی عظمت کا اندازہ اس وقت ہوا جب کہ لوگ مسجدِ منیٰ میں جمع ہوئے، میں نے دیکھا کہ علما ان پر جھکے پڑے تھے۔[۲۱۹]

احمد بن حنبل کہتے ہیں: ابراہیم نخعی کی روایات کو سب سے عمدہ طریقے سے یاد رکھنے والے حکم بن عتیبہ ہیں۔[۲۲۰]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: کوفہ میں حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان کی طرح کوئی نہیں ہے۔[۲۲۱]
یحییٰ بن معین اور ابوحاتم بستی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۲۲۲]
نسائی انھیں ثقہ اور ثبت کہتے ہیں۔[۲۲۳]
ابن سعد کہتے ہیں: حکم بن عتیبہ ثقہ تھے، عالم تھے، بلند شان والے اور کثیر الحدیث تھے۔[۲۲۴]
عجلی کہتے ہیں: حکم بن عتیبہ علم حدیث میں ثقہ اور ثبت تھے، وہ ابراہیم نخعی کے ان تلامذہ میں سے تھے جو فقیہ بھی تھے۔[۲۲۵]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۲۶]

نوٹ: ملا علی قاری کی شرح میں حکم بن عتیبہ کے بجائے حکم بن عیینہ ہے جو یقیناً کتابت کی غلطی ہے۔

(۲۱)- مُحارِب بن دِثار

مختصر حالات: نام: محارب بن دثار، **کنیت** میں چار اقوال ہیں:
(۱) ابو مطرف (۲) ابو النضر (۳) ابو کردوس (۴) ابو دثار،

القاب: ذہبی نے الفقیہ اور قاضی الکوفہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۱۶ر ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، سلیمان بن بریدہ، عبداللہ بن بریدہ، عبداللہ بن یزید خطمی اور اسود بن یزید نخعی وغیرہ سے۔

علمی جلالت: عجلی کہتے ہیں: ثقہ تھے اور کوفہ میں مسند قضا پر فائز تھے۔[۲۲۷]
امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، یعقوب فسوی اور نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۲۲۸]
ابوزُرعہ انھیں ثقہ مامون کہتے ہیں۔[۲۲۹]
ابن شاہین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۲۳۰]
ذہبی کہتے ہیں: عظیم علما اور زاہدین میں تھے۔[۲۳۱]
دوسری جگہ کہتے ہیں: وہ ثقہ اور ثبت تھے۔[۲۳۲]
ایک مقام پر کہتے ہیں: وہ ثقہ اور حجت تھے۔[۲۳۳]
نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔[۲۳۴]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۳۵]

(۲۲)-سِماک بن حرب

مختصر حالات: نام: سماک بن حرب، **کنیت:** ابوالمغیرہ، **القاب:** ذہبی نے انھیں الحافظ اور الامام الکبیر جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۲۳ر ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت جابر بن سمرہ، نعمان بن بشیر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت انس بن مالک، موسیٰ بن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ سے۔

علمی جلالت: ابو اسحاق ہمدانی کہتے ہیں: سماک بن حرب سے علم حاصل کرو۔[۲۳۶]

احمد بن حنبل کہتے ہیں: سماک حدیث میں عبدالملک بن عمیر سے بہتر ہیں۔[۲۳۷]

ابن حبان نے الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔[۲۳۸]

عجلی انھیں جائز الحدیث کہتے ہیں۔[۲۳۹]

یحییٰ بن معین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۲۴۰]

ابن شاہین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۲۴۱]

ابوحاتم بستی انھیں ثقہ اور صدوق کہتے ہیں۔[۲۴۲]

ذہبی نے الکاشف: ۱/۴۶۵ میں کہا "وہ ثقہ تھے البتہ ان کا حافظہ کمزور تھا، المغنیٰ في الضعفاء: ۱/۲۸۵ میں صدوق جلیل کہا، تاریخ الإسلام: ۳/۴۲۸ میں احد ائمۃ الحدیث کہا، میزان الاعتدال: ۲/۲۳۲ میں کہا "وہ صدوقِ صالح اور علم کا بھرا ہوا برتن تھے" دیوان الضعفاء: ۱/۱۷۷ میں صالح الحدیث کہا۔

ابن عدی کہتے ہیں: سماک سے بے شمار احادیث مروی ہیں جو درست ہیں، ان سے ائمۂ محدثین نے حدیثیں اخذ کی ہیں، وہ کوفہ کے بزرگ تابعی تھے، وہ صدوق ہیں ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۲۴۳]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۴۴]

(۲۳)-عمرو بن دینار

مختصر حالات: نام: عمرو بن دینار مکی، **کنیت:** ابو محمد، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام الکبیر، الحافظ، احد الأعلام، احد ائمۃ الدین اور شیخ الحرم فی زمانہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۴۵ یا ۴۶ر ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶ر ہجری میں وفات پائی۔

روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرتِ عبداللہ بن عمرو، حضرتِ انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت ابوالطفیل وغیرہ سے۔

علمی جلالت: شعبہ کہتے ہیں: میں نے حفظ واتقان میں عمرو بن دینار، حکم بن عتیبہ اور قتادہ بن دعامہ کی طرح کسی کو نہیں پایا۔[۲۴۵]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: عمرو بن دینار سے بڑھ کر حضرت عبداللہ بن عباس کے علم کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔[۲۴۶]

سفیان بن عیینہ ہی کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، وہ ثقہ تھے، وہ ثقہ تھے۔[۲۴۷]

عبداللہ بن ابی نجیح کہتے ہیں: عمرو بن دینار سے بڑا عالم میں نے کسی کو نہیں پایا۔[۲۴۸]

ابنِ حبان نے الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔[۲۴۹]

عجلی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[۲۵۰]

ابو حاتم بستی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور ثقہ تھے۔[۲۵۱]

ابن سعد کہتے ہیں: عمرو بن دینار ثقہ، ثبت اور کثیر الحدیث تھے۔[۲۵۲]

نووی کہتے ہیں: وہ ائمۂ تابعین میں سے تھے، لوگوں نے ان کی جلالت وامامت اور ان کی ثقاہت پر اتفاق کیا ہے۔[۲۵۳]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۵۴]

نوٹ: تبییض الصحیفہ کے محشی نے امام کے شیوخ میں عمرو بن دینار ابو خلدہ کا ذکر کیا ہے جو مجہول راوی ہیں اور ملا علی قاری نے عمرو بن دینار ابو یحییٰ بصری کا ذکر کیا ہے جو ناقدینِ حدیث کے نزدیک ضعیف راوی ہیں، صحیح یہ ہے کہ کچھ خارجی قرائن اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امام کے شیوخ میں نہ تو عمرو بن دینار ابو خلدہ ہیں نہ عمرو بن دینار ابو یحییٰ ہیں بلکہ عمرو بن دینار ابو محمد ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔

قرائن:

(۱) مسند ابی حنیفہ بروایتِ ابی نعیم میں امام کے شیوخ میں عمرو بن دینار ابو محمد مکی کا ذکر ہے۔

(۲) امام نے عمرو بن دینار کی سند سے جو متنِ حدیث ذکر کیا ہے وہی متن عمرو بن دینار کی سند سے بخاری و مسلم بھی لائے ہیں اور اس بات پر اتفاق ہے کہ رجالِ بخاری و مسلم میں عمرو بن دینار ابو محمد ہیں نہ کہ ابو خلدہ اور ابو یحییٰ ہیں۔

(۳) حماد بن زید کہتے ہیں:

”كنانأتي عمرو بن دينار فيحدثنا فإذاجاء أبو حنيفة أقبل عليه وتركنا حتى نسأل أباحنيفة أن يكلمه وكان يقول يا أبا محمد حدثهم فيحدثنا.“

ہم لوگ عمرو بن دینار کے پاس جایا کرتے تھے، جب ابو حنیفہ آتے تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے، ہم ابو حنیفہ سے درخواست کرتے کہ وہ ان سے حدیث سنانے کی فرمائش کریں لہٰذا ابو حنیفہ کہتے اے ابو محمد! حدیث بیان کریں تو وہ ہم سے حدیث بیان کرتے۔[۲۵۵]

(۲۴)-اسماعیل بن ابی خالد

مختصر حالات: نام: اسماعیل، **کنیت:** ابو عبداللہ، **القاب:** ذہبی نے کہیں الامام، الحافظ اور الامام الکبیر کے لقب سے، کہیں احد ائمۃ الحدیث اور کہیں احد الأعلام جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۴۶ھ ہجری میں وفات پائی، والد کی کنیت ابو خالد ہے جب کہ نام میں اختلاف ہے بعض نے سعد بجلی اور بعض نے ہرمز ذکر کیا ہے،

روایتِ حدیث: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت عمرو بن حریث، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو جحیفہ، وہب بن عبداللہ سوائی اور قیس بن عائذ وغیرہ سے۔

علمی جلالت: احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں: وہ ثقہ، ثبت فی الحدیث اور مرد نیک تھے۔[۲۵۶]

اور لکھتے ہیں: شیوخِ کوفہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔[۲۵۷]

سفیان ثوری کہتے ہیں: لوگوں میں حفاظ حدیث تین ہیں: (۱) اسماعیل بن ابی خالد (۲) عبدالملک بن ابی سلیمان (۳) یحییٰ بن سعید انصاری [۲۵۸]

ابن سعد میں یہ روایت اس طرح ہے: ہمارے نزدیک حفاظِ حدیث چار ہیں: (۱) عبدالملک بن ابی سلیمان (۲) اسماعیل بن ابی خالد (۳) عاصم احول (۴) یحییٰ بن سعید انصاری۔[۲۵۹]

ابو حاتم بستی کہتے ہیں: شعبی کے تلامذہ میں اسماعیل بن ابی خالد پر میں کسی کو فوقیت نہیں دیتا، وہ ثقہ تھے۔[۲۶۰]

شعبی کہتے ہیں: اسماعیل نے علم کو چاٹ لیا تھا۔[۲۶۱]

ذہبی کہتے ہیں: ''احد ائمۃ الحدیث'' یعنی ائمۂ محدثین میں سے ایک ہیں۔[۲۶۲]

دوسری جگہ کہتے ہیں: وہ اپنے زمانے میں کوفہ کے محدث، اعمش کے ہم پلہ بلکہ ان سے بھی عمدہ تھے۔[۲۶۳]

ایک مقام پر کہتے ہیں: وہ ثقہ اور حجت تھے۔[۲۶۴]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: وہ حجت اور اعلیٰ ضبط و اتقان والے تھے۔[۲۶۵]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت اور ان کی عظمت و جلالت پر سب متفق ہیں۔[۲۶۶]

یعقوب بن ابی شیبہ کہتے ہیں: وہ ثقہ اور ثبت تھے۔[۲۶۷]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۶۸]

نوٹ: ملا علی قاری کی شرحِ مسند میں امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں اسماعیل بن عبداللہ کا نام ہے جب کہ تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ اور مسندِ ابی حنیفہ بروایتِ ابی نعیم میں اسماعیل بن عبدالملک کا ذکر ہے۔ میری رائے میں امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں نہ تو اسماعیل بن عبداللہ ہیں اور نہ اسماعیل بن عبدالملک ہیں بلکہ اسماعیل بن ابی خالد ہیں جس پر مندرجہ ذیل وجہیں قرینہ ہیں:

(۱) امام بخاری نے اسماعیل بن ابی خالد کے حالات میں یہ روایت بیان کی ہے:

"قال یحییٰ: قال إسماعیل کان أبوصالح جارا لنا فکنت لا أسألهٗ عن شئ من التفسیر إلا فسرهٗ."

یحییٰ سے اسماعیل - بن ابی خالد - نے بتایا کہ ابو صالح ہمارے پڑوس تھے جب بھی میں نے ان سے تفسیر سے متعلق کوئی سوال کیا انھوں نے اس کا جواب دیا۔[۲۶۹]

(۲) امام اعظم نے اسماعیل کی سند سے راویوں کا جو سلسلہ ذکر کیا ہے کہ "اسماعیل نے ابو صالح سے اور وہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے" وہ سلسلۂ رُواۃ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام کے شیوخ میں جس اسماعیل کا ذکر ہے وہ اسماعیل بن ابی خالد ہیں دوسرے کوئی اسماعیل نہیں ہے کیوں کہ اس سند کے مطابق اور اوپر امام بخاری کی روایت کے مطابق ابو صالح اسماعیل کے شیخ ہیں اور طبقات و تراجم کی کسی بھی کتاب میں اسماعیل بن عبداللہ اور اسماعیل بن عبدالملک کے شیوخ میں ابو صالح کا ذکر نہیں ہے البتہ اسماعیل بن ابی خالد کے شیوخ میں ابو صالح باذام کا ذکر آتا ہے جو حضرت ام ہانی کے آزاد کردہ غلام اور ان کی سند سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

(۳) طبرانی کہتے ہیں: اسماعیل بن ابی خالد ابو صالح باذام سے، وہ ام ہانی سے۔[۲۷۰]

(۴) احمد بن حنبل کہتے ہیں: اسماعیل یعنی ابن ابی خالد ابو صالح سے وہ ام ہانی سے۔[۲۷۱]

(۵) اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: اسماعیل بن ابی خالد ابو صالح سے جو ام ہانی کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ ام ہانی سے۔[۲۷۲]

(۶) علی بن مدینی نے اسماعیل بن ابی خالد کا شیخ ابو صالح کو قرار دیا ہے۔[۲۷۳]

(۲۵)- منصور بن معتمر

مختصر حالات: نام: منصور بن معتمر، **کنیت:** ابو عتاب، کوفہ کے رہنے والے، تابعین میں سے ہیں، **القاب:** ذہبی نے الحافظ، الثبت، القدوہ اور احد الاعلام جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ ۱۳۲ ہجری میں وفات ہوئی۔

روایتِ حدیث: ابو وائل، رِبعی بن حِراش، ابراہیم نخعی، خیثمہ بن عبدالرحمٰن، ابو صالح باذام، سعید بن جبیر اور عامر شعبی وغیرہ سے۔

علمی جلالت: عبد الرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں: کوفہ میں منصور سے بڑھ کر حافظہ والا میں نے نہیں دیکھا۔[۲۷۴]

بشر بن مفضل کہتے ہیں: مکۃ المکرمہ میں میری ملاقات سفیان ثوری سے ہوئی، انھوں نے کہا کہ کوفہ میں اپنے پیچھے حدیث کے معاملے میں سب سے زیادہ جسے قابلِ اعتماد چھوڑ کر آیا ہوں، وہ منصور بن معتمر ہیں۔[۲۷۵]

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں: منصور لوگوں میں سب سے پختہ حفظ والے تھے۔[۲۷۶]

یحییٰ بن معین کہتے ہیں: منصور اثبت الناس یعنی علم حدیث میں اعلیٰ مرتبہ والے تھے۔[۲۷۷]

احمد بن عبد اللہ عجلی کہتے ہیں: وہ ثقہ، ثبت فی الحدیث اور اہلِ کوفہ میں سب سے پختہ حفظ واتقان والے تھے۔[۲۷۸]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ، مامون، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ والے تھے۔[۲۷۹]

نووی کہتے ہیں: لوگوں نے ان کی ثقاہت، ان کی جلالت، ان کے حفظ واتقان اور ان کے زہد و ورع پر اتفاق کیا ہے۔[۲۸۰]

علی بن مدینی نے اپنے ایک سائل کو جواب دیا:

"إذا حدثك عن منصور ثقة فقد ملأت يديك ولا تريد غيره."

منصور کی سند سے جب کوئی ثقہ راوی تم سے حدیث بیان کرے تو سمجھ لو کہ تمھارے دونوں ہاتھ بھر گئے اب کسی اور کا قصد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[۲۸۱]

ذہبی لکھتے ہیں: اگر کسی سند میں سفیان ثوری منصور بن معتمر سے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ علقمہ سے اور وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کریں تو وہ سند محدثین کے نزدیک اصح الاسانید کہلاتی ہے۔[۲۸۲]

تخریج: اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔[۲۸۳]

یہ تھا اُن پچیس حضرات کی عظمت و جلالت کا مختصر بیان جن سے امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنا سلسلۂ تلمّذ قائم کیا، شیوخِ ابو حنیفہ پر مطالعہ کے دوران میں اس نتیجے تک پہنچا کہ امام کے اکثر شیوخ ثقاہت و عدالت کی صفت سے متّصف ہونے کے ساتھ فقاہت یعنی اللہ کی اس خاص نعمت سے بہرہ مند ہیں جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے "من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين" اور جس نعمت کی وجہ سے محدثین کو اس بات کا ذمہ دار بنایا گیا کہ وہ حدیثیں دوسروں تک پہنچائیں، کیوں کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ حدیث پہنچانے والے کے پاس فقاہت نہیں ہوتی ہے جب کہ جس تک پہنچائی جاتی ہے وہ اس نعمت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ "نضر الله امرا سمع مقالتي فبلغها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هو أفقه منه"۔

تفصیلِ حوالہ جات

حوالہ نمبر	کتاب	جلد	صفحہ	مصنف	وفاتِ مصنف
۱	اردو دائرۂ معارف اسلامیہ	۱۷	۴۵۴	-	-
۲	الکنیٰ والاسماء للدولابی	۲	۵۴۰	محمد بن احمد بن حماد دولابی	۳۱۰ہجری
۳	الطبقات الکبریٰ فہرست	۶	۳۸۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۴	الطبقات الکبریٰ	۶	۸۶	محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسی	۴۸۳ہجری
۵	الطبقات الکبریٰ	۶	۸۶	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۶	الطبقات الکبریٰ	۶	۸۹	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۷	المبسوط	۱۶	۶۸	محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسی	۴۸۳ہجری
۸	الطبقات الکبریٰ	۶	۹۰	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۹	تاریخِ بغداد	۱	۴۸۲	احمد بن علی بن ثابت المعروف بہ خطیب بغدادی	۴۶۳ہجری
۱۰	المحدث الفاصل بین الراوی والواعی	۱	۵۶۰	حسن بن عبد الرحمن بن خلاد رامہر مزی	۳۴۰ہجری
۱۱	الجامع لاخلاق الروای	۲	۲۴۴	احمد بن علی بن ثابت المعروف بہ خطیب بغدادی	۴۶۳ہجری
۱۲	اعلام الموقعین	۱	۱۷	محمد بن ابی بکر المعروف بہ ابنِ قیم الجوزیہ	۷۵۱ہجری
۱۳	الخیرات الحسان	-	۲۶	احمد بن محمد بن علی المعروف بہ ابن حجر ہیتمی	۹۷۴ہجری
۱۴	تہذیب التہذیب	۱۰	۴۴۹	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۱۵	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۲۱۶	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۱۶	مناقب الائمۃ الاربعۃ	-	۵۸	محمد بن احمد بن عبد الہادی المقدسی	۷۴۴ہجری
۱۷	تہذیب الکمال	۲۹	۴۱۸	یوسف بن عبد الرحمٰن جمال الدین مزی	۷۴۲ہجری
۱۸	مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ	-	۱۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۹	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۳۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۰	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۳۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۱	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۳۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۲	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۳۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۳	تہذیب التہذیب	۲	۱۳	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۲۴	منہاج السنۃ النبویۃ	۷	۵۳۰	احمد بن عبد الحلیم المعروف بہ ابن تیمیہ	۷۲۸ہجری
۲۵	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۱	۳۸۶	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	-
۲۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۷۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۷	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۳۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۲۸	تہذیب التہذیب	۷	۲۰۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری

۲۹	تہذیب التہذیب	۷	۲۰۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۳۰	تہذیب التہذیب	۷	۲۰۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۳۱	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۳۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۳۲	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۶۸	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۳۳	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۳۳	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۳۴	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۶۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۳۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۳۳۰	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۳۶	الثقات للعجلی	۲	۱۳۵	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۳۷	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۳۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۳۸	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۳۶	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسین	-
۳۹	تہذیب التہذیب	۵	۲۸۲	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۴۰	تہذیب التہذیب	۵	۲۸۲	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۴۱	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۸۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۴۲	الطبقات الکبریٰ	۶	۳۰	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۴۳	الثقات لابن حبان	۵	۵۱۶۶	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابوحاتم بُستی	۳۵۴ہجری
۴۴	الثقات للعجلی	۱	۴۱۳	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۴۵	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۸۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۴۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۸۰	محمد بن احمد شمس الدین	۷۴۸ہجری
۴۷	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۴۶۰	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسین	-
۴۸	تاریخ ابن خیثمہ	۱	۱۰۶	احمد بن ابی خیثمہ	۲۷۹ہجری
۴۹	تاریخ ابن خیثمہ	۱	۱۰۶	احمد بن ابی خیثمہ	۲۷۹ہجری
۵۰	تاریخ ابن خیثمہ	۱	۱۰۶	احمد بن ابی خیثمہ	۲۷۹ہجری
۵۱	الثقات لابن حبان	۴	۳۹۱	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابوحاتم بُستی	۳۵۴ہجری
۵۲	الثقات للعجلی	۱	۲۳۴	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۵۳	تہذیب الاسماء واللغات ۱	۲۵۱		یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۵۴	تذکرۃ الحفاظ	۱	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۵۵	تقریب التہذیب	۱	۲۸۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۵۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۴۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۵۷	اعلام الموقعین	۱	۱۸	محمد بن ابی بکر شمس الدین المعروف ابن قیم الجوزیہ	۷۵۱ہجری
۵۸	الفتاوی الکبریٰ	۴	۱۴۵	احمد بن عبدالحلیم المعروف لابن ابی تیمیہ	۷۲۸ہجری
۵۹	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری

۶۰	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۲	۲۰۲	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسین	-
۶۱	تقریب التہذیب	۱	۲۸۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۶۲	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۶۳	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۶۴	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۶۵	تذکرۃ الحفاظ	۱	۷۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۶۶	تذکرۃ الحفاظ	۱	۷۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۶۷	تہذیب التہذیب	۷	۲۶۶	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۶۸	تذکرۃ الحفاظ	۱	۷۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۶۹	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۷۰	تاریخ ابن معین	۳	۲۴۹	یحیٰی بن معین بن عون بغدادی	۲۲۳ ہجری
۷۱	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۴۱	یحیٰی بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۷۲	الثقات للعجلی	۱	۳۳۹	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۷۳	تقریب التہذیب	۱	۳۹۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۷۴	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۵۵	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسین	-
۷۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۴۱۴	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۷۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۴۱۴	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۷۷	تہذیب التہذیب	۱۰	۲۸۹	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۷۸	الثقات للعجلی	۲	۲۹۵	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۷۹	تاریخ اسماء الثقات		۳۱۴	عمر بن احمد بن عثمان المعروف بہ ابن شاہین	۳۸۵ ہجری
۸۰	تقریب التہذیب	۱	۵۴۵	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۸۱	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۴	۳۴	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسین	-
۸۲	الکاشف	۲	۲۹۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۸۳	تہذیب الکمال	۱۸	۳۵۴	یوسف بن عبد الرحمٰن جمال الدین مزی	۷۴۲ ہجری
۸۴	التاریخ الکبیر	۸	۳۳	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ ہجری
۸۵	تہذیب الکمال	۱۸	۳۵۴	یوسف بن عبد الرحمٰن جمال الدین مزی	۷۴۲ ہجری
۸۶	الجرح والتعدیل	۸	۴۵۲	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۸۷	الجرح والتعدیل	۸	۴۵۲	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۸۸	الطبقات الکبریٰ	۱	۱۴۴	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ ہجری
۸۹	الطبقات الکبریٰ	۱	۱۴۵	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ ہجری
۹۰	الثقات للعجلی	۱	۲۴۰	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری

۹۱	الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	ا	۲۰۵	خلیل بن عبداللہ ابو یعلیٰ خلیلی	۴۴۶ ہجری
۹۲	الثقات للعجلی	ا	۴۴۷	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۹۳	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۱۲۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۹۴	تاریخ الاسلام	۳	۳۲۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۹۵	تقریب التہذیب	ا	۵۵۹	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۹۶	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۴	۸۷	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	-
۹۷	سیر اعلام النبلاء	۴	۴۶۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۹۸	الطبقات الکبریٰ	۵	۱۵۴	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ ہجری
۹۹	تہذیب التہذیب	۳	۴۳۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۱۰۰	الثقات للعجلی	ا	۱۷۴	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۱۰۱	تذکرۃ الحفاظ	ا	۶۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۱۰۲	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۲	۵	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	-
۱۰۳	الطبقات الکبریٰ	۲	۲۹۳	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۰۴	الطبقات الکبریٰ	۲	۲۹۳	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۰۵	الثقات للعجلی	ا	۲۰۷	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۱۰۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۱۴۹	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۱۰۷	الثقات للعجلی	ا	۲۰۷	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۱۰۸	الثقات لابن حبان	۴	۳۰۱	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم بُستی	۳۵۴ ہجری
۱۰۹	سیر اعلام النبلاء	۴	۴۴۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۱۱۰	الطبقات الکبریٰ	۵	۱۷۵	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۱۱	تہذیب الاسماء واللغات	ا	۲۳۵	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۱۱۲	تاریخ الاسلام	۳	۵۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۱۱۳	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۲	۱۰۶	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	-
۱۱۴	تذکرۃ الحفاظ	ا	۸۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۱۱۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۴۳	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۱۱۶	تاریخ الاسلام	ا	۴۷۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۱۱۷	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۴۳	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۱۱۸	تہذیب التہذیب	۸	۶۵	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۱۱۹	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۱۷۲	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۱۲۰	المختلطین للعلائی	ا	۹۳	خلیل بن کیکلدی علائی	۷۶۱ ہجری
۱۲۱	الکواکب النیرات		۳۴۱	برکات بن احمد المعروف ابو البرکات زین الدین کیال	۹۲۹ ہجری

۱۲۲	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۴	۳۶۰	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	-
۱۲۳	التاریخ الکبیر	۶	۴۶۱	محمد بن اسمٰعیل بخاری	۲۵۶ہجری
۱۲۴	تہذیب التہذیب	۷	۲۱۸	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۱۲۵	الثقات للعجلی	۱	۳۳۴	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۱۲۶	الطبقات الکبریٰ	۵	۱۷۳	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۱۲۷	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۳۵	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۱۲۸	تذکرۃ الحفاظ	۱	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۲۹	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۳۹	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	-
۱۳۰	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۳	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۳۱	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۲	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۳۲	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۴	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۳۳	تہذیب الکمال	۱۷	۲۳۰	یوسف بن عبدالرحمٰن جمال الدین مزی	۷۴۲ہجری
۱۳۴	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۳	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۳۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۳	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۳۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۳	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۳۷	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۴	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۳۸	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۴	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۳۹	تہذیب التہذیب	۹	۴۴۹	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۱۴۰	الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	۱	۱۸۹	خلیل بن عبداللہ ابو یعلیٰ خلیلی	۴۴۶ہجری
۱۴۱	تہذیب الکمال	۱۷	۲۲۸	یوسف بن عبدالرحمٰن جمال الدین مزی	۷۴۲ہجری
۱۴۲	الثقات لابن حبان	-	-	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم بُستی	۳۵۴ہجری
۱۴۳	تقریب التہذیب	۱	۵۰۶	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۱۴۴	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۴۶۱	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۴۵	الثقات للعجلی	۱	۴۱۰	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۱۴۶	الطبقات الکبریٰ	۱	۲۸	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۱۴۷	تاریخ الاسلام	۳	۳۰۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۴۸	تقریب التہذیب	۱	۴۹۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۱۴۹	تہذیب التہذیب	۹	۳۵۲	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۱۵۰	تہذیب التہذیب	۹	۳۵۰	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۱۵۱	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۸۷	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۱۵۲	موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل	۳	۲۹۵	ترتیب: السید ابو المعاطی - احمد بن عبدالرزاق - محمود محمد خلیل	-

۱۵۳	منہاج السنۃ النبویہ	۴	۵۰	احمد بن عبد الحلیم المعروف بہ ابن تیمیہ	۷۲۸ہجری
۱۵۴	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۴۲۸	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۵۵	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۵۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۵۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۵۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۵۷	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۵۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۵۸	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۹۸	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۵۹	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۹۸	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۶۰	الثقات للعجلی	۱	۴۱۴	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۱۶۱	الطبقات الکبریٰ	۱	۱۹۸	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ہجری
۱۶۲	تذکرۃ الحفاظ	۱	۹۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۶۳	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۴۶۸	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۶۴	اخبار القضاۃ	۳	۲۴۳	محمد بن خلف بن حبان بغدادی	۳۰۶ہجری
۱۶۵	التاریخ الکبیر للبخاری	۸	۲۷۶	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ہجری
۱۶۶	تاریخ ابن ابی خیثمہ	۲	۲۹۹	احمد بن ابی خیثمہ	۲۷۹ہجری
۱۶۷	الثقات للعجلی	۱	۴۷۲	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۱۶۸	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۲۴	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ہجری
۱۶۹	تاریخ الاسلام	۳	۱۰۰۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۷۰	الکاشف	۲	۳۶۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۷۱	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۱۵۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۱۷۲	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۱۵۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۱۷۳	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۴	۲۱۰	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۷۴	سیر اعلام النبلاء	۶	۸۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۷۵	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۶	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ہجری
۱۷۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۳	۴۷۵	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۷۷	الثقات لابن حبان	۴	۲۳۲	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم بُستی	۳۵۴ہجری
۱۷۸	تاریخ الثقات للعجلی		۱۵۸	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۱۷۹	الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	۱	۲۰۸	خلیل بن عبد اللہ ابو یعلیٰ خلیلی	۴۴۶ہجری
۱۸۰	تاریخ ابن خیثمہ	۲	۲۸۲	احمد بن ابی خیثمہ	۲۷۹ہجری
۱۸۱	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ہجری
۱۸۲	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ہجری
۱۸۳	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ہجری

۱۸۴	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۱۸۵	تاریخ الاسلام	۳	۶۴۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۸۶	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۱۹۰	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۱۸۷	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۱	۴۹۶	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسن	-
۱۸۸	تاریخ دمشق	۱۵	۶۵	علی بن حسین ہبۃ اللہ المعروف بہ ابن عساکر	۵۷۱ہجری
۱۸۹	سیر اعلام النبلاء	۵	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۱۹۰	الثقات لابن حبان	۵	۱۰۷	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابوحاتم بُستی	۳۵۴ہجری
۱۹۱	تاریخ الثقات للعجلی	۲	۸۹	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۱۹۲	التحفۃ اللطیفہ	۲	۱۵۶	محمد بن عبدالرحمن سخاوی	۹۰۲ہجری
۱۹۳	الطبقات الکبریٰ	۵	۲۸۳	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۱۹۴	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۵	۲۹۷	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۱۹۵	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۰۶	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۱۹۶	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۲	۴۵۲	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسن	-
۱۹۷	الطبقات الکبریٰ	۱	۳۰۵	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۱۹۸	الثقات لابن حبان	۵	۱۰	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابوحاتم بُستی	۳۵۴ہجری
۱۹۹	جامع ترمذی	۴	۴۳۷	محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی	۲۷۹ہجری
۲۰۰	تہذیب التہذیب	۵	۲۰۲	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۲۰۱	تہذیب التہذیب	۵	۲۰۲	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۲۰۲	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۲۵۴	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۲۰۳	لسان المیزان	۹	۳۳۸	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۲۰۴	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۲۶۵	یحییٰ بن شرف نوو	۶۷۶ہجری
۲۰۵	میزان الاعتدال	۲	۴۱۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۰۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۵۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۰۷	تہذیب التہذیب	۵	۲۰۳	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۲۰۸	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۲	۲۸۳	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسن	-
۲۰۹	سیر اعلام النبلاء	۳	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۱۰	الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	۲	۵۵۶	خلیل بن عبداللہ ابویعلیٰ خلیلی	۴۴۶ہجری
۲۱۱	سیر اعلام النبلاء	۳	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۱۲	سیر اعلام النبلاء	۳	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۱۳	تذکرۃ الحفاظ	۱	۶۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۱۴	تقریب التہذیب	۱	۲۸۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری

۲۱۵	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۷۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۱۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۷۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۱۷	موسوعۃ رجال الکتب التسعۃ	۲	۲۲۲	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۲۱۸	تہذیب الکمال	۷	۱۱۷	یوسف بن عبد الرحمن جمال الدین مزی	۷۴۲ ہجری
۲۱۹	تہذیب الکمال	۷	۱۱۷	یوسف بن عبد الرحمن جمال الدین مزی	۷۴۲ ہجری
۲۲۰	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۰۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۲۱	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۰۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۲۲	تہذیب التہذیب	۱	۵۷۸	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۲۳	تہذیب التہذیب	۱	۵۷۸	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۲۴	الطبقات الکبریٰ	۶	۳۳۲	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ ہجری
۲۲۵	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۱۲۷	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۲۲۶	موسوعۃ رجال الکتب التسعۃ	۱	۳۷۴	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	
۲۲۷	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۴۲۱	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۲۲۸	تہذیب التہذیب	۱۰	۵۰	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۲۹	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۴۱۷	عبد الرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۳۰	تاریخ اسماء الثقات	-	۲۳۱	عمر بن احمد بن عثمان المعروف بہ ابن شاہین	۳۸۵ ہجری
۲۳۱	الکاشف	۲	۲۴۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۳۲	تاریخ الاسلام	۳	۳۰۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۳۳	سیر اعلام النبلاء	۵	۵۱۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۳۴	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۸۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۲۳۵	موسوعۃ رجال الکتب التسعۃ	۳	۵۱۲	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	
۲۳۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۲۷۹	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۳۷	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۲۸۰	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۳۸	الثقات لابن حبان	۴	۳۴۰	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم بُستی	۳۵۴ ہجری
۲۳۹	تاریخ الثقات للعجلی	۲	۲۰۷	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ ہجری
۲۴۰	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۲۷۹	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۴۱	تاریخ اسماء الثقات	-	۱۵۷	عمر بن احمد بن عثمان المعروف بہ ابن شاہین	۳۸۵ ہجری
۲۴۲	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۲۷۹	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۴۳	الکامل فی ضعفاء الرجال ۴	۵۴۳		ابو احمد بن عدی جرجانی	۵۶۵ ہجری
۲۴۴	موسوعۃ رجال الکتب التسعۃ	۲	۱۰۸	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن -	
۲۴۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۳۱	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری

۲۴۶	التاریخ الکبیر	۶	۳۲۸	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ہجری
۲۴۷	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۳۱	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۲۴۸	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۳۱	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۲۴۹	الثقات لابن حبان	۵	۱۶۷	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابوحاتم بُستی	۳۵۴ہجری
۲۵۰	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۳۶۳	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۲۵۱	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۳۱	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۲۵۲	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۸۰	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۲۵۳	تہذیب الاسماء واللغات ۲	۲۷		یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۲۵۴	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۱۴۲	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۲۵۵	اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ	۱	۸۰	حسن بن علی بن محمد بن جعفر صمیری ۴۳۶ہجری	
۲۵۶	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۶۴	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۲۵۷	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۶۴	احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۲۵۸	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۲	۱۷۴	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۲۵۹	الطبقات الکبریٰ	۶	۳۴۴	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ہجری
۲۶۰	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۲	۱۷۴	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۲۶۱	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۲	۱۷۴	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۲۶۲	تاریخ الاسلام	۳	۸۱۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۶۳	سیر اعلام النبلاء	۶	۳۱۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۶۴	تاریخ الاسلام	۳	۸۱۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۶۵	تذکرۃ الحفاظ	۱	۱۱۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۶۶	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۱۲۱	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۲۶۷	تہذیب التہذیب	۱	۲۹۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۲۶۸	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۱	۱۲۰	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۲۶۹	التاریخ الکبیر	۱	۳۵۱	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ہجری
۲۷۰	المعجم الکبیر	۲۴	۴۱۳	سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی	۳۶۰ہجری
۲۷۱	مسند احمد بن حنبل	۷	۴۸۰	احمد بن محمد بن حنبل شیبانی	۲۱۴ہجری
۲۷۲	مسند اسحاق بن راہویہ	۵	۱۸	اسحاق بن ابراہیم المعروف بہ ابن راہویہ	۲۳۸ہجری
۲۷۳	سوالات ابن ابی شیبہ لابن المدینی	۱	۱۰۶	علی بن عبداللہ مدینی	۲۳۴ہجری
۲۷۴	سیر اعلام النبلاء	۵	۴۰۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۷۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۱۷۸	عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ہجری
۲۷۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۴۰۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری

۲۷۷ تہذیب التہذیب	۱۰	۳۱۴	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۲۷۸ تاریخ الثقات للعجلی	۱	۴۴۱	احمد بن عبد اللہ بن صالح عجلی	۲۶۱ہجری
۲۷۹ الطبقات الکبریٰ	۶	۳۳۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف با بن سعد	۲۳۰ہجری
۲۸۰ تہذیب الاسماء واللغات	۲	۱۱۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ہجری
۲۸۱ تہذیب التہذیب	۱۰	۳۱۴	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ہجری
۲۸۲ سیر اعلام النبلاء	۵	۴۰۲	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ہجری
۲۸۳ موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۴	۴۳	ترتیب: عبد الغفار سلیمان بنداری-سید کردی حسن	-

☆☆☆☆☆

امامِ اعظم کے اساتذۂ کرام

مولانا شہادت حسین مصباحی، استاذ دار العلوم مجاہدِ ملت، دھام نگر، اڈیشہ

امام الفقہاء والمجتہدین سراج الامۃ کاشف الغمۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت: ۷۰/۸۰ھ وصال:۱۵۰ھ) ان چار عظیم المرتبت جلیل القدر ائمہ کرام میں سے ہیں، جن کے فضل و کمال، زہد و ورع، علم و اجتہاد پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

اللہ رب العزت جل وعلا نے آپ کو بے حد و حساب خوبیوں اور کمالات سے آراستہ فرمایا ہے۔ آپ یگانۂ روز گار، علم و اجتہاد کے روشن مینار اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز و منفرد ہیں۔

مشہور ہے کہ استاذ کے علم و عمل سے شاگرد کے علم و ہنر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی شاگرد کی علمی و عملی عظمت و رفعت سے استاذ کی شوکت عیاں ہوتی ہے۔ یہی حال ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، کہ شاگرد اپنے استاذ کے فضل و کمال، زہد و ورع، تقوی و پرہیز گاری پر ناز کرتا ہے۔ لیکن امام اعظم ایسے فخر روز گار شاگرد ہیں کہ استاذ ان کی شوکتِ علم اور رفعت فقاہت پر نازاں و مداح ہیں، چناں چہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ شخص (ابو حنیفہ) بڑا عالم و فاضل و فقیہ ہے“۔ (۱)

حضرت امام حماد بن ابو سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تدریسی آداب و کمال اور ذہانت کو ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں: ”وہ (ابو حنیفہ) بڑے ذہین اور جلد سمجھنے والے طالب علم ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ عن قریب ایک وقت آنے والا ہے کہ عالم اسلام کے اہل علم و فضل ان کے دستر خوان علم سے استفادہ کرنے آئیں گے۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ نعمان ایک ایسا آفتاب ہے جو بطن گیتی کی تاریکیوں کو چیرتا ہوا کائنات کو روشن کرے گا“۔ (۲)

امام اعظم نے جن اساتذۂ کرام سے اکتساب علم کیا، وہ بھی اپنے وقت کے درخشاں آفتاب و ماہتاب تھے۔ امام اعظم کے اساتذۂ کرام کی تعداد کے بارے میں اہل علم و تحقیق کے درمیان کافی اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ نے جتنے اساتذہ سے حدیث و فقہ اور دیگر علوم و فنون حاصل کیے۔ دیگر ائمہ کرام میں کسی نے اتنے اساتذہ سے حصول علم نہیں کیا۔ کثرت اساتذہ کی بات امام اعظم کی فضیلت و برتری میں شمار کی جاتی ہے۔ چناں چہ امام ابو حفص کبیر فرماتے ہیں:

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں، ص:۱۹۹
(۲) مناقب للموفق ،امام اعظم :از شاہ سید تراب الحق، ص:۵۸

”ہمارے زمانے میں یہ اختلاف ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما میں کون افضل ہیں؟ پھر یہ بات طے ہوئی کہ دونو ں بزرگوں کے مشائخ و اساتذہ شمار کیے جائیں۔ جن کے اساتذہ زیادہ ہوں وہ افضل ہیں۔ چناں چہ امام شافعی کے اساتذہ اسی (۸۰) شمار ہوئے۔ جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذۂ کرام کی تعداد چار ہزار پہنچ گئی۔ (۱)

اور بعض نے کہا کہ چار ہزار شیوخ تابعین میں سے تھے، اب سوچیے کہ ان کے علاوہ اور کتنے اساتذہ ہوں گے۔ (۲)

امام اعظم ابو حنیفہ (ولادت ۷۰/۸۰ھ وصال ۱۵۰ھ) ابتدائی دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تجارت کی طرف متوجہ ہو گئے۔

فقهی تعلیم کی طرف رغبت: امام اعظم فرماتے ہیں: ”میں ایک دن بازار جا رہا تھا کہ کوفہ کے مشہور امام شعبی سے ملاقات ہو گئی، انھوں نے مجھ سے کہا: بیٹا کیا کام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: بازار میں کاروبار کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم علما کی مجلس میں بیٹھا کرو، مجھے تمھاری پیشانی پر علم و فضل اور دانش مندی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ ان کے اس ارشاد نے مجھے متاثر کیا اور میں نے علم کے حصول کا راستہ اختیار کیا“۔ (۳)

حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پوتے ہیں۔ آپ کو وسیع العلم اور کثیر الحدیث ہونے کی وجہ سے باقر العلوم کہا جاتا تھا۔ آپ اپنے والد گرامی امام زین العابدین، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث سماعت فرمائی۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام محمد بن علی باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکتساب فیض کیا ہے اس لیے آپ ان کے شاگرد ہوئے۔

ایک بار آپ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ابو حنیفہ! ہم سے کچھ پوچھیے۔ آپ نے چند سوالات دریافت کیے، اور پھر اجازت لے کر آپ کی مجلس سے واپس ہوئے، تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: ”ابو حنیفہ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں۔ اور ہمارے پاس باطنی و روحانی علوم کے ذخائر ہیں“۔ (۴)

امام ابن عبد البر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: کہ ایک مرتبہ جب امام ابو حنیفہ امام باقر سے علمی گفتگو کر کے رخصت ہوئے، تو امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”ان (امام ابو حنیفہ) کا طریقہ اور انداز کتنا اچھا ہے اور ان کی فقہ کتنی زیادہ ہے“۔ آپ کا وصال پر ملال ۱۱۸ھ میں ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ حضرت امام باقر کے صاحبزادے اور امام زین العابدین کے پوتے ہیں۔ آپ بہت بڑے متقی اور مستجاب الدعوات تھے، بلا وضو کبھی حدیث پاک روایت نہیں فرماتے۔

آپ کے شاگردوں میں امام اعظم کے علاوہ امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید، ابن جریج وغیرہ

---

(۱) مناقب للموفق، ص:٦٤، امام اعظم: ص:۲۳۳

(۲) الخیرات الحسان، ص:۸۳

(۳) مناقب للموفق، ص:۸٤، امام اعظم: از شاہ سید تراب الحق، ص:٥٦

(۴) امام اعظم، ص:۲۳٤

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی اکابر محدثین شامل ہیں۔ ایک بار امام اعظم سے چند مسائل پر گفتگو ہوئی، تو فرمایا: یہ شخص (ابوحنیفہ) بڑا عالم و فقیہ ہے۔

علما نے فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقت میں امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجاز و خلیفہ ہیں۔ سلوک و طریقت کے مراحل امام جعفر سے دو سال میں طے کیے ہیں جن پر انھوں نے فرمایا: لولا السنتان لهلك النعمان۔ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔ (۱)

علامہ موفق علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "مناقب" میں تحریر فرماتے ہیں: کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار امام اعظم سے فرمایا: اے ابوحنیفہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے نانا جان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتیں زندہ کرو گے، تمھاری رہنمائی سے لوگوں کو صحیح راستہ ملے گا۔ تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق حاصل ہوگی کہ زمانے بھر کے علماے ربانیین تمھاری وجہ سے صحیح مسلک اختیار کریں گے۔ (۲)

آپ کا وصال پر ملال ۱۴۸ھ میں ہوا۔

حضرت امام قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہا میں ایک ہیں علم و فضل میں اہل مدینہ میں افضل مانے جاتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ قاسم بن محمد سے زیادہ افضل ہم نے کسی کو نہ پایا۔

آپ حدیث میں اپنے والد محمد بن ابوبکر اور اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ، امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کثیر صحابۂ کرام کے شاگرد ہیں۔ (۳)

آپ کے تلامذہ میں امام شعبی، سالم بن عبداللہ، امام زہری، امام اعظم اور دیگر سینکڑوں تابعین و تبع تابعین شامل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ زیادہ وقت خاموش رہتے اور احادیث کی روایت کم کرتے، اکثر اوقات عبادت الٰہی میں گزارتے۔

آپ کا وصال ۱۰۱ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوا۔

امام شعبہ بن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ: علم حدیث میں آپ کا لقب امیر المؤمنین فی الحدیث ہے۔ آپ کو دو ہزار حدیثیں یاد تھیں، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر امام شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی حدیث پہنچانے والا نہ ہوتا۔ (۴)

عراق میں آپ پہلے محدث ہیں کہ آپ نے جرح و تعدیل کے مراتب مقرر فرمائے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے خوب خوب اخذ علم کیا ہے۔ امام اعظم آپ کے چہیتے شاگرد تھے، ان پر آپ کو بہت ناز تھا۔ امام اعظم سے آپ غایت درجہ محبت فرماتے تھے۔

ایک بار امام اعظم کے ذکر میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے۔ اسی طرح مجھے

---

(۱) سوانح بے بہاے امام اعظم، ص:۴۱

(۲) امام اعظم اعلیٰ حضرت کی نظر میں، ص:۵۸

(۳) امام اعظم: از عیسیٰ رضوی

(۴) امام اعظم :از عیسیٰ رضوی ص:۲۰۲

یقین ہے کہ علم اور ابوحنیفہ ساتھی اور ہم نشیں ہیں۔ (۱) آپ کا وصال ۱۶۰ھ میں ہوا۔

حضرت ابراھیم بن الاسود نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ عراق کے نام ور فقیہ و محدث اور کبار تابعین میں سے ہیں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ آپ کا لقب صیرفیّ الحدیث ہے۔ کیوں کہ کھری کھوٹی حدیث کی پرکھ پر خوب خوب نظر رکھتے تھے۔ حضرت امام اعمش کا ارشاد ہے: محدثین تو بہت ہیں لیکن حدیث کو پرکھنے والا ابراہیم نخعی کے سوا کوئی نہیں۔ (۲)

آپ سے اخذ علم و فضل اور حدیث و فقہ حاصل کرنے والے خوش نصیبوں میں حضرت حماد بن ابوسلیمان اور حضرت سماک بن حرب سرِفہرست اور نہایت قریبی ہیں۔ اور دونوں ہی سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے اکتساب علم کیا ہے۔ اس لیے آپ کے اساتذہ و شیوخ کی فہرست میں حضرت امام ابراہیم نخعی کا نام سرفہرست آتا ہے۔ (۳)

آپ کا وصال ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں ہوا۔

حضرت حماد بن ابوسلیمان اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ کوفہ کے عظیم فقیہ، جلیل القدر محدث اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم دین تھے۔ صحابۂ کرام میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین میں ابراہیم نخعی سعید بن مسیب، سعید بن جبیر وغیرہم جیسے جلیل القدر فقہاے اسلام کے مایہ ناز شاگرد و تلمیذ ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی کے تمام علوم کے وارث اور جانشین ہیں۔ (۴)

آپ کے خوش بخت تلامذہ میں امام اعظم، امام اعمش، سفیان ثوری، امام شعبہ، امام عاصم احول وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے عظیم المرتبت ائمہ فقہ و حدیث ہیں۔ آپ کا وصال ۱۲۰ھ میں ہوا۔ (۵)

خلاصہ یہ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف علوم و فنون کثیر اساتذہ و شیوخ سے حاصل کیے۔ علوم و فنون کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ سے علم قرآن و تفسیر سیکھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کے شاگردوں اور دیگر تابعین محدثین سے علم حدیث حاصل کیا جب کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ سے علم فقہ کا اکتساب کیا۔

حضرت حماد بن ابوسلیمان کے حلقۂ درس میں اٹھارہ سال رہ کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کا خلاصہ کسب کرلیا۔

☆☆☆☆

---

(۱) انوار امام، ص:۱۵۶، رضوی کتاب گھر
(۲) تذکرۃ الحفاظ، ج:۱،ص:۸۰
(۳) انوار امام اعظم، ص:۱۵۵
(۴) امام اعظم :از شاہ سید تراب الحق، ص: ۲۴۸
(۵) اولیا رجال الحدیث، ص:۹۷

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تلامذہ

مولانا محمد عرفان عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے میں یکتا اور بے مثال تھے، اپنے معاصرین پر درجوں فائق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ کبار نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا، مجتہدین کرام اور محدثین عظام نے آپ سے تعلیم حاصل کی اور آپ سے اکتساب فیض کر کے اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔

وہ خوش نصیب حضرات جن کو امام صاحب کی مبارک مجلس میسر آئی ان کی صحیح تعداد کہیں نہیں ملتی۔ اور ان کا احاطہ ممکن بھی نہ تھا کہ دو چار یا چند سو کی تعداد ہو تو شمار میں آئے یہاں تو عالم یہ تھا کہ ایک عالم حاضر بارگاہ رہتا تھا۔ ایسا جم غفیر تھا کہ مورخین اس عظیم جماعت کے حالات کیا لکھتے، نام تک محفوظ نہیں کر سکے۔ آپ کے زمانے کے اکثر محدثین آپ کے حلقہ سے منسلک تھے۔ اصل میں امام صاحب کے یہاں کوئی ایسا رجسٹر بھی نہ تھا جس میں ان تمام حضرات کے نام درج کیے جاتے جو مختلف اوقات میں شامل درس ہوتے تھے اس لیے کل تلامذہ کی تعداد معلوم کرنا ممکن نہ رہا۔

بعض مورخین کا اندازہ ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد چار ہزار سے بھی زائد ہو سکتی ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قيل: استيعابه متعذر لايمكن ضبطه، ومن ثمه قال بعض الأئمة: لم يظهر لاحد من أئمة الاسلام المشهورين مثل ماظهر لابی حنيفة من الاصحاب والتلاميذ، ولم ينتفع العلماء وجميع الناس بمثل ماانتفعوا به وبأصحابه فی تفسير الاحا ديث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضاء والاحكام. جزاهم الله خيرا. وقدذ كرمنهم بعض متاخرى المحدثين فی ترجمته نحوثمان مائة مع ضبط اسما ئهم ونسبهم .(الخيرات الحسان)

آپ کے تلامذہ کی تعداد کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ ان کا شمار ناممکن ہے۔ بعض ائمہ نے کہا: مشہور ائمہ کرام میں سے کسی کے اتنے اصحاب و تلامذہ نہ ہوئے جتنے امام اعظم کے ہوئے۔ اور علما اور عوام کو کسی سے اتنا نفع نہ پہنچا

جتنا امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے احادیث مشتبہ کی تفسیر اور مسائل مستنبطہ کی توضیح اور جدید مسائل اور احکام قضا میں پہنچا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ بعض متاخرین علماے حدیث نے امام اعظم کی سوانح عمری میں ان کے شاگردوں کی تعداد ۸۰۰ لکھی ہے۔ اور ان کے نام و نسب بھی لکھے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وعنه: ابنه حماد و ابراهيم بن طهمان و حمزة بن حبيب الزيات و زفر بن الهذيل وابو يوسف القاضى وابو يحيٰ الحمانى وعيسىٰ بن يونس و وكيع ويزيد بن زريع واسد و عمرو البجلى وحكام بن يعلىٰ بن سلم الرازى و خارجة بن مصعب وعبد المجيد ابن ابى رواد و على بن مسهر و محمد بن بشر العبدى وعبد الرزاق و محمد بن الحسن الشيبانى و مصعب بن المقدام ويحى بن يمان و ابو عصمة نوح ابن ابى مريم و ابو عبد الرحمٰن المقرى و ابو عاصم و آخرون" (تهذيب التهذيب)

مناقب امام اعظم میں اپنے تلامذہ کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد نقل ہے:

" یہ ۳۶/ آدمی ایسے ہیں جن میں ۲۸/ قاضی اور ۸/ مفتی بننے کے لائق ہیں اور (امام) ابو یوسف اور (امام) زفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قاضیوں کی تادیب و اصلاح کی صلاحیت رکھتے ہیں"۔

ذیل میں چند نام ور اور مشہور تلامذہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

(۱)۔سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام یعقوب، کنیت ابو یوسف، اور لقب قاضی القضاۃ ہے۔ نسب نامہ یوں ہے یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن عقبہ انصاری البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کی ولادت ۹۳ھ اور وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی۔

امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاضی، فقیہ اور حافظ حدیث تھے، آپ پچاس/ساٹھ حدیثیں سنتے اور فوراً دوسروں کو لکھوا دیتے تھے۔ آپ ۳/ عباسی خلفا مہدی، ہادی، اور ہارون رشید کے دور میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔

آپ کے بارے میں امام اعظم فرماتے ہیں: "میرے شاگردوں میں جس نے سب سے زیادہ علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں"۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے جس میں چند یہ ہیں:

محمد بن حسن شیبانی، شفیق بن ابراہیم بلخی، امام احمد بن حنبل یحی بن معین، معلی بن منصور، محمد بن سماعہ، بشر بن ولید کندی اور بشر بن غیاث۔

آپ کو عبادت و ریاضت سے بڑا لگاؤ تھا۔ عہدۂ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود عبادت و ریاضت اور نوافل کی کثرت فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم کی بارگاہ میں ۲۹/ برس تک رہا لیکن میری فجر کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی۔ عہدۂ قضا کی مصروفیات کے باوجود روزانہ دو سو رکعتیں نفل ادا فرماتے۔

امام اعظم کی بارگاہ میں آپ کا مرتبہ اتنا عظیم تھا کہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو امام اعظم ان کی عیادت کے لیے آئے جب واپس جانے لگے تو دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: اگر یہ مرد میدان فوت ہو گیا تو بہت بڑا نقصان ہوگا کیوں کہ اس وقت روئے زمین میں ان سے بڑا عالم کوئی نہیں۔

آپ کی وفات ۵/ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر ہوئی۔ مزار اقدس: بغداد شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔

(۲)- سیدنا امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام محمد، اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ نسب نامہ یوں ہے محمد بن حسن بن فرقد شیبانی۔ آپ کے والد فلسطین سے نقل مکانی کر کے عراق آئے اور واسط میں مقیم ہو گئے۔ یہیں آپ کی پیدائش ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش کے بعد آپ کے والدین کوفہ منتقل ہو گئے۔ امام محمد کی پرورش یہیں ہوئی۔ آپ چودہ سال کی عمر میں امام اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک نابالغ لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات وہ فجر سے پہلے بالغ ہو جائے تو عشا کی نماز دہرائے گا یا نہیں؟ امام اعظم نے فرمایا: دہرائے گا، آپ نے اٹھ کر نماز عشا ادا کی۔ امام اعظم نے یہ دیکھ کر فرمایا: ان شاء اللہ یہ لڑکا رجل رشید ہوگا۔

اللہ رب العزت نے آپ کو زبردست قوت حافظہ عطا فرمایا تھا۔ مشہور ہے کہ آپ جب امام اعظم کی بارگاہ میں حصول علم کے لیے حاضر ہوئے تو امام اعظم نے عمر کم ہونے کی وجہ سے قرآن پاک حفظ کرنے کا حکم دیا آپ چند دنوں کے بعد دوبارہ حاضر ہوئے اور اس دوران محض ایک ہفتے کی قلیل مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ مسعر بن کدام، سفیان ثوری، مالک بن انس سے بھی استفادہ کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میراث میں مجھے تیس ہزار درہم ملے تھے جن میں سے پندرہ ہزار علم نحو اور شعر و ادب پر خرچ کر دیا اور پندرہ ہزار فقہ و حدیث میں خرچ کر ڈالا۔ خلیفہ ہارون رشید نے شام کے علاقے رقہ کے لیے امام محمد کو قاضی بنایا، وہیں آپ نے رقیات لکھی۔

امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حافظ الحدیث تھے مجتہد فی المذہب فقیہ تھے، اصول و فروع اور نصوص کی انھیں کامل معرفت حاصل تھی۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے: جب امام محمد بات کرتے تھے تو لگتا تھا کہ قرآن ان کی زبان پر نازل ہوا ہے، میں نے ان سے ایک اونٹ کے بوجھ برابر کتابیں لکھی ہیں۔

مذہب حنفی کو عروج بخشنے میں امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بڑا دخل رہا ہے۔

ائمۂ حنفیہ میں سب سے زیادہ کتابیں امام محمد ہی نے تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ راتوں کو سوتے نہیں تھے بلکہ اکثر عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۸۹ھ مقام رے میں ہوئی۔

(۳) سیدنا امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ آپ کے والد کا نام مبارک ہے۔ آپ کی ولادت مقام "مرو" میں ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ آپ کے بارے میں مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے والد ماجد نے آپ کو پچاس ہزار درہم تجارت کی غرض سے عطا کیے۔ آپ نے پوری رقم طلب حدیث میں خرچ کر ڈالی اور والد کے حضور حدیث کے دفتر پیش کر دیے اور عرض کیا میں نے ایسی تجارت کی ہے جس میں ہمارے اور آپ کے لیے دونوں جہان میں نفع ہوگا۔ اس پر آپ کے والد بہت خوش ہوئے اور تیس ہزار درہم اور دیا اور فرمایا: جاؤ اپنی تجارت کامل کر لو۔

آپ علم فقہ و حدیث میں ید طولی رکھتے تھے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں کتنی بھی کوشش کروں کہ سال بھر میں ایک دن عبداللہ بن مبارک کی طرح گزاروں تو نہیں گزار سکتا۔

۱۸۱ھ میں ایک جہاد سے فاتح کی حیثیت سے لوٹ رہے تھے کہ راستے میں علیل ہو گئے اور چند ایام کے بعد وفات پا گئے۔

(۴) سیدنا امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام زفر اور کنیت ابو ہزیل تھی۔ نسب نامہ یوں ہے: زفر بن ہزیل بن قیس بن سلیم بن قیس بن ہزیل۔ آپ کی ولادت سن ۱۱۱ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حصول علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے لیکن پھر طبیعت کا میلان فقہ کی جانب ہو گیا تو آپ جامع کوفہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔

ابن خلکان فرماتے ہیں کہ امام زفر پہلے ائمۂ حدیث میں سے تھے پھر امام کی صحبت میں مسائل فقہیہ پر عبور حاصل کر کے درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔

آپ امام اعظم کے بہت ہی محبوب اور معتمد شاگرد تھے فقہ میں آپ امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہم پلہ قرار پائے۔ آپ کا شمار امام اعظم کے ان اصحاب میں ہے جن حضرات نے تدوین فقہ میں امام اعظم کی معاونت کی۔

حضرت امام اعظم نے آپ کا نکاح پڑھاتے وقت خطبے میں ارشاد فرمایا:

" هذا زفرامام من ائمة المسلمين وعلم من اعلاهم فى شر فه وحسبه و نسبه"۔

عبادت و ریاضت اور زہد و ورع میں بھی آپ بے مثال تھے۔ سن ۱۵۸ھ میں بصرہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

(۵) سیدنا امام داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام داؤد اور کنیت ابو سفیان ہے۔ آپ کے والد کا نام نصیر ہے۔

آپ نے امام اعمش اور ابن لیلی سے حدیث کی سماعت کی۔ پھر امام اعظم کی صحبت درس میں داخل ہوئے اور بیس برس تک آپ حصول علم میں لگے رہے۔

آپ امام اعظم کے عزیز ترین تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت محارب بن دثار فرماتے ہیں کہ اگر داؤد طائی اگلی امتوں میں ہوتے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کا قصیدہ بیان فرماتا۔ حدیث و فقہ حاصل کرنے کے بعد آپ تارک الدنیا ہوگئے اور اہل تصوف کے سید قرار پائے۔

حضرت عطا ابن مسلم بیان فرماتے ہیں کہ میں جب بھی داؤد طائی کے مکان پر گیا مجھے وہاں درج ذیل چیزیں ہی نظر آئیں۔ ایک چٹائی، اس پر تکیہ کے لیے اینٹ، ایک لوٹا۔ آپ کی وفات ۱۶۰ھ یا ۱۶۵ھ میں ہوئی۔

(۶) سیدنا وکیع بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام وکیع اور کنیت ابو سفیان تھی۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے: وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی بن سفیان الرواسی۔ آپ کی ولادت ۱۲۹ھ یا ۱۲۸ھ میں بغداد کے نواح میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام زفر سے علم فقہ کی تحصیل کی اور علم حدیث عبد اللہ بن مبارک، احمد بن حنبل اور یحیٰ ابن معین سے حاصل کیا۔

محدثین آپ کی جلالت علمی پر متفق ہیں۔ آپ ایک یا دو تہائی قرآن پاک ختم کیے بغیر نہیں سوتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، یہ گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔ ۱۹۸ھ یا ۱۹۹ھ میں سفر حج کے دوران اسہال کا عارضہ لاحق ہوا اور اسی میں وفات ہوئی۔

(۷)-سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام فضیل، کنیت امام القدوۃ اور شیخ الاسلام تھا۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے: فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر۔

آپ کی ولادت سمرقند میں ہوئی اور ابوورد میں پروان چڑھے۔ جوانی کے عالم میں امام اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور علم فقہ حاصل کیا۔ آپ ابوورد کے مشہور ڈاکو تھے۔ کسی لڑکی پر عاشق ہوگئے، رات کو دیوار چڑھ کر اس کے گھر میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ کسی طرف سے تلاوت قرآن کی آواز آئی، جسے سنتے ہی دل کی دنیا بدل گئی۔ آپ نے وہ رات ایک ویرانے میں گزاری اور بارگاہ الٰہی میں صدق دل سے توبہ کرلی اور تمام مال مالکوں کے حوالے کردیا۔ اور ان سے معافی مانگی۔

آپ عالم ربانی، زاہد، صالح اور صاحب کرامت تھے۔ آپ اپنے دور میں فقہ و فتویٰ اور زہد و تقویٰ کے شیخ کامل تھے۔ آپ کو بیس سال تک کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کی وفات مکہ معظّمہ میں ۱۸۷ھ میں ہوئی۔

(۸)-سیدنا حسن بن زیاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام حسن اور والد کا نام زیاد تھا۔ امام اعظم سے علم فقہ حاصل کیا پھر صاحبین سے بھی استفادہ کیا۔ آپ امام اعظم کے شاگردوں میں بڑے دانش مند بیدار مغز فقیہ تھے۔ جب آپ ۳۰؍ سال کے ہوئے تو علم فقہ پڑھنا شروع کیا اور چالیس سال تک اسی میں مشغول رہے۔ آپ بلند پایہ محدث بھی تھے، آپ نے تقریباً ۱۲؍ ہزار احادیث ایسی نقل کی جن کی فقہائے کرام کو ضرورت تھی۔ آپ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

(۹)-سیدنا حفص بن غیاث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام حفص اور کنیت ابو یوسف تھی۔ نسب نامہ یوں ہے: حفص بن غیاث بن طلق معاویہ بن ثعلبہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن جسیم۔ آپ کی ولادت ۱۱۷ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے ۱۳؍ سال اور بغداد کے ۲؍ سال قاضی رہے۔

آپ اپنے زمانے کے عالم، محدث، زاہد، اور پرہیزگار تھے۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج فرمائی ہے۔ آپ پر فالج کا اثر ہوا اور اسی میں ۱۹۴ھ میں وفات پائی۔

(۱۰)-سیدنا حماد بن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام حماد اور کنیت ابو اسماعیل ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے: حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان زوطی بن ثابت بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں۔

امام اعظم نے آپ کی تعلیم نہایت اہتمام سے فرمائی۔ آپ نے فقہ میں اتنی مہارت حاصل کرلی کہ اپنے والد کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ نہ صرف مسند افتا پر متمکّن رہے بلکہ تدوین فقہ میں بھی اہم رول ادا کیا۔ آپ کی وفات ذی قعدہ ۱۷۶ھ میں ہوئی۔

(۱۱)-سیدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام ابراہیم اور کنیت ابو اسحاق تھی۔ ادہم بن سلیمان بن منصور کے گھر پیدا ہوئے جو شاہان بلخ کے اولاد سے تھے۔ ایک عرصہ تک آپ امام اعظم کی خدمت میں رہے امام اعظم آپ کو اپنے قریب جگہ عنایت فرماتے۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو اولیا کو حاصل ہوتے ہیں۔

ابتدا میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے بعد میں بادشاہت کو خیر باد کہہ کر فقیری اختیار کرلی اور عبادت میں مشغول ہوگئے۔ آپ کی وفات ۱۶۱ھ یا ۱۶۶ھ یا ۱۸۷ھ میں ملک شام میں ہوئی۔

(۱۲)-سیدنا مسعر بن کدام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام مسعر بن کدام اور کنیت ابو سلمہ تھی۔ اجل تبع تابعین سے تھے۔ آپ کی وفات ۱۵۳ھ یا ۱۵۱ھ میں ہوئی۔

(۱۳)-نوح بن دارج نخعی کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام نوح بن دارج نخعی کوفی اور کنیت ابو محمد تھی۔ امام زفر اور ابن ابی لیلی سے بھی فقہ حاصل کیا۔ آپ کا وصال ۱۸۳ھ میں ہوا۔

(۱۴)-سیدنا یحیٰ بن زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام یحیٰ بن زکریا اور کنیت ابو سعد تھی۔ آپ کا شمار ان حضرات میں ہوتا ہے جن حضرات نے فقہ و حدیث کو جمع کیا۔ امام اعظم کے چالیس اصحاب، جو تدوین فقہ میں مشغول تھے ان میں آپ پہلے دس میں سے شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی۔

(۱۵)-سیدنا اسد بن عمرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام اسد ہے اور سلسلہ نسب یوں ہے: اسد بن عمرو بن عامر بن اسلم بن مغیث کوفی۔

آپ بھی مذکورہ چالیس اصحاب میں سے پہلے دس میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ نے تیس سال تک امام اعظم ابو حنیفہ کے لیے کتابت کی اور ان ہی سے حدیث سنا اور فقہ حاصل کیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف کے بعد آپ کو بغداد کا قاضی مقرر کیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا۔

(۱۶)-سیدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام و نسب یوں ہے: سفیان بن عیینہ بن ابو عمران میمون کوفی، آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔

آپ کی ولادت ۱۰۷ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ بیس سال کی عمر میں امام اعظم کی بارگاہ میں تحصیل حدیث کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے ستر بار حج کیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر آپ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم اٹھ جاتا۔

آپ کی وفات ۱۹۸ھ میں مکہ معظّمہ میں ہوئی۔

ان کے علاوہ علی بن مسہر، یحی بن سعید قطان، یزید بن ہارون، ابو عاصم ضحاک، حفص بن غیاث، حبان بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان جیسے کثیر اصحاب علم و فضل، زہد و تقویٰ ہیں جن کو امام اعظم کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں التجا ہے کہ ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل امام اعظم اور آپ کے تلامذہ کے فیضان سے دارین میں مالامال فرمائے۔ ان حضرات کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - حیات و خدمات

مفتی محمد قمر الدین رضوی مصباحی، استاذ جامعہ عبد اللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا-۱۰۰

مجتہد فی المذہب، قاضی القضاۃ جن کا نام یعقوب اور والد کا نام ابراہیم ہے تاریخ اسلام میں بہت نامور مفسر، محدث، مورخ اور پوری سلطنت اسلامیہ کے چیف جسٹس تھے خلفاے عباسیہ میں تین خلیفہ مہدی، ہادی اور ہارون رشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے منصب جلیل پر فائز رہے اور یہ خلفا بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے آپ کو دیکھتے تھے۔ فقہ حنفی کے اصول کی ایجاد کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے۔ سب سے پہلے امام اعظم کے علم کو ملک یمن میں آپ ہی نے پھیلایا۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و پرہیز گاری میں بھی اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ قاضی ہو جانے کے بعد بھی روزانہ دو سو رکعت نماز نفل ادا فرماتے تھے اور شروع میں آپ ابن ابی لیلیٰ کی مجلس فقہ میں بیٹھتے اور فقہ حاصل کرتے تھے پھر ان کو چھوڑ کر امام اعظم ابو حنیفہ کے حلقۂ درس میں بیٹھنا شروع کیا تو ان ہی کے ہو کر رہ گئے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری حیات تک ان سے جدا نہ ہوئے۔

آپ انتہائی غریب آدمی تھے، غربت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ان کے والد نے کہا: بیٹا! اگر تم امام اعظم کی مجلس میں اسی طرح مسلسل بیٹھتے رہو گے تو معاش کا انتظام کیسے ہوگا؟ اس کے بعد کچھ دنوں تک امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہونا ترک کر دیا۔ امام اعظم کی مردم شناس نگاہوں نے امام ابو یوسف کی پیشانی کی لکیروں میں علمی بلندی کا اثر دیکھ لیا تھا۔ ان کو آپ نے بلوایا اور جب غربت و افلاس کو حصول علم کی راہوں میں مانع پایا تو ان کے اخراجات اپنے ذمہ لے لیا اور نہ صرف یہ کہ صرف امام ابو یوسف کی کفالت کی بلکہ بیس سالوں تک ان کی اور ان کی والدہ کی کفالت کا ذمہ اٹھا لیا، انتیس برس تک فجر کی نماز امام اعظم کے ساتھ پڑھی اس طرح کہ کبھی تکبیر تحریمہ بھی فوت نہ ہوئی۔ علم حدیث آپ نے امام لیث بن سعد، ابو اسحاق شیبانی، سلیمان تیمی، امام اعمش، ہشام بن عروہ، محمد بن اسحاق، عطا بن سائب اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد تو کثیر ہے جن میں ممتاز امام محمد، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں۔ امام محمد نے جامع صغیر میں آپ ہی کی روایتوں کو جمع کیا ہے۔

ولادت و وفات: تاریخ ولادت میں اختلاف ہے متعدّد کتب کے مطالعہ سے تین تاریخیں ملتی ہیں ۹۷ھ،

۱۰۳ھ، ۱۱۳ھ لیکن بالاتفاق تاریخ وصال ۱۸۲ھ ہے۔ سر زمین کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وصال فرمایا۔ بغداد شریف میں مزار مقدس ہے۔

امام ابو یوسف کی علمی خدمات:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی بھر علم امام اعظم کو تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ ملک میں پھیلاتے رہے، اس کے لیے سینکڑوں کتابیں بھی تصنیف فرمائیں اور امام اعظم کے قواعد استنباط و اجتہاد کی روشنی میں سینکڑوں مسائل کا آیات و احادیث سے استنباط فرمایا۔ اگلی تحریروں میں اس کے کچھ نمونے آپ دیکھیں گے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہ کے الگ الگ ابواب پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے بعض یہ ہیں: كتاب الصلوٰة، كتاب الزكوٰة، كتاب الصيام، كتاب الفرائض، كتاب البيوع، كتاب الحدود، كتاب الوكالة، كتاب الوصايا، كتاب الصيد و الذبايح، كتاب الغضب والاستبراء، كتاب اختلاف الأمصار، كتاب الرد على مالك بن أنس، كتاب الجوامع اور كتاب الخراج وغیرہ۔

"كتاب الجوامع" جو امام ابو یوسف نے یحییٰ بن حامد کے لیے تصنیف فرمائی یہ چالیس کتابوں پر مشتمل ہے اور "كتاب الخراج" عباسی خلیفہ ہارون رشید کی درخواست پر تصنیف فرمائی اس میں زمین کے اقسام، لگان کی مختلف جہتیں، کاشت کاروں کی حیثیتوں کا اختلاف، پیداوار کی قسمیں اور اس نوعیت کے دوسرے مسائل اس خوبی اور دقت نظر سے تحریر کیے کہ اس کو ہر زمانے کا قانون مال گزاری کہہ سکتے ہیں نیز جابجا ان خامیوں کا بھی ذکر کیا ہے جو انتظامات سلطنت میں موجود تھیں اور اس پر نہایت جرأت و بے باکی کے ساتھ خلیفۂ وقت کو متوجہ کیا ہے۔

امام ابو یوسف کی احادیث پر گہری نظر:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہ و اجتہاد کے ساتھ ساتھ احادیث پر بڑا درک اور بہت دقت نظر رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی شاہ کار تصنیف "كتاب الخراج" میں ۲۲۳/ مرفوع روایتیں بیان کی ہیں اور ان سے سینکڑوں اسلامی احکام مستنبط فرمائے ہیں بطور نمونہ یہاں ایک روایت اور طریقۂ استنباط پیش کیا جا رہا ہے۔ مثال:

کسی چشمے یا کنویں کے مالک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایسے شخص کو اپنی زیر ملکیت پانی سے روکے اور اس کی قیمت وصول کرے جو اس پانی سے اپنے کھیت یا باغ کو سیراب کرنا چاہتا ہو لیکن اگر کوئی مسافر ہو تو اسے یا اس کے جانور کو پانی لینے سے روکنا جائز نہیں، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے "كتاب الخراج" میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: جو شخص کسی چشمے، کنویں اور نہر وغیرہ کا مالک ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی مسافر کو اس کا پانی پینے سے منع کرے؛ کیوں کہ اس سلسلے میں احادیث و آثار موجود ہیں البتہ وہ شخص لوگوں کو اپنے کھیت، درخت اور کھجور، انگور کو سیراب کرنے سے روک سکتا ہے۔ اس لیے کہ ایک تو اس سلسلے میں ممانعت کی کوئی حدیث نہیں دوسرا یہ کہ یہ

چیز اصل مالک کو ضرر پہنچاتی ہے اور جہاں تک مویشیوں، جانوروں کو پانی پلانے کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں واضح رہے کہ اصل مالک کو جانوروں کو پانی سے روکنے کا کوئی حق نہیں۔

مذکورہ عبارت میں آپ نے پینے کے لیے یا جانوروں کو پلانے کے لیے اور کھیتوں، باغوں کو سیراب کرنے کے درمیان فرق بیان کیا ہے اس کی وجہ خود بیان کرتے ہیں: ”وفصّل مابين هذين الأحاديث التي جاءت في ذالك والسنة“ یعنی ان دونوں مسئلوں میں فرق کرنے کی وجہ وہ سنت و احادیث ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، اس کے بعد آپ نے ان احادیث کو نقل فرمایا جن کو کھیتوں اور باغوں کی سینچائی کے لیے ممانعت وارد ہے مسافروں کے لیے نہیں۔ نقل کردہ احادیث میں سے ایک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، چارہ اور آگ۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احادیث اور آثار کی بنیاد پر اپنے استاذ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سے مسائل میں اختلاف بھی کیا ہے بعض اوقات اختلاف کی وجہ بیان کردی ہے اور بعض جگہوں پر وجہ بیان نہیں کی ہے۔ ذیل میں اختلاف کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(١) وہ مجاہدین جو جنگوں میں حصہ لیتے ہیں ان میں بعض سوار ہوتے ہیں اور بعض پیادہ، فتح یابی کے بعد مال غنیمت کی تقسیم میں سوار و پیادہ شرعاً برابر نہیں ہوتے بلکہ سوار کو پیادہ سے زیادہ حصہ ملتا ہے لیکن کتنا زیادہ ملنا چاہیے، اس سلسلے میں امام ابو یوسف کا موقف امام اعظم سے مختلف ہے۔ امام ابو یوسف کی رائے ہے: ”يضرب للفارس منهم ثلاث أسهم سهمان للفرس و سهم له وللراجل سهم على ما جاء في الأحاديث والآثار“

ترجمہ: گھوڑ سوار کو مال غنیمت میں سے تین حصے ملیں گے ایک اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے جب کہ پیادہ کو ایک ہی حصہ ملے گا اس لیے کہ احادیث اسی طرح وارد ہیں، پھر آپ نے ان احادیث کو نقل بھی فرمادیا جن میں سے ایک یہ ہے:

قال أبو يوسف: حدثنا الحسن بن على بن عمار عن الحكم بن عتيب عن مقسم عن عبد الله بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ان رسول الله ﷺ قسم غنائم بدر للفارس سهمان وللراجل سهم. (ابن ماجہ)

اس کے بعد اس مسئلہ میں امام اعظم کا موقف ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام اعظم فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کے لیے ایک حصہ ہے اور گھوڑے کے لیے بھی ایک، نیز وہ کہتے تھے کہ میں ایک جانور کو ایک مسلمان آدمی سے افضل قرار نہیں دے سکتا اور اپنی دلیل میں وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے:

أنّ عاملاً لعمر بن خطاب قسم في بعض الشام للفارس سهم وللراجل سهم فرفع

ذالك إلى عمر فسلمه وأجازه. (ابن ماجہ)

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک عامل نے شام کے کسی علاقہ میں سوار کو ایک حصہ اور پیادہ کو ایک حصہ دیا یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہی گئی تو آپ نے اسے جائز قرار دیا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روایت کی بنیاد پر گھوڑے کے لیے ایک حصہ اور آدمی کے لیے ایک حصہ کا قول کرتے ہیں لیکن جن احادیث و آثار میں گھوڑے کے لیے دو حصے اور آدمی کے لیے ایک حصہ مذکور ہے ان کی تعداد زیادہ ہے اور حدیثیں امام اعظم کی مستدل سے زیادہ مستند ہیں اور عام طور پر اسی مسلک کو اختیار کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ جانوروں کو آدمی پر فضیلت دی جا رہی ہے اگر فضیلت پیش نظر ہو تو یہ بھی نامناسب ہو تا کہ گھوڑے کے لیے بھی ایک حصہ ہو اور آدمی کے لیے بھی ایک؛ کیوں کہ یہ شکل بھی ایک آدمی کو ایک جانور کے برابری کا درجہ دیتی ہے۔ در اصل اس قول کی بنیاد اس پر ہے کہ ایک گھوڑ سوار کے پاس سامان حرب بنسبت ایک پیادہ کے زیادہ ہوتا ہے اور تقسیم میں اس فرق کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کو راہ خدا میں لڑنے کے لیے گھوڑے تیار رکھنے کی رغبت زیادہ ہو؛ کیوں کہ گھوڑے کا حصہ بھی اس کے مالک ہی کو ملتا ہے نہ کہ گھوڑے کو۔

(۲) احادیث پر گہری نظر کی بنیاد پر اپنے شیخ سے اختلاف رائے کی دوسری مثال سمندر سے حاصل ہونے والی اشیا کے خراج کا مسئلہ ہے جب اس سے متعلق خلیفہ ہارون رشید نے حکم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "امیر المؤمنین آپ نے سمندر سے نکالے جانے والے عنبر اور زیور بنانے کے لائق چیزوں کے بارے میں حکم دریافت کیا ہے تو سنیے! سمندر سے جو اشیا زیور بنانے کے لائق یا عنبر برآمد ہو، ان میں خمس واجب ہے۔ ان دو کے علاوہ اور کسی چیز میں کچھ بھی واجب نہیں لیکن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ سمندر سے حاصل شدہ کسی شے پر کچھ بھی واجب نہیں، کیوں کہ عنبر اور دیگر برآمد اشیا کی نوعیت بھی مچھلی جیسی ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ان مذکورہ چیزوں میں خمس لیا جائے گا اور بقیہ حصے نکالنے والوں کے ہوں گے۔ میرے اس موقف کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث موجود ہے اور اس پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتفاق رائے ظاہر کیا ہے اس لیے ہم نے اس اثر کو قبول کیا اور اس کے برخلاف حکم دینا مناسب خیال نہ کیا۔

بطور نمونہ یہ دو مثالیں پیش کی گئیں جن سے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہی مہارت کے ساتھ ساتھ احادیث پر کامل دست گاہ کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ (۱)

امام ابو یوسف فقہا اور محدثین کی نظر میں:

امام ابو یوسف بے مثال ذہانت و فطانت کے مالک اور اجتہادی صلاحیت کے بحر بے کنار تھے اور نہ صرف یہ

(۱) ماخوذ از الفیوضات الرضویہ فی تشریحات الھدایہ للامام ابوالحسن المزنی، ج: ۱

کہ فقہ و حدیث پر عبور حاصل تھا بلکہ تفسیر، منازل، تاریخ، لغت اور علم کلام وغیرہ میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ حضرت امام اعظم بھی آپ کی خاص قدر و منزلت فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں میں جس نے سب سے زیادہ علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں انھی خوبیوں کی بنیاد پر بڑے بڑے فضلاے روزگار کے دلوں میں اپنی عظمتوں کی دھاک بٹھا چکے تھے جن کا اعتراف اکابر و اصاغر نے بھی کیا ہے مثلاً نور الانوار میں ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف کو بیس ہزار موضوع احادیث یاد تھیں پھر صحیح احادیث کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے (ص:۲۰۵)

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ آپ کسی محدث کے پاس حاضر ہوتے تو ایک نشست میں پچاس ساٹھ حدیثیں سن کر یاد کر لیتے تھے۔ یحییٰ بن معین، علی بن مدینی استاذ امام بخاری اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ امام اعظم کے شاگردوں میں امام ابو یوسف کے ہمسر کوئی بھی نہ تھا حضرت طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے اور کوئی دوسرا ان سے بڑھ کر نہیں تھا۔

داؤد بن رشید کا قول ہے امام اعظم نے اگر صرف یہی ایک شاگرد پیدا کیا ہوتا تو ان کے فخر کے لیے کافی تھا۔ بشیر بن ولید کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود آپ روزانہ دو سو رکعت نوافل ادا کیا کرتے تھے۔

امام ذہبی جو فن جرح و تعدیل کے بڑے مشہور امام ہیں باوجود اس کے کہ وہ حنفی اور شافعی علما کے حق میں متشدد ہیں امام ابو یوسف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ حافظ الحدیث ہیں اور آپ سے سماع کیا ہے فلاں بن فلاں راوی نے وغیرہ۔

امام مزنی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف اہل عراق میں سے حدیث کے سب سے بڑے تابع تھے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں امام ابو یوسف سے بڑھ کر اصحاب الرائے میں سے کوئی بھی کثیر الحدیث ثابت نہیں۔

امام ابو یوسف کے نزدیک آثار صحابہ کی حیثیت:

آثار جمع ہے اثر کی اور اثر قول صحابی کو کہتے ہیں اور اس کی مختلف حیثیتیں ہیں اور سب کا حکم جداگانہ ہے جس کو تفصیلاً امام سرخسی نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''اصول السرخسی'' میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

(۱) قول صحابی کی پہلی حیثیت یہ ہے کہ اگر اس میں قیاس اور رائے کو دخل نہ ہو تو ایسی صورت میں متقدمین و متاخرین سب کے یہاں حجت ہے اور یہ مرفوع روایت کے درجے میں ہے۔

(۲) دوسری حیثیت یہ ہے کہ اگر قول صحابی، ورائے اور اجتہاد کی قبیل سے ہو اور اس قول کو دیگر صحابہ کی تائید و حمایت حاصل ہو جائے تو چوں کہ وہ اجماع کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اس لیے یہ صورت بھی حجت ہے۔

(۳) تیسری حیثیت یہ ہے کہ اگر قول صحابی فتاویٰ کی قبیل سے ہو تو ایسی صورت میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ

صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شاید اس سلسلے میں کچھ سنا ہو جس کی بنیاد پر انھوں نے فتویٰ دیا لہٰذا یہ احتمال اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے قیاس پر اسی طرح ترجیح دی جائے جیسے کہ خبر واحد کو قیاس پر ترجیح دی جاتی ہے اور اگر مذکورہ احتمال نہ ہو بلکہ واضح ہو رہا ہو کہ یہ فتویٰ صحابی نے اپنی رائے سے دیا ہے جب بھی صحابی کی رائے پر فتویٰ بعد والوں کی رائے سے بہر حال افضل ہے؛ کیوں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور نزول وحی کے احوال و کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیش آمدہ مسائل میں کس طریقہ پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(۴) چوتھی حیثیت یہ ہے کہ اگر صحابی کی رائے صرف رائے ہو اور فتویٰ وغیرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی ان کی رائے بعد والوں کی رائے سے افضل قرار دی جائے گی کیوں کہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ بعد والوں کے مقابلے میں ان کی رائے میں حجت کا امکان زیادہ اور خطا کا امکان کم ہے، کیوں کہ انھیں صحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت حاصل ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حق میں خیر و بھلائی اور عدالت کی گواہی دی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریروں میں آثار صحابہ کی یہ تمام حیثیتیں ہمیں نظر آتی ہیں اور ان کے پیش نظر ان سے استدلال مسائل کی نظیریں بھی خوب ملتی ہیں۔ آپ نے آثار صحابہ کو کتنی اہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب الخراج میں ۲۲۹/ آثار نقل کیے ہیں اور ان سیکڑوں مسائل کا استنباط بھی فرمایا ہے بعض آثار تو مرفوع روایت کی جگہ نقل کیے ہیں جب کہ اکثر جگہ مرفوع حدیث نہ ہونے کی وجہ سے انھیں آثار سے فقہی مسائل پر استدلال کیا ہے اور بہت سی جگہ پر آپ نے آثار کی موجودگی کی وجہ سے واضح قیاس ترک کر کے آثار کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور بہت سے مسائل میں انھیں کی بنیاد پر اپنے اساتذہ، معاصرین، متقدمین اہل علم سے اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا ہے جن کے چند نمونے گزشتہ سطور میں میں نے پیش کر دیے گئے ہیں۔

☆☆☆☆

امام محمد علیہ الرحمۃ کا سوانحی خاکہ

مولانا حسن رضا قادری، استاد جامعہ عبداللہ بن مسعود گلشن کالونی، (کولکاتا) و ایڈیٹر سہ ماہی پیغامِ اہلِ سنت (کولکاتا)

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیاے اسلام کی ایک ایسی نابغۂ روزگار شخصیت کا نام ہے جنھوں نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ حق کی تلاش، احیاے دین، اسلام کی حقیقی افہام وتفہیم میں بسر کیا اور نہایت ہی اعتدال پسندی اور حکمت و تدبر کے ساتھ مسائل شرعیہ کو پیش فرمایا ہے۔

نام ونسب:

محمد بن حسن بن فرقد شیبانی۔

کنیت:

ابو عبداللہ اور قبیلۂ شیبان بن ذہل بن ثعلبہ کی نسبت سے شیبانی کہے جاتے ہیں۔

ولادت:

آپ کا آبائی وطن دمشق کا ایک نواحی گاؤں "حرستی" ہے آپ کے والد فلسطین سے نقل مکانی کر کے عراق تشریف لائے اور وہیں "واسط" پر مقیم ہوگئے۔ یہیں آپ کی پیدائش ۱۳۲ھ مطابق ۷۴۹ء میں ہوئی۔ پھر آپ کے والد وہاں سے منتقل ہوکر "کوفہ" تشریف لائے اور وہیں مقیم ہوگئے۔ امام محمد کی پرورش کے سلسلے میں کتابوں میں یہی مذکور ہے کہ آپ کی نشوونما کوفہ میں ہوئی۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا آبائی وطن "الجزیرہ" ہے۔ آپ "واسط" کے مقام پر پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی۔ "کافی" نامی کتاب کے مصنف کا بیان ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب آفریدوں تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وتربیت:

چودہ سال کی عمر میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور امام اعظم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ایک نابالغ لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سوجائے اور اسی رات فجر سے پہلے بالغ ہوجائے تو وہ نماز دہرائے گا کہ نہیں؟ امام اعظم نے فرمایا: دہرائے گا، امام اعظم سے پوچھنے کے بعد اسی وقت اٹھ کر نماز پڑھی، امام اعظم نے یہ دیکھ کر بے ساختہ فرمایا: "

ان شاءاللہ یہ لڑکا رجل رشید ہوگا"۔ اس واقعہ کے بعد آپ گاہے بہ گاہے مجلس امام اعظم میں آتے رہے اور تحصیل علم میں لگے رہے اللہ رب العزت نے آپ کو بلا کا قوت حافظہ عطا فرمایا تھا اسی بنا پر آپ نے محض ایک ہفتہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔

اور ایک جگہ یوں مذکور ہے کہ آپ مسلسل چار سال تک امام اعظم کی خدمت میں رہے پھر امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔ ان کے علاوہ مسعر بن کدام، سفیان ثوری، مالک بن انس اور ابو عمرو والد امام اوزاعی سے خوب استفادہ کیا۔ آپ امام اعظم اور امام ابو یوسف کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ چناں چہ ابو عروبہ الحرانی نے عمرو بن عمرو کے حوالے سے روایت کی ہے کہ محمد بن حسن نے فرمایا: میرے والد نے ترکہ میں تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ میں نے پندرہ ہزار علم نحو و فن شاعری کی تعلیم میں اور پندرہ ہزار علم فقہ وحدیث کی تحصیل میں خرچ کیا۔

تلامذہ:

آپ سے لاکھوں تشنگان علوم نے استفادہ کیا اور آپ ہی کی درس گاہ سے بڑے بڑے فقہ وحدیث کے امام معرض وجود میں آئے۔ ذیل میں آپ کے چند مشاہیر تلامذہ کے اسما مکتوب ہیں جنھوں نے دنیائے حدیث وفقہ میں کارہائے نمایاں انجام دیا:

ہشام بن عبید اللہ رازی، ابوحفص (استاد امام بخاری)، محمد بن مقاتل رازی، ابو سلیمان، موسیٰ بن سلیمان الجوزنی، موسیٰ بن نصیر رازی، ابو عبد اللہ محمد بن سماعہ، اسد بن فرات، معلی بن منصور رازی، ابو عبید قاسمی، محمد بن ادریس الشافعی رحمہم اللہ و دیگر جلیل القدر فقہا و محدثین نے علم فقہ وحدیث حاصل کیا۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں فرماتے ہیں: میں آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا اور میں نے آپ سے آپ کی چند کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں: علم اور اسباب دنیا کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد کا ہے۔ اسی لیے امام شافعی اکثر اوقات امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بلندی درجات کی دعا مانگا کرتے تھے۔

امام بویطی امام شافعی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اللہ نے علم کے بارے میں دو حضرات کے ذریعے میری دستگیری فرمائی ہے، علم حدیث میں سفیان بن عینیہ کے ذریعے اور علم فقہ میں امام محمد کے ذریعے۔

منصب قضا:

خلیفہ عباسی ہارون رشید نے شام کے علاقہ کے لیے امام اعظم کے شاگرد رشید امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قاضی مقرر کیا آپ نے کچھ دنوں تک اس عہدہ کو سنبھالا لیکن پھر خوف خدا کے خاطر اس سے سبک دوش ہوگئے۔ اور پھر چند سالوں بعد اس عہدہ کو سنبھالا اور اس کے فرائض بخوبی انجام دیے۔

فضل وکمال:

آپ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت ہی معتمد اور محبوب شاگرد تھے۔ آپ نہ صرف فقہ پر عبور رکھتے تھے بلکہ حدیث، تفسیر، مغازی، تاریخ عرب، ادب، لغت، علم کلام و دیگر علوم و فنون میں کافی دست گاہ رکھتے تھے۔ آپ کے معاصرین آپ کے تبحر فقہی کے قائل ہوئے۔

آپ بہت غیور و مستقل مزاج تھے، اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہم کلام ہوتے اور اظہار حق کے راستے میں کوئی چیز ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی تھی، سنت نبوی اور مستحبات پر دوام برتتے تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا پیکر رعنائی نہیں دیکھا اور نہ ہی اس زمانے میں اتنا دلکش شخص پیدا ہوا۔

آپ راتوں کو نہیں سوتے تھے بلکہ اکثر عشا کے وضو سے نماز فجر ادا فرماتے تھے چناں چہ امام شافعی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ کے یہاں قیام کیا، اور صبح تک نماز پڑھتا رہا لیکن آپ رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر یوں ہی نماز میں شریک ہوگئے۔

ہشام بن عبد اللہ رازی جن کے گھر میں آپ کا وصال ہوا فرماتے ہیں: جب آپ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو آپ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہونا شروع ہوگئے، کسی نے دریافت کیا تو فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کر لیا کہ تم "رے" میں جہاد کے لیے آئے تھے یا میری رضامندی کی طلب اس آمد کا باعث بنی تھی تو میرے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

تصانیف:

ائمہ حنفیہ میں سب سے زیادہ کتابیں آپ ہی نے تصنیف فرمائیں۔ مولانا محمد بن عبد الحی فرنگی محلی نے لکھا ہے کہ آپ نے نوسو نناوے (۹۹۹) کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

آپ کی تصانیف میں کتاب الآثار، کتاب الحجہ، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، السیر الکبیر، السیر الصغیر، زیادات، مؤطا امام محمد اور کتاب الاصل المعروف بہ المبسوط کافی مشہور ہیں جن پر مذہب حنفی کی بنیاد ہے۔ اس کے علاوہ کتاب الحج، نوادر، نوازل، الرقیات، ہارونیات اعلیٰ تصانیف میں سے ہیں۔

كتاب الحجه على أهل المدينه کی تحقیق مولانا مہدی حسن گیلانی نے بیس سال کے عرصے میں مکمل فرمائی۔ اس کتاب کی تحقیق و تعلیق حضرت ابو الوفا افغانی علیہ الرحمۃ کی ایما پر ہوئی، مجلس احیاء المعارف النعمانیہ نے اسے شائع کیا۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ كتاب الحجه پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی حاشیہ تحریر فرمایا۔ الجامع الكبير کی تحقیق خود حضرت ابو الوفا افغانی علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔ کتاب الاصل کی بھی تحقیق حضرت ابو الوفا افغانی علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد سے شائع ہوئی۔ فقہ میں

"الامالی" آپ کی دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہوئی۔

ابراہیم حربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا: حضرت! آپ نے اس قدر دقیق مسائل کہاں سے سیکھے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتب سے سیکھے ہیں۔

حدیث وفقہ میں نمایاں مقام:

آپ حافظ الحدیث، مجتہد فی المذہب تھے۔ اصول و فروع اور نصوص کی انھیں کامل معرفت حاصل تھی۔

مجاشع بن یوسف نقل کرتے ہیں: امام محمد، امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص جنبی ہے اور پانی صرف مسجد میں موجود ہے تو کیا وہ پانی لینے کے لیے مسجد میں داخل ہو جائے گا؟ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جنبی شخص مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، امام محمد نے فرمایا: حضرت نماز کا وقت رخصت ہو رہا ہے اور مسجد کے علاوہ کہیں سے بھی پانی دریافت ہونے کے آثار نہیں تو ایسی صورت میں کیا کرے؟ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا جواب دہرایا کہ جنبی شخص مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا ہے، جب امام محمد نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے خیال میں اس کا حل کیا ہے؟ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: سیدھی بات ہے وہ شخص تیمم کر کے مسجد میں داخل ہوگا اور پانی باہر لا کر اس سے غسل کرے گا۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے صرف محمد بن حسن کی یہ فصاحت و بلاغت دیکھی کہ جب وہ بات کرتے تھے تو محسوس ہوتا تھا کہ قرآن ان کی زبان پر نازل ہوا ہے۔ میں نے ان سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں لکھی ہیں۔

امام شافعی کے جلیل القدر شاگرد ادریس بن یوسف القراطیسی کا بیان ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے محمد بن حسن سے زیادہ حرام و حلال، ناسخ و منسوخ اور دلائل شرعیہ کا جاننے والا نہیں دیکھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب اللہ کا عالم محمد بن حسن سے بڑا کسی کو نہیں دیکھا۔ اگر فقہا پر انصاف کی نظر ڈالیں تو انھیں یہ معلوم ہوگا کہ محمد بن حسن جیسا کوئی نہیں۔ فقہ کا انھیں وہ علم حاصل ہے جو بہت سے اکابر کو حاصل نہیں تھا۔ علم فقہ میں میری زبان جو کچھ کھل رہی ہے وہ انھی کا عطیہ ہے۔

احمد بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مزنی کو ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا: تم کس کی مجلس علم میں بیٹھتے ہو؟ اس نے کہا: محمد بن حسن کے اصحاب کی مجلس میں، امام مزنی نے فرمایا: واللہ! محمد بن حسن جب بات کرتے ہیں تو کانوں کو علم کی باتوں سے پر کر دیتے ہیں اور فقہا کی مشکلات کی عقدہ کشائی کرتے ہیں۔ امام مزنی کی ان باتوں کو ان کے اصحاب تعجب سے سن رہے تھے تو انھوں نے کہا: واللہ! میں نے یہ باتیں از خود نہیں کہیں بلکہ اس سے زیادہ امام شافعی کو کہتے ہوئے سنا۔

امام یحیی بن معین نے فرمایا: "کتبت الجامع الصغیر من محمد بن الحسن" میں نے جامع صغیر محمد بن حسن سے لکھی۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن ابان بڑے حسین اور بڑے حافظ الحدیث تھے۔ وہ میرے ساتھ ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں انھیں محمد بن حسن کے پاس آنے کو کہتا تو یہ کہہ کر انکار کر دیتے تھے کہ یہ لوگ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ اتفاق سے بعد نماز فجر محمد بن حسن کی مجلس علم منعقد ہونے والی تھی، میں نے اصرار کر کے انھیں بیٹھا لیا جب مجلس ختم ہوئی تو عیسیٰ بن ابان، محمد بن حسن کے قریب ہوئے اور اس دن ابن ابان نے ۲۵/ عنوانات سے متعلق احادیث کے بارے میں سوال کیا۔ محمد بن حسن نے ان کا جواب دیا اور شواہد و دلائل سے ثابت کیا کہ کون کون سی حدیث منسوخ ہے۔ ہم مجلس سے باہر آئے تو ابن ابان نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ حائل تھا جو آج اٹھ گیا میں نہیں سمجھتا کہ اللہ نے روے زمین میں ایسا آدمی بھی پیدا کیا ہے۔ اسی دن سے عیسیٰ بن ابان نے محمد بن حسن کی صحبت کو اپنے لیے لازم کر لیا اور فقیہ بن کر نکلے۔

وصال پر ملال:

ہارون رشید کے ساتھ آپ ایک مرتبہ کسی سفر میں گئے وہاں "رے" کے اندر "رنبویہ" نامی مقام پر ایک بستی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اتفاق سے اسی دن نحو کے مشہور امام امام کسائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ ہارون رشید کو ان دونوں بزرگوں کے وصال پر کافی غم ہوا، اس نے افسوس سے کہا کہ آج میں نے فقہ اور نحو دونوں کو "رے" میں دفن کر دیا۔ فتمی ذکر کرتے ہیں "رے" سے واپسی کے لیے کوچ کرتے ہوئے ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ بڑا منحوس شہر ہے جب میں اس میں داخل ہوا تھا تو فقہ اور لغت کے امام میرے ہمراہ تھے اور واپسی میں تنہا جا رہا ہوں۔

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جبل طبرک (ایک قلعہ ہے) میں ہشام بن عبد اللہ رازی کے گھر کے قریب دفن ہوئے؛ کیوں کہ آپ انھی کے گھر بطور مہمان قیام پذیر تھے۔ جب کہ امام کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو "رنبویہ" نامی محلے میں سپرد خاک کیا گیا۔ ان دونوں حضرات کی آرام گاہوں کے درمیان قریبًا چار فرسخ کا فاصلہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہر کے ایک کونہ میں آرام فرما ہیں جب کہ امام کسائی دوسرے کونے میں آسودۂ خاک ہیں۔

عبید اللہ بن محمد بن سلام کہتے ہیں: ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ دو چاند آسمان سے زمین پر اترے ہیں۔ اس خواب کو دیکھے ابھی چند عرصہ ہی گزرا تھا کہ خبر آگئی کہ ایک ہی دن فقہ کے امام محمد بن حسن اور نحو کے امام کسائی انتقال فرما گئے۔ امام حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق امام محمد نے ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۸/ برس تھی۔ اسماعیل بن محمد نے ان دونوں کی وفات پر درج ذیل مرثیہ کہا:

تصرمت الدنیا فلیس خلود — وما قد نری من بهجة شبید
لکل امرء منا من الموت منهل — فلیس له إلا علیه ورود
ألم نر شابا قد ابتدر البلی — و ان الشباب الغض لیس یعود
سیاتیك ما أفنی القرون التي مضت — فکن مستعد اللقا عتید

آسیت علی قاضي القضاة محمد فأجريت دمعي والفواد عميد
و قلت إذا ما الخطب أشكل من لها بإيضاحه يوما و انت فقيد
هما عالمان أوديا و تحرما فما لهما في العالمين نديد

روایت ہے کہ بعد وفات کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: آپ کے نزع کے وقت کیا حال تھا؟ آپ نے فرمایا: میں اس وقت مکاتب کے مسائل میں سے ایک مسئلہ میں غور کر رہا تھا، مجھ کو روح نکلنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ آپ نے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات فقہی تحقیقات و تدقیقات اور اجتہاد میں گزار دیے اور مذہب حنفی کو بام عروج تک پہنچایا۔

مراجع و مصادر:

(۱)الجواهر المضئية فی طبقات الحنفية ،ج:۳
(۲)مناقب الامام ابی حنیفه و صاحبیه،ص:۷۹
(۳)كتاب الآثار،ص:۴۹/ ۲۹
(٤)حدائق الحنفيه، ص:۱۵۵
(۵)علماء العربية و مساهماتهم فی الادب العربی.ص:۵۰۲/ ۲۸۰
(٦)جامع الاحاديث،ص:۲۸۳
(۷)مقدمه موطا امام محمد
(۸)اخبار ابی حنيفة و اصحابه،ص:١٦٤/ ۲۶/ ۲۹/ ۲۸
(۹) تاريخ للخطيب، ج:۱۲، ص:٤٨٠، دار الغرب الاسلامی بیروت.
(۱۰)مقامات امام اعظم، ص: ۵۱۹/ ۵۲۱/ ۵۲۲/ ٥٣٤، المجمع المصباحی مبارکپور.
(۱۱)تاريخ بغداد، ج:۲، ص:۱۷۲
(۱۲)انوار امام اعظم، ص:۵۲۸
(۱۳)بلوغ الامانی فی سيرة امام محمد، ص:٤
(١٤)دائرة المعارف العثمانيه عباس بن صالح طاشكندی، ص:۲۲

☆☆☆☆

امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ - مختصر سوانح

مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی، سربراہِ اعلیٰ جامعہ عبد اللہ بن مسعود گلشن کالونی، کولکاتا

نام مبارک: زفر

نسب: زفر العنبری المصری بن ہذیل بن قیس بن سلیم بن مکمل بن قیس بن ذہل بن ذویب بن جذیمہ بن عمر بن جحنور بن العنبر بن جندب بن العنبر بن عمرو بن تمیم بن مر ابن اد بن طابخ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ (۱)

خاندانی حالات: امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی النسل تھے۔ ان کے والد حضرت ہذیل اموی دور حکومت میں بعض سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ ولید بن عبد الملک کے قتل کے بعد ان کو اصبہان کا گورنر بنایا گیا لیکن کچھ ہی دنوں میں گورنری سے معزول کر دیے گئے۔ بہر حال امام زفر کا گھرانہ بہت خوش حال تھا اس لیے دیگر علما اور ائمہ کی بہ نسبت آپ کے وسائل زندگی میں کسی طرح کی کمی نہیں تھی۔ امام زفر تین بھائی تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ہرثمہ اور دوسرے کا نام کوثر تھا۔ ایک روایت میں ایک اور بھائی کا ذکر ملتا ہے جن کا نام صباح بن ہذیل ہے۔

ولادت: امام زفر کی ولادت ۱۱۰ھ میں ہوئی۔ علامہ صفدی نے الوافی بالوفیات میں آپ کی تاریخ پیدائش ۱۱۶ھ بتائی ہے۔

وطن: امام زفر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ کس شہر میں پیدا ہوئے معلوم نہیں۔

ابتدائی تعلیم: امام زفر نے ابتدائی تعلیم اپنے محلہ میں ہی حاصل کی۔ قرآن پاک حفظ کیا۔ اس کے بعد ان کے والد اصبہان گئے وہاں کے اہم علما اور محدثین سے انھوں نے اکتساب فیض کیا۔

امام زفر اور آپ کے اساتذۂ علم حدیث: امام زفر کا زمانہ ایسا زمانہ تھا جس میں تدوین حدیث کا سلسلہ بہت زوروں پر تھا۔ اکثر و بیش تر محدثین کرام علیہم الرحمۃ والرضوان احادیث رسول کے جمع و تدوین میں مصروف و منہمک تھے۔ امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی علم حدیث کی تحصیل کی طرف رخ فرمایا۔ اور بقول حافظ ذہبی کے اس میں اعلیٰ مقام، پختگی اور اتقان حاصل کر لیا۔

جن محدثین کرام سے امام زفر نے علم حدیث حاصل کیا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

---

(۱) وفیات الأعیان ج:۳،ص:۱۱۷

(۱) حضرت امام اعمش علیہ الرحمہ (۲) حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ
(۳) حضرت امام محمد بن اسحاق علیہ الرحمہ (۴) حضرت حجاج بن ارطا علیہ الرحمہ

امام زفر اور آپ کے تلامذہ: انسان جب اپنے استاذ سے تحصیل علوم وفنون میں پختگی حاصل کر لیتا ہے اور استاذ کی کامل توجہ اور قلبی دعائیں شامل رہتی ہیں تو ایک دن ایسا ضرور آتا ہے کہ بہت سے بندگان خدا اس کی بارگاہ میں زانوے تلمذتہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور بہت سے تشنہ کامان جہاں اپنی علمی تشنگی کی آگ کو بجھانے کے لیے اس طرح کے دریاے علوم وفنون کے پنگھٹوں پر پہنچنے کو اپنی بقاے حیات کی خاطر لازم وضروری سمجھتے ہیں۔ یہی حال کچھ امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہوا کہ پہلے تو اپنے زمانے کے مایہ ناز محدثین اور فقہا کی بارگاہوں میں اکتساب علوم وفنون کے لیے رجوع کرتے رہے اور جب آپ کو علمی میدان میں بلند و بالا مقام حاصل ہو گیا تو دوسرے لوگ آپ کی بارگاہِ فیض میں طالب صادق بن کر حاضری دینے لگے چناں چہ ذیل میں چند ان عظیم المرتبہ علماے محدثین وفقہا کے نام درج کر رہا ہوں جنھوں نے امام زفر کی بارگاہ سے علمی فیضان حاصل کیا ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت وکیع بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) حضرت محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵) حضرت شقیق بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶) حضرت ابو نعیم فضل دکین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام زفر کے بارے میں فقہا و محدثین کے اقوال: (۱) ابن حبان کہتے ہیں:

زفر بن الهذيل الكوفي من أصحاب أبي حنيفة، يروي عن يحيىٰ بن سعيد الأنصارى، روى عنه شداد بن حكيم البلخي وأهل الكوفةوكان زفر متقنا حافظا قليل الخطا. (۱)

[ترجمہ] زفر بن الہذیل کوفی جو امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے ہیں یحیی بن سعید الانصاری سے روایت کرتے ہیں اور ان سے شداد بن حکیم البلخی اور دیگر اہل کوفہ اور زفر حدیث میں متقن، حافظ اور کم غلطیاں کرنے والے ہیں۔

(۲) حسن بن زیاد کہتے ہیں:

كان زفر وداؤد الطائي متواخين، فأما داؤد فترك الفقه وأقبل على العبادة وأما زفر فجمعها. (۲)

[ترجمہ] زفر اور داؤد طائی مشہور عابد وزاہد تھے دونوں نے ایک دوسرے سے بھائی کا رشتہ قائم کیا تھا۔ داؤد الطائی نے آخر میں فقہ کو ترک کر دیا اور ہمہ تن عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور امام زفر نے فقہ سے شغل رکھا اور عبادت بھی کی۔

(۳) حافظ ابو نعیم اصبہانی کہتے ہیں:

كنت أعرض الحديث على زفر، فيقول. هذا ناسخ هذا منسوخ، هذا يوخذ به، هذا يرفض. (۳)

---

(۱) كتاب الثقات: ص، ۳۳۹
(۲) سير أعلام النبلا: ج:۸، ص۴۱
(۳) سير أعلام النبلا: ج:۸، ص:۴۱

[ترجمہ] میں امام زفر پر احادیث پیش کیا کرتا تھا تو وہ فرماتے تھے یہ ناسخ ہے، یہ منسوخ ہے، یہ قابل عمل ہے اور یہ متروک ہے۔

(۴) مشہور محدث امام وکیع کہتے ہیں:

كان زفر شديد الورع، حسن القياس، قليل الكتاب يحفظ مايكتب. (۱)

امام زفر انتہائی پرہیزگار، بہترین قیاس کرنے والے، کم لکھنے والے تھے اور جو لکھتے وہ یاد رکھتے تھے۔

امام زفر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی بارگاہ میں:

امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شغل شروع شروع میں حدیث کی طرف تھا بعد میں فقہا کی جماعت خصوصا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن فقہ سے وابستہ ہوئے۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں:

امام زفر کے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منتقل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اولا اصحاب حدیث میں سے تھے۔ کوئی مسئلہ پیش آیا جس کے جواب سے وہ اور ان کے ساتھی عاجز تھے تو وہ امام اعظم کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، امام اعظم نے مسئلہ کا جواب دے دیا: امام زفر نے عرض کیا: حضور! یہ جواب آپ نے کہاں سے اخذ کیا؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حدیث یہ ہے اور اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے۔ پھر امام اعظم نے امام زفر سے پوچھا کہ اگر فلاں صورت پیش آتی تو جواب کیا ہوتا؟ امام زفر کہتے ہیں کہ میں اس بارے میں پہلے سے بھی زیادہ عاجز تھا، پھر امام اعظم نے خود ہی ارشاد فرمای: اس میں جواب یہ ہوگا اور جواب کی وجہ یہ ہے۔ پھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور بھی چند دوسرے مسائل پوچھے۔ اور ان مسائل کے جواب اور ان کی وجوہات بھی خود بتائیں۔

امام زفر فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور ان سے وہ مسائل پوچھے جو امام اعظم ابو حنیفہ نے بتائے تھے تو وہ لوگ مجھ سے بھی زیادہ عاجز تھے۔ تو پھر میں نے ان کو مسائل کے جواب اور وجوہات بتائیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ سب تم نے کہاں سے جانا؟ میں نے کہا: ابو حنیفہ سے۔ اس کے بعد محض تین مسائل کی وجہ سے میں اپنی جماعت کا امیر اور سردار ہوگیا۔ (۲)

اس کے بعد امام زفر، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن تلمذ سے وابستہ ہوگئے اور کم وبیش بیس سال ان کی خدمت میں رہ کر علم فقہ حاصل کرتے رہے۔

امام اعظم کی عظمت امام زفر کے دل میں: امام زفر نے اپنی شادی کے موقع پر اپنی جانب سے خطبہ پیش کرنے کے لیے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چنا۔ تو اس وقت ان کے خاندان کے بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ اس موقع پر جب کہ خاندان کے سربرآوردہ اور شرفا لوگ موجود ہیں تم خطبہ کے لیے امام ابو حنیفہ کا انتخاب

(۱) لمحات النظر: ص:۷

(۲) أخبار أبي حنيفه وأصحابه للصميری، ص:۱۱۳

کررہے ہو؟ اس پر امام زفر نے جو جواب دیا اور اپنے استاذ کی عقیدت مندی اور ارادت مندی کی ایک نایاب مثال پیش فرمائی یقیناً وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

امام زفر نے معترضین سے فرمایا:

اگر اس وقت میرے والد بھی باحیات ہوتے تو بھی امام ابو حنیفہ کو ہی خطبہ دینے کے لیے کہتے۔ (۱)

تفقہ اور اجتہاد میں امام زفر کا مقام: امام زفر، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت بافیض میں رہ کر تفقہ اور اجتہاد میں بہت اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ اور آپ کے اندر اجتہادی صلاحیت اتنی پختہ اور مضبوط ہوگئی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو امام المسلمین کے گراں قدر خطاب سے نوازا۔ چناں چہ شادی کے خطبہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

هذا زفر بن الهذيل امام من أئمة المسلمين وعلم من أعلامهم في شرفه وحسبه وعلمه. (۲)

یہ زفر بن الہذیل مسلمانوں کے امام اور اپنے شرف خاندان اور علم کے لحاظ سے ایک قابل قدر شخصیت ہیں۔

امام زفر کا مقام میدان فقہ میں: علامہ ابن عابدین نے اگرچہ امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجتہد فی المذہب کے درجہ میں شمار کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مجتہد مطلق کے درجے پر فائز تھے؛ کیوں کہ مسائل کے قیاس میں ان کی بلند پروازی، دلائل کا انضباط اور فن حدیث میں اتقان، جس کا علامہ ابن حبان نے اعتراف کیا ہے اور انتہائی پرہیزگاری وغیرہ ایسے امور ہیں جنھیں سب جانتے ہیں۔ یہ اور بات ہے امام زفر ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتہائی ادب کرتے تھے اور ان کی جانب نسبت کی حفاظت کرتے تھے۔ اور امام ابو حنیفہ کے اپنے ساتھ حسن سلوک کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اصول و فروع دونوں میں امام ابو حنیفہ سے بسا اوقات اختلاف رکھتے تھے جو فقہاے احناف کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

چناں چہ شیخ ابوزہرہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لکھی گئی کتاب میں اس پر بحث کی ہے اور آخر میں یہی رائے قائم کی ہے کہ وہ مجتہد مطلق منتسب تھے یعنی اجتہاد مطلق کی تمام شرائط و اوصاف ان میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ لیکن انھوں نے ہمیشہ امام ابو حنیفہ کے اقوال کی نشر و اشاعت اور ان کے مسلک کو عام کرنے کی کوشش کی۔ (۳)

وصال: امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد آٹھ سالوں تک فقہ حنفی کی خدمت اور پرزور نشر و اشاعت کرنے کے بعد کم عمری ہی میں مالک حقیقی سے جاملے۔ وفات کے وقت ان کی عمر صرف ۴۸ / سال تھی۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کا انتقال ۱۵۸ھ میں ہوا۔ لیکن کس ماہ میں ہوا اس میں اختلاف ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ شعبان کے مہینے میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ بصرہ میں مقیم تھے آپ میراث کے سلسلہ میں بصرہ گئے تھے اور وہاں کے لوگ آپ کے اتنے گرویدہ ہوئے کہ آپ کو وہاں سے واپس نہ آنے دیا۔

☆☆☆

(۱) أخبار أبوحنيفه وأصحابه للصميری: ص:۱۰۹

(۲) جواهر المضية في طبقات الحنفيه للحافظ عبد القادر القرشي: ج:۲، ص:۲۰۷

(۳) حيات امام ابوحنيفه، مولفه شيخ أبوزهره ترجمه غلام أحمد عزيزي: ص:۷۲۵

باب سوم

فضائل وکمالات

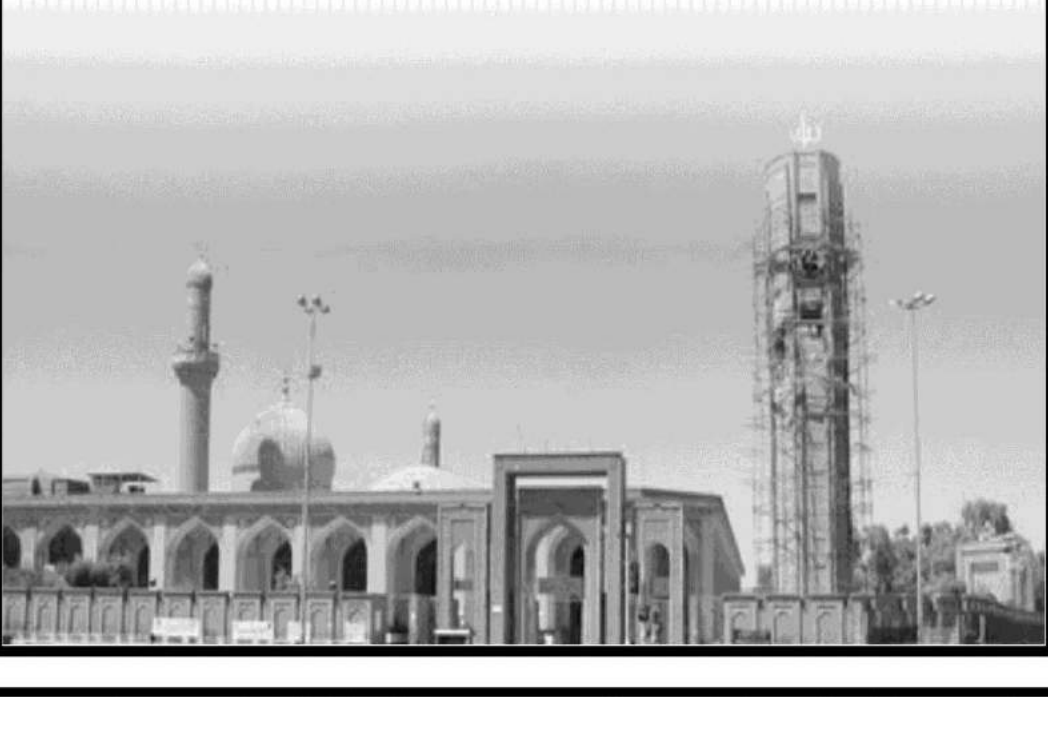

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مناقب

امام اعظم کے فضائل و مناقب

امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام

امام اعظم ابو حنیفہ کی تابعیت

امام اعظم ابو حنیفہ کا تبحر علمی

مناقبِ امامِ اعظم

امام اعظم کا مناظرانہ کمال

امام اعظم - مناظرے شواہد ذہانت

امام اعظم اور کشف و فراست

سیدنا عبداللہ بن مسعود اور امام اعظم - نسبت و تعلق

مقام امام اعظم اور امام بخاری

امامِ اعظم اپنے معاصرین کی نظر میں

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ

خشک مزاج غیر مقلد وہابی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سخت دشمن ہیں۔ ان کی جناب میں بہت بکواس کرتے ہیں، ان کے مسائل پر پھبتیاں کستے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ بعض بد نصیبوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت "سگ" اور تاریخ وفات "بوکم جہاں پاک" لکھی ہے۔ نعوذ باللہ۔ جیسے روافض کے نزدیک صحابہ کبار پر تبرا بہترین عبادت ہے ایسے ہی ان وہابیوں کے نزدیک حضرت امام پر تبرا بہترین مشغلہ، سچ ہے کہ "وہابی" اور "گد" کے عدد ایک ہیں گد بھی مردار خور ہے وہابی گزرے ہوئے بزرگوں کے تبرائی، غیبت کو قرآن کریم نے مرے بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے وہابی اور گد عدد میں بھی ایک مشغلہ میں بھی یکساں۔ خیال رہے کہ "وہابی" کے عدد چوبیس "چوہے" کے عدد چوبیس، یہ تینوں ایک ہی جنس کے ہیں۔ وہابی چوہے کی طرح دین کترتے ہیں، گد کی طرح غیبت کرکے مردار کھاتے ہیں مجھے یہ بکواس سن کر صدمہ ہوا دل نے چاہا کہ اس عالی جناب کے کچھ حالت اور مناقب مسلمانوں کو سناؤں، اور بتاؤں کہ حضرت امام کا اسلام میں کیا درجہ ومنزلت ہے۔ شاید رب تعالیٰ ان بزرگوں کی مدح خوانی کو میرے لیے کفارۂ سیئات بنادے۔ اور مجھے ان بزرگوں کے غلاموں میں حشر نصیب فرمادے، مسلمان اپنے امام کے مناقب سنیں اور ایمان تازہ کریں۔

امام اعظم کا نام ونسب:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا نام شریف نعمان بن ثابت بن زوطی ہے۔ حضرت زوطی یعنی امام کے دادا فارسی النسل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاشق زار اور آپ کے خاص مقربین بارگاہ میں سے تھے۔ آپ ہی کی محبت سے کوفہ میں قیام اختیار کیا، جو حضرت علی مرتضیٰ حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرار کا دار الخلافہ تھا، حضرت زوطی اپنے فرزند حضرت ثابت کو جو بچہ تھے حضرت علی کے پاس دعا کے لیے لے گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ثابت کے لیے دعا فرمائی اور بہت برکت کی بشارت دی، حضرت امام، حضور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت وبشارت ہیں۔

حضرت ابو حنیفہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی خیر زان قبرستان میں دفن

ہوئے، آپ کی قبر زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ ستر سال عمر شریف ہوئی۔

حضرت امام نے بہت صحابہ کا زمانہ پایا، جن میں سے چار صحابہ سے ملاقات کی، انس بن مالک جو بصریٰ میں تھے، عبد اللہ بن ابی اوفی جو کوفہ میں تھے، سہیل بن سعد ساعدی جو مدینہ منورہ میں تھے۔ ابو طفیل عامر ابن واصلہ جو مکہ معظمہ میں تھے، اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں، مگر یہ قول راجح ہے، امام اعظم حضرت حماد کے شاگرد رشید اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ خاص اور مخصوص صحبت یافتہ ہیں۔ دو سال تک امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت نصیب ہوئی۔

حضرت امام کو منصور بادشاہ کوفہ سے بغداد لایا، پھر آپ سے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی، آپ نے انکار کیا، اس پر آپ کو قید کر دیا، اور قید میں ہی یہ آفتاب علم و عمل غروب ہو گیا۔

امام اعظم کے مناقب:

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم کے فضائل ومناقب ہماری حد وعدّ سے باہر ہیں، حضرت امام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضی حیدر کرار کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ مٹنے والی کرامت ہیں۔ امت مصطفویہ کے چراغ دینی مشکلات کو حل فرمانے والے ہیں، الحمد للہ! اہل سنت احناف بڑے خوش نصیب ہیں ہمارا رسول، رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارا پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارا امام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عظمت وعزت ہمارے ہی نصیب میں ہے بفضلہ تعالیٰ وکرمہ ہم تبرک کے لیے چند مناقب عرض کرتے ہیں حنفی سنیں اور باغ باغ ہوں۔

(۱)۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشین گوئی اور فضیلت نہایت اہتمام سے بیان فرمائی، چناں چہ مسلم وبخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو نعیم، شیرازی، طبرانی نے قیس بن ثابت بن عبادہ سے روایت کی:

"لو كان الإيمان عند الثريا لتنا وله رجال من أبناء فارس وفي رواية البخاري والمسلم الذي نفسي بيده لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس".

ترجمہ: اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہوتا تو فارسی اولاد میں سے بعض لوگ وہاں سے لے آتے۔ مسلم بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ: قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر دین ثریا تارے میں لٹکا ہوتا تو فارس کا ایک آدمی اسے حاصل کر لیتا۔

بتاؤ! فارسی النسل میں اس شان کا، امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کون ہوا؟

(۲)۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام ہے "خيرات الحسان في ترجمة أبي حنيفة النعمان" اس میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا:

"ترفع زينة الدنيا سنة خمسين ومائة".

ترجمہ: سن ڈیڑھ سو(۱۵۰) میں دنیا کی زینت اٹھائی جاوے گی۔

سن ڈیڑھ سو(۱۵۰) میں حضرت امام اعظم کی وفات شریف ہے، معلوم ہوا کہ امام اعظم دنیاے شریعت کی زینت، شریعت کی رونق، علم وعمل کی زیبائش تھے، امام کردری نے فرمایا، کہ اس حدیث سے حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف ہی اشارہ ہے۔

(۳)- حضرت امام اعظم دنیاے اسلام میں پہلے وہ عالم دین ہیں جنھوں نے فقہ واجتہاد کی بنیاد رکھ کر ساری امت رسول پر احسان عظیم فرمایا، باقی تمام ائمہ جیسے امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی بنیاد پر عمارت قائم کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسلام میں جو اچھا و نیک طریقہ ایجاد کرے اسے اپنا بھی ثواب ملے گا اور تمام عمل کرنے والوں کا بھی۔

(۴)- حضرت امام اعظم تمام فقہا و محدثین کے بلا واسطہ یا بالواسطہ استاذ ہیں، یہ تمام حضرات، امام اعظم کے شاگرد، چناں چہ امام شافعی حضرت امام محمد کے سوتیلے بیٹے اور ان کے شاگرد ہیں، ایسے ہی امام مالک نے حضرت امام کی تصنیفات سے فیض حاصل کیا، نیز امام بخاری محدثین کے استاذ ہیں، اور امام بخاری کے بہت استاذ و شیخ حنفی ہیں، گویا آسمان علم کے سورج امام اعظم ہیں باقی علما تارے۔

(۵)- امام اعظم علیہ الرحمۃ کے بلاواسطہ شاگرد ایک لاکھ سے زیادہ ہیں جن میں سے اکثر مجتہد ہیں جیسے امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام ابن مبارک جو دنیاے علم کے چمکتے ہوئے تارے ہیں، حضرت امام محمد صاحب نے نو سو نوے دینی شاندار کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں سے چھ کتابیں بڑے پائے کی ہیں جنھیں کتب ظاہر الروایۃ کہا جاتا ہے، اور یہ تمام کتب فقہ کی اصل مانی جاتی ہیں۔

(۶)- تمام نبیوں کے سردار چار نبی ہیں، آسمانی صحیفوں کی سردار چار کتب، فرشتوں کے سردار چار فرشتے، صحابہ میں افضل و اعلی چار یار، علماے مجتہدین میں افضل چار امام۔ پھر ان چار نبیوں میں حضور افضل، چار کتابوں میں قرآن افضل، چار فرشتوں میں حضرت جبرئیل افضل، چار یار میں ابو بکر صدیق افضل، چار اماموں میں امام اعظم افضل، اسی لیے امام شافعی نے فرمایا کہ: فقہا ابو حنیفہ کی اولاد ہیں، وہ ان سب کے والد۔

(۷)- امام اعظم جیسے آسمان علم کے سورج ہیں ویسے ہی میدان عمل کے شہ سوار چناں چہ آپ نے چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، چالیس سال ایسے روزے رکھے کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ گھر سے کھانا لائے، باہر طلبہ کو کھلا دیا، گھر والے سمجھے کہ باہر جا کر کھایا، باہر والے سمجھے کہ گھر میں کھا کر تشریف لائے ہمیشہ ماہ رمضان میں اکسٹھ

قرآن ختم کرتے تھے ایک قرآن دن میں، ایک رات میں اور ایک سارے مہینہ میں تراویح میں مقتدیوں کے ساتھ اور پچپن حج کیے۔

(۸)-امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پر انوار قبول دعا کے لیے اکسیر اعظم ہے چناں چہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں بغداد شریف امام اعظم کے مزار شریف پر حاضر ہوتا ہوں، دو رکعت نفل پڑھ کر امام اعظم کی قبر شریف کی برکت سے دعا کرتا ہوں بہت ہی جلد حاجت پوری ہوتی ہے۔ امام شافعی جب امام اعظم کے قبر انور پر حاضر ہوتے تو حنفی نماز پڑھتے تھے کہ قنوت نازلہ نہ پڑھتے تھے کسی نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اس قبر والے کا احترام و ادب کرتا ہوں۔ (شامی)

خیال رہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام شافعی بغداد شریف میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے ادب میں سنت ترک فرمادیتے تھے، مطلب یہ ہے کہ کوئی امام یا مقلد یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں برحق ہوں، دوسرے ائمہ غلطی پر بلکہ اپنے حق ہونے کا ظن غالب کرتا ہے یہ بھی کہتا ہے کہ شاید دوسرے امام کا قول حق ہو، عقائد میں یقین ہے، اور ائمہ کے اختلافی مسائل میں ہر ایک کو ظن غالب ہے، تو گویا حضرت امام شافعی نے یہاں حاضر ہو کر اس پر عمل کیا جسے امام اعظم سنت سمجھتے ہیں اس میں ایک سنت کا ترک دوسری سنت پر عمل ہے لہذا اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

(۹)-امام اعظم علیہ الرحمۃ نے سو بار رب تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، آخری بار جو دعا رب سے پوچھی، اور رب نے جو جواب دیا وہ ردالمحتار میں تفصیل وار درج ہے۔

امت محمدیہ کے بڑے بڑے اولیاء اللہ، غوث و قطب، ابدال، اوتاد حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن سے وابستہ ہیں اور آپ کے مقلد ہیں جس قدر اولیا مذہب حنفی میں ہیں دوسرے مذہب میں نہیں چناں چہ حضرت ابراہیم بن ادہم، شقیق بلخی، معروف کرخی، حضرت بایزید بسطامی، فضیل بن عیاض خراسانی، داؤد بن نصر بن نصیر بن سلیمان طائی، ابو حامد لفاف، خزردی بلخی، خلف بن ایوب، عبداللہ بن مبارک ولی، فقیہ، محدث، وکیع بن جراح، شیخ الاسلام ابوبکر بن وراق ترمذی جیسے سرداران اولیا حنفی ہیں، اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن سے وابستہ ہیں، غرض کہ مذہب حنفی مذہب اولیا ہے، آج بھی تقریباً سارے اولیاء اللہ حنفی ہی ہیں، فخر پاک و ہند حضرت داتا گنج بخش ہجویری جن کا آستانہ مرجع خلائق ہے حنفی تھے۔ آپ نے اپنی کتاب " کشف المحجوب "میں حضرت امام اعظم کے بڑے فضائل کشف سے بیان فرمائے، اسی طرح تمام چشتی، قادری، نقش بندی، سہروردی مشایخ سب حنفی ہیں۔

(۱۰)- حضرت امام اعظم کا مذہب حنفی عالم میں اتنا شائع ہوا، اتنا پھیلا کہ جہاں اسلام ہے وہاں مذہب حنفی ہے اکثر مسلمان حنفی ہیں۔ حرمین طیبین میں اکثر حنفی بلکہ دنیائے اسلام کے بعض خطے ایسے بھی ہیں جہاں صرف حنفی

مذہب ہی ہے دوسرے مذہب کو عوام جانتے بھی نہیں، جیسے بلخ، بخارا، کابل، قندھار اور تقریباً سارا ہندوستان اور پاکستان کہ یہاں شافعی، حنبلی، مالکی دیکھنے میں نہیں آتے کچھ غیر مقلد وہابی جو کہیں کے نہیں وہ دیکھے جاتے ہیں مگر یہ مٹھی بھر جماعت ایسی گم ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونے کی طرح ہے اس مقبولیت عامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم مقبول بارگاہ الٰہی ہیں اور مذہب حنفی عند اللہ محبوب ہے۔

(۱۱)- امام اعظم کے مخالفین نے بھی امام اعظم کے فضائل و مناقب میں بہت عظیم الشان کتابیں لکھیں۔ چناں چہ علامہ ابن حجر مکی نے الخيرات الحسان في ترجمة أبي حنيفة النعمان لکھی اور سبط بن جوزی نے "كتاب الإنتصار لإمام أئمة الأمصار " دو جلدوں میں لکھی، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے "تبييض الصحيفة في مناقب أبي حنيفة" لکھی، علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی نے " تنوير الصحيفة في ترجمة أبي حنيفة" تحریر فرمائی جس میں ابن عبد اللہ کا قول نقل فرمایا وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے امام ابو حنیفہ جیسا عالم، فقیہ متقی، بہترین نہ دیکھا

غرض کہ امت مرحومہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل و کمال کے گواہ ہیں۔ اگر مٹھی بھر وہابی ان کی شان میں بکواس کریں تو کیا اعتبار، اگر چمگادڑ سورج کو برا کہے تو سورج سیاہ نہیں ہو جاتا، جیسے آج روافض حضرات صحابہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ ایسے ہی وہابی غیر مقلد حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔

(۱۲)- تمام ائمہ مجتہدین میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہایت قریب ہے۔ کہ آپ کی ولادت پاک ۸۰ ہجری میں ہے آپ تابعی ہیں، آپ نے چار صحابہ سے ملاقات و روایت کی جنھوں نے آپ کی تابعیت کا انکار کیا محض تعصب سے کیا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ جیسے صحابی امام اعظم کے زمانہ میں کوفہ میں ہوں، اور حضرت امام ان سے نہ ملیں، آج بزرگوں سے ملنے دنیا کھنچی آتی ہے۔ تو صحابہ کی شان کا کیا پوچھنا، بہر حال آپ تابعی ہیں اور آپ کو صحیح حدیثیں حضور سے ملیں، خیر القرون میں ہوئے۔

چاروں اماموں کی ولادت، وفات، عمر، مزار:

خیال رہے کہ...

امام اعظم علیہ الرحمۃ کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہے وفات ۱۵۰ ہجری میں عمر شریف ۷۰ سال، مزار شریف بغداد میں

امام مالک کی ولادت ۹۰/ ہجری میں وفات ۱۷۹/ ہجری میں، عمر شریف ۸۹/ سال، مزار شریف مدینہ منورہ میں

امام شافعی کی ولادت شریف ۱۵۰/ ہجری میں، وفات ۲۰۴/ ہجری، عمر شریف ۵۴/ سال

آپ امام اعظم کی وفات کے دن پیدا ہوئے۔

امام احمد بن حنبل کی ولادت شریف ۱۶۴/ ہجری میں وفات ۲۴۱/ ہجری میں، عمر شریف ۷۷/ سال۔

(۱۳)۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت نبوت سے خاص فیوض و برکات حاصل کیے، جو دوسرے ائمہ کو حاصل نہ ہوئے، کیوں کہ امام اعظم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس پاک میں دو سال حاضر رہے خود فرماتے ہیں: ''لولا السنتان لهلك النعمان'' اگر وہ دو سال نہ ملتے تو نعمان یعنی میں ہلاک ہو جاتا۔

(۱۴)۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق کے مظہر اتم ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ اول ہیں، اور امام اعظم حضور کی امت کے مجتہد اول، صدیق اکبر، جامع قرآن ہیں، امام اعظم جامع مسائل فقہیہ اور قواعد دینیہ، ہیں حضرت صدیق اکبر نے حضور کے بعد پہلے عدل و انصاف کے قوانین خلافت رکھی، امام اعظم نے اجتہاد اور تفقہ کی بنیاد رکھی، ابو بکر صدیق نے امت مصطفوی کی بر وقت مدد و اعانت کی کہ انھیں اختلاف سے بچالیا، شیرازہ بکھرنے نہ دیا، امام اعظم نے مسلمانوں کی اتنی بڑی مدد کی کہ انھیں کفر و الحاد زندقہ کی آندھیوں سے بچالیا، آج ان کے اجتہاد علمی کی برکت سے امت مسلمہ کفار و مرتدین کے فتنوں سے محفوظ ہے۔

(۱۵)۔ جیسے حضور غوث اعظم تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں کہ سب کی گردن پر حضور غوث پاک کا قدم ہے آپ طریقت کے امام اول ہیں، کسی نے کیا خوب کہا: ع

غوث اعظم در میان اولیا چوں جناب مصطفےٰ در انبیا

ایسے ہی امام اعظم تمام علما کے سردار ہیں کہ تمام علماے شریعت آپ کے زیر سایہ ہیں اسی لیے طریقت کے امام اول کا لقب غوث اعظم ہوا، اور شریعت کے امام اول کا لقب امام اعظم بغداد شریف مجمع بحرین ہے کہ دونوں امام وہاں آرام فرما ہیں۔ ☆☆☆

امام اعظم کے فضائل ومناقب

مولانا سید محمد مہتاب عالم اشرفی جامعی، امام وخطیب: نور محمدی جامع مسجد، نارکل ڈانگا، راجا بازار، کولکاتا

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر تقریبًا تیرہ صدی کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کے احوال وکوائف اور فضائل ومناقب پر لکھنے کا سلسلہ برابر جاری ہے جو امام اعظم کی عظیم ترین مقبولیت پر غمّاز ہے۔ میرا اپنا ذاتی تجزیہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاے اربعہ کے بعد امام اعظم پر جتنا لکھا گیا ہے شاید ہی کسی اور پر لکھا گیا ہو۔ امام اعظم کی کثرتِ فضیلت نے اگر بہتوں کو ان کا مدح خواں بنا دیا تھا تو بعض حضرات کے وہ محسود ومطعون بھی رہے۔ اگر بہت سے لوگوں نے ان کی شان میں قصیدے اور ان کے مناقب میں مستقل رسالے تحریر کیے تو بعضوں نے ان کی تجریح وتنقیص بھی کی۔ مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلپی جو گیارہویں صدی ہجری کے عظیم مؤرخ گزرے ہیں اور جنھوں نے مختلف علوم وفنون اور بہت سی اسلامی شخصیات وتصانیف کا ایک انڈیکس تیار کیا ہے جو اہل علم کے درمیان "کشف الظنون عن آسامی الکتب والفنون" کے نام سے مشہور ومتداول ہے۔ انھوں نے اپنی اس کتاب میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب پر بیس سے زائد کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

ہم ذیل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات اور ان کے فضائل ومناقب پر مستقل وغیر مستقل کتابوں کی ایک مختصر فہرست نقل کر رہے ہیں جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب سے اسلامی دنیا میں تاریخِ رجال اور اسماے رجال پر کتابیں لکھنے کا رواج ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کوئی زمانہ اور کوئی عہد ایسا نہیں گزرا جس میں امام پر کتابیں نہ لکھی گئی ہوں۔

فہرست ملاحظہ کریں:

نمبر شمار	نامِ کتاب	نامِ مصنف	مصنف کا سن وفات
۱.	مناقب النعمان	ابو العباس احمد بن صلت	۳۰۸ھ
۲.	عقود المرجان	علامہ احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ھ
۳.	قلائد عقود الدرر والعقیان	ابو القاسم بن عبد العلیم الیمنی	----
۴.	الروضۃ العالیۃ المنیفۃ	----	----

۵.	کشف الآثار الشریفہ	عبد اللہ بن محمد الحارثی	۳۴۰ھ
٦.	مناقب النعمان	شیخ محمد بن احمد المعروف بالشبعی	۳۵۷ھ
۷.	الانتقاء فی مناقب الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء-	یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی	۴٦۳ھ
۸.	تاریخ بغداد	احمد بن علی خطیب بغدادی	۴٦۳ھ
۹.	مناقب النعمان	شیخ ابو عبد اللہ الصمیری	۴۷٦ھ
۱۰.	مناقب النعمان	امام ظہیر الدین مرغینانی	۵۰٦ھ
۱۱.	شقائق النعمان فی مناقب النعمان	جار اللہ زمخشری	۵۳۸ھ
۱۲.	المواہب الشریفۃ	ابوالحسن علی بن ابی القاسم بیہقی	۵٦۵ھ
۱۳.	مناقب النعمان	موفق الدین بن احمد مکی	۵٦۸ھ
۱۴.	الکامل فی التاریخ	عزالدین بن اثیر جزری	٦۳۰ھ
۱۵.	تہذیب الاسماء واللغات	یحییٰ بن شرف نووی	٦۷٦ھ
۱٦.	وفیات الاعیان	احمد بن محمد ابن خلکان برمکی	٦۸۱ھ
۱۷.	تہذیب الکمال	یوسف بن عبد الرحمن جمال الدین مزی	۷۴۲ھ
۱۸.	مناقب الائمۃ الاربعہ	محمد بن احمد بن عبد الہادی حنبلی	۷۴۴ھ
۱۹.	مناقب الامام ابی حنیفۃ	محمد بن احمد بن عثمان الذہبی	۷۴۸ھ
۲۰.	تذکرۃ الحفاظ	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸ھ
۲۱.	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸ھ
۲۲.	العبر فی خبر من غبر	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸ھ
۲۳.	الوافی بالوفیات	خلیل بن ایبک الصفدی	۷٦۴ھ
۲۴.	مرآۃ الجنان	عبد اللہ بن اسعد یافعی	۷٦۸ھ
۲۵.	البدایۃ والنہایۃ	اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی	۷۷۴ھ
۲٦.	البستان فی مناقب النعمان	عبد القادر ابن ابی الوفاء القرشی	۷۷۵ھ
۲۷.	مناقب النعمان	محمد بن محمد الکردی	۸۲۷ھ
۲۸.	تہذیب التہذیب	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۲۹.	النجوم الزاہرہ	یوسف بن تغری بن عبد اللہ الظاہری الحنفی	۸۷۴ھ
۳۰.	تبییض الصحیفہ بمناقب ابی حنیفۃ	جلال الدین بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱ھ

۳۱.	عقود الجمان فی مناقب الامام	شمس الدین محمد بن یوسف صالحی دمشقی	۹۴۲ھ
۳۲.	الخیرات الحسان	احمد بن حجر ہیتمی مکی	۹۷۲ھ
۳۳.	شذرات الذہب	عبد الحی بن احمد بن محمد ابن عماد حنبلی	۱۰۸۹ھ
۳۴.	تانیب الخطیب	زاہد بن حسن کوثری	۱۳۱۱ھ
۳۵.	تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان	ابن کاس	-
۳۶.	مناقب النعمان	عبد اللہ بن محمد بن احمد	-
۳۷.	ابو حنیفۃ بطل الحریۃ والتسامح فی الاسلام - عبد الحلیم الجندی		جدید رائٹر
۳۸.	ابو حنیفۃ بین الجرح والتعدیل	شاکر زیب فیاض	جدید رائٹر
۳۹.	ابو حنیفۃ واصحابہ	حبیب احمد کیرانوی	جدید رائٹر
۴۰.	ابو حنیفۃ حیاتہ وعصرہ وآرائہ الفقہیہ - ابو زہرہ مصری		جدید رائٹر
۴۱.	ابو حنیفۃ النعمان	وہبی سلیمان غاوجی	جدید رائٹر
۴۲.	المطالب المنیفۃ فی الذب عن الامام ابی حنیفۃ - سید مصطفی نور الدین حسینی - جدید رائٹر		
۴۳.	حیاۃ الامام ابو حنیفۃ	السید عفیفی	جدید رائٹر

ایک عربی شاعر کہتا ہے: ”لا يعرف ذاالفضل من الناس الإذووه “(اہل فضل کو فضل والے ہی جانتے ہیں) اور آج کل عربی میں یہ مثل کہی جاتی ہے: ”الفضل ماشهدت به الأعلام“ فضیلت وہ ہے جس کی گواہی اکابر زمانہ اور رؤسائے فن نے دیں۔ میں نے اپنے اس مقالے میں امام کے فضائل ومناقب پر اپنی طرف سے ایک جملہ نہیں لکھا ہے بلکہ ہر زمانہ کے اکابر روزگار اور صاحبانِ علم وفضل نے امام کی شان میں جو کچھ کہا اور لکھا انہیں میں نے مستند کتابوں کے حوالے سے نقل کر دیا ہے۔

حریت نسب: امام اعظم کے پوتے اسماعیل بن حماد کہتے ہیں:

”نحن من أبناء فارس الأحرار ولد جدي النعمان سنة ثمانين وذهب جدي ثابت إلى علي و هو صغير فدعاله بالبركة فيه وفي ذريته “[1]

ہم ابنائے فارس کے آزاد لوگوں میں ہیں، میرے دادا نعمان (امام ابو حنیفہ) ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور میرے پردادا بچپن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے حق میں اور ان کی ذریت کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔

حسن صورت ومعنی: فضل بن دُکین کہتے ہیں:

(۱) الثقات للعجلی: ۱/ ٤٥٠

"ابوحنیفہ حسین و جمیل، خوبصورت داڑھی اور اچھی ہیئت و لباس والے تھے"۔ (۱)

ابویوسف کہتے ہیں:

"ابوحنیفہ میانہ قد، حسین صورت، فصیح و بلیغ اور شیریں زبان رکھتے تھے اور اپنے مافی الضمیر کو انتہائی صفائی کے ساتھ واضح فرماتے تھے"۔ (۲)

شرف تلمذ: امام ابوحنیفہ کو تین واسطوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہونے اور علمِ نبوت میں ان کے امین و جانشین ہونے کا شرف حاصل ہے۔

ابویعلیٰ خلیلی لکھتے ہیں:

ابوحنیفہ نے حماد سے علم حاصل کیا اور حماد نے ابراہیم سے، وہ علقمہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔ (۳)

ذہبی لکھتے ہیں:

فأفقه أهل الكوفة علي وابن مسعود وأفقه أصحابهما علقمة وأفقه أصحابه إبراهيم وأفقه أصحاب إبراهيم حماد وأفقه أصحاب حماد أبوحنيفة. (۴)

اہل کوفہ میں سب سے زیادہ علمِ نبوت کا درک و بصیرت رکھنے والے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں، ان کے شاگردوں میں علقمہ، ان کے شاگردوں میں ابراہیم نخعی، ان کے شاگردوں میں حماد اور ان کے شاگردوں میں ابوحنیفہ ہیں۔

عبادت و ریاضت: ابویوسف کہتے ہیں:

ایک شخص نے امام اعظم کے سامنے کسی سے کہا کہ یہ ابوحنیفہ ہیں جو پوری رات سوتے نہیں ہے۔ امام اعظم نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ میرے بارے میں ایسی بات نہ کہو جو میں نہیں کرتا اس کے بعد آپ پوری رات بیدار رہنے لگے۔ (۵)

حماد کہتے ہیں:

جب میرے والد (امام اعظم ابوحنیفہ) کا انتقال ہوا تو حسن بن عمارہ نے انھیں غسل دینے کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کی بخشش کرے کہ آپ تیس سال تک اکثر و بیشتر روزے سے رہا کرتے

---

(۱) مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه للذهبی :۱۵

(۲) تاریخ الاسلام للذهبی:۳/ ۹۹۰

(۳) الارشادفی معرفة علماء الحدیث: ۲/ ۷۰۷

(۴) سیراعلام النبلاء:۵/ ۵۳۱

(۵) تهذیب التهذیب :۵/ ٦۳۰

اور چالیس سال تک آپ نے رات میں اپنے ہاتھ کو بھی تکیہ نہیں بنایا۔ [1]

حفص بن عبد الرحمن کہتے ہیں:

ابو حنیفہ پر تیس سال اس حال میں گزرے کہ وہ پوری رات بیدار رہتے اور ایک رکعت میں مکمل قرآنِ پاک پڑھ جاتے۔ [2]

اسد بن عمرو کہتے ہیں:

ابو حنیفہ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ عام طور پر وہ تہجد کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے، ان کے گریہ وزاری کو سن کر پڑوسیوں کو رحم آنے لگتا تھا۔ جس جگہ ان کا وصال ہوا وہاں انھوں نے سات ہزار کلامِ مجید ختم کیے تھے۔ [3]

عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں:

میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر زہد و پارسائی والا کسی کو نہیں پایا حالاں کہ انھیں دڑّوں اور مال و دولت سے آزمایا گیا۔ [4]

ابو عاصم نبیل کہتے ہیں:

"كان أبو حنيفة يسمى الو تدلكثرة صلاته"

ابو حنیفہ کو کثرتِ نماز کی وجہ سے وتد یعنی میخ کہا جاتا تھا۔ [5]

خدا کا ڈر: یزید بن کمیت کہتے ہیں:

ابو حنیفہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شدید خوف تھا، ایک رات امام نے عشا کی نماز میں سورۂ " اذازلزلت الارض" پڑھی، ابو حنیفہ جماعت میں تھے، جب لوگ نماز ختم کر کے جا چکے تو میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہ فکر میں ڈوبے ہیں، سانس تیز تیز چل رہی ہے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اٹھ چلو، ان کے شغل میں خلل انداز نہ ہو، چناں چہ قندیل روشن چھوڑ کر میں چلا آیا، اس میں تیل تھوڑا تھا، طلوعِ فجر کے وقت جب میں مسجد آیا تو دیکھا کہ ابو حنیفہ اپنی داڑھی پکڑے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

"يامن يجزى بمثقال ذرة خيرخيرا، ويامن يجزى بمثقال ذرة شرشرا أجر النعمان عبدك

---

(۱) تهذيب التهذيب:٥/ ٦٣٠

(۲) تاريخ بغداد:١٣/ ٣٥٤

(۳) تهذيب الكمال :١٩/ ١١٢

(۴) تهذيب الكمال :١٩/ ١١٣

(۵) تاريخ الاسلام:٣/ ٩٩٠

من النارومايقرب منهامن السوء وأدخله في سعة رحمتك"

ترجمہ: اے ذرّہ برابر نیکی کا بدلہ نیکی سے دینے والے! اے ذرّہ برابر بدی کا بدلہ بدی سے دینے! اپنے بندے نعمان کو جہنم کی آگ سے، اس کے قریب کرنے والی برائی سے بچائے رکھ اور اسے اپنی وسیع رحمت میں داخل کر۔ (۱)

یزید بن کمیت ہی کا بیان ہے: ایک شخص نے امام اعظم سے کہا: "اتق الله" اللہ کا خوف کیجیے، یہ سن کر امام کا چہرہ زرد پڑ گیا، سانس پھولنے لگی، سر نیچے کر لیا اور فرمایا "جزاك الله خيرا ما أحوج الناس كل وقت إلى من يقول لهم مثل هذا". اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا کرے، قسم خدا کی لوگوں کو ہر وقت ایسے شخص کی ضرورت ہے جو انھیں اس طرح کی باتوں کے ذریعہ تنبیہ کرتا رہے۔ (۲)

کم گوئی: شریک نخعی کہتے ہیں:

"كان أبوحنيفة -رحمه الله - طويل الصمت دائم الفكرقليل المجادلة للناس" (۳)

ابو حنیفہ بڑے چپ چاپ رہنے والے، ہمیشہ فکر میں ڈوبے ہوئے اور لوگوں سے بہت کم بات چیت والے تھے۔

جعفر بن ربیع کہتے ہیں:

"أقمت على أبي حنيفة خمس سنين فما رأيت أطول صمتامنه فإذا سئل عن الفقه تفتح وسال كالوادي" (۴)

میں نے ابو حنیفہ کے پاس پانچ برس قیام کیا، میں نے ان سے زیادہ خاموش نہیں پایا، البتہ جب ان سے کوئی شرعی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ وادی کی طرح بہہ پڑتے۔

خلقِ خدا کے ساتھ حسنِ سلوک: ابو یوسف کہتے ہیں:

"كان أبو حنيفة لايكاديسأل حاجة إلا قضاها."

ابو حنیفہ سے جب بھی کچھ مانگا گیا انہوں نے ضرور پورا کیا۔ (۵)

قیس بن ربیع کہتے ہیں:

"كان كثيرالصلةوالبرلكل من لجأ إليه كثيرالإفضال على إخوانه"۔ (۶)

---

(۱) تاريخ بغداد:۱۵/ ۴۸۷

(۲) تاريخ الاسلام للذهبي:۳/ ۹۹۰

(۳) الانتقاء فى فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء :۱/۱۳۱

(۴) الوافى بالوفيات:۲۷/ ۸۹

(۵) تهذيب الاسماء واللغات:۲/ ۲۲۲

(۶) تاريخ بغداد:۱۵/ ۴۸۷

ابو حنیفہ ہر اس شخص کے ساتھ بہت زیادہ حسنِ سلوک کا معاملہ فرماتے جوان کے پاس اپنی ضرورت لے جاتا اور وہ اپنے ساتھیوں پر بڑے مہربان تھے۔

وکیع کہتے ہیں:

جب ابو حنیفہ بال بچوں کے لیے کپڑے بناتے توان کی قیمت کے برابر صدقہ کردیتے اور جب خود نیا کپڑا پہنتے تواس کی قیمت کے برابر مشائخِ علما کے لیے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا تو پہلے اپنی خوراک کی مقدار سے دوگنا نکال کر کسی محتاج کو دیدیتے۔[1]

علما کی خدمت: قیس بن ربیع کہتے ہیں:

ابو حنیفہ مالِ تجارت بغداد بھیجتے اور اس کے بدلے سامانِ تجارت منگوا کر کوفہ میں فروخت کرتے اور سالانہ منافع جمع کر کے شیوخِ محدثین کے لیے ضرورت کی چیزیں مثلاً لباس وخوراک وغیرہ خریدتے اور جو روپے بچ جاتے وہ جملہ سامان کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کردیتے اور کہتے:

”أنفقوا في حوائجكم ولاتحمدوا إلا الله فإني ما أعطيتكم من مالي شيئا ولكن من فضل الله علي فيكم وهذه أرباح بضائعكم فإنه هو والله مما يجريه الله لكم على يدى فما في رزق الله حول لغيره.“[2]

مشتبہات سے پرہیز: عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: ”مارأيت أحداأورع من أبي حنيفة“ ابو حنیفہ سے بڑھ کر مشتبہات سے بچنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔[3]

مکی بن ابراہیم کہتے ہیں:

”جالست الكوفيين فمارأيت منهم أورع من أبي حنيفة“

باشندگانِ کوفہ کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا رہا ہے میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر مشتبہات سے بچنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔[4]

امامِ اعظم کپڑے کی تجارت کرتے تھے، حفص بن عبدالرحمن تجارت میں آپ کے شریک تھے، ایک بار کپڑے کے ایک تھان میں کوئی عیب تھا، امام نے انھیں تاکید کی کہ جب یہ تھان بیچنا تو اس کا عیب بتادینا مگر حفص تھان بیچتے وقت عیب بتانا بھول گئے اور انھیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ تھان کس کے ہاتھ فروخت کیا ہے، امام کو جب معلوم ہوا تو سارے

---

(۱) تاریخ بغداد:۱۵/ ٤٨٧

(۲) تاریخ بغداد:۵۸۷۱۵

(۳) تاریخ بغداد:۱۵/ ۵۸۷

(۴) تاریخ بغداد:۱۵/ ۵۸۷

تھانوں کی قیمت خیرات کردی۔[۱]

شرف تابعیت: ائمۂ اربعہ میں یہ شرف صرف امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے کہ آپ تابعیت کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔

ابن تیمیہ کے ایک قریبی شاگرد ابن عبد الہادی لکھتے ہیں:

فأول هؤلاء الأئمة المذكورين وأقربهم زمنا إلى سيد المرسلين الإمام أبوحنيفة ....أدرك جماعة من أصحاب النبي ﷺ ورأي أنس بن مالك خادم رسول الله ﷺ وصاحبه غيرمرة لماقدم عليهم الكوفة۔[۲]

مذکورہ بالا ائمہ میں سب سے پہلے اور عہدِ رسالت مآب ﷺ سے سب سے زیادہ قریب امام ابو حنیفہ ہیں، انھوں نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو پایا خاص کر خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو ان کے دیدار سے بارہا مشرف ہوئے۔

ابن تیمیہ کے ایک اور شاگرد ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

"لأنه أدرك عصر الصحابه ورأي أنس بن مالك قيل وغيره وذكربعضهم أنه روى عن سبعة من الصحابه فالله اعلم".

آپ نے صحابہ کا زمانہ پایا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔ کہا گیا ہے کہ دیگر صحابہ کرام کی بھی زیارت نصیب ہوئی بلکہ بعض حضرات نے سات صحابہ کرام سے روایت کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔[۳]

ڈاکٹر علی عبد الباسط مزید لکھتے ہیں:

وقد صرح برويته لأنس وكونه تابعيا على المختارجمع عظيم من المحدثين وأهل الأخبار ذكر منهم ابن سعد والذهبي وابن حجر والعراقي والسيوطي، والمزي و الخطيب البغدادي، وابن الجوزي، وابن عبدالبر، والسمعاني، والنووي، وعبد الغني المقدسي، والجزري، والعيني وغيرهم من الأئمة والحفاظ.[۴]

محدثین و مورخین کی ایک کثیر تعداد نے امام کے تابعی ہونے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیدار سے مشرف ہونے کی صراحت کی ہے، ابن سعد، ذہبی، ابن حجر عسقلانی، زین الدین عراقی، جلال الدین سیوطی، جمال

(۱) تاريخ بغداد:۱۵/ ۵۸۷
(۲) مناقب الائمة الاربعة:۵۸
(۳) البدايه والنهايه لابن كثير:۱۰/ ۱۱٤
(۴) منهاج المحدثين فی القرن الاول الهجری :۱/ ۲۲۸

الدین مزی، خطیب بغدادی، ابن جوزی، ابن عبد البر، عبد الکریم سمعانی، شرف الدین نووی، عبد الغنی مقدسی، ابن اثیر جزری اور بدرالدین عینی وغیرہ ائمہ وحفاظِ حدیث نے ان کے تابعی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

امام اعظم اپنے شیوخ کی نظر میں: علما نے بیان کیا ہے کہ امام کے شیوخ واساتذہ کی تعداد حد شمار سے باہر ہے بلکہ بعض حضرات نے چار ہزار کی تعداد کا ذکر کیا ہے جن میں سے مشہور عطاء بن ابی رباح، حماد بن سلیمان ،سلیمان بن مہران اعمش، شعبہ بن حجاج اور مسعر بن کدام جیسی عظیم علمی شخصیت کے حامل لوگ آپ کے اساتذہ میں ہیں، امام نے اپنے شیوخ میں سب سے زیادہ حماد بن ابی سلیمان سے استفادہ کیا اور تقریباً ۱۸ر سال ان کی ملازمت ومعیت میں رہے۔ ایک مرتبہ حماد کے بیٹے اسماعیل نے پوچھا: ابّا جان! آپ جب سفر پہ ہوتے ہیں تو سب سے زیادہ کسے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے؟ جواب دیا: "إلی أبي حنيفة ولو أمكنني لاأرفع طرفي عنه فعلت". ابو حنیفہ کو دیکھنے کا، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں کبھی ان کے چہرے سے اپنی نگاہ نہ ہٹاتا۔[۱]

شیخ حماد کہا کرتے تھے:

"لايجلس في صدرالحلقة بحذائي غير أبي حنيفة"

میرے روبرو ابوحنیفہ کے علاوہ کوئی اور نہ بیٹھے۔[۲]

حارث بن عبد الرحمن کہتے ہیں:

كنانكون عندعطاء بعضناخلف بعض فإذاجاء أبوحنيفة أوسع لهٗ وأدناه .[۳]

ہم لوگ عطاء بن ابی رباح کے حلقۂ درس میں صف بہ صف بیٹھے ہوتے اور جب ابو حنیفہ آتے تو عطا ان کے لیے جگہ کشادہ کرتے اور انھیں اپنے قریب بٹھاتے۔

عبید اللہ بن عمر کہتے ہیں:

میں اعمش کے حلقۂ درس میں موجود تھا، ایک شخص نے ان سے سوال کیا جس کے بارے میں وہ غور وخوض کرنے لگے، پھر ابو حنیفہ کی طرف دیکھا اور کہا: "يانعمان قل فيها" نعمان تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے مسئلہ بتادیا۔ اعمش نے پوچھا کہ تمھیں یہ کہاں سے ملا؟ امام نے جواب دیا کہ آپ نے جو حدیث بیان کی اسی سے۔ اس پر اعمش نے کہا: "نحن الصيادلة وأنتم الأطباء" ہم لوگ دوا فروخت کرنے والے ہیں اور تم لوگ بیماری پکڑنے والے اور اس کا علاج کرنے والے ہو۔[۴]

---

(۱) تاریخ بغداد:۱۳/ ۳۳٤

(۲) تهذيب الكمال:۲۹ / ٤۲٦

(۳) تجريدالاسماء والكنى:۱/ ۱٦٥

(۴) جامع بيان العلم وفضلهٗ:۲/ ۱۰۳۰

عبدالوارث کہتے ہیں:

"کناعندشعبة بن الحجاج، فقيل له: مات أبوحنيفة فقال، شعبة: لقدذهب معهٗ فقه الكوفة تفضل الله عليناوعليه برحمته"

ہم لوگ شعبہ بن حجاج کے پاس تھے، جب انھیں ابو حنیفہ کے وصال کی خبر دی گئی تو فوراً انھوں نے کہا افسوس! ان کے ساتھ کوفہ کی فقاہت رخصت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل فرما کر ہم پر اور ان پر فضل فرمائے۔ (۱)

یحییٰ بن معین کہتے ہیں:

ماسمعت أحد أضعفه هذاشعبة الحجاج يكتب إليه أن يحدث ويأمره وشعبة شعبة. (۲)

میں نے کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ انھوں نے امام کو حدیث میں ضعیف قرار دیا ہو۔ یہ شعبہ ہیں جنھوں نے امام کو حدیث بیان کرنے کا حکم لکھ کر دیا اور شعبہ بالآخر شعبہ ہیں۔

مسعر بن کدام کہتے ہیں:

"ماأحسداأحدابالكوفة إلا رجلين أباحنيفة في فقهه والحسن بن صالح في زهده"

مجھے کوفہ میں دو لوگوں پر بڑا رشک آتا تھا، فقہ میں ابو حنیفہ پر اور زُہد میں حسن بن صالح پر۔ (۳)

معاصرین واقران کی نظر میں: معاصرین واقران سے مراد ہماری یہ ہے کہ امام کے اساتذہ اور شیوخ کے علاوہ جو امام کے ہم زمانہ ہیں خواہ وہ عمر میں امام سے بڑے رہے ہوں یا چھوٹے یا ہم عمر، انھوں نے امام سے اپنا سلسلۂ تلمذ قائم کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: "مامقلت عينى مثل أبي حنيفة" میری آنکھوں نے ابو حنیفہ جیسا نہ دیکھا۔ (۴)

ابراہیم بن عکرمہ کہتے ہیں:

"مارأيت أورع ولا أفقه من أبي حنيفة"

ابو حنیفہ سے زیادہ مشتبہات سے بچنے والا اور حدیث کا درک وبصیرت رکھنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ (۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے قاسم بن معن سے کہا گیا:

"أنت ابن عبدالله بن مسعود ترضىٰ أن تكون من غلمان أبي حنيفة فقال ماجلس

---

(۱) الانتقاء :۱/ ۱۲۶

(۲) الانتقاء :۱/ ۱۲۷

(۳) تهذيب الاسماء واللغات:۲/ ۲۱۹

(۴) تهذيب الاسماء واللغات:۲/ ۲۱۹

(۵) تهذيب الاسماء واللغات:۲/ ۲۲۰

الناس إلى أحد أنفع مجالسة من أبي حنيفة."

آپ عبداللہ بن مسعود کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے ابو حنیفہ کے شاگردوں میں ہونا کیسے گوارا کرلیا؟ انھوں نے جواب دیا لوگوں کے لیے ابو حنیفہ کے حلقۂ درس سے زیادہ نفع بخش اور کوئی درس گاہ نہیں ہے۔

مکی بن ابراہیم کہتے ہیں: "كان أعلم الأرض "ابو حنیفہ روے زمین پر سب سے بڑے عالم تھے۔ (۱)

سفیان ثوری کہتے ہیں:

"كان أبوحنيفة أفقه أهل الأرض "

ابو حنیفہ روے زمین پر سب سے زیادہ درک وبصیرت والے تھے۔ (۲)

وکیع کہتے ہیں:

"مالقيت أفقه من أبي حنيفة ولا أحسن صلاة منه"

ابو حنیفہ سے زیادہ درک وبصیرت رکھنے والا اوران سے اچھی نماز پڑھنے والا میں نے نہیں پایا۔ (۳)

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں:

"لولا ان الله أعانني بأبي حنيفة وسفيان الثوري لكنت كسائر الناس" (۴)

اگر اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ میری مدد نہ فرماتا تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

عبداللہ بن داؤد خُرَیبی کہتے ہیں:

"ينبغي للناس أن يدعوا في صلاتهم لأبي حنيفة لحفظه الفقه والسنن" (۵)

لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابو حنیفہ کے لیے دعا کریں کہ انھوں نے ان کے لیے حدیث وفقہ کو محفوظ کر دیا۔

اسرائیل بن یونس کہتے ہیں:

"كان نعم الرجل النعمان ماكان أحفظه لكل حديث فيه فقه " (۶)

امام ابو حنیفہ کیا ہی خوب مرد تھے انھیں ہر وہ حدیث اچھی طرح یاد تھی جس میں کوئی شرعی مسئلہ ہوتا۔

---

(۱) الانتقاء:۱/ ۱۳٤

(۲) البداية والنهايه:۱۰/ ۱۰۷

(۳) تهذيب الاسماء واللغات:۲/ ۲۲۰

(۴) البداية والنهايه:۱۰/ ۱۰۷

(۵) البداية والنهايه:۱۰/ ۱۰۷

(۶) صفائح اللّجين،ص:۴۳،٤۲

فضیل بن عیاض کہتے ہیں:

كان أبوحنيفة فقيها معروفا بالفقه، مشهورا بالورع، وسيع المال معروفا بالأفضال على من يطيق، صبورا على تعليم العلم بالليل والنهار، كثير الصمت، قليل الكلام حتى ترد مسألة في حلال أوحرام وكان يحسن يدل على الحق هاربا من السلطان۔(۱)

ابو حنیفہ فقہ میں معروف، ورع میں مشہور، بہت مال والے، ضرورت مند پر خرچ کرنے والے، رات ودن علم سکھانے پر معمور، انتہائی خاموش اوراس وقت تک نہ بولتے جب تک حلال وحرام کی کوئی بات نہ آجاتی، وہ حق پر بہترین رہ نمائی کرنے والے اور بادشاہ سے بہت زیادہ بچنے والے تھے۔

حسن بن صالح کہتے ہیں:

"كان النعمان بن ثابت فهماعالمامتثبتافی علمه اذاصح عنده الخبرعن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- لم يعده إلى غيره "(۲)

نعمان بن ثابت سمجھ بوجھ والے، علم والے، علم میں بڑے محتاط اور غور وخوض والے، جب ان کے نزدیک کسی حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہوجاتا تو پھر وہ کسی اور طرف رجوع نہ فرماتے۔

روح بن عباد فرماتے ہیں:

"كنت عندابن جريج سنة خمسين ومائة فقيل: له مات أبو حنيفة فقال رحمه الله قد ذهب معه علم كثير"

میں سن ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس تھا، ان تک ابو حنیفہ کے وصال کی خبر پہنچی، انھوں نے کہا اللہ ان پر رحم کرے ان کے ساتھ بہت سا علم چلا گیا۔

امام اپنے بعد والوں کی نظر میں:

امام شافعی کہتے ہیں:

"من أردا الفقه فهوعيال على أبي حنيفة "

جو شخص فقہ کا طالبِ علم ہے وہ ابو حنیفہ کا محتاج ہے۔(۳)

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں:

---

(۱) تهذيب الاسماء واللغات:۲/ ۲۱۹

(۲) الانتقاء:۱/ ۱۲۸

(۳) الانتقاء:۱/ ۱۳٦

"لانكذب الله !ماسمعنا أحسن من رأى أبي حنيفة وقد اخذنا بأكثر أقواله"(۱)

ہم جھوٹ نہیں بولتے، بخدا، ہم نے ابوحنیفہ سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے بہت سے اقوال سے استفادہ کیا ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں:

"أبوحنيفة عندنا من أهل الصدق ولم يتهم بالكذب"

ابوحنیفہ ہمارے (محدثین) نزدیک ثقہ اور صدوق ہیں، ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی۔ (۲)

یحییٰ بن معین ہی کہتے ہیں:

"مارأيت مثل وكيع وكان يفتي برأي أبي حنيفة "

میں نے وکیع جیسا عالم نہیں دیکھا، وہ فتویٰ ابوحنیفہ کے مذہب پر دیتے تھے۔ (۳)

وہی کہتے ہیں:

"العلماء أربعة الثوری وأبوحنيفة ومالك والأوزاعي "

علما تو صرف چار ہیں سفیان ثوری، ابوحنیفہ، مالک اور اوزاعی۔ (۴)

انہی کا قول ہے:

"أبوحنيفة ثقة لايحدث بالحديث إلا بما يحفظه ولا بما لا يحفظ"(۵)

ابوحنیفہ ثقہ تھے وہ صرف اسی حدیث کو بیان کرتے جو محفوظ ہوتی غیر محفوظ حدیث بیان نہ کرتے۔

عباس بن محمد دوری کہتے ہیں:

"سمعت يحيي بن معين يقول: أصحابنا يفرطون في أبي حنيفة وأصحابه فقيل لهٗ : أكان أبوحنيفة يكذب فقال : كان انبل من ذلك "

میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا کہ اصحاب حدیث ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے بارے میں افراط کے شکار ہیں، ان سے پوچھا گیا، کیا ابوحنیفہ کذب بیانی سے کام لیتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: کہاں جھوٹ اور کہاں

(۱) البداية والنهايه:۱۰/ ۱۱٤

(۲) تاریخ ابن معين:۱/ ۷۹

(۳) الانتقاء:۱/ ۱۳٦

(۴) البدايه والنهايه :۱۰/ ۱۲٤

(۵) تهذيب التهذيب:۱۰/ ٤٥۰

ابوحنیفہ![1]

ابن عبدالبر کہتے ہیں:

"وقد أثنیٰ علیه جماعة من العلماء ولعلنا إن وجدنا نشطة نجمع من فضائله وفضائل مالك والشافعي والثوري والأوزاعي رحمهم الله كتابا املنا جمعه قديما في أخبار أئمة الأمصار إن شاء الله تعالیٰ"[2]

علما کی ایک جماعت نے ابوحنیفہ کی ستائش کی ہے، شاید ہمیں موقع ملے تو میں ایک کتاب ابوحنیفہ، مالک، شافعی سفیان ثوری اور اوزاعی کے فضائل ومناقب میں جمع کریں۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"الذين رووا عن أبي حنيفة ووثقوه وأثنوا عليه أكثرمن الذين تكلموا فيه"[3]

جن حضرات نے امام سے حدیث روایت کی اور انھیں ثقہ قرار دیا ان کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ ہے جنھوں نے امام کے بارے میں کلام کیا ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

"وصلی علیه ببغدادست مرات لكثرة الزحام"[4]

کثرت ازدحام کے باعث شہر بغداد میں امام کی نمازِ جنازہ چھ بار پڑھی گئی۔

امام اعظم کے چند ثناخوانوں کے اسمائے گرامی: ابن عبدالبر جو پانچویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ ومحدث ہیں، جن کے نوکِ قلم سے التمهيد، الإستذكار اور جامع العلوم والحكم، جیسی گراں بہا تصانیف عالمِ وجود میں آئیں، انھوں نے اپنی کتاب مستطاب "الإنتقاء فی مناقب الثلاثة الأئمة" میں امام کے چالیس ثناخوانوں کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عبدالحمید بن یحییٰ حمانی　(۲) معمر بن راشد

(۳) نضر بن محمد　(۴) یونس بن ابی اسحاق

(۵) اسرائیل بن یونس　(۶) زفر بن ہذیل

(۷) عثمان بتی　(۸) جریر بن عبدالحمید

---

(۱) جامع البيان وفضله:۲/ ۱۰۸۱

(۲) جامع البيان وفضله:۲/ ۱۰۸۰

(۳) جامع بيان العلم وفضله:۲/ ۱۰۸۲

(۴) البداية والنهايه:۲/ ۱۰۸

(۹)حفص بن مسلم (۱۰)امام ابویوسف
(۱۱)سلم بن سالم (۱۲)یحییٰ بن آدم
(۱۳)یزید بن ہارون (۱۴)ابن ابی رِزمہ
(۱۵)سعید بن سالم (۱۶)شداد بن حکیم
(۱۷)خارجہ بن مصعب (۱۸)خلف بن ایوب
(۱۹) ابوعبدالرحمن المقری (۲۰) محمد بن سائب کلبی
(۲۱) حسن بن عُمارہ (۲۲) فضل بن دُکَین
(۲۳) حکم بن ہشام (۲۴) یزید بن زُرَیع
(۲۵) عبداللہ بن داوٗد خریبی (۲۶) محمد بن فضیل
(۲۷) زکریا بن ابی زائدہ (۲۸) یحییٰ بن زکریا
(۲۹) زائدہ قدامہ (۳۰) یحییٰ بن معین
(۳۱) مالک بن مغول (۳۲) ابوبکر بن عیاش
(۳۳) ابوخلد الاحمر (۳۴) قیس بن ربیع
(۳۵) ابوعاصم النبیل (۳۶) عبداللہ بن موسیٰ
(۳۷) محمد بن جابر اصمعی (۳۸) شقیق بلخی
(۳۹) علی بن عاصم (۴۰) یحییٰ بن نصر۔

”الإکمال تهذیب الکمال“ کے مصنف علاء الدین مغلطائی نے ان کے علاوہ اور بھی حضرات کا نام لیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۴۱)حماد بن ابی سلیمان (۴۲)فضیل بن عیاض
(۴۳)ایوب بن ابی تمیمہ (۴۴)سلیمان بن مہران الاعمش
(۴۵)سفیان بن سعید الثوری (۴۶)قاسم بن معن مسعودی
(۴۷)عبدالملک بن عبدالعزیز (۴۸)اوزاعی
(۴۹)یزید بن ہارون (۵۰)خالد طحان
(۵۱) یحییٰ بن سعید القطان (۵۲)حکم بن ہشام الثقفی
(۵۳)حسن بن محمد لیثی (۵۴)سفیان بن عیینہ۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"وأخبار أبي حنيفة رضی اللہ عنہ لا يحتملها هٰذا التاريخ فإني قد أفردت أخباره فيجزئين." (۱)

حضرت ابو حنیفہ کے حالات تاریخ کی یہ کتاب نہیں سمیٹ سکتی اس لیے میں نے الگ سے ان کے حالات پر دو حصوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

"ومناقب الإمام أبي حنيفة كثيرة جدا فرضى الله تعالىٰ عنه وأسكنه الفردوس. آمين" (۲)

امام ابو حنیفہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں اللہ ان سے راضی ہو اور جنت الفردوس ان کا ٹھکانہ بنائے۔(آمین)

ربناتقبل منا انك انت السميع العليم .☆☆☆

(۱) تاریخ الاسلام :۹/ ۳۱۳

(۲) تهذيب التهذيب:۱۰/ ٤٥٠

امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام

مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی، مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، صدر بازار، باسنی، ناگور شریف (راجستھان)

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) صرف جلیل القدر فقیہ اور عظیم الشان محدّث ہی نہ تھے بلکہ فقہا و محدثین کے امام اور شیخ الشیوخ تھے آپ کی محدّثانہ عظمت و رفعت، فقیہانہ جلالت و وقعت سے چشم پوشی اور صرف نظر کوتاہ بینی ہے، آج تک ملت اسلامیہ کی اکثریت جس عظیم فقیہ و محدّث کی مقلد و پیروکار ہے اسی کے علم حدیث اور فہم حدیث پر انگشت نمائی قابل تشویش بات ہے، جس امام حدیث نے فقہ مدوّن کر کے اپنی عمر عزیز کا مکمل حصہ فروغ حدیث، اشاعت حدیث اور ترویج حدیث میں صرف فرمایا اسی کے مقام حدیث و فقہ کو آج کل کم خواندہ اور ناخواندہ حضرات اپنی خود ساختہ دانشوری کے نشے میں اپنے عقلی پیمانے سے ناپنے کی نازیبا کوشش کر رہے ہیں اور بزعم خویش یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم نے بڑی دور کی کوڑی ماری ہے، افسوس ہے ایسی سوچ و فکر پر جو ملت اسلامیہ میں انتشار و افتراق کا باعث ہو اور جس سے فقہا و محدثین کی توہین و گستاخی کا دروازہ کھلے۔

آج جو غیر مقلدین ائمۂ اربعہ کی فقاہت اور محدّثانہ عظمت و رفعت کو ناپنے بیٹھے ہیں کیا ان کا علم و ادراک اس قابل ہے کہ کتاب و سنت کی باریکیوں اور علمی گہرائیوں کو اسی طرح سمجھ لے جس طرح ائمۂ اربعہ (حضرت امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سمجھا؟ کیا بلاواسطہ ائمہ اربعہ کسی بھی چیز کی حلت و حرمت کا حکم قرآن و حدیث سے نکال سکتے ہیں؟ اگر واقعی وہ علم و تحقیق، فہم و شعور کی اس بلند چوٹی پر فائز ہیں تو ایسے حضرات کے لیے ہمارا مفید مشورہ ہے کہ ذرا آپ کسی ایک ایسے مسئلے کی نشاندہی کیجیے جس کا ائمۂ اربعہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں کوئی حل پیش نہ کیا ہو؟

ہمارا یہ سوال ہر اس شخص سے ہے جو [حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر ائمۂ ثلاثہ (حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) کے علم فقہ و حدیث کو] اردو کی چند کتابیں پڑھ کر اپنے آپ کو ماضی کے فقہا و محدثین سے بڑا فقیہ اور محدّث سمجھتا ہے اور اپنے علم و فہم، تحقیق و مطالعہ کو نہ صرف اپنے حق میں بلکہ کل امت مسلمہ کے واسطے قابل عمل جانتا ہے۔ ان ظاہر بینوں کو جب کسی مسئلہ میں بطور دلیل کوئی حدیث نظر نہیں آتی تو یوں چھکتے ہیں کہ یہ

مسئلہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں، محترم! دعویٰ کرنا بڑا آسان ہے مگر دلیل پیش کرنا بڑا مشکل ہے۔ اکابر واجلہ فقہا ومحدثین تو "لم اَرَ" "لم اَجِدُ" پر اقتصار کرتے ہیں، یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ اور انھیں اپنے مطالعہ پر اس قدر اعتماد کلی حاصل ہے کہ فوراً کہہ اٹھے: امام ابو حنیفہ نے ہر جگہ قیاس ہی سے کام لیا" اگر چشم بینا ہو تو محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام کا یہ قول مبارک پڑھیے اور ہوش کے ناخن لیجیے، لکھتے ہیں: "لعلّ قصور نظرنا اخفاهما عنّا" امید کہ ہماری نظر کے قصور نے انھیں چھپالیا۔

حدیث "إختلاف امتي رحمة" (میری امت کا اختلاف رحمت ہے) امام جلا الدین سیوطی جیسے حافظِ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ دے سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی۔ ان بعض علما کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا اور لکھ دیا کہ:

"لعله خرّج في بعض كتب الحفاظ التي لم تصل إلينا."

شاید وہ حافظان حدیث کی ان بعض کتابوں میں روایت کی گئی ہو جو ہم تک نہ پہنچیں۔ (۱)

جلیل القدر محدثین باآں جلالت علم وشان یہ فرمائیں اور ان کو اپنی حدیث دانی پر اتنا ناز کہ ائمۂ اربعہ کے علم فقہ وحدیث کو چیلنج دے۔ العیاذ باللہ! اور ان کے ارشادات بھی پایۂ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یوں ہی معاذ اللہ باطل وغیر ثابت ٹھہرائیں۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

"ان حضرات (غیر مقلدین) کا داب کلی ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل وبے ثبوت ہونے کا حکم لگادیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع وناجائز ٹھہرا دیتے ہیں، پھر اس طوفان بے ضابطی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علما ومشائخ کی تو کیا گنتی حضرات عالیہ ائمۂ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایۂ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یوں ہی معاذ اللہ باطل وغیر ثابت بتاتے ہیں یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا، ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ "کے آمدی وکے پیر شدی" بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ "لَمْ أَرَوَلَمْ أَجِد" پر اقتصار کرتے ہیں یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ نہ کہ تمھاری طرح عدمِ وجدان کو عدمِ وجود کی دلیل ٹھہرادیں۔" (۲)

جن ائمۂ کرام اور مجتہدین عظام کی شان جلالت آج تک مسلّم، چودہ صدیاں گزر گئیں کوئی ان کا ہم پلہ پیدا نہ ہوا مگر آج یہ غیر مقلد فرقہ فریبی اہل حدیث حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر فقیہ ومحدث بلکہ

(۱) صفائح اللّجین، ص:۴۳،۴۲

(۲) صفائح اللّجین فی کون التصافح بکفیّ الیدین، ص:۳۶،۳۵

اصحاب صحاح ستہ کے شیخ واستاذ کی شان میں جو گستاخیاں اور بے ادبیاں کر رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

آج کی اس مجلس ونشست میں راقم السطور نے اپنے عنوان "امام اعظم کا محدّثانہ مقام" پر کچھ اپنے انداز میں خامہ فرسائی کرتے ہوئے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم حدیث وفقہ میں جو مقام ومنصب ہے آج تک ایسا کوئی فقیہ ومحدّث پیدا نہیں ہوا، بلکہ خود حضرت امام شافعی قدّس سرّہٗ مدوّنِ مذہبِ شافعی نے آپ کی فقاہت کا اعتراف اس طور پر فرمایا ہے: فقہ میں سب ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔ یعنی جتنے فقہا بھی آج تک بلکہ قیامت تک پیدا ہوں گے وہ سب کے سب ابوحنیفہ کے خوشہ چیں اور فیض یافتہ ہوں گے اور کسی بھی واسطہ وذریعہ سے ان کی فقاہت کی خیرات تقسیم کرتے رہیں گے۔

مقالہ کا عنوان بڑا تفصیل طلب تھا مگر وقت کی تنگی ہمیشہ دامن گیر رہی اس لیے یہ چند صفحات ذوق طبع کے لیے حاضر ہیں بغور مطالعہ کریں اور اپنے امام کی شان دوبالا سے اذہان وقلوب روشن کریں۔

مولد ومسکن:

امام الفقہاء والمحدثین، سراجُ الامّۃ، کاشف الغمۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منعمِ حقیقی جلّ مجدہٗ نے اپنی شان فیاضی سے بے مثال فہم وذکاوت، استعداد وصلاحیت، علمی وفنی کمالات، فصاحت وبلاغت، اور زبان وبیان کی اعلیٰ خوبیوں سے نوازا تھا صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت (۸۰ھ) میں ہوئی، جیسا کہ آپ خود بیان کرتے ہیں:

"قال أبوحنيفة : ولدتُ سنة ثمانين و حججتُ مع أبي سنة ستّ و تسعين وأنا ابن ستّ عشرة سنة ، فلمّا دخلتُ المسجدَ الحرام ورأيتُ حلقةً عظيمةً ، فقلتُ لأبي حلقة من هذہ ؟ فقال :حلقةُ عبدالله بن الحارث بن جزء الزّبيدي صاحبِ النّبيّ ﷺ فتقدّمتُ فسمعتُهُ يقول : سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول : من تفقّهَ في دينِ اللهِ كفاہُ اللهُ تعالىٰ مهمّهُ وَرَزَقهُ من حيث لا يحتسب"(۱)

ترجمہ: حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں (۸۰ھ) میں پیدا ہوا، اور اپنے والد کے ساتھ (۹۶ھ) میں میں نے حج کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی، جب میں مسجد حرام میں گیا تو بہت سے لوگوں کو حلقہ بنائے بیٹھے ہوئے دیکھا، میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا یہ کس بزرگ کا حلقہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: یہ حلقہ حضور اقدس ﷺ کے صحابی حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی کا ہے تو میں آگے بڑھا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مکمل سمجھ اور اس کا علم حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔

(۱) مسند امام اعظم، ص:۳٦

آپ کی ولادت جس عہد زرّین میں ہوئی اس عہد مبارک میں کوفہ شہر کے گوشے گوشے میں اصحابِ حدیث وفقہ تشنگانِ علوم کی تشنہ لبی بجھاتے ہوئے ان کے دامن مراد کو گوہر آبدار سے بھر رہے تھے وہ محدثین عظام مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ علم وفضل کا آفتاب وماہتاب تصور کیا جاتا تھا، گویا کوفہ کا ہر گھر علم وانوار کی تجلیات سے منوّر تھا۔ حضرت شارح بخاری قدّس سرّہٗ لکھتے ہیں: ''اس شہر مبارک میں ایک ہزار صحابۂ کرام جن میں ستّر اصحاب بدر اور بیعت رضوان کے شرکا تھے آکر آباد ہوئے، جس بُرج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اس کی ضوفشانیاں کہاں تک ہوں گی اس کا اندازہ ہر ذی فہم کرسکتا ہے''۔(۱)

شیوخ واساتذۂ علم الحدیث:

وہ کوفہ جس کا کوچہ کوچہ علم وعرفان کے انوار سے جگمگا رہا تھا جہاں کا ہر گھر بقعۂ نور بن کر ایک دارالحدیث والفقہ والتفسیر کا نقشہ پیش کرتا ہو، اور ہزاروں طالبان علوم نبوت اپنی پیاس بجھانے کے لیے جس کا رخ کرتے ہوں، حقیقت تو یہ ہے کہ کوفہ شہر کو مرکز علم وفن ہونے کا جو شرف وامتیاز حاصل ہوا یہ سب اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ افروزی کا صدقہ ونتیجہ تھا۔ اور یہی شہر ہمارے امام حضرت سیّدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولد ومسکن تھا جس کی وجہ سے یقیناً آپ کو بے شمار اجلّہ واکابر محدثین وفقہا سے شرف تلمّذ حاصل رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دور عبّاسی کے خلیفہ دوم ابو جعفر منصور نے ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ آپ نے کس شخص سے علم الحدیث حاصل کیا؟ تو آپ نے فرمایا:

''عن أصحاب عمر - رضی الله عنه - عن عمر - رضی الله عنه - وعن أصحاب علي - رضی الله عنه - عن علي - رضی الله عنه- وعن اصحاب عبد الله - رضی الله عنه - عن عبدالله - رضی الله عنه - وما كان فی وقت ابن عبّاس - رضی الله عنه - علیٰ وجه الأرض أعلم منهٗ ، قال: لقد استوثقت لنفسك''.(۲)

ترجمہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگردوں کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم حاصل کیا، جب کہ حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں روے زمین پر ان سے بڑھ کر کوئی بڑا عالم نہیں تھا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور نے کہا: بے شک آپ نے اپنے علم کو پختہ کرلیا۔

اکابر تابعین سے علم الحدیث والفقہ حاصل کرنے کو خود آپ نے بھی بیان فرمایا ہے جب امام عبداللہ بن داؤد نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کن کن اکابر ائمہ سے شرف تلمّذ حاصل ہے؟ تو فرمایا:

---

(۱) نزهة القاری:۱/ ۱۱۱

(۲) تاریخ بغداد :۱۳/ ۳۳٤.دارالکتب العلمیه،بیروت لبنانَ ابو حنیفه حیاتهٗ وعصرهٗ ص:۵۹

"القاسم وسالما وطاؤسًا وعكرمةً ومكحولًا وعبدالله بن دينار والحسن البصري وعمرو بن دينار وابا الزّبير وعطاء وقتادة وابراهيم والشّعبى ونافعًا وامثالهم."(۱)

حضرت قاسم، سالم، طاؤس، عکرمہ، مکحول، عبداللہ بن دینار، حسن بصری، عمرو بن دینار، ابوزبیر، عطاء، قتادہ، ابراہیم، شعبی، نافع، اور ان جیسے دوسرے بزرگوں سے۔

ان دونوں روایتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح وعیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم نے علم حدیث کن نفوس قدسیہ سے حاصل کیا۔ اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی دورائے نہیں کہ اکابر محدثین کرام میں آپ ہی کی وہ منفرد شخصیت ہے جن کے شیوخ واساتذہ کی تعداد علم حدیث میں بھی دیگر محدثین کے اساتذہ وشیوخ سے زیادہ ہے، جو چار ہزار کے قریب ہے۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ"

(۱) امام سیف الائمہ سابلی فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور ومعروف ہے:

"إنّ أبا حنيفة تلمّذَ عند أربعة آلافٍ من شيوخ أئمة التّابعين"(۲)

یعنی بے شک حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار (۴۰۰۰) ائمہ تابعین سے شرف تلمذ کیا۔

(۲) حضرت امام ابن حجر مکّی شافعی لکھتے ہیں:

"امام صاحب کے اساتذہ بہت ہیں جن کے لیے یہ مختصر کسی طرح گنجائش نہیں رکھتا، حضرت ابوحفص کبیر نے چار ہزار اساتذہ ذکر کیے ہیں۔ اور دوسروں نے کہا: صرف تابعین میں آپ کے اساتذہ چار ہزار ہیں، تو غیر تابعین کا کون خیال کرسکتا ہے کہ کتنے ہوں گے"۔(۳)

(۳) امام ابوعبداللہ بن أبي حفص الکبیر نے حضرت امام ابوحنیفہ اور امام شافعی قدّس سرّہما کے تلامذہ کا آپس میں ایک مناقشہ ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

"فَجُعِلَ أصحاب الشّافعي يفضّلون الشّافعي علىٰ أبي حنيفة ، فقال : أبو عبد الله بن أبي حفص : عدّوا مشائخ الشّافعي كم هم ؟ فيعدّوا فبلغوا ثمانين ، ثم عدّوا مشايخ أبي حنيفة من العلماء والتّابعين فبلغوا أربعة آلاف ،فقال : أبو عبدالله هذا من أدنىٰ فضائل أبي حنيفة" ۔(۴)

ترجمہ: حضرت سیدنا امام شافعی کے بعض شاگرد آپ کو امام اعظم پر فضیلت دینے لگے تو حضرت ابوعبداللہ بن اَبي حفص (حنفی) نے شوافع حضرات سے کہا: تم امام شافعی کے اساتذہ گن کر بتاؤ وہ کتنے ہیں؟ تو انھوں نے گنا تو آپ

---

(۱) مسند الاما م الاعظم ص:۳۱۱للحصکفی

(۲) جامع المسانید:۱/ ۳۲

(۳) الخیرات الحسان، ص:۵۶اردو

(۴) مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ:۱/ ۳۸

کے کل اساتذہ اسّی (۸۰) ہوئے۔ پھر احناف نے حضرت امام اعظم کے اساتذہ و شیوخ (علما و تابعین) کو شمار کیا تو آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی، اس پر حضرت ابو عبداللہ بن اَبی حفص قدّس سرّہٗ نے فرمایا: یہ حضرت امام اعظم کی (امام شافعی اور دیگر ائمہ) پر ادنیٰ فضیلت ہے۔

یہ بھی بتادوں کہ دیگر محدثین عظام کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد دو سو (۲۰۰) سے ایک ہزار اسّی (۱۰۸۰) تک پہنچتی ہے، اس حیثیت سے بھی تمام ائمہ حدیث میں امام اعظم منفرد مقام پر فائز نظر آتے ہیں اور یہ ایک ہزار اسّی (۱۰۸۰) اساتذہ بھی صرف حضرت سیدنا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں جو انتہا ہے، کسی اور محدّث کے نہیں۔

اس تفصیل و تحقیق کے بعد آپ غور کرسکتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم الحدیث کی کس بلند چوٹی پر فائز ہیں اس کے بعد بھی آپ کے مخالفین و معاندین اور حاسدین زمانہ (غیر مقلدین) کا یہ دعویٰ کہ امام اعظم علم حدیث میں غیر ثقہ اور کمزور تھے کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ انصاف و دیانت داری سے آپ کے شیوخ و اساتذہ پر ہی ایک نظر ڈالی جائے کہ علم الحدیث میں ان کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ اگر حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہر استاذ سے صرف ایک حدیث ہی لیتے ہیں جب بھی چار ہزار احادیث آپ کے علمی ذخیرہ میں آتی ہیں، جب کہ یہ بات تو بعید از قیاس ہے کہ آپ نے ان مبارک اصحاب سے احادیث کے سوا کسی اور علم کی تحصیل کی ہو، اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت سیدنا امام اعظم کے پاس احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مستند ذخیرہ تھا۔

اتنی تفصیل کے بعد کوئی شخص ہٹ دھرمی کرے اور عیب جوئی میں پھنسا رہے اس کے واسطے حضرت امام ابن حجر مکی شافعی قدس سرہٗ کی یہ نصیحت کافی اور مناسب سمجھتا ہوں، آپ لکھتے ہیں:

”جو شخص صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل کے بعد فضائل امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی کو پڑھے اور اس کا اہتمام رکھے اور ان کے اچھے طریقے، ستھری خصلتوں پر واقف ہو تو اس کے لیے یہ ستھرا کام ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی محبت سے نفع بخشے، اور جو شخص ان کے متعلق ان امور کے سوا یاد نہ رکھے جو ان کے حاسدوں نے حسد اور بے ہودہ بکواس کے طور پر کہے وہ شخص محروم التوفیق ہے، عیب کرنے والا اور کج راہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو ان لوگوں سے بنائے جو بات سنتے ہیں، پھر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں“۔ (۱)

امام اعظم کے چند شیوخ و اساتذہ کے اسما تحریر کیے جاتے ہیں: ”حضرت عطاء، نافع، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، عدی بن ثابت، سلمہ بن کہیل، ابو جعفر، محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار، ابو اسحاق“۔ (۲)

ابرہیم بن محمد، اسماعیل بن عبد الملک، ابو ہند حارث بن عبد الرحمٰن، حمّاد بن اَبی سلیمان، خالد بن علقمہ، ربیعہ

---

(۱) الخیرات الحسان، ص:۴۵، اردو

(۲) تذکرۃ الحفّاظ:۱/ ۱۵۹

بن عبدالرحمٰن، طاؤس بن کیسان، عبداللہ بن دینار، امام زہری، زیاد بن علاقہ، سعید بن مسروق، سماک بن حرب، مقداد بن عبدالرحمٰن، شیبان بن عبدالرحمٰن، عکرمہ، علقمہ بن رشید، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ۔ (۱)

محدثینِ کرام میں صرف امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کے اکثر اساتذہ و شیوخ کے اسمائے گرامی مؤرخین نے اپنی اپنی تحقیق و تفتیش کی بنا پر تلاش کرکے تحریر کیے ہیں ہم ذیل میں حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیوخ کی تعداد مختلف کتبِ ائمہ سے درج کرتے ہیں:

(۱) خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام اعظم کے پندرہ (۱۵) شیوخ کے نام لکھے ہیں جن سے آپ نے سماع کیا۔ (۲)

(۲) امام ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے امام اعظم کے سولہ (۱۶) شیوخ حدیث کے نام لکھے ہیں۔ (۳)

(۳) عظیم نقاد محدّث امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام اعظم کے چالیس (۴۰) شیوخ حدیث کے نام لکھے ہیں۔ (۴)

(۴) امام جلال الدین سیوطی (متوفی: ۹۱۱ھ) نے امام اعظم کے چوہتر (۷۴) شیوخ حدیث کے نام درج کیے ہیں۔ (۵)

(۵) امام مزی (متوفی: ۷۴۲ھ) نے امام اعظم کے پچھتّر (۷۵) شیوخ حدیث کے نام درج کیے ہیں۔ (۶)

(۶) امام ابن بزار کردری (متوفی: ۸۲۷ھ) نے امام اعظم کے ایک سو اکیانوے (۱۹۱) شیوخ حدیث کے نام رقم کیے ہیں۔ (۷)

(۷) امام موفق بن احمد المکی (متوفی: ۵۶۸ھ) نے امام اعظم کے دو سو انتالیس (۲۳۹) شیوخ حدیث کے نام رقم کیے ہیں۔ (۸)

(۸) امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی شافعی (متوفی: ۹۴۲ھ) نے امام اعظم کے تین سو چھ (۳۰۶) شیوخ

---

(۱) محدّثین عظام ص:۵۲

(۲) تاریخ بغداد:۱۳/ ۳۲۵

(۳) تھذ یب التھذیب:۱۰/ ۴۰۱،رقم:۹۹۴

(۴) سیر اعلام النبلاء:۶/ ۵۳۰،رقم :۹۹۴

(۵) تبییض الصحیفه بمناقب ابی حنیفه ص : ۳۹ . ۶۵

(۶) تھذیب الکمال: ۲۹/ ۴۱۸ . ۴۲۰

(۷) مناقب الامام اعظم ابی حنیفه : ۱/ ۷۰ . ۸۸

(۸) مناقب الامام اعظم ابی حنیفه : ۱/ ۳۹ . ۵۳

حدیث کے اسما حروف تہجی کے اعتبار سے لکھے ہیں"۔ (۱)

حضرت سیدنا امام اعظم نہ صرف خود تابعی تھے بلکہ آپ کے اکثر شیوخ واساتذہ تابعین عظام تھے جس کی تصریح حضرت امام عبدالوہاب شعرانی نے فرمائی ہے آپ لکھتے ہیں:

"لا يروي حديثاً إلا عن خيار التّابعين العدول الثّقات ، الّذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله ﷺ كالأسود ، وعلقمة ،وعطاء، وعكرمة، ومجاهد ، ومكحول ، والحسن البصري وأضرابهم - رضى الله تعالىٰ عنهم - فكل الرّواة الّذين هم بينهٗ وبين رسول ا لله ﷺ عُدُوْلٌ ، ثِقَاتٌ ، أَعْلَامٌ ، ليس فيهم كذّابٌ ، وَلَا مُتّهمٌ بِكذبٍ". (۲)

ترجمہ: حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، ثقات، عدول، اور خیار تابعین کے سوا کسی سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کرتے ، یہ تابعین وہی ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ کی زبان اقدس سے خیر القرون شمار کیا گیا، جیسے حضرت اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری اور ان جیسے دوسرے اکابر تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ پس حضور اقدس ﷺ اور ان کے درمیان سارے رواۃ، عادل، ثقات، اور نہایت بلند پایہ اور بہترین اوصاف کے حامل تھے، ان میں کوئی بھی کذّاب اور متہم بالکذب نہیں تھا۔

شارح بخاری حضرت علاّمہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"کوفے میں کوئی ایسا محدّث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو، ابوالمحاسن شافعی ہیں مگر ان کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ترانوے وہ مشائخ ہیں جو کوفے کے ساکن تھے یا کوفے میں تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی ، اور یہ تو کوئی بھی "تہذیب الاسماء" "تذکرۃ الحفاظ" وغیرہ کا مطالعہ کرکے معلوم کر سکتا ہے کہ امام صاحب نے کوفے کے ایسے انتیس محدثین سے حدیث حاصل کی جن میں اکثر تابعی تھے ، حضرت امام اعظم کے مشائخ حدیث میں امام شعبہ بھی ہیں انھیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں، سفیان ثوری نے انھیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔

امام شافعی نے فرمایا: کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی ۱۶۰ھ میں وصال ہوا، جب سفیان ثوری کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو انھوں نے کہا: آج علم حدیث مر گیا، امام شعبہ کو حضرت امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا غائبانہ ان کی ذہانت ونکتہ رسی کی تعریف کرتے رہتے، ایک بار ذکر آیا تو شعبہ نے کہا: جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں" یحییٰ بن معین استاذ امام بخاری سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا راے ہے؟ فرمایا: اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے

(۱) عقود الجمان ص ۶۳ . ۸۷ ، بحواله امام ابو حنيفه امام الائمه فى الحديث : ۱/ ۵۷۶،۵۷۷ ، دهلی ۲۰۱۰ء
(۲) الميزان الشريعة الكبرىٰ: ۱ / ۶۸ ،بحواله امام الائمه فى الحديث :۱/ ۵۹

انھیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی، شعبہ آخر شعبہ ہی تھے“۔(۱)

حضرت شارح بخاری مزید لکھتے ہیں:

”حضرت امام کے اساتذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں ایک بار مدینہ طیبہ کی حاضری میں جب حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں امام باقر نے امام اعظم سے کہا وہ تمہیں ہو جو قیاس سے میرے جدّ کریم کی احادیث رد کرتے ہو، امام اعظم نے عرض کیا معاذاللہ! حدیث کون رد کرسکتا ہے، حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں، اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کیا حضور! مرد ضعیف ہے یا عورت؟ ارشاد فرمایا: عورت، عرض کیا وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا: مرد کا، عرض کیا میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم کرتا۔ پھر عرض کیا نماز افضل ہے کہ روزہ؟ ارشاد فرمایا: نماز۔ عرض کیا قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضا بدرجۂ اولیٰ ہونی چاہیے اگر احادیث کے خلاف قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا ضرور کرے۔ اس پر حضرت امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔ اسی طرح ان کے خلف الرشید حضرت امام جعفر صادق سے بھی اکتساب فیض فرمایا“۔(۲)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے ارشادات:

حضرت امام بخاری وامام مسلم وغیرہ محدثین کے استاذ حضرت یحیٰ بن معین نے فرمایا: ”امام حدیث ابو حنیفہ ثقہ تھے“۔(۳)

اور فرمایا: ”امام ابو حنیفہ میں جرح وتعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں، وہ کبھی کسی برائی سے متہم نہیں ہوئے“۔(۴)

حضرت امام ابوداؤد صاحب سنن نے فرمایا: ”امام ابو حنیفہ امام شریعت تھے۔“(۵)

حضرت علاّمہ ابن حجر مکی شافعی نے تحریر فرمایا کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا: امام ابو حنیفہ حدیث وفقہ دونوں میں ثقہ اور صدوق ہیں“۔(۶)

حضرت امام بخاری کے استاذ الاستاذ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: امام اعظم کی نسبت تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے، اور فرمایا: ابو حنیفہ کی رائے مت کہو حدیث کی تفسیر کہو، خدا کی قسم ابو حنیفہ علم حاصل

(۱) نزهة القاری:۱/۱۲۰

(۲) نزهة القاری:۱/۱۲۳،۱۲۲

(۳) تهذیب التهذیب:۱۰/۵۰

(۴) تذکرة الحفاظ: ۱/۱۵۲

(۵) ایضاً

(۶) الخیرات الحسان ،ص:۱۳

کرنے میں بہت سخت تھے وہی کہتے تھے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ،احادیث ناسخ ومنسوخ کے بہت ماہر تھے، معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو تلاش لیا کرتے تھے"۔(۱)

حفص بن غیاث نے کہا:" امام ابوحنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو احکام میں مفید اور صحیح ہوں" ابوعلقمہ نے بیان کیا: میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی بہت سی حدیثوں کو امام اعظم ابوحنیفہ پر پیش کیا تو انھوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا، اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہیں سنادیں"۔(۲)

حضرت شارح بخاری علاّمہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں: یہ وہ اجلہ ائمہ محدثین ہیں جن کو درمیان سے نکال دیں یا ان کو دروغ گو کہہ دیں تو پھر صحاح ستّہ ہی ختم ہو جائے انھوں نے حضرت امام اعظم کے بارے میں کیا کیا کہا وہ سن چکے ،انصاف ودیانت کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ ان سب کو ثقہ، معتمد، متدین ہی نہیں حدیث میں امام مانتے ہیں تو جس طرح روایت احادیث میں صدوق تسلیم کر چکے ان کو ان کے ان اقوال میں بھی صدوق تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔"(۳)

امام اعظم کے تلامذۂ حدیث:

حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذۂ حدیث کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر وعیاں ہو جائے کہ جس امام کے بارے میں یہ کہا جارہا ہے کہ وہ علم حدیث میں کمزور اور غیر ثقہ تھے،ان کی درسگاہ سے کتنے حضرات مستفیض ومستنیر ہوئے اور انھوں نے کس طرح علمِ حدیث کو فروغ بخشا جب ان کے جلیل القدر تلامذۂ علم حدیث اس مقام پر فائز ہیں تو ظاہر ہے کہ خود شیخ کا رتبہ کتنا بلند وبالا ہوگا اگر اس حقیقت سے کوئی انکار کرتا ہے تو وہ ضرور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عالمی شہرت سے خوف زدہ ہے۔اِس کے بعد ہم" مسانید امام اعظم" کا ذکر کریں گے۔

۱۔امام الجرح والتعدیل حضرت علاّمہ امام ذہبی (متوفی:۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"روی عنه من المحدّثين و الفقهاء عدة لا يحصون".(۴)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ سے اتنے محدثین اور فقہاء نے روایت کیا ہے جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔حضرت حافظ عبدالقادر بن أبي الوفاء قرشی لکھتے ہیں:

"روى عن أبي حنيفة و نقل مذهبهٔ نحو من أربعة آلاف".(۵)

---

(۱) نزهة القاری:۱/ ۱۲۶
(۲) ایضاً ص:۱۲۷
(۳) نزهة القاری:۱/ ۱۲۷
(۴) مناقب الامام ابی حنیفه وصاحبیه :۱۱،۱۲ . بحواله تذکرئه مسانید امام اعظم ص:۲۱
(۵) الجواهر المضیئة فی طبقات الحنیفه ص:٤

ترجمہ: تقریباً چار ہزار افراد نے حضرت امام ابوحنیفہ سے روایت کیا اور فقہ حنفی کو نقل کیا۔

۳۔ حضرت امام ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں:

علما نے کہا ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں کا احاطہ مشکل ہے ان کا ضبط تحریر میں لانا ممکن ہی نہیں۔“(۱)

۴۔ حضرت امام ابن عبدالبر نے آپ کے چند تلامذۂ حدیث کے اسما اس طرح تحریر کیے ہیں:

”سفیان بن ثوری، عبد اللہ بن مبارک، حمّاد بن زید، ہشیم بن بشیر، وکیع بن جراح، عبّاد بن عوام، جعفر بن عون، جریر بن حازم، مسلم بن خالد، ابو معاویہ، ابو عبد الرحمن مقری، یزید بن ہارون، علی بن عاصم، قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی، عمر بن محمد عنقزی، عبد الرزّاق بن ہمام اور دیگر ائمہ۔“ (۲)

جس امام اور محدّث کے چار ہزار تلامذۂ حدیث وفقہ ہوں کیا وہ علم حدیث میں ضعیف اور غیر ثقہ ہو سکتا ہے؟ ایسی بات کرنا حقیقت سے چشم پوشی اور بے انصافی ہے۔

شارح بخاری حضرت علاّمہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

”حضرت امام اعظم کی حدیث دانی پر کچھ معاندین نے نکتہ چینی کی ہے مگر حضرت امام اعظم کے تلامذہ میں ایسے ایسے جلیل القدر محدّث گزرے ہیں کہ ان کی حدیث دانی میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں خصوصیت سے حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت فضیل بن عیاض، حفص بن غیاث، ابوعاصم النبیل، داؤد طائی، مسعر بن کدام، یزید بن ہارون یحیٰ بن القطان، ہشام بن عروہ یحیٰ بن زکریا بن زائدہ وغیرہ وغیرہ، کیا کوئی عقل والا یہ مان سکتا ہے کہ یہ اجلہ محدثین نے کسی ایسے ہی شخص کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا ہے جو حدیث سے نابلد ہو اور تنگ بندی کو احکام شریعت بتا کر دنیا کو گمراہ کر گیا ہو، آواز دو انصاف کو! انصاف کہاں ہے“۔ (۳)

ع ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب است

ترجمہ: ہنر بھی دشمن کی نگاہ میں بہت بڑا عیب ہے۔

کتاب الآثار کی ثقاہت:

امام الائمہ فی الحدیث والفقہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے تلامذۂ حدیث وفقہ بھی اپنے وقت کے عدیم النظیر محدّث، فقیہ اور مجتہد تھے۔ ان مقدس حضرات ہی نے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے علوم ومعارف کے خزانوں کو تقسیم کرتے ہوئے آپ کے علمی فیوض وبرکات سے جہان کو منوّر کیا۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ آپ

---

(۱) الخیرات الحسان، ص:۵۷، اردو

(۲) جامع بیان العلم و فضلہ:۲/۲۸۹

(۳) نزھۃ القاری:۱/۱۶۲

کے ہزاروں تلامذہ میں جو عزّت و شہرت ، رفعت و عظمت ، محرّر مذہب حنفی امام ثانی حضرت قاضی ابو یوسف ، حضرت امام محمد ، قدّس سرّہما کو ملی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہوئی ، ان دونوں اصحاب کے ذریعہ خوشبوے نعمان دور دور تک پھیلی ، اور ہزاروں لاکھوں قلوب واذہان کو معطر و مشکبار کرتی چلی گئی۔

سردست مجھے صرف حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کی بے نظیر و بے مثال کتاب "کتاب الآ ثار" کا مختصر تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ آج جس طرح تصنیف و تالیف کا طریقہ مروّج ہے ، ائمہ اربعہ کے یہاں ایسا طریقہ رائج نہ تھا ، بلکہ اس وقت کی اکثر تصنیفات و تالیفات املا کی شکل میں وجود میں آیا کرتی تھیں۔ جن کو ان کے قابل فخر تلامذہ درس و تدریس کے وقت تحریر کرلیا کرتے۔ پھر وہ تالیف و تصنیف اسی استاذ و شیخ کی جانب منسوب کردی جاتی تھی۔ اس طرح حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ درس کے وقت جو احادیث بیان کرتے ان کے قابل صد افتخار تلامذہ بالخصوص حضرت سیدنا امام محمد ، امام ابو یوسف ، امام زفر بن ہذیل ، امام حسن بن زیاد ، ان روایات کو "حَدَّثَنَا" اور "أخبَرَنَا" کے صیغوں کے ساتھ قید تحریر میں لے آتے تھے۔ یوں ان حضرات کی جہدِ مسلسل ، سعی پیہم ، سے آپ کی احادیث کا مجموعہ تیار ہو گیا جس کا نام "کتاب الآثار" رکھا گیا آپ نے ابھی ملاحظہ کیا کہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ چوں کہ کثیر التعداد تھے اس لیے "کتاب الآثار" کے نسخے بھی زیادہ ہوئے مگر چار نسخے زیادہ شہرت پذیر ہوئے۔

(۱) کتاب الآثار بروایت حضرت امام یوسف۔ (۲) کتاب الآثار بروایت حضرت امام محمد۔

(۳) کتاب الآثار بروایت حضرت امام زفر۔ (۴) کتاب الآثار بروایت حضرت امام حسن بن زیاد۔

آپ غور فرمائیں ! یہ تو ان احادیث و مرویات امام اعظم کے چند مجموعات ہیں جو حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تدریس کے وقت تلامذہ کو پڑھاتے تھے۔ اب جس شخص کی پوری زندگی خدمتِ حدیث ، فروغِ حدیث ، اور اشاعتِ حدیث وفقہ ہی میں گزری ہو اس کی تمام مرویات کا صحیح اندازہ کون لگا سکتا ہے ؟ اس لیے ضروری جانا کہ صرف "کتاب الآثار" کی ثقاہت واہمیت پر ائمہ حدیث وفقہ کے اقوال وارشادات نقل کر دیئے جائیں ، تاکہ معاندین کا یہ اعتراض ہی زمیں بوس ہو جائے "کہ آپ کو صرف سترہ حدیثیں ہی یاد تھیں"۔

"کتاب الآثار" پر ائمہ عظام کے تاثرات وتبصرات:

(۱) حضرت امام عبد اللہ بن مبارک:

روی الآثار عن نبل ثقات غزار العلوم مشیخة حصیفة[1]

ترجمہ: حضرت امام اعظم نے "الآثار" کو ثقہ اور معزّز لوگوں سے روایت کیا ہے جو وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے۔

(۲) حضرت امام ابن حجر عسقلانی:

---

(۱) مناقب موفق: ۲/ ۱۹۱

"والموجود من حديث أبي حنيفة منفردًا إنمّا هو"كتاب الآثار" الّتي رواهُ محمد بن الحسن." (۱)

ترجمہ: اور اس وقت امام اعظم کی احادیث میں سے "کتاب الآثار" موجود ہے جسے محمد بن حسن نے روایت کیا ہے۔

(۳) حضرت امام عبد القادر حنفی، امام ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"روی"كتاب الآثار"عن أبي حنيفة وهو مجلّد ضخم." (۲)

حضرت امام ابو یوسف نے حضرت امام اعظم سے "کتاب الآثار" کو روایت کیا جو ایک ضخیم جلد ہے۔

(۴) حضرت ملا علی قاری، امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"أنّ الإمام ذكر في تصانيفه بضعاً وسبعين حديثا وانتخب الآثار من أربعين الف حديث." (۳)

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیف میں ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) احادیث سے "كتاب الآثار" کا انتخاب کیا ہے۔

(۵) صدر الائمہ حضرت امام موفق بن احمد مکیؒ:

"وانتخب أبو حنيفة الآثارمن أربعين الف حديث" (۴)

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ نے "كتاب الآثار" کا انتخاب چالیس ہزار حدیثوں سے کیا ہے۔

متذکرہ بالا تاثرات وتبصرات ان جلیل القدر فقہا و محدثین کے ہیں جن کی علمی شان وجلالت مسلّمات سے ہے، اگر یہ حضرات! حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عظیم الشان محدّث، عدیم النظیر فقیہ، اور جلیل القدر امام حدیث تسلیم نہ کرتے تو کبھی انھیں ثقہ، عدول، اور اصحّ نہ لکھتے، اور کبھی اس طرح ان کی جلالت وعدالت کو بیان نہ کرتے، یہاں تک کہ امام عبد الرحمٰن مقری جب امام اعظم سے حدیث روایت کرتے تو یوں فرماتے:

"وكان إذاحدّث عن أبي حنيفة قال : حدّثنا شاهنشاه." (۵)

ترجمہ: ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی۔

ان اقوال وارشادات سے بدیہی طور پر یہ واضح اور عیاں ہوجاتا ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(۱) تعجيل المنفعة برجال الائمةالاربعة ص:٤

(۲) الجواهر المضيئة:۲/ ۳۲۵

(۳) مناقب على القارى بذيل الجواهر:۲/ ٤٧٤

(۴) مناقب موفق:۱/ ۹۵.تذكرة المحدّثين ص:۸۰

(۵) تاريخ بغداد:۱۳/ ٢٤٥

کی عالمگیر شخصیت علمِ حدیث وفقہ میں مسلّم ہے اور آپ کا محدّثانہ مقام ہر ایک پر روشن و عیاں ہے۔

حضرت شارح بخاری علامّہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم الشان محدّث ہونے کے کچھ شواہد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت امام اعظم کے عظیم محدّث ہونے کی سب سے بڑی، سب سے روشن، سب سے قوی دلیل فقہ حنفی ہے، فقہ حنفی کے کلیات، جزئیات کو اٹھا کر دیکھو اور دوسری طرف احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو جن جن ابواب جن جن مسائل میں صحیح، غیر مؤول، غیر منسوخ، کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث ہیں وہ سب کی سب فقہ حنفی کے مطابق ہیں، اس کی تصدیق کے لیے حضرت امام طحاوی کی "معانی الآثار" حضرت علامّہ عینی کی بخاری کی شرح "عمدۃ القاری" حضرت ابن ہمام کی "فتح القدیر" کا مطالعہ کریں، اور کچھ خلجان رہ جائے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدّس سرّہٗ کے مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ" کا مطالعہ کریں، میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے حرف حرف کی تصدیق ہو جائے گی"۔ (۱)

ہاں! بعض اصحاب علم و فضل نے آپ کی ممتاز ترین وہمہ جہت شخصیت پر جو بے بنیاد الزامات و اعتراضات کیے ہیں، ہم ان فقہائے اسلام کے بارے میں بھی حسن ظن رکھتے ہیں کیوں کہ ارشاد رسول مقتدیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: "ظنّو المؤمنین خیرًا"۔ مومن کے بارے میں اچھا گمان رکھو۔

اور ہمارے اکابر وفقہائے امت نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ یہ دیکھیے! حضرت علامّہ تاج الدّین سبکی قدّس سرّہٗ ہماری رہنمائی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "اے طالب ہدایت! تجھے لائق ہے کہ ائمہ ماضیین کے ساتھ ادب کا راستہ اختیار کر، اور بعضوں کا کلام جو بعضوں کے حق میں وارد ہوا اسے نہ دیکھ، مگر جب مدلّل بیان کیا جائے۔ پھر بھی اگر تاویل اور حسن ظن ہو سکے تو اسی کو اختیار کر، ان کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے ان سے دور رہ، اس لیے کہ تم اس لیے پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ جو باتیں کار آمد ہیں ان میں مشغول رہ، اور لایعنی باتوں سے احتراز کر، اور میرے نزدیک ہمیشہ طالب علم ہوشیار رہتا ہے جب تک اس میں غور و خوض نہ کرے جو سلف صالحین کے درمیان ہوا، اور اس میں بعضوں کے حق میں بعضوں کا فیصلہ نہ کرنے لگے۔ تو خبردار ایسا نہ ہو کہ تم اس کی طرف کان لگاؤ جو امام صاحب اور سفیان ثوری یا امام مالک اور ابن أبي ذئب یا احمد بن صالح اور نسائی یا احمد اور حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان واقع ہوا ہے، اور اسی طرح زمانۂ عزبن سلام اور تقی بن صالح رحمۃ اللہ علیہما تک۔

اس لیے کہ اگر تو اس میں پھنسے گا تو تجھ پر ہلاک ہونے کا خوف ہے۔ پس قوم ائمہ اعلام ہیں اور ان کے اقوال کے واسطے مختلف محامل ہیں، تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض محامل سمجھ میں نہ آئے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ان سب کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور جو کچھ ان میں واقع ہوا اس سے سکوت کریں جس طرح ہم

---

(۱) نزهة القاری:۱/ ۱۲۵

ان باتوں میں سکوت کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان واقع ہوا۔"(۱)

مسانید امام اعظم:

"مسانید امام اعظم" وہ کتب ہیں جنھیں آپ کے ارشد واجل تلامذۂ حدیث نے وقتاً فوقتاً جمع و مدوّن کیا۔ یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ جس عظیم محدّث و فقیہ و مجتہد کے ان گنت شاگرد و تلامذہ ہوں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کے علمی فیوض کو قید تحریر میں نہ لایا جاتا اور ان کو مدوّن نہ کیا جاتا لہٰذا امام اعظم کے علم الحدیث میں ارفع و اعلیٰ رتبہ کی وجہ سے آپ سے براہِ راست یا بالواسطہ علمی فیض پانے والے اجلّہ محدثین نے آپ کی "مسانید" کو مختلف اوقات میں جمع کیا۔

ان "مسانید" کو جمع و مدوّن کرنے کا بنیادی سبب کیا تھا اسے حضرت علاّمہ خوارزمی قدّس سرّہٗ کی زبانی سنیئے ،آپ بیان کرتے ہیں: میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سنا کہ حضرت امام عالی مقام (امام اعظم) کی روایت حدیث کم تھی ،اور ایک جاہل نے حضرت امام شافعی کی "مسند" جس کو ابو العباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے ،اور امام مالک کی "موطا" اور امام احمد کی "مسند" سے استدلال کرتے ہوئے حقارت سے حضرت امام عالی مقام (امام اعظم) کا ذکر کیا۔ یہ سن کر میری حمیّت دینی نے مجھے مجبور کیا کہ میں حضرت امام عالی مقام (امام اعظم) کی "پندرہ مسانید و آثار" سے ایک "مسند" مرتب کروں چناں چہ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ابواب فقہ کی ترتیب پر یہ "مسند" مرتب کی تاکہ جاہل معاندوں کا شبہ دور ہو۔ ایسے معاندوں کے متعلق حضرت امام عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

حسدُوا الفتیٰ إذا لم ينالوا سعيهٗ　　فالقوم أعداء لهٗ وخصومٌ

كضرائر الحسناء قلن لوجهها　　حسدا و بغضا إنّهٗ لدميمٌ

ترجمہ: انھوں نے نوجوان پر حسد کیا جب کہ اس کی کوشش کو نہ پہنچ سکے، اور قوم اس کی دشمن اور مخالف ہے۔ جیساکہ حسینہ کی سوکنوں نے اس کے چہرے کو حسد اور بغض کی وجہ سے کہا کہ یہ بدصورت ہے۔(۲)

جن ائمہ کرام نے امام اعظم سے مروی "مسانید" کی تعداد کو اپنی اپنی تحقیق کے مطابق بیان کیا ہے، ان ائمہ اعلام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت حافظ ابن نقطہ حنبلی کی تحقیق:

وأمّا المسانيدُ ،فمسند أحمد بن حنبل، ومسند الشافعي، ومسند أبي حنيفة جمعهٗ

(۱) الخیرات الحسان ص:۱۸۶،۱۸۵،اردو

(۲) سوانح بے بہائے امام اعظم ص:۳۴۸

غیرواحد من الحفّاظ". [1]

مسانید میں "مسند" امام احمد بن حنبل، "مسند" امام شافعی، اور "مسند أبي حنیفہ" شامل ہیں انھیں کئی حفّاظ حدیث نے جمع کیا ہے، شامل ہیں۔

(۲) حضرت امام خوارزمی کی تحقیق:

أردتُ أن أجمع بين خمسة عشر من مسانيده الّتي جمعهاله فحول علماء الحديث." [2]

ترجمہ: میں نے ارادہ کیا کہ (اس کتاب میں) امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان پندرہ مسانید کو جمع کروں جنھیں حدیث کے نامور علما و محققین نے امام صاحب کی نسبت سے جمع کیا ہے۔

(۳) حضرت امام محمد بن صالحی شامی کی تحقیق:

فصل: في بيان المسانيد الّتي خرجها الحفّاظ من حديثه والّذي اتّصل بنا منهاسبعة عشر مسندا." [3]

امام اعظم ابو حنیفہ کی ان مسانید کا بیان، جن کی حفّاظ حدیث نے تخریج کی ہے اور ان میں سے جو ہم تک پہنچی ہیں ان کی تعداد سترہ ہے۔

(۴) حضرت حافظ ابن طولون کی تحقیق:

آپ نے اپنی کتاب "الفهرست الأوسط" میں امام اعظم سے مروی سترہ (۱۷) مسانید کا تذکرہ کیا ہے۔ [4]

(۵) حضرت امام محمد مرتضی زَبیدی کی تحقیق:

أخرجتهٗ على مسانيد الإمام الأربعة عشر المنسوبة إليه من تخاريج الأئمّة." [5]

ترجمہ: میں نے اس کتاب کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ان چودہ مسانید سے تخریج کیا ہے جنھیں ائمہ حدیث نے جمع کیا ہے۔

(۶) حضرت علاّمہ ابن عابدین شامی کی تحقیق:

وأسند الإمام أبوالصّبر أيوب الخلوتي مسانيد الإمام أبي حنيفة وأوصلها إلىٰ سبعة عشر مسندًا فراجعها من ثبتهٖ." [6]

---

(۱) التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد ص:۲۶
(۲) جامع المسانيد:۱/ ٤
(۳) عقودالجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان ص:۳۴۲،۳۲۲
(۴) تذکرۂ مسانید امام اعظم ص:۳۵
(۵) تذکرۂ مسانید امام اعظم ص:۳۵
(۶) عقود اللآلی ص:۱۲۵،مرجع سابق ص:۳٦

ترجمہ: آپ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سترہ (۱۷) مسانید کو متّصل سند کے ساتھ نقل کرکے اپنے ثبت میں جمع کیا ہے۔

(۷) حضرت امام عبد الوہاب شعرانی کی تحقیق:

"وقد منّ الله بمطالعة مسانيد الإمام أبي حنيفة الثّلا ثة فرأيتهٗ لايروي حديثًا إلاّ عن أخيار التّابعين العدول الثّقات الّذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله ﷺ كالأسود وعلقمة وعطاء وعكرمة ومجاهد ومكحول والحسن البصري وأضرابهم - رضي الله تعالىٰ عنهم أجمعين - فكل الرّواة الّذين هم بينهٗ وبين رسول الله ﷺ عدول، ثِقَاتٌ، اِعلَامٌ، أخيارٌ، ليس فيهم كذّابٌ ولا متّهمٌ بكذب."[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تین مسانید کا مطالعہ کیا پس میں نے دیکھا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ثقہ اور تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے جن کے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "خیر القرون" ہونے کی شہادت دی۔ جیسے اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پس امام اعظم رضی اللہ عنہ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تمام راوی، عدول، ثقہ، اور مشہور اخیار سے ہیں، جن کی طرف کذب کی نسبت نہیں کی جاسکتی اور نہ وہ کذّاب ہیں۔

مسانید کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے، ہم ذیل میں صرف سترہ (۱۷) مسانید کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) مُسند امام حمّاد بن اَبِي حنیفہ۔ (متوفیٰ: ۱۷۶ھ)

(۲) مسند امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم۔ (متوفیٰ: ۱۸۲ھ)

(۳) مسند امام محمد بن حسن شیبانی۔ (۱۸۹ھ)

(۴) مسند امام حسن بن زیاد اللولوی۔ (متوفیٰ: ۲۰۴ھ)

(۵) مسند امام احمد بن محمد بن سعید، المعروف ابن عقدہ۔ (متوفیٰ: ۳۳۲ھ)

(۶) مسند امام ابو محمد عبد اللہ بن یعقوب حارثی بخاری۔ (متوفیٰ: ۳۴۰ھ)

(۷) مسند امام ابو الحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ۔ (متوفیٰ: ۳۷۹ھ)

(۸) مسند امام طلحہ بن جعفر۔ (متوفیٰ: ۳۸۰ھ)

(۹) مسند امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی۔ (متوفیٰ: ۳۴۰ھ)

(۱۰) مسند امام ابو عبد اللہ محمد بن حسین بن محمد بن خسرو بلخی۔ (متوفیٰ: ۵۵۲ھ)

---

(۱) ميزان الشريعة الكبرىٰ: ۱/ ۶۸ تذكرة المحدّثين ص: ۸۷،۸۸

(۱۱) مسند امام ابوبکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی۔ (متوفیٰ: ۴۳۲ھ)

(۱۲) مسند امام ابوعبداللہ بن عدی جرجانی۔ (متوفیٰ: ۳۶۵ھ)

(۱۳) مسند امام ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد۔ (متوفیٰ: ۵۳۵ھ)

(۱۴) مسند امام عمر بن حسن اشنانی۔ (متوفیٰ: ۳۳۹ھ)

(۱۵) مسند امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن اَبِي العوام سعدی۔ (متوفیٰ: ۳۳۵ھ)

(۱۶) مسند امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی۔ (متوفیٰ: ۴۶۳ھ)

(۱۷) مسند امام ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان، المعروف بابن شاہین۔ (متوفیٰ: ۳۸۵ھ)[۱]

دیکھا آپ نے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسانید کو کتنے جلیل القدر ائمہ حدیث نے جمع کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر امام صاحب (بقول مخالفین) حافظ حدیث یا حدیث میں معتبر اور ثقہ نہ ہوتے تو اتنے اجل اور اعظم محدثین کرام کیوں کر آپ کی مسانید کو جمع و مدوّن کرتے؟ انھیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ جس شخص کے پاس احادیث کا ذخیرہ نہیں اس کی جانب ان احادیث کے مجموعات کو منسوب و معنون کرتے؟ غیر مقلدین ذرا ایک بار نظر انصاف سے حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسانید کا مطالعہ کر کے دیکھیں تو ان پر عیاں اور واضح ہو جائے گا کہ علم حدیث میں آپ کا پایہ کتنا اونچا ہے اور کیسے کیسے اجلہ فقہا و محدثین کرام نے آپ سے روایت کرنے کو فخر جانا مگر مثل مشہور ہے "دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے" جس شخصیت کی علم حدیث میں اتنی اونچی شان ہو اسے امام بخاری و امام مسلم سے کم جاننا کس قدر ناانصافی ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اجل و اعظم محدثین اور ائمہ فقہ نے آپ کی مسانید کی تعداد و تدوین اپنی اپنی کتب میں ذکر فرما کر یہ ذہن دینے اور باور کرانے کی کوشش فرمائی کہ کل کوئی بد باطن اور معاند و مخالف آپ کے جلیل القدر اور عظیم الشان محدّث ہونے کا انکار نہ کر سکے۔ اور اس پر واضح و آشکارا ہو جائے کہ میں جس شخص کے قلیل الرّوایہ ہونے کا قول کر رہا ہوں اسے تو پہلے ہی ائمہ حدیث و فقہ نے جلیل القدر اور بے مثال فقیہ و محدّث تسلیم کر لیا ہے! اب میرا ان کی ذات و شخصیت کو ہدف تنقید بنانا اپنا ہی نام و نشان خراب کرنے کے مترادف ہوگا آج کا غیر مقلد طبقہ صرف اور صرف حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدف تنقید بناتا ہے اس لیے ایسے وقت میں آپ کی علم حدیث میں مہارت و جلالت، محدّثانہ عظمت کو بیان کرنا ہم سب احناف کا فرض ہے تاکہ دانشور طبقہ یہ باور کر لے کہ جس شخصیت کو اس قدر مطعون کیا جا رہا ہے وہ ایسے بے بنیاد الزامات سے مبرہ ہے۔

دو سو پندرہ احادیث میں حضرت امام ابوحنیفہ کی انفرادیت:

"جامع المسانید" کے مؤلف حضرت امام خوارزمی قدّس سرّہٗ لکھتے ہیں:

(۱) نزھۃ القاری: ۱/ ۱۳۰۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ص: ۳۴۸،۳۴۹۔ تذکرۂ مسانید امام اعظم ص: ۳۷،۳۸

”والصّحیح أنّ أبا حنیفة انفردَ بمائتي حدیث وخمسة عشر حدیثًا غیر ما اشترك في اخراجهِ مع سائر الائمّة ولهُ مسندٌ،روی فیه في الصّلوٰة وحدها ۱۲۸حدیثا ولمّا جمع أبو المؤیّد الخوارزمي مسندًا لهُ وقع فی ۸۰۰صفحة“.

ترجمہ: صحیح قول یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۱۵،احادیث میں تمام ائمہ کرام سے منفرد ہیں،اور باقی روایات میں ان کے ساتھ ہیں۔ان کی ” مسند“ میں صرف نماز کے بیان میں ۱۲۸،روایات ہیں اور یہ مسند ۸۰۰سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اس قول کو نقل کرنے کے بعد حضرت علاّمہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجدّدی قدّس سرّہٗ لکھتے ہیں: یہ عاجز کہتا ہے کہ یہ مسند چالیس ابواب پر مشتمل ہے پانچواں باب نماز کے بیان میں ہے اور یہ باب سات فصلوں پر مشتمل ہے کہاں حضرت امام کی امتیازی شان ۲۱۵،روایات میں !اور کہاں معاندوں کا بیان کرنا کہ آپ کی روایات قلیل ہیں۔(۱)

مسانید امام اعظم کی خصوصیات:

شارح بخاری حضرت علاّمہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرّحمۃ والرّضوان لکھتے ہیں:

”حضرت امام اعظم کے مسانید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جو حضرت امام نے براہِ راست صحابۂ کرام سے سنی ہیں،اور ثلاثیات تو اکثر ہیں،جن میں حضرت امام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک درمیان میں صرف تین راوی ہیں،اور یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ زمانہ خیر القرون کا تھا جن میں صدق وامانت اور ثقہ ہونا اغلب تھا اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ علوسند کی اس فن میں کتنی اہمیت ہے“۔(۲)

قارئین کرام !آپ نے بالتفصیل وبالتحقیق پڑھ لیا کہ امام المحدثین حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام علم حدیث میں کتنا ارفع واعلیٰ ہے۔

ذیل میں بطور خلاصہ چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت امام فضل بن دکین ، حضرت امام یحییٰ بن معین ، حضرت امام علی بن کاس ، حضرت امام ابو معشر شافعی، حضرت علاّمہ ابن کثیر شافعی، حضرت علاّمہ بدرالدّین عینی حنفی ، حضرت علاّمہ ملاّعلی قاری حنفی، حضرت علاّمہ شیخ ابو طاہر ہندی، حضرت علاّمہ امام عبدالرحمٰن سخاوی، حضرت شارح بخاری، حضرت شارح مسلم ،وغیرہم جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث وفقہ کی تصریحات وتحقیقات کے بعد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا صحابۂ کرام سے روایت کرنا ایسا ثابت ومتحقق ہے جو ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

---

(۱) سوانح بے بہاے امام اعظم ص:۳۵۸،۳۵۹

(۲) نزھۃالقاری:۱/ ۱۳۱

(۲) حضرت امام عبداللہ بن داؤد، حضرت امام مَوفق، حضرت امام کُردری، حضرت امام صالحی شامی، اور امام شعبی کی تحقیقات وتوضیحات کی روشنی میں یہ بات متحقق ہوجاتی ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرات خلفاے راشدین، ائمہ اہل بیت، اور ازواج مطہّرات کے علم الحدیث میں وارث وامین ہیں۔

(۳) اُحادیات، ثُنائیات، اور ثُلاثیات کے عدد وشمار کو دیکھتے ہوئے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابۂ کرام سے قرب وسماعت حدیث کا انکار کسی بھی جہت ونہج سے نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم، حضرت علاّمہ ابن حجر عسقلانی وغیرہم کی تصریحات کے مطابق حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل کے علاوہ ائمہ صحاح ستّہ (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ) کے شیخ الشیوخ ہیں۔

(۵) حضرت امام عبدالرّزاق، حضرت امام ترمذی، حضرت امام طحاوی، حضرت امام بیہقی، حضرت امام ابن اَبي شیبہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام دارقطنی، حضرت امام ابو بکر جصّاص، حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل، حضرت امام سرخسی، ابن حزم ظاہری، وغیرہم نے اپنی مستند ومعتبر کتب حدیث میں آپ کی روایات کو شامل کرکے یہ ثابت کردیا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قلیل الرّوایہ نہیں تھے بلکہ کثیر الرّوایہ اور معتبر وثقہ تھے۔

(۶) حضرت امام الائمہ فی الحدیث کے تلامذۂ علم حدیث کے متعلق، حضرت امام ذہبی، حضرت حافظ عبدالقادر، حضرت امام ابن حجر مکّی شافعی، اور حضرت امام ابن عبدالبر، وغیرہم کی تصریحات وتحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ بہت ہی جلیل الشان عظیم المرتبت محدّث اور فقیہ تھے۔

(۷) حضرت حافظ ابن نقطہ، حضرت امام خوارزمی، حضرت امام محمد بن یوسف صالحی شامی، حضرت حافظ ابن طولون، حضرت امام محمد مرتضیٰ زبیدی، حضرت علاّمہ ابن عابدین شامی، وغیرہم کی تحقیقات وتصریحات سے آپ کے ''مسانید وآثار'' کی ثقاہت ومقبولیت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔

(۸) جس امام ومحدّث کی اس کثرت سے ائمہ اعلام نے ''مسانید وآثار'' کو جمع ومدوّن کیا ہے، وہ کیسے غیر ثقہ، غیر معتبر، ضعیف اور قلیل الرّوایہ ہوسکتا ہے؟

(۹) حضرت امام خوارزمی کی تصریح وتحقیق کے مطابق ۲۱۵، احادیث میں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ جملہ ائمہ حدیث سے منفرد وممتاز نظر آتے ہیں۔ ع

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے — دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

علم حدیث میں حضرت امام اعظم کی وسعت وبصیرت:

آج کچھ ہٹ دھرم اور ضدی لوگ امام الائمہ، کاشف الغمہ، امام المحدثین حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم حدیث میں مرتبہ گھٹانے کے لیے یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کو صرف چند احادیث ہی یاد تھیں، اور بعض بے ادب یہاں تک شور مچاتے ہیں کہ کتب حدیث میں مذہب حنفی کی مؤید احادیث بہت کم ہیں اور اگر چند حدیثیں مل بھی جائیں تو ان میں ضعیف اور غیر مستند ہیں، علم حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر محدثین سے کم درجہ رکھتے ہیں، اور بعض بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ مدون احادیث میں بہت کم احادیث امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی مؤید ہیں بلکہ اکثر ان کے استخراج کردہ مسائل ان کے عقل وقیاس کا نتیجہ ہیں، ان جیسے بہت سے اعتراضات کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ سب حضرت امام موصوف علیہ الرحمۃ سے بغض وحسد کا نتیجہ ہیں اور بس ورنہ تاریخ کا ایک ادنیٰ مبتدی بھی اس حقیقت سے واقف ہے فقہ حنفی عین کتاب وسنت کے مطابق وموافق ہے۔

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدّث بریلوی حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے حوالے سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"انهٗ قال إياكم والقول في دين الله تعالىٰ بالرائ ، وعليكم باتباع السنة فمن خرج منها ضل"۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ اللہ کے دین میں محض رائے سے کچھ کہنے سے اجتناب کرو، اور تم پر سنت کی پیروی لازم ہے جو اس سے نکل جائے وہ گمراہ ہوجائے گا۔ نیز فرماتے ہیں:

"دخل عليه مرّةً رجل من أهل الكوفة والحديث يقرأ عندهٗ فقال الرجل : دعونا من هذهِ الأحاديث فزجرهٗ الإمام أشدّ الزجر، قال لهٗ : لولا السنة مافهم أحد منّا القرآن، ثمّ قال للرجل : ماتقول في لحم القرد؟ واين دليلهٗ من القرآن؟ فأفحم الرجل، فقال للإمام فما تقول أنت فيه؟ فقال: ليس هو بهيمة الأنعام"۔

ایک مرتبہ کوفہ کا ایک شخص حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کسی بات کے جواب میں اس کے سامنے حدیث پڑھی گئی اتنے میں اس نے کہا کہ یہ حدیثیں رہنے دیجیے، اس پر حضرت امام موصوف نے اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا: اگر سنت وحدیث نہ ہوتی تو کوئی بھی قرآن کو صحیح سمجھ نہیں سکتا، پھر اس سے فرمایا: کہ بندر کے گوشت کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ قرآن عظیم سے اس کی دلیل کہاں ہے؟ وہ خاموش ہوگیا اور آپ سے عرض کی کہ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ بندر کا گوشت نہیں کھایا جاتا، وہ بہیمۃ

الانعام سے نہیں۔ (۱)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس قدر واضح انداز میں فرمادیا کی میرا مذہب قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے اس سے خروج گمراہی وبدمذہبی ہے اس کے باوجود بھی نام نہاد اہل حدیث باطل فرقہ کا یہ دعویٰ کہ حنفی مذہب عقل وقیاس پر مشتمل ہے کیسا کھوکھلا محسوس ہوتا ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدّث بریلوی قدّس سرّہٗ نے اپنے رسالہ "صفائح اللُّجین فی کون التصافح بکفی الیدین" میں غیرمقلدین کے تمام باطل وفاسد اعتراضات کا جواب بڑے ہی محققانہ انداز میں دیتے ہوئے ان کے دعوی حدیث دانی کی قلعی کھول دی ہے اور امام المحدثین سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محدّثانہ عظمت ورفعت اور کامل دسترس ومہارت کے وہ گوہر لٹائے ہیں جو ایک سنی حنفی کے لیے نور ہدایت اور ہٹ دھرم ضدی غیر مقلد کے لیے تازیانہ عبرت ہیں۔ علم حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فہم وبصیرت، وسعت وحذاقت کے وہ بیان تحریر فرمائے جس سے اذہان وقلوب روشن ہوجائیں۔ آپ بھی اس تحریر منیر کے چند اقتباسات کا چشم بصیرت سے مطالعہ کیجیے اور فخر کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے امام سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حدیث میں کیسا اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ امام اہل سنت قدّس سرّہٗ لکھتے ہیں:

"صاحبو! لاکھوں حدیثیں علما اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں، امام احمد کو دس لاکھ محفوظ تھیں مسند میں فقط تیس ہزار ہیں، خود شیخین وغیرہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعاے استیعاب فرض کیجیے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائیے تو یوہیں صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنھیں امام نسائی نے مجتبیٰ میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں۔ وھو کما تری.

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

"مامن أصحاب النبي ﷺ أحد أكثر حديثا عنه منى إلا ماكان من عبد الله بن عمرو فإنه كان يكتب ولا أكتب".

یعنی اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں، سوا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیوں کہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہ لکھتا۔

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے زیادہ

(۱) علوم قرآن، ص:۱۷۲

احادیث روایت فرمائیں، حالاں کہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدر جہا کم ہیں۔ عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ ہزار تین سو۔

علامہ قسطلانی "ارشاد" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"فهم منه جزم أبي هريره رضي الله عنه بأنه ليس في الصحابة أكثر حديثا عن النبي ﷺ وسلم منه إلا عبد الله بن عمرو مع أن الموجود عن عبد الله بن عمرو أقل من الموجود المروي عن أبي هريرة بأضعاف ؛ لأنهٗ سكن مصرو كان الواردون إليها قليلا بخلاف أبي هريرة فإنهٗ استوطن المدينة وهي مقصد المسلمين من كل جهةٍ و روٰى عنه فيما قاله المؤلف نحو من ثمان مأة رجل وروى عنه من الحديث خمسة الافٍ وثلاث مأة حديث ووجد لعبد الله سبع مأة حديث"۔

ترجمہ: اس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جزم و یقین سمجھ میں آتا ہے کہ صحابہ کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے اتنی کثیر تعداد میں حدیثیں روایت نہیں کیں، سوائے عبد اللہ بن عمرو کے، مگر اس کے باوجود عبد اللہ بن عمرو کی مرویات ابو ہریرہ سے کئی گنا کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمرو مصر میں سکونت پذیر تھے اور احادیث کریمہ کی تلاش و جستجو کرنے والوں کا ورود وہاں بہت کم ہوتا تھا بخلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ کا تو مدینہ میں ہی قیام تھا جو ہر چہار جانب سے مسلمانوں کا مرجع تھا حضرت مؤلف علیہ الرحمۃ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے لگ بھگ آٹھ سو افراد تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ سے کل پانچ ہزار تین سو حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو کی سات سو حدیث ملتی ہیں۔

اب کہیے! حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں؟ اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں بس اسی پر قیاس کر لیجیے اور یہیں سے ظاہر کہ ائمہ اربعہ خصوصاً امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب پر اگر ان کتب میں حدیثیں نہ ملیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مذہب پر واقع میں بھی حدیث نہیں، بلکہ اگر بخاری و مسلم اور ان کے امثال تصریح بھی کر دیں کہ فلاں مذہب امام ابو حنیفہ یا امام مالک پر کوئی حدیث نہیں تو بھی منصف ذی عقل کے نزدیک ان کے پاک مبارک مذہبوں میں اصلاً قادح نہیں ہو سکتا۔ آخر بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ نے امت مرحومہ تک پہنچایا، اس سب کا علم بخاری و مسلم کو حاصل تھا؟ خود اجلہ صحابہ کرام جو سفر و حضر میں دائما بارگاہ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ وعلیہم صلوٰت اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفاے اربعہ و حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل اقوال و افعال پر ہمیں اطلاع ہے۔

کتب احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی خفی رہیں "تابدیگرے چہ رسد،، پھر بخاری ومسلم وغیرہما کیوں کر علم کل کا دعوی کر سکتے ہیں، اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا یعنی ہمیں نہیں معلوم، پھر اس سے واقع میں حدیث نہ ہونا درکنار، یہ بھی لازم نہیں آتا کہ امام ابو حنیفہ و امام مالک کو بھی اپنے مذہب پر حدیث نہ معلوم ہو، ان کا زمانہ زمانۂ اقدس سے قریب تر تھا اور اس وقت تک زمانۂ خیر القرون تھا بوجہ قلت کذب وکثرت خیر سندیں نظیف اور وسائط کم تھے ممکن کہ جو حدیثیں ابو حنیفہ و مالک کے پاس تھیں بخاری ومسلم کو نہ پہنچیں، ممکن کہ جو حدیثیں ان کے پاس بسند صحیح تھیں ان تک بذریعہ روایت ضعاف پہنچیں، پھر کیوں کر ان کا جاننا ان کے نہ جاننے پر قاضی ہو سکتا ہے۔

امام اجل ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جنھیں محدثین اہل جرح و تعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنُّت ہے، تصریحاً صاحب حدیث، منصف فی الحدیث، واتبع القوم للحدیث لکھتے، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدّث وکثیر الحدیث جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو "حفاظ حدیث،، میں شمار اور کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں بعنوان الامام العلاّمۃ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں:

"بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا، بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اُس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی"۔

امام ابن حجر مکی شافعی "خیرات الحسان" میں فرماتے ہیں:

"عن أبي يوسف مارأيتُ أحداً أعلم بتفسير الحديث و مواضع النكت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة وقال أيضاً ما خالفتهُ في شيءٍ قط فتد برتهُ إلاَّ رأيتُ مذهبهُ الذي ذهب إليه انجىٰ في الاٰخرة وكنت ربما ملت إلىٰ الحديث فكان هو أبصر بالحديث الصحيح منى ، وقال : كان إذا صمم علىٰ قول درتُ علىٰ مشائخ الكوفة هل أجد في تقوية قولهٗ حديثاً أو أثراً فربما وجدتُ الحديثين و الثلاثة فاتيتهٗ بها فمنها ما يقول فيه هذا غير صحيح أو غير معروف فأقول لهٗ وما علمك بذلك مع أنّهٗ يوافق قولك فيقول أنا عالم بعلم أهل الكوفة".

ترجمہ: حضرت ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے احادیث کی تشریح اور فقہ کی نکتہ آفرینی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ جانکار شخص نہیں دیکھا، نیز انھوں نے فرمایا: میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی پھر میں نے اس میں غور وخوض کیا تو مجھے یہی محسوس ہوا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام ابو حنیفہ گئے ہیں مجھ سے زیادہ حدیثوں پر ان کی نظر تھی، نیز فرمایا: جب وہ کسی بات پر اڑ جاتے تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر ملے تو بسا

او قات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں تو میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا، آپ فرماتے اس میں فلاں حدیث صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے، میں عرض کرتا حضور! آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا حالاں کہ یہ حدیثیں تو آپ کے قول کی تائید میں ہیں، تو فرماتے کوفہ والوں کے علم ہی سے تو مجھے علم ہوا ہے۔

خیر ایک درجہ تو یہ ہوا۔

درجۂ دوم: اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائیے کتنی باقی ہیں؟ صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہو گئیں اور یہ آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے امام مالک کے زمانے میں اسی علما نے مؤطا لکھیں، پھر سوائے مؤطا امالک و مؤطا ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتا باقی ہے؟ امام مسلم کے زمانے کو ابو عبداللہ حاکم نیشا پوری صاحبِ مستدرک کے زمانے سے ایسا کتنا فاصلہ تھا پھر بعض تصانیف مسلم کی نسبت امام ابن حجر نے حاکم سے نقل کیا کہ معدوم ہیں وعلیٰ ہذا القیاس۔ صدہا بلکہ ہزار ہا تصانیفِ ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا، مگر اتنا کہ تذکروں، تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔

درجۂ سوم: اس سے بھی گزریئے جو کتابیں باقی رہیں ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کیسے پائی جاتی ہیں؟ ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے۔

درجۂ چہارم: اب سب کے بعد یہ فرمائیے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں ان پر حضرات مدّعین کو کہاں تک نظر ہے؟ اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں؟۔

سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا، اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو اپنے پاس ہیں دیکھ بھال لیا اور اپنے زعم باطل میں کوئی حدیث نہ ملی تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جان برادر! بارہا واقع ہو گا کہ اسی مسئلے کی حدیث انھیں کتابوں میں ملے گی اور آپ کی نظر اس پر نہ پہنچے گی کہ اوّل تو ہر مطلب کے لیے محدثین نے تراجم و ابواب وضع نہ کیے اور جن کے لیے وضع کیے ان کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوں گی جو بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں لکھ آئے یا لکھیں گے اور یہاں بخیال تکرار ان کے اِعادہ و اثبات سے باز رہے۔ اگر یوں نہ مانیے اور اپنے وسعت نظر و احاطۂ علم کا دعویٰ ہی کیجیے تو حضرات بے امتحان نہیں سہی اپنے میں جس صاحب کو بڑا محدّث جانیے معین کیجیے۔ ہم دس سوال کرتے ہیں کہ ان کی نسبت جو حکم احادیث میں ہو ارشاد فرمائیں پھر دیکھیے انشاء اللہ تعالیٰ کیسے غوطے کھاتے ہیں۔ اللہ عزوجل چاہے تو اکثر کا حکم نہ نکال سکیں گے اور رب تبارک و تعالیٰ کو منظور ہے تو انھیں کتابوں میں ان کی احادیث نکل آئیں گی، اس وقت معلوم ہو گا کہ دعوائے اجتہاد کرنے والے کتنے پانی میں ہیں۔ وائے بے انصافی! ان لیاقتوں پر ائمہ مجتہدین سے ہمسری کا دعویٰ! ہیہات! ہیہات! ''چھوٹا منہ بڑی بات'' آدمی کو کتنی بھاتی ہے مگر امتحان دیتے وقت مزہ آتا ہے ہاں! ہاں! یہ بات میں نے اس لیے نہیں

کہی کہ سنیے اور اڑا جائیے! نہیں! نہیں! ضرور اپنے کسی اعلیٰ محدّث کا نام رکھیے اور ہم جو سوالات کریں ان کا جواب ان سے بذریعۂ احادیث لکھوائیے ہم بھی تو دیکھیں کس برتے پر تتا پانی۔ جان برادر! حصر رُواۃ ممکن نہیں، حصر روایات کیوں کر ممکن۔ ابرہیم بن بکر شیبانی کے ذکر میں امام ابن جوزی نے کہا:

"إبراهيم بن بكر في الرُّواة ستةٌ لا أعلم فيهم ضعفاً سوى هذا". یعنی ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں، میں ان میں سے کسی میں ضعف نہیں جانتا سوا اس شیبانی کے۔

اس پر امام ذہبی جیسے جلیل القدر عمدۃ الفن امام الشان نے فرمایا:

"لو سماهم لأفادنا فما ذكر ابن أبي حاتم أحدا منهم"

یعنی اگر ان سب کا تذکرہ فرما دیتے تو ہمیں فائدہ بخشتے کہ ابن اَبی حاتم نے تو ان میں سے ایک کا بھی ذکر نہ کیا، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیم روز سے اظہر، جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا:

" لعلّ قصور نظر نا أخفاهما عنا"

یعنی امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور نے انھیں ہم سے چھپا لیا۔

دیکھو! علما یوں فرماتے ہیں اور جاہلوں کے دعوے وہ طویل و عریض ہوتے ہیں۔

حدیث: "اختلاف أمتي رحمة "میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب "جامع صغیر" میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدّث نے اپنی کتاب میں روایت کی۔ ان بعض علما کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں ذکر کیا لکھ دیا:

"لعله خرج في بعض كتب الحفاظ التي لم تنقل إلينا."

شاید وہ حافظانِ حدیث کی ان بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔ یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا۔ جنھوں نے کتاب "جمع الجوامع" تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

"قصدت فيه جمع الأحاديث النبوية بأسرها."

میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کر دوں۔

اس پر بھی علما نے فرمایا:

"هذا بحسب ما اطلع عليه المصنف لا باعتبار مافي نفس الأمر."

یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔

قالهُ المناوی: وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں

اور پھر دیکھیے ہوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علّامہ مناوی صاحب "تیسیر شرح جامع صغیر" نے لکھ دیا کہ الأمر كذلك یعنی واقعی ایسا ہی ہے، پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے "مدخل" اور دیلمی نے "مسند الفردوس" میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کی۔ اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔

امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"زعم كثير من الأئمة أنه لا أصل لهٗ."

بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لیے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔

حدیث: الوضوء علیٰ الوضوء نورٌ علیٰ نورٍ "کی نسبت امام عبد العظیم منذری نے "کتاب الترغیب" اور امام عراقی نے "تخريج أحاديث الاحياء" میں تصریح کر دی کہ "لم نقف عليه" ہمیں اس پر اطلاع نہیں حالاں کہ وہ مسند امام رزین میں موجود، "تیسیر" میں ہے۔

حدیث: الوضوء علیٰ الوضوء نورٌ علیٰ نورٍ أخرجهٗ رزين ولم يطلع عليه العراقي كالمنذري فقالا: لم نقف عليه" وضو پر وضو کرنا نور علیٰ نور ہے، یہ وہ حدیث ہے کہ جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح اہل عراق اس پر مطلع نہیں ہیں۔ توانھوں نے کہا کہ ہم اس پر واقف نہیں ہیں۔

اس سے عجیب تر سنیے:

حدیث: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ انھوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانو کے بیچ میں رکھے اور بعد نماز فرمایا:

"هكذا فعل رسول الله ﷺ" ایسا ہی کیا رسول اللہ ﷺ نے۔

اس کی نسبت امام ابو عمر بن عبد البر نے فرمایا: نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں، محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایسا کیا، اور امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تو "کتاب الخلاصہ" میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا: صحیح مسلم شریف میں بھی صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود نے ایسا کیا۔ اور یہ نہیں کہ هكذا فعل رسول الله ﷺ، حالاں کہ بعینہٖ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود، امام محقق علی الاطلاق "فتح" میں فرماتے ہیں:

في صحيح مسلم عن علقمة والأسود اِنهما دخلا علیٰ عبد الله فقال اصلی من خلفكما قالا: نعم فقام بينهما فجعل أحدهما عن يمينهٖ والاٰخر عن شمالهٖ ثمّ ركعنا فوضعنا أيدينا علیٰ ركبنا ثمّ طبق بين يديهٖ ثمه جعلهما بين فخذيه فلما صلّی قال هكذا فعل رسول الله ﷺ.

قال ابن عبد البر: لا يصح رفعهٔ والصحيحُ عند هم الوقف علیٰ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وقال النووی: فی الخلاصة الثابت في صحيح مسلم أنَّ ابن مسعودٍ فعل ذلك ولم يقل هكذا كان رسول الله ﷺ يفعلهٔ، قيل كأنَّهما ذهلا فإن مسلما أخر جهٔ من ثلث طرق لم ير فعهٔ في الأوّلين و رفعهٔ فی الثالثة وقال هكذا فعل. الخ"

ترجمہ: صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے یہ دونوں حضرات عبد اللہ بن مسعود کے پاس آئے کہا: میں تم دونوں کو نماز پڑھاوں۔ دونوں نے عرض کی ہاں حضور! پھر آپ دونوں کے بیچ کھڑے ہو گئے ایک کو داہنے طرف دوسرے کو بائیں طرف کر لیا، پھر ہم سبھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا، پھر دونوں ہاتھ کو ملا لیا، پھر انھیں دونوں رانوں کے بیچ رکھ دیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ایسے ہی رسول اکرم ﷺ نے کیا، ابن عبد البر نے کہا: اس روایت کا حضور ﷺ تک پہنچنا ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود تک موقوف ہے۔ امام نووی نے "خلاصہ" میں کہا: کہ صحیح مسلم میں یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ ان دونوں سے ذہول ہو گیا کیوں کہ امام مسلم نے تین طریقوں سے اس کی تخریج فرمائی۔ پہلی دو روایتیں مرفوع نہیں۔ البتہ تیسری روایت میں انھوں نے حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا اور فرمایا: اسی طرح کیا۔

میں یہاں اگر اس کی نظیریں جمع کرنے پر آوں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستّہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے تو کلام طویل ہو جائے بعض مثالیں اس کی فقیر نے اپنے رسالہ "نور عيني في الإنتصار للإمام العيني" میں لکھیں یہاں مقصود اسی قدر کہ مدّعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطۂ نظر کا دعویٰ ہے؟ کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو۔ کیا نہیں ممکن کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو، اور تمھاری نظر سے غائب رہے۔

مانا کہ ان کتابوں میں نہیں پھر کیا سب کتابیں تمھارے پاس ہیں، ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں، مانا کہ ان میں بھی نہیں، پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں، ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں، مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں، ممکن کہ ان احادیث میں ہو جو علما اپنے سینوں میں لے گئے پھر "ہلدی کی گرہ پر پنساری بنا کس نے مانا" اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدمِ علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے، خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے اور کہہ دے ہم تلاش کر چکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں، کیا اس بات پر عقلا اسے مجنون نہ جانیں گے۔ ولا حول ولا قوّة إلا بالله العلي العظيم.

درجۂ پنجم: الطف واہم ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کرکے ہر حدیث کا پتہ دے سکتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب! یہ تو طوطے کی طرح حق اللہ پاک، ذات اللہ کی یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصب ارفع واعظم کدھر گیا۔ لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں احادیث میں ہوگی جو آپ کو بر زبان یاد ہیں اور آپ کے خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم وفہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلۂ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کیا معنٰی تھے؟

"رب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ورب حامل فقه ليس بفقيه" یعنی بہتیرے حاملان فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں اور بہتیرے وہ ہیں کہ فقہ کے حامل وحافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔

رواهُ الأئمة الشافعي وأحمد والدارمي وأبوداؤد والترمذي وصححه والضياء في المختارة والبيهقي في المدخل عن زيد بن ثابت الدارمي عن جبير بن مطعم رضي الله تعالى عنهما ونحوه لأحمد والترمذي وابن حبان عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بسند صحيح وللدّار مي عن أبي الدرداء رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم.

اس کی روایت ائمہ، شافعی، احمد، دارمی ابوداؤد اور ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا اور ضیا نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید بن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ اور اسی طرح احمد وترمذی کی روایت ہے حضرت ابن حبان سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی اور انھوں نے بسند صحیح رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابو درداسے اور انھوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی۔

ذرا خدا کے لیے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھیے اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم عزیز وفضل کبیر خیال کیجیے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد جلیل الشان اور اجلہ ائمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے اساتذ الاساتذہ سے ہیں، امام ابن حجر مکیّ شافعی کتاب "خیرات الحسان" میں فرماتے ہیں: کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ اس زمانے میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر مجلس تھے امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے، امام نے فوراً جواب دیئے، امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں

اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمادیں، امام اعمش نے کہا:

حسبك ما حد ثتك بهٖ فی مائة يوم تحدّثنی في ساعةٍ واحدةٍ ماعلمتُ أنك تعمل بهذهٖ الأحاديث يامعشر الفقهاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة وأنت أيُّها الرجل أخذتَ بكلا الطرفين".

ترجمہ: بس کیجیے! جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں، اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدّث لوگ عطار ہیں، اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو فقہ و حدیث دونوں کنارے لیے۔ والحمد للہ۔

یہ تو خود ان سے بھی بدر جہا اجل واعظم ان کے استاذ اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پایا حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی و سعد بن أبي وقاص بن زید و ابو ہریرہ و انس بن مالک و عبد اللہ بن عمرو و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبد اللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ ہیں، جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں: بیس سال گزرے ہیں کسی محدّث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحديث فرويناه للفقهاء من إذا علم عمل.

ترجمہ: ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے۔ نقلهٗ الذهبي في تذكرة الحفاظ۔

مگر آج کل کے نامشخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل "أنا خير منه" کی ہنیٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلیّ العظيم.

خامساً: بالفرض مان ہی لیجیے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی پھر کہاں عدمِ نقل اور کہاں نقل عدم، یعنی اگر کسی فعل کا کرنا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے کیا ہی نہ ہو، اس کا حاصل اتنا ہو گا کہ حدیث میں اس فعل کا ہونا نہ آیا، نہ یہ حدیث میں اس فعل کا نہ ہونا آیا۔ ان دونوں عبارتوں میں جو فرق ہے ذی عقل پر پوشیدہ نہیں، امام محقق علی الاطلاق "فتح" میں فرماتے ہیں: "عدم النقل لا ينفي الوجود" کسی مسئلہ کا منقول نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا۔ (۱)

قارئین کرام: دل سے کہیے! کیا پورا مضمون چشم بصیرت سے پڑھنے کے بعد آپ کو یہ یقین نہیں ہوا کہ حضرت

(۱) صفائح اللُّجين فی كون التصافح بكفی اليدين، ص:۳۶تا۵۰. از: امام اهل سنت سيدنا امام احمدرضا بريلوی

امام موصوف کا مذہب حنفی کس قدر احادیث کریمہ کے عین مطابق ہے، اور علم حدیث میں آپ کی مہارت و وسعت کے کیسے جلوے کتب فقہ میں بکھرے پڑے ہیں، اس ہٹ دھرمی کو کیا کہیے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محدّثانہ شان وعظمت پر اس قدر دلائل و شواہد کے باوجود غیر مقلدین طبقہ آپ کی شخصیت کو موردالزام ٹھہراتا ہے،العیاذباللہ تعالیٰ!

امام اعمش، امام ابو یوسف اور امام شافعی قدّست اسرارہم تو اس امام کی شان وعظمت کے خطبے پڑھیں، ان کے فقیہانہ اور محدّثانہ مقام کو بیان کریں اور یہ غیر مقلد دو، چار حدیثیں طوطے کی طرح رٹ کر امام اعظم کی شان کو گھٹائیں کس قدر افسوسناک بات ہے۔ اکابر واجلہ فقہا و محدثین باآں شان جلالت آپ کی فقاہت کے سامنے صدائے احتجاج بلند نہ کریں اور آں جناب دو چار مسائل اور احادیث یاد کرنے کے بعد حضرت امام المحدثین کے مخالف بن بیٹھے۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام قدّس سرّہٗ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدّس سرّہٗ لکھتے ہیں:

"کہ آپ نے باوصف مرتبہ اجتہاد مسئلہ جہر آمین میں مخالفت مذہب کی جرأت نہ کی اور فرمایا: مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں یوں دونوں قولوں میں اتفاق کراتا، کہ نہ زور سے ہو نہ بالکل آہستہ۔ مسلمانو! انصاف ان اکابر کی تو یہ کیفیت، اور جاہلان بے تمیز کہ اکابر کا کلام بھی نہ سمجھ سکیں وہ امام کے مقابلے کو تیار۔"(۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدّث بریلوی قدّس سرّہٗ لکھتے ہیں:

"امام ربانی جناب شیخ مجدّد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

مخدوما احادیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام درباب جواز اشارت بسابہ بسیار وارد شدہ اند وبعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ وغیر ظاہر مذہب ست وآنچہ امام محمد شیبانی گفتہ:

"كان رسول الله ﷺ يشير وتصنع كما يصنع النبى عليه وعلىٰ آلهٖ الصّلوٰة والسّلام ثمّ قال هذا قولى وقول أبي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنهما"

از روایات نوادر ست نہ روایات اصول ہر گاہ در روایات معتبرہ حرمت اشارہ واقع شدہ باشد وبر کراہت اشارت فتوٰی دادہ باشند، ما مقلدان رانمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمائیم مرتکب ایں امر از حنفیہ یا علمائے مجتہدین راعلم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نہ نماید یا انگارو کہ ایں ما بمقتضائے آرائے خود برخلاف احادیث حکم کردہ اند ہر دو شق فاسد است، تجویز نکند آں را مگر سفیہ یا معاند حسن ظن ما بہ ایں اکابر آنست کہ تا دلیل برایشاں ظاہر شدہ است حکم بحرمت یا کراہت نہ کردہ اند غایت مافی الباب مارا علم بہ آں دلیل نیست وایں معنیٰ مستلزم قدح اکابر نیست، اگر کسے گوید کہ ما

(۱) فتاوٰی رضویہ:۳۹۸/۱

علم بخلاف آں دلیل داریم، گویم کہ علم مقلّد در اثبات حل و حرمت معتبر نیست، دریں باب ظن مجتہد معتبر است، احادیث را ایں اکابر بواسطۂ قرب و فور علم و حصول ورع و تقویٰ از ما دور افتادگاں بہتری دانستند وصحت وسقم و نسخ و عدم نسخ آنہا را بیشتر از ما می شناختند، البتہ وجہ موجہ داشتہ باشند در ترک عمل بمقتضائے احادیث علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، وآنچہ از امام اعظم منقول است کہ اگر حدیثے مخالف قول من بیائید بر حدیث عمل نمائید، مراد ازآں حدیثی ست کہ بحضرت امام نرسیدہ است وبنا بر عدم علم ایں حدیث حکم بخلاف آں فرمودہ است، واحادیث اشارت ازاں قبیل نیست اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت نیز فتویٰ دادہ اند بمقتضائے فتاوائے متعارضہ بہر طرف عمل مجوّز باشد، گوئیم اگر تعارض در جواز وعدمِ جواز واقع شود ترجیح عدمِ جواز راست" ملتقطاً نیز جناب موصوف کہ " رسالۂ مبدء ومعاد" سے منقول: مدتے آرزوے آں داشت کہ وجہے پیدا شود در مذہب حنفی تا در خلف امام قرأت فاتحہ نمودہ آید، اما بواسطۂ رعایت مذہب بے اختیار ترک قرأت می کرد، وایں ترک را از قبیل ریاضت می شمرد آخر الامر اللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب اتحاد ست، حقیقت مذہب حنفی در ترک قرأت ماموم ظاہر ساخت وقرأت حکمی از قرأت حقیقی در نظر بصیرت زیباتر نمود"۔

ترجمہ: حضرت مجدّد الف ثانی قدّس سرّہ کے مکتوب کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں "ہاں صاحب! اب بزرگوں کے اقوال کی خبریں یہ ان بزرگوں کے بزرگ، بڑوں کے بڑے، اماموں کے امام کیا کچھ فرمارہے ہیں، ادعاے باطل عمل بالحدیث پر کیا کیا تجلیاں توڑتے گھنگھور بادل گرمارہے ہیں، اولاً: تصریحاً تسلیم فرمایا، کہ التحیات میں انگلی اٹھانا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت حدیثوں میں وارد، ثانیاً: وہ حدیثیں معروف و مشہور ہیں، ثالثاً: مذہب حنفی میں بھی اختلاف ہے روایت نوادر میں خود امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے ہم بھی کریں گے، رابعاً: صاف یہ بھی فرمایا کہ یہی قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، خامساً: نہ فقط روایت بلکہ علمائے حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے، باایں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ روایات اشارہ ظاہر الرّوایہ نہیں۔ صاف صاف فرماتے ہیں: کہ ہم مقلّدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اشارے کی جرأت کریں جب ایسی سہل و نرم حالت میں حضرت امام ربانی صاحب کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتوائے حنفیہ مختلف نہ ہو، جہاں سرے سے اختلاف روایت ہی نہ ہو وہاں خلاف مذہب امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے۔ کیوں صاحبو! کیا انھیں کو شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا : کہ کھلا احمق ہے یا چھپا منافق، استغفر اللہ استغفر اللہ ذرا تو شرماو، ذرا تو ڈرو، شاہ صاحب کی بزرگی سے حیا تو کرو، ان کی تو کیا مجال تھی کہ معاذ اللہ وہ جناب مجدّدیت مآب کی نسبت ایسا گمان مردود ونامحمود رکھتے وہ تو انھیں قطب الارشاد وہادی و مرشد و دافع بدعات جانتے اور ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم، ان کے شکر کو اللہ کا شکر مانتے ہیں، کہ اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں: شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است و بر دست وے بسیارے از گمراہان بادیۂ طبیعت و بدعت خلاص شدہ اند تعظیم شیخ تعظیم حضرت مدورادوار و مکوّن کائنات ست و شکر نعمت شیخ شکر نعمت مفیض اوست اعظم اللہ تعالیٰ لہٗ الاجور" ہاں شاید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی چوٹ حضرت مجدّد صاحب ہی پر ہے کہ "معیار الحق" میں لکھتے ہیں:

آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں کہ مقابل میں روایت کیدانی کے اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے" اسی مسئلہ اشارہ میں روایت کیدانی پیش کی جاتی ہے جناب مجدّد صاحب نے فتاوے غرائب وجامع الرّموز وخزانۃ الرّوایات وغیرہا پیش کیں وہ بات ایک ہی ہے یعنی فقہی روایت کے مقابل حدیث نہ ماننا، اب دیکھ لیجیے حضرت مجدّد کا روایت فقہی لانا اور ان کے مذہب صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا اور میاں جی صاحب دہلوی کا بے دھڑک شرک کی جڑ جانا، خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے۔ خیر یہ تو میاں جی جانیں اور ان کا کام کلام جناب مجدّد صاحب کے فوائد سنیے۔

اوّل: بڑا بھاری فائدہ تو یہی ہوا۔

دوم: حضرت موصوف نے یہ بھی فرمادیا کہ اقوال امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسی رفع یدین وقراء ت مقتدی وغیرہا میں آئیں، کہ کسی طرح احادیث اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں، وہی پیش کرے گا جو نرا گاودی کو دن بے عقل ہو، یا معاندِ مکابر ہٹ دھرم، کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کے خلاف کرنے والے، تو ضرور کسی دلیل قوی شرعی سے ان پر عمل نہ فرمایا۔

سوم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمیں جواب احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضروری نہیں اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

چہارم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علم میں کسی مسئلہ مذہب پر دلیل نہ ہونا درکنار اگر صراحۃً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں، اسی مسئلہ مذہب پر عمل رہے گا۔

پنجم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا جیسا وہ صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کرسکتے کہ نہ انھیں ویسا علم نہ یہ اس قدر زمانۂ رسالت سے قریب۔

جب حضرت مجدّد اپنے زمانہ کو ایسا فرمائیں تو اب تو اس پر بھی تین سو برس گزر گئے آج کل کے الٹے سیدھے چند حرف پڑھنے والے کیا برابری ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔

ششم: اس شرط کی بھی تصریح فرمادی کہ امام کے وہ اقوال منقولہ سوال خاص اسی حدیث کے باب میں ہیں جو امام کو نہ پہنچی اور اس سے مخالفت بربنائے عدم اطلاع ہوئی، نہ یہ کہ اصول مذہب پر وہ بوجوہِ مذکورہ کسی وجہ سے مرجوح یا مؤوّل یا متروک العمل تھی کہ یوں تو بحال اطلاع بھی مخالفت ہوتی کما لا یخفیٰ۔

ہفتم: جناب مجدّد صاحب کی شان علم سے تو ان حضرات کو بھی انکار نہ ہوگا یہی مرزا جان جاناں صاحب جنھیں بزرگ مان کر ان کے کلام سے استناد کیا گیا جناب موصوف کو قابل اجتہاد خیال کرتے، اور اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں: عرض کردم یا رسول اللہ حضرت در حق مجدّد الف ثانی چہ می فرمایند فرمودند مثل ایشاں در امت من دیگر کیست" جب ایسے بزرگان بزرگ فرمائیں کہ ہم مقلدوں کو قولِ امام کے خلاف حدیثوں پر عمل جائز نہیں جو اس کا

مرتکب ہو وہ احمق، بیہوش یا ناحق و باطل کوش ہے، تو پھر آج کل کے جھوٹے مدّعی کس گنتی میں رہے" یہ سات فائدے عبارت مکتوبات میں تھے۔

ہشتم: اگر چہ قول امام کی حقّانیت اپنے خیال میں نہ آئے مگر عمل اسی پر کرنا لازم، یہی اللہ عزوجل کو پسند و موجب برکات ہے۔

دیکھو! ایک مدّت تک مسئلہ قراءت مقتدی میں حقانیت مذہب حنفی جناب مجدّد صاحب پر ظاہر نہ تھی قراءت کرنے کو دل چاہا کیا، مگر بپاس مذہب نہ کر سکے یہی ڈھونڈتے رہے کہ خود حنفی مذہب میں کوئی راہ جواز کی ملے۔

نہم: اس سوال کا بھی صاف جواب دے دیا کہ ایک مسئلہ میں بھی اگر خلاف امام کیا اگر چہ اسی بنا پر کہ اس میں حقّانیت مذہب ظاہر نہ ہوئی تاہم مذہب سے خارج ہو جائے گا کہ اسے نقل از مذہب فرماتے ہیں۔

دہم: یہ سخت اشد و قاہر حکم دیکھیے کہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے اب حضرات اپنے ایمان میں جو مناسب جانیں مانیں چاہیں حضرت مجدّد صاحب کے نزدیک معاذ اللہ شاہ صاحب و مرزا صاحب کو سفیہ و معاند و ملحد قرار دیں، چاہیں ان دونوں صاحبوں کے طور پر حضرت مجدّد کو مدعی باطل و مخالف امام اور عیاذ باللہ کھلا احمق یا چھپا منافق ٹھہرائیں ولا حول ولا قوة إلا بالله العليّ العظيم."(۱)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام بخاری کا فرق مراتب:

آج کل غیر مقلد فرقہ بڑے زور و شور سے حضرت امام بخاری کی محبت میں حضرت امام اعظم کے مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش کر رہا ہے، ایسے وقت میں ضروری ہے کہ احناف "فقہ حنفی" کی جامعیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت پر لگائے گئے بے بنیاد الزامات کی تردید کریں تاکہ امام موصوف کا بے داغ چہرہ اپنی تمام تر جمال آرائیوں کے ساتھ سامنے آجائے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی محدّث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری زندگی حنفیت کی زبردست خدمت کی اور حنفیت کو پروان چڑھایا، آیئے آپ ہی کے زہرہ نگار قلم سے اس فرق کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ امام بخاری کے امام و متبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں، حفظ حدیث و نقد رجال و تنقیح صحت و ضعف روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایۂ رفیع والا صاحب رتبۂ بالا مقبول معاصرین و مقتدائے متاخرین ہونا مسلم، کتب حدیث میں ان کی کتاب بے شک نہایت چیدہ و منتخب، جس کے تعالیق و متابعات و شواہد کو چھوڑ کر اصول مسانید پر نظر کیجیے تو ان میں گنجائش کلام شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امام اعظم میں، اور یہ بھی بحمد اللہ حنفیہ و شاگردان ابو حنیفہ و شاگردان شاگرد ابو حنیفہ مثل امام

(۱) الفضل الموهبي في معنىٰ اذا صح الحديث فهومذهبي، ص:۲۰تا ۲٤

عبد اللہ بن مبارک، وامام یحییٰ بن سعید قطان، وامام فضیل بن عیاض، وامام مسعر بن کدام، وامام وکیع بن الجراح، وامام لیث بن سعد، وامام معلی بن منصور رازی، وامام یحییٰ بن معین وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا فیض تھا کہ امام بخاری نے ان کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور ان کے قدم پر قدم رکھا، اور خود امام بخاری کے استاذ اجل امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے شاگرد ہیں وہ امام محمد کے، وہ امام ابو یوسف کے، وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، مگر یہ کار اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری اس میں ہمہ تن مستغرق ہو کر دوسرے کار اجل واعظم یعنی فقاہت واجتہاد کی بھی فرصت پاتے، اللہ عزوجل نے انھیں خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا، خدمت معانی ائمۂ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ ابو حنیفہ کا حصہ تھا۔

محدّث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے، عطار دوا شناس ہے اس کی دوکان عمدہ عمدہ دوائیوں سے مالا مال ہے مگر تشخیص مرض و معرفت علاج و طریق استعمال طبیب کا کام ہے، عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے، خصوصاً ملک اطبائے حذّاق، امام ائمہ آفاق جو ثریا سے علم لے آیا جس کی دقت مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا، بھلا امام بخاری تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے، امام اعظم کے پانچویں درجے میں جاکر شاگرد ہیں"

چند سطور بعد اعلیٰ حضرت مزید لکھتے ہیں:

کاش امام اجل سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے فقہ حاصل فرماتے تو ابو حنیفہ کے اقوال شریفہ کی جلالت شان و عظمت مکان سے آگاہ ہو جاتے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمہ محدثین وائمہ فقہا دونوں کے شمار میں یکساں آتے، مگر تقسیم ازل جو حصہ دے،

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل او اندر دلش انداختند

اور انصافاً یہ تمنا بھی عبث ہے امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے، ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمہ حنفیہ کی طرح معتوب و معیوب قرار پاتے، فإلى الله المشتكى وعليه التكلاف.

بالجملہ! ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پر نور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پر نور امیر المومنین، مولی المسلمین سیدنا و مولانا علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ سے، کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرّار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کار فجّار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کی سبقت واوّلیت و عظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت و خدمت و نسبت بارگاہِ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعی زیدی۔ یہی روش آداب بحمد اللہ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے، نہ ہم بخاری وابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امام اعظم و غوث اعظم و شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض ہوئے الجھیں، ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشا اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ ان اکابر محبوبان خدا کے مدارج عالیہ تک دست ادراک نہ پہنچنا و بس، لاجرم اعتراض باطل

اور معترض معذور اور معترض علیہم کی شان ارفع واقدس۔"(۱)

قلّت روایت کے اسباب:

حضرات! مندرجہ بالا تفصیل و تحقیق میں شرح و بسط کے ساتھ جب آپ نے اس بات کو ملاحظہ کر لیا کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام علم حدیث میں کتنا ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور کیسے کیسے جلیل القدر ائمہ حدیث وفقہ نے آپ کی فقاہت اور محدّثانہ عظمت کا کھلے دل سے اظہار واعتراف کیا ہے اس کے باوجود بھی آپ کی مرویات اتنی قلیل کیوں ہیں اس حقیقت کو جاننے کے لیے ذیل کی تحقیقات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تاکہ غیر مقلدین زمانہ کو صحیح جواب دیا جاسکے، ہم یہاں آخر میں متقدّمین محققین و محدثین کے اقوال وارشادات کی روشنی میں اس امر کو واضح وعیاں کرنے کی کوشش کریں گے کہ جب آپ اس قدر عظیم الشان محدّث، فقیہ اور مجتہد تھے تو آپ کی روایات کثرت کے ساتھ کیوں نہیں ہیں؟ اس کے بالمقابل آپ کے مابعد محدثینِ کرام کی روایات کثیر ہیں۔ اس کے بنیادی اسباب وعلل و وجوہ واسباب کیا تھے جن کی بنا پر آپ نے دیگر ائمہ حدیث کی طرح کثیر روایات نہ کیں؟ اور اس جانب کوئی خاص توجہ نہ فرمائی جب کہ یہ وہ عہد مبارک تھا کہ لوگ احادیث کی تلاش وجستجو میں ہزاروں میل کا سفر کیا کرتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب اقوال کریمہ کو جمع ومدّون کرنے کی فکر کرتے تھے۔

احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جمع وتدوین میں اجلّہ اکابرین ومحدثین کرام نے جو خدمات انجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں، اگر یہ ائمہ حدیث اس جانب توجہ نہ فرماتے تو اسلام کا یہ عظیم ماخذ ومصدر آج ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہوتا، اس لیے یہ بات تسلیم ہے کہ جب اتنے جلیل القدر ائمہ کرام نے احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تدوین و ترتیب میں اس قدر خدمات و تحقیقات جلیلہ کا ایک بے مثال ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے تو ضرور اس کے بنیادی اسباب وعلل ہوں گے، جنہوں نے انھیں اس کی طرف متوجہ کیا ہوگا۔ اس تناظر میں جب ہم حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات کو پڑھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ "نقد وجرح" "اصولِ روایت ودرایت" "شروطِ رد وقبولِ حدیث" "معیارِ قبولِ روایت اور تنقیحِ حدیث" میں آپ کی حد درجہ احتیاط پر مبنی جو تحقیقات و تنقیدات ہیں وہ تاریخ کے زرّیں اوراق پر ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھی جاتی رہیں گی۔ ائمہ اسلام اور علمائے محقّقین نے آپ کی قلّت روایت کے مختلف جوابات دیئے ہیں، ذیل میں چند درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام سفیان ثوری: "امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم حاصل کرنے میں نہایت محتاط، اور حدود الٰہی کی بے حرمتی کرنے پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے، آپ صرف وہی حدیثیں لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھی، اور آپ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری عمر کے فعل کو لیا کرتے تھے، اور اس فعل کو جس پر انھوں نے علمائے کوفہ کو عمل

(۱) فتاویٰ رضویہ: ٤٤٧/٤ تا ٤٤٩

کرتے پایا، مگر پھر بھی ایک قوم نے بلاوجہ ان پر طعن کیا۔ اللہ رب العزت ہماری اور ان کی مغفرت فرمائے۔ (۱)

(۲) حضرت امام شافعی: حضرت امام شافعی قدس سرہٗ اخذ حدیث میں آپ کی سخت شروط وقیود کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ”یہ سخت مذہب ہے، یعنی انتہائی درجہ کی احتیاط ہے، اس سلسلے میں دیگر محدثین اس اصول کو نہیں اپنا سکے، بہت ممکن ہے کہ بخاری ومسلم کے ان راویوں کی تعداد جو مذکورہ شرط پر پورے اترتے ہوں، نصف تک بھی نہ پہنچتی ہو“۔ (۲)

(۳) حضرت امام یحییٰ بن معین: حضرت امام یحییٰ بن معین آپ کی احتیاط کا اس طرح ذکر کرتے ہیں: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف وہ احادیث بیان کرتے تھے جن کے وہ حافظ تھے“۔ (۳)

(۴) ابن خُلدون: علامہ مؤرخ ابن خلدون آپ کی قبول روایت میں شروط کے متعلق لکھتے ہیں:

”والإمام أبو حنيفة إنما قلّت روايتهٗ لما شدّد في شروط الرّواية والتحمّل و ضعف رواية الحديث اليقيني إذا عارضها الفعل النفسي و قلّت من أجلها رواية فقلّ حديثهٗ . لالأنّهٗ ترك رواية الحديث متعمداً فحاشاه من ذلك ، ويدلّ علىٰ أنّهٗ من كبار المجتهدين في علم الحديث إعتماد مذهبه بينهم، والتعويل عليه و اعتباره ردًّا وقبولاً،وأمّا غيرهٗ من المحدّثين وهم الجمهور فتوسّعوا في الشّروط و كثر حديثهم والكلّ عن اجتهادٍ ، وقد توسّع أصحابهٗ من بعده في الشّروط وكثرت روايتهم ، وروى الطحاوي فأكثر وكتب مسندهٗ وهو جليل القدر .“ (۴)

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قلّت روایت کی وجہ ان کا روایت اور ضبط حدیث کی شرطوں میں شدت کرنا ہے۔ (کہا گیا) اگر راوی کا خود اپنا فعل روایت کے خلاف ہو تو وہ ضعیف ہے۔ انہی وجوہات واسباب کی بنیاد پر آپ کی روایات قلیل ہیں نہ کہ معاذ اللہ آپ نے جان بوجھ کر حدیث کو چھوڑ دیا ہو۔ اس سے آپ قطعی طور پر بری ہیں۔ اور یہ بات آپ کے بلند پایہ مجتہد ہونے پر دلیل ہے کہ اکابر محدثین نے آپ کے مذہب پر اعتماد و بھروسہ کیا ہے۔ اور آپ کے رد و قبول کو اہمیت ووقعت دی ہے۔ اور آپ کے علاوہ دوسرے محدثین نے (جو کہ جمہور ہیں) شروط میں وسعت اختیار فرمائی اس وجہ سے ان کی روایات زیادہ ہوئیں۔ یہ ان سب کا اجتہاد ہے۔ آپ کے بعد آپ کے تلامذۂ حدیث نے بھی شروط میں وسعت اختیار کی تو ان کی روایات بھی کثیر ہوئیں جیسا کہ حضرت امام طحاوی علیہ الرحمہ نے کثرت کے ساتھ روایات کی اور انھوں نے مسند لکھی جو بڑے پایہ کی ہے۔

---

(۱) امام اعظم ص: ۱۷۸

(۲) تدریب الراوی ص:۱٦ مرجع سابق ص: ۱۸۱

(۳) تاریخ بغداد :۱۳/ ۴۱۹

(۴) مقدّمہ ابن خلدون ص:٤٤٤/سوانح بے بہائے امام اعظم ص:۲۵۳

(۵) علاّمہ ابن خلدون: قلّتِ روایت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وقد تقول بعض المبغضين المتعسّفين إلىٰ أنّ منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلهذا قلّت روايته لا سبيل إلىٰ هذاالمعتقد في كبار الأئمة.“(۱)

یہ بعض حاسدوں اور باغیوں کی خام خیالی ہے کہ جس امام سے روایت کم مروی ہو وہ حدیث میں ”قلیل البضاعۃ“ (کم مرتبہ) ہے، ایسا لغو اور بے ہودہ خیال ائمہ کبار کے متعلق دل میں جمانا سخت بے ادبی ہے۔

(۶) حضرت علاّمہ ملّا علی قاری: حضرت امام اعظم روایت بالمعنیٰ کو جائز نہیں مانتے تھے چاہے وہ مترادف الفاظ ہی کیوں نہ ہو، جب کہ جمہور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنیٰ جائز ہے۔(۲)

(۷) حضرت امام عبد الوہاب شعرانی: حضرت علامہ امام عبد الوہاب شعرانی قدّس سرّہٗ شروطِ حدیث کے متعلق حضرت سیدنا امام اعظم کی ایک شرط کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: کہ حدیث پر عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ راوی حدیث سے صحابی راوی تک متقی وعادل لوگوں کی ایک خاص جماعت نے اسے نقل کیا ہو۔“(۳)

(۸) حضرت امام ابن حجر مکی شافعی: حضرت امام اعظم کی قلّت روایت کے متعلق لکھتے ہیں ”حضرت امام صاحب کی قلت روایت کا سبب یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک اسی شخص کو روایت کرنا جائز ہے، جسے سننے کے دن سے روایت کے وقت تک حدیث یاد ہو، وہ صرف حافظ کے لیے روایت کرنا درست نہیں سمجھتے تھے۔“(۴)

(۹) حضرت امام جلال الدین سیوطی شافعی: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قلّت روایت کے سبب کو بیان کرتے ہوئے، حضرت امام جلال الدین سیوطی شافعی قدّس سرہٗ لکھتے ہیں: ”حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قلیل روایت ہونے کا سبب آپ کے سخت اصول وشروط تھے۔“(۵)

(۱۰) محدّث دیارِ مصر حضرت شیخ محمد یوسف الصالحی الشافعی: آپ امام اعظم ابو حنیفہ کی قلّت روایات کے اسباب کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”إنّما قلّت روايتهٗ عنهٗ وإنّهٗ كان متّسع الحفظ لاشتغاله بالاستنبطاط فكذلك لم يرو عن مالك والشّافعي إلاّ القليل بالسنّة إلىٰ ما سمعاه للسبب نفسهٖ كما قلّت رواية أمثال أبي

(۱) مقدّمه ابن خلدون ص:٤٤٥
(۲) شرح مسند الامام ابی حنیفه ص: ۳
(۳) الميزان الشريعة الكبرىٰ :٦٣١
(۴) الخيرات الحسان ص:۱۵۹،اردو
(۵) تبییض الصحیفه ، بحواله امام اعظم ابوحنیفه اور مخالفین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ص: ۷۳

بكر وعمر من كبار الصّحابة رضي الله تعالیٰ عنهم إلى كثرة اطلاعهم وقد كثرت رواية من دونهم بالنسبة إليهم". (۱)

یعنی امام ابو حنیفہ اگرچہ کثیر الحفظ تھے تاہم ان کی روایات کی قلّت کا سبب یہ ہے کہ آپ مسائل کے استنباط میں مصروف رہتے تھے۔ اور ایسے ہی امام مالک اور امام شافعی کی مرویات بعینہ کم ہیں بہ نسبت سماع کے۔ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق جیسے کبار صحابہ کی روایات کم ہیں باوجود یہ کہ وہ حضرات احادیث رسول کی کثرت معلومات والے ہیں اس کے برخلاف وہ حضرات جو کم رتبہ ہیں ان کی مرویات بہت ہیں۔

(۱۱) حضرت امام عیسیٰ بن ابان: "حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے کم تعداد میں حدیثیں مروی ہونے کی وجہ سے بعض مخالفین نے یہاں تک کہہ دیا کہ انھیں حدیث کا علم ہی نہیں تھا، جب کہ معاملہ یہ تھا کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے عظیم اور سب سے بڑے محدّث تھے، کمال ضبط کی شرط ان کی نگاہ میں تھی اس لیے روایتیں کم کرتے تھے"۔ (۲)

(۱۲) حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدّث دہلوی: آپ قلّت روایات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آوردہ اند کہ نزد امام اعظم ابو حنیفہ صندوقہا بود از صحائف حدیث و ممکن اشتغال وے و یاران وے در جانب فقہ و وضع مسائل، و استیعاب اصول و فروع، آں غالب افتاد، و سلسلہ روایت احادیث از ایشاں کمتر بر پا شد، نہ آنکہ تمسک و استدلال ایشاں باحادیث نبود حاشا۔" (۳)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس احادیث کے بہت صندوق تھے جن میں ان کی روایات کردہ احادیث تھیں۔ آپ کی روایت کی قلّت کا سبب معاذ اللہ یہ نہیں کہ حدیث جانتے نہ تھے بلکہ آپ کی روایات کے قلیل ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ اور آپ کے تلامذہ فقہ کے مسائل وضع کرنے میں مشغول ہوئے اور دین کے اصول و فروع کا احادیث کریمہ کی روشنی میں انتخاب فرمایا۔

(۱۳) مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی: محرّر مذہب حنفی حضرت امام محمد قدّس سرّہٗ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدّث بریلوی لکھتے ہیں: " امام اعظم حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں، دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ معلوم و معروف ہے۔" (۴)

(۱۴) شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی: قلّت روایت کا جواب دیتے ہوئے

---

(۱) شرح مسند ابی حنیفہؒ امام اعظم ابو حنیفہ اور اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ص:۷۶
(۲) کشف الاسرار :۲/۷۰۰، بیروت
(۳) شرح سفر السعادت ص:۱۹
(۴) فتاویٰ رضویہ :۲/۵۲٤

لکھتے ہیں: " بعض حضرات نے فرمایا کہ چوں کہ شرائط بہت سخت تھے، حضرت امام اعظم کے نزدیک صحت روایت کی شرط یہ ہے کہ سماع کے وقت سے روایت کے وقت تک راوی کو حدیث یاد ہو، دوسری شرط یہ تھی کہ حضرت امام اعظم روایت بالمعنٰی کے قائل نہ تھے، روایت باللفظ ضروری جانتے تھے، اس لیے روایت کم فرمائی۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ جس شان کے محدّث تھے اس کے لحاظ سے روایت کم ہیں، مگر یہ ایسا الزام ہے کہ امام بخاری جیسے محدّث پر بھی عائد ہے، انھیں چھ لاکھ احادیث یاد تھیں، جن میں ایک لاکھ صحیح یاد تھیں، مگر بخاری میں کتنی احادیث ہیں۔ وہ آپ کو معلوم ہے، غور کیجیے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صرف ڈھائی ہزار سے کچھ زیادہ ہیں کیا یہ تقلیل روایت نہیں ہے؟

پھر ان محدثین کی کوشش صرف احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھا۔ مگر حضرت امام اعظم کا منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت مشکل تھا۔ وہ امت مسلمہ کی آسانی کے لیے قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے منقّح مسائل اعتقادیہ و عملیہ کا استنباط اور ان کو جمع کرنا تھا۔ مسائل کا استنباط کتنا مشکل ہے، اس میں مصروفیت اور پھر عوام و خواص کو ان کے حوادث پر احکام بتانے کی مشغولیت نے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنی شان کے لائق بکثرت روایت کرتے" یہ صحیح ہے کہ محدثین نے بھی اپنی تصانیف میں ابواب قائم کرکے مسائل کا استنباط کیا ہے۔ اور جمع احادیث کی حیثیت ثانوی مقصد ہے۔ لیکن مجھے عرض کرنے دیجیے کہ یہ بھی فیض ہے حضرت امام اعظم کا۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی نے فرمایا:

"النّاس عيال في الفقه على أبي حنيفة من لم ينظر في كتبه لم يتبحّر في العلم ولايتفقّه." (۱)

سب لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں جس نے امام ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ کیا اسے علم میں تبحّر حاصل نہیں ہوا اور نہ وہ فقیہ ہوا۔ (۲)

(۱۵) شارح صحیح مسلم حضرت علّامہ غلام رسول سعیدی (پاکستان): قلّت روایت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "روایت حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت زیادہ محتاط تھے، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات سے بہت کم حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اور مقبول حدیث کے معاملے میں بھی یہ حضرات بہت سخت تھے، جب تک کسی حدیث پر اچھی طرح اطمینان نہ ہو جاتا اس وقت تک یہ لوگ کسی حدیث کو مقبول نہیں کہتے تھے، امام اعظم بھی اسی مکتب فکر سے متاثر اور اسی کے پیروکار تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے دوسرے محدثین کی طرح بے تحاشا روایت نہیں کی۔" (۳)

اللہ ربُّ العزت حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں راقم کا یہ علمی وتحقیقی خراج قبول فرمائے، آمین۔

---

(۱) تبييض الصحيفه ص:۱۸
(۲) نزهة القاری:۱۳۲۶؍۱۳۳
(۳) تذکرة المحدّثين ص:۸۸

امام اعظم ابو حنیفہ کی تابعیت

مفتی مختار عالم رضوی، ناظم اعلیٰ مدرسہ سلیمیہ فیض الاسلام، کمرہٹی، کولکاتا-۵۸

امام الائمہ، سراج الامہ، رئیس الفقہا، والمجتہدین، سید الاولیا، والمحدثین، مبشر مصطفیٰ، دعاے مرتضیٰ، سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائمۂ اربعہ میں ممتاز صفات اور منفرد خصوصیات کے حامل ہیں جو دوسرے ائمہ میں نہیں پائے جاتے۔ انھیں خصوصیات کی بنیاد پر محدثین کرام اور فقہاے عظام آپ کو ”امام اعظم“ کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔

آپ کی خصوصیتوں میں سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ ”تابعیت“ کی عظیم سعادت سے مشرف ہیں جب کہ ائمۂ اربعہ میں سے امام اعظم کے علاوہ کسی امام کو یہ منصب حاصل نہیں ہے، اسی شرف ”تابعیت“ کی وجہ سے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک واسطہ سے تلمّذ کا شرف حاصل ہے (یعنی وہ روایات جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف ایک واسطہ سے مروی ہے) یہ ایسی فضیلت ہے جس نے امام اعظم کو ان کے معاصرین اور بعد کے محدثین میں اسنادِ عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔

دوسرے ائمہ کے اسانید پر نظر ڈالیں مثلاً امام مالک، تبع تابعی ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی ثنائیات ہیں (یعنی وہ روایات جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو واسطے سے مروی ہیں)۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چوں کہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات ”ثلاثیات“ شمار کی جاتی ہیں (یعنی وہ روایتیں جو تین واسطوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں)۔

مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی بھی چوں کہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی اس فضیلت میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلم اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے عالی روایات ”رباعیات“ ہیں (یعنی وہ روایتیں جن کے سلسلۂ سند میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں)۔

بارہویں صدی کے آخر میں جب مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی نے ایک کتاب بنام ”تنویر الحق“ لکھی جس میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و تابعیت کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ سے امام اعظم کی روایت کو بھی ثابت

کیا۔ چوں کہ اس زمانے میں ہندوستان میں تحریک غیر مقلدین نے زور پکڑا اور تقلید وعدم تقلید کی بحثیں چھڑیں تو امام اعظم کی مخالفت میں ''تنویر الحق'' کے جواب میں غیر مقلدین کے عالم مولانا سید نذیر حسین دہلوی نے ''معیار الحق'' لکھی جس میں صحابہ سے امام اعظم کی رویت اور روایت دونوں کا انکار کیا۔ پھر ''معیار الحق'' کے جواب میں علمائے احناف کی طرف سے دو کتابیں لکھی گئیں ایک ''انتصار الحق'' مؤلفہ مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، دوسری ''مدار الحق'' مؤلفہ مولانا محمد شاہ صاحب صدیقی۔ ان دونوں کتابوں میں تابعیت پر تفصیلی بحث کی گئی اور دلائل سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ''تابعیت'' کو ثابت کیا گیا۔

تابعیت کیا ہے؟ علامہ محی الدین النوی ''تقریب'' میں تابعی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قيل هو من صحب صحابيا و قيل من لقيه و هو الأظهر. (ص:۲۱۲)

یعنی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت پائی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (متوفی: ۹۱۱ھ) تقریب نووی کی شرح ''تدریب الراوی'' میں عبارت بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقيل: (هو من لقيه) وإن لم يصحبه كما قيل في الصحابي وعليه الحاكم قال ابن الصلاح و هو اقرب قال المصنف وهو الأظهرقال العراقي وعليه عمل الأكثرين من أهل الحديث.[1]

یعنی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت سے مستفید نہ ہوا ہو، جیسا کہ صحابی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ یہی حاکم کی رائے ہے۔ ابن صلاح نے کہا ہے: ''یہی زیادہ قریب ہے۔ مصنف نے بھی اس کو زیادہ ظاہر بتایا ہے''۔ عراقی نے کہا ہے کہ محدثین میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے۔

علامہ سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ اہل فن کے نزدیک ''تابعیت'' کے لیے صرف رویت ہی کافی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

التابعي و هو من لقي الصحابي كذلك و هذا متعلق با للقي و هذا هوالمختار خلافا لمن اشترط في التابعى طول الملازمه أو صحة السماع أو التمييز.[2]

یعنی تابعی وہ شخص ہے جس نے اسی طرح صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی مذہب مختار ہے برخلاف ان

(۱) نتدریب الراوی، ج:٦، ص:۷۰۰، مکتبة طيبه
(۲) نز هته النظر شرح نخبته الفكر ص۱۰۲

لوگوں کے جو تابعی کے لیے طول ملازمت یا صحت سماع یا سن تمییز کو شرط قرار دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک تابعیت کے لیے مجرد لقا ہی کافی ہے۔

علامہ ملا علی قاری نے " شرح نخبة الفكر" میں تابعی کی تعریف میں اس قول "و هو من لقي الصحابي هذا هو المختار " کے تحت لکھا ہے کہ علامہ حافظ زین الدین عراقی نے کہا کہ اکثر علما کا اسی پر عمل ہے۔

مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

"إذا اختلفوا فيما بينهم قال عبد الله بن المبارك يؤ خذ بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ:لأنه كان من التا بعين و زا حمهم فی الفتویٰ." (۱)

یعنی جب احناف کا آپس میں اختلاف ہو تو عبد اللہ بن مبارک کے قول کے مطابق امام ابو حنیفہ کا قول قابل عمل ہوتا ہے کیوں کہ وہ "تابعی" ہیں اور دیگر تابعین کے فتاویٰ کے مقابل انھوں نے فتاویٰ پیش کیے۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمۂ اصول حدیث اور عام محدثین "تابعیت" کے ثبوت کے لیے صرف صحابی کی رویت کو کافی سمجھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

طوبیٰ لمن ر انی و اٰمن بي و طوبى لمن رأى من رأني.(رواه الطبراني والحاكم عن عبد الله بن بسرومرقات شرح مشكوة ،باب منا قب الصحابة)

یعنی اسے خوشی کا مژدہ ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

لا تمس النار مسلما رانی و را ى من رأنی. (۲)

یعنی اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

اس حدیث میں رویت کا لفظ مطلق ہے لہٰذا اس مطلق کو صحبت یا اس قسم کی کسی اور قید سے مقید کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے "المطلق یجری علی اطلاقه"۔ اب جائزہ لیا جائے کہ جمہور ائمۂ اصول حدیث اور عام محدثین کے فیصلہ کی روشنی میں امام اعظم ابو حنیفہ تابعی ہیں یا نہیں؟ امام اعظم نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے یا نہیں؟ انھوں نے کسی صحابی کو دیکھا ہے یا نہیں؟ ان کی کسی صحابی سے روایت ثابت ہے یا نہیں؟

نائب مفتی اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) فتاویٰ رضویه، ج:۵ قدیم، ص: ۴۷۶

(۲) رواه الترمذی و مشکوٰة، ص:۵۵٤

"اس کو معلوم کرنے کے لیے امام اعظم کی تاریخ پیدائش پر نظر ڈالنی ہوگی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ اس دنیا میں موجود تھے یا نہیں؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کس سنہ میں ہوئی؟ اس بارے میں دو قول مشہور ہے ۷۰ھ یا ۸۰ھ میں۔ زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں لیکن بہت سے محققین نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے اگر ۸۰ھ میں ولادت مانیں تو اس وقت یہ مندرجہ ذیل صحابۂ کرام مختلف دیار میں باحیات تھے:

(۱) حضرت انس بن مالک — بصرہ میں — (متوفی: ۹۲ھ یا ۹۳ھ)

(۲) حضرت مالک بن الحویرث — بصرہ میں — (متوفی: ۹۴ھ)

(۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی — مدینے میں — (متوفی ۸۸ھ یا ۹۱ھ)

مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں آپ سب کے اخیر ہیں۔

(۴) مالک بن اوس — مدینے میں — (متوفی: ۹۲ھ)

(۵) حضرت واثلہ بن الاسقع — شام میں — (متوفی: ۸۳ھ یا ۸۵ھ یا ۸۶ھ)

(۶) مقدام بن معدیکرب — شام میں — (متوفی: ۸۷ھ)

(۷) حضرت ابو اُمامہ باہلی حمصی — شام میں — (متوفی ۸۶ھ)

(۸) ابو الطفیل عامر بن واثلہ — بروایت مکہ میں — (متوفی ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ)۔

(۹) حضرت عمرو بن حُریث — کوفے میں — (متوفی: ۸۵ھ)۔

(۱۰) حضرت عبد اللہ بن اوفیٰ — کوفے میں — (متوفی ۸۷ھ)

کوفے میں وصال فرمانے والے صحابۂ کرام میں سب سے آخر ہیں۔

(۱۱) حضرت ابو امامہ انصاری — (متوفی: ۱۰۰ھ)

(۱۲) حضرت سائب بن خلاد — (متوفی: ۹۱ھ)

(۱۳) حضرت ابو البدّاح — (متوفی: ۱۱۷ھ)

(۱۴) محمود بن ربیع — (متوفی: ۹۱ھ)

(۱۵) محمود بن لبید — (متوفی: ۹۶ھ)

(۱۶) قبیصہ بن ذویب — (متوفی: ۸۶ھ)

(۱۷) حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری — (متوفی: ۸۱ھ)

(۱۸) حضرت عبد اللہ بن جزء مصر میں — (متوفی: ۸۵ھ)

(۱۹) سائب بن یزید — (متوفی: ۸۰ھ یا ۸۲ھ یا ۹۱ھ یا ۹۴ھ)

بر بنائے تحقیق جب امام اعظم کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی ہے تو مزید ان صحابۂ کرام کا زمانہ بھی انھیں نصیب ہوا۔

(۲۰)حضرت جابر بن عبداللہ انصاری	مدینے میں	(متوفی:۴۰ےھ)
(۲۱)حضرت ابوسعید خدری	مدینے میں	(متوفی:۴۰ےھ)
(۲۲)حضرت سلمہ بن اکوع	مدینے میں	(متوفی:۴۰ےھ)
(۲۳)حضرت رافع بن خدیج	مدینے میں	(متوفی:۳۰ےھ)
(۲۴)حضرت جابر بن سمرہ	کوفے میں	(متوفی:۴۰ےھ)
(۲۵)حضرت ابوحذیفہ	کوفے میں	(متوفی:۴۰ےھ)
(۲۶)حضرت زید بن خالد	کوفے میں	(متوفی۷۸ھ)

(۲۷)حضرت محمد بن حاطب بروایتے کوفے بروایتے مکے میں (متوفی:۴۰ےھ)

(۲۸)حضرت ابوثعلبہ خشنی	(متوفی:۵۰ےھ)
(۲۹)حضرت عبداللہ بن بُسر	(متوفی:۴۰ےھ)
(۳۰)سائب بن خباب	(متوفی:۴۰ےھ)

اگر کچھ اور کوشش کی جاتی تو یہ تعداد اور بڑھ جاتی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے کم سے کم سات صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے:

(۱)حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۹۱ ھ یا ۹۳ھ)ان کو حضرت امام اعظم نے کئی بار دیکھا ہے۔ فرمایا کہ وہ سرخ خضاب استعمال کرتے تھے۔

(۲)حضرت عبداللہ بن اوفیٰ (متوفی:۸۷ھ)۔

(۳)سہل بن سعد ساعدی (متوفی:۸۸ھ یا ۹۱ھ)

(۴)حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ (متوفی:۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ)

(۵)عمرو بن حُریث (متوفی:۸۵)۔

(۶)عبداللہ بن حارث بن جَزء (متوفی:۸۵ھ)۔

(۷)حضرت واثلہ بن الاسقع (متوفی ۸۳ھ یا ۸۵ھ یا ۸۶ھ)"۔ (۱)

جب کہ بعض محققین کے نزدیک ان حضرات کے علاوہ بھی اصحاب رسول کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے۔ امام اعظم کی سن ولادت سے واضح ہو گیا کہ اس زمانے میں صحابۂ کرام موجود تھے۔ امام اعظم نے ان میں سے بعض صحابہ کی زیارت بھی کی بلاشبہ امام اعظم تابعیت کی عظیم سعادت سے سرفراز ہوئے اس لیے

(۱) مقدمہ نزھۃ القاری، ص:۱۱۵،۱۱۴بحوالہ اسد الغابہ، ج:۲، ص:۳۲۲

وہ تابعی ہیں۔

علامہ کوثری مصری علیہ الرحمۃ نے امام اعظم کی ولادت ۷۰ھ کو دلائل و قرائن سے ترجیح دی ہے:

"امام اعظم ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے، وہاں صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی اور ان سے حدیث سنی۔ ۹۶ھ کو پھر حج میں گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے۔" (۱)

علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام ابو معشر طبری شافعی علیہ الرحمۃ نے ایک رسالہ میں صحابہ کرام سے امام اعظم کی مروی احادیث بیان کی ہیں اور فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان سات صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے:

(۱) سیدنا انس بن مالک	(۲) سیدنا عبد اللہ بن حارث بن جزء
(۳) سیدنا جابر بن عبد اللہ	(۴) سیدنا معقل بن یسار
(۵) سیدنا واثلہ بن اسقع	(۶) سیدنا عبد اللہ بن انیس

(۷) سیدتنا عائشہ بنت عجرد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا انس سے تین حدیثیں، سیدنا واثلہ سے دو حدیثیں جب کہ سیدنا جابر، سیدنا عبد اللہ بن انیس، سیدتنا عائشہ بنت عجرد اور سیدنا عبد اللہ بن جزء سے ایک ایک حدیث روایت فرمائی ہے۔ آپ نے سیدنا عبد اللہ بن اوفیٰ سے بھی ایک حدیث روایت فرمائی ہے اور یہ تمام احادیث ان طریقوں کے سوا بھی وارد ہوئی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (۲)

سات صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنے کا ذکر خود امام اعظم نے بھی کیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے: "میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سات صحابہ سے ملا ہوں اور میں نے ان سے احادیث سنی ہیں"۔ (۳)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام کی رویت و ملاقات بھی حاصل ہے اور آپ نے ان سے روایت بھی کی ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سن ولادت اور صحابۂ کرام کے سن وصال پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان صحابہ سے ملاقات عین ممکن ہے لیکن تحقیق طلب یہ امر ہے کہ ان حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ اس بحث کے دو پہلو ہیں۔ ایک عقلی، دوسرا نقلی۔

عقلی تو یہ کہ امام صاحب کے خاندان والوں کا یہ دستور تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان کے لیے دعا کرواتے تھے، جیسا کہ آپ کے والد حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور آپ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ صاحب در مختار نے لکھا

---

(۱) اما م اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ از علامہ تراب الحق، بحوالہ سوانح بے بہا ے امام اعظم، ص: ٦٢ بحوالہ مقدمہ انوار الباری

(۲) امام اعظم از علامہ شاہ تراب الحق، ص :٥ ، بحوا لہ تبییض الصحیفہ،ص:٧

(۳) امام اعظم از علامہ شاہ تراب الحق ص ٥ بحوالہ مناقب للموفق: ٦٠

ہے کہ آپ نے ۵۵ر حج ادا فرمائے ہیں۔ حضرت امام اعظم کی کل عمر حسب قول مشہور ۷۰ر سال تھی اس لیے ظاہر ہے کہ آپ نے بیس سال کی عمر تک کم از کم پانچ حج ضرور ادا فرمائے ہوں گے اور یہ بات تو سراسر بعید از عقل ہے کہ آپ حج کے دوران صحابہ کی زیارت سے محروم رہے۔ جب کہ صحابہ خصوصی مجالس بھی منعقد کرتے تھے اور اس میں احادیث بھی بیان کرتے تھے اس لیے عین ممکن ہے امام اعظم نے صحابہ کی زیارت فرمائی اور نقل روایت کی بنیاد پر امام اعظم کی ''تابعیت'' کو طے کرنے کا حق سب سے زیادہ محدثین و مؤرخین ہی کو ہے جب کہ تمام تراجم ورجال کی کتابیں امام اعظم کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس امر پر کہ آپ نے اصحاب النبی سے روایت کی ہے یا نہیں؟

ملا علی قاری (متوفی: ۱۰۱۴ھ) مؤطا امام محمد کی شرح میں رقم طراز ہیں:

إن أبا حنيفة تابعى بلا خلاف كما بينته في سند الأنام في شرح مسند الإمام اھ.

یعنی امام ابو حنیفہ بغیر کسی اختلاف کے تابعی ہیں جیسا کہ میں نے ''سند الأنام في شرح مسند الإمام'' میں بیان کیا ہے۔

حافظ خطیب بغدادی ''تاریخ بغداد'' میں فرماتے ہیں:

رأى أبو حنيفه أنس بن مالك.

یعنی امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے۔

حافظ ذہبی ''تذكرة الحفاظ'' میں فرماتے ہیں:

رأى أنس بن مالك غير مرة لماقدم عليهم الكوفة رواه ابن سعد عن سيف بن جابر أنه سمع أبا حنيفة يقول.

یعنی امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کہ وہ کوفہ میں آئے متعدّد بار دیکھا ہے۔

اس بات کو ابن سعد نے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) ''تهذيب التهذيب'' میں امام ابو حنیفہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

رأى انسا و روٰى عن عطاء بن رباح.

یعنی امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے۔

ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابو حنیفہ کی تابعیت کو دلائل کے ساتھ بھی بیان فرمایا ہے ان کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة لأنه ولد بالكوفه سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة عبد الله بن أبي أوفي فإنه مات بعد ذلك بالإتفاق ،و بالبصرة يومئذ انس بن مالك ومات سنة تسعين أو بعدها ،قد أورد ابن سعد بسند ''لا بأس به'' إن أبا

حنيفته رأى انساو كان غير هٰذ ين من الصحابة أحياء في البلاد.

و قد جمع بعضهم جزءا فيما ورد من رواية أبي حنيفة عن الصحابة لكن لا يخلو اسناده من ضعف والمعتمد على إدراكه ما تقدم وعلى رؤيته لبعض الصحابة ما أورده ابن سعد في الطبقات ،فهو بهذا الإعتبار من طبقة التابعين.(۱)

امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے کیوں کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ کوفہ میں ہوئی اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ موجود تھے کیوں کہ ان کی وفات بالاتفاق ۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اور ان دنوں بصرہ میں انس بن مالک موجود تھے اس لیے کہ ان کی وفات ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوئی ہے۔ اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے بیان کیا کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے، نیز ان دونوں اصحاب کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ مختلف شہروں میں بقید حیات تھے اور بعض علمانے امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کو خاص جلد میں جمع کیا ہے لیکن ان کی سندیں ضعف سے خالی نہیں ہیں، امام ابو حنیفہ کا صحابہ کے زمانے کو پانے کے متعلق قابل اعتماد بات وہی ہے جو گزر چکی اور بعض صحابہ کو دیکھنے کے بارے میں قابل اعتماد بات وہ ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے لہٰذا اس اعتبار سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں الخ۔

علامہ ذہبی نے "مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه" میں علامہ جلال الدین سیوطی نے "تبييض الصحيفه" میں علامہ شمس الدین دمشقی نے "عقود الجمان" میں اتفاق کیا ہے اور علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

"إنه أدرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذٰلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام، والحمادين بالبصرة ،والثوري با لكوفة و مالك بالمدينة المشرفة، والليث بن سعد بمصر." (۲)

امام ابو حنیفہ نے اپنی پیدائش سن ۸۰ھ کے بعد صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے جو کوفہ میں تھے اس لیے وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں، اور یہ شرف ان کے معاصر محدثین وفقہا جیسے شام میں امام اوزاعی، بصرہ میں امام حماد بن سلمہ، امام حماد بن زید، کوفہ میں امام سفیان ثوری، مدینہ میں امام مالک، اور بصرہ میں امام لیث بن سعد کو حاصل نہیں ہوسکا۔

امام خوارزمی نے " مسند امام" میں لکھا ہے کہ علما اس بات پر متفق ہیں کہ امام نے اصحاب رسول اللہ سے روایت کی لیکن ان کے عدد میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا کہ چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعض نے کہا کہ پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضوں کا قول ہے کہ سات مرد اور ایک عورت سے روایت کی پہلے قول پر انس

(۱) تبييض الصحيفة ص ۲۵،۲۶

(۲) الخيرات الحسان فصل: سادس ،ص: ۲۱

بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ بن حارث بن جز زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد ہیں اور تیسرے قول پر معقل بن یسار زائد ہیں اور قول ثانی پر جابر اور معقل داخل نہیں ہیں اور ابو الطفیل ہر ایک قول میں مذکور ہیں انتہی۔ (١)

الحمد للہ مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعدّد صحابۂ کرام سے روایت کرنا ثابت ہو گیا اور اس سلسلے میں محدث ابو قاسم علی ابن کاس حنفی بھی جو دار قطنی کے استاد ہیں فرماتے ہیں:

من فضا ئله أنه روى عن أصحاب رسول الله ﷺ فإن العلماء اتفقوا على ذلك واختلفو في عددهم فمنهم من قال إنهم ستة و امرأة ومنهم من قال خمسة وامرأة و منهم من قال سبعة وامرأة. (٢)

یعنی امام ابو حنیفہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کی انھوں نے رسول ﷺ کے صحابہ سے روایت کی ہے، علما کا اس امر پر اتفاق ہے، البتہ صحابہ کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء ہیں بعض چھ صحابی اور ایک صحابیہ بیان کرتے ہیں جب کہ بعض پانچ اور ایک صحابیہ اور بعض سات اور ایک صحابیہ بتاتے ہیں۔

ملا علی قاری، حافظ خطیب بغدادی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ ذہبی، علامہ شمس الدین دمشقی، علامہ محدث ابو قاسم علی بن کاس مذکورہ محدثین و حفّاظ کے علاوہ متقدمین اور متأخرین کی ایک بڑی جماعت مثلاً حافظ ابو نعیم اصبہانی، حافظ ابن عبد البر، ابن الجوزی، امام سمعانی، حافظ عبد الغنی مقدسی، حافظ زین الدین عراقی، ولی الدین عراقی ابن الوزیر یمانی، وغیرہ ائمہ حدیث نے بھی سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تابعیت کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے صحابہ سے روایت کو بھی ثابت فرمایا ہے حالاں کہ ان میں سے سب حنفی مسلک کے نہیں ہیں بلکہ شافعی مسلک کے بھی ماننے والے ہیں۔

صحابیت کے بعد تابعیت سے بڑھ کر اسلام میں کوئی مقام و مرتبہ نہیں اور ائمۂ مجتہدین میں یہ مرتبۂ عالی سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو ملا ہے بلا شبہ وہ تابعی ہیں اور ان احادیث رسول ﷺ کے مصداق ہیں۔

"میری امت میں سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں"۔ (بخاری، مسلم)

"اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا"۔ (ترمذی مشکوٰۃ)

---

(١) حدائق الحنفیہ ص:٥٠

(٢) رسالہ فی مناقب الائمۃ الا ربعۃ

امام اعظم ابو حنیفہ کا تبحر علمی

مولانا شہباز احمد مصباحی پوکھریروی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علم وفضل کی وجہ سے دنیا کے گوشے گوشے میں معروف ومشہور ہیں۔ فقہ واستنباط کی حیثیت سے جو مقام آپ کو حاصل ہے، وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آیا۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت واستعداد کے ذریعہ علم وعرفان کے وہ بیل بوٹے اگائے جن سے علما ہمیشہ متمتّع ہوتے رہیں گے۔ قرآن وحدیث، کلام وفقہ اور دوسرے رائج دینی علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے بلکہ فقہ کا تو آپ کو موجد ومدون اول کہا جاتا ہے۔ آپ کے تبحر علمی کا صحیح اندازہ مجھ جیسے ہیچ مداں کے بس کا روگ نہیں، مگر ماہرین کے رشحاتِ قلم سے خوشہ چینی کرتے ہوئے کچھ جھلکیاں پیش ہیں:

آپ کی تعلیم: امام اعظم، تحصیل علم کے اعتبار سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرکے تجارت شروع کی تھی؛ لیکن پھر امام شعبی سے ملاقات ہوئی انھوں نے آپ کی پوشیدہ ذہانت وفطانت کو بھانپ لیا اور آپ کو تعلیم جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے اولاً علم کلام کی طرف توجہ دی، اور اس میں کمال حاصل کرکے گمراہ فرقوں سے مناظرہ کرنے لگے۔ لیکن پھر آپ نے دیکھا کہ اسلاف اس علم کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور لوگوں کو اس کی بہ نسبت مسائل کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اس لیے آپ نے فقہ کی طرف توجہ دی۔ چونکہ مسائل کے استنباط واستخراج کے لیے قرآن وحدیث کو سمجھنا اور اس کے ناسخ ومنسوخ کو جاننا ضروری ہے اس لیے آپ نے ان میں خوب مہارت حاصل کی۔ قرآن تو آپ کے دور میں مدون ہو چکا تھا؛ لیکن احادیث کا ذخیرہ جابجا بکھرا ہوا تھا اس لیے آپ نے ان شہروں کا دورہ کیا جہاں محدثین موجود تھے۔

حدیث کی تحصیل: آپ نے کی تحصیل حدیث کا آغاز کوفہ سے کیا۔ اس زمانے میں کوفہ علم حدیث کے ماہرین سے بھرا ہوا تھا۔ امام اعظم نے ان تمام محدثین سے اخذ حدیث کیا۔ ان میں سے بعض مشائخ کی تفصیل یہ ہے:

امام عامر شعبی: انھوں نے پانچ سو صحابہ کرام کا زمانہ پایا۔ خود فرماتے تھے کہ بیس سال ہوئے، میرے کان میں کوئی حدیث ایسی نہ پڑی جس کا علم مجھے پہلے سے نہ ہو۔

امام شعبہ: انھیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ سفیان ثوری نے انھیں امیر المومنین فی الحدیث کہا۔ امام شافعی نے فرمایا: ” شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی “۔ امام شعبہ کو امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا فرماتے تھے: ” جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے، اس طرح یقین سے کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشیں ہیں “۔

امام اعمش: مشہور تابعی ہیں شعبہ و سفیان ثوری کے استاذ ہیں، حضرت انس اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے ملاقات ہے۔ امام اعظم آپ سے حدیث پڑھتے تھے اسی دوران انھوں نے آپ سے مناسک حج لکھوائے۔ واقعہ یو ں ہوا کہ امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیے انھوں نے امام اعظم سے پوچھا: ” آپ کیا کہتے ہیں؟ “ امام اعظم نے ان سب کے احکام بیان فرمائے۔ امام عمش نے پوچھا: ” کہاں سے یہ کہتے ہو “ فرمایا:]آپ کی ہی بیان کردہ احادیث سے “۔ اور ان احادیث کو مع سندوں کے بیان کردیا۔ امام اعمش نے فرمایا بس بس میں نے جتنی حدیثیں ۱۰۰/ دن میں بیان کیں وہ سب آپ نے ایک ہی دن میں سناڈالیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ حدیث میں یہ عمل کرتے ہیں “ پھر فرمایا: ” معشر الفقهاء أنتم الأطباء و نحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين “. اے فقہا کی جماعت! تم طبیب ہو اور ہم محدثین دوا والے ہیں اور اے شخص! تم نے دونوں حاصل کرلیا۔ امام اعظم کے تعلق سے یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔ اس واقعہ سے آپ کی محد ثانہ شان، روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے ساتھ ہی ساتھ ملکۂ استنباط کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے۔

امام حماد: حدیث وفقہ کے عظیم استاذ ہیں۔ امام اعظم۔ آپ سے کافی عرصہ تک درس لیتے رہے۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی تھی۔ ان کے علاوہ امام اعظم نے مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بھی وہاں کے فقہا محد ثین سے علم حدیث حاصل فرمایا۔ چونکہ آپ نے ۵۵/ حج کیے اس لیے ایام حج میں خاص طور سے وہاں کے اجلّہ علما سے استفادہ کا موقع مل جاتا۔ اس طرح آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچ جاتی ہے اساتذہ کی یہ کثرت آپ کے تبحر علمی کا پتہ دیتی ہے۔

ان اساتذہ سے کسب فیض کر کے آپ نے وہ مہارت وکمال حاصل کیا کہ بڑے بڑے علما آپ کی حذاقت کے معترف ہوگئے۔ اس سلسلے میں چند اقوال درج کیے جاتے ہیں جو آپ کے علمی کمالات پر شاہد ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا: ” امام ابو حنیفہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ میری آنکھوں نے ان کا مثل نہیں دیکھا “۔

حفض بن غیاث نے کہا: ” امام ابو حنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو احکام میں مفید اور صحیح ہوں “۔

ابو علقمہ نے بیان کیا: ” میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی بہت سی حدیثیں، امام ابو حنیفہ پر پیش کیں تو انھوں

نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا۔ اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں کیوں نہیں سنا دیں"۔

امام شافعی نے فرمایا: "لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے ایسے ہی محتاج ہیں جیسے بچے اپنی پرورش میں ماں باپ کے محتاج ہوتے ہیں"۔

امام مالک سے پوچھا گیا کیا آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا؟ انھوں نے کہا: "ہاں دیکھا، وہ ایسا شخص ہے کہ اگر اس ستون کو کہہ دے کہ سونے کا ہے تو دلائل قائم کر کے ثابت کر دے گا کہ سونے کا ہے"۔

ابن حجر نے خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ اسرائیل بن یوسف روایت کرتے ہیں: "ابو حنیفہ نعمان اچھے شخص تھے جن احادیث میں فقاہت ہے، کوئی ان کا حافظ ان کے مثل نہ تھا اور نہ ہی ان کے منطوق ومفہوم کا اعلم تھا"۔

خارجہ بن مصعب نے کہا: "میں نے ایک ہزار علما سے ملاقات کی ہے، لیکن علم وعقل میں ابو حنیفہ جیسا کسی کو نہیں پایا"۔

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب کوئی مسئلہ امام کی مجلس میں زیر تحقیق ہوتا تو کوفہ کی دوسری علمی مجالس اور محدثین سے مراجعت کی جاتی۔ فرماتے ہیں کہ مجھے تلاش سے جو حدیثیں ملتیں، امام کی خدمت میں حاضر ہوتا، وہ بتاتے: "ان میں فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں صحیح نہیں ہے اور میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ صحیح حدیث کے مطابق ہے" میں نے پوچھا: "آپ کو ان حدیثوں کا علم کیسے ہوا؟ جواب دیتے: "کوفہ میں جتنا علم ہے وہ سب میرے پاس ہے"۔

اسی طرح اور بہت سے اقوال ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ امام اعظم، علم کے بحر ذخار تھے۔ خاص طور سے فن حدیث میں آپ بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ کو کبار تابعین سے تو سماع حدیث کا شرف حاصل ہی تھا، ساتھ ہی ساتھ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی سماع حدیث کی عظیم فضیلت حاصل تھی۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان روایات کو اپنی کتاب "تبییض الصحیفہ" میں نقل کیا ہے، ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

"عن ابی یوسف عن ابی حنیفة سمعت انس بن مالك یقول: سمعت رسول الله ﷺ، یقول:" طلب العلم فریضة علی کل مسلم"

"عن ابی یوسف عن ابی حنیفة سمعت انس بن مالك، یقول: سمعت رسول الله ﷺ، یقول:" الدال علی الخیر کفاعله"

تصانیف: امام اعظم نے فقہ وعقائد، اصول وادب وغیرہ پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

فقہ اکبر: اہل سنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے، اور بہت معروف ومشہور ہے۔ اس کی متعدّد شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے مقبول حضرت ملا علی قاری کی شرح ہے۔

کتاب الرد علی القدریہ: یہ فرقہ قدریہ کے رد میں ہے اور اپنے موضوع پر نایاب ہے۔

کتاب اختلاف الصحابہ: اس میں صحابہ کرام کے اختلاف کو واضح کیا گیا ہے۔

کتاب الآثار: یہ احادیث کا مجموعہ ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم جو احادیث اپنے تلامذہ کو سناتے وہ اس کا املا کر لیتے، اور پھر اپنی سماعت کے اعتبار سے مرتب کر دیتے، کتاب الآثار کے راوی متعدّد تلامذہ ہیں جن کی طرف منسوب ہو کر علیحدہ علیحدہ نام سے مشہور ہے۔

(۱) کتاب الآثار	بروایت امام ابو یوسف
(۲) کتاب الآثار	بروایت امام محمد
(۳) کتاب الآثار	بروایت امام حماد بن امام اعظم
(۴) کتاب الآثار	بروایت امام حفص بن غیاث
(۵) کتاب الآثار	بروایت امام زفر
(۶) کتاب الآثار	بروایت امام حسن بن زیاد

مسانید: یہ بھی احادیث کا مجموعہ ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جن شیوخ سے احادیث کو روایت کیا بعد میں محدثین نے ہر ہر شیخ کی مرویات کو علیٰحدہ علیٰحدہ کر کے مرتب کر دیا۔ ان مجموعوں کی ایک لمبی فہرست ہے ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مسند امام ابو حنیفہ	مرتب	امام حماد ابن ابو حنیفہ
(۲) مسند الامام	مرتب	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم
(۳) مسند الامام	مرتب	امام محمد بن حسن شیبانی
(۴) مسند الامام	مرتب	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی
(۵) مسند الامام	مرتب	حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدلی جرجانی

اربعینات: امام اعظم کی مرویات سے متعلق بعض حضرات نے اربعین بھی تحریر فرمائی ہے مثلا: الاربعین من روایات نعمان سید المجتہدین، مرتب: مولانا محمد ادریس نگرامی۔ الاربعین، مرتب: شیخ حسن محمد بن شاہ محمد ہندی۔ ان کے علاوہ ان احادیث کو بھی بعض لوگوں نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے جن میں امام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک واسطہ ہے جیسے جزء ماروا ہ ابو حنیفہ عن الصحابہ۔

قلت روایت: ان سب کے باوجود بعض معاندین، آپ کی محدثانہ شان پر اعتراض کرتے ہیں اور آپ کی حدیث دانی پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

بلکہ بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ امام ابو حنیفہ تک صرف سترہ حدیثیں پہنچیں۔

یہ تو حقیقت ہے کہ امام اعظم جس شان کے محدث تھے اس اعتبار سے آپ سے روایت کم ہے؛ لیکن اس کے پیچھے کئی اسباب ہیں جن پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی۔ اختصار کے ساتھ ان میں سے کچھ کی نشان دہی کی جاتی ہے: ملا علی قاری رحمہ الباری نے شرح مسند امام اعظم ابو حنیفہ میں لکھا ہے کہ چونکہ امام، دلائل سے استخراج مسائل میں مشغول تھے اس لیے ان سے قلیل روایت ظاہر ہوئی۔ جیسے اجل صحابہ ابو بکر و عمر جب امر اعظم واہم میں مشغول تھے تو ان سے قلیل روایتیں ظاہر ہوئیں اور یہ بات قابل توجہ ہے کہ جس شخص کا علم کتاب وسنت کا احاطہ نہ کیے ہو، وہ کیوں کر امت کا امام و مقتدیٰ متصور ہو سکتا ہے اور کیوں کر تمام فقہا، اس کے عیال ہو سکتے ہیں۔ خصوصا صدر اول میں جب کہ بہت سے ائمہ و مجتہدین موجود تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک نقل روایت کی شرطیں بہت احوط درجہ کی ہیں۔ مثال کے طور پر طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف سے روایت کی۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: "کسی شخص کو لائق نہیں کہ کسی حدیث کو روایت کرے، مگر اس وقت جب کہ وہ اس کو روز سماعت سے لے کر روایت کے دن تک بعینہ یاد رکھے"۔ اور جیسے صحابہ سے ایک جماعت اتقیا نے روایت کیا ہو وغیرہ۔

تیسری اہم وجہ یہ کہ آپ روایت بالمعنیٰ کو جائز نہیں سمجھتے۔ اس وجہ سے بھی آپ سے روایتیں کم ظاہر ہوئیں۔

یہ سراج الائمہ، امام اعظم علیہ الرحمۃ کے علمی مقام کی ہلکی سی جھلک تھی جسے میں نے اپنی معلومات کے اعتبار سے مختصراً قلم بند کر دیا۔ لیکن آپ کی اصل تبحر علمی کو سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ آپ امام المجتہدین ہیں جب کہ نفس اجتہاد کی جو شرطیں ہیں اور اس کے لیے جو علوم وفنون درکار ہیں، ان کے حامل اس امت میں بہت کم پائے گئے۔ اللہ رب العزت ہم تمام مسلمانوں کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

ماخذ:

(۱) تبییض الصحیفہ　(۲) حدائق حنفیہ　(۳) خیرات الحسان　(۴) موفق للکردری
(۵) نزہۃ القادری　(۶) مقدمہ جامع الاحادیث　(۷) شرح سفر السعادت وغیرھا۔

☆☆☆☆

مناقبِ امامِ اعظم

مفتی اشرف القادری نوری تیغی، شرعیہ خانقاہ قادری نینھی شریف ضلع مہوتری (نیپال)

اولاً فقہ واصول فقہ کی تعریف اور اس کی شرعی حیثیت بیان کی جاتی ہے اس کے بعد امام اعظم کی شان عظیم سے مقالہ کو زیب وزینت وعظمت وسعادت دی جائے گی۔

فقہ: علم بالشئی کا نام ہے لغۃً مگر یہ علم شریعت کے ساتھ مخصوص ہوگیا اور اصولیین کی اصطلاح میں فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ہے جو شریعت کے ادلۂ تفصیلیہ سے حاصل ومکتسب ہوں۔

دلائل شرع واصول شریعت چار ہیں: (۱) کتاب اللہ۔ (۲) سنت رسول اللہ۔ (۳) اجماع امت۔ (۴) قیاس شرعی۔

اصول فقہ: دلائل واحکام کے علم کا نام ہے۔ **فقہ:** عند الفقہاء حفظ فروع کا نام ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک جمع بین العلم والعمل کا نام ہے۔ علم فقہ کا موضوع فعل مکلف ثبوتاً یا سلباً ہے۔

مکلّف وہ ہے جس پر شرع کا حکم نافذ ہو اور وہ عاقل وبالغ ہے مرد ہو یا عورت۔ فقیہ عند الفقہاء صرف مجتہد ہے جو احکام شرع کو ان کے دلائل شرعیہ سے جانتا ہے اور اس کا اطلاق مقلد حافظ مسائل شرعیہ پر مجازاً ہے۔ تعریف میں علم سے مراد وہ ادراک ہے جو یقین وظن دونوں پر صادق ہو۔ جیسا کہ منطقی اصطلاح ہے۔ اصطلاح کا معنی اتفاق ہے اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے طائفہ مخصوصہ کا کسی شئ کے معنی اصلی سے دوسرے معنی کی طرف اخراج۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر جو بطریق اجتہاد حاصل ہو فقہ کا اطلاق نہ ہوگا اس اعتبار سے کہ وہ حکم کی دلیل شرعی ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ وہ دلیل شرعی سے حاصل ہوا اس پر فقہ اصطلاحی کا اطلاق ہوگا۔

اللہ عزوجل نے فقہ کی تعریف میں فرمایا:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا[1]

حکمت کی تفسیر اصحاب تفسیر نے علم فروع سے فرمائی جو علم فقہ ہے۔

اور شارع علیہ السلام نے فرمایا: من يرد الله به خيراً يفقهه فى الدين.

---

(۱) البقرة: ٢٦٨

فقہ کا مطلقاً انکار کفر ہے اور اجماع امت وقیاس شرعی کی حجیت کا انکار بھی کفر ہے۔

قیاس شرعی (اجتہاد) کا رد اکثر شریعت محمدیہ کے رد و ابطال کو مستلزم ہے اور یہ ذی علم وعقل پر روشن ہے۔ اور فقہاے اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل جو مجتہدین فی الشرع تھے جن کی جلالت و شان اور اجتہاد فی الشریعۃ پر امت مرحومہ کا اجماع واتفاق ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے دستور شریعت کا اتباع و تقلید غیر مجتہد علما وعامۃ المسلمین پر واجب ہے، اس وجوب پر بھی امت مرحومہ کے علما، عمائد اور اولیا کا اتفاق ہے۔

دو صدی ہجری کے بعد سے امت کے سواد اعظم کے علما و صلحا کا اس پر اجماع ہے۔ بارہویں صدی کے اوائل میں ایک بلید وقلیل العلم مولوی محمد بن عبد الوہاب نجدی نے (جس کی پیدائش ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۵ھ کو بمقام (نجد) عینیہ میں ہوئی اور وفات ۱۲۰۶ھ میں بمقام درعیہ (نجد) میں ہوئی ابن تیمیہ و ابن قیم کی تقلید واتباع میں ترک تقلید کی تعلیم دی اور مسلک سواد اعظم اہل سنت وجماعت سے خروج وبغاوت کی۔ ۱۳۴۴ھ میں اس کے متبعین نے حرمین شریفین پر حملہ کرکے وہابی خارجی کی حکومت قائم کرلی۔ پہلا حملہ نجدی وہابی سعود نے ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں کیا، خوب غارت گری وسفاکی کی اور حکومت قائم کرلی۔

پھر جب سلطان محمود غازی ترکی کا بادشاہ ہوا اس نے مصر کے والی محمد علی پاشا کے پاس شاہی فرمان بھیجا کہ وہابیوں ونجدیوں سے جہاد کرکے حرمین سے ان کو نکال دیں۔ محمد علی پاشا نے ابراہیم پاشا کو اسلامی فوج کا افسر بناکر جہاد کے لیے بھیجا۔ اس نے وہابیوں کے لشکر کو شکست دے کر اس کی حکومت کا خاتمہ کردیا یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ کا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

كما وقع في زماننا في أتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين و كانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا أنهم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم مشركون فاستباحوا بذٰلك قتل أهل السنة و قتل علمائهم حتیٰ كسر الله تعالیٰ شوكتهم و خرب بلادهم و ظفر عليهم عساكر المسلمين عام ثلث و ثلٰثين و مأتين و الف.(۱)

جیسا کہ ہمارے زمانے میں واقع ہوا عبد الوہاب کے متبعین میں جنہوں نے نجد سے خروج کیا اور حرمین پر غلبہ کیا اور وہ مذہب حنبلی کے مدعی تھے لیکن ان کا اعتقاد تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور ان کے عقائد کے جو مخالف ہیں وہ مشرک ہیں، اسی وجہ سے انھوں نے افراد اہل سنت اور علماے اہل سنت کا قتل جائز قرار دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی وران کے شہروں کو ویران کردیا اور ان پر لشکر مسلمین کو فتح دی ۱۲۳۳ھ میں۔

پھر ۱۳۴۴ھ میں انگریزوں کی شہ پاکر، والی نجد ابن سعود نے حرمین پر حملہ کیا اور قبضہ کرلیا اور اپنی حکومت قائم کرلی۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا آپ کے چار سال بعد سے حرمین پر نجدیوں کی حکومت

(۱) رد المحتار، ج: ٦، ص: ٣١٦

قائم ہوئی جو آج تک برقرار ہے۔ علامہ شامی کا وصال ۱۲۵۲ھ میں ہوا علامہ شامی کی تصریح سے ثابت ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین باغی و خارجی تھے، مسلمانان اہل سنت کو کافر کہتے اور سمجھتے۔ اور اس طرح خود بدترین کافر ہوگئے لیکن خارجیوں کی طرح اس کا انھیں شعور نہ تھا۔

الحاصل: وہابی مذہب و مشرب غلط اور باطل ہے اور اس پر چلنے والے گمراہ وجہنمی ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے شیخ وامام حسین احمد ٹانڈوی نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں لکھا: "صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی، نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چوں کہ خیالات باطلہ و عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے باکی کے الفاظ استعمال کیے۔ الحاصل (محمد بن عبدالوہاب) ایک ظالم و باغی، خونخوار و فاسق شخص تھا۔" (مختصراً)

محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانانِ دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا، ان کے اموال کو چھین لینا صرف حلال اور جائز نہیں بلکہ واجب ہے۔ شان نبوت و حضرت رسالت میں وہابیہ نہایت گستاخی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات، خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے (مختصراً) یہ شیخ دیوبند کا بیان ہے۔

مگر حسرت وماتم اس بات پر ہے کہ وہابیوں کی عقائد باطلہ پر مشتمل کتاب "تقویۃ الایمان" پر علمائے دیوبند کیسے ایمان لے آئے۔ علمائے دیوبند بھی تو محمد بن عبدالوہاب اور غیر مقلد اسماعیل دہلوی کے مسلک پر چل رہے ہیں۔ تو اہل سنت کون ہوئے وہ حضرات جو مسلک وہابیہ سے بیزار ہیں اور امام اہل سنت فاضل بریلوی کے مسلک پر چلنے والے ہیں۔ یہی مسلک اہل حرمین شریفین وغیرہ تمام ممالک اسلامیہ کا تھا جو اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہل سنت کا تھا۔

جس وقت محمد بن عبدالوہاب نے اہل سنت سے قتل و قتال کو جائز قرار دیا تھا، اس وقت کے اہل سنت ندائے یارسول اللہ ویا غوث ویا علی کے قائل تھے اور توسل واستمداد اولیا پر عامل تھے۔ اسی وجہ سے مرتد محمد بن عبدالوہاب نے اہل سنت پر کفر و شرک کا فتویٰ دے کر ان کو مباح الدم قرار دیا۔ علمائے دیوبند و غیرہم امثالہم ہرگز اہل سنت نہیں ہیں۔ کیوں کہ وہ محمد بن عبدالوہاب کے ہم مسلک ہیں۔

فرمان عالی شان امام اعظم ابوحنیفہ:

ما اقوله ليس هو بقياس و إنما ذلك من القرآن قال تعالىٰ: ما فرطنا فى الكتب من شئ فليس ما قلناه بقياس فى نفس الأمر و إنما هو قياس عند من لم يعطيه الله الفهم في القرآن. (نقله الإمام الشعراني في أوائل الميزان)(١)

(١) الدولة المكيةص:٤٥

جو میں کہتا ہوں وہ قیاس نہیں ہے وہ قرآن ہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”مافرطنا فی الکتٰب من شیئ“ جو ہم نے کہا وہ نفس الامر میں قیاس نہیں ہے۔ وہ اس کے نزدیک قیاس ہے جسے اللہ نے قرآن کی سمجھ عطا نہیں فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ نے قرآن کی سمجھ عطا نہیں کی وہی لوگ حنفیہ کو قیاس اور اہل الرائے کہتے ہیں۔ اور ثابت ہوا کہ امام اعظم کا ہر مسئلہ قرآن کریم سے مستنبط ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلك.

فاضل بریلوی نے فرمایا: حسبك قول امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبنا کتٰب اللہ (کما فی صحیح البخاری) اتباع رسالت ووراثت رسالت کے بدولت فہم عالی نبی ہاشمی فی القرآن کا مبارک فیض امام اعظم ابو حنیفہ کو ملا۔

امام شافعی نے فرمایا:

”کل ما حکم به رسول الله ﷺ فهو مما فهمه من القرآن“(۱)

طبرانی فی الاوسط میں ہے:

”عن أم المؤمنين الصديقة رضى الله عنها عن النبي ﷺ إني لا أحل إلا ما أحل الله في كتابه ولا أحرم إلا ما حرم الله في كتابه“(۲)

حالاں کہ بہت سی چیزوں کی تحلیل و تحریم کی تصریح بظاہر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ لیکن علمائے راسخین کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرام کردہ اور حلال کردہ چیزیں قرآن کریم ہی سے ہے۔

دور صحابہ سے اجتہاد و تقلید شروع ہوگئی اس لیے کہ قرآن و حدیث نے اصول وکلیات بیان فرمائے اور بعض جزئیات کی تصریح فرمائی اور باقی حوادث ونوازل کے احکام شرعی مجتہدین امت کے سپرد فرمائی اور حاکم شرعی کے لیے منصب اجتہاد عطا فرمایا اور اس میں ان کے لیے اجر عطا فرمایا۔ کسی بھی حادثہ ونازلہ میں مجتہد صحابہ اجتہاد سے حکم شرعی بیان فرماتے اور عام صحابہ ان میں سے کسی کی تقلید واتباع کرتے۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں اللہ عزوجل کی خاص رحمت سے ابو حنیفہ جیسا مجتہد پیدا ہوا جس نے منصوص وغیر منصوص مسائل کی قرآن وحدیث کی روشنی میں تخریج فرمائی اور ایمان سے لے کر وراثت تک ہر باب کے مسائل کی توضیح وتصریح فرمائی اور امت مرحومہ کے لیے مکمل دستور شریعت از ولادت تا وفات مرتب فرمایا۔ عقل سلیم ونقل مستقیم کی روشنی میں وہ دستور شریعت قرآن وسنت سے ایسا موید تھا کہ علمائے کرام نے آپ کو امت مرحومہ کا امام اعظم مانا امام محمد نے فقہ حنفی میں کتابیں لکھیں اور امیر المؤمنین فی الحدیث قاضی ابو یوسف نے آپ کی مکمل تائید کی۔

علمائے اہل سنت نے اس دستور شریعت کو شرق سے غرب تک پہنچا دیا۔ صاحب ہدایہ اور صاحب معانی الآثار نے اور ملک العلما کاشانی وابن ہمام نے مذہب ابو حنیفہ کو قرآن وحدیث سے ایسا مدلل ومبرہن پیش فرمایا کہ اہل علم واہل عقل

(۱) الدولة المكية، ص:۷۳

(۲) الدولة المكية، ص:۷۳

نے اس مذہب کو قبول فرمالیا۔ ان کے بعد جو مجتہدین ہوئے ان میں امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کو حسن قبول حاصل ہوا لیکن مذہب ابو حنیفہ کی شان بہت بلند ہے۔ آپ امام اعظم ہیں تو آپ کا مذہب بھی اعظم ہے۔ مجد دالف ثانی امام ربانی صاحبِ ولایتِ خاصہ محمدیہ شیخ احمد فاروقی سرہندی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ مسیح نازل ہوں گے تو مذہب ابو حنیفہ کے مطابق آپ کا اجتہاد ہوگا۔ خواجہ محمد پارسا نے جو خواجہ نقشبند کے کامل خلفا سے ہیں فصول ستہ میں فرمایا: اور مذہب شافعی صورت شریعت ہے اور مذہب ابو حنیفہ حقیقت شریعت۔ امام اعظم کے سامنے مجتہدوں کو بچوں کی طرح پاتا ہوں۔ عجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں اور مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اسی طرح صحابی کے قول کو بھی اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے۔ باوجود اس کے مخالف ان کو اصحاب الرائے کہتے ہیں"۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فقہ حنفی کے مطابق ایک رسالہ تصنیف فرمایا: جس کا تاریخی نام " النھی الحاجز عن تکرار صلوٰۃ الجنائز" رکھا اس میں مذہب ابو حنیفہ کو مدلل و مبرہن فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ "الحمد للہ یہ ایک ادنیٰ شمہ ہے اس الٰہی عالم ربانی حاکم کی نظر حقائق نگر کا جو مصداق اعلیٰ عظیم بشارت والا اس حدیث صحیح کا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو کان العلم معلقا بالثریا لتناوله قوم من أبناء فارس (رواه الإمام أحمد في المسند و أبو نعيم في الحلية عن أبي هريرة) أعنى إمام الأئمة كاشف الغمة سراج الأمة إمام أعظم أبو حنيفة رضى الله تعالىٰ عنه.

جن کی رائے منیر و نظر بے نظیر تمام مصالح شرعیہ کو محیط و جامع اور مومنین کے لیے ان کی حیات و موت میں خیر محض و نافع ہے۔

وہابی غیر مقلد النھی الحاجز میں مذہب ابو حنیفہ کا کمال دیکھیں اور اہل علم مذہب ابو حنیفہ کی حکمت دیکھیں۔ بعض غیر مقلدین نے عرفات و مزدلفہ کی طرح سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا ملا کر پڑھنے پر زور دیا اور اس مسئلہ کی تقریر دہلوی نے معیار میں بہت چمک کر کی اور اسے اس پر ناز تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کے رد میں "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین" تحریر فرمائی۔ ایسا مدلل و مفصل جواب ارشاد فرمایا کہ نذیر حسین دہلوی کی حدیث دانی و محدثی کا جنازہ نکال دیا اور ثابت کر دیا کہ نذیر حسین اضل و اجہل ہے اور اسے صحت حدیث و صحت فقہ کی تمیز نہیں۔ یہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے "الفضل الموھبی" میں جو اجتہاد کی چار بلند منازل کی تشریح فرمائی ہے غیر مقلدوں میں کون مولوی ہے جو ان منازل اربعہ پر فائز ہو۔ غزالی و رازی و سیوطی بآں علم و فضل تو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے دستور شریعت کی تقلید پر مجبور ہوئے اور مولویان وہابیہ ناقص العقل والدین تقلید ائمہ سے آزاد

ہوکر مجتہد بننے لگے۔لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

اور ان کا اجتہاد و استدلال میزان علم شریعت پر کتنا غلط اور باطل ہے تصانیف اعلیٰ حضرت فاضل بریلی و مکتوبات امام ربانی میں دیکھیے

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

در مختار میں ہے کہ علما نے فرمایا: فقہ کی زراعت عبداللہ بن مسعود نے کی۔ یعنی اول جس نے استنباط فروع کی گفتگو کی وہ عبداللہ بن مسعود ہیں۔ صحابی جلیل القدر سابقین بدریین سے ہیں نووی نے تقریب میں کہا: حضرت مسروق سے مروی ہے کہ علم صحابہ چھ حضرات تک منتہی ہوا عمر، علی، ابی، زید، ابوالدرداء اور ابن مسعود۔ پھر ان چھ حضرات کا علم علی و عبداللہ ابن مسعود تک منتہی ہوا۔ اور فقہ کو سیراب کیا علقمہ نے یعنی اس کی تائید و توضیح کی علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی فقیہ کبیر نے۔ اور زراعت فقہ کو کاٹا یعنی اس کے متفرق فوائد اور نوادر کو جمع کیا ابراہیم نخعی کوفی نے۔ اور اس کو گاہا حماد بن مسلم کوفی نے یعنی اس کی توضیح و تنقیح کی۔ اور اس کو پیسا ابوحنیفہ نے یعنی تاصیل و تفریع فرمائی۔ اور فقہ کی راہوں کو واضح فرمایا امام الائمہ سراج الامہ ابوحنیفہ نے۔ آپ اول شخص ہیں جس نے فقہ کی تدوین کی اور اس کے ابواب کو ترتیب دی۔ اور کتاب فرائض و شروط کو وضع کیا اور اس کو گوندھا ابو یوسف نے یعنی قواعد امام میں تدقیق نظر کی اور ان اصول و قواعد سے اجتہاد فرمایا)۔ یہ امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ [1]

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی القضاۃ خطیب نے اپنی تاریخ میں روایت کی کہ اول جس نے اصول فقہ میں مذہب ابی حنیفہ پر کتب کو وضع کیا اور مسائل شرعیہ املا و نشر کیا اور علم ابی حنیفہ کو اقطار ارض میں پھیلایا وہ ابو یوسف ہیں۔ یہ افقہ اہل عصر تھے ان کے زمانہ میں ان سے آگے کوئی نہ تھا۔ ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۱۸۲ر میں وفات پائی۔ اور اس کی روٹی بنائی امام محمد نے یعنی فروع فقہ کے استنباط و تنقیح و تہذیب و تحریر میں زیادت فرمائی۔ یہ امام محمد بن حسن شیبانی ابو حنیفہ و ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ محرر مذہب ابوحنیفہ ہیں۔ ان کی فقاہت و نباہت پر اجماع ہے۔ تمام آدمی امام محمد کی روٹی کھا رہے ہیں۔ امام محمد کا علم ان کی تصانیف جیسے: جامعین، مبسوط، زیادات اور نوادر سے ظاہر ہے۔

آپ امام شافعی کے استاد تھے امام شافعی کی والدہ سے آپ نے نکاح فرمایا اور اپنی کتابیں اور مال امام شافعی کو تفویض فرمایا اسی وجہ سے شافعی فقیہ ہوگئے۔ امام شافعی نے کہا:

من أراد الفقه فليلزم أصحاب أبي حنيفة فإن المعاني قد تيسرت لهم والله ما صرت فقيها إلا بكتب محمد بن الحسن.[2]

(۱) در مختار مع رد المحتار، مقدمه، ج:۱، ص:۱۴۱

(۲) در مختار مطبوعه مع رد المحتار ، مقدمه، ج:۱، ص:۱۴۳

جوفقہ کا ارادہ کرے تو اس پر اصحاب ابی حنیفہ کی صحبت لازم ہے بے شک معانی ان کے لیے آسان ہو گئے قسم خدا کی میں فقیہ نہ ہوا مگر محمد بن الحسن کی کتابوں سے۔

کتب امام محمد کو علامہ شامی نے اس طرح نظم کیا ہے:

وکتب ظاهر الرواية اتت — ستا بالأصول أيضاً سميت
صنفها محمد الشيبانى — حرر فيها مذهب النعمانى
الجامع الصغير والكبير — والسير الكبير و الصغير
ثم الزيادات مع المبسوط — تواترت بالسند المضبوط
كذا له مسائل النوادر — اسنادها فى الكتب غير ظاهر
و بعدها مسائل النوازل — خرجها الاشياخ بالدلائل (۱)

جس کتاب کی صفت صغیر ہے وہ امام محمد کی روایت ابو یوسف عن الامام سے ہے اور کبیر ان کی روایت امام سے بلاواسطہ ہے۔ سیر کبیر امام محمد کی آخری تصنیف ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب سیر صغیر اوزاعی امام اہل الشام کے ہاتھ میں واقع ہوئی تو وہ بولے اہل عراق کی کوئی تصنیف اس باب میں نہیں ہے ان کو سیر کا کوئی علم نہیں امام محمد کو یہ خبر ملی تو آپ نے سیر کبیر کی تصنیف فرمائی۔ امام اوزاعی نے جب سیر کبیر کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر یہ احادیث کو متضمن نہ ہوتی تو میں کہتا کہ یہ علم کو وضع کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اصابت جواب کی جہت کو ان کے رائے میں متعیّن فرمایا دیا ہے۔

خطیب نے ربیع سے روایت کی، کہا میں نے شافعی سے فرماتے ہوئے سنا " الناس عيال علىٰ أبي حنيفة فى الفقه" امام اعظم کا کمال اجتہاد و بصیرت فی الدین امام محمد محرر مذہب ابی حنیفہ کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ آپ علم کوفہ کے عالم تھے ہر حدیث پر نظر تھی قرآن پاک کی ہر آیت کے سچے علوم و معارف سے آگاہ تھے۔ ظاہر، نص، مفسر، محکم، خفی، مجمل، مشکل، متشابہ، ناسخ، منسوخ پر مکمل اطلاع تھی لیکن آپ نے کثرت روایت کو ظاہر نہیں فرمایا اس کی سب سے بڑی وجہ اجتہاد فی الشرع میں مشغولیت تھی جیسے اکابر صحابہ صدیق و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے کثرت روایت ظاہر نہ ہوئی۔ امام اعظم کے احاطہ علم حدیث کی شان امیر المومنین فی الحدیث ابو یوسف جانتے ہیں۔ امام محمد امام زفر پہچانتے ہیں۔

عن النبى ﷺ أن آدم افتخربى وانا افتخر برجل من أمتى اسمه نعمان و كنيته ابو حنيفة هو سراج امتى. و عنه عليه الصلوٰه و السلام ان سائر الانبياو يفتخرون بى وانا افتخر بابى حنيفة من احبه فقد احبنى و من ابغضه فقد ابغضنى. كذا فى المقدمة شرح مقدمة ابى الليث.قال فى الضياء

(۱) شرح عقد رسم المفتى، ص:۷۸

المعنوی : و قول ابن الجوزی : انه موضوع تعصب لانه روی بطرق مختلفة.

و روی الجرجانی فی مناقبه بسنده لسهل بن عبد الله التستری انه قال لو کان فی امة موسیٰ و عیسیٰ مثل ابی حنیفة لما تهودوا و لما تنصروا.(۱)

علامہ ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں فرمایا:

جو شخص مطلع ہو جائے گا اس پر جو اس کتاب میں ابو حنیفہ کے احوال و کرامات و اخلاق و سیرت مذکور ہیں وہ جان لے گا کہ وہ اس سے بے نیاز ہیں کہ ان کے فضل پر خبر موضوع سے استشہاد کیا جائے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے:

عن ابی هريرة لو کان الدين عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس أو قال من أبناء فارس حتیٰ يتناوله.(۲)

اور ابو ہریرہ سے شیخین کی روایت میں ہے:

والذی نفسی بیده لو کان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس.(۳)

حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث جس کی روایت شیخین نے کی اصل صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جائے گا کہ یہ اشارہ ابو حنیفہ کی طرف ہے۔

کہاں ہیں نام نہاد اہل حدیث غیر مقلد وہابی بتائیں کہ ابنائے فارس میں کون علامہ امام اعظم کی طرح ہوا جن کا مذہب مبارک قرآن و حدیث سے ایسا موید تھا کہ شرق و غرب کے علما و صلحا و اصفیا، اقطاب و ابدال نے اسے حسن قبول کے ساتھ قبول کر لیا آج بھی اہل اسلام کی اکثریت حنفی مذہب پر قائم ہے۔ اور غیر مقلد وہابی بحکم قرآن کہ غیر سبیل المومنین کے متبعی اور ''و اتبع سبيل من اناب'' کے مخالف ہیں گمراہ و بے دین ہیں۔ سبط ابن جوزی نے امام اعظم کی شان میں دو مجلدین کبیرین کی تصنیف کی اور اس کا نام رکھا ''الانتصار لامام ائمة الامصار'' ایسا نام اس لیے انھوں نے رکھا کہ جب امام کے فضائل شائع ہوئے اور مشرق و مغرب میں آپ کے فواضل عام ہوئے تو عادت قدیمہ کے مطابق حاسدین نے آپ کے اجتہاد و عقیدت میں طعن کیا جس سے آپ قطعاً مبرا تھے۔ اس قصد سے کے اللہ کے نور کو بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام چاہتا ہے۔

آپ کے حاسدین مٹ گئے، فنا ہو گئے اور آپ کے علم و فضل کا ڈنکا انفس و آفاق میں بجنے لگا۔ متاخرین حاسدین میں ایک بے اصل طائفہ جدیدہ بنام وہابی اہل حدیث پیدا ہوا اس شرذمہ قلیلہ ذلیلہ کی عالم کے علما و صلحا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں۔ امام اعظم کی حمایت کرنے والوں میں علامہ سیوطی ہیں انھوں نے ''تبییض الصحیفہ'' لکھی۔

---

(۱) در مختار مطبوعه مع رد المحتار، مقدمه، ج:۱، ص:۱۴۵ - ۱۴۷

(۲) مسلم شريف، باب فضل فارس، ج:۲، ص:۳۱۲

(۳) رد المحتار، مقدمه، ج:۱، ص:۱۴۶

علامہ ابن حجر نے " الخیرات الحسان" میں مناقب امام اعظم بیان کیے۔ علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی نے "تنویر الصحیفہ" میں آپ کی تائید کی اور بے شمار علماے کرام و فقہا عظام و صلحاے ذوی الاحترام نے آپ کی تعریف کی۔ عارف باللہ امام شعرانی نے میزان میں آپ کی بڑی تعریف و توصیف کی اگرچہ وہ شافعی المذہب تھے۔ ع

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

خطیب اور ابن جوزی وغیرہ جو متعصب و حاسد تھے۔ امام اعظم کے خلاف ان کی بات بالکل بے بنیاد ہے۔ حاسد و متعصب کا کام ہی اہل کلام میں حرف گیری و عیب جوئی ہے نعوذ باللہ منہ۔ ابن جوزی و خطیب کی کیا حیثیت ہے کہ امام پر کلام کریں۔ امام کی عظمت شان کو یہی کافی ہے کہ ان کا مذہب مہذب شرق و غرب میں منزل حسن قبول پر فائز ہو گیا۔ للہ الحمد۔ اور تمام شریعت و طریقت نے آپ کو امام مان لیا۔

صاحب در مختار نے فرمایا:

والحاصل أن أبا حنيفة النعمان من أعظم معجزات المصطفىٰ بعد القرآن.(۱)

حاصل یہ ہے کہ "امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بعد قرآن اعظم معجزات مصطفی سے ہیں"۔ علامہ شامی کی اس بات پر مفتی عبد الحلیم قاسمی بستوی دیوبندی حاشیہ میں لکھتا ہے "یہ غلو شدید ہے"۔ کہاں علم صاحب در مختار اور کہاں علم نا تمام بستوی دیوبندی۔ جب دیوبندیوں کو عظیم شان رسالت نظر نہ آئی تو ان کے نائب امام اعظم کی شان عظمت کیا نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم اصحاب و اتباع ابو حنیفہ کے لیے کیا۔ دولت عباسیہ میں جو پانچ سو سال رہی، اکثر قضاۃ و مشائخ حنفی تھے۔ اور دولت سلجوقیہ و خوارزمیہ میں سب حنفی تھے اور قضاۃ اکثر حنفی تھے۔ دولت آل عثمان میں ۹۰۰ھ سے چودھویں صدی کے اوائل تک منصب قضا و افتا سب حنفیہ کے لیے تھا۔ صاحب در مختار نے فرمایا کہ ابو حنیفہ مانند صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ صدیق نے قرآن جمع فرمایا اور امام اعظم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہ (شریعت محمدیہ) کی تدوین فرمائی۔ ابو حنیفہ کے مذہب کا اتباع کثیر اولیاے کرام نے کیا جو مجاہدہ میں ثابت قدم اور مشاہدہ کے میدان کے شہسوار تھے۔ جیسے ابراہیم بن ادہم، شقیق بلخی، معروف کرخی، ابو یزید بسطامی، فضیل بن عیاض خراسانی، داؤد طائی، ابو حامد بلخی، خلف بن ایوب، عبد اللہ بن المبارک، وکیع بن الجراح اور ابو بکر وراق وغیرہم یہ حضرات جامع بین الشریعۃ والحقیقۃ تھے اور کبار مشائخ سے تھے۔ معروف کرخی نے ۲۰۰ھ میں وفات پائی۔ ابو یزید بسطامی نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی فضیل بن عیاض نے ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ خلف بن ایوب اصحاب امام محمد سے ہیں ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ عبد اللہ بن مبارک زاہد فقیہ محدث احد الائمہ ذہبی نے کہا: هو أحد أركان هٰذه الأمة في العلم

(۱) در مختار مطبوعہ مع رد المحتار، مقدمہ، ج:۱، ص:۱۵۰

والحديث والزهد وأحد شيوخ الإمام أحمد. آپ نے ابو حنیفہ سے اخذ علم کیا اور ابو حنیفہ کے مواضع کثیرہ میں مدح فرمائی۔ ائمہ نے ان کے علم فقاہت کی گواہی دی۔ انھوں نے امام کی شان میں فرمایا:

ليس أحد أحق من أن يقتدي به من أبي حنيفة ؛ لأنه كان إماماً تقياً نقياً ورعاً عالماً فقيهاً كشف العلم كشفا لم يكشفه أحد ببصر و فهم و فطنة و تقى. (۱)

۱۸۱ھ میں وفات پائی۔

وکیع بن الجراح کوفی شیخ الاسلام احد الائمہ الاعلام ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ وہ شافعی واحمد کے شیوخ سے ہیں۔ ابو بکر وراق وہ محمد بن عمرو ترمذی ہیں بلخ میں اقامت فرمائی۔ ان حضرات کے علاوہ حاتم اصم ختم دائرہ ولایت سیدی محمد شاذلی بکری ۸۴۷ھ میں وفات پائی۔ اور بے شمار علما و صلحا مذہب ابی حنیفہ کے متبع ہوئے جن کی بڑی بڑی تصنیفات و تحقیقات سے مذہب اسلام مالامال ہے۔

استاذ ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں فرمایا کہ میں نے استاذ ابو علی دقاق سے فرماتے ہوئے سنا میں نے یہ طریقت ابو القاسم نصر باذی (متوفی:۳۶۷ھ) سے حاصل کی۔ ابو القاسم نے کہا میں نے اسے شبلی (متوفی ۳۳۴ھ) سے لیا۔ اور انھوں نے سری سقطی (متوفی ۲۵۷ھ) سے اور انھوں نے معروف کرخی سے اور انھوں نے داؤد طائی سے اور انھوں نے علم وطریقت ابو حنیفہ سے لیا۔ اور ان میں سے سب نے ابو حنیفہ کی ثنا کی اور ان کے فضل کا اقرار کیا۔ علامہ فقیہ عبداللہ بن مبارک کے اس مدحیہ نظم پر مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔

لقد زان البلاد و من عليها — امام المسلمين أبو حنيفة
بأحكام و اٰثار و فقه — كاٰيات الزّبور علىٰ صحيفة
فما في المشرقين له نظير — ولا فى المغربين و لا بكوفة
يبيت مشمرا سهر الليالى — و صام نهاره لله خيفة
فمن كأبى حنيفة في علاه — إمام للخليقة والخليفة
رأيت العاتبين له سفاها — خلاف الحق مع حجج ضعيفة
و كيف يحل أن يؤذى فقيه — له فى الأرض آثار شريفة
فلعنة ربنا اعداد رمل — علىٰ من رد قـــول أبي حنيفة(۲)

☆☆☆

(۱) رد المحتار، مقدمه، ج:۱، ص:۱۵۶

(۲) درمختار مطبوعه مع شامی، مقدمه، ج:۱، ص:۱۵۷ - ۱۶۰

امامِ اعظم کا مناظرانہ کمال

مفتی محمد ناصر حسین مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدُہٗ و نُصلّی و نُسلّم علی رسوله الکریم

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی تاریخ میں اس عظیم المرتبت اور روشن شخصیت کا نام ہے جن کو معاصرین فقہا و محدثین نے خراج عقیدت پیش کیا، بعد کے جلیل القدر علما و محققین نے اُن کی عظمتوں کو سلام کیا اور صبح قیامت تک آنے والے اہل فضل و کمال ان کی رفعتوں کا اعتراف کرتے رہیں گے۔

علم مناظرہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے بعد مدوّن و مُرتّب ہو کر اکتسابی علوم میں شامل ہوا، لیکن مختلف نظریات کے حامل فرقوں اور جماعتوں میں مناظرہ و مباحثہ پہلے سے جاری تھا۔ خُلفا و اُمرا کے زمانے میں جداگانہ فکر و خیال رکھنے والوں کے درمیان آئے دن مناظرے کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مناظرے کے لیے صرف قدرتی ذہانت اور مذہبی معلومات کافی ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مختلف علوم و فنون اور بے شمار اوصاف و کمالات سے نوازا تھا، انھیں علوم و فنون میں سے ایک علم مناظرہ ہے جس میں آپ نے اپنی خداداد ذہنی قوت سے ایسا کمال حاصل کیا کہ بڑے بڑے اساتذۂ فن بھی آپ سے بحث کرنے سے جی چراتے تھے، آپ نے اپنے دور کے گمراہ فرقوں کے ساتھ بہت سے مباحثے اور مناظرے کیے اور ہمیشہ غالب رہے۔

تجارت کی غرض سے آپ کو اکثر بصرہ جانا ہوتا تھا، جو تمام فرقوں کا دنگل اور خاص کر خارجیوں کا مرکز تھا۔ اباضیہ، صفریہ اور حشویہ وغیرہ سے اکثر بحثیں کیں، اور فتح یاب ہوئے۔

آپ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے شیعہ، خوارج، معتزلہ اور مرجئہ کے رد میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر مفصّل گفتگو کی جائے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ بغرض آسانی اس مقالے کو دو فصلوں میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ موضوع کے ہر گوشے پر تفصیل سے روشنی ڈالی جا سکے۔

(ا) فصل اول: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مناظرانہ خوبیاں

(۲) فصل دوم: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی مناظرے، مباحثے اور مکالمے
اب ہر ایک کی تفصیل آئندہ صفحات میں قلمبند کی جاتی ہے۔

فصل اول

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مناظرانہ خوبیاں

مناظرے میں عموماً جن خوبیوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) فہم وفراست (۲) ذہانت وفطانت (۳) حاضر جوابی
(۴) قوت استدلال واستنباط (۵) وسعت معلومات (۶) دقت نظر
(۷) مشکل مسائل حل کرنے کی صلاحیت

جب ہم مذکورہ اوصاف وکمالات کے حوالے سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مذکورہ تمام اوصاف میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔ ذیل میں ہر ایک وصف سے متعلق بطور نمونہ چند شواہد درج کیے جاتے ہیں جن سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہارت وکمال بھرپور روشنی پڑتی ہے۔

۱ فہم وفراست:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عقل وبصیرت اور فہم وفراست کی دولت سے نوازا تھا۔ آپ کی فراست کا عالم یہ تھا کہ سامنے والے کو دیکھ کر اس کے احوال وارادے کو بھانپ لیتے تھے، اسی لیے کوئی بھی شخص آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اس حوالے سے آپ کی حیات طیبہ کے چند تابناک گوشے درج ذیل ہیں:

☆ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعض تلامذہ کے مستقبل کی پیشن گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: داؤد طائی! تم عبادت کے لیے خلوت اختیار کروگے، امام ابو یوسف سے فرمایا: تم علم کی وجہ سے دنیا کی طرف مائل ہوگے، امام زفر سے فرمایا: تم علم کلام میں ماہر بنوگے۔ ابراہیم بن عمر کہتے ہیں کہ آپ نے جس کے بارے میں جیسا فرمایا تھا، ویسا ہی ہوا۔[1]

☆ حضرت نافع بن نعیم مقری مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ مکرمہ گئے راستے میں ایک منزل پر قیام کیا، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے، میں نے دیکھا کہ ہمارا میزبان امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ عزت کرتا ہے، اس نے آخری دن تک آپ کے اعزاز واکرام میں کوئی کمی نہ کی، مگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ یہ

(۱) عقود الجمان ص ۲۴۳، الباب الخامس عشر ، فصل اول ، محقَّق، مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۷۵، الباب الثامن

صاحبِ خانہ بڑا بخیل اور لئیم ہے، لوگوں نے کہا: حضور! وہ بے چارہ ہماری خدمت کر رہا ہے، خدمت کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے، ہر قسم کی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ پھر بھی آپ اسے ان الفاظ سے یاد فرمارہے ہیں؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی باتیں سننے کے بعد فرمایا: مجھے یہ شخص ایسا ہی لگ رہا ہے۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا قافلہ جانے لگا تو وہ شخص ترازو لے کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا، ابو حنیفہ! پہلے میرا حساب چکاؤ پھر چلے جانا۔ آپ نے فرمایا: تمام مہمان اسے پائی پائی کا حساب دے دیں، اور کوئی شخص کمی نہ کرائے اور نہ کوئی رعایت مانگے، ہم نے اس کا حساب چکا دیا۔ پھر ہم نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: حضور! آپ نے اس کی کس عادت کی وجہ سے بخیل اور لئیم کہا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس کی گدی میں ایک ایسی نشانی دیکھی تھی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ نہایت ہی بخیل اور لئیم ہے، حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست پر داد دینی پڑی۔ (۱)

☆ حضرت محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک دن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں چند احباب بیٹھے ہوئے تھے، وہاں سے ایک شخص گزرا، آپ نے اس پر نگاہ ڈالی تو فرمایا: یہ شخص مسافر ہے، پھر فرمایا: اس کی جیب میں مٹھائی ہے، پھر فرمایا: یہ بچوں کا استاذ ہے۔ امام اعظم کی ساری باتیں سن کر آپ کے شاگردوں نے عرض کی: حضور! کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں تو صرف اندازے سے یہ باتیں کہہ رہا ہوں۔

جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تو مجلس سے ایک شخص اٹھا، اس نے اُس کا پیچھا کیا اور تھوڑی دور جا کر اسے پا لیا، تو اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں مسافر ہوں، پوچھا: تمھاری جیب میں کیا ہے؟ کہا: میٹھا کشمش، پھر پوچھا تم کیا کرتے ہو؟ اس نے بتایا کہ میں ایک مکتب میں بچوں کا استاذ ہوں۔

وہ شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں واپس آیا، اور عرض کی: حضور! آپ کی ایک ایک بات درست نکلی، مگر مجھے حیرت ہے کہ آپ اس آدمی کو جانتے تک نہیں پھر آپ نے اس کے بارے میں یہ ساری معلومات کس طرح بیان فرمادیں۔

آپ نے فرمایا: جب میں نے اسے یہاں سے گزرتے دیکھا تو وہ دائیں بائیں، ادھر اودھر دیکھ رہا تھا، مجھے خیال آیا کہ یہ مقامی آدمی نہیں، یہ مسافر ہے، پھر میں نے دیکھا کہ اس کے ارد گرد مکھیاں منڈلا رہی ہیں، تو مجھے محسوس ہوا کہ ضرور اس کے پاس کوئی میٹھی چیز ہے، پھر میں نے دیکھا کہ وہ گلی میں کھیلتے بچوں کو بڑی دل چسپی سے گھور گھور کر دیکھ رہا ہے، تو میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ شخص بچوں کا استاذ ہے۔ (۲)

☆ کوفہ میں ایک مالدار شخص تھا، وہ بڑا خود دار و حیادار تھا، ایک وقت ایسا آیا کہ وہ غریب اور محتاج ہو گیا، بازار جا کر مزدوری کرتا، مشقت اٹھاتا اور صبر کرتا، ایک دن اس کی بچی نے بازار میں ککڑی دیکھی گھر آکر ماں سے ککڑی لینے

---

(۱) مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ از علامہ موفق بن احمد مکی، ص ۱۷۵، الباب الثامن
(۲) مناقب الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للموفق المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۸۱، الباب الثامن

کے لیے پیسے مانگے مگر ماں اس کی خواہش پوری نہ کر سکی، گھر کا سامان پہلے ہی فروخت ہو چکا تھا، بچی رونے لگی، اس شخص نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امداد لینے کا ارادہ کیا۔ وہ آپ کی مجلس میں آکر بیٹھا مگر شرم و حیا اور خود داری کے باعث اس کی زبان نہ کھل سکی۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فراست سے بھانپ لیا کہ اس شخص کو کوئی حاجت ہے، مگر حیا کے باعث سوال نہیں کر رہا ہے، جب وہ شخص اٹھ کر وہاں سے جانے لگا تو آپ نے ایک آدمی اس کے پیچھے روانہ کر دیا۔ اس شخص نے گھر آکر اپنی بیوی کو بتایا کہ میں شرم کے باعث اس بابرکت مجلس میں کچھ نہ مانگ سکا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھیجے ہوئے آدمی نے واپس جا کر یہ سب احوال امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کر دیے۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ ہزار درہم کی تھیلی لے کر اس شخص کے گھر پہنچ گئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر فرمایا: "میں تمھارے دروازے پر ایک چیز رکھ کر جا رہا ہوں اسے لے لو۔" یہ فرما کر آپ واپس آگئے۔ اس کے گھر والوں نے تھیلی کھولی تو اس میں پانچ ہزار درہم تھے اور ایک کاغذ کے پرزے پر یہ لکھا ہوا تھا: "تمھارے دروازے پر ابو حنیفہ یہ تھوڑی سی رقم لے کر آیا تھا یہ اس کی حلال کی کمائی ہے اسے استعمال میں لاؤ اور واپس نہ کرنا۔" (۱)

درج بالا واقعات سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فہم و فراست کا ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا جس سے آپ سامنے والے کے احوال و ارادے کو بھانپ لیتے تھے۔ آپ کے بہت سے مناظروں میں اس وصف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، اس طرح سے کہ آپ اپنی فراست باطنی سے مد مقابل کے ارادے کو بھانپ لیتے تھے اور ایسا جواب دیتے تھے کہ وہ لاجواب ہو جاتا تھا۔

② ذہانت و فطانت:

ذہانت و فطانت حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ نمایاں صفت تھی جس کا اعتراف موافق و مخالف سبھی نے کیا۔ آپ کے استاذ گرامی حضرت امام حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ذہین اور جلدی سمجھنے والے طالب علم تھے، مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ایک وقت آنے والا ہے کہ عالم اسلام کے اہل علم و فضل ان کے دستر خوان علم سے استفادہ کریں گے اور مجھے محسوس ہوا کہ نعمان ایک ایسا آفتاب ہے جو بطنِ گیتی کی تاریکیوں کو چیرتا ہوا کائنات کو روشن کرے گا۔ (۲)

امام علی بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر روے زمین کے آدھے انسانوں کے ساتھ امام ابو حنیفہ کی عقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تولا جائے تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل وزنی نکلے گی۔ (۳)

---

(۱) مناقب الامام الاعظم للامام الموفق بن احمد المکی ص : ۲۶۲، الباب الرابع عشر

(۲) الخیرات الحسان ص ۳۵، الفصل الثالث عشر فی ثناء الائمة علیه

(۳) مناقب الامام الاعظم للامام الموفق بن احمد المکی ص ۱۷۴، مطبوعه جامعه اشرفیه مبارك پور، عقود الجمان ص ۲۴۲، الباب الخامس عشر

آپ کی ذہانت وفطانت کے چند کارنامے درج ذیل ہیں:

☆ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مکہ جاتے ہوئے میں نے راستے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ امام اعظم کے لیے ایک عمدہ موٹا تازہ بچھڑا بھونا گیا، سب کی خواہش ہوئی کہ اس کو سرکے میں ڈبو ڈبو کر کھائیں لیکن کوئی ایسا برتن نہیں تھا جس میں سرکہ ڈال لیتے، سب اس سلسلے میں پریشان ہی تھے، کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ریت میں گڑھا کھودا، اور اس میں چمڑے کا دستر خوان بچھایا (تو اس کی شکل برتن جیسی بن گئی) اس پر سرکہ ڈالا اور سب نے بچھڑے کا بھنا گوشت سرکے میں ڈبو کر کھایا، لوگوں نے کہا تیرے علم نے ہر کام اچھا اور آسان کر دیا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم اللہ کا شکر کرو کہ اللہ نے تمھارے لیے اپنے فضل سے میرے دل میں یہ صورت ڈال دی۔ (۱)

☆ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا، اس کی بیوی پانی کا پیالہ اٹھائے آ رہی تھی، اس شخص نے کہا: اگر تم نے اس پیالے کا پانی پیا تو تجھے تین طلاق، اگر اسے زمین پر گرایا تو تجھے تین طلاق، اور اگر اسے کسی اور کو پینے کے لیے دیا تو بھی تجھے تین طلاق۔ جب غصہ ختم ہوا تو خوب افسوس کیا اور علما کے پاس دوڑا، علما نے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی مگر کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر کار امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: اس پیالہ میں کپڑا ڈال کر پانی جذب کر لو اور کپڑے کو سکھا دو۔ اس طرح تمھاری شرط پوری ہو جائے گی اور عورت طلاق سے بھی بچ جائے گی۔ (۲)

☆امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار کوفہ کے گورنر کے پاس تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو گورنر قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا، اس شخص نے دیکھا کہ گورنر نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی عزت کی ہے تو کہنے لگا، یہ صاحب مجھے اچھی طرح جانتے ہیں، گورنر نے پوچھا: کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ اگرچہ آپ اسے نہیں جانتے تھے مگر آپ نے فرمایا: یہ تو وہی ہے جو اذان دیتے ہوئے آواز کھینچ کر کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ اس نے عرض کی: جی میں وہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا مجھے اذان تو سناؤ تاکہ میں تمھاری آواز پہچان لوں، اس نے پوری اذان سنائی، تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ اچھا آدمی ہے اسے چھوڑ دو گورنر نے اسے رہا کر دیا۔ (۳)

اس واقعہ سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ ذہانت واضح ہوتی ہے آپ نے اذان اس لیے سنی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی گواہی دے، اور یوں آپ نے اس شہادت کی برکت اور اپنی ذہانت سے ایک بے گناہ کو قتل سے بچا لیا۔

☆ایک دن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک مغموم اور پریشان شخص حاضر ہوا اور عرض کی: حضور! رات کے

---

(۱) مناقب الامام الاعظم للامام الموفق المكى ص ۱۷۷، الباب الثامن ، مطبوعه جامعه اشرفيه مبارك پور
(۲) مصدر سابق ص ۱٦٨، الباب السابع، عقود الجمان وغيره
(۳) مناقب الامام الاعظم للموفق المكى ص ۱۸۰، الباب الثامن

وقت میرے گھر میں چور داخل ہو گئے، اور گھر کے مال و اسباب اٹھا کر لے گئے۔ چوروں میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا، وہ میرے محلے کا رہائشی تھا، وہ میری ہی مسجد میں باقاعدہ نماز پڑھتا ہے۔ اس چور کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے، وہ آگے بڑھا اور مجھے رسیوں سے جکڑ دیا۔ اور مجھ سے قسم لی کہ اگر تم نے میرا نام ظاہر کیا تو تیری بیوی کو تین طلاقیں ہوں گی۔ اور اس بات پر بھی حلف لیا کہ میں اس کا نام بھی زبان سے نہ نکالوں، نہ اشارہ کروں، نہ صراحت کروں، مجھے ڈر ہے کہ اس قسم اور حلف کے بعد میں نے اگر اس کا نام کسی پر بھی ظاہر کیا تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ میں اس واقعہ کو اللہ کو گواہ بنا کر سچ کہہ رہا ہوں۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اب تم جاؤ اور میرے پاس ایسے شخص کو بھیجو جس پر تمھیں پورا پورا اعتماد ہو۔ اس نے جاکر اپنے بھائی کو بھیجا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بھائی سے فرمایا کہ تم حاکم وقت کے پاس جاؤ اور سارا قصہ بیان کرو اور اپنے بھائی کی پریشانی اور مجبوری کا بھی ذکر کرو اور کہو کہ وہ پولیس بھیج دیں۔ پولیس حکم دے کہ مسجد کے دروازے سے تمام نمازی ایک ایک کر کے گزرتے جائیں۔ تم اپنے بھائی کو دروازے پر کھڑا کر دو، ہر ایک آدمی گزرتا جائے اور پولیس پوچھتی جائے کہ یہ تمھارا چور ہے؟ تمھارا بھائی ''نہیں'' کہتا جائے، لیکن جب اصل چور گزرے تو تمھارا بھائی بالکل خاموش رہے، کوئی بات نہ کرے، کوئی اشارہ بھی نہ کرے، اس شخص کو پولیس گرفتار کرے اور حاکم کے سامنے پیش کرے۔ اس طرح امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذہانت سے اس کی بیوی کو طلاق ہوئے بغیر چور پکڑا گیا اور اس کا چوری شدہ مال بھی واپس مل گیا۔ [۱]

مذکورہ بالا واقعات سے اس بات کی شہادت فراہم ہوتی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال کی ذہانت پائی تھی، لوگوں کی بڑی بڑی مشکلیں اپنی خداداد ذہانت سے پل بھر میں دور فرما دیا کرتے تھے۔

③ حاضر جوابی:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برجستگی، حاضر جوابی اور حاضر دماغی ضرب المثل ہے۔ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ مسائل میں آپ کا ذہن اس تیزی سے کام کرتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو مسائل کسی سے حل نہیں ہو سکتے وہ آپ نہایت آسانی سے حل فرما دیا کرتے۔ آپ مناظرے اور مباحثے میں اپنے مد مقابل پر چھا جاتے اور اسے لاجواب کر دیتے تھے۔ کسی حاسد کی سازش کو اپنی عقل و دانش سے ناکام بنا دینا یا فوری طور پر کسی معاملہ کی تہ تک پہنچ جانا یا اپنی حاضر جوابی سے کسی کو ہدایت کا راستہ دِکھا دینا، یہ سب آپ کی عقل و دانش کے جلوے ہیں۔

اکثر موقعوں پر ان کے ہم عصر اور وافر معلومات رکھنے والے موجود ہوتے تھے ان کو اصل مسئلہ بھی معلوم ہو

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۲٤، الباب السابع

تا تھا لیکن جو واقعہ در پیش ہوتا تھا اس سے مطابقت کر کے فوراً جواب بتا دینا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمال تھا۔ اس سلسلے کی چند کڑیاں درج ذیل ہیں:

حضرت عثمان بن زائدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی شخص حاضر جواب نہیں دیکھا۔ خلیفہ ابو جعفر عباسی نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار خصوصی دعوت پر بلایا اور کہا کہ میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے تاکہ آپ ملک کے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول فرمائیں۔ آپ نے انکار کر دیا۔ ابو جعفر نے کہا ابو حنیفہ! آپ کو اتنا بڑا عہدہ قبول کرنے میں کیا عذر ہے؟ آپ بڑے فقیہ ہیں، عدل و انصاف کی فرماں روائی میں آپ کو ہماری مدد کرنی چاہیے، مگر آپ ایک نہایت اہم کام سے معذرت کرتے ہیں؟ حالاں کہ آپ کے اکثر اہل علم و فضل رفقا نے ہماری سلطنت میں ایسے عہدے قبول کیے ہیں۔ آپ نے برجستہ فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے، میں در اصل اس عہدے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ خلیفہ نے کہا: آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ اکبر آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ میں قاضی بننے کے قابل نہیں، خلیفہ نے کہا: وہ کیسے؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس لیے کہ آپ نے مجھے جھوٹا کہا، تو اگر میں جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص قاضی کیسے بن سکتا ہے؟ اور اگر سچا ہوں تو میرا عذر ثابت ہے۔ [1]

☆**حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سفر حج:** حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ عرزمی کہتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بغیر محرم کے سفر کیا تھا یہ کیوں کر جائز ہے؟ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ کیا جانے کہ اس حدیث کی تفسیر کیا ہے۔ (جس میں ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سفر کا ذکر ہے) حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چوں کہ تمام مسلمانوں کی مقدس والدہ ہیں، اس لیے ہر شخص کے ساتھ ان کا سفر محرم کے ساتھ سفر ہے۔ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے۔ [2]

☆کوفہ میں ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ رمضان کے مہینے میں اپنی بیوی سے دن کے وقت جماع کرے گا ورنہ اسے طلاق ہو جائے گی۔ علمائے کوفہ اس مسئلے کے حل سے عاجز تھے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ شخص اپنی بیوی کو سفر پر لے جائے اور وہاں دن کے وقت جماع کرے تو کوئی حرج نہیں۔ آپ کی یہ حاضر جوابی دیکھ کر سارے علما دنگ رہ گئے۔

☆ **ترکہ کی تقسیم:** وکیع بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھے کہ ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ میرا بھائی مر گیا اس نے چھ سو (۶۰۰) اشرفیاں ترکہ میں چھوڑیں مگر مجھے صرف ایک اشرفی ملی ہے؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ترکہ کس نے تقسیم کیا، بولی داود طائی (امام اعظم کے تلمیذ ہیں) نے، آپ نے

---

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۳۶، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۳۵، الباب السابع

فرمایا "یہی تیرا حق ہے" پھر اس عورت سے سوال کیا اچھا بتاؤ تیرے بھائی نے دو لڑکیاں چھوڑیں؟ عورت نے عرض کیا "ہاں" ماں چھوڑی؟ عورت نے کہا "ہاں" بیوی چھوڑی؟ عورت نے کہا "ہاں" بارہ بھائی اور ایک بہن چھوڑی؟ عورت نے جواب دیا "جی ہاں۔" تب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرے بھائی کی دونوں لڑکیوں کا دو ثلث یعنی چار سو (۴۰۰) اشرفی ہے۔ ماں کا ایک سدس سو اشرفی (۱۰۰) ہے اور بیوی کا ثمن پچھتّر (۷۵) اشرفی ہے۔ باقی پچیس (۲۵) اشرفیاں جس میں چوبیس (۲۴) بھائیوں کی ہیں ہر بھائی کو دو اشرفی۔ اور تیری صرف ایک اشرفی۔[1]

☆ایک مرتبہ ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ضروری کام میں مشورے کے لیے طلب کیا، آپ نے اس کے سامنے ایک قیمتی انگوٹھی کا نگینہ دیکھا جس پر "عطاء بن عبد اللہ" لکھا ہوا تھا، اس کے بارے میں وہ کچھ پریشان تھا، اس نے امام اعظم کو وہ نگینہ دِکھا کر پوچھا: میں اس کو پہننا چاہتا ہوں لیکن دِقّت یہ ہے کہ اس پر غیر کا نام لکھا ہوا ہے اور اس کا مٹانا بھی ممکن نہیں۔ اب کیا کیا جائے؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً جواب دیا کہ باء کے سر کو گول کر دو "عطاء من عند اللہ" ہو جائے گا۔ ہبیرہ کو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس برجستگی پر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا کتنا اچھا ہوتا اگر آپ ہمارے پاس بکثرت آتے جاتے۔[2]

۴ دقت نظر:

☆ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا، اس نے قسم کھا کر کہا کہ "جب تک تو مجھ سے نہ بولے گی میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا۔" عورت تند مزاج تھی اس نے بھی قسم کھالی اور وہی الفاظ دہرائے جو شوہر نے کہے تھے۔ اس وقت غصہ میں کچھ نہ سوجھا مگر پھر خیال آیا تو دونوں کو نہایت افسوس ہوا۔ شوہر مایوس ہو کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ للہ آپ کوئی تدبیر بتائیے۔ حضرت امام نے پوچھا: کیا تم نے کسی سے یہ مسئلہ دریافت کیا، اس نے کہا: ہاں سفیان ثوری سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ تم میں جو بھی کلام کی ابتدا کرے گا اسے کفارہ دینا پڑے گا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "جاؤ شوق سے باتیں کرو کسی پر کفارہ نہیں ہے۔

وہ شخص سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رشتہ دار تھا، اس نے حضرت سفیان ثوری کو بتایا تو وہ نہایت برہم ہوئے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر کہا: آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتا دیا کرتے ہیں، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ کیسے؟ اس پر انھوں نے اپنے رشتہ دار سے کہا: اپنا سوال دہراؤ اس نے سوال دہرایا، اور آپ نے پھر وہی جواب دیا، سفیان ثوری نے کہا یہ جواب آپ کہاں سے بتا رہے ہیں؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: "جب عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے قسم کے الفاظ کہے تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتدا ہو چکی، پھر قسم کہاں

(۱) مصدر سابق ص ۱۵۰، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱٦٥، الباب السابع

باقی رہی؟'' آپ کا جواب سن کر حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا"حقیقت میں آپ کو جوبات وقت پر سوجھ جاتی ہے ہم لوگوں کا وہاں تک خیال بھی نہیں پہنچتا۔ (۱)

☆**طلاق میں شک:** اسمٰعیل بن محمد فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی بیوی کی طلاق میں شک ہوا۔ میں نے قاضی شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو پھر رجوع کرو اور رجوع کرنے پر گواہ بنالو۔ پھر میں سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے بھی یہی پوچھا تو انھوں نے فرمایا اگر تم نے طلاق دے بھی دی ہے تو اب رجعت ہوگئی۔ پھر میں نے زفر بن ہذیل سے معلوم کیا، انھوں نے فرمایا جب تک تم کو طلاق کا یقین نہ ہو جائے وہ تمھاری بیوی ہے۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب فتاویٰ نقل کئے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سفیان ثوری نے ورع اور پرہیز گاری کا فتویٰ دیا، زفر بن ہذیل کا فتویٰ فقہی فتویٰ ہے اور شریک کا فتویٰ ایسا ہے، جیسے تم کسی سے کہو کہ مجھے معلوم نہیں میرے کپڑے پر پیشاب گرا کہ نہیں تو وہ کہہ دے اب تم اس پر پیشاب کر دو پھر دھولینا۔ (۲)

☆علی بن مسہر سے روایت ہے کہ ہم لوگ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ عبد اللہ بن مبارک تشریف لائے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معلوم کیا کہ ایک آدمی ہنڈیا پکا رہا تھا ایک پرندہ اس میں گر کر مر گیا۔ آپ کا اس میں کیا فتویٰ ہے؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ بتاؤ اس کا کیا جواب ہے؟ شاگردوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ نقل کر دیا کہ شوربا پھینک دے اور گوشت دھو کر کھالے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہی ہم بھی کہتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ہانڈی میں جوش آنے کے وقت گرا ہو تو گوشت اور شوربا سب پھینک دیا جائے اگر جوش ٹھنڈا ہونے کے بعد آپڑا ہو تو گوشت دھو کر کھا لیا جائے اور شوربا پھینک دیا جائے۔

عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا یہ تفصیل کہاں سے فرمارہے ہیں؟ تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب پرندہ ہانڈی میں جوش مارنے کے وقت گرے گا تو سرکے اور مسالہ کی طرح نجس پانی گوشت میں سرایت کر جائے گا اور جب جوش ٹھنڈا ہو گیا تو گوشت کے اوپر لگے گا اندر سرایت نہیں کرے گا۔ عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا: "ہذا زرین" یہ بات سونا ہے۔ (۳)

☆قاضی ابن ابی لیلیٰ بڑے مشہور فقیہ اور صاحب الرائے تھے۔ تیس برس کوفہ میں منصب قضا پر مامور رہے۔ ایک دن قاضی صاحب اپنے کام سے فارغ ہو کر مجلسِ قضا سے اٹھے۔ ایک پاگل عورت کو دیکھا کہ کسی سے جھگڑ رہی ہے

---

(۱) مصدر سابق ص ۱۵۱، الباب السابع
(۲) الخیرات الحسان ص ۵۵، و ۵۶ ، الفصل الثانی و العشرون ، مطبعة السعادة مصر
(۳) مصدر سابق ص ۱۵۲، الباب السابع

دورانِ گفتگو عورت نے اس شخص کو "یا ابن الزانیتین" یعنی "زانی اور زانیہ کے بیٹے" کہہ کر گالی دی۔ قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت گرفتار کرلی جائے۔ پھر قاضی صاحب مجلسِ قضا میں واپس آئے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے مسجد میں درّے لگائیں اور دو حدیں ماریں، ایک ماں کو زنا کی تہمت لگانے کے وجہ سے اور ایک باپ کو زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو فرمایا: اس حد لگانے میں قاضی ابن ابی لیلیٰ نے چھ غلطیاں کیں۔

اول یہ کہ وہ مجنونہ یعنی پاگل تھی اور مجنونہ پر حد نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ مسجد میں حد لگوائی حالاں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں حد لگانے سے منع فرمایا ہے۔ تیسری یہ کہ اسے کھڑی کر کے حد لگوائی جب کہ عورتوں پر حد بیٹھا کر لگائی جاتی ہے۔ چوتھی یہ کہ اس پر دو حدیں لگوائیں جب کہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک لفظ سے اگر کوئی پوری قوم پر تہمت لگائے تو بھی صرف ایک ہی حد واجب ہوگی۔ پانچویں یہ کہ اس شخص کے والدین کو گالی دینے پر حدیں جاری کیں، حالاں کہ مدّعی وہ نہیں بلکہ ان کے والدین ہونے چاہیے تھے، خود قاضی صاحب کو مقدمہ کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا؟ چھٹی یہ کہ دونوں حدوں کو جمع کر دیا حالاں کہ جس پر دو حد واجب ہوں، جب تک پہلی خشک نہ ہو جائے دوسری نہیں لگا سکتے۔ (۱)

اس واقعے سے جہاں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی تبحر کا علم ہوتا ہے وہیں آپ کی باریک بینی کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔

۵ قوت استدلال و استنباط:

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر وہ اس لکڑی کے ستون کو سونے کا ستون ثابت کرنا چاہے تو دلائل کی قوت سے اسے ثابت کر سکتا ہے۔ اور وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ وقت کے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (۲)

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک آدمی فوت ہو گیا اور اس نے ایک شخص کو ایک ہزار دینار کی ایک تھیلی سپرد کی اور وصیت کی کہ جب میرا لڑکا جوان ہو جائے تو جو تم پسند کرو اسے دے دینا، جب لڑکا جوان ہوا تو اس شخص نے اس جوان کو تھیلی تو دے دی مگر دینار رکھ لیے اور کہا کہ تمھارے باپ کی وصیت کے مطابق میں نے اپنی صوابدید پر تمھیں تھیلی دے دی ہے اور میں تمھارے لیے تھیلی ہی پسند کرتا ہوں۔ نوجوان حیران رہ گیا، اس نے علما سے مسئلہ دریافت کیا لیکن اس کی تشفی نہ ہو سکی آخر وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا کہہ سنایا، آپ نے فرمایا تمھارے باپ نے بڑی لطیف وصیت کی تھی، اور وصیت کرتے وقت بڑی دانائی سے کام لیا تھا۔ آپ نے اس

(۱) مصدر سابق ص ۱۲۰، الباب السابع

(۲) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص : ۱۱۴، الباب السابع، ایضًا ص ۲۹۸، مناقب ابی حنیفہ للذهبی للذهبی ص : ۱۹

شخص کو بلایا جس کے پاس دینار تھے، جب وہ آگیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اس نوجوان کے باپ نے تمھیں یہی وصیت کی تھی کہ جو تم پسند کرو میرے بیٹے کو دے دینا؟ اس نے عرض کی: ہاں، اس نے مجھے یہی کہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے دینار پسند کیے اور انھیں اپنے لیے رکھ لیا، اس نے عرض کی: ہاں، آپ نے فرمایا: اس نوجوان کو اس کے باپ کی وصیت کے مطابق دینار دے دو، کیوں کہ جب اس کے باپ نے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے کو اپنی پسندیدہ شی دینا، اور تو بھی اقرار کر چکا ہے کہ میں دینار پسند کرتا ہوں، تو تمھیں دینار دینے پڑیں گے۔ وہ شرمندہ ہوا اور اسی وقت دینار اس نوجوان کے حوالے کیا۔ (۱)

☆عبید اللہ وصافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے ایمان کے بارے میں گفتگو کی ابتدا کی، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا تو مومن ہے؟ اس نے کہا مجھے امید ہے کہ میں مومن ہوں۔ (اس دور میں کچھ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ پتہ نہیں ایمان پر خاتمہ ہوگا یا نہیں، اس لیے وہ قطعی اور یقینی طور پر اپنے آپ کو مومن نہیں کہتے تھے) آپ نے فرمایا: اگر قبر میں منکر نکیر نے تمھارے ایمان کے متعلق سوال کیا تو کیا وہاں بھی یہی کہو گے۔ وہ شخص حیران ہو کر رو پڑا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس انداز سے مسئلے کی حقانیت واضح فرما دی۔ اُس کا رونا دیکھ کر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم نے اپنا ایمان ثابت کر دیا۔ (۲)

حضرت امام اعظم کا موقف یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اُسے بلا شک و شبہہ قطعی طور پر اپنے آپ کو مومن کہنا چاہیے۔

⑥ وسعت معلومات:

محمد بن حسن بلخی کہتے ہیں: ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کے اس سمند کا نام ہے جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ (۳)

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہی کارناموں کو دیکھ کر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فقہ کے علاوہ دیگر علوم پر دسترس حاصل نہ تھی۔ حاشا اللہ، آپ علوم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علوم ادب و حکمت میں بحر ناپیدا کنار تھے اور ان میں سے ہر فن کے امام تھے۔ بعض دشمنوں کا اس کے خلاف کہنا محض ان سے حسد کی وجہ سے ہے۔ (۴)

عمار بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک دن میں نے دیکھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کعبۃ اللہ کے سایے میں بیٹھے ہیں، آپ کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم ہے، ہر مقام ہر ملک کے علما موجود ہیں، آپ ہر ایک کے سوال کا جواب

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق بن احمد المکی ص ۱۶۸ – ۱۶۷، الباب السابع
(۲) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص ۱۲۲، الباب السابع
(۳) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۳۱۶، الباب الثانی و العشرون
(۴) الخیرات الحسان

دیتے جاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام جوابات آپ کی جیب میں تیار رکھے ہوئے ہیں، اور آپ نکال نکال کر سب کو بانٹتے چلے جا رہے ہیں۔ (۱)

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھیں امام یحییٰ بن معین "صاحب حدیث" اور امام ذہبی "حافظ الحدیث" کہتے تھے وہ فرماتے ہیں: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قول پر جم جاتے تو میں آپ کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر معلوم کرنے کے لیے کوفہ کے مشائخ کے پاس جاتا۔ بسا اوقات دو دو یا تین تین حدیثیں لے کر آپ کے پاس حاضر ہوتا تو ان میں سے کسی کے بارے میں فرمادیتے کہ یہ صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے۔ میں دریافت کرتا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا حالاں کہ یہ تو آپ کے قول کے مطابق ہے؟ آپ ارشاد فرماتے: "میں اہل کوفہ کے تمام علم کا عالم ہوں"۔ (۲)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینۂ اقدس میں احادیث کا کتنا بڑا خزانہ تھا اس کا اندازہ محدث علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول سے کیجیے، وہ امام محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ "امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار (۷۰۰۰۰) سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے"۔ (۳)

معروف محدث امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف سوالات کرتے جاتے تھے اور آپ ان سوالات کے جواب دیتے جاتے، امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعجب سے پوچھا، آپ کو اس قدر علوم کہاں سے حاصل ہوئے؟ آپ نے فرمایا: ان ہی احادیث سے جو آپ نے روایت کی ہیں، پھر آپ نے ان کی روایت کردہ احادیث سنادیں۔ امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برملا فرمایا۔ اے فقہا! تم طبیب ہو اور ہم محدثین دوا فروش ہیں۔ (۴)

محمد بن ابی مطیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا ہے، انھوں نے کہا: میں نے ہر فن کے چار ہزار مشکل مسائل جمع کیے، اور اسی قدر مشکل واقعات اکٹھے کیے، میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان مسائل میں گفتگو کرنے لگا۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا: ابو مطیع! تمھارے پاس اس قسم کے کتنے سوالات ہیں؟ میں نے کہا: چار ہزار۔ فرمایا: اس وقت مجھ سے نہ پوچھو میں مشغول ہوں۔ جب فارغ ہوں گا میرے پاس آجانا۔ آپ کو میں جب بھی فارغ پاتا آپ کے پاس آجاتا اور سوالوں کے جوابات حاصل کرتا۔ حتیٰ کہ ایک عرصے میں مجھے تمام سوالوں کے تسلی بخش جوابات ملے گئے، میں فارغ ہونے لگا تو آپ نے فرمایا: ابو مطیع! مجھے آپ کے سوالات کا انداز اور حسن بیان بڑا پسند آیا۔ ان سوالات کو جمع کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے، اور بڑے عالی دماغ کا کارنامہ ہے۔ (۵)

(۱) مناقب ص ۱۲۳، باب سابع
(۲) الخیرات الحسان
(۳) مناقب بذیل الجواهر ج۲، ص ۴۷۴
(۴) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص ۱۵۷، الباب السابع
(۵) مناقب الامام الاعظم از موفق مکی ص ۱۳۹، ۱۴۰، الباب السابع

☆**ایک ہزار مسائل کا فوری جواب:** ابو حمزہ سکری فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم صائغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ہزار مسائل لکھ دیے، تاکہ میں ان کا جواب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کرو۔ میں حاضر ہوا، ایک ایک مسئلہ بیان کرتا گیا، آپ جواب دیتے گئے، میں حیران رہ گیا کہ مسائل فقہ کا یہ بحر بیکراں کس انداز سے مسائل کو حل کرتا جاتا ہے، واضح ہو کہ ابو حمزہ سکری اور ابراہیم صائغ ''مرو'' کے تمام ائمہ کے استاذ اور دنیاے اسلام کے اکابر علما مانے جاتے ہیں۔ [1]

۷ مشکل مسائل حل کرنے کی صلاحیت:

☆**ایک مشکل مسئلہ:** ایک شخص نے قسم کھائی کہ آج اگر میں غسل جنابت کروں تو میری بیوی کو تین طلاق ہے تھوڑی دیر کے بعد کہا آج کی کوئی نماز قضا ہو تو میری زوجہ مطلقہ ہے پھر کہا کہ آج میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کروں تو اس کو طلاق ہے لوگوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر مسئلہ پوچھا۔ تو فرمایا کہ نماز عصر پڑھ کر بیوی سے ہم صحبت ہو اور غروب کے بعد غسل کر کے فوراً مغرب کی نماز پڑھ لے اس صورت میں سب صورتیں پوری ہوگئیں۔ بیوی سے ہم صحبت بھی ہوا نماز بھی قضا نہیں کی غسل جنابت بھی کیا تو اس وقت کیا کہ دن گزر چکا تھا۔ [2]

☆**لقد عجزت النساء:** شریک سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ ہمارے ساتھ سفیان ثوری، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ابو حنیفہ، ابو الاحوص، مندل اور حبان بھی تھے۔ جنازہ ایک بوڑھے سید زادے کا تھا۔ جنازہ میں کوفہ کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ سب ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک جنازہ رک گیا۔ لوگوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ اس لڑکے کی ماں بے تاب ہو کر نکل پڑی۔ جنازہ پر اپنا کپڑا ڈال دیا اور اپنا سر کھول دیا۔ عورت شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اس میت کے باپ نے چلا کر کہا واپس جاؤ مگر اس نے واپس ہونے سے انکار کر دیا۔ باپ نے قسم کھالی کہ لوٹ جاؤ ورنہ تجھے طلاق۔ جب کہ ماں نے بھی قسم کھالی کہ اگر میں نماز جنازہ سے پہلے لوٹوں تو میرے سارے غلام آزاد۔

الغرض لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مشغولِ کلام ہو گئے اب کیا ہو گا؟ کوئی جواب دینے والا نہیں تھا۔ میت کے باپ نے امام ابو حنیفہ کو آواز دی کہ میری مدد کرو۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عورت سے معلوم کیا کہ قسم کس طرح کھائی؟ اس نے بتلا دیا۔ باپ سے پوچھا تم نے کس طرح قسم کھائی؟ اس نے بھی بتلا دیا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میت کا تخت رکھو۔ چنانچہ رکھ دیا گیا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باپ کو حکم دیا کہ نماز جنازہ پڑھاؤ جو لوگ آگے نکل گئے تھے، واپس ہوئے باپ کے پیچھے صف لگی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قبر کی طرف لے جاؤ اور اس

---

(۱) مناقب امام اعظم ص ۱۵۳، الباب السابع
(۲) مصدر سابق ص ۱۵۹، الباب السابع

کی ماں سے کہا اب تم گھر چلی جاؤ۔ قسم پوری ہو گئی اور باپ سے کہا تمھاری بھی قسم پوری ہو گئی تم بھی گھر جاؤ۔ اس پر ابن شبرمہ کہنے لگے عورتیں آپ جیسا پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔ علمی نکات بیان کرنے میں آپ کو نہ کوئی مشقت ہوتی ہے اور نہ پریشانی۔ (۱)

☆**انوکھی تدبیر:** فقیہ ابو جعفر ہندووانی سے نقل کیا گیا ہے کہ امام اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھا معاملہ نہیں کرتے تھے۔ اتفاق سے اپنی بیوی کو مشروط طلاق دے دی۔ وہ اس طرح کہ اگر بیوی آٹا ختم ہونے کی خبر اعمش کو دے، یا لکھ کر دے، یا کسی سے کہلوائے، یا اشارہ کرے تو اس کو طلاق۔ بیوی حیران ہو گئی لوگوں نے مشورہ دیا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ چنانچہ وہ گئی اور واقعہ بیان کیا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسئلہ آسان ہے۔ آٹے کی تھیلی رات کو ان کے ازار میں یا جس کپڑے میں ممکن ہو باندھ دو جب صبح یا رات کو اٹھیں گے تو ان کو آٹے کی تھیلی کا خالی ہونا خود معلوم ہو جائے گا اور سمجھ جائیں گے کہ آٹا ختم ہو گیا ہے بیوی نے ایسا ہی کیا۔ جب اعمش اٹھے تو رات کی تاریکی تھی یا کچھ کچھ روشنی ہو رہی تھی جب اپنا ازار لیا تو آٹے کی تھیلی کی آواز محسوس ہوئی، اسے ہاتھ سے چھو کر دیکھا جب ازار کھینچا تو وہ بھی کھینچی آگئی اس طرح ان کو آٹے کا ختم ہونا معلوم ہو گیا۔ کہنے لگے واللہ یہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدبیر ہے۔ ہم ان سے کیسے آگے بڑھ سکتے ہیں وہ تو ہماری عورتوں میں بھی ہم کو رسوا کرتے ہیں اور عورتوں کو ہماری عاجزی اور کم فہمی بتلا دیتے ہیں۔ (۲)

☆**امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشکل کا حل:** ایک مرتبہ امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کی بیوی کا آدھی رات کے وقت جھگڑا ہو گیا، امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی بیوی کو سرزنش کی، جواب میں ناراضگی کے طور پر ان کی بیوی نے ان سے بات کرنا چھوڑ دی۔ وہ گفتگو کرتے تو چپ رہتی اور کوئی جواب نہ دیتی۔ صبح ہوئی تو عورت کا رویہ وہی رہا۔ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے غصے میں کہا اگر آج رات ختم ہونے تک تم نے مجھ سے بات نہ کی تو تمھیں طلاق ہے۔ وہ بھی بڑی ضدی تھی، سارا دن بات نہ کی۔ رات ہوئی پھر بھی اس نے کوئی بات نہ کی اور خاموش رہی تو امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ مغموم بھی ہوئے، وقت گزرنے پر ان کی پریشانی اور بڑھی کہ ان کی بیوی صبح ہونے پر مطلقہ ہو جائے گی۔ اسی فکر میں خیال آیا کہ یہ پریشانی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کرنا چاہیے۔

وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، اور پورا واقعہ سنا کر کہا: اگر وہ صبح تک مجھ سے نہ بولی تو اسے طلاق ہو جائے گی، وہ اس طریقہ سے مجھے چھوڑ دینا چاہتی ہے، ہم ایک طویل عرصے سے ایک ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، اور اولاد والے ہیں، آپ ایسا حل بتائیں جس سے معاملہ درست ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: تسلی رکھیں آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور آپ مشکل سے نکل آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمائے گا۔ آپ نے ایک آدمی کو بلایا اور اسے کہا کہ تم

---

(۱) مصدر سابق ص ۱۴۷، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۵۳، الباب السابع

ان کے گھر کے پاس والی مسجد میں طلوع سحر سے پہلے اذان دے آنا، اس کے بعد امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ گھر چلے گئے اور مؤذن نے قبل از وقت اذان کہہ دی، عورت نے اذان سن کر کہا: شکر ہے اللہ کا، اے بد اخلاق شیخ! تجھ سے جان چھٹی ، امام اعمش نے کہا: تم مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئی، ابھی صبح ہونے میں کافی وقت ہے۔ یہ تو ایک حیلہ تھا جس سے تم بات کرنے پر رضامند ہو گئی، اب تم سے میرا رشتہ قائم رہے گا۔ (۱)

☆**نہ حانث ہوگا اور نہ طلاق پڑے گی:** ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک آدمی کی بیوی سیڑھی پر چڑھی اس کے شوہر نے کہا اگر تو چڑھے تو تجھ کو تین طلاق اور اترے تب بھی تین طلاق۔ اب کیا تدبیر کی جائے کہ قسم نہ ٹوٹے؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیوی نہ چڑھے اور نہ اترے بلکہ کچھ لوگ اس کو مع سیڑھی کے زمین پر رکھ دیں، قسم نہیں ٹوٹے گی۔

لوگوں نے معلوم کیا کہ اتارنے کے علاوہ بھی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں عورتیں اس کو سیڑھی سے اٹھا کر زمین پر رکھ دیں اور وہ اترنے کا ارادہ نہ کرے، اس طرح مرد حانث نہیں ہوگا اور طلاق بھی نہیں پڑے گی۔ (۲)

دوسری فصل

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناظرے، مکالمے اور مباحثے

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کلام اور علم مناظرہ کے امام تھے، آپ کو بحث و مناظرہ میں وہ کمال حاصل تھا جو کسی اور کو نہیں تھا، اس کا اعتراف آپ کے دور کے بڑے بڑے علما اور ائمہ نے کیا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بحث و مناظرے کا تعلق زیادہ تر علمِ کلام سے ہوتا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے دور میں مختلف افکار و نظریات کے حامل لوگ موجود تھے، جو اسلامی عقائد کی مخالفت کرتے تھے، ان میں معتزلہ، خوارج، روافض وغیرہ فرقے سرفہرست ہیں۔

کوفہ کے جلیل القدر عالم ابو معاویہ الضریر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی عالم دین نہ دیکھا، وہ نہ کسی مخالف کی باتوں سے خائف ہوتے، اور نہ مباحثے کے وقت گھبراتے، میں نے مناظرہ کے وقت ان سے بڑھ کر کوئی سنجیدہ مناظر نہیں دیکھا۔ (۳)

مطلب بن زیاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جس نے بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مباحثہ کیا، آخر اسے گھٹنے ٹیکنے پڑے، اور

---

(۱) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص ۱۳۲، ۱۳۳، الباب السابع
(۲) مصدر سابق ص ۱۵۹، الباب السابع
(۳) مناقب ص ۱۲۵، الباب السابع

اپنے عجز و شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ (۱)

حم بن نوح نے کہا میں نے ابو سعید سے سنا انھوں نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ مناظرے میں ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غالب آیا ہو۔ (۲)

آپ نے اپنے دور کے گمراہ فرقوں کے ساتھ مباحثے اور مناظرے کیے ہیں۔ علامہ ابو زہرہ مصری نے اپنی کتاب "ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیاتہ و عصرہ" میں لکھا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور کے بائیس گمراہ فرقوں سے متعدّد مناظرے کیے ہیں، تجارت کی غرض سے آپ کو اکثر بصرہ جانا ہوتا تھا، جو تمام فرقوں کا دنگل اور خاص کر خارجیوں کا مرکز تھا۔ آپ نے تقریباً بائیس فرقوں سے مناظرے کیے، خصوصاً اباضیہ، صعریہ اور حشویہ وغیرہ سے اکثر بحثیں کیں، اور ہمیشہ غالب رہے۔ (۳)

آپ کے دور میں مناظرہ درس کا ایک خاص طریقہ بھی تھا، اور آپ نے بہت سے اساتذہ سے اسی طریقے پر تعلیم پائی تھی، عیون الحدائق کے مصنف نے لکھا ہے کہ انھوں نے شعبی، طاؤس، عطا وغیرہ سے مناظرے کیے، یہ حضرات امام اعظم کے اساتذہ سے ہیں، امام اعظم ان حضرات کا بہت ادب کیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ کلامی مسائل سے متعلق بھی متعدّد معاصرین سے آپ نے بحثیں اور مناظرے کیے، اور ہر ایک میں فتح و کامرانی سے ہم کنار ہوئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ زبردست ذہنی صلاحیتوں، علمی لیاقتوں اور دیگر تمام مناظرانہ خصوصیات کے جامع تھے، وہ جانتے تھے کہ مد مقابل کو کس طریقے سے قائل کیا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں حیرت انگیز واقعات کو امام اعظم ابو حنیفہ کے سوانح نگاروں نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، ہم یہاں ان کے کچھ مناظرے نقل کرتے ہیں، جن سے آپ کے مناظرانہ اوصاف و کمالات کا انکشاف ہوتا ہے:

☆**حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مکالمہ:** ایک بار امام اعظم ابو حنیفہ حج پر گئے، جب زیارت کے لیے مدینہ شریف آئے تو محمد بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، فرمایا: تم وہی ابو حنیفہ ہو جس نے ہمارے دادا کے مذہب اور احادیث کو قیاس سے بدل دیا ہے، آپ نے عرض کی: معاذ اللہ میں کون ہوتا ہوں جو ایسی جرأت کروں۔ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تحقیق سے ثابت کرو کہ آپ ایسا نہیں کرتے ہو۔ عرض کی: حضور آپ اپنی شان سے بیٹھیں میں آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ کر وضاحت کرتا ہوں۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شان سے بیٹھ گئے اور آپ نے ان کے سامنے دوزانو بیٹھ کر عرض کی: حضور میں آپ سے تین گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ارشاد فرمائیں: مرد کمزور ہے یا عورت؟ فرمایا: عورت کمزور ہے۔ آپ نے پوچھا وراثت میں عورت کا کتنا حصہ ہے اور مرد کا کتنا حصہ ہے؟ آپ

---

(۱) مناقب موفق ص ۱۲۳، الباب السابق

(۲) مناقب ص ۱۳۷، الباب السابع

(۳) ابو حنفیه حیاته و عصره و آراؤه و فقهه لمحمد ابی زهره، ص : ۸۶

نے فرمایا: عورت کو ایک حصہ اور مرد کو دو حصّے ملیں گے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ کے دادا جان کا یہی مذہب ہے، اگر میں عقل و قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتا تو اس کے برعکس عورت کو دو حصّے اور مرد کو ایک حصّہ دیتا۔

پھر آپ نے عرض کی: حضور! مجھے یہ بتائیے کہ نماز افضل عبادت ہے یا روزہ؟ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نماز افضل عبادت ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: حیض سے پاک ہونے والی عورت کے لیے دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: روزے قضا کرے اور نمازیں معاف ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اگر میں حدیث کے مقابلہ میں قیاس سے فیصلہ کرتا تو اس کے برعکس حکم دیتا، نمازیں قضا کرنے کا حکم دیتا اور روزوں کو معاف قرار دیتا۔

پھر آپ نے تیسرا سوال کیا: حضور شریعت میں پیشاب زیادہ ناپاک ہے یا منی؟ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پیشاب۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: حضور! اگر میں قیاس سے حکم دیتا تو پیشاب کرنے والے کو غسل کا حکم دیتا اور محتلم یا جنبی کو صرف وضو کرنے کے لیے کہتا۔

یہ باتیں سن کر حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے سے لگا لیا (معانقہ فرمایا) اور نہایت لطف و کرم سے پیش آئے۔ (۱)

☆قتادہ بصری سے مناظرہ: ایک مرتبہ قتادہ بصری کوفہ آئے اور اعلان کرا دیا کہ ”مسائل فقہ میں جو پوچھنا ہو پوچھو میں ہر مسئلہ کا جواب دوں گا۔“ چوں کہ وہ مشہور محدث اور امام تھے بڑا مجمع ہوا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے آئے تھے، آپ نے فرمایا: اے ابو الخطاب! جو شخص سفر پر جائے اور پھر اس کی کوئی خبر نہ ملے، اس کی بیوی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

انھوں نے کہا: وہ عورت چار سال تک انتظار کرے اور اس کا شوہر واپس آ جائے تو بہتر ورنہ عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے۔ آپ نے پوچھا، اگر عدت گزارنے کے بعد اس کی بیوی نے دوسرا نکاح کر لیا اور اس سے اولاد ہوئی، چند روز کے بعد وہ شخص واپس آیا۔ پہلے شوہر نے کہا میرا لڑکا نہیں ہے اور دوسرے نے کہا میرا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ آیا دونوں اس عورت پر زنا کا الزام لگاتے ہیں، یا صرف وہ شخص جو ولدیت سے انکار کرتا ہے، حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب نہ دے سکے تو فرمایا: ”یہ صورت ابھی پیش آئی ہے؟“ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ”نہیں، لیکن علما کو پہلے سے تیار رہنا چاہیے کہ وقت پر تردد نہ ہو۔

یہ سن کر قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ان مسائل کو چھوڑو اور مجھ سے قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کرو۔ آپ پھر کھڑے ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ

---

(۱) الخیرات الحسان ص ۵۸، الفصل الثانی و العشرون ، مطبعة السعادة مصر، ایضا مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۶۱، الباب السابع

يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ (اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے بارگاہ میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔) اس آیت میں کون شخص مراد ہے؟ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آصف بن برخیا، جو اسم اعظم جانتے تھے، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، کیا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام اسم اعظم نہیں جانتے تھے؟ کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا ایک نبی کے دربار میں ان کا امتی ان سے بڑھ کر کتاب کا علم رکھتا تھا؟ یہ سن کر قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوگئے اور کہا، اس کو چھوڑو مجھ سے علم کلام کے بارے میں پوچھو۔

آپ نے پھر کھڑے ہو کر کہا: ”کیا آپ مومن ہیں؟ قتادہ نے فرمایا: ”امید ہے، میں مومن ہوں“ (بہت سے محدثین احتیاط کے طور پر اپنے آپ کو قطعی مومن نہیں کہتے تھے) آپ نے پوچھا: ”آپ نے یہ امید کی قید کیوں لگائی؟“ انھوں نے جواب دیا حضرت ابراہیم نے کہا تھا: وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۸۲ مجھے امید ہے کہ خدا قیامت کے دن میری خطا کو معاف فرمادے گا۔“

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے فرمایا: اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ کیا تو مومن نہیں؟ تو جواب میں انھوں نے کہا تھا: ”بَلٰی“ یعنی ہاں میں مؤمن ہوں۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے اس قول کی تقلید کیوں نہ کی؟ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات پر لاجواب ہوگئے اور مجلس چھوڑ کر اپنے گھر چلے گئے۔ (۱)

امام ابو حنیفہ کا کہنا یہ ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو وہ قطعاً مؤمن ہے اور اس کو سمجھنا چاہیے کہ میں مؤمن ہوں البتہ اگر ایمان میں شک ہو تو قطعی کافر ہے۔

☆**جم غفیر سے مناظرہ**: ایک دن لوگوں کی ایک پوری جماعت آپ کے پاس آئی تا کہ قراءت خلف الامام (امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے) کے مسئلہ میں امام اعظم سے مناظرہ کریں۔

آپ نے فرمایا: میں بیک وقت اتنے آدمیوں سے تو بات نہیں کر سکتا، اور نہ ہی بیک وقت ہر ایک کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔ آپ ایسا کریں کہ سب کی طرف سے ایک سمجھ دار عالم مقرر کرلیں جو اکیلا مجھ سے بات کرے۔ انھوں نے ایک بڑا عالم منتخب کیا جو آپ سے بات کرے۔ آپ نے سب سے فرمایا: کیا یہ عالم جو بات کرے گا وہ آپ سب کی طرف سے ہوگی؟ اور کیا اس کی ہار جیت آپ کی ہار جیت ہوگی؟ ان سب نے کہا: ہاں! ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔

آپ نے فرمایا: جب تم نے یہ بات مان لی تو پھر تمہارا مسئلہ حل ہوگیا۔ تم نے میرے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے حجت قائم کردی۔ کہنے لگے: کیسے؟ آپ نے فرمایا: ”تم نے خود اپنی طرف سے ایک آدمی منتخب کیا اور فیصلہ کیا کہ اس کی ہر بات تمھاری بات ہوگی، اس کی ہار جیت تمھاری ہار جیت ہوگی، ہم بھی نماز کے دوران اپنا امام منتخب کرتے

(۱) مصدر سابق ص ۱۱۰، الباب السابع ، عقود الجمان ، ص: ۲۶۳

ہیں۔ اس کی قراءت ہماری قراءت ہوتی ہے، وہ بارگاہ خداوندی میں ہم سب کی طرف سے نمائندہ ہوتا ہے۔ بالآخر انھوں نے آپ کی دلیل کو تسلیم کیا اور اپنے موقف سے دست بردار ہو گئے۔ (۱)

واضح رہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مسئلہ عقلی طور پر سمجھایا وہ در اصل اس حدیث کی تشریح ہے " قراءة الامام له قراءة" امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

یہ امام اعظم کی شان تھی کہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو ایسے عام فہم طریقہ سے سمجھا دیتے تھے کہ مخاطب کے ذہن نشیں ہو جاتا تھا اور بحث نہایت جلد اور آسانی سے طے ہو جاتی تھی۔

☆ایک رافضی سے مناظرہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک رافضی آ گیا جو کوفہ میں شیطان الطاق (باتونی شیطان) کے نام سے مشہور تھا، اس نے آتے ہی پوچھا: ابو حنیفہ! تمام لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمارے عقیدے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمھارے عقیدے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رافضی نے کہا: یہ تو آپ نے الٹا بتا دیا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے الٹا نہیں بتایا، البتہ سچی بات بتائی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے طاقتور کہتا ہوں کہ انھوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کا حقدار سمجھا اور ان سے برضا و رغبت بیعت کر لی، اور تم شیعہ کہتے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا حق چھین لیا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ اپنا حق لیتے۔ اس طرح تمھارے نزدیک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ طاقتور تھے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غالب رہے۔ رافضی آپ کا جواب سن کر ہکّابکّا رہ گیا اور مسجد سے کھسک گیا۔ (۲)

☆ایک رومی سے مناظرہ: روم کے بادشاہ نے خلیفہ کی خدمت میں بہت سا مال بھیجا اور حکم دیا کہ علما سے تین سوال کیے جائیں۔ اگر جواب دیں تو وہ ان کو دے اور اگر جواب نہ دے سکیں تو مال لے کر واپس لوٹ آئے۔ خلیفہ نے علما سے سوال کیا، لیکن کسی نے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کم سن تھے۔ اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے والد صاحب سے جواب کی اجازت مانگی۔ والد صاحب نے منع کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور خلیفہ سے اجازت طلب کی۔ اس نے اجازت دے دی۔ رومی سفیر سوال کرنے کے لیے ممبر پر تھا۔ آپ نے فرمایا: آپ سائل ہیں؟ اس نے کہا "ہاں" اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: " تو پھر آپ کی جگہ زمین ہے اور میری جگہ ممبر ہے۔" وہ اُتر آیا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممبر پر چڑھے اور فرمایا: سوال کرو۔ اس نے کہا اللہ سے پہلے کیا چیز تھی؟ آپ نے فرمایا عدد جانتے ہو؟ اس نے کہا: "ہاں"، آپ نے فرمایا: "ایک سے پہلے کیا ہے؟ رومی نے

---

(۱) مصدر سابق ص ۱۷۰، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۵۵، الباب السابع ، و الخیرات الحسان ص ۵۷، الفصل الثانی و العشرون مطبعة السعادة مصر

کہا: ایک اول ہے، اس سے پہلے کچھ نہیں، تو آپ نے فرمایا جب واحد مجازی لفظی سے پہلے کچھ نہیں تو پھر واحدِ حقیقی سے قبل کیسے کوئی ہو سکتا ہے؟

رومی نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ کا منہ کس طرف ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم چراغ جلاتے ہو تو چراغ کا نور کس طرف ہوتا ہے؟ رومی نے کہا: یہ نور ہے، اس کے لیے ساری جہات برابر ہیں، آپ نے فرمایا: ”جب نورِ مجازی کا رخ کسی ایک طرف نہیں، تو پھر جو نورالسموات والارض، ہمیشہ رہنے والا، سب کو نور اور نورانیت دینے والا ہے، اس کے لیے کوئی خاص جہت کیسے متعیّن ہوگی؟

رومی نے تیسرا سوال کیا کہ اللہ کیا کرتا ہے؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”جب ممبر پر تم جیسا اللہ کے لیے مماثل ثابت کرنے والا ہو تو اس کو اتارتا ہے اور جو مجھ جیسا موحد ہو اس کو ممبر کے اوپر بٹھاتا ہے، ہر دن اس کی ایک نرالی شان ہوتی ہے۔ یہ جواب سن کر رومی چپ ہو گیا اور مال چھوڑ کر چلا گیا۔ (۱)

☆ محمد بن الحسن الہروی کہتے ہیں کہ ایک بار خلیفہ منصور ابو جعفر کو ایک مہم میں علما کے مشورے کی ضرورت پڑی، اس نے کوفہ، بصرہ، مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے علما کو بلایا۔ اسے جس مشکل کا سامنا تھا اسے صرف امام اعظم ہی حل کر سکتے تھے، امام اعظم کے مشورے سے اس کی پریشانی دور ہوگئی لیکن اُس نے امام اعظم اور محمد بن اسحاق کو دربار میں روک لیا۔ محمد بن اسحاق نے جب یہ دیکھا کہ منصور کے دربار میں امام اعظم کو بڑا اعزاز دیا جارہا ہے اور ان کی بڑی تعظیم و توقیر کی جارہی ہے، حکومت کے معاملات میں ان کی رائے کو بڑی فوقیت دی جارہی ہے تو وہ حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ اس نے کوشش کی کہ خلیفہ کی نظروں میں آپ کو گرادے، لہٰذا ایک دن خلیفہ کی موجودگی میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسا سوال کیا جو خلیفہ کی ناراضگی کا سبب بن سکتا تھا۔

محمد بن اسحاق نے کہا: ابو حنیفہ! آپ اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اس بات پر قسم کھائے کہ فلاں فلاں کام نہیں کرے گا یا فلاں فلاں کام ضرور کرے گا، اور فوراً ان شاء اللہ نہ کہے، بلکہ دوسرے وقت میں یا ایک دو دن بعد کہے، تو یہ استثنا اس کی قسم کا حصہ ہوگا یا نہیں؟

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: استثنا قسم کے بعد متّصل ہو تو مفید ہے، بات ختم ہو جانے اور بیچ میں فصل ہو جانے کے بعد استثنا کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا قسم کے ایک دو دن بعد اگر ان شاء اللہ کہے تو یہ استثنا قسم میں داخل نہ مانا جائے گا۔ محمد بن اسحاق نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ امیر المؤمنین (ابو جعفر منصور) کے جدّ اکبر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ یمین کے بعد استثنا جائز ہے خواہ ایک سال کے بعد ہی ہو۔

منصور نے محمد بن اسحاق سے کہا: کیا واقعی ہمارے جدّ اکبر نے ایسا ہی فرمایا ہے؟ محمد بن اسحاق نے کہا: ہاں!

---

(۱) مصدر سابق ص ۱۷۰، الباب السابع

انھوں نے ایسا ہی فرمایا ہے، اور یہ شخص (امام اعظم) آپ کے جد امجد کی مخالفت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ آپ کے جد اکبر فرماتے تھے: اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھالے پھر سکوت کے بعد استثنا کرے یعنی دو ایک روز کے بعد ان شاء اللہ کہہ لے تو یہ استثنا قسم میں داخل سمجھا جائے گا اور قسم کا پورا کرنا کچھ ضروری نہ ہوگا۔ اور ابو حنیفہ کہہ رہے ہیں کہ اِن شاء اللہ کا لفظ قسم کے ساتھ متّصل ہو تو قسم کا حصہ ہوگا ورنہ بے کار اور بے اثر ہوگا۔ یہ سنتے ہی خلیفہ منصور نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے غضبناک ہو کر کہا: کیا تم ہمارے جدّ امجد کی رائے کی مخالفت کرتے ہو؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں مخالفت تو نہیں کرتا، ہاں! ان کے ارشادِ گرامی کو درست طریقے سے بیان کرتا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کو اس طرح روایت کی ہے: من حلف علی یمین ، و یستثنی فلا حنث علیه۔ جس نے قسم کھائی اور استثنا کیا تو حانث نہیں ہوگا۔ ہم نے اس حدیث پاک کو ”یمین سے استثنا کے متّصل ہونے“ پر محمول کیا ہے۔ لیکن یہ لوگ آپ کی خلافت کے دشمن اور مخالف ہیں، اور آپ کی خلافت کا منکر ہیں، اس لیے کہ ان کا خیال ہے کہ لوگوں پر آپ کی بیعت کا کچھ اثر نہیں ہے، اور اس کے لیے حضرت ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔

منصور نے کہا: یہ کیسے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان کا گمان ہے کہ لوگ دربار میں آپ کے ہاتھ پر بیعتِ کی قسم تو کھاتے ہیں، مگر بعد میں گھروں میں جا کر استثنا کر لیتے ہیں، یعنی ان شاء اللہ کہہ لیتے ہیں۔ اس طرح ان کی قسمیں بے اثر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ شرعاً حانث بھی نہیں ہوتے، اور اس طرح سے یہ لوگ ایک عرصے تک قسم کو استثنا کے زیر سایہ معلق رکھتے ہیں، تاکہ جب چاہیں آپ کی بیعت سے آزاد ہو جائیں۔ اگر یہ لوگ قسم کے ساتھ استثنا کو متّصل کر دیں تو بیعت نہیں توڑ سکتے۔ یہ بات منصور کو سمجھ میں آگئی۔ اُس نے حکم دیا کہ ایسے تقیہ بازوں اور منافقوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ محمد بن اسحاق کو گرفتار کر لیا گیا اور جیل میں کچھ عرصے کے لیے ڈال دیا گیا۔[1]

اسی طرح کا ایک واقعہ خلیفہ منصور کے پرسنل سکریٹری ربیع کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔[2]

☆ابو العباس طوسی جو منصور کے دربار میں معزز درجہ رکھتا تھا، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن تھا اور ہمیشہ ان کو ضرر پہنچانے کی فکر میں رہتا تھا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس بات کو سمجھتے تھے، ایک دن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی ضرورت سے دربار میں گئے۔ اتفاق سے ابو العباس اور دوسرے بہت سے لوگ بھی حاضر تھے۔ طوسی نے کہا آج میں ابو حنیفہ کو قتل کرا دوں گا۔ وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ ”ابو حنیفہ! امیر المؤمنین یعنی خلیفہ منصور کبھی کبھی ہم لوگوں کو بُلا کر حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن مار دو، اور ہم کو مطلق معلوم نہیں ہوتا کہ وہ شخص واقعی مجرم ہے یا نہیں، ایسی

---

(۱) مصدر سابق ص ١٤١، الباب السابع

(۲) مناقب موفق ص ١١٤

حالت میں ہم کو یہ کام کرنا چاہیے یا انکار کر دینا چاہیے؟

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''تمھارے نزدیک خلیفہ کے احکام حق ہوتے ہیں یا باطل؟'' منصور کے سامنے کس کی تاب نہ تھی کہ احکامِ خلافت کی نسبت باطل اور ناجائز ہونے کا احتمال ظاہر کرتا۔ ابو العباس کو مجبوراً کہنا پڑا کہ حق ہوتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو پھر حق کی تعمیل میں پوچھنا کیا؟ پھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قریب والوں سے فرمایا: یہ آدمی مجھے باندھنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے ہی باندھ دیا۔ (۱)

☆**خارجیوں سے مناظرہ:** امام ابو الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرمانی نے فرمایا کہ جب خوارج کوفہ میں داخل ہوئے، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ جس سے گناہ ہو جائے وہ کافر اور جو ان کے عقیدہ کا قائل ہو کر ان کی موافقت نہ کرے وہ بھی کافر، تو ان خوارج کو بتایا گیا کہ ان کوفیوں کے شیخ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انھوں نے سوچا کہ اگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے قابو میں آگئے تو کسی کو بات کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ چناں چہ انھوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ لیا اور کہنے لگے کفر سے توبہ کرو۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں ہر قسم کے کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ انھوں نے آپ کو چھوڑ دیا، بعد میں چند لوگوں نے کہا: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو تمھیں جل دے کر چھوٹ گئے، وہ تو تمھیں کافر سمجھتے ہیں، اور تمھارے کفر سے توبہ کرتے رہے ہیں، خارجیوں نے آپ کو گھر سے پھر گرفتار کر لیا، اور پوچھا: شیخ! آپ نے تو ان عقائد سے توبہ کی ہے جن پر ہم ہیں، آپ نے فرمایا: تم ظن سے کہتے ہو یا یقین سے؟ انھوں نے کہا ظن سے۔ اس پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ الآية، و الاثم ذنب، و الذنب كفر (أی فی اعتقادكم)، فتوبوا من الكفر" تم نے مجھ پر بدگمانی کی، بدگمانی گناہ ہے، اور تمھارا عقیدہ ہے کہ ہر گناہ کفر ہے، تو تم پہلے کفر سے توبہ کرو۔ خارجیوں کے سردار نے کہا: اے شیخ آپ صحیح کہہ رہے ہیں، میں کفر سے توبہ کرتا ہوں مگر آپ بھی کفر سے توبہ کریں۔ آپ نے اعلان کیا کہ میں ہر کفر سے توبہ کرتا ہوں، اس پر خوارج نے آپ کو پھر چھوڑ دیا۔ (۲)

واضح رہے کہ دوسری بار بھی خارجیوں نے سمجھا کہ آپ نے ''ان کے مطابق اپنے کفری عقیدے سے توبہ کی ہے'' حالاں کہ آپ تو ان خارجیوں کے کافرانہ عقائد سے توبہ فرما رہے تھے۔

☆**ضحاک سفّاک سے مناظرہ:** ابو معاذ بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ کوفہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں، آپ نے انھیں ایک بار خلیفہ عباسی کے ظالمانہ حکم سے بچا لیا تھا، ضحاک بن قیس شیبانی حروری خارجیوں کا کمانڈر تھا، وہ عراق کے مختلف شہروں پر حملہ کرتا، تو مسلمانوں کا قتلِ عام کر دیا کرتا تھا، ایک بار وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر کوفہ

(۱) مصدر سابق ص ۱۱۷، الباب السابع، عقود الجمان ص ۲۷٤، وفيات الاعيان ج٥، ص ٤١٢

(۲) مصدر سابق ص ۱٦٩، ۱۷۰، الباب السابع

میں آپہنچا، اور جامع مسجد کوفہ میں بیٹھ گیا، اور ایک فرمان جاری کیا کہ کوفہ کے تمام مَردوں کو قتل کر دیا جائے، اور ان کی بیوی اور بچوں کو قید کر لیا جائے، اس وقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چادر اور قمیص پہنے مسجد میں تشریف لائے، اور ضحاک سے کہا: میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، ضحاک نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ نے پوچھا: تم کوفہ کے مردوں کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ اور بچوں کو قتل کرنے کا حکم کیوں دے رہے ہو؟ اس نے کہا: یہ سب مرتد ہیں، ان کے ارتداد کی یہی سزا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ارتداد تو ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کے اختیار کرنے کا نام ہے، آپ پہلے یہ بتائیے کہ وہ پہلے کس دین پر تھے اور اب کس دین میں شامل ہوئے ہیں؟ کیا وہ اپنے پہلے دین میں نہیں رہے؟ ضحاک نے کہا کہ اپنے سوال کو پھر دہرائیے، امام اعظم نے فرمایا: یہ لوگ پہلے کس دین پر تھے جسے چھوڑ کر اب دوسرے دین کو اختیار کر رہے ہیں؟ ضحاک نے کہا: واقعی یہ میری غلطی ہے، اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں میانوں میں کر لو۔ اور کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ (۱)

☆**دہریوں سے مناظرہ:** امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جہاں خارجی، رافضی اور دوسرے بد عقیدہ لوگ موجود تھے، وہاں بے دین دہریے اور ملحد بھی موجود تھے، وہ چاہتے تھے جب موقع ملے آپ پر حملہ آور ہو کر آپ کو قتل کر دیں، ایک دن آپ مسجد میں تنہا تھے، اچانک ایک جماعت اندر آئی، اندر آتے ہی تلواروں اور چھریوں کی نمائش کرنے لگے، آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔ پھر جو جی میں آئے کر لینا۔ آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اس شخص کے متعلق تم کیا کہو گے جو دریا میں سامان سے لدی ہوئی کشتی پر سوار ہے، اس کشتی کو طوفانی موجوں اور ہواؤں نے گھیر لیا، مگر وہ اس کے باوجود اپنے راستے پر چل رہی تھی حالاں کہ اس کا کوئی ملاح یا چلانے والا نہیں تھا، اس پر کوئی ایسا شخص بھی نہ تھا جو کشتی کا رخ پھیر کر طوفانوں کی زد سے کسی دوسری طرف لے جائے، کیا تمھاری عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس کے باوجود کشتی طوفانوں کے درمیان سیدھی منزل کی طرف چلتی جائے گی، ان سب نے کہا کہ عقل نہیں مانتی۔ آپ نے فرمایا جب تمھاری عقل یہ نہیں مانتی کہ کشتی کسی ملاح یا چلانے والے کے بغیر طوفانوں سے اپنا راستہ خود بنائے تو اتنی بڑی کائنات جس میں مختلف قسم کے طوفان ہیں وہ بھلا کسی چلانے والے کے بغیر کس طرح چل سکتی ہے؟ آپ کی بات سن کر دہریے جو قتل کرنے آئے تھے، سرنگوں ہو گئے اور اپنی اپنی تلواریں میانوں میں کر لیں، اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے عقائد سے توبہ کر لی۔ (۲)

☆**مسئلہ رفع یدین میں مناظرہ:** سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطریوں کے گھر جمع ہوئے، امام اوزاعی نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ رکوع اور رکوع سے اٹھتے

---

(۱) مناقب موفق ص ۱٦٧، الباب السابع

(۲) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱٦٩، الباب السابع. و الخیرات الحسان ص ۵۹، و ٦٠، الفصل الثانی والعشرون ، مطبعة السعادة مصر

ہوئے "رفع یدین" کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں ملتی، امام اوزاعی نے کہا: میرے پاس صحیح حدیث کی سند موجود ہے: مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی ہے، انھوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ جب نماز شروع کرتے پھر رکوع کے وقت پھر رکوع سے اٹھتے وقت۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کی، میرے استاذ حماد نے، انھوں نے حضرت ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے اور انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف آغاز نماز کے وقت رکوع فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد ساری نماز میں کبھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے یعنی ساری نماز میں کبھی "رفع یدین" نہیں کیا کرتے تھے۔

اس پر امام اوزاعی نے کہا: میں عن الزهری عن سالم عن أبیه حدیث بیان کر رہا ہوں اور آپ ان کے مقابلے میں حماد عن إبراهیم عن علقمة کی حدیث بیان کر رہے ہیں۔ امام اوزاعی نے حدیث کو علوّ سند سے ترجیح دی۔ اس پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: حماد بن سلیمان، زہری سے بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے افقہ ہیں، اور علقمہ عبد اللہ بن عمر سے بڑے فقیہ ہیں، اگرچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صحابیت کا شرف حاصل ہے، اور صحابیت کی فضیلت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو عبد اللہ بن مسعود ہیں، ان کے علم و فضل کا جواب نہیں (جنھیں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی پر فوقیت حاصل ہے) یہ بات سن کر امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔ (۱)

☆**خارجیوں سے نصیحت آمیز مناظرہ:** حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی ادراک کی خبر جب خوارج کو پہنچی اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ آپ فسق کی وجہ سے اہل قبلہ پر کفر کا فتوی نہیں دیتے تو ان کے ستّر آدمی ایک وفد کی صورت میں آپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کے پاس لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا اور آپ کے پاس بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ انھوں نے چلا کر کہا: حضور! ہم ایک ملت پر ہیں، آپ اپنے لوگوں سے کہیں کہ وہ ہمیں ملاقات کے لیے آپ کے قریب آنے کا موقع دیں۔

جب یہ لوگ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب پہنچے تو سب نے میانوں سے تلواریں نکال لیں اور کہا تم اس امت کے دشمن ہو، تم اس امت کے شیطان ہو۔ ہمارے نزدیک ستّر آدمیوں کے قتل کرنے سے تم جیسے تنہا شخص کو قتل کر دینا بہتر ہے لیکن ہم قتل کرتے وقت ظلم نہیں کریں گے۔

---

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۶۹، الباب السابع. و الخیرات الحسان ص ۵۹، و ۶۰، الفصل الثانی والعشرون، مطبعة السعادة مصر

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم ظلم کا ارادہ نہیں رکھتے اور مجھے انصاف دینا چاہتے ہو؟ اگر یہ بات درست ہے تو پہلے اپنی تلواریں میانوں میں کر لو۔ وہ کہنے لگے، ہم انھیں میانوں میں کیوں کر لیں ہم تو انھیں آپ کے خون سے رنگین کرنے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: چلو تم اپنا سوال کرو۔ وہ کہنے لگے مسجد کے دروازے پر دو جنازے آئے ہیں، ایک ایسا شخص ہے جس نے شراب کے نشے میں دھت ہو کر جان دی۔ دوسری ایک عورت کی لاش ہے جس نے زنا کروایا اور اس کے پیٹ میں حرام کی اولاد ہے، اس نے شرمساری سے بچنے کے لیے خودکشی کرلی۔ کیا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟

آپ نے پوچھا: کیا وہ دونوں مرنے والے یہودی تھے؟ کہا نہیں، فرمایا: کیا وہ نصرانی تھے، کہا نہیں۔ فرمایا: کیا وہ مجوسی تھے، کہا نہیں۔ فرمایا: تو وہ کس دین اور کس مذہب پر تھے؟ کہنے لگے: اس دین پر جس کی تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

امام اعظم نے فرمایا: تم خود گواہی دے رہے ہو کہ وہ ملتِ اسلام پر تھے، اب یہ بتاؤ کہ ان کا ایمان تہائی تھا یا چوتھائی یا پانچواں حصہ تھا؟ وہ کہنے لگے: ایمان کی کوئی مقدار نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا عجیب بات ہے جب تم خود ہی اقرار کر رہے ہو کہ وہ مومن تھے، پھر پوچھتے ہو کہ ان کی نماز پڑھی جائے یا نہیں۔ انھوں نے جھینپ کر کہا: ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی؟

آپ نے فرمایا: جب تم ان کے مومن ہونے کے اقرار کے بعد بھی سوالات کرنے سے باز نہیں آتے تو سنو، میں ان کے بارے میں وہی کہوں گا جو ابراہیم علی الصلاۃ والسلام نے اس قوم کے بارے میں کہا تھا جو جرم میں ان سے بڑھ کر تھی۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾ ”توجس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔“ (۱)

پھر ان کے بارے میں مجھے یہی کہنا ہے جو حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس قوم کے متعلق کہا تھا جو ان سے جرم میں بڑھ کر تھے۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ ”اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔“ (۲)

میں ان سے حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے فرمان کے مطابق سلوک کروں گا۔ آپ نے فرمایا تھا: قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَ مَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۵﴾

”کافر بولے: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمھارے ساتھ کمینے ہوئے ہیں؟ فرمایا: مجھے کیا خبر ان کے کام کیا

---

(۱) ابراهيم: ۳۶. کنز الایمان

(۲) المائدہ: ۱۱۸، کنز الایمان

ہیں، ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اگر تمھیں سمجھ ہو، اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں، میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔" (۱)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان زبردست دلائل کے سامنے خوارج نے ہتھیار ڈال دیے، اور مجلس میں اعلان کیا کہ آج ہم ان تمام نظریات باطلہ اور خیالات فاسدہ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں جس پر اب تک ہم عمل پیرا تھے اور ہم آپ کے نظریات کی روشنی میں دین اسلام کو اختیار کرتے ہیں۔

جب خوارج کا یہ وفد وہاں سے روانہ ہوا تو اپنے خیالات سے توبہ کرکے روانہ ہوا اور انھوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد اختیار کر لیے۔ (۲)

یہ تھی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناظرات و مکالمات کی ایک مختصر سی جھلک، جس میں مناظرانہ کمالات و اوصات کے حوالے سے آپ کی روشن شخصیات صاف و شفات نظر آتی ہے۔

ابتدا میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علمِ کلام سے بڑا شغف تھا، لیکن بعد میں جس قدر عمر اور تجربہ بڑھتا گیا آپ کی دلچسپی علم کلام سے کم ہوتی گئی۔ آپ خود ہی فرماتے ہیں:

"میں آغاز عمر میں اس علم (کلام) کو سب سے افضل جانتا تھا، کیوں کہ مجھ کو یقین تھا کہ عقیدہ و مذہب کی بنیاد اسی علم پر ہے۔ لیکن پھر الہام ہوا کہ صحابۂ کرام ان بحثوں سے ہمیشہ الگ رہے، حالاں کہ ان باتوں کی حقیقت ان سے زیادہ کون سمجھ سکتا تھا۔ ان کی تمام تر توجہ شرعی وفقہی مسائل کی طرف تھی، اور وہ ہمیشہ انھیں کی تعلیم و تبلیغ میں مشغول رہے، نیز یہ بھی دیکھا کہ جو لوگ علمِ کلام میں مصروف ہیں ان کا طرزِ عمل کیا ہے۔ اس خیال سے اور بھی بے دلی پیدا ہوئی اور آپ کی توجہ بحث و مناظرے سے ہٹنے لگی کیوں کہ ان لوگوں میں وہ اخلاقی پاکیزگی اور روحانی اوصاف نہ تھے جو اگلے بزرگوں کا وصفِ امتیاز تھا۔" (۳)

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر رحمت و انوار کی بارش برسائے اور ان کے صدقے ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین، صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و صحبہ وسلم۔

(اس مضمون کا اصل ماخذ مناقب الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للموفق بن احمد المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے جو ۲۰۱۵ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے درجۂ سابعہ کے طلبہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی)

---

(۱) الشعراء ۱۱۱ تا ۱۱۵

(۲) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص ۱۲۶، ص ۱۲۷ ، الباب السابع

(۳) الخیرات الحسان ص ۲۷، الفصل التاسع فی مبدأ امرہ و نشأتہ و سبب اشتغالہ بالعلم

امام اعظم — مناظرے، شواہد ذہانت

مفتی محمد شمیم رضا تیغی مصباحی، پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم، حامد آباد، پھکولی شریف، مظفر پور (بہار)

اظہار صواب کی نیت سے دو چیزوں کے درمیان نسبت میں دو متخاصم کا متوجہ ہونا مناظرہ کہلاتا ہے۔ مناظرہ کی روایت بہت قدیم ہے۔ قرآن مقدس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مابین واقع ہونے والے مناظرے کا تفصیلی ذکر ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود بن کنعان کو خدا پرستی کی دعوت دی تو نمرود نے کہا: "تمھارا رب کون ہے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے" حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو اجسام میں موت وحیات پیدا کرتا ہے۔ نمرود اس حجت قاطعہ سے لاجواب ہوا مگر حاضرین کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لیے اس نے کج بحثی کی راہ پکڑی۔ دو شخصوں کو بلایا، ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور ایک کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا: "میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں" حضرت ابراہیم نے اس پر مناظرانہ گرفت فرمائی: "موت وحیات تو تیرے میرے مقدور سے وراء ہے، لہٰذا تو اس سے آسان کام کر اور ایک جسم متحرک کی حرکت تبدیل کر دے۔ اللہ تعالیٰ سورج کو پورب سے لاتا ہے تو اس کو پچھم سے لے آ"۔ اس مناظرے کے انجام کا اعلان قرآن پاک فرماتا ہے: فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (البقرہ:۲۵۸) تو کافر کے ہوش اڑ گئے یہ مناظرۂ حق و باطل تھا جس کی شہادت کلام مقدس سے ملتی ہے۔

عالم ناسوت کے غالباً سب سے پہلے مناظرے کے احوال کا سراغ حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ملتا ہے۔ یہ مناظرہ دو اولو العزم پیغمبر حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ہوا۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا:

" آپ وہ آدم ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی پیدا کی ہوئی روح آپ کے جسم میں جاری فرمائی اور زمین و آسمان کے مقربین تمام فرشتوں سے آپ کا سجدۂ تعظیمی کرایا، آپ کو جنت میں رکھا پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا، اگر آپ وہیں رہتے تو ہم سب وہیں پیدا ہوتے "۔

حضرت آدم نے فرمایا:

" آپ وہی موسیٰ ہیں جنھیں اللہ نے اپنی پیغمبری اور ہم کلامی کے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو زبرجد کی تختیوں پر

لکھی ہوئی توریت شریف عطا فرمائی گئی جس میں ہر چیز کا کھلا ہوا بیان ہے اور آپ کو خصوصی ہم کلامی سے قرب بخشا۔ فرمائیے کہ آپ نے میری تخلیق سے کتنے سالوں پہلے توریت کو لکھا ہوا پایا،

حضرت موسیٰ نے فرمایا: "۴۰ر سال پہلے"،

حضرت آدم نے فرمایا:

آپ نے توریت میں لکھا ہوا دیکھا کہ آدم نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے،

موسیٰ نے فرمایا: " ہاں!"،

حضرت آدم نے فرمایا: " تو کیا آپ اس لغزش پر ملامت کرتے ہیں جس کا کر لینا میری تقدیر میں میری تخلیق سے چالیس سال پہلے لکھا جا چکا تھا"۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "فحج آدم موسیٰ" کہ حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب رہے۔

قرآن و حدیث سے جہاں مناظرے کی واقعیت کا پتہ چلتا ہے وہیں اس کی صحت و ضرورت بھی ثابت ہوتی ہے۔ گردش دوراں کے ساتھ ساتھ آبادیاں بڑھتی رہیں۔ خیر امت نت نئے مسائل سے دوچار ہونے لگی۔ فکروں کے تصادم اور تمام اصحاب رائے کا جملہ مسائل میں ایک نظریے پر عدم اتفاق کی وجہ سے بحث و مباحثہ اور مکالمہ و مناظرہ کا میدان وسیع تر ہو گیا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آغاز شعور کا زمانہ فتنوں سے پر تھا۔ بے دینوں کی شورش، بدمذہبوں کی سازش، اپنوں کی کئی خانوں میں تقسیم اور داخلی اور خارجی مسائل کی کثرت، ہر وقت ہر طرف نظریاتی محاذ آرائی کی صورت اختیار کر چکی تھی اس دور کے دور اندیشوں اور باریک بینوں میں کوئی فقید المثال اور وحید عصر تھا تو وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات تھی۔ مراکز عقیدت مختلف تھے، مگر اختلاف رائے کی صورت میں مرجع اصلی صرف اور صرف آپ کا وجود مسعود تھا۔ دقت نظر، جودت طبع، ذہانت و فطانت، زور بیانی، جدت طرازی، بلندی فکر، فہم و فراست، دانائی و ذکاوت اور طباعی جیسی خوبصورت صفات کی تجلیاں اکابر کو مداح، مقابل معاصرین کو ہم نوا، اپنوں کو گرویدہ اور غیروں کو مسخر کر لیتی تھیں۔ حضرت خارجہ بن مصعب پکار اٹھے: " میں نے تقریباً ایک ہزار علما اور فضلا سے ملاقات کی، ان میں سے کسی کو علم و عقل، فہم و فراست اور بصیرت و مہارت کے لحاظ سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ بھی نہیں پایا"۔

آپ کی قوت استدلال کا اندازہ امام مالک کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ " امام ابو حنیفہ اگر کسی ستون کو سونا ثابت کرنا چاہیں تو اپنی دلیلوں سے سونا ثابت کر دیں گے "۔ مجلسی گفتگو ہو یا بحث و مباحثہ، مناظرہ و مکالمہ ہو یا مجادلہ آپ کی ہمہ دانی سر چڑھ کر بولتی اور سبھوں سے صلاحیت کا لوہا منوا لیتی۔

آپ نے اپنی ذہانت اور خداداد لیاقتوں کا موقع محل پر خوب خوب استعمال فرمایا اور مذہب حق کی شان بڑھانے میں

کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس معاملے میں نہ فریق مخالف کی اکثریت مرعوب کرسکی، نہ کثرت کار، پابند سلاسل کرسکی، اور نہ ہی اسفار کی صعوبتیں سدِّراہ بنیں جہاں مبتدعین نے سر ابھارا، گمراہ گروں نے فتنے پیدا کیے، آپ ان کی سرکوبی کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ مباحثے، مناظرے، مکالمے ہوتے اور مقابل کو ہزیمت سے دوچار ہونا پڑتا۔

آپ خود فرماتے ہیں: ''میں ایک ایسا شخص تھا جسے علم کلام کی بحثوں میں مہارت حاصل تھی۔ ایک زمانہ ایسا گذرا کہ میں انھیں بحثوں میں مشغول رہتا اور چوں کہ اختلاف کا اکھاڑہ بصرہ میں تھا، اس لیے میں وہاں تقریبا بیس مرتبہ گیا اور کبھی کبھی سال، چھ مہینے بھی وہاں رہ کر خوارج کے مختلف گروہوں: رباضیہ، صغریہ، حشویہ وغیرہ کے مختلف طبقوں سے مناظرہ کرتا رہا''۔

عموماً اپنوں سے نزاع میں انسان کا درجۂ حرارت خطرے کے نشان سے اوپر ہوجاتا ہے مگر اغیار کے نرغے میں ہمتیں برف آلود ہوجاتیں ہیں۔ بے بضاعتی، کم ہمتی، اور بزدلی کو مصلحت کوشی میں ملفوف پیش کرنے والے جب امام اعظم کے صحیفۂ حیات پہ نظر ڈالتے ہیں تو عرق حیرت وسبق آموزی کشید کیے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ عقل ونقل کے فانوس میں موجود امام صاحب کی ثبات قدمی اور ہمت وجرأت کا چراغ ظلم وستم کی آندھیوں میں بھی مسکرا رہا ہے۔ بے دینوں اور دہریوں کو آپ کا وجود اتنا گراں تھا کہ وہ ہمہ دم آپ کے قتل کے درپے اور مواقع کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔

چناں چہ ایک دن آپ اپنی مسجد میں اکیلے تھے کہ اچانک خارجیوں کی ایک جماعت تیغ برہنہ لے کر اندر آگئی اور اپنے ناپاک ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آگے بڑھنے لگی۔ آپ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ! پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو، پھر جو جی میں آئے کرلینا'' آپ نے فرمایا: ''مجھے بتاؤ! اس کشتی کے متعلق تم کیا کہوگے جو سامان سے لدی ہوئی، دریا میں چل رہی تھی۔ اس کشتی کو طوفانی ہواؤں اور موجوں نے گھیر لیا مگر اس کے باوجود وہ اپنے راستے پر چلتی رہی حالاں کہ کوئی اس کا ملّاح اور چلانے والا نہیں تھا۔ اس پر کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو کشتی کا رخ پھیر کر طوفانوں کی زد سے کسی دوسری طرف لے جائے۔ کیا تمھاری عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس کے باوجود کشتی طوفانوں کے درمیان سیدھی منزل کی طرف چلتی جائے؟''، ان سب نے کہا: ''عقل نہیں مانتی''، آپ نے فرمایا: ''جب تمھاری عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ ایک کشتی کسی چلانے والے یا ملاح کے بغیر طوفانوں میں اپنا راستہ خود بنا لے تو اتنی بڑی کائنات جس میں مختلف اقسام کے تغیرات اور طوفان ہیں وہ کسی چلانے والے کے بغیر کس طرح قائم رہ سکتی ہے؟''۔

آپ کی مسکت دلیل سے دہریے لاجواب ہوگئے اور سب تائب ہوکر حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔

آپ کی حاضر جوابی اور مضبوط گرفت، اچھے اچھوں کا، ناطقہ بند کردیتی تھی۔ آپ کے استاد محترم حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد'' شیطان الطاق'' کے نام سے مشہور ایک باتونی رافضی جس کے رگ وریشے میں آپ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری تھی، آپ کے سامنے اظہار مسرت کرتا حاضر آیا اور گویا ہوا: ''ابو حنیفہ! تمھارے استاد فوت ہوگئے ہیں

، شکر ہے کہ ہم نے اس شخص سے نجات پائی"۔ آپ نے فرمایا:" ہمارے استاد فوت ہوتے رہیں گے مگر تمھارا استاد ہمیشہ زندہ رہے گا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے" من المنظرین" کہہ کر مہلت دی ہے، اور وہ قیامت تک نہیں مرے گا۔

حق و صداقت کے آئینہ دار اور دیانت وروایت کی جلوہ گاہ، وہی ذہانت کو، کچھ لوگوں نے شخصی رائے کے خانے میں ڈالنے کی سعی غیر محبوب کی ہے۔ اس کے عوامل، ذاتی مخاصمت، سطحی فکر، لاعلمی، عدم التفات اور افواہ کی گرم بازاری، نظر آتے ہیں۔ اکابر و مشائخ نے جب حقیقت حال کا چہرۂ پر نور، بے حجاب دیکھا تو تردد کے غبار اور تشکیک کے بادل آن کی آن میں چھٹ گئے اور سبھوں نے امام صاحب کی تائید و توثیق بھی فرمائی اور دل میں سرور و بہجت بھی محسوس فرمایا۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

ابو مطیع نے کہا:" میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا کہ حضرت امام جعفر صادق، سفیان ثوری، مقاتل بن حبان، حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہا آئے۔ ان حضرات نے حضرت امام ابو حنیفہ سے کہا کہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ دین میں بہت قیاس کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں اندیشہ ہے۔ اس پر حضرت امام نے ان لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کیے اور صبح سے زوال کے پہلے تک ان لوگوں سے مناظرہ ہوتا رہا۔ امام اعظم نے کہا کہ میں کتاب اللہ پہ عمل کو سب پر مقدم رکھتا ہوں، پھر سنت پر، پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے پر، پھر ان کے مختلف فیہ فیصلوں میں جو قوی ہو، اس پر، اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔

حضرت امام اعظم نے جو اصول بتائے، اس پر اپنے تمام مسائل ثابت کر دیے جس کے نتیجے میں وہ حضرات باغ باغ ہو گئے اور سب نے ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بوسے دیے اور فرمایا:

أنت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى منامن وقيعتنافيك بغير علم فقال غفر الله تعالیٰ لنا ولكم أجمعين.

آپ علما کے سردار ہیں اب تک ہم نے غلط فہمی میں جو کچھ کہا ہے اسے معاف کر دیں۔ امام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے"۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علمی وجاہت، اور تفقہ کی وجہ سے جو قبولیت عامہ و تامہ حاصل تھی وہ دیگر ہم عصر مشائخ کے حصے میں نہیں آئی جس کی بنا پر کچھ افراد خفت محسوس کرتے اور جارحانہ تاثر، نوک زبان پر آجاتا۔ سلطان عباسی کے دربار میں کوفہ کے قاضی یحیٰ بن سعید کی اچھی خاصی رسائی تھی وہ امام اعظم کی مقبولیت پر متعجّب بھی تھے اور کوفہ والوں کی کم عقلی پہ ماتم کناں بھی، جنھوں نے "یک در گیر و محکم گیر" کے تحت درِ امام کو لازم پکڑ رکھا تھا، اور قاضی صاحب انھیں در خور اعتنا سمجھنے کو تیار نہیں۔ امام اعظم نے ان کے مواخذے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے چند شاگرد، ان سے مناظرہ

کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ کے شاگردوں نے شراکت والے غلام کے موضوع پر قاضی صاحب سے مناظرہ کرکے انھیں لاجواب کیا اور امام صاحب کی وجہ محبوبیت ظاہر کر دیا۔

کچھ منتقم مزاج حریفان چمن، آپ کے درپئے آزار اور مواقع کے متلاشی رہتے۔ مگر آپ کے پرواز تخیل کے آگے ان کی ایک نہ چلتی، نتیجتاً ساکت و صامت لوٹنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہوتا۔ اس سلسلے کا ایک مشہور مناظرہ صفحۂ تاریخ کی زینت ہے:

کچھ لوگ حضرت امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم آپ سے قراءت خلف الامام پر مناظرہ کریں گے۔ امام اعظم نے فرمایا: ”تم لوگ کئی ایک ہو اور میں اکیلا ہوں۔ میں ہر ایک سے کیسے گفتگو کروں گا۔ تم لوگ کسی کو بات کرنے کے لیے منتخب کر لو کہ اس کی کہی ہوئی بات تم سب کی ہو، اس کا اقرار سب کا اقرار، اس کا انکار سب کا انکار ہو“۔ ان لوگوں نے حضرت امام کی اس تجویز کو مان لیا اور ایک شخص کو چن لیا کہ یہ بات کرے گا۔ اس پر حضرت امام نے فرمایا: ”یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ مقتدی نے جب ایک کو امام مان لیا تو اس کی قراءت مقتدی کی بھی قراءت ہے“۔ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔

کسی ادق مسئلے میں معاصر محدثین و فقہا کا اتفاق کسی ایک نقطہ پر ہو جاتا، اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ان سے مختلف ہوتی تو آنے والا وقت ثابت کر دیتا کہ امام صاحب کی رائے مضبوط و مستحکم اور بلا حیل و حجت قابل قبول ہے۔ میاں بیوی کی شکر رنجی زمانے کی ریت رہی ہے۔ امام صاحب کے زمانے میں ایک جوڑے کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور بات اتنی بڑھی کہ شوہر نے قسم کھالی کہ جب تک تو نہ بولے گی میں بھی نہیں بولوں گا۔ عورت کہاں پیچھے رہتی، اس نے بھی فوراً ترکی بترکی کہا کہ جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی۔ جب آتشِ غضب سرد ہوئی، دونوں بڑے حیران، اب کیا کیا جائے؟ شوہر دوڑا دوڑا جلیل القدر بزرگ حضرت سفیان ثوری کے پاس آیا، اور روداد الم سنا کر مشکل کشائی کا تمنائی ہوا۔

حضرت سفیان نے کہا: ”گفتگو کرنے پر کفارۂ قسم کی ادائگی ضروری ہوگی“۔ شوہر کے جی میں کیا آیا کہ امام کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ بیتی سنائی۔ امام صاحب نے فرمایا: ”باتیں کرو! کفارے کی ضرورت نہیں“۔ سفیان ثوری کو اس بات کا علم ہوا نہایت برافروختہ ہوئے۔ امام صاحب کے پاس تشریف لائے، اور اپنی ناراضگی ظاہر فرمائی۔ امام صاحب نے فرمایا: ”جب شوہر کے قسم کے بعد عورت نے شوہر کو مخاطب کرکے وہی جملہ کہا تو عورت کی جانب سے بولنے کا آغاز ہو چکا، اب قسم کہاں رہ جاتی ہے“۔ حضرت سفیان نے اعترافاً کہا کہ جہاں تک آپ کی فہم پہنچ جاتی ہے وہاں تک ہم لوگوں کا مرغِ وہم بھی نہیں پہنچ پاتا۔

گاہے بہ گاہے کچھ دوسرے معززین سے امام صاحب کے مکالمے، مباحثے اور مناظرے ہوتے رہے عقل و نقل، درایت و روایت کی کسوٹی پر امام اعظم کے موقف کو کھرا اترنا تھا اور ہر بار کھرا اتر کر اپنے سکۂ رائج الوقت ہونے کا

احساس دلاتا رہا اور آپ کا ہر حکم عین حق و صواب کی صورت میں تاریخ کے اوراق کی قیمت بڑھاتا رہا۔ وہ علما جن کی نظر میں اسلام کا قانون پیارا تھا اور اپنی شان عزیز، نہ تھی، حقیقت حال سے آگہی کے بعد، اپنی رائے کی تقصیر اور امام اعظم کی تحقیق کو حرف آخر تسلیم کرتے رہے۔

اس ضمن میں ایک مشہور و معتبر نام امام اوزاعی کا ہے جنھوں نے رفع یدین کے سلسلے میں آپ سے مکالمہ کیا اور کہا کہ آپ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ امام صاحب نے اس حکم پر کوئی صحیح روایت نہ ہونے کی وجہ پیش فرمائی۔ اس پر امام اوزاعی نے زہری اور سالم کے واسطے سے ابن عمر کی روایت کردہ حدیث ذکر کی تو امام صاحب نے رفع یدین کے خلاف نہ صرف حدیث بیان فرمائی بلکہ عدم رفع کی حدیث کے رواۃ کی از روے فقاہت، افضلیت ثابت کر کے اپنے خیال باکمال کی حقانیت آشکارہ فرما دیا۔ یہی امام اوزاعی سنی سنائی باتوں کے سبب آپ سے غائبانہ بدگمان تھے اور آپ کو مبتدع کہتے تھے مگر جب عبد اللہ بن مبارک کے ہاتھوں امام صاحب کے کچھ اوراق مشاہدے میں آئے تو بر ملا انھوں نے آپ کی عظمت کا اعتراف فرمایا۔ یہی امام اوزاعی جب موسم حج میں مکہ مکرمہ میں امام اعظم کے روبرو ہوئے اور مختلف فیہ مسائل پر آپ کی زبان سے وضاحت سماعت کی تو یہ اقرار فرمایا کہ میری بدگمانی غلط تھی اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

نبیرۂ سید الشہداء حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک، آپ کے مخالفین نے دروغ بیانیاں پہنچا دی تھی، نتیجۃً مدینہ پاک کی حاضری کے موقع پر جب آپ، امام باقر سے شرف لقا کے لیے حاضر ہوئے تو امام باقر نے آپ سے متعارف ہونے کے بعد ارشاد فرمایا: "وہ تمھیں ہو جو قیاس سے میرے جدِّ کریم کی احادیث رد کرتے ہو"۔ آپ عرض گذار ہوئے: "معاذ اللہ! کس کی جسارت کہ حدیث کو رد کرے؟"۔ اس کے بعد آپ نے مستحقین میراث اور نماز و روزہ کے مسائل میں خلافِ عقل اور موافقِ نقل مواقفت آپ کے گوش گذار کیے تو امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی۔

امام صاحب کا حضرت حماد کے ساتھ نماز مغرب کے لیے تیمم نہ کر کے انتظار آب کا معاملہ ہو یا شعبی کی معصیت میں عدم کفارہ کے برخلاف لزوم کفارہ کا حکم ہو، حضرت عطاء بن رواح کے ساتھ آیت قرآنیہ کے معنی حقیقی کے فہم کا مسئلہ ہو یا دریافت سارق اور عوام و خواص کے گرداب بلا سے نکلنے کی تدبیریں، ہر جگہ امام اعظم کی برتری، حاضر جوابی اور ذہانت کی جلوہ گری ہر انصاف پسند کو دعوت نظارہ دیتی ہے ع

صلاے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

ماخذ:

[۱] قرآن مجید [۲] خزائن العرفان [۳] مرأۃ المناجیح
[۴] ماہنامہ فیض الرسول [۵] امام اعظم [۶] نزہۃ القاری
[۷] مناقب نعمان۔

امام اعظم اور کشف و فراست

محمد مرشد رضا تیغی، گریڈیہ، (جھارکھنڈ) متعلّم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو کشف و فراست سے سرفراز فرماتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رب تبارک و تعالیٰ کے ان نیک اور خاص بندوں میں تھے، جنھیں اولیا اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جنھیں اللہ تبارک و تعالیٰ کشف و فراست کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف عالم ربانی ہی نہ تھے بلکہ علماے ربانیین کے امام تھے۔ آپ صرف فقیہ ہی نہ تھے بلکہ فقہا کے سردار تھے ،آپ صرف مجتہد ہی نہ تھے بلکہ مجتہدین کی آبرو تھے، اور جو سچا عالم ہوتا ہے وہ ضرور ولی بھی ہوتا ہے۔

کشف و فراست کا صحیح معنی و مفہوم:

کشف: کشف کہتے ہیں کھولنے اور پردہ ہٹانے کو یعنی پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو جانا کشف کہلاتا ہے۔ یہ زیادہ تر من جانب اللہ اور کرامت کے طور پر ہوتا ہے اسی لیے کرامت کے ساتھ ملا کر کشف و کرامت بولتے ہیں۔ کشف کی قوت بالعموم اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے، غالباً اس کا تعلق ماضی، حال اور مستقبل ہر ایک زمانے سے ہوتا ہے۔

فراست: فراست بروزن تجارت ہے جس کا معنی ہے ظاہر نظر سے باطن کو معلوم کر لینا۔ اس کا تعلق کرامت سے بھی ہوتا ہے اور ذہانت و فطانت سے بھی، اسی لیے فراست و ذہانت بھی بولتے ہیں۔ بالعموم مومن کامل کو یہ ملکہ من جانب اللہ عطا ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن کامل بھی تھے اور عالم ربانی بھی اور فقیہ و مجتہد لاثانی بھی، لہذا وہ فہم و فراست کے جس مقام پر فائز تھے اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ اب ذیل میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات بابرکات کے ان گوشوں اور واقعات پر روشنی ڈالی جاتی ہے جن کا تعلق کشف و فراست سے ہے، اور ولایت و کرامت سے بھی۔ یوں تو اس قسم کے واقعات آپ کی زندگی میں بہت پیش آئے مگر یہاں اختصاراً چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

واقعہ (۱): روض الفائق میں لکھا ہے کہ ایک عورت مسجد میں آئی اور ایک سیب جس کا نصف حصہ سرخ اور نصف زرد تھا، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے رکھ دیا۔ امام اعظم نے اس کے دو حصے کر کے اس کے حوالے

کر دیا۔ جب وہ عورت چلی گئی تو امام اعظم کے اصحاب نے پوچھا کہ آخر اس معما کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے حیض کا خون کبھی سرخ اور کبھی زرد آتا تھا اس لیے طہر کا مسئلہ پوچھنے آئی تھی، میں نے اسے سیب کی اندرونی سفیدی سے جواب دے دیا، یعنی جب تک پانی سفید نہ آئے طہر نہیں ہوتا۔ (۱)

اس طرح سوال سے سمجھ لینا اور پھر اسی انداز سے مسئلے کا جواب دینا، فراست کی اعلیٰ مثال ہے، جو حضرت امام اعظم کا ہی حصہ ہے، اور اس سے اس خاتون کے فہم وفراست کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

واقعہ (۲): اسی روض الفائق میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت امام اعظم ابو حنیفہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک چند خارجی عقیدے کے افراد ہتھیار بند آپ کے سامنے آئے اور کہا، ہم آپ سے دو باتیں پوچھتے ہیں، اگر جواب نہ دو گے تو دو ٹکڑے کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”تلوار نیام میں کر لو، میں تم کو ابھی جواب دیتا ہوں“ انھوں نے کہا: ”ہم تمھاری کھال سے نیام بنانا چاہتے ہیں، اور اسے ثواب تصور کرتے ہیں۔ تلوار کو نیام میں کس طرح کریں؟“۔ امام صاحب نے فرمایا: ”خیر کہو! کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا: ”دو آدمی کے جنازے کا حکم بتاؤ، ان میں ایک شراب کے نشے میں مرا ہے، اور دوسری عورت حرام حمل کے اسقاط کے وقت مر گئی۔ اور مرتے وقت دونوں کو توبہ بھی نصیب نہ ہوئی“۔ چوں کہ خارجیوں کے مذہب میں گناہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور امام اعظم کے مذہب پر کافر نہیں ہوتا اس لیے انھوں نے سوچا تھا کہ ابو حنیفہ ضرور اپنے مذہب کے مطابق، ان کو مومن کہیں گے تو ہم ان پر فساد کر کے اپنا مقصد پورا کریں گے۔ امام صاحب نے پوچھا: ”وہ دونوں آدمی کس قوم سے تھے، یہودی تھے؟“ کہا: ”نہیں“۔ ”تو نصاریٰ و مجوسی سے تھے؟“ اس پر بھی کہا: ”نہیں“ پھر آپ نے پوچھا: ”کیا بت پرستوں سے تھے؟“ کہا: ”نہیں“ فرمایا: ”پھر تم ہی بتاؤ! وہ کس قوم سے تھے“۔ انھوں نے کہا: ”مسلمان میں سے تھے“۔ امام صاحب نے فرمایا: ”تو تم نے خود ہی جواب دے دیا کہ وہ کیا تھے، اب میں کیا کہوں؟“ انھوں نے کہا کس طرح؟“ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے خود ہی اقرار کر لیا کہ وہ مسلمان تھے تو پھر کافر کس طرح ہوں گے؟۔ اس پر تمام خارجی، امام صاحب کی اس کرامت سے متاثر ہو کر اپنے مذہب سے تائب ہو گئے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان خارجیوں سے بچ نکلنا اور حکمت عملی سے ان کو زیر کرنا ایک کرامت ہی تھی۔

واقعہ (۳): حضرت مخدوم داتا گنج بخش سید علی ہجویری علیہ الرحمۃ، مشہور صوفیاے کرام میں سے ہیں۔ وہ حضرت امام اعظم کی فراست کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے زمانے میں ابو جعفر منصور خلیفہ تھا، اس نے یہ انتظام کیا کہ چار علما میں سے کسی ایک کو قاضی بنا دیا جائے۔ ان چاروں میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی شامل تھا اور بقیہ تین افراد یہ تھے: حضرت سفیان ثوری، صلہ ابن الشیم اور شریک رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ چاروں بڑے متبحر عالم

(۱) حدائق الحنفیہ، ص:۶۹

تھے۔ خلیفہ نے فرستادہ بھیجا کہ ان چاروں کو دربار میں لے آئے۔ یہ چاروں حضرات یکجا ہو کر چلے تو راستے میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”میں تو کسی حیلے سے اس منصب قضا کو خود سے دور کر دوں گا۔ صلہ ابن اشیم خود کو دیوانہ بنا لیں، سفیان ثوری راستے سے بھاگ نکلیں اور باقی رہے شریک تو وہ قاضی بن جائیں۔ چناں چہ سفیان ثوری اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے راستے ہی سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک کشتی میں گھس کر کہنے لگے مجھے پناہ دو! لوگ میرا سر کاٹنا چاہتے ہیں۔ اس طرح کہنے میں ان کا اشارہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس ارشاد گرامی کی طرف تھا ”من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین“ (جسے قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کیا گیا)........... ملاح نے انہیں کشتی کے اندر چھپا دیا۔ بقیہ تینوں کو منصور کے سامنے پیش کیا گیا۔ منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”آپ منصب قضا کے لیے بہت مناسب ہیں“۔ امام اعظم نے فرمایا: ”اے امیر! میں عربی النسل نہیں ہوں، اس لیے سردارانِ عرب، میرے حاکم ہونے پر راضی نہ ہوں گے“۔ منصور نے کہا: ”اول تو یہ منصب، نسب و نسل سے تعلق نہیں رکھتا، یہ علم و فراست سے تعلق رکھتا ہے۔ چوں کہ آپ تمام علماے زمانہ سے افضل ہیں اس لیے آپ ہی اس کے لیے زیادہ لائق ہیں“۔ امام اعظم نے فرمایا: ”میں اس منصب کے لائق نہیں“ اور فرمایا: میرا یہ کہنا کہ اس منصب کے لائق نہیں، اگر سچ ہے تو میں یقیناً اس کے لائق نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے کو مسلمانوں کا قاضی نہیں بنانا چاہیے“۔ اس حیلہ سے آپ نے منصب قضا سے نجات پائی۔

اس کے بعد خلیفہ منصور نے صلہ ابن اشیم کو بلایا۔ انھوں نے آتے ہی خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: ”اے منصور! تیرا کیا حال ہے اور تیرے بال بچے کیسے ہیں؟“ منصور نے کہا: ”تو دیوانہ معلوم ہوتا ہے، اسے یہاں سے نکال دو“۔ اس کے بعد حضرت شریک کی باری آئی، ان سے کہا: آپ کو منصب قضا ملنا چاہیے“۔ انھوں نے کہا: ”میں ایک سودائی قسم کا آدمی ہوں، میرا دماغ بھی کمزور ہے اس لیے مجھے بخش دیا جائے“۔ منصور نے جواباً کہا: ”اعتدالِ مزاج کی شربت اور شیرے وغیرہ مقویات استعمال کرنا، تاکہ دماغی کمزوری دور ہو جائے۔ غرض کہ منصبِ قضا، حضرت شریک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گلے پڑ گیا۔ پھر امام اعظم نے انہیں چھوڑ دیا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی، ان سے اس کے بعد کبھی بات بھی نہ کی۔

حضرت علی ہجویری قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اس واقعہ سے امام اعظم کا کمال دو حیثیت سے ظاہر ہے، **ایک یہ** کہ آپ کی فراست، اتنی ارفع و اعلیٰ تھی کہ آپ نے پہلے ہی سب کی خصلت و عادت کا جائزہ لے کر صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ اور **دوسرا یہ** کی سلامتی کی راہ پر گامزن رہ کر، خود کو مخلوق سے بچائے رکھا، تاکہ ریاست و جاہ کی وجہ سے نخوت نہ پیدا ہو جائے۔ یہ حکایت اس امر کی قوی دلیل ہے کہ اپنی صحت و سلامتی اور بھلائی کی خاطر کنارہ کشی بہتر ہے۔ حالاں کہ آج حصول جاہ و مرتبہ اور منصب قضا کی خاطر

لوگ سرگرداں رہتے ہیں؛ کیوں کہ لوگ خواہش نفسانی میں مبتلا ہوکر راہ حق و صواب سے دور جاچکے ہیں، امرا کے دروازے کو قبلہ حاجات بنا رکھا ہے، ظالموں کے گھروں کو اپنا بیت المعمور سمجھ لیا ہے اور جابروں کی مسند کو " قاب قوسین او ادنی " کے برابر جان رکھا ہے۔ جو بات بھی ان کی مرضی کے خلاف ہو اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ (۱)

واقعہ (۴): آپ کی دور اندیشی اور بصیرت و فراست کا ایک عجیب و غریب واقعہ، حضرت فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ نے نقل کیا کہ ایک دن کچھ بچے گیند کھیل رہے تھے اور اتفاق سے کھیل کے دوران وہ گیند حضرت امام اعظم کی مجلس میں آپ کے بالکل پاس آگری، کسی بچے کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے سے گیند اٹھالائے، سب مارے ادب کے دبک کے کنارے ہوگئے، اسی دوران ایک بچے نے دوڑ کر آپ کے سامنے سے گیند اٹھالی تو آپ نے فرمایا: " یہ لڑکا صحیح النسل نہیں معلوم ہوتا، کیوں کہ اس میں حیا اور ادب کا مادہ نہیں ہے "۔ اس کے بعد معلوم کیا گیا تو پتہ چلا کہ واقعی یہ لڑکا صحیح النسل نہیں ہے۔ (۲)

کشف و فراست کا یہ واقعہ بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کا خطبہ پڑھ رہا ہے اور اس سے بڑوں کے ادب و احترام کی اہمیت بھی خوب واضح ہوتی ہے۔

واقعہ (۵): ایک واقعہ، ایک عورت کے اصل شوہر کا ہے جس میں امام اعظم کی فراست نے بڑا کمال دکھایا ہے، اور اس میں ایک اہم نزاعی مسئلہ کا حل بھی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ لولوی قبیلہ کی ایک جماعت کوفہ آئی، ان میں ایک شخص کی بیوی حسن و جمال اور زیب و زینت میں بڑی فائق تھی۔ ایک کوفی اس پر عاشق ہوگیا اور اسے گرویدہ کرکے زوجیت کا دعوی کر بیٹھا۔ جب کہ اس کا اصلی شوہر قافلے میں موجود تھا، وہ بہت پریشان ہوا۔ وہ یہ تو کہتا تھا کہ یہ میری بیوی ہے مگر گواہ نہ پیش کرسکا، کیوں کہ سفر میں تھا۔ یہ مسئلہ حضرت امام اعظم کی بارگاہ میں پیش ہوا، آپ قاضی ابن ابی لیلیٰ اور دیگر فقہا کو لے کر وہاں گئے، ساتھ میں عورتوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب لولوی قافلے کے خیمے کے پاس پہنچے تو عورتوں کی جماعت کو حکم دیا کہ اس لولوی مرد کے خیمے میں داخل ہوں جو عورت کو اپنی منکوحہ بتاتا ہے۔ چناں چہ جب کوفی عورتیں، علاحدہ علاحدہ اور اجتماعی طور پر بھی، اس کے خیمے کے قریب ہوئیں تو ان پر لولوی کا کتا بھونکنے لگا اور انہیں خیمہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد امام اعظم نے متنازعہ (معشوقہ) عورت کو حکم دیا کہ لولوی مرد کے خیمے میں داخل ہو۔ جب وہ عورت قریب ہوئی تو کتا بھونکنے کے بجائے اس کی خوش آمدید کرنے لگا اور اس کے آگے پیچھے قدم لینے لگا۔ امام اعظم نے فرمایا: " لیجیے مسئلہ حل ہوگیا اور جو حق تھا وہ ظاہر ہوگیا۔ پھر اس معشوقہ عورت سے صحیح بات دریافت کی گئی تو اب اس نے بھی اعتراف کرلیا کہ وہ واقعی لولوی ہی کی بیوی ہے۔

(۱) کشف المحجوب مترجم، ص:۱۴۷

(۲) تذکرة الانبیاء مترجم، ص:۱۲۷

شیطان کے ورغلانے سے کوئی مرد کی بیوی ہونے کا اقرار کرلی تھی۔[1]

واقعہ (۶): حضرت اسماعیل بن حماد یعنی حضرت امام اعظم کے پوتے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک رافضی رہتا تھا، جسے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بڑا بغض تھا، اسی عداوت کی وجہ سے اس نے اپنے دو خچروں کے نام، صحابہ کے نام پر رکھ لیے تھے، ایک کا نام، " ابو بکر" تو دوسرے کا نام، "عمر" رکھا تھا۔ اور انہی ناموں سے انہیں پکارتا تھا۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

ایک روز انھیں خچروں میں سے کسی نے لات مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ امام اعظم کو خبر دی گئی تو فرمایا: " جاؤ! تحقیق کرلو، یہ وہی گدھا ہوگا جس کا نام، اس رافضی نے " عمر" رکھا تھا اور یہی کہہ کر پکارتا تھا (ضرور اس کے اندر جلال فاروقی کا اثر ہوگیا تھا اور اسی نے اس رافضی کا کام تمام کر دیا ہوگا) اللہ نے اس گدھے کے نام کی لاج رکھ لی ہوگی"۔ جب تحقیق کی گئی تو وہی بات سچ نکلی جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی تھی۔ یعنی واقعی اسی گدھے نے اس رافضی کو لات ماری جس کا نام اس نے "عمر" رکھا تھا۔

واقعہ (۷): ایک مرتبہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک پڑوسی کا " مور" گم ہوگیا، تلاش کے باوجود بھی نہ ملا۔ بالآخر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے اپنی پریشانی بیان کی۔ امام صاحب نے فرمایا: " فکر نہ کر! اللہ پاک تمھاری مدد فرمائے گا"۔ صبح ہوئی اور امام اعظم مسجد تشریف لے گئے تو دوسری باتوں کے ضمن میں یہ بھی کہہ دیا کہ تمھارے اندر اس شخص کو شرم کرنی چاہیے جو اپنے پڑوسی کا مور چرا کر نماز پڑھنے آتا ہے، اور حال یہ ہے کہ اس کے سر پر، مور کا پر، بھی موجود ہے۔ تو جس شخص نے مور چرایا تھا، جلدی سے اپنے سر پر ہاتھ مارنے لگا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اس حرکت سے جان لیا کہ چور کون ہے، جب لوگ چلے گئے تو خلوت میں اسے سمجھا بجھا کر، مور اس کے مالک کو واپس دلوا دیا۔[2]

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معمولی فراست سے ایک غریب پڑوسی کا کام بن گیا اور اس کی پریشانی بھی دور ہوگئی۔ اس واقعہ میں امام اعظم کی فراست کا ثبوت تو ہے ہی، ساتھ ہی پڑوسیوں کے حقوق کی ادائگی کا بھی عظیم درس ہے کہ پڑوسی کے ایک مور کی تلاش میں، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی زحمت گوارہ کی۔

ان واقعات و حکایات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضرت امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب کشف و کرامت تھے۔ ہم احناف خوش قسمت ہیں کہ اللہ عزوجل نے ہمیں ایسی شان والا امام عطا فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مسلک امام اعظم پر چلائے اور اسوۂ امام اعظم کو اپنانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ☆

---

(۱) عقود الجمان، ص: ۲۸

(۲) مناقب للموفق. ص: ۱۴۱

سیدنا عبداللہ بن مسعود اور امامِ اعظم - نسبت وتعلق

مولانا محمد شعیب احمد مصباحی (کشن گنج) تحقیق فی الحدیث (سال دوم) جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں، جنگ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ علمی اعتبار سے صحابہ میں آپ کی شخصیت بہت ممتاز تھی۔ آپ حدیث و فقہ دونوں کے جامع تھے۔ مسلمان ہونے میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم دم اور ہم آواز تھے، سفر وحضر میں خدمت نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آپ (حضرت عبداللہ بن مسعود) کا علمی اور فقہی مقام بہت بلند تھا۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کثیر جلیل القدر صحابہ نے بھی کئی موقع پر اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

ذیل میں چند جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں اس وقت سے عبداللہ بن مسعود سے محبت کرتا آرہا ہوں جب سے میں نے حضور نبی اکرم کو فرماتے ہوئے سنا:

"خذوا القران من أربعة: من عبدالله بن مسعود، و سالم، ومعاذ بن جبل، وأبي بن كعب". (۱)

یعنی تم قرآن ان چار افراد سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، سالم (مولیٰ ابی حذیفہ)، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب۔

(۲) خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رضيت لأمتي ما رضي لها ابن أم عبد و كرهت لأمتي ما كره لها ابن أم عبد". (۲)

یعنی میں اپنی امت سے اس امر پر راضی ہوں جس سے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) راضی ہے اور اپنی امت سے اس امر پر ناخوش ہوں جس سے ابن ام عبد ناخوش ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود کے علمی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

(۱) صحیح البخاری ،کتاب فضائل القرآن ،باب: القرآن من أصحاب النبی
(۲) صحیح مسلم ،کتاب فضائل الصحابه ،باب من فضائل عبد الله بن مسعود و امه

"لقد اٰثرت أهل الكوفة يابن أم عبد علىٰ نفسي أنه من أطولنا فوقا كنيف مليئ علما". [1]

میں نے اپنے مقابلے میں اہل کوفہ کے لیے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) کو ترجیح دی ہے، بے شک وہ ہم سب میں زیادہ سمجھدار اور علم سے معمور شخص ہیں۔

(۴) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آپ سے حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"عالم القرآن والسنة". [2] وہ قرآن وسنت کے عالم تھے۔

(۵) سنن ترمذی: کتاب الفرائض، ابوداود: کتاب الفرائض و دیگر کتب حدیث میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص ابو موسیٰ اشعری اور سلیمان بن ربیعہ کے پاس پہنچا اور ترکہ کے بارے میں یہ سوال کیا کہ میت نے اپنے پیچھے ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن کو چھوڑا ہے تو کس کا کتنا حصہ بنے گا؟ ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ بیٹی کو نصف ملے گا اور باقی بہن کا ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود کے پاس جاؤ اور ان سے اس مسئلہ کو دریافت کرو، یقیناً وہ ہماری موافقت کریں گے۔ سائل حضرت عبداللہ بن مسعود کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اپنا سوال اور ان دونوں کا جواب عرض کیا۔ اس پر سیدنا عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:

"قد ضللت إذا وما أنا من المهتدين ولكني أقضى فيها كما قضى رسول الله ﷺ".

یعنی میں اگر ان کی موافقت کروں تو حق سے بہک جاؤں گا اور ہدایت پر نہ رہوں گا لیکن میں اس مسئلے میں وہی فیصلہ کروں گا جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ پھر فرمایا: " بیٹی کے لیے نصف حصہ ہے اور پوتی کے لیے سدس (چھٹا حصہ) تاکہ دو ثلث (تہائی) کی تکمیل ہو جائے اور مابقیہ حصہ بہن کے لیے ہے"۔

(۶) صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم یمن سے آئے اور کچھ دنوں تک مدینہ میں رہے ہم نے عبداللہ بن مسعود کو رسول ﷺ کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم انھیں سرکار اقدس کے اہل بیت سے سمجھتے رہے۔ [3]

(۷) صحیح مسلم ہی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مرتبہ ایک مجمع میں دعویٰ کیا کہ تمام صحابہ جانتے ہیں کہ میں قرآن کریم کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں،، شقیق اس مجمع میں موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد، میں اکثر صحابہ کے حلقوں میں شریک ہوا مگر کسی کو عبداللہ بن مسعود کے دعوے کا منکر نہیں پایا۔ [4]

---

(۱) جامع ترمذی ،کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ ،۶/ ۳۸۵ ،رقم الحدیث ۳۲۲۳۸

(۳) صحیح مسلم، ج :۲،ص: ۲۹۲

(۴) صحیح مسلم، ج:۲،ص: ۲۹۳ ، کتاب الفضائل، باب فضائل عبداللہ بن مسعود

حضرت عبداللہ بن مسعود کی کوفہ آمد:

مرکز علم و عرفان شہر ''کوفہ'' وہ مبارک شہر ہے جسے حضرت فاروق اعظم کے حکم سے فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص نے ۱۷ھ میں بسایا تھا۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ ۱۷ھ میں بصرہ آباد ہوا، اور ۱۸ھ میں کوفہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے ۱۲/ ہزار اور قبیلہ نزار کے ۸/ ہزار افراد کو کوفہ بھیجا اور ان کے لیے روزینہ مقرر کیا، اس شہر کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ (۱)

سیدنا عمر فاروق نے کوفہ کی عسکری اور سیاسی اہمیت کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے اجل فقیہ و محدث صحابی رسول کو شہر کوفہ کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ)، معلم، فقیہ اور وزیر بیت المال کی حیثیت سے مقرر فرما کر ،اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لیے اہم ترین تاریخی قدم اٹھایا۔ جلیل القدر تابعی امام حارثہ بن مضرّب کوفی فرماتے ہیں:

''کتب إلینا عمر بن الخطاب أني قد بعثت إلیکم عمار بن یاسر أمیر او عبداللہ بن مسعود معلمًا و وزیراً ، وهما من النجباء من أصحاب محمد ﷺ من أهل بد ر فا سمعوا، و قد جعلت بن مسعود علیٰ بیت مالکم فا سمعوا فتعلموا منهما واقتدوا بهماو قد أثر تکم بعبد اللہ علیٰ نفسي''. (۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ میں نے تمھارے پاس عمار بن یاسر کو امیر اور عبد اللہ بن مسعود کو معلم و وزیر بنا کر بھیج دیا ہے،۔ یہ دونوں حضور نبی اکرم ﷺ کے بدری اور (چودہ) نجبا صحابہ میں سے ہیں، تو تم ان کی اطاعت کرو، میں نے ابن مسعود کو تمھارے بیت المال پر وزیر بھی مقرر کر دیا ہے، سو تم ان دونوں حضرات کی اتباع کرو، ان سے سیکھو، اور ان کی پیروی کرو۔ میں نے اپنی نسبت عبد اللہ بن مسعود کو تم پر ترجیح دی ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت حَبَّہ بن جُوَیْن (متوفی ۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''إن عمر بن الخطاب قال : یا أهل الکوفة أنتم رأس و سهمي الذي أرمی به إن أتانی شيئ من ها هنا وها هنا،و إني بعثت إلیکم بعبد اللہ بن مسعود واخترته به علیٰ نفسی أثرة.'' (۳)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:'' اے اہل کوفہ! تم (اہل اسلام کے) سر تاج ہو اگر میرے پاس ادھر ادھر سے یعنی مختلف علاقوں سے کوئی شے حملہ آور ہو تو تم میدان جنگ میں دشمن پر حملہ کرنے کے اعتبار سے میرے تیر ہو جس سے میں تیر اندازی کرتا ہوں، میں نے عبد اللہ بن مسعود کو تمھارے پاس بھیج دیا ہے اور ان کو اپنے مقابلہ میں

(۱) معجم البلدان ج:٤،ص:٤٩١ ملتقطا
(۲) المستدرك للحاكم، ج:۳،ص:٤٣٨،رقم الحديث ٥٦٦٣
(۳) مصنف ابن ابی شیبه ج:٦،ص:٤٠٨،رقم الحديث ٣٢٤٤٥

ترجیح دیتے ہوے تمھارے لیے منتخب کیا ہے"۔

امام عامر بن شرحبیل شعبی (متوفی ۱۰۴ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہجرت کرکے حمص تشریف لے گئے تو حضرت عمر نے انھیں کوفہ بھیج دیا اور انھیں ایک خط لکھا: جس کا مضمون یہ ہے:

إني والله الذي لا إله إلاهو أثرتكم به علىٰ نفسي فخذوا عنه.(۱)

بے شک ذات وحدہ لاشریک کی قسم! میں نے اپنے مقابلے میں تم کو ترجیح دی اور عبداللہ بن مسعود کو تمھارے پاس بھیج دیا لہٰذا ان سے اخذ علم کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو کوفہ بھیجنے کا مقصد اہل کوفہ کی اعلیٰ ترین علمی وفقہی تربیت کرنا تھا تاکہ کوفہ والے جہاں عسکری لحاظ سے اسلام کا مضبوط قلعہ ثابت ہوئے ہیں وہیں علمی لحاظ سے بھی ان میں یگانہ روزگار افراد پیدا ہوں جو تعلیمی میدان میں آئندہ آنے والے مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیں۔

چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو جس مقصد سے کوفہ بھیجا تھا وہ مقصد صد فیصد پورا ہوا کہ آپ (عبداللہ بن مسعود) ۲۰ھ سے ۳۰ھ تک کوفہ میں مقیم رہے اور فرزندان اسلام کو قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی تعلیم دیتے رہے آپ کی برکت سے کوفہ پہلا اسلامی مدرسہ بنا آپ نے وہاں علم وفضل کے ایسے دریا بہائے کہ وہ کوفہ علم ومعرفت اور فقہ وحدیث کا شہر بن گیا۔

المبسوط میں ہے:

"كان ابن مسعود بالكوفة و له أربعة آلاف تلميذ يتعلمون بين يديه".(۲)

یعنی جب عبداللہ بن مسعود کوفہ میں تھے تو آپ سے تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد چار ہزار تھی۔

حضرت علی، بعد شہادت ذی النورین (عثمان غنی) کوفہ تشریف لائے اور آپ کی آمد سے قبل ہی اہل کوفہ بہت سے صحابہ کرام خصوصا حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تلامذہ کی صحبت وتربیت سے فیض یاب ہو رہے تھے اور کوفہ کی بستی حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں سے جگمگا رہی تھی، جس کا ثبوت ائمہ کرام کی درج ذیل تصریحات سے ملتا ہے:

(۱) جب سیدنا علی المرتضی کوفہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کی علمی کاوشوں کو یوں داد دی:

"أصحاب عبدالله سرج هذه القرية ."(۳)

---

(۱) الطبقات الكبرى لابن سعد ج:٦ص:٨،سير اعلام النبلا للذهبي ٤٩١

(۲) المبسوط للسرخسي، باب ادب القاضي

(۳) الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ،ج:٦،ص:١٠

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اس بستی کے چراغ ہیں۔

دوسری کتابوں میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"رحم الله ابن أم عبد قد ملأ هذه القرية علما.[1]

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود پر اللہ رحم کرے کہ انھوں نے اس بستی (کوفہ) کو علم سے بھر دیا۔

(۲) عظیم تابعی حضرت سعید بن جبیر (متوفی ۹۴ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کے متعلق فرمایا:

"أصحاب عبدالله سرج هذه القرية".[2]

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اس بستی (کوفہ) کے چراغ ہیں۔

(۳) ابراہیم بن یزید تیمی تابعی (متوفی ۹۳ھ) حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کی تعداد بیان کرتے ہیں:

" كان فينا ستون شيخا من أصحاب عبدالله"[3]

ہم میں عبداللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے ساٹھ شیوخ تھے۔

(۴) غیر مقلدوں کے امام ابن تیمیہ نے اہل کوفہ کی منظر کشی یوں کی:

"فإن أهل الكوفة التي كانت داره كانو ا قد تعلموا الإيمان والقرآن وتفسيره والفقه والسنة من ابن مسعود وغيره قبل أن يقدم على الكوفة.[4]

کوفہ جو کہ حضرت علی کا دارالحکومت تھا یقیناً وہاں کے لوگوں نے ایمان، قرآن، تفسیر قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت علی کی کوفہ آمد سے قبل ہی حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ سے سیکھ لیا تھا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود کی اسی شان تفقہ کے پیش نظر محدث اکبر امام شعبی (۱۰۴ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

"ماكنت أعرف فقهاء الكوفة الا أصحاب عبدالله ".[5]

فقہائے کوفہ میں، میں صرف عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کو ہی جانتا تھا۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود نے خود اپنے شاگردوں سے خوش ہو کر فرمایا:

---

(۱) مقدمه نصب الرايه للزيلعی ۱/ ۳۰

(۲) الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ،ج:٦ ،ص :١٠

(۳) الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ،ج:٦،ص:١٠

(۴) منهاج السنة النبوية، ٦/ ٥٢٧

(۵) تذكرة الحفاظ للذهبی ١/ ٨٣

"أنتم جلاء قلبي" (۱)

یعنی تم لوگ میرے دل کا سرور ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، ان کے شاگرد حضرات، اور دیگر صحابہ کرام کی ضیا پاشیوں سے کوفہ علم الحدیث اور علم الفقہ کا مرکز بن گیا۔ طالبانِ علوم نبویہ اپنی تشنگی علم بجھانے کے لیے جوق در جوق یہاں آنے لگے جب کہ حرمین شریفین میں بھی صاحبانِ علم و فضل موجود تھے لیکن کوفہ کی ایک الگ حیثیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص تحصیل علم کے لیے کوفہ سے باہر سفر کرتا تو دوسرے علاقوں میں موجود صحابہ اسے ٹوکتے اور اسے کوفہ کے علمی مقام سے آگاہ کرتے۔

چند شواہد یہاں پیش کیے جارہے ہیں:

(۱) امام ابراہیم بن یزید نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن قیس (متوفی ۶۲ھ) کوفہ سے شام گئے تو وہاں کی جامع مسجد میں داخل ہونے کے بعد انھوں نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی ہم نشینی نصیب ہو، تو انھیں حضرت ابو درداء کے پاس حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابو درداء نے ان سے پوچھا، آپ کہاں سے آئے ہیں؟ فرماتے ہیں:

"قلت من أهل الكوفة قال :أليس فيكم أو منكم صاحب السرالذي لا يعلمه غيره يعنى حذيفة؟ قال قلت :بلى : قال : أليس فيكم أومنكم صاحب السرالذي أجاره الله علىٰ لسان نبيه يعنى من الشيطان يعنى عمارا؟ قلت : بلىٰ! قال: أليس فيكم أو منكم صاحب السواك أوالسرار ، قال : بلىٰ ۔ (۲)

میں نے عرض کیا: کوفہ سے حاضر ہوا ہوں، حضرت ابو درداء نے فرمایا: "کیا تم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب راز نہیں ہیں جس راز کو کوئی نہیں جانتا یعنی خدیفہ"۔ میں نے کہا: "کیوں نہیں"۔ انھوں نے فرمایا: "کیا تم میں وہ نہیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی شیطان سے پناہ دیدی تھی"۔ ان کی مراد عمار تھی، میں نے کہا: "کیوں نہیں"۔ انھوں نے فرمایا: "کیا تم میں حضور کی مسواک اور تکیہ اپنے ساتھ رکھنے والے نہیں ہیں (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)"۔ میں نے کہا: "کیوں نہیں"۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت علقمہ سے ان صحابہ کے متعلق پوچھنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ جب ان جیسے اکابر صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ وہاں موجود ہیں تو آپ کیوں طلب علم کے لیے اِدھر اُدھر جارہے ہیں۔

---

(۱) حلية الاولياء لابى نعيم ٤/ ١٧٠

(۲) صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب مناقب عمارو خديفه

(۲) جلیل القدر تابعی حضرت خیثمہ بن ابی مسبرۃ (متوفہ ۸۵ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ شریف حاضر ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی صحبت نصیب ہو، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ تک پہنچنے میں میری مدد کی، میں نے ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح شخص کی ہم نشینی نصیب ہو جائے تو آپ تک میری رہنمائی کردی گئی۔ اس پر آپ نے مجھ سے پوچھا:" کہاں سے آئے ہیں؟" آپ فرماتے ہیں:" تو میں نے کہا، میں کوفہ سے علم وخیر کی تلاش میں نکلا ہوں" تو حضرت ابو ہریرہ نے جواب دیا:

"ليس فيكم سعد بن مالك مجابُ الدعوة ؟ وابن مسعود صاحب طهورِ رسول اللهﷺ ونعليه ؟ وحذيفة صاحب سرر سول الله وعمارالذي أجار الله من الشيطٰن علىٰ لسان نبيه وسلمان صاحب الكتا بين ؟". (قال قتادة والكتابان : الا نجيل والفرقان). [1]

کیا تم میں سعد بن مالک نہیں ہیں جن کی دعا قبول ہوتی ہے؟ کیا وہاں حضور کا سامان طہارت اور نعلین مبارک اٹھانے والے عبداللہ بن مسعود نہیں ہیں؟ کیا وہاں حضور کے راز دار حذیفہ نہیں ہیں؟ کیا وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کی زبانی شیطان سے محفوظ رہنے والے عمار بن یاسر نہیں ہیں؟ کیا وہاں دو کتابوں کا علم رکھنے والے سلمان فارسی نہیں ہیں؟۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن مقدس ہیں۔

کوفہ کو علم الحدیث اور علم الفقہ کے اوج ثریا تک پہنچانے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیدی کردار رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص اسی مقصد کے پیش نظر آپ کو وہاں بھیجا تھا اگر حضرت عمر کی نظر میں یہ مقصد نہ ہوتا تو کبھی اپنے اوپر اہل کوفہ کو ترجیح نہ دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بعد شہادت عثمان غنی وہیں تشریف لے گئے لیکن امور خلافت نے آپ کو اتنی زیادہ مہلت نہ دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ میں ایسے نامور فقہا اور محدثین پیدا ہوئے جن کی مثال نظر نہیں آتی جن میں علقمہ بن قیس نخعی، اسود بن یزید نخعی، عمرو بن شرحبیل ہمدانی، عبیدہ، سلمانی، قاضی شریح بن الحارث، زر بن حبیش، عمرو بن میمون ازدی، سلیمان بن ربیعہ باہلی، اور ابو وائل شقیق بن سلمہ بہت ہی مشہور ہیں۔

پھر ان کے بعد ان کے تلامذہ کا دور آیا جو فقہ وافتا میں امتیازی شان رکھتے تھے جن میں ابراہیم نخعی، عامر شعبی، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود، ابو بکر بن ابی موسیٰ، محارب بن دثار بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ان کے بعد تیسرا دور ان کے شاگردوں کا آیا جن میں سرفہرست حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن المعتمر، سلیمان اعمش اور مسعر بن کدام ہیں۔

---

(۱) جامع الترمذی، كتاب المناقب ،باب مناقب عبدالله بن مسعود

اس کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دور آتا ہے، آپ ۸۰ھ میں اسی مرکز علم وعرفان شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ گویا حضرت عبداللہ بن مسعود کا ذخیرہ علم دو تین واسطوں سے حضرت امام اعظم تک پہنچتا ہے۔

حضرت امام اعظم کے سات اجلہ شیوخ ہیں جن کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا علم اخاذ طبیعت کے مالک امام اعظم تک پہنچا، سات طرق یہ ہیں:

نقشہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

علقمہ بن قیس نخعی	اسود بن یزید نخعی	مسروق بن اجدح	عبیدہ بن عمرو السلمانی	عمرو بن شرحبیل	قاضی شریح بن حارث	حارث بن قیس
ابراہیم بن یزید نخعی	ابو اسحاق سبیعی	عامر بن شرحبیل الشعبی	ابو حفص عثمان بن عاصم الاسدی	ابو اسحاق سبیعی	عامر بن شرحبیل الشعبی	خیثمہ بن عبدالرحمن
امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم
(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)	(۷)

امام اعظم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے دریاے علم سے نکلنے والی سات نہروں سے سیرابی حاصل کی اور علم فقہ کی بنیاد بھی اسی پر رکھی۔

آٹھویں صدی ہجری کے عظیم محدث، مورخ اور تنقید نگار امام شمس الدین ذہبی شافعی (متوفی ۷۴۸ھ) کا یہ بیان پڑھنے کے لائق ہے جس سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے سلسلۂ فقہ میں آنے والے اساتذہ ومشائخ کی علمی وفقہی حیثیت سامنے آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”أفقه أهل الكو فة على وابن مسعود ، وأفقه أصحابهما علقمة وأفقه أصحابه إبراهيم وأفقه أصحاب إبراهيم : حماد ، وأفقه أصحاب حماد: أبو حنيفه وافقه أصحابه أبو يوسف وانتشر أصحاب أبي يوسف في الآفاق وأفقههم: محمد وأفقه أصحاب محمد أبو عبد الله الشا فعي رحمهم الله تعالیٰ“. (۱)

اہل کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علقمہ ہیں اور حضرت علقمہ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابراہیم نخعی

(۱) سیر أعلام النبلا ، ج ۵ ، ص ۱۴۴

ہیں۔اور حضرت ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں اور حضرت حماد کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام اعظم ہیں اور امام اعظم کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام ابویوسف ہیں اور حضرت امام ابویوسف کے شاگرد آفاق میں پھیل گئے،ان میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی ہیں اوران کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہم اللہ ہیں۔

سیدنا امام اعظم اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان سلسلہ فقہ میں آنے والے،علماومشائخ میں یہ لوگ بہت ہی نمایاں ہیں۔

نقشہ

عبداللہ بن مسعود ----- (۱)

[۱] علقمہ ---------- - (۲)

[۲] ابراہیم نخعی ------- - (۳)

[۳] حماد بن ابی سلیمان ----- (۴)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ --- (۵)

طرفین کو چھوڑکر درمیان میں صرف تین واسطے ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود کا علمی اور فقہی سرمایہ اس طریق سے بدرجہ اتم پہنچا،اس لیے مناسب ہے کہ درمیان میں آنے والے علماومشائخ کا ایک مختصر سوانحی خاکہ پیش کر دیا جائے۔

(۱) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

سیر أعلام النبلا میں ہے:حضرت علقمہ کی کنیت:ابوشبل،نام:علقمہ اور لقب:فقیہ کوفہ،تھا،آپ اپنے وقت کے امام فقہ،حافظ حدیث،مجود قرآن اور جلیل القدر مجتہد تھے۔آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں پیدا ہوئے تھے۔حضرت عمر،عثمان،علی،عائشہ،سعد،حذیفہ،خالد بن ولید،خباب،ابودرداء،عمار بن یاسر،ابومسعود بدری،ابوموسیٰ اشعری اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کیں۔خاص کر حضرت عبداللہ بن مسعود کی صحبت میں بڑی پابندی کے ساتھ رہے اور ان کے طور طریقے کو اس قدر اپنایا کہ لوگ کہنے لگے:جس نے علقمہ کو دیکھا اس نے عبداللہ بن مسعود کو دیکھا۔خود حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے:"جتنی علقمہ کی معلومات ہیں، میری معلومات ان سے زیادہ نہیں"۔ان کی علمی عظمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں اگر کوئی آپ کا ہمسر تھا تو وہ حضرت اسود تھے۔ آپ(علقمہ) کا وصال ۶۲ھ میں ۹۰/ سال کی عمر میں ہوا۔(۱)

---

(۱) سیر اعلام النبلا، ج:،۵،ص:۳۲۷تا ۳۳۲ ملتقطا

(۲) حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ حضرت علقمہ کے بھانجے ہیں۔ ان کے بعد ان کے جانشیں آپ ہی بنے، کنیت: ابو عمران، اور والد کا نام : یزید تھا۔ آپ نے کوفہ کو بہت وسعت دی، یہاں تک کہ فقیہ العراق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بچپن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اگرچہ آپ نے صحابہ کرام سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں لیکن آپ کی زیادہ تر روایتیں حضرت مسروق، حضرت اسود اور حضرت علقمہ جیسے ائمہ تابعین سے ہیں۔ آپ کی توجہ حدیث کی روایت سے زیادہ اس کی درایت پر تھی۔

آپ بڑے عبادت گزار تھے، آپ کی شریک حیات حضرت ہنیدہ کی روایت ہے کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ حضرت ابرہیم نخعی حافظ حدیث، عامل سنت اور بہت ذہین انسان تھے۔ جلیل القدر تابعی فقیہ و محدث حضرت سعید بن جبیر سے کوفہ کے ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ”تم لوگ مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو حالاں کہ حضرت ابراہیم نخعی تمھارے یہاں موجود ہیں“۔

آپ کے زمانے میں فقہی مسائل کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہو گیا تھا۔ جس کا ماخذ حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فتاویٰ تھے، یہ مجموعہ اگرچہ کتابی شکل میں نہیں آیا تھا لیکن ان کے شاگردوں کو مسائل زبانی یاد تھے، خصوصیت کے ساتھ یہ مجموعہ ان کے شاگرد حضرت حماد بن ابی سلیمان کے سینے میں محفوظ تھا۔(۱)

(۳) حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت: ابو اسماعیل، نام: حماد، والد گرامی کا نام: مسلم اور کنیت: ابو سلیمان ہے۔ آپ حضرت ابراہیم نخعی کے علوم کے وارث و جانشین تھے۔ آپ نے احادیث کی روایت حضرت انس بن مالک اور سعید بن المسیب وغیرہما سے کی ہے۔ آپ مردیگانہ اور صاحب احوال بزرگ تھے۔ آپ کے شاگردوں میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام اعمش، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، حماد بن سلمہ اور ابو بکر نہشلی جیسے جلیل القدر فقہا اور محدثین ہیں۔ آپ بڑے ذہین وفطین انسان تھے، ماہِ رمضان المبارک میں روز ۵۰ / افراد کو کھلاتے تھے اور عید کے دن، ان میں سے ہر ایک کو ایک جوڑا کپڑا اور ایک سو درہم عنایت کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی جلالت شان، بلند حوصلگی، راست گفتاری، امرا و حکام سے بے نیازی

(۱) مصدر سابق ص: ۲۱۷تا۲۲۱

اور علم کی گہرائی وگیرائی کا اندازہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات باکمال سے کیا جاسکتا ہے جو آپ ہی کے تربیت یافتہ اور خوشہ چین تھے، آپ نے ان کو کیسی اعلیٰ تعلیم وتربیت دی اور کس بلند مقام پر پہنچایا اظہر من الشمس ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ)

امام اعظم کے دادا، زوطی بن ماہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فارس سے کوفہ آئے اور کوفہ ہی کو اپنا مستقل وطن بنالیا۔ یہیں ۸۰ھ میں امام اعظم کی ولادت ہوئی۔ آپ کا نام: "نعمان" کنیت: "ابو حنیفہ" اور لقب: "امام اعظم" ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ۔

آپ کے عہد میں کئی صحابہ کرام بقید حیات تھے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ المصابیح شیخ ولی الدین خطیب تبریزی فرماتے ہیں:

"وكان في أيامه أربعة من الصحابة: أنس بن مالك بالبصرة ، و عبدالله بن أبي أو في بالكوفة، و سهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واصلة بمكة".

اور عبداللہ بن ابی اوفی کے متعلق فرمایا:

"لم يزل بالمدينة حتى قبض النبي ﷺ ثم تحول إلى الكو فة وهو اٰخرمن مات من الصحابة بالكوفة سنة سبع وثمانين ".(۱)

امام اعظم کے زمانے میں چار صحابہ کرام موجود تھے:

(۱) بصرہ میں حضرت انس بن مالک۔

(۲) کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ۔

(۳) مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن سعد الساعدی۔

(۴) مکہ میں حضرت ابوالطفیل عامر بن واصلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

خطیب تبریزی نے مزید فرمایا کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفات تک مدینہ طیبہ میں رہے پھر کوفہ منتقل ہوگئے، آپ کوفہ میں وفات پانے والے صحابہ میں آخری صحابی ہیں، آپ کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی۔

تاریخ بغداد میں ہے: " رأى أنس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ" (۲)

سیدنا امام اعظم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی۔

اس طرح دیگر شواہد ہیں جن سے یہ بات علم الیقین کے درجے تک پہنچ جاتی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل

(۱) الا کمال، ص:۶۰۳

(۲) تاریخ بغداد،۱۳/ ۳۲٤

القدر تابعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم کو جو عقل و دانائی اور ذہانت و حاضر جوابی کی دولت عطا فرمائی تھی موافق و مخالف سب کو اعتراف تھا، مشکل اور پیچیدہ مسائل میں آپ کا ذہن اس تیزی کے ساتھ صحیح نتیجہ تک پہنچ جاتا کہ دوسرے لوگ حیران رہ جاتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو مسائل کسی سے حل نہیں ہوسکتے وہ آپ نہایت آسانی سے کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی فقاہت اور علمی فوقیت کے گیت صرف ہم احناف ہی نہیں گاتے شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، علما، مشائخ، صوفیہ، عرفا ہر مسلک اور ہر طبقہ کے حضرات ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

آپ نے سن شعور کو پہنچنے کے بعد وقت کے نامور اساتذہ و شیوخ سے علم حاصل کیا، امام موفق بن احمد مکی نے حضرت ابو عبداللہ بن ابوحفص الکبیر کے حوالے سے آپ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد ۴؍ ہزار بتائی ہے اور حروف تہجی کی ترتیب پر بہت سے اساتذہ کے نام بھی شمار کرائے ہیں، مگر آپ نے ان میں سب سے زیادہ استفادہ حضرت امام حماد بن ابی سلیمان کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔(۱)

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"النا س عيال في الفقه علىٰ أبي حنيفة مارأيت أحداً أفقه منه ".(۲)

یعنی لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ میں نے کسی کو ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

حضرت امام سلیمان بن مہران اعمش (ولادت:۵۹ھ-وفات:۱۴۸ھ فرماتے ہیں:

"يا معشرالفقهاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة و أنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين ."(۳)

اے گروہ فقہا! تم طبیب ہو اور ہم (محدثین) دوافروش ہیں اور اے ابوحنیفہ! تم نے دونوں کو حاصل کرلیا۔

امام سفیان بن عیینہ (ولادت:۱۰۷ھ-وفات:۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

"ما رأت عيني مثله، من أراد المغازي فالمدينة أو المناسك فمكة أوالفقه فالكوفة ويلزم أصحاب أبي حنيفة".(۴)

یعنی میری آنکھ نے ان کی طرح نہ دیکھا جو شخص مغازی کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو مدینہ جائے۔ اور حج کے مسائل سے واقفیت چاہے تو مکہ جائے۔ اور فقہ حاصل کرنا چاہے تو کوفہ جائے اور امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کی صحبت اختیار کرے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

---

(۱) منا قب الامام الاعظم للمو فق المکی ج: ۱،ص:۵۳
(۲) الخیرات الحسان ص: ۲۹ ، علا مه ابن حجر مکی
(۳) الخیرات الحسان ،ص: ٦١،علامه بن حجر مکی
(۴) الخیرات الحسان ،ص:۲۹،علامه ابن حجر مکی

”مجھ سے زیادہ امام ابو حنیفہ کے متبع سفیان ثوری تھے، ایک دن حضرت سفیان ثوری نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ کی تعریف یوں کی کہ وہ علم کی ایسی دھاری تیار کرتے ہیں جو نیزے کی انّی سے زیادہ تیز ہوتی ہے، خدا کی قسم! وہ علم کو بہت مضبوطی سے تھامنے والے، محارم کی حفاظت کرنے والے اور اپنے اہل شہر کی پیروی کرنے والے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہی حدیث لینا جائز سمجھتے تھے جو درجہ صحت تک پہنچی ہو، ناسخ و منسوخ کو خوب پہچانتے۔ انھیں اس کی جستجو ہوتی کہ ثقہ راویوں کی احادیث حاصل کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل اختیار کریں، اتباع حق میں علمائے کوفہ کو جس بات پر متفق پاتے اسے قبول فرماتے اور اسے اپنا مذہب قرار دیتے“۔

کسی دانش ور نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ذخیرہ علمی کی حضرت امام اعظم تک منتقلی کی عکاسی یوں کی: جس فقہ اسلامی کی حضرت عبداللہ بن مسعود نے کاشت کی، حضرت علقمہ نے جس کی آب پاشی کی، حضرت ابراہیم نخعی نے جس کی فصل کاٹی، حضرت حماد نے جس کے دانے الگ کیے، امام اعظم ابو حنیفہ نے جس کا آٹا تیار کیا، امام ابو یوسف نے جسے گوندھا اور امام محمد نے جس کی روٹیاں پکائیں، تو اب پوری دنیا ان روٹیوں سے آسودہ ہو رہی ہے۔

☆☆☆

مقامِ امامِ اعظم اور امام بخاری

مولانا عبد الوکیل رضوی مصباحی، استاذ دار العلوم قادریہ نوریہ، بگھاڑو، دودھی، ضلع سون بھدر

سراج الامۃ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (۸۰ھ ـــ ۱۵۰ھ) شریعت کے ایسے روشن چراغ اور دین کی ایسی شمع فروزاں تھے کہ آپ کے زمانے میں روے زمین پر کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ آپ علوم شریعت کے ایسے امام تھے کہ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، آپ کے فضل وکمال کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لو لا ان اللہ تعالیٰ أغاثنی بأبي حنیفۃ و سفیان کنت کسائر الناس".

اگر اللہ تعالیٰ امام اعظم اور سفیان کے ذریعے میری دستگیری نہ فرماتا تو میں عام آمیوں میں سے ہوتا۔ (۱)

امام اعظم رضی اللہ عنہ جلیل القدر فقیہ اور عظیم الشان محدث تھے جن کے تعلق سے فتاویٰ رضویہ میں چودھویں صدی ہجری کے مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ غیر مقلدین کے ایک اعتراض کے جواب میں کثیر دلائل وشواہد دے کر آخر میں فرماتے ہیں:

سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ عنہ کہ امام بخاری کے امام ومتبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ جن کی شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بال بچے ہیں حفظ حدیث ونقد رجال وتنقیح صحت وضعف روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایۂ رفیع والا، صاحب رتبۂ بالا، مقبول معاصرین ومقتداے متاخرین ہونا مسلم، کتب حدیث میں ان کی کتاب بیشک نہایت چیدہ ومنتخب جن کے تعالیق ومتابعت وشواہد کو چھوڑ کر اصول مسانید پر نظر کیجیے تو ان میں گنجائش کلام تقریباً شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امام اعظم میں۔

اور یہ بھی بحمد اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ وشاگردان امام ابو حنیفہ وشاگردان شاگرد امام ابو حنیفہ مثل امام ابو یوسف، وامام محمد، وامام عبد اللہ بن مبارک، وامام یحییٰ بن سعید قطان، وہشام بن عروہ، وحفص بن غیاث، وابو عاصم النبیل، وداؤد طائی، وامام فضیل بن عیاض، وامام مسعر بن کدام، وامام وکیع بن جراح، وامام لیث بن سعد، وامام معلیٰ بن منصور رازی، وامام یحییٰ بن معین وغیرہم ائمہ دین کا فیض تھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے شاگردوں سے علم حاصل کیا

(۱) التھذیب التھذیب، ج:۱۰، ص:۴۵

اور ان کے قدم پر قدم رکھا۔

مگر یہ کار اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ہمہ تن مستغرق ہو کر دوسرے کار اجل واعظم یعنی فقاہت واجتہاد کی فرصت پاتے۔ اللہ رب العزت نے انھیں خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا، خدمت معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصہ تھا۔ محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے عطار دوا شناس ہے اس کی دکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالا مال ہے عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک پہنچنے سے معذور ہے خصوصاً ملک اطبائے حذاق امام الائمہ آفاق، جو ثریا سے علم لے آیا، جس کی دقت مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا بھلا امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے بلکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچویں درجے میں جاکر شاگرد ہیں خود حضرت سیدنا انس بن مالک انصاری خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں ،اور ہمارے امام اعظم کے استاد، ان سے کچھ مسائل کسی نے پوچھے۔ اس وقت ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت امام اعمش نے ہمارے امام اعظم سے فتویٰ لیا آپ نے تمام مسائل کا فوراً جواب دیا۔ امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے اخذ کیا؟ آپ نے فرمایا: انہی حدیثوں سے جو میں نے آپ سے سنیں۔ اور پھر آپ نے وہ احادیث مع اسانید پڑھ کر بتادیں۔ امام اعمش نے فرمایا:

حسبك ما حدثتك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة، ماعلمت أنك تعمل بهذه الحديث،يا معشر الفقهاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين. (۱)

بس کیجیے میں نے جو احادیث دن بھر میں بیان کیں وہ آپ نے مجھے گھڑی بھر میں سنا دیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث سے اس قدر مسائل اخذ کرتے ہیں اے مجتہد! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو دونوں کنارے گھیر لیے۔

یہ روایت امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ ائمہ شافعیہ نے اپنی تصانیف الخیرات الحسان وغیرہا میں بیان فرمائی۔ یہ تو خود ان سے بدرجہا اجل واعظم ان کے استاد اکرم واقدم، امام عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے پانچ صحابہ کرام کا زمانہ پایا، حضرت مولا علی، وسعد بن ابی وقاص، وسعید بن زید، وابو ہریرہ، وانس بن مالک، وعبد اللہ بن عمر، وعبد اللہ بن عباس، وعبد اللہ بن زبیر، وعمران بن حصین، وجریر بن عبد اللہ، ومغیرہ بن شعبہ، وعدی بن حاتم، وامام حسن، و امام حسین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم کے استاد جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کہ کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھ اس محدث سے زائد نہ ہو۔ ایسے مقام والا جلالت شان فرماتے ہیں:

انا لسنا بالفقهاء ولكن بسمعنا الحديث وفرويناه للفقهاء من إذا علم عمل. نقله الزين في تذكرة الحفاظ.

(۱) الخيرات الحسان،ص:٦١

”ہم لوگ فقیہ ومجتہد نہیں، ہم نے تو یہ حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے“۔(اس کو شیخ زین الدین نے تذکرۃ الحفاظ میں تحریر کیا ہے)

کاش امام اجل سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں، دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری علیہ الرحمۃ وغیرہ ائمہ حنفیہ سے فقہ حاصل فرماتے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال شریفہ کی جلالت شان وعظمت مکان سے آگاہ ہو جاتے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی علیہ الرحمۃ کی طرح ائمہ محدثین وفقہا دونوں کے شمار میں یکساں آتے مگر تقسیم ازل جو حصہ دے۔ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

(جس کو کسی کام کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے اس کام کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں)

اور انصافاً یہ تمنا بھی غلط ہے کیوں کہ امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے بلکہ ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ ائمہ حنفیہ کی طرح معتوب ومعیوب قرار پاتے۔ فالی اللہ المشتکیٰ و علیه التکلان (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ت)

بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پر نور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ کو حضور پر نور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا و مولانا علی المرتضیٰ سے کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کار فجار۔ جو معاویہ کی حمایت میں (عیاذا باللہ) اسد اللہ کی سبقت واولیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت ونسبت بارگاہ رسالت بھلا دے وہ شیعی زیدی۔

یہی روشن آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔ یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور محدث علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے۔ نہ ہم بخاری وابن جوزی و علی قاری کے اعتراضات سے شان رفیع امام اعظم وغوث اعظم شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض ہوئے الجھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشا اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ ان اکابرین محبوبان خدا کے مدارک عالیہ تک درس ادراک نہ پہنچا لاجرم اعتراض باطل ہے اور معترض معذور، اور معترض علیہم کی شان ارفع واقدس ہے۔[1]

امام اعظم کی حدیث دانی پر کچھ معاندین نکتہ چینی کرتے ہیں اور یہ موشگافی کرتے ہیں کہ آپ حدیث میں کم مایہ تھے مگر انھیں معلوم نہیں کہ آپ کے تلامذہ میں ایسے ایسے جلیل القدر محدث گزرے ہیں جو یکتائے روزگار تھے

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۰، ص:۱۹۹تا ۲۰۲ مطبوعہ برکات رضا، گجرات

حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت فضیل بن عیاض، حفص بن غیاث، ابو عاصم النبیل، داؤد طائی، مسعر بن کدام، یزید بن ہارون، یحی بن قطان، ہشام بن عروہ، یحی بن زکریا زائدہ وغیرہ۔ اگر امام اعظم ابو حنیفہ علم حدیث میں کم مایہ ہوتے تو اجلۂ محدثین کرام آپ کی بارگاہ میں زانوے تلمذتہ نہ کرتے اور اجلۂ محدثین کرام ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش نہ کرتے یحی بن معین استاذ امام بخاری سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے فرمایا "اسی قدر کافی ہے کہ شعبہ نے انہیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی ہے شعبہ آخر شعبہ ہی تھی۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

"مارأيت أحدا أعلم بتفسير الحديث و مواضع إلنكت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة و قال أيضا ما خالفته في شی قط فتدبرته إلارأيت مذهبه الذي ذهب إليه أنجى في الآخرة كنت ربما ملت الى الحديث فكان هو أبصر بالحديث الصحيح منى وقال : كان إذا صميم علىٰ قول درت على مشائخ الكوفة هل أجد في تقوية قوله حديثا أو أثرا فربما وجد الحديثين واثالثة فأتيته بها فمنها مايقول فيه هذا غير صحيح أو غير معروف فأقول له: وما علمك بذلك مع أنه بوافق قولك فيقول أنا عالم بعلم أهل الكوفة ".(۱)

میرے نزدیک حدیث کی تفسیر اور حدیث میں فقہی نکتوں کے مقامات کا جاننے والا امام اعظم ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے انہیں سے منقول ہے کہ میں نے جن جن مسئلوں میں امام صاحب کا خلاف کیا اور تحقیق کی تو میں نے امام صاحب کی رائے کو آخرت میں زیادہ نجات دینے والا پایا اور بسا اوقات میں حدیث کی طرف نگاہ کرتا تو آپ کو اپنے سے زیادہ واقف کار صحیح حدیث کے بارے میں پاتا۔ جب امام صاحب کسی قول پر مصمم رائے لیتے میں مشائخ کوفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس رائے کی تقویت حدیث تلاش کرتا تو کبھی دو بلکہ تین حدیثیں پاتا اور ان کو آپ کے پاس لاتا تو بعض حدیثوں کے بارے میں یہ فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یہ حدیث غیر معروف ہے میں عرض کرتا اس کا حضور کو کیوں کر علم ہوا حالاں کہ یہ تو آپ کے قول کے مطابق ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ والوں کے علم سے واقف ہوں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیاس احادیث کی روشنی میں:

نعیم بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہے۔ حالاں کہ میرے ہر فتویٰ کی بنیاد حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہوتی ہے ہاں جب میں کہیں سے حدیث نہیں پاتا تو احادیث کی روشنی میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں۔ آپ کا یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ

(۱) الخيرات الحسان، ص: ٦١

آپ دوسروں کی نسبت احادیث پر زیادہ اعتماد کیا کرتے تھے اور احادیث کی اتباع پر نہایت سختی سے عمل پیرا تھے۔ اثر: صحابی کے قول کو کہا جاتا ہے اور صحابی کے مقولے یا قول کی بنیاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر اس بات پر ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم یا فعل سے صادر ہوئی تھی۔ صحابی کے قول کی بنیاد عقل اور ادراک پر نہیں ہوتی وہ تو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات سن کر بات کرتا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی تقلید پر پابند تھے جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث واضح نہیں تھی وہ صحابی کی بات پر عمل کرتے تھے جسے لوگ قیاس کہہ کر آپ پر الزام تراشی کرتے تھے۔

زبیر بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابیض ابن الاغر آپ سے قیاس پر گفتگو کر رہے تھے۔ مجلس میں ایک شخص نے چیخ کر کہا: سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ یہ شخص اہل مدینہ سے تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی چیخ سنی تو اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے کئی بار کہا ہے کہ ابلیس لعین نے قیاس کیا تھا مگر اس نے کتاب اللہ کو رد کر کے قیاس کیا تھا۔ اس نے حکم خداوندی کو مسترد کر کے قیاس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾ (۱)

اس نے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیا پھر اس نے قیاس کیا کہ تو نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا ہے اور میں آگ سے بنایا گیا ہوں۔ مگر ہم تو ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو رد نہیں کرتے بلکہ اس کی روشنی میں مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ ہم اصول اسلام کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن پاک کی آیات کریمہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث اور اقوال صحابہ اجماع امت کو بنیاد بنا کر مسئلہ کا حل بتاتے ہیں ہمارا قیاس ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں ہوتا ہے۔ ہمارے قیاس اور ابلیس کے قیاس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ شخص اٹھا اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور توبہ کرتے ہوئے کہا اللہ آپ کے دل کو ایسے ہی منور فرمائے جیسے آپ نے میرے دل کو منور کیا ہے۔ (۲)

حضرت سیدنا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت: ۱۹۴ھ – وفات: ۲۵۶)

اسم گرامی: محمد، **کنیت:** عبد اللہ، **لقب:** امام المحدثین، سید الفقہا۔

نسب: سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری جعفی۔

آپ کے جد اعلیٰ مغیرہ نے حاکم بخاری ایمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اس لیے آپ کو جعفی کہا جاتا ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت شوال ۱۹۴ھ میں ماوراء النہر کے مشہور شہر بخارا میں ہوئی۔

آپ کے والد: آپ کے والد اپنے زمانے کے بڑے محدث تھے جنھوں نے امام مالک حماد بن زید اور دیگر اعیان

---

(۱) بنی اسرائیل:۶۱

(۲) مقامات امام اعظم، ص،۲۷۰

حدیث سے تلمذ کا شرف حاصل کیا تھا، اور عبد اللہ بن مبارک جیسے محدث وزاہد کی صحبت پائی تھی، جن کا انتقال امام بخاری کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ امام بخاری ایامِ طفلی میں نابینا ہو گئے تھے جس کے باعث والدہ کو بے پناہ قلق رہا کرتا تھا اور بارگاہ الٰہی میں انتہائی تضرع وزاری کے ساتھ لختِ جگر کی بینائی کے لیے دعا کیا کرتی تھی چناں چہ دعا قبول ہوئی اور انھوں نے ایک شب خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری ودعا کے سبب تیرے فرزند کو بصارت عطا فرمائی۔ صبح کو بیدار ہوئی تو نور نظر کی آنکھوں کو روشن ومنور پایا۔

تحصیل علم: بخارا میں رسمی تعلیم کے بعد صغر سنی میں حدیث کی تحصیل کی جانب متوجہ ہوئے اور دس سال کی عمر میں امام داخلی کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے اور اپنی خداداد قوت حفظ وضبط سے حدیثوں کی اسناد ومتون کو ذہن میں محفوظ کرنے لگے اسی زمانے کی بات ہے ایک بار امام داخلی نے درس حدیث میں فرمایا: "سفيان عن أبي الزبير عن إبراهيم". امام بخاری نے کہا کہ حضرت ابو زبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے تو داخلی نے تسلیم نہیں کیا۔ امام بخاری نے عرض کی: اسے اصل نسخہ میں دیکھنا چاہیے چناں چہ داخلی نے جب اصل نسخہ ملاحظہ کیا، باہر تشریف لاکر فرمایا: اس لڑکے کو بلاؤ! جب امام بخاری حاضر ہوئے تو فرمایا: میں نے اس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط نکلا، اب آپ بتائیں صحیح کیا ہے؟ امام بخاری نے صحیح (سفيان عن الزبير بن عدي عن إبراهيم) ہے داخلی نے حیران ہو کر کہا: واقعی ایسا ہی ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو بے مثال ذہانت اور قوت حفظ وضبط سے سرفراز فرمایا تھا وہ انتہائی بیدار مغز اور روشن دماغ انسان تھے قرطاس وقلم پر اعتماد نہیں کرتے تھے جتنا انہیں اپنے لوحِ ذہن پر بھروسہ تھا۔ حاشہ بن اسماعیل عہد بخاری کے زبردست محدث فرماتے ہیں: بخاری طلب حدیث کے لیے میرے ہمراہ شیوخِ وقت کی خدمت میں آمد ورفت رکھتے تھے۔ لیکن ان کے پاس عام طلبہ کی طرح قلم ودوات اور کاغذ کچھ نہ ہوتا تھا میں نے ان سے کہا: جب حدیث سن کر تحریر نہیں کرتے تو تمھاری آمد ورفت اور سماع سے کیا فائدہ؟ یہ سننا تو ہوا کے مانند ہے جو ایک کان سے داخل ہو کر دوسرے کان سے نکل گیا، سولہ دن بعد (امام) بخاری نے مجھ سے کہا: تم لوگوں نے مجھ کو بہت تنگ کر دیا آؤ! اب میری یادداشت کا اپنے نوشتوں سے مقابلہ کرو۔ اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھیں تھی (امام) بخاری نے صحت کے ساتھ سب کو اس طرح سنایا کہ میں اپنی حدیثوں کو ان سے صحیح کرتا تھا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے تھے: "مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں"۔(۱)

آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات افعال، احوال اور حلیہ وجمال کی ایک ایک نقش ونگار کی تلاش وجمع کرنے پھر اسے پوری دنیا میں پھیلانے کی سعی پیہم میں گزار دیا، تقریباً ۹۰ ہزار لوگوں کو آپ نے صحیح بخاری سنایا۔ ۶۲ سال تک امام بخاری کا فیضان جاری رہا اور یکم شوال ۲۵۶ھ کو علم وفضل کا یہ آفتاب و ماہتاب اہل دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر اس گنجینۂ کرامت کو سپرد خاک کیا گیا۔

---

(۱) تذكرة الحفاظ : ج:۲، ص:۱۲۳

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی یہ کرامت تھی کہ دفن کے بعد ایک عرصہ تک قبر اطہر سے مشک کی خوشبو اٹھتی رہی لوگ دور دراز سے آتے اور بطور تبرک آپ کے مزار پاک کی مٹی لے جاتے۔

تدریب الراوی وقسطلانی (قسطلانی ج ا ص ۱۶) میں یہ مذکور ہے کہ قاضی ولید بن ابراہیم "ری" کی قضا پر فائز تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب مجھے علم حدیث کا شوق ہوا تو امام بخاری کی خدمات میں حاضر ہوا۔ اور عرض مدعا کیا تو فرمایا: اے بیٹے! کسی کام کو اس وقت تک شروع نہ کرو جب تک کہ اس کے حدود اور مقادیر کو نہ جان لو۔ میں عرض کیا: علم حدیث کے حدود ومقادیر کو بیان فرمائیں۔ تو ارشاد فرمایا:

اعلم ان الرجل لا یصیر محدثا کاملا فی حدیثۃ الابعدان یکتب اربعاً مع اربع. کاربع مثل أربع فی اربع عنداربع باربع علیٰ اربع عن اربع لاربع وکل ھذہ الرباعیات لاتتم الاباربع مع اربع فاذاتمت لہ کلھا ھان علیہ اربع، وابتلیٰ بأربع فاذاصبر علیٰ ذلک اکرمہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا باربع واثابہ فی الاٰخرۃ باربع.

اس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر بارہ رباعیات کے کوئی محدث کامل نہیں ہو سکتا۔ ان بارہ رباعیات کے بعد اگر ایک اور رباعی پر صبر کرے گا تو اسے ایک رباعی دنیا میں اور ایک رباعی آخرت میں ملے گی۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر گھبرا گیا۔ میں نے درخواست کی کہ اس کی شرح فرمادیں۔ تو امام بخاری نے اس کی شرح یہ کی:

(۱) ان یکتب اربعا: یعنی چار چیزیں لکھے۔ اول، احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوم، صحابۂ کرام کے حالات اور ان کی تعداد۔ سوم، تابعین کے احوال۔ چہارم، بعد کے علما کے احوال اور ان کی تاریخ۔

(۲) مع اربع: چار چیزوں کے ساتھ لکھے۔ اول: روایوں کے نام، دوم: ان کی کنیت، سوم: ان کی سکونت، چہارم: ان کی ولادت اور وفات کی تاریخ۔

(۳) کاربع: چار کے مثل جیسے خطیب کے لیے اللہ کی حمد اور توسل کے ساتھ دعا اور سورتوں کے لیے بسم اللہ اور نماز کے لیے تکبیر لازم ہے۔ اسی طرح روایوں کے نام کنیت، جائے سکونت، ولادت و وفات کی تواریخ جاننی لازم ہے۔

(۴) مثل اربع: چار کے مثل۔ اول: مسندات۔ دوم: مرسلات۔ سوم: موقوفات۔ چہارم: مقطوعات۔ ہر قسم کی احادیث کا جاننا ضروری ہے۔

(۵) فی اربع: چار میں۔ اول: کم سنی۔ دوم: جوانی۔ سوم: ادھیڑ عمر میں۔ چہارم: بڑھاپے میں۔

(۶) عند اربع: چار حالتوں میں۔ اول: عدیم الفرصتی۔ دوم: فرصت کے وقت۔ سوم: کشائش کے وقت۔ چہارم: تنگدستی کے وقت۔

(۷) باربع: چار جگہوں میں پہاڑ، سمندر، آبادی، جنگل

(۸) علی اربع: چار چیزوں پر۔ پتھروں پر، ٹھیکروں پر، چمڑوں پر، ہڈیوں پر لکھے جب تک کاغذ میسر نہ ہو۔

(۹) عن اربع: ان میں سے جو عمر میں بڑے ہوں۔ جو ہم عمر ہوں۔ جو عمر میں کم ہوں۔ اپنے باپ کی کتاب سے اگر یہ یقین ہے کہ یہ اس کے باپ ہی کی کتاب ہے۔

(۱۰) لاربع: چار مقصد کے لیے۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے۔ اس پر عمل کرنے کے لیے بشرط یہ کہ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اور طلبہ میں اسے پھیلانے کے لیے۔ تالیف کے لیے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر باقی رہے۔

یہ دس رباعیان بغیر ان دو باعیوں کے پوری نہ ہوں گی۔ وہ یہ ہیں:

(۱۱) الا باربع: بغیر ان چار چیزوں کے پوری نہ ہوں گی۔ لکھنے کا ڈھنگ، علم لغت، علم نحو، علم صرف۔

(۱۲) مع اربع: ان چار چیزوں کے ساتھ جو عطائی ہیں۔ صحت، قدرت، شوق، قوت حافظہ۔

جب یہ اڑتالیس باتیں کسی کو نصیب ہو جائیں تو پھر چار چیزیں اس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

(۱۳) هان علیه اربع. بیوی، اولاد، مال، وطن

(۱۴) وابتلیٰ باربع: چار چیزوں میں آزمایا جاتا ہے، دشمنوں کے تیر و نشتر، دوستوں کی ملامت، جاہلوں کے طعن، علما کے حسد سے۔

اور جب ان سب پر صبر کرے گا تو

(۱۵) اکرمه الله فی الدنیا باربع: اللہ عزوجل اسے دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا، قناعت کی عزت، ہیبت، علم کی لذت اور حیاتِ ابد۔

(۱۶) واثابه فی الاٰخرة باربع: اور آخرت میں چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اپنے متعلقین میں سے جسے چاہے اس کی شفاعت، عرش کے نیچے سایہ جس دن سوائے عرش کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر سے جسے چاہے گا پلائے گا۔ اعلیٰ علیین اور جنت میں انبیاے کرام کا جوارِ قدس عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: میں نے اپنے اساتذہ سے متفرق جو سنا تھا اکٹھا تم کو بتا دیا۔ اب تمھیں اختیار ہے، علمِ حدیث حاصل کرو یا یہ ارادہ ترک کر دو۔

قاضی ولید نے کہا: یہ سب سن کر مجھ پر ہول سوار ہو گیا، میں غور کرتا رہا مگر کچھ نہ بول سکا۔ ادب سے گردن جھکا دی تو امام بخاری نے فرمایا: اگر ان مشقتوں کے اٹھانے کی تم میں طاقت نہیں تو فقہ حاصل کر لو، اس لیے کہ گھر بیٹھ کر فقہ کا حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کے لیے لمبے لمبے سفر، شہر شہر، قریہ قریہ گھومنے اور سمندروں، دریاؤں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں، حالاں کہ فقہ بھی حدیث ہی کا ثمرہ ہے اور آخرت میں فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اور نہ فقیہ کی عزت محدث سے کم ہے۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو میں نے طلبِ حدیث کا ارادہ ختم کر دیا اور فقہ حاصل کرنے لگا، یہاں تک کہ اس میں آگے ہو گیا۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اس دور میں علمِ حدیث کی تحصیل کے لیے یہ بارہ رباعیاں لابدی تھیں، مگر آج اگر چہ یہ بارہ رباعیاں ضروری نہیں، مگر پھر بھی ان کی غالب اکثر ضروری ہیں۔ امام بخاری نے اپنے ذوق ووجدان کے مطابق علم فقہ کو حدیث سے بہت آسان بتایا مگر جو فقہ کی تحصیل میں قدم رکھ چکا ہے وہ جانتا ہے کہ فقہ کے لیے ان بارہ رباعیوں کے ساتھ اور بھی کتنی رباعیاں ضروری ہیں۔ اس لیے کہ فقہ کی بنیاد حدیث کے علاوہ تین اور چیزوں پر بھی ہے: کتاب اللہ، اجماعِ امت، قیاس۔

تو حدیث کے لیے یہ رباعیاں ضروری ہیں ہی۔ کتاب اللہ کے لیے کتنی رباعیاں چاہیے، اجماع امت کے لیے کتنی رباعیاں چاہیے ،قیاس کے لیے کتنی ربائیاں چاہیے، اگر ہر ایک کی رباعیوں کی تفصیل کی جائے تو ہر ایک کے لیے بارہ بارہ رباعیاں اور ضروری نکل آئیں گی۔

اس کو اب یوں سمجھیے کہ جب فقہ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے، ان میں ایک حدیث ہے، تو علمِ حدیث، علمِ فقہ کا ایک چوتھائی ہوا۔ پھر یہ تو صرف حفظِ حدیث کے لیے یہ بارہ رباعیاں ہوئیں۔ اور فقیہ کے لیے صرف حفظِ حدیث کافی نہیں، اس کے لیے احادیث سے متعلق کتنے علوم کی حاجت ہے، وہ بہت تفصیل طلب ہے۔

اس لیے علمِ فقہ کو علمِ حدیث سے آسان کہنا اس بنا پر ہے کہ امام بخاری نے اس کی چاشنی نہیں چکھی تھی، مگر ان کو بھی اخیر میں یہ کہنا پڑا کہ فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں، اس کی عزت محدث سے کم نہیں۔ آخر کیوں۔ خدا کے یہاں تو العطایا بقدر البلایا۔ (۱)

حدیث کی تلاش وجستجو کا شوق اتنا زیادہ تھا کہ آپ خود فرماتے ہیں میں علم حدیث کے طلب کے لیے چھ سال تک حجاز میں رہا، دو مرتبہ مصر، دو مرتبہ شام، دو مرتبہ جزیرہ اور چار مرتبہ بصرہ کا سفر کیا اور بغداد، کوفہ کئی مرتبہ گیا شمار نہیں۔

اہم امر یہ ہے امام بخاری کے والد گرامی کے دو شیوخ جن کا نام امام عبداللہ بن مبارک اور امام حماد بن زید ہے یہ دونوں امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ ان دونوں طرق سے امام بخاری امام اعظم کے پڑپوتے شاگرد ہوئے۔

ہم ذیل میں امام بخاری کے واسطے سے سراج الائمہ امام اعظم تک طرق طرق حدیث کے یہی دو نقشہ جات ذکر کر رہے ہیں:

امام بخاری تک امام اعظم کے طرق حدیث:

پہلا طریق:

الإمام البخاري عن والده إسماعيل بن إبراهيم عن عبدالله بن المبارك عن الإمام أعظم.

امام اعظم ابو حنیفہ

(۱) نزهة القاری، ج:۱، ص:۸ تا ۱۰ مقدمہ

(امام اعظم کے شاگرد) عبد اللہ بن مبارک
(امام بخاری کے والد) اسماعیل بن ابراہیم
امام محمد بن اسماعیل بخاری
امام اعظم امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں۔

دوسرا طرق:

الإمام البخاري عن والده إسماعيل بن إبراهيم عن حماد بن يزيد عن الإمام الأعظم

امام اعظم ابو حنیفہ
(امام اعظم کے شاگرد) حماد بن زید
(امام بخاری کے والد) اسماعیل بن ابراہیم
امام محمد بن اسماعیل بخاری

طرق کی علمی تحقیق:

(۱) امام عسقلانی نے امام بخاری کے والد گرامی کے ترجمہ میں لکھا ہے:

رویٰ عن حماد بن زید و ابن المبارك.

"اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید اور عبد اللہ بن مبارک دونوں سے روایت کیا ہے"۔

(۲) امام قسطلانی: امام بخاری کے والد گرامی کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة سمع من مالك و حماد بن زيد و صاحب ابن المبارك.

"اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ نے امام مالک اور حماد بن زید سے سماع کیا ہے اور امام عبد اللہ بن مبارک کی مصاحبت میں رہے"۔

(۳) خود امام بخاری نے بھی اپنے والد گرامی کی امام حماد بن زید اور امام عبد اللہ بن مبارک سے ملاقات کی تائید وتصریح کی ہے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم، امام حماد بن زید، اور امام عبد اللہ بن مبارک کے شاگرد ہیں، اور امام اعظم ان دونوں کے شیخ ہیں، اب اس امر پر محدثین اور ائمہ اسماء الرجال کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

(۴) امام بخاری اپنی کتاب "التاریخ الکبیر" میں امام اعظم کے تعارف میں لکھتے ہیں:

نعمان بن ثابت أبو حنيفة الكوفي: روى عنه: ابن المبارك.

"ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی سے عبد اللہ بن مبارک نے روایت کیا ہے۔

(۵) امام علی بن مدینی امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أبو حنيفة: روي عنه الثورى و ابن المبارك و حماد بن زيد.

"ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید نے روایت کیا ہے"۔

(۶) ان کے علاوہ امام ابن ابي حاتم نے " الجرح و التعديل" خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱۳: ۳۲۴)، صمیری نے اخبار ابي حنیفہ و اصحابہ (ص: ۱۲۵)، امام مزی نے تہذیب الکمال (۲۹: ۴۲)، ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (۶: ۳۹۳)، اور امام سیوطی نے تبییض الصحیفۃ (ص: ۷۸) میں، امام عبداللہ بن مبارک کا امام اعظم سے روایت کرنا بیان کیا ہے۔

(۷) اسی طرح صاحب السیرۃ الشامیۃ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے بھی امام حماد بن زید کو امام اعظم کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

(۸) امام عبداللہ بن مبارک کے پاس امام اعظم کا لکھایا ہوا علم موجود تھا۔ انھوں نے کئی مرتبہ امام صاحب کی کتب لکھیں۔ امام عبداللہ بن مبارک خود فرماتے ہیں:

كتبت كتب أبي حنيفة غير مرة فكانت تقع فيها زيادات فأكتبها.

میں نے کئی مرتبہ امام ابوحنیفہ کے کتب کو لکھا پس ان میں کوئی اضافہ ہوتا تو میں اسے لکھ لیتا۔

(۹) امام عطیہ بن اسباط امام عبداللہ بن مبارک کا عمل بیان کرتے ہیں:

كان ابن المبارك إذا قدم الكوفة تقدّم على زفر فيغيره كتبه عن أبي حنيفة فيكتبها، حتىٰ كتبها مرارا.

ابن مبارک جب بھی کوفہ آتے تو امام زفر کے ہاں آتے پس وہ ان کو امام ابوحنیفہ سے مروی اپنی کتب عاریۃ دیتے تو یہ انھیں نقل کر لیتے یہاں تک کہ انھوں نے کئی بار ان کو نقل کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ امام اعظم سے مروی کتب مسودات اور مخطوطات کی شکل میں ان کے گھر میں موجود تھیں جس بنا پر لوگ انھیں اہل الرائے بھی کہتے تھے۔

اصول حدیث کی روشنی میں چند علمی اہم نکات درج ذیل ہیں:

(۱) تحقیق کا ماحصل پیش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ روایت حدیث اور فقہ سیکھنے اور سکھانے کو بیان کرنے میں محدثین کے ہاں مروج مختلف اسالیب کا جائزہ لیا جائے تا کہ تمام شبہات کا ازالہ ہو جائے اور حقیقت نکھر کر سامنے آجائے۔ یہ بات ذہن نشیں رہے کہ محدثین کسی راوی کے روایت کرنے یا سماع کرنے اور کسی فقیہ سے فقہ سیکھنے یا سکھانے کے لیے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کسی سے روایت کرنے یا سماع کرنے کے لیے محدثین اپنی کتابوں میں رَوی

فلان عن فلان رَوى فلان عن فلان روى عنه فلان،سمع فلان،سمع فلانا سمع فلان فلانا،سمع فلان من فلان اور سمع منه فلان جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب اس کے برعکس محدثین کا ہی یہ اسلوب ہے کہ وہ کسی فقیہ محدث کے فقہ سکھانے یا سیکھنے کے عمل کو تفقه بفلان، تفقه فلان بفلان، تفقه على فلان بفلان، تفقه فلان، تفقه به فلان، تفقه على فلان، فلان على فلان تفقه فلان جیسے الفاظ سے۔

(۲) امام بخاری محض محدث ہی نہیں بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک اور امام سفیان ثوری کی طرح امیر المومنین فی الحدیث بھی ہیں ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ روی عنه اور تفقه به کے مابین فرق کو نہ سمجھتے ہوں گے محض لغو اور باطل خیال ہے۔ لہٰذا جب "التاريخ الكبير" میں وہ بیان کرتے ہیں کہ روى عنه ابن المبارك امير المومنين فى الحديث عبد اللہ بن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے۔ اسلوب محدثین کے تحت اس سے مراد یقینا روایت حدیث ہے نہ کہ تعلیم فقہ۔

(۳) اسی اسلوب کی روشنی میں مندرجہ بالا تمام روایات کے جائزے سے یہی بات ثابت ہے کہ اگر امام بخاری اور دیگر محدث امام اعظم کے شاگردوں امام عبد اللہ بن مبارک اور حماد بن زید کو فقہ میں معروف سمجھتے تو ان کے ساتھ فقہ کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی لفظ لاتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام بخاری اور دیگر اکابر محدثین نے امام اعظم کے ساتھ "روى عنه" لکھ کر ان حضرات کو آپ کے محدثین شاگرد ظاہر کیا ہے۔

(۴) یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ امام عبد اللہ بن مبارک خود امیر المومنین فی الحدیث ہیں اگر وہ امام اعظم کو معتبر اور ثقہ نہ سمجھتے تو ہرگز بھی آپ سے روایت نہ کرتے۔ اسی طرح دوسرے امیر المومنین فی الحدیث امام سفیان ثوری باقاعدہ طور پر آپ کے فقہا تلامذہ میں شامل نہ ہونے کے باوجود بھی آپ سے روایت کرتے ہیں جو یقینا علم الحدیث کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس سے بھی امام اعظم کے امام الائمہ فی الحدیث ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۵) امام بخاری نے اس روایت کو امام اعظم کے ترجمہ اور تعارف میں درج کیا ہے تو اس سے بھی اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اس سے امام بخاری کا مقصود، امام ابو حنیفہ کے محدثین تلامذہ میں بیان کرنا تھا۔ لہذا یہی بات ثابت ہوئی کہ امام عبد اللہ بن مبارک نے امام اعظم سے حدیث ہی روایت کی۔

(۶) امام عبد اللہ بن مبارک کے پاس امام اعظم سے مروی کتب موجود تھیں اور طویل مدت تک امام بخاری کے والد ابن مبارک کی صحبت میں رہے ظاہر بات ہے کہ انھوں نے اپنے تلامذہ کو وہی ذخیرۂ علم منتقل کیا جو ان کے پاس تھا۔ اس طرح امام اعظم کی مرویات بذریعہ امام عبد اللہ بن مبارک امام بخاری کے والد کو حاصل ہوئیں اور امام بخاری نے کل ذخیرۂ علم حدیث جو اپنے والد گرامی کے توسط سے گھر میں وراثۃ پایا وہ امام اعظم کا تھا۔ لہذا امام بخاری نے امام اعظم کے ذخیرۂ علمی کو حاصل کیا اور یوں بالواسطہ رشتہ تلمذ استوار ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معاصرین کی نظر میں

مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی، استاذ جامعۃ المدینہ فیضان مخدوم لاہوری، موڈاسا، گجرات

جو قوم اپنے محسنوں کے نقوش پا سے اپنے دل و دماغ کو جلا نہ بخشے، ان کی راہوں پر چلنے سے صرف نظر کرے، ان کی پاکیزہ زندگیوں سے اکتساب فیض نہ کرے، انھیں بھول جانے کی حماقت میں مبتلا ہو، وہ بہت جلد صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے۔ جن بزرگوں نے ہمیں اسلام کی تبلیغ و تشہیر کی راہیں سمجھائیں، اپنے علم و عمل سے نیکیوں کے فروغ کے طریقے سکھائے، ایسے جلیل القدر صاحبان علم کی تعلیمات کو عام کرنا ہماری ملی زندگی کے لیے آب حیات کا کام دے گی اور اس میں کوتاہی سم قاتل کا درجہ رکھتی ہے۔

انھیں مقدس نفوس میں سراج الامہ امام الائمہ رئیس المتکلمین زبدۃ المجتہدین استاذ المحدثین شمس الفقہاء بدر الاولیاء جامع شریعت نقیب طریقت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، جن کے بارے میں شیخ الاسلام علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إن أبا حنيفة النعمان من أعظم معجزات المصطفى بعد القرآن“(۱)

بے شک امام ابو حنیفہ قرآن کے بعد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعظم معجزات میں سے ہیں۔

امام اعظم کی فقہی بصیرت، علمی جلالت، محدثانہ فقاہت، مسائل کے استخراج میں فہم وفراست پر روشنی ڈالی جائے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، اس مختصر مقالہ میں اس کا احصا ممکن نہیں۔ لہٰذا آپ کے ہم عصر تابعین علما اور جماہیر ومشاہیر کے اقوال زریں جو آپ کی علمی عظمت پر آج بھی شاہد ہیں قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ آپ کو باری تعالیٰ نے کیسی شان وعظمت عطا فرمائی تھی۔ نیز جو حضرات ان کے تعلق سے پروپیگنڈے کرتے ہیں، وہ کس راہ پر ہیں۔

امام باقر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں: ”آپ کی فقاہت عظیم ہے“:

ابو حمزہ ثمائی فرماتے ہیں کہ: ہم محمد بن علی کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کی بارگاہ میں ابو حنیفہ حاضر ہوئے اور چند مسئلے پوچھے۔ امام محمد بن علی نے جوابات دیئے۔ جب امام ابو حنیفہ چلے گئے تو امام باقر محمد بن علی نے فرمایا: ما

(۱) ردالمحتار جلد: ۱

احسن هديه و سمته و ما اكثر فقهه یعنی اس کا طور طریقہ کیا ہی خوب ہے اور اس کی فقاہت کتنی عظیم ہے۔ (۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں: ''آپ اپنے شہر کے سب سے بڑے فقیہ'':

امام ابو حنیفہ کی ملاقات حضرت امام جعفر صادق سے حطیم کعبہ میں ہوئی۔ انھوں نے معانقہ کیا اور خیریت دریافت کی یہاں تک کہ خدام کی بھی، امام ابو حنیفہ کے جانے کے بعد کسی نے پوچھا کہ اے فرزند رسول! کیا آپ اسے جانتے ہیں؟ امام جعفر صادق نے فرمایا:

میں نے تم سے بڑا بے وقوف نہیں دیکھا۔ میں ان کے خدام تک کی خیریت دریافت کر رہا ہوں اور تم کہ رہے ہو، کیا آپ انھیں جانتے ہیں؟ اس کے بعد امام جعفر صادق نے امام اعظم کو ایسے تعریفی کلمات سے نوازا جو آپ کی حقیقی شان کو اجاگر کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

''یہ ابو حنیفہ ہیں اور اپنے شہر (کوفہ) کے سب سے بڑے فقیہ ہیں''۔ (۲)

امام مغیرہ بن مقسم علیہ الرحمہ کی نظر میں: ''آپ کی مجلس کی اہمیت'':

جالس أباحنيفة تفقه فإن إبراهيم لو كان حيا لجالسه. (۳)

آپ امام ابو حنیفہ کے پاس بیٹھا کریں آپ کو دین کی سمجھ بوجھ حاصل ہوگی۔ اگر امام ابراہیم نخعی باحیات ہوتے تو وہ بھی ان کے پاس بیٹھتے۔

امام سلمان بن مہران اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: ''آپ کے علم میں برکت دی گئی'':

إنما يحسن الجواب في هذا ومثله النعمان بن ثابت الخزار أراه بورك له في علمه. (۴)

اس کا اور اس جیسے سوالات کا جواب، نعمان بن ثابت خزار خوب جانتے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

عليكم بتلك الحلقة ! يعني حلقة أبي حنيفة. (۵)

لوگو! تم ابو حنیفہ کی مجلس میں ضرور جایا کرو۔

---

(۱) الانتقا، ص۱۹۳

(۲) الجواهر المضيه، ج:۳، ص:۴۵۸، مطبوعه حيدرآباد دكن

(۳) مناقب ابی حنیفه وصاحبيه للذهبی، ص:۱۸

(۴) الانتقافی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهالابن عبد البر، ص:۱۹۶

(۵) اخبار ابی حنیفه واصحابه لصیمری، ص:۷۰

امام ابن جریج عبد الملک بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں: "آپ فقیہ ہیں":

عمر بن ہارون سے رروایت ہے کہ امام ابن جریج کی بارگاہ میں امام ابو حنیفہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:
ا سکتوا،إنه لفقيه،إنه لفقيه،إنه لفقيه.(۱)

خاموش ہو جاؤ، بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں۔

امام مسعر بن کدام کی نظر میں: "کسی پر رشک نہ آیا":

ما أحسد أحدا بالكوفة إلا رجلين:أبو حنيفة في فقهه والحسن في زهده.

مجھے کوفہ میں دو شخصوں کے علاوہ کسی پر رشک نہ آیا (وہ دو شخص یہ ہیں) (۱) ابو حنیفہ پر ان کے فقہ میں اور (۲) حسن بن صالح پر ان کے زہد و تقوی میں۔

اور حضرت عبید اللہ بن موسی سے روایت ہے، فرمایا: میں نے امام مسعر بن کدام سے فرماتے سنا:
رحم الله أباحنيفة ! انه كان لفقيها عالما .(۲)

اللہ عزوجل امام ابو حنیفہ کو اپنی ردائے رحمت عطا فرمائے! بلاشبہ ضرور وہ فقیہ تھے، عالم تھے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں: "آپ کثرت علم کے مالک تھے":

حضرت عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کی مکۃ المکرمہ میں ملاقات ہوئی اور ان کے مابین محفل علم سجی تو میں نے دیکھا کہ امام اوزاعی آپ سے ان مسائل میں مباحثہ کر رہے ہیں جو رقعہ میں تھے اور آپ ان مسائل کو مزید واضح فرماتے جا رہے ہیں۔ پھر دونوں رخصت ہوئے تو میں نے امام اوزاعی سے ملاقات کی تو انھوں نے فرمایا:

غبطت الرجل بكثرة علمه،ووفورعقله ،واستغفر الله لقد كنت فى غلط ظاهر ،الزم الرجل فانه بخلاف ما بلغنى.(۳)

میں اس شخص کے کثرت علم وعقل پر رشک کرتا ہوں۔ بلاشبہ میں واضح غلطی پر تھا۔ (اے عبد اللہ ابن مبارک!) تم ان کی صحبت اختیار کرو اس لیے کہ یہ ان صفات سے مختلف ہیں جو مجھ تک پہنچی ہیں۔

امام سعید بن ابی عروبہ علیہ الرحمۃ کی نظر میں: "آپ گویا اسی کام (فقہ) کے لیے پیدا کیے گئے تھے":

آپ فرماتے ہیں:

---

(۱) عقود الجمان فی مناقب النعمان،ص:۱۹۳

(۲) عقود الجمان فی مناقب النعمان،ص:۲۰۰

(۳) ایضا،ص:۱۹۶

يا أبا محمد !ما رأيت مثل هدايا تأتينا من بلدك من أبي حنيفة، وددت أن الله أخرج العلم الذي معه إلى قلوب المؤمنين،فقد فتح الله لهذاالرجل في الفقه شيئا كأنه خلق له.[۱]

ابو محمد! میں نے ایسے علمی تحائف (اس سے قبل) نہیں دیکھے جو آپ کے شہر سے ابو حنیفہ کی جانب سے آرہے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ اللہ عزوجل ان (ابو حنیفہ) کے علم کو لوگوں کے دلوں کی طرف منتقل فرمادے۔ بلاشبہ اللہ عزوجل نے اس شخص (ابو حنیفہ) کے لیے فقہ کے دروازے اس طرح کھول دیے گویا وہ اسی کام کے لیے پیدا کیے گئے۔

امام سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ کی نظر میں: "آپ کا مثل نہ دیکھا گیا":

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے فرمایا: ما تعلمت عيني مثل أبي حنيفة .[۲]

ترجمہ: میری آنکھوں نے (امام) ابو حنیفہ جیسا دوسرا نہیں دیکھا

قاضی ابو عبد اللہ الصیمری سے روایت ہے کہ امام سفیابن عیینہ نے فرمایا:

العلماء أربعة: ابن عباس في زمانه ،والشعبي في زمانه ،وأبو حنيفة في زمانه ،والثوري في زمانه.[۳]

ترجمہ: علما تو چار ہی ہیں: (۱) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے میں، (۲) امام شعبی اپنے زمانے میں، (۳) امام اعظم ابو حنیفہ اپنے زمانے میں اور (۴) حضرت سفیان ثوری اپنے زمانے میں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "روے زمین کے سب سے بڑے فقیہ":

محمد بن بشیر فرماتے ہیں: میں سفیان ثوری اور امام اعظم کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب میں ابو حنیفہ کے پاس آتا تو دریافت فرماتے کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں عرض کرتا: سفیان ثوری کے پاس سے آیا ہوں تو وہ فرماتے آپ ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں کہ اگر علقمہ اور اسود موجود ہوتے تو وہ ان کے (علم کے) محتاج ہوتے۔ پھر جب میں سفیان ثوری کے پاس آتا تو وہ دریافت فرماتے: کہاں سے آئے ہو؟ تو میں جواب دیتا: ابو حنیفہ کے پاس سے تو وہ فرماتے: لقد جئت من عند أفقه الأرض یعنی آپ روے زمین پر موجود (فقہا میں سے) سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آئے ہیں۔[۴]

انھیں سے امام اعظم کی شان میں دوسرے مدحیہ کلمات کچھ اس طرح ہیں:

ان كان أبوحنيفة ليركب من العلم احد من سنان الرمح،كان والله شديد الأخذ للعلم،ذابيا عن المحارم متبعا لأهل بلده،لايستحيل ان ياخذ الا ماصح من آثار رسول الله

---

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ لصیمری،ص:۷۵

(۲) عقود الجمان ،ص:۱۹۱

(۳) عقود الجمان ،ص:۱۹۱

(۴) عقود الجمان،ص۱۹۳

ﷺ،شديد المعرفة بمعرفة الحديث ومنسوخه،وكان يطلب أحاديث الثقات والأخيرمن فعل رسول الله ﷺ وما أدرك علماء أهل الكوفة في اتباع الحق أخذ به وجعله دينه. (۱)

ابو حنیفہ علم میں نیزے کی انی سے زیادہ تیز راہ پر چلتے تھے، اللہ کی قسم !وہ علم کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، حرام کاموں سے منع فرماتے اور اپنے شہر والوں کے لیے سر چشمہ تھے۔ وہ صرف ان حدیثوں کا لینا جائز قرار دیتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے ثابت تھیں، وہ ناسخ و منسوخ احادیث کی کامل معرفت رکھتے تھے، وہ مستند راویوں کی روایات اور نبی کریم ﷺ کے آخری فعل کی تلاش میں رہتے تھے اور علمائے کوفہ کی اکثریت میں جسے حق پر پاتے اسے اپنا لیتے اور اسے اپنا دین قرار دیتے۔ (۲)

امام قاسم بن معن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں: "آپ کی مجلس سب سے زیادہ فیض رساں":

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پر پوتے حضرت قاسم بن معن جو ایک بلند پایہ محدث وفقیہ تھے، امام اعظم کے درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک روز کسی نے ان سے کہا: آپ عبد اللہ بن مسعود کے بیٹے ہو کر ابو حنیفہ کی غلامی پسند کرتے ہیں ؟ تو آپ نے فرمایا:

ما جلس الناس إلى أحدانفع مجالسة من أبي حنيفة. (۳)

یعنی ابو حنیفہ کی مجلس سے زیادہ فیض رساں کوئی اور جگہ نہیں جہاں لوگ بیٹھتے ہیں۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں: "آپ کو فقہ میں توفیق دی گئی":

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ آئے، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ نہیں (اور میں انہیں پہچان چکا تھا) فرمانے لگے:

هذا أبو حنيفة العراقي ، لو قال هذه الأسطوانة من ذهب لخرجت كما قال.لقد وفق له الفقه حتى ماعليه فيه كبير مونة. (۴)

"یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، عراق کے رہنے والے ہیں، اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ویسا ہی نکل آئے انہیں فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا بھی مشقت نہیں ہوتی"۔

(۱) عقودالجمان،ص:۱۹٤،۱۹۵
(۲) عقود الجمان ،ص۱۹٤،۱۹۵
(۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ،ص:۷٦
(۴) اخبار ابی حنیفہ و اصحا ب للصیمری،ص:۷٤

اسی جیسی ایک روایت امام شافعی بیان فرماتے ہیں کہ: آپ نے امام مالک سے پوچھا: کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے؟ تو امام مالک نے امام اعظم کی قوت استدلال کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

نعم ،رأيت رجلا لو كلمك فى هذه السارية أن يجعلها ذهبالقام بحجته.(۱)

یعنی: جی ہاں! میں نے انھیں ایسا آدمی پایا کہ اگر وہ تم سے اس ستون کے بارے میں کلام کرتے کہ یہ سونے کا ہے تو وہ اس پر حجت قائم فرمادیتے۔

قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی نظر میں: ”آپ حدیث صحیح کے بڑے واقف تھے“:

روى القاضى أبوعبدالله الصيمرى عن أبي يوسف ،قال: ما خالفت أبا حنيفة في شيء قط فتدبرته الا رأيت مذهبه الذى ذهب إليه أنجى في الآخرة وكنت ربما ملت إلى الحديث وكان هو أبصر بالحديث الصحيح منى.(۲)

قاضی ابو عبد اللہ الصیمری نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ امام ابو یوسف نے فرمایا: میں نے جس مسئلے میں بھی امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا تو غور کرنے پر ان کا مذہب ہی آخرت میں نجات دینے والا معلوم ہوا۔ بعض اوقات میں حدیث کی طرف رجحان کرتا تو وہ حدیث صحیح کے مجھ سے زیادہ واقف ہوتے۔

احادیث نبویہ اور ان کی تشریح میں امام اعظم کی نظر کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم بتفسيرا لحديث و مواضع النكت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة .(۳)

میں نے حدیث کی تفسیر و تشریح اور اس میں موجود فقہی نکتوں کے مقامات کا، امام اعظم سے زیادہ جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ ہی کا بیان ہے:

كنا نتكلم أبا حنيفة في باب من أبواب العلم ،فإذا قال بقول واتفق عليه أصحابه ، أو قال :اتفقنا عليه ،درت على مشائخ الكوفة، هل أجد في تقوية قوله حديثا أو أثرا؟فربما وجدت الحديثين أو الثلاثة فاتيته بها ،فمنها ما يقبله ومنها ما يرده، فيقول هذا ليس بصحيح أو ليس بمعروف، وهو يوافق قوله ، فأقول له: وما علمك بذالك؟ فيقول :أناعالم بعلم أهل الكوفة.(۴)

(۱) عقود الجمان،ص:۱۹۰

(۲) عقود الجمان ،ص:۲۹۵

(۳) ایضا

(۴) ایضا

ہم علم کے کسی باب میں امام ابو حنیفہ سے گفتگو کرتے جب امام کسی قول پر اپنا فیصلہ دے دیتے اور آپ کے تلامذہ اس پر متفق ہو جاتے یا امام صاحب فرماتے کہ ہمارا اس قول پر اتفاق ہے تو میں مشائخ کوفہ کے پاس اس امید پر حاضر ہوتا کہ ان سے کوئی حدیث یا اثر صحابہ، امام کی تائید میں حاصل کروں، چناں چہ کبھی مجھے دو حدیثیں مل جاتیں اور کبھی تین، میں وہ حدیثیں امام کی خدمت میں پیش کرتا تو آپ ان میں سے بعض کو قبول فرما لیتے اور بعض کو رد فرما دیتے اور فرماتے یہ صحیح نہیں ہے یا معروف نہیں ہے حالاں کہ وہ حدیث ان کے مذہب کے موافق ہوتی، میں عرض کرتا آپ کو اس کا علم کیسے ہے؟ تو فرماتے کہ کوفہ کا تمام علم مجھے حاصل ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "آپ سب سے بڑے فقیہ":

آپ فرماتے ہیں: ما رأيت أحدا قط تكلم في الفقه أحسن من أبي حنيفة.(۱)

میں نے کبھی کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو فقہ میں امام اعظم سے عمدہ کلام کرتا ہو۔

خطیب بغدادی سے روایت ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

كان أبو حنيفة أفقه الناس ،ما رأيت أفقه منه.(۲)

امام اعظم ابو حنیفہ بڑے فقیہ تھے۔ میں نے ان سے بڑا فقیہ نہ دیکھا۔

الخیرات الحسان میں امام ابن مبارک کا امام اعظم کے متعلق قول یوں منقول ہے:

إن كان الأثر قد عرف احتيج إلى الرأى، فرأي مالك وسفيان وأبي حنيفة. أبو حنيفة أحسنهم وأدقهم فطنة واغوصهم على الفقه، وهو أفقه الثلاثة.(۳)

یعنی: اگر کسی معروف اثر میں رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک، سفیان اور ابو حنیفہ کی رائے لینی چاہیے، اور ابو حنیفہ ان میں سب سے زیادہ اچھے اور دقیق نظر والے ہیں اور وہ تینوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

ایک مرتبہ ابن مبارک کی مجلس میں ایک شخص آیا اور امام اعظم ابو حنیفہ کی شان میں بے ادبی کا مرتکب ہوا تو آپ نے اس شخص سے فرمایا:

ويحك ! اتقع فى رجل صلى خمسا وأربعين سنة خمس صلوات على وضوءواحد،وكان يجمع القرآن في ركعتين، وتعلمت الفقه الذي عندي من أبي حنيفة.

تیری خرابی ہو! تو ایسے شخص کی شان میں بے ادبی کرتا ہے جس نے پینتالیس سال پانچوں نمازیں ایک ہی وضو

---

(۱) تهذيب الاسما واللغات،ج:۲،ص:۵۰٤

(۲) عقود الجمان،ص:۱۹۲

(۳) الخيرات الحسان،ص:٤٥

سے پڑھیں اور وہ دو رکعتوں میں قرآن پاک ختم فرمایا کرتے تھے، میں نے فقہ انہی سے سیکھا۔

امام ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "آپ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ":

آپ فرماتے ہیں:

كان النعمان بن ثابت أفقه أهل زمانه.(۱)

یعنی: امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "فقہ ابو حنیفہ کی اہمیت":

آپ اپنی مجلس میں موجود محدثین حضرات سے فرمایا کرتے: اے جماعت محدثین! تم حدیثیں طلب کرتے ہو اور اس کے معانی سے آگاہی حاصل نہیں کرتے، اسی میں تمھاری عمر ضائع ہوجائے گی" وددت ان يجتمع لي عشر فقه أبي حنيفة." حالاں کہ میری خواہش ہے کہ مجھے ابو حنیفہ کے فقہ کا دسواں حصہ ہی نصیب ہوجائے۔(۲)

امام یحیی بن سعید القطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم":

آپ فرماتے ہیں: ماسمعنا احسن من رأى ابى حنيفة ،ولقد اخذنا باكثر اقواله.(۳)

ہم نے ابو حنیفہ سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال لیے ہیں۔

آپ امام اعظم کی حدیث وتفسیر میں وسعت نظر کا اعتراف ان الفاظ میں فرماتے ہیں: إنه والله لأعلم هذه الأمة بما جاء عن الله ورسوله. (علم حدیث میں امام ابو حنیفہ کا مقام) قسم بخدا! ابو حنیفہ اس امت میں قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

ابن یحییٰ الحمّانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "ہر شعبۂ خیر میں فائق":

ابو محمد حارثی، ابن یحییٰ حمانی سے راوی ہے، آپ نے فرمایا:

ماضممت أباحنيفة إلى أحد من أهل زمانه ممن لقيته وممن لم القهم في كل باب من أبواب الخير إلا رأيت لأبي حنيفة الفضل عليهم. وما لقيت أحدا قط أفضل منه ولا أورع منه ولا أفقه منه.(۴)

---

(۱) مناقب الامام ابى حنيفه واصحابه،ص:۱۸

(۲) مناقب الامام الاعظم ابى حنيفه للكردرى،ص:۹۷

(۳) تبييض الصحيفة بمناقب ابى حنيفه للسيوطى،ص:۱۰۵

(۴) عقود الجمان فى مناقب النعمان،ص:۱۹۹

میں نے امام ابو حنیفہ کے ساتھ ان کے ہم عصر میں سے جس کسی کو بھی، ابواب خیر میں سے کسی باب میں رکھا، خواہ ان سے میری ملاقات ہو یا نہ ہو، تو میں نے امام ابو حنیفہ کی، لوگوں پر فضیلت پائی اور میں نے کسی کو بھی ان سے بڑھ کر نہ فضیلت والا پایا، نہ تقوی والا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر فقیہ پایا۔

امام یزید بن ہارون کی نظر میں: ”اپنے عہد کے سب سے بڑے حافظ الحدیث“:

امام حسن بن حماد سجادہ بیان فرماتے ہیں: میں اور ابو مسلم مستملی امام یزید بن ہارون کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جو خلیفہ منصور بن مہدی کے دولت کدہ میں مہمان تھے۔ ہم ان کے کمرے میں گئے تو ابو مسلم نے ان سے عرض کیا: اے ابو خالد! آپ ابو حنیفہ اور ان کی کتابوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

أنظروا فيها أن كنتم تريدون أن تفقهوا فإني مارأيت أحدا من الفقهاء يكره النظر في قوله، ولقد احتال الثورى في كتاب الرهن حتى نسخه.(۱)

اگر تم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کی کتابوں میں غور وفکر کرو اس لیے کہ میں نے کسی بھی فقیہ کو ان کے قول میں غور وفکر کو ناپسند کرتے نہیں دیکھا۔ امام سفیان ثوری نے ان کی کتاب الرہن میں غور وفکر کیا یہاں تک کہ انھوں نے اسے نقل کر لیا۔

امام یزید بن ہارون ہی نے دوسرے موقع پر فرمایا:

كان أبو حنيفة تقيا نقيا زاهدا عالما، صدوق اللسان، أحفظ أهل زمانه، سمعت كل من أدركته من أهل زمانه يقول إنه ما رأى أفقه منه.(۲)

یعنی: امام اعظم متقی و پرہیز گار، پاکباز و پارسا، (دنیا سے) بے نیاز عالم، صداقت شعار اور اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔ میں نے ان کے ہم عصر میں جس کو پایا یہی کہتے پایا کہ: اس نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

اسی طرح جب آپ سے سوال کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ اور سفیان میں کون افقہ ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

سفيان أحفظ للحديث ،وأبو حنيفة أفقه .(۳)

سفیان حدیث کے بڑے حافظ اور ابو حنیفہ بڑے فقیہ ہیں۔

---

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصمیری،ص:۶۵

(۲) عقود الجمان للصالحی الشافعی،ص:۱۹۸

(۳) عقود الجمان للصالحی الشافعی،ص:۱۹۴

ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "آپ کے شاگرد، سفیان سے زیادہ فقیہ ہیں":

امام ضرار بن صرد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعاصم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا فقیہ کون ہے ابو حنیفہ یا سفیان؟ توانھوں نے ارشاد فرمایا:

غلام من غلمان أبي حنيفة أفقه من سفيان.(۱)

ابو حنیفہ کا شاگرد سفیان سے بڑا فقیہ ہے۔

امام محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "کثیر حدیث والے":

آپ فرماتے ہیں کہ: امام ابو حنیفہ نے اپنی کتابوں میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں پیش کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے آثار صحابہ کا انتخاب کیا ہے۔(۲)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت شعبہ علیہ الرحمۃ کی نظر میں: "آپ نور علم کی ضیا":

حضرت شعبہ نے آپ کے وصال پر دعاے خیر کے بعد فرمایا: اہل کوفہ سے نور علم کی ضیا چلی گئی۔ اب یہ لوگ ان جیسا قیامت تک نہیں دیکھیں گے۔(۳)

عبداللہ بن داؤد الخریبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں: "آپ کی کتاب جہالت سے نجات دینے والی ہے":

ابو عبداللہ الصمیری روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن داؤد الخریبی فرماتے ہیں:

من أراد أن يخرج عن العمى والجهل ويجد حلاوة الفقه فلينظر في كتب أبي حنيفة.(۴)

جو جہالت سے نکل کر فقہ کی مٹھاس پانا چاہے اسے ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اکابر محدثین وفقہا کی ان آرا کے سامنے دورِ حاضر کے جاہل، عنید، اور سفہا کا یہ کہنا کہ امام اعظم ابو حنیفہ علمِ حدیث کے واقف کار نہ تھے، سوائے جہالت اور عداوت و بغض کے کچھ نہیں۔ اللہ رب العزت امام اعظم کے فیضان کو عام و تام فرمائے اور ہمیں اس کی برکات سے مستفیض فرمائے اور عصر حاضر کے جاہلوں، خدا اور سول کے دشمنوں اور مقربین بارگاہ کے گستاخوں کے شر سے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کی حفاظت وصیانت فرمائے۔ آمین۔

---

(۱) تاریخ بغداد للخطیب، ج:۳ص:۳٤۲

(۲) الجواهر المضيه ،ص:٤٧٤

(۳) اخبار ابی حنیفه،ص:٦٦.٧

(۴) عقود الجمان للصالحی الشافعی،ص:۱۹۸

باب چہارم

افکار و نظریات اور اجتہادی کارنامے

امام اعظم اور اصلاح عقائد و اعمال

امام اعظم اور ان کا طریقہ اجتہاد

رفع یدین اور احناف کا موقف

یزید پلید کے تعلق سے امام اعظم کا موقف

اجتہاد و تقلید کی شرعی حیثیت

محدثین اور تقلید ائمہ

امام اعظم پر الزام قیاس کا تنقیدی جائزہ

مذاہب اربعہ کی ضرورت و اہمیت

ضرورت فقہ اور مقام امام اعظم

رفع یدین اور فقہ حنفی

فقہ حنفی اور قراءت خلف الامام

امام اعظم اور اصلاح عقائد و اعمال

مفتی حامد القادری تیغی مصباحی، خانقاہ قادری تھتیاں شریف، مظفر پور (بہار)

سراج الامہ، کاشف الغمہ، امام الائمہ، حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں ۸۰ھ میں رونق افزائے صحن عالم ہوئے۔ آپ نے پہلا حج اپنے والد گرامی کے ہمراہ ۱۶/ سال کی عمر میں کیا۔ آپ نے کل ۵۵/ حج کیے۔ ۲/ شعبان ۱۵۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ وصیت کے مطابق "خیزران" کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حضور سیدنا امام اعظم کی مختصر مگر گراں قدر شہرۂ آفاق کتاب "الفقہ الاکبر" سے میں نے عنوان مضمون کے سلسلے میں اکتساب فیض واکتساب نور کیا ہے۔ یقیناً مذکورہ کتاب ایک آئینہ کی حیثیت رکھتی ہے، جو شخص بھی اس آئینے کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان و عقائد اور اعمال و اخلاق یعنی اپنے ظاہر و باطن اور قلب و قالب کے خدو خال کو سنوارنا چاہے گا، اس کو اس کتاب سے پوری رہنمائی و دستگیری حاصل ہوگی۔

حضرت امام نے اپنے مبارک رسالہ کا نام "الفقہ الاکبر" رکھا۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس کے مندرجات و مشتملات کو اپنے دل میں جگہ دے گا، اپنے اعضاو جوارح کو ان کا پابند عہد کرے گا، اس کا عقیدہ بھی درست ہوگا اور اس کے اعمال بھی صحیح ہوں گے۔ اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی بڑی سوجھ بوجھ والا، اور اچھی سمجھ والا قرار دیا جائے گا۔ اور عند الناس بھی وہ قابل احترام ولائق اعتنا ہوگا۔

اس کے برعکس اگر کوئی ان تصریحات و تشریحات سے اعراض و روگردانی کرے گا، وہ اپنے کو ہزار عقل کا پہاڑ اور فہم و دانش کا آسمان جانے، سوجھ بوجھ والا ہرگز نہیں ہوگا۔ بھلا وہ بھی کوئی عقل و شعور والا ہوگا جو اپنے پیدا کرنے والے کو نہ مانے، اس کی کروڑوں نعمتوں سے دن رات فائدہ اٹھانے کے باوجود اس کی ناشکری کرے۔ حق تو یہ ہے کہ ایسا شخص انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ سچ فرمایا میرے رب کریم نے: أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (۱)

فقہ اکبر کی چند نگارشات کو اپنے مضمون میں شامل کر رہا ہوں، اور ان سے عقائد و اعمال کی اصلاح کے جو بیش بہا پہلو نمایاں ہوتے ہیں، ان کی طرف قارئین کی توجہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرکوز کراؤں گا۔

(۱) الاعراف: ۱۷۹

حضرت امام نے اپنی کتاب کا آغاز ''اصل التوحید و ما یصح الاعتقاد علیہ'' سے کیا ہے۔ جس سے صاف اشارہ ملتا ہے کہ اعمال سے پہلے آدمی کو توحید باری تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ توحید پر ایمان و اعتقاد کے بعد ہی دیگر اعمال، برگ و بار لا سکتے ہیں۔ اگر توحید و ایمان کی جڑ کٹ گئی تو اس کی عملی زندگی بے برگ و بار، و بے گل و اثمار رہے گی۔

موجودہ دور کی اسے بڑی ستم ظریفی کہیے کہ توحید کے نام پر کچھ نفس کے پجاریوں اور ہوس کے بندوں نے ایسی ایسی بکواسیں کی ہیں کہ شرم کو بھی شرم آتی ہے اور حیا کو بھی لاج لگتی ہے۔ قرآن پاک و احادیث مبارکہ کے ارشادات و فرمودات سے یہ بات یقین کے اجالے میں آجاتی ہے کہ توحید باری تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا اللہ کو بھی مانے گا اور اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو بھی مانے گا۔ وہ شخص ہر گز موحد و مومن نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو تو مانے، لیکن اللہ تعالیٰ کی کسی ایک بات کا بھی انکار کر دے۔ صرف اللہ کو ماننا اور اللہ کے علاوہ کسی کو نہ ماننا یہ شیطانی توحید ہے، رحمانی توحید ہر گز نہیں۔ شیطان کا جرم تو یہی تھا کہ وہ اللہ کو ماننے کا ببانگ دہل اعلان و اقرار کرتا تھا لیکن اللہ کی ماننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ رحمانی اور اصلی توحید یہی ہے کہ خداوند قدوس کو بھی مانے اور اس نے جن جن باتوں کے ماننے کا حکم فرمایا ہے، ان سب کو بھی مانے۔

ماضی قریب میں مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے اَتباع و ذریات نے شیطانی توحید کو بحال کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور اس وقت اس کام کے لیے امریکی ڈالر اور سعودی ریال کا بھرپور استعمال کیا جا رہا ہے۔ وہابیت کی اس تحریک نے پوری قوم مسلم کو اختلاف و انتشار کی آگ میں جھونک دیا ہے۔ بانیٔ وہابیت، نازش دیوبندیت، فخر غیر مقلدیت اسماعیل دہلوی نے ع: برعکس نہند نام زنگی کافور، کے مطابق ''تقویۃ الایمان'' نام کی ایک نہایت، دل آزار، ایمان شکن، کفر پرور اور شرک افزا، کتاب لکھی جس میں متعدّد مقام پر لکھا کہ صرف اللہ کو مانے۔ اور اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے یہاں تک کہ اس نے افترا و بہتان باندھا کی انبیاے کرام کی بعثت کا مقصد وحید، ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو صرف خدا کو ماننے کا حکم دیں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ)

یہاں اس امر کا انکشاف میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کی ہزار سالہ مسلم حکومت کا خاتمہ، انگریزوں کی فریب کاریوں اور خفیہ سازشوں کا نتیجہ تھا۔ انگریز جانتے تھے کہ اگر مسلمان متحد ہو کر اپنی کھوئی ہوئی حکومت کو حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دیں تو انگریزوں کے قدم جلد ہی اکھڑ جائیں گے۔ چالاک و شاطر دماغ انگریزوں نے مسلمانوں کو متحد ہونے سے روکنے کے لیے کچھ مولویوں کو خریدا، جو مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے رہیں، اور انگریز چین و سکون سے ہندوستان پر حکومت کرتے رہیں۔ چناں چہ مولوی اسماعیل دہلوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی وغیرہ دنیادار مولویوں کو روپے دے دے کر مسلمانوں کو لڑانے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا

کرایا۔اس کام کا آغاز تقویۃ الایمان نامی کتاب سے ہوا۔ رشید احمد گنگوہی کے نزدیک تقویۃ الایمان کا درجہ قرآن سے بڑھا ہوا ہے، کیوں کہ گنگوہی کے نزدیک تقویۃ الایمان کا پڑھنا، عمل کرنا، اور ہر گھر میں اس کتاب کا رکھنا، عین اسلام ہے۔ حالاں کہ دنیا کو معلوم ہے کہ قرآن کا پڑھنا عمل کرنا اور اس کو ماننا تو ایمان و اسلام ہے، مگر ہر گھر میں رکھنا عین اسلام نہیں۔ آج بھی مسلمانوں کے بہت گھر ایسے ہیں جن میں قرآن پاک کا کوئی نسخہ نہیں۔

المختصر مذکورہ رسوائے زمانہ کتاب، انگریزوں نے لکھوائی اور اس کا پہلا اردو ایڈیشن، انگریزوں نے کلکتہ سے چھپوایا، اور مفت تقسیم کرائی۔ پھر اس کا انگریزی ترجمہ، برطانیہ میں چھپوایا گیا اور مفت تقسیم کرایا گیا۔ دہلوی کو خود اعتراف ہے کہ اس کتاب سے فتنہ پھیلے گا، لڑائی جھگڑا ہوگا، جیسا کہ ارواح ثلاثہ میں مذکور ہے۔ بعدہ یکے بعد دیگرے، قاسم نانوتوی کی کتاب "تحذیر الناس" رشید احمد اور خلیل احمد کی کتاب "براہین قاطعہ" اور اشرف علی کی کتاب "حفظ الایمان" آتی گئی، اور مسلمانوں کے آپس میں لڑانے کا انگریزی منصوبہ کامیابی سے ہم کنار ہوتا رہا۔

خداوند قدوس ہمارے علماے اہل سنت کی قبروں کو انوار و تجلیات کا گہوارہ بنائے کہ انھوں نے مسلمانوں میں، انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کا حکم صادر فرمایا، اور میدان جنگ میں کود پڑے۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ جن علماے اہل سنت نے عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کو ملک سے بھاگنے پر مجبور کیا، ان کا نام تاریخ کے صفحات سے کھرچ کر مٹا دیا گیا اور جن علماے دیوبند نے انگریزوں کی حمایت میں یا افغانستان کے مسلمانوں سے لڑائی کی، اور دوران سفر اپنی عیاشیوں کی داستان رقم کر گئے، وہ آج جنگِ آزادی کے ہیرو مشہور کیے جا رہے ہیں ع: ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے۔

حضرت امام اعظم نے توحید کے عقیدہ کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی: "یجب ان یقول اٰمنت باللّٰہ و ملٰئکتہ و کتبہ و رسلہ والبعث بعد الموت والقدر خیرہ و شرہ من اللّٰہ". یعنی ایمان و عقیدہ کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اقرار کرے کہ وہ اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو، موت کے بعد اٹھائے جانے کو اور تقدیر کی اچھائی برائی، اللہ کی طرف سے ہونے کو مانے۔ تقویۃ الایمان، توحید اور شیطانی عقیدہ کی بیخ کنی کرنے والی یہ عبارت، تمام حنفیوں بلکہ اسلام و ایمان کا دعوی کرنے والے تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے کہ جنت میں رہنے والے شیطان کو اس کی اپنی سوچ والی توحید، جنت سے دور کر دیتی ہے تو اے شیطانی توحید کے علم بردارو! تم تو جنت سے باہر ہو اندر کیسے جا سکو گے؟ فافہم

مذکورہ بالا قولِ امام میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ماننے اور اس پر ایمان رکھنے کا تذکرہ کیا گیا۔ لفظ "اللہ" ساری کائنات کے پیدا کرنے والے خالق و مالک کا اسم ذاتی ہے۔ اس کے علاوہ جتنے نام ہیں وہ سب صفاتی ہیں۔ سیدنا الامام کے نزدیک لفظ "اللہ" ہی اسم اعظم ہے۔ اللہ کی ذات تمام خوبیوں اور کمالات کی جامع ہے۔ اس بارگاہ میں

عیب ونقص اور کمزوری کا گزر نہیں۔ خداوند قدوس کے صفاتی نام میں سے حیٰوۃ، علم، قدرت، کلام، سمع اور بصر، ارادہ کو صفات ذاتی کہا جاتا ہے۔ پھر صفات فعلی میں تخلیق، ترزیق، انشاء، ابداع اور صنع وغیرہ کو شمار کیا جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی ذات کریم تمام خوبیوں اور کمالات کی جامع ہے۔ پھر آج کے کچھ نام نہاد ملاؤں کا خداوند قدوس کے لیے جھوٹ بولنے یا جھوٹ بول سکنے، یا اللہ تعالی ہمیشہ کے لیے عالم الغیب نہیں بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کرلیتا ہے۔ جیسی بکواس کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خدا بھی حي ہے، علیم ہے، متکلّم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، اور انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے حي، علیم، متکلّم، سمیع، بصیر بنایا۔ کیا انسان خدا کے برابر اور اس کی صفات میں شریک ہوگیا؟ ہرگز نہیں۔ یہ مسئلہ آج بھی بہت سے لوگوں کے گلے نہیں اتر رہا ہے۔ ایسے کج فہموں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، قدیم، ابدی اور ضروری ہیں۔ لیکن انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ عطائی، حادث اور زوال پذیر ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو آدمی کی طرح کی صفات سے متّصف مانے یا آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرح صفات والا مانے، دونوں صورتوں میں کفر لازم ہے۔ نہ آدمی خدا کی طرح حي وعلیم ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ آدمی کی طرح حي وعلیم ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی روشن ہوگئی کہ جو لوگ رسول کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں اور غیب ماننے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں، انھیں اپنی خر دماغی کا علاج کرانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیب ذاتی، قدیم اور واجب ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جو علم ہے وہ عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلی اور انسانوں کی بعض صفات میں مذکورہ فرق وامتیاز کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ حضرت جبرئیل کا حضرت مریم سے یہ کہنا کہ میں تجھے صاف ستھرا بیٹا دینے آیا ہوں۔ یا حضرت عیسی کا یہ کہنا کہ میں مٹی سے چڑیا بناتا ہوں اور پھونک مار کر اسے اُڑنے کی طاقت عطا کرتا ہوں، مبروص اور اندھے کو اچھا کر دیتا ہوں۔ گھر میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے اور کیا چھپا رکھا ہے سب جانتا ہوں، اسی قبیل سے ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا ذکر ہوا۔ فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں، انہیں انسان کی پیدائش سے بہت پہلے پیدا کیا گیا۔ یہ بات بخوبی سمجھ میں آنے والی ہے کہ آدمی جس پر ایمان رکھے گا، اس کا احترام وعظمت دل میں رکھے گا۔ اس کے خلاف، دل میں کوئی بغض وکینہ نہیں رکھے گا۔ نیز ان کے بارے میں کوئی ایسا لفظ زبان سے نہیں نکالے گا جو فرشتہ کی شان رفیع سے کم تر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت علیہ السلام کو تھپڑ مارنا، جس سے ان کی آنکھ بہ گئی۔ یہ واقعہ حق ہے، لیکن اس کو اس طرح بیان کرنا جس سے فرشتہ کی توہین وتحقیر ہو یہ کفر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ تمام آسمانی کتابیں حق ہیں۔ لیکن آج کسی انسان کو ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن پر ایمان بھی رکھے اور اُسی کے حکم کے مطابق زندگی کے روز وشب بسر کرے

عزت، اللہ کے لیے، اللہ کے رسول کے لیے اور تمام مومنین کے لیے ہے۔ رسولوں میں بعض کو اللہ نے بعض پر فضیلت دی۔ حضرت موسیٰ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور مرتبے والے ہیں۔ ان ساری آیتوں کے خلاف اسماعیل دہلوی کا یہ لکھنا کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ یہ قرآن پر ایمان لانا ہر گز نہیں کہلائے گا۔ دہلوی نے اپنی گندی کتاب میں چمار کو بڑا اور عزت والا جانا، اور اللہ کی تمام مخلوق خواہ وہ انبیا و اولیا ہوں یا فرشتے یا جن و انس، سب چمار سے ذلیل ہیں معاذ اللہ۔ اسی طرح قاسم نانوتوی کا حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار، فی الحقیقت قرآن پاک کا انکار ہے۔ یوں ہی رشید احمد گنگوہی کا " امکان کذب باری تعالیٰ " کا قول، قرآن پاک کو جھٹلانا ہے۔ اشرف علی تھانوی کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں، پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینا، قرآن پاک کی تکذیب کے مترادف ہے۔

عقیدہ کے اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ آدمی قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ اور حساب و میزان عمل کو تسلیم کرے۔ جو آدمی یہ سمجھ لے کہ اس کے کسی عمل کا جواب کسی کے سامنے نہیں دینا ہے، وہ کبھی بھی جرائم کے ارتکاب میں کسی طرح کی دقت اور رکاوٹ محسوس نہیں کرے گا۔ اور اگر وہ جان لے کہ اسے قیامت میں خداوند قدوس کے سامنے زندگی کے تمام کاموں اور کارناموں کا حساب دینا ہے، وہ آدمی کبھی گناہوں کے ارتکاب کی جرأت نہیں کرے گا۔ منکرین قیامت کی آبادی میں گناہوں کی کثرت اور برائیوں کی بہتات، میری باتوں کی واضح تصدیق و شہادت ہے ع: بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔

حساب اور میزان عمل کا عقیدہ آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور معاشیات و معاشرت میں ہر آن حکم خداوندی اور رضائے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پابندی کرے۔ اور محرمات و منکرات کے قریب بھی نہ بھٹکے۔ ورنہ کل میدان قیامت میں، اسے سخت شرمندگی و محرومی اور خسران و ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سیدنا الامام کی ایک اور تحریر زیب نظر رہے، آپ فرماتے ہیں:

"والانبیاء علیہم السلام کلھم منزھون عن الصغائر والکبائر والکفر."

یعنی تمام انبیائے کرام، تمام چھوٹے بڑے گناہوں اور کفر سے پاک اور معصوم ہیں۔ معصوم ایسے شخص کو کہتے ہیں جس سے گناہ کا ارتکاب ہو ہی نہ سکے۔ معصوم صرف پیغمبر اور فرشتے ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس! کہ آج کچھ ناعاقبت اندیش لوگ چھوٹے چھوٹے بچوں کو معصوم کہنے اور لکھنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ پیغمبر اور فرشتوں کے علاوہ کسی کو معصوم نہیں کہہ سکتے ہیں ہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے گناہوں سے ضرور محفوظ ہوتے ہیں۔

یہ اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن کس طرح حیرت و شرم کی بات ہے کہ علمائے دیوبند، مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، اور پیغمبر علیہ السلام کی عصمت کے خلاف، دریدہ دہنی میں کوئی

کوتاہی نہیں کرتے۔ اشرف علی تھانوی نے بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے ہی بات کی دھجی اڑاتے ہوئے ترجمۂ قرآن میں رسول دشمنی کا جیسا گھنونا مظاہرہ کیا ہے، وہ ندویوں، دیوبندیوں، قاسمیوں اور تبلیغیوں کے لیے مقام عبرت ہے۔

سورۂ فتح کی ابتدائی آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے تھانوی نے لکھا ہے: ”اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے“۔ اس ایک جملہ میں دیوبندیوں کے حکیم الامت نے ایسی میزائیل داغ ڈالی کہ اس سے اس کے عقیدۂ توحید کی عمارت بھی منہدم ہوگئی اور رسالت کے تاج محل کو بھی زمیں بوس کردیا۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق جب پیغمبر کے دائرۂ حیات میں گناہ کا کوئی گزر نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو معاف کیا یعنی خدا نے وہ کام کیا جس کا وجود پیغمبر کی زندگی میں ہے ہی نہیں بالفاظ دیگر خدا نے فالتو اور فضول کام کیا اور خدا کا کوئی کام فالتو نہیں ہوتا ۔اس طرح ایوان الوہیت کو ڈائنامائٹ کردیا۔ اور پیغمبر کے دامن عصمت کو یوں تار تار کیا کہ وہ پہلے ہی گناہ کرتے تھے اور آئندہ بھی گناہ کرتے رہیں گے۔ خدا اور سول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو گناہوں کو مٹانا چاہتے ہیں لیکن خدا ایسے کو پیغمبر منتخب فرماتا ہے جو ماضی اور مستقبل میں ہمیشہ کا گناہ گار رہے۔ (معاذ اللہ)

حنفیت کا دعوی کرنے والے ان نجدیوں، دیوبندیوں، قاسمیوں اور رشیدیوں نے حقیقت میں نہ قرآن پاک کو سمجھا ہے اور نہ مانا ہے۔ جس کا ایک نمونہ اور ملاحظہ کیا جائے: سورہ والضحیٰ میں ایک آیت مبارکہ ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ؁ (۱)

جس کا معنی تھانوی نے لکھا:

”اللہ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا تو راہ دے دی“۔ سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریعت سے کب بے خبر تھے؟ حضرت آدم جس وقت آب و گل کی منزل میں تھے، اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی تھے۔ پیدا ہوتے ہی عرفانِ ذاتِ خداوندی کا اعلان فرمایا۔ ساتھ ہی حمد باری تعالیٰ کے ساتھ اپنی گناہ گار امت کے لیے دعائے کرم و مغفرت فرمائی۔ خداوند قدوس ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

خاتمۂ بحث پر اتنی بات ضرور یاد رہنی چاہیے کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقیدہ و عمل کی اصلاح کے لیے جو معیار قائم فرمایا ہے، اس کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے۔ اچھا عقیدہ اور اچھا عمل ہی انسان کو قیامت میں سرخروئی اور جنت کی نعمت سے مالا مال کرے گا اور درجات کی سربلندی کا ذریعہ بنے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اللھم وفقنا بما تحب و ترضیٰ. ☆☆☆

---

(۱) الضحیٰ:۷

امام اعظم اور ان کا طریقۂ اجتہاد

مولانا محمد صلاح الدین رضوی، استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا ددری، سیتامڑھی، بہار

چوں کہ دنیا میں سب سے زیادہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی مقلدین اور فقہ حنفی پر ہی عمل کرنے والے پائے جاتے ہیں اسی لیے غیر مقلدین اپنے باطل نظریات کو فروغ دینے کے لیے زیادہ تر فقہ حنفی ہی کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہوئے ناواقف لوگوں پر یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کا قرآن و حدیث اور اقوال سلف سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف حضرت امام اعظم کی خود ساختہ آراء کا مجموعہ ہے جب کہ فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں دلیل ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد کتاب و سنت اور اجماع امت پر ہے۔ اگر ان اصول میں کوئی حکم نہ ملتا تو قیاس کو استعمال فرماتے اور ترتیب بھی کوئی اختراعی نہیں ہے بلکہ اس حدیث پاک ہی سے مستفاد ہے:

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا والی مقرر فرمایا تو پوچھا: اے معاذ! تم فیصلہ کس بنیاد پر کروگے؟ عرض کیا: کتاب اللہ سے، پھر پوچھا: اس میں نہ پاؤ گے تو کیا کروگے؟ عرض کیا: سنت رسول اللہ سے فیصلہ کروں گا، پھر پوچھا: اس میں بھی نہ پاؤ گے تو کیا کروگے؟ عرض کیا: اس وقت اچھی طرح غور و خوض کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ یہ جواب سن کر سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور جوش مسرت میں ان کے سینے پر دست مبارک ملا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق بخشی جو اللہ کے رسول کو پسند ہے۔ (۱)

چوں کہ دلیل شرعی کی حیثیت سے اجماع امت کا وجود حضور سید المرسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ کے بعد ہوا اس لیے یہاں اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ اصول الشاشی بحث اجماع میں ہے:

بعد ما توفى رسول الله ﷺ فى فروع الدين حجة.

اجماع امت، حضور کی وفات کے بعد دین کے احکام میں حجت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اس ضابطہ اور طریقۂ اجتہاد پر اتنی مضبوطی سے کاربند تھے کہ کبھی بھی آپ نے

(۱) مشكوٰة شريف، ص:۳۲٤

قیاس کو حدیث شریف پر ترجیح نہ دی جس پر یہ واقعہ بھی شاہد ہے:

مدینہ شریف میں امام اعظم کی جب امام باقر سے ملاقات ہوئی تو اسی درمیان امام باقر نے کہا تم وہی ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث کو رد کرتے ہو؟ اس پر امام اعظم نے عرض کیا: معاذ اللہ! حدیث کو کون رد کرسکتا ہے۔ حضور اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت مل جانے کے بعد امام اعظم نے عرض کیا: حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟ فرمایا: عورت، عرض کیا: حضور وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا: مرد کا؟ تو امام اعظم نے عرض کیا: حضور اگر میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم دیتا، پھر عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟ فرمایا: نماز، عرض کیا: قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضا بدرجۂ اولی ہونی چاہیے، اگر میں احادیث کے علاوہ قیاس سے حکم کرتا تو حائضہ کو نماز کی قضا کا بھی حکم دیتا۔

اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی۔ (۱)

اسی طرح قیاس تو قیاس ہے خبر واحد سے بھی کتاب اللہ کے مطلق کو مقید بھی نہیں فرماتے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رقم طراز ہیں:

ابو مطیع نے کہا کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ تھا کہ اسی درمیان امام جعفر صادق، حضرت سفیان ثوری، حضرت مقاتل بن حبان اور حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہاے کرام وہاں پہنچے، ان حضرات نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں اس سے ہمیں اندیشہ ہے، اس پر حضرت ابوحنیفہ نے ان لوگوں کے سامنے اپنے وہ مسائل پیش کیے جن میں آپ نے قرآن وسنت کے مقابل قیاس کو ترک فرمادیا تھا اور صبح سے قبل زوال تک ان لوگوں سے مناظرہ ہوتا رہا، اس میں آپ نے اپنے اجتہاد کے اصول وضوابط بتائے کہ سب سے پہلے میں کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت رسول اللہ پر پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے پر پھر ان کے مختلف فیہ فیصلوں میں قوی تر پر اس کے بعد ان اصول پر قیاس کرتا ہوں۔ پھر آپ نے ان اصول پر نکالے ہوئے مسائل کو بیان بھی کردیا جس سے ان حضرات نے مسرور ہوکر آپ کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسہ دیا اور فرمایا: آپ علما کے سردار ہیں، ہم نے غلط فہمی میں جو کچھ آپ کو کہا ہے اسے معاف کردیں، حضرت امام اعظم نے فرمایا: اللہ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے۔ (۲)

غیر مقلدین اپنی باتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے حضرت امام اعظم پر اس طرح کے بے بنیاد الزامات بھی لگاتے ہیں:

---

(۱) عقود الجمان: ثامن، مناقب للموفق

(۲) میزان الشریعة الکبری

لوگوں کا معمول تھا کہ جب دودھ دینے والے کسی جانور کو بیچنا چاہتے تو کچھ دن پہلے ہی سے اس کا دودھ دوہنا بند کر دیتے تاکہ خریداری کے وقت وہ دودھ زیادہ دے اور دودھ کی مناسبت سے خریدار زیادہ سے زیادہ اس کی قیمت لگائے۔ اس میں ایک طرح کا دھوکہ تھا اس لیے سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کے عمل سے روک دیا۔ ارشاد گرامی ہے:

بیچنے کے لیے اونٹ اور بکری کا دودھ دوہنا نہ چھوڑو، جس نے اس کے بعد خریدا تو دوہنے کے بعد اسے اختیار ہے اگر چاہے تو جانور روک لے ورنہ واپس کر دے اور ایک صاع کھجور بھی دے۔ (۱)

لیکن امام اعظم کے نزدیک اس صورت میں مشتری کے لیے خیار حاصل نہیں اور دودھ کے بدلے میں کھجور یا جو نہیں دیا جائے گا بلکہ جانور نے مشتری کے یہاں جو چارا کھایا ہے وہی دودھ کا عوض ہو گیا تو بظاہر یہ حکم حدیث صریح کے خلاف ہے۔

امام طحاوی نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ امام اعظم کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت:

نهى النبي ﷺ عن بيع الكالي بالكالي. (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمایا جس میں مبیع اور ثمن دونوں ادھار ہوں) سے منسوخ ہے۔

کیوں کہ یہاں بھی مبیع و ثمن دونوں ادھار ہیں کہ ایک عوض دودھ ہے جو ادھار ہے کہ ابھی وہ موجود ہی نہیں۔ دوسرا عوض ایک صاع کھجور یا جو ہے وہ بھی ابھی موجود نہیں کہ بیع کے وقت ہی مشتری اسے نہیں دیتا۔

تو جب حدیث مصراۃ منسوخ ہوئی اور اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث منسوخ پر عمل جائز نہیں اسی لیے امام اعظم نے خیار کا حکم نہیں دیا۔ (۲)

اسی طرح اہل عرب کا معمول تھا کہ "ہدی" یعنی وہ جانور جسے قربانی کے لیے وہ مکہ معظمہ لے جاتے، اس کی پہچان کے لیے یا تو گردن میں کچھ پہنا دیتے یا اس کی کوہان میں معمولی سا زخم لگا دیتے جسے اِشعار کہا جاتا ہے اور یہ اشعار نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت طیبہ بھی ہے لیکن حضرت امام اعظم نے اشعار یعنی جانوروں میں زخم ڈالنے کو مکروہ بتایا ہے جو حکم بظاہر حدیث صریح کے خلاف نظر آ رہا ہے لیکن حقیقت میں حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ وہی اشعار مسنون تھا جو اونٹ کے دائیں یا بائیں کوہان کے نیچے چمڑے میں اس طرح تھوڑا سا شگاف ڈال دینے کی شکل میں تھا کہ کچھ خون بہ جائے لیکن جب لوگ حد سے بڑھنے لگے اور ایسے گہرے گہرے زخم لگانے لگے جو

---

(۱) بخاری
(۲) شرح معاني الآثار

گوشت تک پہنچ جاتا تو حضرت امام اعظم نے اپنے زمانے کے اس اشعار کو مکروہ بتایا کہ اس میں بلا ضرورت شرعیہ جانور کو تکلیف پہنچانا بھی تھا اور یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں یہ زخم بڑھ کر جانور کے ہلاک ہونے کا سبب نہ بن جائے۔

جیسے اس زمانے میں عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے جانے سے روکنا حدیث صحیح لاتمنعوا إماء الله مساجد الله. (اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں میں حاضر ہونے سے مت روکو) کے منافی نہیں اسی طرح تعدی کے بنا پر اشعار کو مکروہ کہنا بھی حدیث کے منافی نہیں۔

غیر مقلدین، حضرت امام اعظم پر حدیث کے مقابل قیاس کو ترجیح دینے کا الزام لگاتے ہیں جب کہ امام اعظم اتنی سختی سے عمل بالاحادیث کے پابند تھے کہ ضعیف احادیث کو بھی قیاس کے مقابلے میں ترجیح دیتے، یہی وجہ ہے کہ آپ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم لگاتے ہیں کہ ایک حدیث ضعیف میں یہ حکم آیا ہے جب کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ وضو نہ ٹوٹے کہ وضو ناپاکی نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔

اور علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب کا اتفاق ہے کہ امام اعظم کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے سفر میں کھجور کی نبیذ سے وضو کے جواز کا حکم دیا۔ دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے سے منع کیا۔ حیض کی اکثرت مدت دس دن قرار دی اور نماز جمعہ قائم کرنے کے لیے شہر کی شرط لگائی کہ یہ سب باتیں حدیث ضعیف میں موجود ہیں۔ (۱)

اور اگر امام اعظم احادیث طیبہ پر قیاس کو ترجیح دینے والے ہوتے تو علمائے ربانیین ہرگز آپ کی عظمت واہمیت اور صداقت وبزرگی کی شہادت نہ دیتے جب کہ ان علمائے کرام نے کھلے دل سے آپ کی عظمت واہمیت اور آپ کے معتمد ومستند ہونے کا اعتراف کیا ہے:

امام بخاری کے استاذ حضرت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ ثقہ تھے۔ (۲)

وہی فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ میں جرح وتعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں کبھی ان پر کسی برائی کی تہمت نہ لگی۔ (۳)

وہی فرماتے ہیں: ہمارے لوگ امام اعظم اور ان کے اصحاب کے تعلق سے تفریط (تنقیص) میں گرفتار ہیں کسی نے پوچھا امام ابو حنیفہ کی طرف احادیث یا مسائل بیان کرنے میں کسی قسم کی مسامحت یا کذب یا جھوٹ کی نسبت صحیح ہے تو فرمایا: ہرگز نہیں۔ (۴)

---

(۱) اعلام الموقعین، ج:۱، ص:۷۷

(۲) تهذيب التهذيب، ج:۱، ص:۵۰

(۳) تذكرة الحفاظ، ج:۱، ص:۱۵۲

(۴) الخيرات الحسان

بلکہ آپ ہی عمل بالاحادیث کی نعمت سے سب سے زیادہ آراستہ تھے یہی وجہ ہے کہ آپ حدیث مرسل (وہ حدیث جس میں راوی کا سقوط آخر سند سے ہو) کو بھی حدیث مانتے ہوئے اسے قیاس پر مقدم رکھتے ہیں، جب کہ حضرت امام شافعی حدیث مرسل کے مقابل قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۱)

ہاں امام اعظم پر احادیث کے مقابل قیاس کو ترجیح دینے کا الزام لگانے والے اور اہل حدیث بننے کے دعویدار غیر مقلدین خود ہی اس جرم کے مرتکب ہیں۔ مثلاً وہ منی کو پاک کہتے ہیں اس لیے کہ اشیا میں اصل طہارت ہے اور منی کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں لیکن احناف کے نزدیک منی ناپاک ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوتی تھی جس پر دھونے کا نشان ہوتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کپڑے کو پہن کر نماز کو جاتے۔ (۲)

اور منی کی طہارت پر اس حدیث پاک کو دلیل بنانا بھی درست نہیں جو انھیں سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی مل دیتی اور حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔ (۳)

تو اگر منی ناپاک ہوتی تو مل دینے سے پاک کیسے ہوتی۔

منی کی طہارت پر اس حدیث پاک کو دلیل بنانا اس لیے درست نہیں کہ دوسری نجاستوں کے مقابل منی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جب وہ سوکھ جائے تو ملنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

تو دیکھیے غیر مقلدین، حدیث صحیح کے مقابل قیاس پر عمل کر رہے ہیں جب کہ احناف حدیث صحیح پر عامل ہیں۔

اس حقیقت کے باوجود امام اعظم کو حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرنے کا طعن وہی دے گا جو فقہ حنفی سے جاہل ہوگا جسے فقہ حنفی سے کچھ بھی واقفیت ہوگی انصاف پسند ہوگا تو اس کو اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ حدیث کے عالم اور سب سے زیادہ اس کے اتباع کرنے والے تھے۔

☆☆☆

---

(۱) جامع المسانید
(۲) بخاری و مسلم
(۳) مسلم

رفع یدین اور احناف کا موقف

مفتی شمس الدین مصباحی، بھیونڈی

امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ، امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت: ۷۰ھ وفات :۱۵۰ھ) فقہ حنفی کے بانی ہیں آپ کی تقلید کرنے والوں کو حنفی کہا جاتا ہے، آپ کی بلند پایہ فقاہت تمام ائمہ حدیث وفقہ کے نزدیک مسلم ہے۔

فقہ حنفی کی بنیاد:

فقہ حنفی کی بنیاد علی الترتیب کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس پر ہے۔ یہ وہی ترتیب ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا کہ اے معاذ! فیصلہ کس بنیاد پر کرو گے؟ عرض کیا کہ کتاب اللہ سے، فرمایا اگر اس میں نہ ملا تو عرض کیا کہ رسول اللہ کی سنت سے، فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملا تو، عرض کیا کہ اجتہد برائی یعنی غور وخوض کرنے کے بعد اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ یہ جواب سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوش مسرت سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر دست اقدس ملا اور ارشاد فرمایا:

"الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضیٰ به رسول الله."[1]

یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جو رسول کو پسند ہے۔

اس ترتیب پر احناف کے لاکھوں مسائل کا ایک ایک جزئیہ شاہد ہے۔ احناف اس بارے میں اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے عام میں قیاس تو قیاس خبر واحد سے بھی تخصیص نہیں کرتے، کتاب اللہ کے مطلق کو، قیاس تو بہت بعید ہے خبر واحد سے بھی مقید نہیں کرتے، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ اس کا بین ثبوت ہے۔

فقہ حنفی میں قیاس کا درجہ:

امام عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب "میزان الشریعة الکبریٰ" میں فرماتے ہیں کہ ابو مطیع نے کہا کہ میں کوفہ کی

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲۴، باب العمل فی القضاء والخوف منه، مجلس برکات، مبارکپور

جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ تھا کہ حضرت جعفر صادق، حضرت سفیان ثوری، مقاتل بن حبان اور حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہا آئے، ان حضرات نے حضرت امام ابو حنیفہ سے کہا: ”ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں، اس سے ہمیں اندیشہ ہے“ کیوں کہ سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے۔ اس پر حضرت امام ابو حنیفہ نے ان لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کیے اور صبح سے زوال تک مناظرہ ہوتا رہا۔ امام نے کہا کہ میں کتاب اللہ کو سب پر مقدم رکھتا ہوں، پھر سنت رسول کو، پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے کو، پھر ان کے مختلف فیہ میں جو قوی ہو اس کو، اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے جو اصول بتائے اسی کے مطابق اپنے تمام مسائل ثابت کر دیے جس کے نتیجے میں وہ حضرات باغ باغ ہو گئے۔ اور سب نے ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسہ دیا اور فرمایا:

”انت سید العلماء فاعف فيما مضىٰ منّا من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله تعالىٰ لنا ولكم أجمعين“.[1]

آپ علما کے سردار ہیں، اب تک ہم نے غلط فہمی میں آپ کو جو کچھ کہا اسے معاف کر دیں، امام اعظم نے فرمایا” اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے“

مذکورہ واقعہ سے خوب واضح ہو گیا کہ احناف کے مسائل کی ترتیب وہی ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استفسار پر عرض کیا اور حضور نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

کیا احناف کے جملہ مسائل قیاسی ہیں؟

حیرت ہے کہ آج بھی کچھ لوگ احناف پر اسی طرح کا الزام لگاتے ہیں کہ ان کے مسائل کی بنیاد صرف قیاس پر ہے۔ حالاں کہ مذکورہ واقعہ اور اس طرح کے بہت سے واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ امام اعظم نے قیاس کو سب سے مؤخر کیا ہے۔ لیکن جن کے اندر بغض و عناد کے کیڑے پل رہے ہیں وہ تو آفتاب نیم روز کا بھی انکار کر سکتے ہیں، ان کا یہ الزام سراسر غلط اور کذب و افترا پر مبنی ہے۔

حضور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

حضرت امام کے اساتذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ ایک بار مدینہ شریف کی حاضری کے دوران امام اعظم، امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ایک ساتھی نے تعارف کراتے ہوئے کہا یہ ابو حنیفہ ہیں۔ امام باقر نے فرمایا: ”وہ تم ہی ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو؟“ امام اعظم ابو حنیفہ نے عرض کیا: ”معاذ اللہ، حدیث کو کون رد کر سکتا ہے؟“ ”حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں، اجازت ملنے کے بعد آپ نے عرض

(۱) ميزان الشريعة الكبرىٰ، فصل في بيان ضعف قول من نسب الامام أبا حنيفة الىٰ أنه يقدم القياس علىٰ حديث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

کیا: "حضور! مرد ضعیف ہے یا عورت؟" فرمایا: عورت ضعیف ہے۔ عرض کیا: " مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟" فرمایا: مرد کا، عرض کیا: " اگر میں قیاس کرتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم کر دیتا"۔ پھر عرض کیا: "نماز افضل ہے یا روزہ؟" ارشاد فرمایا: نماز، عرض کیا: جب نماز، روزہ سے افضل ہے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ حائضہ پر نماز کی قضا بدرجۂ اولیٰ ہونی چاہیے۔ میں اگر احادیث کے خلاف حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا ضرور کرے۔ اس پر امام باقر اتنا خوش ہوے کہ اٹھ کر امام کی پیشانی چوم لی۔ (۱)

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

" إن أبا حنيفة قال لا أتبع الرأى والقياس إلا إذا لم أظفر بشئ من الكتاب أ و السنة أو الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ." (۲)

یعنی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "میں اجتہاد وقیاس نہیں کرتا، مگر اس وقت جب کہ مجھے قرآن یا حدیث یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کچھ نہ ملے۔

ان عبارتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم نے صرف قیاس کیا ہے یا اکثر مسائل میں قیاس کو ترجیح دی ہے، وہ جھوٹے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے داغ ذات پر بہتان لگا کر یہ جتانے کی بے جا کوشش کر رہے ہیں کہ تقلید کسی کی بھی نہیں کرنی چاہیے، اور یہ لوگ صرف قرآن وحدیث پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں اور خود کو فخر سے "غیر مقلد" کہتے ہیں۔ ان جھوٹوں نے احناف کے بہت سے ان مسائل پر بھی الزام تراشی کی ہے جو حدیث صحیح وآثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہیں انھیں میں سے ایک مسئلہ "رفع یدین" بھی ہے۔

رفع یدین کا مطلب:

نماز میں کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھانا " رفع یدین" کہتے ہیں، آج کے عرف عام میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اور چار رکعت والی نماز میں قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو کاندھوں تک اٹھانے کو "رفع یدین" کہلاتا ہے۔

احناف کے نزدیک یہ " رفع یدین" خلاف سنت وممنوع ہے، جب کہ وہابیہ یعنی غیر مقلدین " رفع یدین" کرتے ہیں اور اس پر بہت شدت اور سختی سے عمل کرتے ہیں اور عمل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آنے والی سطور میں ہم اس مسئلہ کی حدیث پاک کی روشنی میں توضیح کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ " رفع یدین" کے

(۱) انوار امام اعظم ص: ٦٩، مقاله شارح بخارى ناشر مكتبه ايوبيه ،كشى نگر

(۲) عمدة القارى شرح صحيح البخارى ،ص:۳۰۲ ،ج: ۷ ،كتاب الحج ، باب من اشعر و قلد بذى الحليفة ثم احرم . بيروت

سلسلے میں عامل بالحدیث کون ہے، احناف یا غیر مقلدین (اہل حدیث)۔

اہل سنت وجماعت کے چار امام ہیں، : امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے درمیان رفع یدین جائز بھی ہے اور ناجائز بھی، البتہ افضل ومستحب کیا ہے، اس بارے میں اختلاف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں طرح کی احادیث مروی ہیں۔ لہذا دونوں طبقے کے ائمہ نے اپنی اپنی تحقیق و اجتہاد کے اعتبار سے احادیث کو اختیار کیا، کیوں کہ یہ بزرگ اپنے اپنے طور پر سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث مبارکہ سے تمسک کرتے اور سنت کریمہ پر عمل کرتے ہیں، اس لیے فریقین ایک دوسرے پر طعن وتشنیع کے تیر نہیں چلاتے۔ اس کے برعکس آج جو لوگ خود کو اہل حدیث (غیر مقلد) کہتے ہیں وہ ان بزرگوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور "رفع یدین" کرنے پر سختی اور شدت کا سہارا لیتے ہیں۔

احناف کے دلائل:

مندرجہ ذیل سطور میں رفع یدین کے متعلق احناف کے لائل پیش کیے جارہے ہیں تاکہ حق واضح ہو جائے۔

(۱) " عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله ﷺ ، فقال مالى أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس ، أسكنو فى الصلاة. "(۱)

حضرت تمیم بن طرفہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے (اس وقت ہم لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم کو چنچل گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

(۲) "أخرج ابو داؤد والترمذى عن وكيع عن سفيان الثورى عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة ، قال عبدالله بن مسعود الا اصلى بكم صلاة رسول الله ﷺ ؟ فصلّى ، فلم يرفع يديه الا فى اول مرة ، اه . و فى لفظ ، وكان يرفع يديه اول مرة ، ثم لا يعود ، قال الترمذى حديث حسن اه.و اخرجه النسائى عن ابن مبارك عن سفيان به ." (۲)

وکیع نے روایت کیا سفیان ثوری سے وہ عاصم بن کلیب سے وہ عبد الرحمٰن بن اسود سے وہ علقمہ سے انھوں نے

---

(۱) صحيح مسلم ص:۱۸۱ ، ج:۱، با ب الامر بالسكون فى الصلوٰة

(۲) نصب الراية لاحاديث الهداية، ص:۳۹٤، ج: ۱ بحواله ابو داؤد فى باب من لم يذكر الرفع عند الركوع ، ص: ۱۱٦ ،والترمذى فى باب رفع اليدين عند الركوع ص:۳۵ ، والنسائى فى باب ترك رفع اليدين للركوع ص:۱۸۵ ، و فى باب الرخصة فى ذٰلك :۱٦۱

فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں ؟ پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ کیا۔ یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ: پہلی بار کانوں تک ہاتھ اٹھاتے پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام نسائی نے ابن المبارک سے انھوں نے سفیان ثوری سے یہی حدیث تخریج کی ہے۔

(۳)" عن براء بن عازب قال : رأيت رسول الله ﷺ رفع يديه حين افتتح الصلاة ثم لم يرفعهما حتىٰ انصرف. "(۱)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ اٹھائے پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھ نہ اٹھائے۔

ان احادیث پاک سے عیاں ہو گیا کہ احناف کا موقف "رفع یدین، خلاف سنت وممنوع ہے" یہی حق وصحیح ہے ، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ حکم تھا کہ نماز ایسے پڑھو کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے دیکھو اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے آقا ﷺ کو بارہا نماز پڑھتے دیکھا تھا کہ آپ نماز میں رفع یدین کرتے تھے اس لیے وہ نفوس قدسیہ بھی رفع یدین کرتے تھے۔ مگر جابر بن سمرہ والی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "اسکنو فی الصلاۃ" فرما کر یہ حکم دیا کہ یہ رفع یدین اب مت کرو اور نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔ یہ ثابت ہوا کہ جن احادیث سے نبی کریم ﷺ کا رفع یدین کرنا ثابت ہوتا ہے وہ تمام احادیث مسلم شریف کی اس حدیث سے منسوخ ہیں، اور ہر ذی فہم پر یہ عیاں ہے کہ عمل ناسخ پر ہوتا ہے، منسوخ پر نہیں۔

امام اعظم اور امام اوزاعی کا مناظرہ : اس سلسلے میں حضرت امام اعظم اور امام اوزاعی رضی اللہ عنہما کے مابین مکہ شریف میں جو مناظرہ ہوا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رفع یدین کا ترک ہی صحیح وحق ہے۔

(۴) علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی مکہ معظّمہ میں اکٹھے ہوئے۔ امام اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: "کیوں کہ اس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انھوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ افتتاح نماز کے وقت، رکوع کے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ اور اسود سے انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ صرف افتتاح نماز کے وقت

(۱) ابو داؤد ص:۱۱۷ فی باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع

رفع یدین کرتے تھے، پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے۔امام اوزاعی نے کہا آپ کو از زہری از سالم از عبداللہ بن عمر کی حدیث بیان کرتا ہوں آپ مجھے از حماد از ابراہیم کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ حضرت عبداللہ بن عمر سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل ہے لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود دہیں۔ امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔ (۱)

بغض و عناد رکھنے والے مذکورہ واقعہ کو بغور دیکھیں اور بار بار پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ امام اوزاعی نے حدیث کو علو سند سے ترجیح دی، جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے راویوں کے افقہ ہونے کی بنیاد پر ترجیح دی، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر دو متضاد باتیں دو فریق سے مروی ہوں، دونوں ثقہ ہوں، مگر ایک فریق کے راوی زیادہ عالم، زیادہ ذہین، زیادہ سمجھدار ہوں تو ہر دیانت دار عاقل اسی بات کو ترجیح دے گا جو فریق ثانی سے مروی ہو، یعنی اس روایت کو ترجیح حاصل ہوگی جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔

(۵) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا کہ چھوڑ دو، یہ وہ کام ہے جسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے کیا پھر ترک کر دیا۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے بھی رفع یدین کیا اور آپ نے ترک فرمایا تو ہم نے بھی ترک کر دیا۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (۲)

مخالفین کی مستدل حدیثوں کا مختصر جائزہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے کیوں کہ حضرت مجاہد نے کہا: ”میں نے دو سال حضرت ابن عمر کی اقتدا میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا“۔ اور جب راوی کا عمل ان کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو تو ان کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ (۳)

اگر مخالفین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کریں جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے جس میں رکوع کے وقت اور بعد رکوع رفع یدین کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترک رفع یدین کی

---

(۱) فتح القدیر ،ص: ۲۷۰،ج:۱،مطبوعہ : مکتبہ نوریہ رضویہ

(۲) شرح صحیح مسلم،از:غلام رسول سعیدی،ص:۱۱۱۰ ج:۱ بحالہ فتح القدیر،ج:۱، ص:۲۷۱،۲۷۰،مکتبہ نوریہ رضویہ

(۳) ایضا

حدیث بھی مروی ہے جسے امام طحاوی اور اما ابن ابی شیبہ نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت علی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت رکوع اور بعد رکوع رفع یدین کرتے دیکھا ہو اور اس کو ترک کر دیا ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا اور نہ صحابیِ رسول کا عمل آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور وہ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (۱)

اسی طرح مخالفین حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام میں بائیس سال کا فاصلہ ہے، حضرت وائل نے سن ۹ھ میں مدینہ شریف میں اسلام قبول کیا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ وقت گزارا ،وہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال افعال زیادہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت وائل کی حدیث پیش کی تو حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اگر حضرت وائل نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ رکوع کے وقت اور بعد رکوع رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود نے ۵۰ مرتبہ اسے ترک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (۲)

ان آثار وشواہد سے روز روشن کی عیاں ہو گیا کہ رکوع کے وقت اور بعد رکوع رفع یدین کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا جیسا کہ مسلم شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ اپنے ہاتھ ایسے اٹھاتے ہو جیسے چنچل گھوڑوں کی دمیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

ترک رفع یدین پر دلائل تو بہت ہیں جن کے لیے یہ مختصر مضمون ناکافی ہے۔ مگر جتنے دلائل پیش کیے گئے ہیں ہر ذی فہم وشعور کے لیے ایضاح حق کے لیے کافی ہیں۔ اب ذیل میں مخالفین کے معلم اول کا لطیفہ پیش کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

غیر مقلدیت کے معلم اول اسماعیل دہلوی نے جب رفع یدین کرنا شروع کیا تو کسی نے اس کو ٹوکا کہ میاں پہلے رفع یدین نہیں کرتے تھے اب کیوں کر رہے ہو؟ تو کہا کہ یہ سنت مردہ ہو چکی تھی۔ میں اس کو زندہ کر رہا ہوں، کیا تم نے حدیث پاک کی بشارت نہیں سنی کہ ایک سنت کو زندہ کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ جب یہ بات شاہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمۃ تک پہنچی تو انھوں نے کہا میں تو سمجھتا تھا کہ پڑھنے لکھنے کے بعد اسماعیل کو کچھ آتا ہوگا مگر اسے کچھ نہیں آتا۔ حدیث کی بشارت اس وقت ہے جب سنت کے مقابلے میں بدعت ہو سنت نہ ہو، یہاں تو دونوں سنت ہیں۔ (۳)

(۱) شرح صحیح مسلم، ج:۱، ص:۱۱۱۸، بحوالہ فتح القدیر
(۲) حوالہ مذکورہ
(۳) انوار امام اعظم مقالہ شارح بخاری ،ص : ۸۹ بحوالہ ارواح ثلثہ ،ص: ۹۴

یزید پلید کے تعلق سے امام اعظم کا موقف

مولانا محمد حنیف حبیبی مصباحی، استاذ حدیث دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، اڈیشہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ ایک عظیم المرتبت تابعی، علم شریعت وطریقت کے سنگم، عابد شب زندہ دار، علم فقہ کے مرتب ومدون اور ہر دور میں اہل حق کی اکثریت کے امام وپیشوا کی حیثیت سے عالم اسلام میں متعارف ہیں۔ آپ کا مسلک ومشرب افراط وتفریط سے مامون ومحفوظ اور حزم واحتیاط کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

مثال کے طور پر "تکفیر یزید" ہی کے مسئلہ کو دیکھ لیجیے۔ یزید کے خرافات، بدعات ومنکرات پھر شہادت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مگرمچھ کے آنسو بہانا اور آپ کے قاتلین کے ساتھ سختی برتنا جیسی دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں۔ اس لیے اہل علم میں اس کے کفر وایمان کے تعلق سے اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ جن بزرگوں نے کفر کی حد تک یزید کی بدکاری کو دیکھا اس پر کفر وارتداد کا حکم لگایا اور اس کے نام کے ساتھ لعنت بھیجنے کو جائز قرار دیا۔ جب کہ دیگر بعض علما نے احتمال توبہ کا لحاظ کر کے اسے مسلمان ہی گردانا اور نام کے ساتھ لعنت بھیجنے کی اجازت نہ دی۔ دونوں طرف علمائے اہل سنت تھے اور ہر ایک کے پاس دلائل بھی، جو باہم مختلف ومعارض تھے اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید پلید کے تکفیر کے تعلق سے "کف لسان" فرمایا یعنی آپ یزید کو نہ کافر کہتے ہیں اور نہ ہی اسے مسلمان گردانتے ہیں۔

ذیل میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ طرفین کے دلائل کا قدرے تفصیل کے ساتھ تذکرہ کریں گے نیز اس سوال کا بھی تجزیہ کرنا چاہیں گے کہ جب شخص واحد کو ایک فریق کافر کہتا ہے تو دوسرے فریق کی خاموشی کی وجہ کیا ہے؟ ساتھ ہی اس کے ضمن میں مجدد دین وملت، امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا "اسماعیل دہلوی" کی تکفیر سے کف لسان کی حقیقت واضح کریں گے جب کہ اسماعیل دہلوی کے تعلق سے امام علم وفن علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ نے فتویٰ کفر وارتداد صادر فرمایا۔ اس خالص علمی بحث کا غلط فائدہ اٹھا کر حضور اعلیٰ حضرت پر وہابی، دیوبندی کی جانب سے ہونے والے بے جا اعتراض کا آپریشن بھی کریں گے فللّٰہ الحمد والیہ المستعان.

پہلا ثبوت: جانبین کے دلائل سے پیش تر آئیے ان تینوں نظریوں کے اثبات پر طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا، معاذاللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت...؟! آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ: "ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل؟ ہمارے لیے وہ بھی شہزادے، وہ بھی شہزادے"۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناصبی مستحقِ جہنم ہے۔ ہاں! یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہلِ سنّت کے تین قول ہیں اور ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سُکوت، یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا، نہ کافر کہیں، نہ مسلمان۔ (۱)

دوسرا ثبوت: سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سوال ہوا "کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمانِ اللہ و رسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں؟" جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ الجواب:۔ "یزید پلید کے بارے میں علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں۔

(۱) امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔

(۲) امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہوگی اور

(۳) ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲)

تکفیرِ یزید کے اسباب و علل:

آئیے دیکھیں آخر وہ روایات و اسباب کیا ہیں جن کی بنیاد پر اکابر علما اور جلیل القدر ائمہ یزید کی تکفیر کرنے پر مجبور ہوئے۔

دلیل اول: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے الصادق المصدوق نبی ﷺ سے سنا فرماتے تھے:

"هلكة امتى على ايدى غلمة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم فقال ابو هريرة لو شئت. أن اقول بنى فلان و بنى فلان لفعلت." (۳)

"یعنی میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو (یہ سن کر) مروان نے کہا: "ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو" تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: "اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں ہیں"۔

حضور ﷺ کے ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ امت کی ہلاکت و تباہی کا سبب چند قریشی لڑکے بنیں گے۔ قریش کے وہ چند لڑکے کون ہیں شارحین نے اس کی وضاحت فرمائی ہے صرف ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں: شیخ محقق

---

(۱) بہار شریعت، حصہ اوّل، امامت کا بیان، ص:۲۶۱، مطبع: مکتبۃ المدینہ

(۲) احکام شریعت، ج:۲، ص:۸۸

(۳) بخاری شریف، ج:۲، ص:۱۰۴۶

حضرت علامہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "در مجمع البحار آوردہ کہ ابو ہریرہ می شناخت ایشاں را باسماء اشخاص ایشاں و سکوت می کرد از تعین و نام بردن ایشاں از جہت ترس و مفسدہ و مراد یزید بن معاویہ و عبید اللہ بن زیاد و مانند ایشاں اند از احداث و نوسالان بنی امیہ خذلہم اللہ و بتحقیق صادر شد از ایشاں از قتل اہل بیت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بند کردن ایشاں و کشتن خیار مہاجرین و انصار۔"(۱)

مجمع البحار میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ان لڑکوں کو ان کے ناموں اور ان کے صورتوں سے پہچانتے تھے مگر ڈر اور فساد کی وجہ سے ان کا نام ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ اور ان لڑکوں سے مراد یزید بن معاویہ اور ابن زیاد اور ان کے مثل بنی امیہ کے دوسرے نوجوان ہیں۔ اللہ ان کو ذلیل کرے۔ بلاشبہ ان ہی سے اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قتل اور ان کا قید کرنا اور خیار مہاجرین و انصار کا قتل کرنا ظہور میں آیا ہے۔

اس حدیث کے علاوہ کئی روایتیں ہیں جن میں لونڈوں کی حکومت اور بدعقل لڑکوں کی امارت سے دین کے زبردست نقصان کا ذکر ہے ان سے خاص کر یزید پلید کی حکومت، خباثت و شرارت مراد ہے۔

دلیل دوم: "قال ابن همام أختلف فی إکفاریزید قیل نعم لما روی عنه ما یدل علیٰ کفره من تحلیل الخمر و من تفوهه بعد قتل الحسین و أصحابه انی جازیتهم بما فعلوا باشیاخ قریش و صنادیدهم فی بدر و أمثال ذلك و لعله وجه ماقال الإمام أحمد بتکفیره لما ثبت عنده نقل تقریره."(۲)

یعنی حضرت ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یزید کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول تو یہ ہے کہ ہاں وہ کافر ہے اس لیے کہ اس سے ایسی باتیں ثابت ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں یعنی شراب کو حلال جاننا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقا کے قتل کے بعد اس کا یہ بکنا کہ میں نے ان سے اس کا بدلہ لے لیا جو انھوں نے قریش کے شیوخ اور سرداروں کے ساتھ میدان بدر میں کیا تھا اور بھی اس طرح کی باتیں اس سے مروی ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی یہ باتیں پایۂ ثبوت کو پہنچیں تو آپ اس کی تکفیر کے قائل ہوئے۔

دلیل سوم: حضرت علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف "الصواعق المحرقه" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اعلم ان اهل السنه اختلفوا فی تکفیر یزید بن معاویة و ولی عهده من بعده قالت طائفة انه کافر لقول سبط ابن الجوزی و غیره المشهور انه لما جاء راس الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع

(۱) اشعة اللمعات، ج:٤، ص:٢٨٦؟

(۲) شرح فقه اکبر،ص:٨٨

اهل الشام و جعل ینکت رأسه بالخیزان و ینشد أبیات الذبعری. لیت اشیاخی ببدر شهدوا، الأبیات المعروفة و زاد فیها بیتین مشتملین علی صریح الکفر."(۱)

ترجمہ: جان لو کہ یزید بن معاویہ کے کافر ہونے اور امیر معاویہ کے بعد ولی عہد ہونے میں اہل سنت وجماعت کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ وہ کافر ہے چناں چہ سبط بن الجوزی وغیرہ کا قول مشہور ہے کہ یزید کے پاس امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک آیا تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور خیزان کی لکڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی اس سے امام کے سر انور کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور زبعری کے یہ اشعار جو مشہور ہیں پڑھتا تھا (اے کاش میرے بزرگ جو بدر میں مارے گئے آج زندہ موجود ہوتے) اور اس نے ان شعروں میں دو شعر اور زیادہ کیے جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں۔

دلیل چہارم: مشہور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ جو یزید کے ہم عصر ہیں یزید کے تعلق سے فرماتے ہیں:

"فو الله ما خرجنا علیٰ یزید حتی خفنا ان نرم بالحجارة من السماء ان رجلا ینکح الامهات والبنات والاخوات و یشرب الخمر و یدع الصلوٰة."(۲)

ترجمہ: خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب کہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں۔ کیوں کہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب پیتا اور نمازیں چھوڑ تا تھا۔

درج بالا معتبر کتابوں کی عبارتوں سے تو یہ معلوم ہوا کہ یزید محرمات سے نکاح اور شراب کو حلال جانتا تھا اور حرام قطعی کو حلال جاننا یقیناً کفر ہے۔ اس لیے یزید پر حکم کفر لگایا گیا۔ دوسری روایت کہ اہل شام کے مجمع میں اس نے "قتل حسین" پر خوشی کا اظہار کیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کی "قتل حسین" کو حلال سمجھتا تھا اور ایسے اشعار بھی پڑھے جو صریح کفر پر مشتمل تھے۔ اس لیے جن لوگوں کے نزدیک یہ روایت ثابت ہوگئی انھوں نے اس کو کافر کہا۔

وہ روایتیں جن کی وجہ سے بعض نے کافر نہیں کہا

کسی کو کافر کہنے کے لیے اس کے کفر کا قطعی علم ضروری ہے۔ علم قطعی خبر متواتر اور روایت متواترہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ روایتیں جن کی بنا پر حکم کفر صادر کیا گیا وہ کیسی ہیں تو تحقیق یہی ہے کہ وہ روایتیں متواتر نہیں۔ امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں۔"(۳)

(۱) الصواعق المحرقه، ص:۲۱۸

(۲) طبقات ابن سعد، ج:۵، ص:۶۶/ وابن اثیر، ج:۴، ص: ۴۱

(۳) فتاوی رضویه، ج:۶، ص:۱۰۷

اس لیے جو علما، یزید کو کافر نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار کا صریح کفر پر مشتمل ہونے والی اور شراب حلال جاننے والی روایت سے قطعی علم حاصل نہیں ہوا۔

پہلی روایت: رہی یہ بحث کہ قتل امام پر یزید نے خوشی کا اظہار کیا جس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ وہ قتل امام کو حلال جانتا تھا چناں چہ علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

”و قالت طائفة ليس بكافر لان الاسباب الموجبة للكفر لم يثبت عندنا منها شئ والاصل بقاءه على اسلامه حتى يعلم ما يخرجه عنه و ما سبق انه المشهور يعارضه ما حكى أن يزيد لما وصل اليه رأس الحسين قال رحمك الله يا حسين لقد قتلك رجل لم يعرف حق الأرحام و تنكر لابن زياد وقال قد زرع لى العداوة فى قلب البر والفاجر و ردّ نساء الحسين و من بقى من بنيه مع رأسه الى المدينة ليد فن الرأس بها.“(۱)

اور ایک گروہ کہتا ہے کافر نہیں ہے اس لیے کہ ہمارے نزدیک کفر کو واجب کرنے والے اسباب میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ اور اصل میں وہ اپنے اسلام پر باقی ہے جب تک کہ ایسی چیز جان نہ لی جائے جو اس کو اسلام سے خارج کردے۔ اور وہ مشہور بات جو گزری، اس کے مخالف بھی روایت ہے کہ جب اس کے پاس امام حسین کا سر اقدس پہنچا تو اس نے کہا: ” اے حسین! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ کو ایسے شخص نے قتل کیا جس نے رشتہ داروں کا حق نہیں پہچانا“۔ اس نے ابن زیاد کو برا جانا اور کہا کہ اس نے میری عداوت کا بیج ہر اچھے اور برے کے دل میں بو دیا ہے اور امام حسین کی مستورات کو اور ان صاحبزادوں میں سے جو بچ گئے تھے ان کو سر اقدس کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا تاکہ سر اقدس کو دفن کیا جاسکے۔

دوسری روایت: تاریخ طبری میں ہے:

حدثنى مولىٰ لمعاوية بن ابى سفيان قال:لما اتى يزيد براس الحسين فوضع بين يديه قال: رأيته يبكى و قال لو كان بينه و بينه رحم ما فعل هذا“. (۲)

مجھے معاویہ بن ابو سفیان کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی کہ جب یزید کے پاس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو لایا گیا اور اس کے سامنے رکھا گیا تو میں نے اس کو روتے ہوئے دیکھا اور اس نے کہا کاش ان کے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔

اسی تاریخ طبری میں یہ بھی ہے:

---

(۱) الصواعق المحرقه مصرى،ص:۱۳۱

(۲) تاريخ الطبرى،ذكر مسير الحسين الىٰ الكوفة، ج:۵، ص:۳۹۳،دار التراث،بيروت

" فدمعت عين يزيد وقال قد كنت ارضى من طاعتكم بدون قتل الحسين لعن الله إبن سمية أما والله لوأني صاحبه لعفوت عنه فرحم الله الحسين."(۱)

یعنی یزید کی آنکھ ڈبڈبا گئی اور کہا کہ میں بغیر قتل حسین کے تمھاری طاعت و فرماں برداری سے راضی تھا۔ ابن سمیہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ سنو! بخدا! اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو ان سے درگزر کرتا پس اللہ حضرت حسین پر رحم فرمائے۔

تیسری روایت: تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۸؍ پر ہے۔

"لما قتل الحسين و بنو ابيه بعث إبن زياد برؤسهم إلى يزيد فسر بقتلهم اولاً ثم ندم لما مقته المسلمون علىٰ ذلك و أ بغضه الناس و حق لهم أن يبغضوه."

جب حضرت امام حسین اور آپ کے برادران رضی اللہ تعالیٰ عنہم قتل کیے گئے تو ابن زیاد نے ان کے مبارک سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید تو پہلے ان کے قتل سے خوش ہوا لیکن جب لوگوں نے اس کی اس حرکت پر اس سے نفرت کی اور لوگوں کو اس سے نفرت کرنے کا حق بھی ہے تو وہ نادم ہوا۔

مذکورہ بالا روایتوں سے اگر چہ صراحۃً توبہ کا پتہ نہیں چلتا لیکن توبہ کا احتمال ضرور پیدا ہوتا ہے۔ احتمال کی حالت میں کسی جانب گناہ کبیرہ کی نسبت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کفر کی نسبت کی جائے۔ اس لیے امام اعظم قدس سرہ نے یزید کی تکفیر میں سکوت اختیار کیا یہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا احتیاط ہے۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: "لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں۔ اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر۔ اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ "فسوف يلقون غياً إلاّ من تاب" اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے۔"(۲)

یزید کی تکفیر کے تعلق سے سکوت کرنے کو اعلیٰ حضرت نے احوط و اسلم کہا اور علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے محققین کا شیوہ قرار دیا فرماتے ہیں:

"و من ثم قال جماعة من المحققين ان الطريقة الثابتة القويمة فى شانه التوقف فيه وتفوض أمره إلى الله سبحانه لأنه العالم بالخفيات والمطلع على مكنونات السرائر و هو أجس الضمائر لا نعترض لتكفيره اصلا ... إلى آخره"

یعنی محققین کی ایک جماعت نے یزید کے سلسلہ میں یہ کہا ہے کہ اس کے بارے میں درست راہ یہ ہے کہ

---

(۱) تاريخ الطبرى:باب مقتل الحسين رضوان الله عليه،ج:٥،ص:٤٦٠دارالتراث،بيروت

(۲) فتاوی رضویہ ، ج:٦، ص: ١٠٧

توقف کیا جائے اور اس کے معاملہ کو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ اس لیے کہ وہی دلوں کی مخفی باتوں اور خطرات کو جانتا ہے۔ اس لیے ہم سرے سے اس کی تکفیر کے درپے نہیں ہیں، کیوں کہ یہی مناسب اور اسلم راہ ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اسی بات کو ایک ضابطہ کے تحت کچھ یوں بیان فرمایا:

”اور بعض علما کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کی روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح حاصل ہو سکے تو ان علما نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب روایات میں تعارض ہو جائے اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لیے نہ ہو تو علما پر یہی واجب ہے یعنی حکم دینے میں توقف کرنا واجب ہے اور امام اعظم کا یہی قول ہے۔“(۱)

درج بالا روایات کی روشنی میں یہ معلوم ہو گیا کہ یزید کی تکفیر سے کف لسان فرمانا یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلیٰ درجہ کا حزم واحتیاط اور یہی مسلک سالم بلکہ اسلم واحوط ہے۔

اسماعیل دہلوی یزید پلید کی طرح ہے

موضوع کی مناسبت سے اگر چہ اب ہماری گفتگو کسی حد تک ہو چکی لیکن اس جگہ ایک شبہ کا ازالہ کیے بغیر ہم اپنی بات ناتمام ہی سمجھیں گے کہ اسماعیل دہلوی کے تعلق سے امام علم وفن حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کے ”حکم کفر“ صادر فرمانے کے باوجود امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ”سکوت“ فرمایا۔ جیسا کہ الملفوظ جلد ا/ صفحہ ۱۷۲/ پر ہے۔ ”میرا مسلک یہ ہے کہ وہ (اسماعیل دہلوی) یزید کی طرح ہے اگر کوئی کافر کہے منع نہیں کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔“

شبہ یہ ہے کہ یزید کو امام احمد بن حنبل اور ان کے موافق علما نے کافر کہا جب کہ امام غزالی نے کافر نہیں کہا ، مسلمان جانا۔ اور امام اعظم نے بھی اسے کافر نہیں کہا بلکہ سکوت اختیار کیا۔ فرمایا ایسے ہی اسماعیل دہلوی کو امام علم وفن حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے کافر کہا اعلیٰ حضرت نے کافر نہیں کہا سکوت فرمایا تو امام احمد بن حنبل اور علامہ خیر آبادی کے فتاویٰ کے اعتبار سے امام غزالی، امام اعظم اور اعلیٰ حضرت پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟

اس شبہ کی بنیاد بنا کر وہابی اور دیوبندی حضرات بہت شور وغوغہ کرتے ہیں۔ اس شبہ کے ازالہ کے تعلق سے ایک ضابطہ پیش نظر ہونا ضروری ہے۔ بہتر ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہمارے قلم کی بجائے محقق عصر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کے قلم حق رقم سے ملاحظہ فرمائیں مفتی صاحب رقم طراز ہیں:

سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کسی مسلمان کی تکفیر کے سلسلہ میں علمائے اسلام کے دو گروہ ہیں:

(۱) فتاوی عزیزیہ اردو، ج:۱، ص: ۲۵۲

ایک گروہ جمہور فقہا کا ہے، یہ لوگ قائل کے کلمۂ کفر پر مطلع ہوجانے کے بعد ظاہر معنی پر حکم کفر دیتے ہیں۔ قائل کی نیت سے بحث نہیں کرتے یعنی قول کے چند معانی ہوں اور ایک معنی حکم اسلام کا پہلو بھی رکھتا ہو تو ان کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ ہوسکتا ہے کہ قائل نے اسلام ہی والا پہلو مراد لیا ہو بلکہ وہ ظاہر معنی پر حکم کفر لگا دیتے ہیں۔ یوں ہی بعید تاویل کو بھی قبول نہیں کرتے، اور اس قائل سے توبہ ورجوع کی خبر جو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی تسلیم نہیں کرتے۔

اور دوسرا گروہ متکلمین ومحتاطین فقہا کا ہے ان کے نزدیک اگر قول کفر کے کئی معانی ہوں اور ان میں کوئی معنی ایسا بھی ہو جو حکم اسلام کا پہلو رکھتا ہو اور قائل نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ اس نے کون سا معنی مراد لیا ہے تو نیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ اس کو کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روک لیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ قائل نے وہی معنی مراد لیا ہو جو حکم اسلام کا پہلو رکھتا ہے۔ اور اگر قائل اپنے قول کی بعید سے بعید تاویل کرے تو وہ اس کو قبول کر لیتے ہیں یوں ہی توبہ ورجوع کی خبر جو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی اس کی وجہ سے بھی کف لسان کرتے ہیں۔ ہاں! اگر متکلم نے کفری معنی ہی کو اپنی مراد بتایا تو دونوں گروہ اس کی تکفیر میں متحد ہوتے ہیں اسی طرح وہ کلمۂ کفر جو بالکل صریح ہوتا ہے جس میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی دونوں گروہ اس کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔" (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح یزید امام احمد بن حنبل کے نزدیک کافر ہے اور امام اعظم نے احتیاطاً تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے اسی طرح اسماعیل دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی کے نزدیک کافر ہے اور مجدد اعظم نے احتیاطاً اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے۔ یزید اور اسماعیل دہلوی کو "جمہور فقہا" کے مذہب پر کافر قرار دیا گیا۔ اور "مذہب متکلمین" پر ان دونوں کی تکفیر سے "کف لسان" کیا گیا ہے۔

لہٰذا اس سلسلہ میں کسی شخص کو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بالکل اسی طرح کسی بدمذہب کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ پر انگشت نمائی کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔

☆☆☆☆

(۱) مقالات شارح بخاری، ج:۲، ص:۵۲ٌ۵۳

اجتہاد وتقلید کی شرعی حیثیت

مولانا محمد ناظم علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلي علىٰ حبيبه النبي الكريم و علىٰ اٰله و أصحابه أجمعين

لغت میں اجتہاد کا معنی "کوشش کرنا ہے" اور اصطلاح میں: حکم شرعی نظری کی تحصیل میں فقیہ کا اس قدر کوشش کرنا کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے اپنے آپ کو عاجز پائے، حضرت علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ "حاشیۂ قمر الأقمار" میں "مختصر المنار" کے متن "وشرط الاجتهاد" کے تحت فرماتے ہیں:

"قوله: الاجتهاد فالقياس والاستحسان يتوقفان على الإجتهاد وهو (الاجتهاد) بذل الفقيه طاقته في استخراج الحكم الشرعي النظرى بحيث يحسّ عن نفسه العجز عن المزيد عليه." (۱)

حضرت بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی نے حضرت علامہ محب اللہ بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ تعریف مقرر رکھی: کسی ظنی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ کا اپنی طاقت خرچ کرنا جیسا کہ "فواتح الرحموت" میں ہے:

"الاجتهاد بذل الطاقة من الفقيه في تحصيل حكم شرعي ظني." (۲)

مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مجتہد جس شی کی طلبِ جزمی، حتمی کا اذعان کرے اگر وہ اذعان بدرجۂ یقین معتبر فی اصول الدین ہو (اور اس تقدیر پر مسئلہ نہ ہوگا مگر مجمع علیہ جمیع ائمۂ دین) تو وہ فرض اعتقادی ہوگا جس کا منکر عند الفقہا مطلقاً کافر اور متکلمین کے نزدیک (منکر اس وقت کافر ہے۔ ۱۲ ق) جب کہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہو اور یہی عند المحققین احوط اور اسدّ (زیادہ احتیاط والا اور زیادہ درست۔ ۱۲ ق) اور ہمارے اساتذۂ کرام کا مُعوَّل و معتمد (وثوق و اعتماد والا۔ ۱۲ ق) ہے ورنہ (یعنی اگر اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق نہیں ہے تو ۱۲ ق) واجب اعتقادی ہے پھر اگر مجتہد کو بنظر دلائل شرعیہ جو اس

(۱) حاشیۂ قمر الأقمار مبحث الاجتهاد، ص:۲۵۰، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

(۲) خاتمة: الاجتهاد، تعريفه دار احياء التراث العربي.

پر ظاہر ہوئے اس کی طلب جزمی میں اصلاً شبہہ نہیں بایں وجہ کہ اس کی نظر میں اس شی کا وجود شرط صحت و براءتِ ذمہ بمعنیٰ علوم بقائے اشتغال قطعی ہے یعنی اگر وہ کسی عمل میں فرض ہو تو بے اس کے وہ عمل باطل محض ہو اور مستقل مطلوب ہے تو بے اس کے براءت ذمہ نہ ہونے پر اسے جزم ہو تو فرض عملی ہے، اور اگر خود اس کی رائے میں بھی طلب جزمی، جزمی نہیں تو واجب عملی، کہ بغیر اس کے حکمِ صحت حاصل براءتِ ذمہ محتمل۔“ (۱)

نیز یقین کے اقسام و درجات کی تحقیق و تفصیل فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”فربما يؤدي ذهن عالم إلى قرائن هجمت و حفت فرفعت عنده الظني إلى منصّة اليقين ولا تظهر ذالك لغيره أو تظهر فتظهر له معارضات تردها إلى المرتبة الأولى من الظن واعتبره بمسئلة سمعها صحابي: من النبي ﷺ شِفَاهًا وبلغ غيره بإخباره فهو قطعي عنده، ظني عندهم: فالمجتهد لايثبت الافتراض إلا بما حصل له القطع به فإن كان العلماء كلهم قاطعين به كان فرضا اعتقاديا وإن كان قطعا خاصًا بهذا المجتهد كان فرضا عمليا هذا ماظهرلي وأرجو أن يكون صوابا إن شاء الله تعالیٰ وإليه أشرت فيما قررت فاعرِف.“

”یعنی بعض اوقات ایک عالم کا ذہن کثرتِ قرائن کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو اس کے نزدیک دلیل ظنی کو یقین کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں جب کہ یہ قرائن دوسرے عالم کو حاصل نہیں ہوتے یا اس کے نزدیک یہ قرائن ظاہر تو ہوتے ہیں لیکن ان کے مخالف قرائن بھی اس کے سامنے ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ دلیل پھر اپنے اس ظنی مقام پر چلی جاتی ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ: کسی صحابی نے ایک مسئلہ نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے براہ راست سنا وہی مسئلہ ان کے بیان کرنے سے کسی تابعی کو پہنچا وہ مسئلہ صحابی کے نزدیک قطعی اور دوسروں کے نزدیک ظنی ہے تو مجتہد صرف اس چیز کو فرض قرار دیتا ہے جس کا اسے یقین حاصل ہو گیا ہو، پھر اگر تمام مجتہدین کو اس کا یقین ہو تو وہ فرض اعتقادی ہے اور اگر صرف اس مجتہد کو یقین ہو تو وہ فرض عملی ہے۔ یہ وہ تفصیل ہے جو مجھے ظاہر ہوئی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہی تحقیق درست ہوگی، میں نے مسئلہ بیان کرتے وقت اسی طرف اشارہ کیا ہے۔“ (۲)

مزید علامہ شامی کی کتاب ”ردالمحتار“ کے حوالہ سے اس کو محقق و مبرہن فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”ثم إن المجتهد قديقوي عنده الدليل الظني حتى يصير قريبا عنده من القطعي فما ثبت به يسميه فرضا عمليا لأنه يعامل معاملة الفرض فی وجوب العمل ويسمى واجبا نظرا

---

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج:۱، ص:۱۸۰ تا ۱۸۵.

(۲) فتاویٰ رضویہ مترجم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج:۱، ص:۱۸۷ تا ۱۸۸، کتاب الطهارة باب الوضوء رساله الجُود الحلو فی ارکان الوضوء.

إلى ظنية دليله فهو أقوى نوعَي الواجب وأضعف نوعي الفرض بل قد يصل خبر الواحد عنده إلى حد القطعي ولذا قالوا انه إذا كان متلقى بالقبول جاز إثبات الركن به حتى ثبتت ركنية الوقوف بعرفات بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم." الحج عرفة."(۱)

"پھر بعض اوقات مجتہد کے نزدیک دلیل ظنی اتنی قوی ہوجاتی ہے کہ وہ قطعی کے قریب جا پہنچتی ہے ایسی دلیل سے جو چیز ثابت ہوتی ہے مجتہد اسے فرض عملی کا نام دیتا ہے کیوں کہ عمل کے واجب ہونے میں اس کے ساتھ فرض والا معاملہ کیا جاتا ہے اسے واجب بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس کی دلیل (بنیادی طور پر ۱۲اق) ظنی ہوتی ہے تو یہ عمل واجب کی دو قسموں میں سے قوی اور فرض کی دو قسموں میں سے کمزور ہے بلکہ بعض اوقات خبر واحد، مجتہد کے نزدیک قطعی کی حد کو پہنچ جاتی ہے اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ: جب خبر واحد کو مجتہدین نے سند قبولیت عطا کر دی ہو تو اس سے رکن بھی ثابت کیا جا سکتا ہے چناں چہ عرفات میں وقوف کا رکنِ حج ہونا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ "حج عرفہ ہے۔" م"(۲)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے اس محققانہ کلام سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ کبھی مجتہد کو اپنی رائے پر ایسا یقین ہوتا ہے کہ اس سے فرض اعتقادی ثابت ہوتا ہے جو فرض کی سب سے اعظم واعلیٰ قسم ہے جس کا ثبوت اور اثبات یقینی ہو اور طلب جازم پر دلالت کرے یہ اس وقت ہے جب کہ تمام مجتہدین کو اس کا یقین ہو اور اگر صرف اس مجتہد کو یقین ہے تو وہ فرض عملی ہے جو فرض اعتقادی سے عام مطلقاً اور واجب اعتقادی سے عام من وجہٍ ہوگا تو مجتہد کے اجتہاد سے ثابت ہونے والا حکم شرعی صرف ظنی ہی نہیں ہوتا بلکہ کبھی یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتا ہے جس کا تمام ائمۂ مجتہدین کو یقین ہوتا ہے، اور یہ اس کے برخلاف نہیں جو اہلِ اصول نے فرمایا:

"وحكمه (حكم الاجتهاد) الإصابة بغالب الرأي دون اليقين حتىٰ قلنا: إن المجتهد يخطئ ويصيب والحق في موضع الخلاف واحد ولكن لايعلم ذالك الواحد باليقين فلهذا قلنا بحقية المذاهب الأربعة."(۳)

ترجمہ: اور اجتہاد کا حکم یہ ہے کہ: اس کے ذریعہ غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے، حکم یقینی نہیں یہاں تک کہ ہم نے یہ کہا کہ: مجتہد سے خطا ہوتی ہے اور صواب و درستگی پر ہوتا ہے اور مقام خلاف میں حق ایک ہے لیکن یقین سے وہ ایک

---

(۱) رد المحتار :المطبوع در المختار ،كتاب الطهارة ،مطلب فى فرض القطعى والظنى ص:۲۰۷،ج:۱.

(۲) فتاویٰ رضویه مترجم،رضا اکیڈمی، ممبئی، ج:۱، ص:۱۹۰ تا ۱۹۱، كتاب الطهارة باب الوضوء رساله الجُود الحلو فى أركان الوضوء.

(۳) مختصر المنار مع شرحه نور الأنوار ملخصاً، مبحث الاجتهاد، ص: ۲۵۰، مطبوعه مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مباركپور.

معلوم نہیں اسی لیے ہم نے یہ کہا کہ: چاروں مذاہب حق ہیں۔

اس لیے کہ مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی لکھنوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا:

"أي إصابة الحكم الشرعي بحسب الظن الغالب بحيث يبقى فيه احتمال الجانب المخالف وهذا الحكم باعتبار الغالب فإن الاجتهاد قد يفيد القطع كما قد مر في أوائل الكتاب." (۱)

یعنی ارباب اصول نے جو یہ فرمایا کہ: اجتہاد کا حکم یہ ہے کہ: حکم شرعی تک مجتہد کی رسائی ظن غالب کے اعتبار سے اس طرح ہو کہ اس میں جانب مخالف کا احتمال باقی رہے یہ عام حالات کے اعتبار سے ہے کیوں کہ کبھی مجتہد کا اجتہاد مفید یقین ہوتا ہے۔

نیز "فواتح الرحموت" میں ماتن کے قول:

"وأما التقييد بالظني فمبنى علي أن النظرية تستلزم الظنية لأنها إما لضعف دلالة المتن أو السند وفيه مافيه"

(ترجمہ: لیکن ظنی کے ساتھ اس بنیاد پر مقید کیا گیا کہ: نظری شئ ظن کو مستلزم ہوتی ہے اس لیے کہ ظنی ہونا یا تو اس لیے ہے کہ متن یا سند کی دلالت میں ضعف ہے اور یہ چیز محل نظر ہے) کے تحت ہے:

"لأن مبنى النظرية على الخفاء والخفي ربما يكون قطعيا، فتأمل فيه."

(ترجمہ: اس لیے کہ نظری ہونا خفی ہونے کی بنیاد پر ہے اور خفی شئ بسا اوقات قطعی ہوتی ہے اس لیے اس بارے میں غور وفکر کرنا چاہیے) (۲)

قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ اجتہاد کے جواز کی روشن دلیل ہے:

"وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا" (۳)

"اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔"

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریوں نے گھس کر کھیت کا نقصان کر دیا حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے یہ تجویز کی کہ بکریاں کھیتی

---

(۱) حاشيه قمر الأقمار، ص:۲۵۰، مبحث الاجتهاد.

(۲) خاتمة: الاجتهاد، تعريفه، ج:۲، ص:٤١٥، دار احياء التراث العربي.

(۳) قرآن مجيد، پ:۱۷، الانبياء، ع:٦، آيت:۷۸، ۷۹.

والے کو دے دی جائیں بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ: فریقین کے لیے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے اس وقت حضرت کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ پر لازم فرمایا کہ وہ صورت بیان فرمائیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ تجویز پیش کی کہ: بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو نہیں پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو دے دی جائے بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں یہ تجویز حضرت داؤد علیہ السلام نے پسند فرمائی اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور اس شریعت کے مطابق تھے ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ: اگر چرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔ (۱)

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ: قضیہ کا حکم کتاب و سنت میں نہ ملے اجتہاد کی صلاحیت واہلیت رکھنے والے علما کو اس میں اجتہاد کا حق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی قضیہ کے حل کی دو صورتیں ہوں ایک کی بنیاد قیاس ظاہر پر ہو اور دوسرے کی قیاس خفی پر تو قیاس ظاہر کے مقابلہ میں استحسان کو ترجیح دینا چاہیے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔

" تفسیر جلالین" میں ہے: "وحكمهما باجتهاد ورجع داؤد إلى سليمان وقيل بوحي والثاني ناسخ للأول." (۲)

ان دونوں حضرات کا حکم اجتہادی تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجتہاد کی طرف رجوع فرما لیا اور ایک قول یہ ہے کہ: ان دونوں کا حکم وحی الٰہی کی بنا پر تھا اور وحی ثانی پہلی وحی سے ثابت شدہ حکم کی ناسخ ہے۔

قرآنِ کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں اجتہاد کے جواز کی روشن شہادتیں موجود ہیں، "نسائی شریف" میں حضرت طارق سے روایت ہے:

"أن رجلا أجنب فلم يصل فأتى النبي ﷺ فذكر له ذالك فقال أصبت فأجنب اٰخر فتيمم وصلى فأتاه فقال نحو ماقال للآخر يعني أصبت." (۳)

"کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہوئی اس نے نماز نہ پڑھی پھر اس نے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر

(۱) مدارك التنزيل ص:۱۲۰سوره الانبياء:،مجلس بركات.
(۲) تفسير الجلالين ص:۲۷۵،مجلس بركات.
(۳) سنن نسائی، باب فی من لم يجد الماء ولا الصعيد،كتاب الطهارة ،ص:۳٦،ج:۱،دار الكتب العلميه بيروت .

ہوکر اپنا سارا واقعہ ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے ٹھیک کیا، پھر اسی طرح ایک دوسرے شخص کو نہانے کی حاجت ہوگئی انھوں نے تیمم کرکے نماز ادا کی، پھر وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے بھی اسی طرح فرمایا جس طرح ان سے پہلے والے شخص سے فرمایا تھا یعنی تم نے ٹھیک کیا۔"

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ان حضرات نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا کیوں کہ اگر انھیں اس سلسلے میں نص کی اطلاع ہوتی تو پھر عمل کے بعد سوال کی ضرورت نہ تھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان دونوں حضرات کے اجتہاد اور اس پر عمل پر انکار کے بجائے ان کی تحسین وتصویب فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ جس نو پیدا مسئلہ میں کوئی حکم شرعی نص سے معلوم نہ ہو اس کے حکم کے استخراج کے لیے اصحاب نظر کا اپنی طاقت وقوت صرف کرنا اور اجتہاد کے ذریعہ حکم شرعی کا استنباط کرنا اور اس مستخرج ومستنبط حکم پر عمل کرنا جائز ودرست ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ: کسی نو پیدا مسئلہ میں اصحاب نظر مجتہدین کی نظریں مختلف ہوں تو اس اختلاف نظر وفکر کے بعد ہر ایک اجر وثواب کے مستحق ہوں گے، اگرچہ نفس الامر میں حق کوئی ایک ہی ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دونوں حضرات سے یہ فرمانا کہ: "تم نے ٹھیک کیا جب کہ نفس الامر میں ٹھیک ایک ہی ہے۔" کا معنیٰ یہ ہے کہ: تم دونوں نے حکم شرعی کے استنباط واستخراج کے لیے اپنی پوری کوشش کی اس لیے اجر وثواب اور صلہ وانعام کے مستحق ہو اس کا ہرگز یہ معنیٰ نہیں کہ حکم واضح ہوجانے کے بعد بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور چاہے نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

"إحتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل فأشفقت أن اغتسلت أن أهلك فَتَيَمَّمْتُ ثم صليت بأصحابي الصبح فذكروا للنبي ﷺ فقال: يا عمرو! صليت بأصحابك وأنت جنب فأخبرته بالذى مَنَعَنِيْ من الاغتسال وقلت: إني سمعت أن الله عزوجل يقول: " وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ؁ " فضحك رسول الله ﷺ ولم يقل شيئًا."(1)

"مجھے غزوۂ ذات السلاسل کے سفر میں ایک سرد رات میں احتلام ہوگیا اور مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہوجاؤں گا میں نے تیمم کرکے اپنے ہم راہیوں کو صبح کی نماز پڑھادی ان لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی، میں نے آپ کو غسل سے مانع امر کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ: میں نے اللہ عزوجل کو یہ فرماتے سنا کہ: "اپنی جانوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔" تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیر لب تبسم فرمایا اور کچھ نہ کہا۔

---

(۱) مستدرك على الصحيحين ،كتاب الطهارة ،باب عدم الغسل للجنابة فى شدة البرد، ص:۴۱۱، ج:۱، دارالمعرفه بيروت

"بخاری شریف" میں یہی حدیث پاک اس طرح مذکور ہے:

"إن عمرو بن العاص أجنب في ليلة باردة فتيمم وتلا: "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝۲۹" فذكر ذلك للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلم يعنف."(۱)

"ایک سرد رات میں حضرت عمرو بن العاص کو احتلام ہو گیا تو انھوں نے تیمم کیا اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی: "اپنی جانوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔" تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ملامت نہیں کی۔"

اس حدیث پاک سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجتہاد کرتے جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص نے اس پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد فرمایا اور اپنی ممکن طاقت وقوت سے حکم شرعی کا استنباط فرمایا اور اس پر عمل کیا اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے اس اجتہاد اور عمل بالاجتہاد کا ذکر کیا سرکار نے اس پر ملامت نہ فرمائی بلکہ زیر لب تبسم فرمایا، شارع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس اجتہاد اور عمل بالاجتہاد پر ملامت نہ فرمانا بلکہ اسے ثابت و مقرر رکھنا اجتہاد اور عمل بالاجتہاد کے جواز وعدم امتناع کا ثبوت فراہم کرتا ہے اگر اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے صاحبانِ نظر کا اجتہاد کرنا ناجائز و حرام ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور اس پر ملامت وانکار فرماتے اور حق و صواب کی راہ کی ہدایت فرماتے اور اس وجہِ استدلال کی تردید فرماتے علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت ارشاد فرمایا کہ: اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اجتہاد ہوتا تھا۔(۲)

اس روشن حقیقت کا انکار وہی کر سکتا ہے جس کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اس حدیث پاک میں صاف لفظوں میں ہے کہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا کہ: کیا تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی تو حضرت عمرو بن العاص نے وجہِ استدلال اور اخذ و استنباط پیش فرمایا اور یہ عرض کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے جانوں کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا اور مجھے جان کی ہلاکت کا قوی اندیشہ تھا۔ یہ اخذ و استنباط اور استخراج واجتہاد نہیں تو پھر کیا ہے؟

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غزوۂ احزاب سے لوٹے تو آپ نے فرمایا: "لايصلين أحد إلا في بني قريظة فأدرك بعضهم العصر وقال بعضهم: لانصلی حتى نأتيها وقال بعضهم: بل نصلي لم يرد منا ذالك فذكر ذالك للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فلم يعنف أحدا منهم"(۳)

"بنو قریظہ ہی میں نماز پڑھنا، راستہ میں نماز عصر کا وقت ہو گیا بعض صحابہ نے کہا: ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز

(۱) الصحيح للبخاری ،باب إذا خاف الجنب على نفسه المرض اوالموت،ص:۴۹،ج:۱،مجلس برکات

(۲) عمدة القاری، ج:۴، ص:۳۴.

(۳) بخاری شریف، ج:۱، ص:۱۲۹، مجلس برکات.

پڑھیں گے اور بعض نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مذکور کا یہ معنیٰ نہیں ہم نماز پڑھیں گے۔ بعد میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مسئلہ کا ذکر ہوا تو آپ نے ان دونوں فریقوں میں سے، کسی کو ملامت نہ فرمائی۔"

یہ حدیث پاک اس بات کی روشن دلیل ہے کہ: عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اصحاب نظر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب کسی پیش آمدہ مسئلہ کا صریح حکم کتاب وسنت میں نہ پاتے تو اجتہاد فرماتے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اجتہاد پر ملامت وانکار نہ فرماتے اگرچہ مجتہدین صحابہ کی رائیں مختلف ہوتیں ظاہر ہے کہ اس مقام پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پاک: "لا یصلین أحد إلا في بني قر يظة."

"ہرگز کوئی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں۔"

کے معنیٰ ومفہوم اور مراد میں اصحاب نظر کا اختلاف رونما ہوا جیسا کہ اس حدیث میں وارد لفظ:

"بل نصلي لم یرد منا ذالك."

بلکہ ہم راستہ ہی میں نماز پڑھیں گے سرکار کے اس ارشاد پاک کا وہ ظاہری معنیٰ نہیں۔

اس بات کی روشن دلیل ہے ان حضرات کے نزدیک دو دلیلیں متعارض ہوگئیں ایک تو سرکار کا ارشاد: "تم میں سے کوئی بنو قریظہ پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے۔" اور دوسری طرف اللہ عزوجل کا ارشاد پاک: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (۱)

بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے

بعض صحابہ نے حدیث پاک کے ظاہری معنیٰ پر عمل کیا اور بنو قریظہ ہی میں نماز پڑھی راستہ میں نماز نہ پڑھی اور دوسرے صحابہ کرام نے سرکار کے اس ارشاد کا ظاہری معنیٰ نہ لیا بلکہ اسے جلد پہنچنے پر محمول فرمایا کہ اس سے سرکار کی مراد بنو قریظہ جلد پہنچنا ہے نہ کہ عصر کی نماز کو مؤخر کر کے بنو قریظہ ہی میں پڑھنا اب اگر ہمیں دیر ہوگئی ہے اور بنو قریظہ کے بجائے راستہ ہی میں نماز عصر کا وقت آگیا ہے تو ہم نماز عصر کو مؤخر نہ کریں گے بلکہ نماز پڑھ کر روانہ ہوں گے۔ یہ در حقیقت مجتہدین صحابہ کا اخذ واستنباط اور استخراج واجتہاد تھا جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو ملامت نہ فرمائی بلکہ اس کو ثابت ومقرر رکھا جس سے اجتہاد کی اہلیت رکھنے والوں کے اجتہاد واستنباط کے جواز کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی نے "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں فرمایا کہ:

"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں فریقوں میں سے کسی کی اس لیے ملامت نہ فرمائی کہ ان میں سے ہر ایک نے اجتہاد کیا۔"(۲)

---

(۱) سورہ نساء:پ:۵،آیت۱۰۳-

(۲) عمدة القاری شرح صحیح بخاری، ج:٦، ص:٢٦٥.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

"خرج رجلان في سفر فحضرت الصلاة وليس معهما ماء فتيمّما صعيدا طيبا فصلياثم وجدا الماء في الوقت فأعاد أحدهما الصلاة بوضوء ولم يعد الاٰخر ثم أتيا رسول الله ﷺ فذكرا ذالك فقال للذي لم يعدْ: أصبت السنة وأجزأتك صلاتك وقال للذي توضأ وأعاد: لك الأجر مرتين.[1]

"دو آدمی سفر پر گئے تو نماز کا وقت آگیا اور ان کے ساتھ پانی نہ تھا ان دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر نماز کے وقت میں انھیں پانی ملا تو ان میں سے ایک نے وضو کر کے نماز لوٹا لی اور دوسرے نے نماز نہ دہرائی پھر یہ دونوں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ سے ذکر کیا تو جس شخص نے نماز نہ لوٹائی آپ نے اس سے فرمایا کہ: تو نے سنت کے موافق کیا اور تمھاری ادا کردہ نماز تمھیں کافی ہوگئی اور جس نے وضو کر کے نماز لوٹائی اس سے فرمایا کہ: تمھیں دونا اجر و ثواب ملا۔"

اس حدیث کو امام ابو داؤد، دارمی اور نسائی وغیرہ محدثین نے روایت کیا۔

یہ حدیث پاک بھی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ: رسولِ پاک ﷺ کے مبارک زمانہ میں اصحاب نظر صحابۂ کرام جب کسی پیش آمدہ مسئلہ میں کتاب و سنت میں واضح حکم نہ پاتے تو اخذ و استنباط اور استخراج و اجتہاد فرماتے اور نبی پاک ﷺ اس پر انکار و ملامت نہ فرماتے اگرچہ ان کے اجتہاد سے حاصل شدہ احکام شرعیہ مختلف ہوتے بلکہ صاف لفظوں میں ان کی تحسین و تصویب فرماتے جیسا کہ وقت رہتے ہوئے پانی پاکر وضو کر کے نماز نہ لوٹانے والے شخص سے "أصبت السنة وأجزأتك صلاتك" (تم نے سنت کے مطابق کیا اور تمھاری نماز تمھیں کافی ہوگئی) فرمانا اور وضو کر کے اعادہ کرنے والے کو یہ مژدۂ جاں فزا سنانا:

"لك الأجر مرتين." (تمھارے لیے دونا اجر و ثواب ہے۔)

اس امر کی روشن دلیل ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا:

"كيف تقضي؟ فقال: أقضي بما في كتاب الله قال: فإن لم يكن في كتاب الله قال: فبسنة رسول الله قال: فإن لم يكن في سنة رسول الله ﷺ قال: أجتهد برائي قال: الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله."[2]

---

(۱) ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب المتيمم يجد الماء، ص:۴۹، ج ۱، دار الكتب العلميه بيروت.

(۲) سنن ترمذی، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی، ج:۱، ص:۱۵۹، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارک پور، اعظم گڑھ.

"تم کس طرح فیصلہ کروگے؟ انھوں نے عرض کیا: میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ تو عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ تو عرض کیا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا آپ نے فرمایا: تمام تعریف اس اللہ کے لیے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نمائندے کو توفیق بخشی۔

اور "سنن ابو داؤد" میں یوں ہے: "الحمد لله الذي وفق رسولَ رسولِ الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لما یرضی رسول الله."[1]

تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نمائندے کو اس چیز کی توفیق بخشی جو رسول اللہ کو پسند ہے۔

اور بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا: "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: إذا حكم الحاكم فاجتهد وأصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهدو أخطأ فله أجر واحد." [2]

"جب حاکم (مجتہد) (ارادۃً) حکم کرلے پھر اجتہاد کرے اور صحیح فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جس وقت (ارادۃً) حکم کرے تو اجتہاد کرنے اور فیصلہ کرنے میں خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔"

یہ حدیث پاک اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے اصحاب نظر کے اجتہاد کے جائز ہونے کی روشن دلیل ہے اور اس سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ جس کسی قضیہ کا حل کتاب وسنت میں واضح طور پر نہ ملے اس وقت صاحب نظر کا اجتہاد کرنا اور اجتہاد سے حاصل شدہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس درجہ پسند ہے کہ آپ نے اس امر پر اللہ عزوجل کی حمد فرمائی کہ اس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق دی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔ اگر اجتہاد شجرۂ ممنوعہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے سختی سے روک دیتے اور اس پر اللہ کی حمد نہ فرماتے اور یہ نہ فرماتے کہ: صحیح فیصلہ کرنے والے مجتہد کو دو اجر ملتے ہیں اور کوشش کے باوجود فیصلہ میں خطا کرنے والے کو ایک اجر ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز شرعاً مذموم ومنکر ہو اس پر اجر وثواب کے استحقاق کا کیا معنیٰ؟ امام نووی شارح صحیح مسلم نے اس حدیث کی شرح میں لکھا:

"قال العلماء: أجمع المسلمون على أن هذا الحديث في حاكمٍ عالمٍ أهلٍ للحكم فإن أصاب فله أجران: أجر باجتهاده وأجر بإصابته وفي هذا الحديث محذوف تقديره: إذا أراد الحاكم

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الأقضية، باب اجتهاد الرأى فى القضاء، حديث:۳۵۸۹ ص:۶۰۸، دار احياء التراث العربى، بيروت، لبنان.

(۲) الصحيح للبخارى باب اجر الحاكم اذا اجتهد فاصاب أو اخطأ،ص:۱۰۹۲،ج:۲

فاجتهد قالوا: فأما من ليس بأهل للحكم فلا يحل له الحكم، فإن حكم فلا أجر له بل هو آثم، ولا ينفذ حكمه، سواء وافق الحق أم لا، لأن إصابته إتفاقية ليست صادرةعن أصل شرعي: فهو عاصٍ في جميع أحكامه سواء وافق الصواب أم لا، وهي مردودة كلها ولا يعذر في شئي من ذالك وقد جاء في الحديث في السنن: "القضاة ثلاثة: قاضٍ في الجنة، وإثنان في النار قاضٍ عرف الحق فقضى به فهو في الجنة وقاضٍ عرف الحق فقضى بخلافه فهو في النار وقاضٍ قضى على جهل فهو في النار."(۱)

"علما نے فرمایا کہ: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ: یہ حدیث اس حاکم کے بارے میں ہے جو حکم کی اہلیت رکھتا ہے تو اگر وہ صحیح فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں ایک: اجتہاد کا اور دوسرا: صحیح فیصلہ کا، اور اگر اس نے خطا کی تو بھی اس کو اس کے اجتہاد کا ایک اجر ملتا ہے، اور حدیث میں لفظ محذوف ہے جس کی تقدیر یہ ہے: "جب حاکم فیصلہ کا ارادہ کرے تو اجتہاد کرے۔" اور علما نے فرمایا: جو شخص فیصلہ کا اہل نہیں (غیر مجتہد ہے) تو اس کو حکم دینا حلال نہیں اگر حکم دے گا تو اس کو کوئی اجر نہ ملے گا بلکہ وہ گنہ گار ہوگا اور اس کا حکم جاری نہ ہوگا خواہ حق ہو یا ناحق، اس لیے کہ اس کا درستگی پر ہونا ایک اتفاقی امر ہے کسی اصل شرعی سے صادر نہیں تو وہ (غیر مجتہد) اپنے تمام احکام میں گنہ گار ہے، چاہے درستگی کے موافق ہو یا نہ ہو اس کے سب حکم مردود ہیں اور اس کا کوئی عذر مقبول و مسموع نہ ہوگا اور بے شک حدیث سنن میں آیا ہے کہ: قاضی تین ہیں: ایک قاضی جنت میں اور دو دوزخ میں ہیں۔ جس قاضی نے حق کو جانا اور ویسا ہی حکم کیا تو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق پہچان کر اس کے خلاف حکم کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور جس قاضی نے جہالت و لاعلمی کے باوجود فیصلہ کیا وہ بھی دوزخ میں ہے۔"

نبی پاک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جس طرح صحابۂ کرام کتاب و سنت میں پیش آمدہ مسئلہ کا صریح حکم نہ پاکر اجتہاد فرماتے تھے اسی طرح عہدِ رسالت کے بعد دور صحابۂ کرام میں بھی اجتہاد و استنباط کے ذریعہ معاملات کا فیصلہ کیا جاتا عہد رسالت کے بعد اخذ و استنباط اور اجتہاد و استخراج کا مبارک سلسلہ منقطع نہ ہوا بلکہ جاری و ساری رہا جس کے بے شمار شواہد ہیں۔ مقتول کی بیوی اپنے مقتول شوہر کی دیت سے وارث ہوگی یا نہیں ہوگی اس سلسلے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ: وارث نہ ہوگی آپ کا یہ حکم آپ کی اجتہادی رائے کی بنا پر تھا اس لیے کہ آپ کو اس بارے میں کتاب و سنت میں صریح حکم کا علم نہ تھا جب آپ کو اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کا علم ہوا کہ: آپ مقتول کی بیوی کو اس کے مقتول شوہر کی دیت سے میراث عطا فرماتے تھے تو آپ نے اجتہاد پر مبنی رائے سے حدیث پاک میں مذکور حکم کی طرف رجوع فرمالیا۔ "ترمذی" میں ہے:

(۱) المنهاج فی شرح صحيح مسلم بن الحجاج على هامش مسلم، الثانی: ٧٦، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارك پور، اعظم گڑھ.

”عن سعيد بن المسيب أن عمر كان يقول: الدية على العَاقلةِ حتى أخبره الضحاك ابن سفيان الكلا بي أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كتب إليه أن ورِّثِ امرأة أَشْيَمْ الضِبَابي من دية زوجها قال أبو عيسى: هذا الحديث حسن صحيح.“ (۱)

”سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: عاقلہ پر دیت ہے اور بیوی اپنے شوہر کی دیت سے کچھ حصہ نہیں پاتی تو ضحاک ابن سفیان کلابی نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یہ لکھا کہ: ”اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلا دو۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔“

اور محمد بن منتشر سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ:

”إن رجلا نذر أن يَنْحَرَ نفسه إن نجاه الله من عدوه فسئل ابن عباس فقال له: سل مسروقًا فسأله فقال له: لاتنحر نفسك فإنك إن كنت مؤمنا قتلت نفسا مؤمنة وإن كنت كافرة تعجلت إلى النار واشترِ كبشًا فاذبحه للمساكين فإن إسحاق خير منك وفدى بكبش فأخبر ابن عباس فقال: هكذا كنت أردت أن أفتيك، رواه رزين.“(۲)

”ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ: اگر اللہ عزوجل نے اسے اس کے دشمن سے نجات بخشی تو اللہ کی راہ میں اپنی جان کی قربانی پیش کرے گا تو اس شخص نے عبد اللہ ابن عباس سے اس کا حکم پوچھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ: مسروق سے اس کا حکم معلوم کرو تو آپ نے اس سے فرمایا کہ: تم اپنی جان کو قربان نہ کرو کیوں کہ اگر تم مؤمن ہو (عند اللہ یا نفس الامر میں) تو تم نے ایک مؤمن جان کو قتل کیا اور اگر کافر ہو تو جہنم کی طرف جلدی کی اور ایک مینڈھا خرید کر اسے مسکینوں کے لیے ذبح کرو کیوں کہ اسحاق علیہ السلام تم سے افضل و بہتر تھے اور آپ کے فدیہ میں ایک مینڈھا کی قربانی پیش کی گئی جب عبد اللہ ابن عباس کو اس حکم کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ: یہی حکم شرع میں تمھیں بتانا چاہتا تھا، اس حدیث کو رزین نے روایت کیا۔“

اس حدیث کا مضمون بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ: حضرت مسروق نے سائل کے پیش آمدہ مسئلہ کا جو حل اور حکم شرعی بیان فرمایا، جس کی موافقت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی فرمائی، اجتہاد پر مبنی تھا جو عہد رسالت کے بعد دور صحابہ میں بھی جاری و ساری تھا جس کے مطابق حل پیش کیے جاتے۔

”روى أن ابن مسعود سأل عمن تزوج امرأة ولم يسم لها مهرًا حتى مات عنها فاجتهد شهرًا شيئًا ولكن وقال بعد ذلك: ما سمعت من رسول الله أجتهد برائي فإن أصَبْتُ فمن الله

(۱) ترمذی کتاب الديات، باب ماجاء في المرأة هل ترث من دية زوجها، ج:۲، ص:۳۲، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارك پور، اعظم گڑھ.

(۲) مشكاة المصابيح، باب في النذور، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارکپور، اعظم گڑھ.

وإن أخطأت فمني ومن الشيطان أرى لهامهر مثل نساءها لا وكس ولا شطط فقام معقل بن سنان وقال: أشهد أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قضى في بردع بنت واشق مثل قضاءك فسر ابن مسعود سرورا لَمْ يُرَ مثله قَطُّ لموافقة قضاءه قضاء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقال علي: وحسبها الميراث ولا مهر لها."(۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ جو شخص مہر مقرر کیے بغیر انتقال کر جائے اس کی بیوی مہر پائے گی یا نہیں؟ آپ نے ایک مہینہ تک غور و خوض کرنے کے بعد فرمایا کہ: اس سلسلے میں میں نے رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا ہے، ہاں اپنے اجتہاد سے بتاتا ہوں اگر میرا اجتہاد صحیح و درست ہو تو اللہ کی توفیق سے ہوگا اور اگر نادرست ہو تو میری سمجھ کا قصور اور شیطان کا بہکاوا ہوگا، میرے اجتہاد میں وہ عورت مہر مثل یعنی اس خاندان کی اسی طرح کی دوسری عورت کا جو مہر ہے وہی مہر پائے گی نہ کم نہ زیادہ تو معقل بن سنان نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بردع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تو عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی انھیں اتنا خوش ہوتے نہ دیکھا گیا اس لیے کہ آپ کا فیصلہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ کے موافق تھا۔ اور اس کے برخلاف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: وہ عورت مہر نہیں پائے گی صرف میراث میں اس کا حصہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیش آمدہ مسئلہ کا جو حکم مستنبط فرمایا اجتہاد کی بنا پر تھا اس لیے کہ کتاب و سنت میں انھیں اس کا حکم نہ ملا۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تحفۂ اثنا عشریہ" میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیاس و اجتہاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: قیاس کی روایتیں مذہب اثنا عشریہ کی معتمد کتابوں میں بھی بہ طریق صحیح موجود ہیں انھیں میں سے وہ روایت بھی ہے جسے ابو جعفر طوسی نے "تہذیب" میں ابو جعفر محمد بن علی باقر سے روایت کیا وہ کہتے ہیں:

"جمع عمر بن الخطاب أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: ماتقولون في الرجل ياتي أهله ولا ينزل؟ فقالت الأنصار: والماء من الماء وقال المهاجرون: إذا التقى الختانان وجب الغسل فقال عمر رضي الله تعالىٰ عنه لعلي: ماتقول يا أبا الحسن؟ فقال: أتوجبون عليه الحدَّ ولا توجبون عليه صاعًا من ماء؟"(۲)

"عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا: اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے

(۱) نور الأنوار، ص:۱۸٤، بيان أحوال الراوى، مطبوعه مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.
(۲) كنز العمال ،موجب الغسل ص:۹۷۸،ج:۱ بيت الافكار الدولة.

ہیں جو اپنی بیوی سے قریب ہوا اور انزال نہیں ہوا؟ تو انصار نے کہا کہ: منی نکلنے ہی سے غسل واجب ہوتا ہے اور مہاجرین نے کہا کہ: جب شوہر اور بیوی دونوں کے ختنے باہم مل جائیں تو غسل واجب ہوتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ: اے ابو الحسن آپ کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ: ایسے شخص پر آپ لوگ حد تو واجب کرتے ہیں تو کیا اس پر ایک صاع پانی بہانا واجب نہیں کریں گے۔"؟

ظاہر ہے کہ جب انصار و مہاجرین کے درمیان اس پیش آمدہ قضیہ کے بارے میں اختلاف ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استفسار پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حکم بیان فرمایا وہ قیاس و اجتہاد کی بنا پر تھا جس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد عہد صحابہ میں بھی جب کوئی حکم شرعی کتاب وسنت میں نہ ملتا تو اجتہاد کے ذریعہ اس حکم کو واضح کیا جاتا اور محض کتاب وسنت کے ظواہر پر احکام کی بنیاد نہ ہوتی۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ جب دو حدیثیں باہم متعارض ہوں تو ان میں سے کسی ایک کی ترجیح کے لیے قیاس واجتہاد کرنا جائز وروا ہے، ناجائز وحرام نہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الانصاف" میں "دارمی" سے نقل کیا ہے کہ:

"جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی مسئلہ میں سوال کیا جاتا تو وہ اگر قرآن میں ہوتا تو بتاتے تھے اور اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں ہوتا تو بتاتے اور اگر اس میں نہ ہوتا تو ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال وافعال سے بتاتے اور ان میں بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے بتلاتے۔"(۱)

"نور الأنوار" میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت اس طرح مذکور ہے: "والراوي إن عرف بالفقه والتقدم في الاجتهاد كالخلفاء الراشدين والعبَادلة كان حديثه حُجَّةً يترك به القياس خلافا لمالك فإنه قال: القياس مقدم على خبر الواحد إن خالفه لما روي من حمل الخ "من حمل جنازة فليتوضأ" قال له ابن عباس: أيلزمنا الوضوء من حمل عيدان يابسة". (۲)

"اور راوی اگر مشہور فقیہ اور مقدم فی الاجتہاد ہو جیسے خلفائے راشدین اور تینوں عبد اللہ (یعنی عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تو اس کی حدیث حجت ہے اور اس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا برخلاف امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کیوں کہ آپ نے فرمایا کہ: قیاس خبر واحد پر مقدم ہے اگر وہ قیاس کے مخالف ہو، کیوں کہ روایت ہے کہ: جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے) یہ روایت کیا: "جس شخص نے جنازہ کو اٹھایا تو وضو کرلے" تو حضرت ابن عباس نے آپ سے فرمایا کہ: "کیا خشک لکڑیوں کے اٹھانے سے ہم پر وضو لازم ہوگا۔"

یعنی جب خشک لکڑیاں اُٹھانے سے بالاتفاق وضو نہیں تو جنازہ کے اٹھانے سے جو کہ خشک لکڑیاں ہیں وضو لازم نہ

---

(۱) كتاب الإنصاف فی بيان سبب الاختلاف، باب أسباب الاختلاف بين أهل الحديث و أصحاب الرأى الرأى ص:۱۳، المكتبة الحقيقة، تركى.

(۲) نور الأنوار، بيان احوال الراوي، ص:۱۸۲، مجلس بركات جامعه اشرفيه مبارك پور.

ہوگا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد آپ کے قیاس واجتہاد پر مبنی تھا جس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت کے بعد دور صحابہ میں اصحاب نظر صحابۂ کرام نو پیدا مسائل میں اجتہاد فرماتے اور اس کے مطابق احکام صادر فرماتے احادیث مبارکہ کے گراں قدر ذخائر اور فقہائے صحابہ کے زریں کارناموں کے مطالعہ سے نہ صرف اجتہاد کے تاباں نقوش نظر آتے ہیں بلکہ ان حضرات کی مجتہدانہ شان روز روشن سے زیادہ آشکار نظر آتی ہے۔

دور صحابہ کے بعد دور تابعین و تبع تابعین میں بھی عظیم الشان ہستیاں اور جلیل القدر شخصیتیں جلوہ گر ہوئیں جنھوں نے نو پیدا مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کے اصولوں کو متعیّن کیا جن کی روشنی میں کاروان اجتہاد ترقی کی شاہ راہوں پر گامزن رہ کر امت مسلمہ کو جام اجتہاد سے سرشار کرتا رہا اور قیادت و رہنمائی کے اہم فریضہ کو انجام دیتا رہا۔ اس زمانہ میں امام اوزاعی امام سفیان ثوری، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم المتعال وغیرہم کے اسمائے مبارکہ قابل ذکر ہیں۔

گزشتہ سطور کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں و آشکارا ہو جاتی ہے کہ اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے اصحاب نظر فقہائے مجتہدین کے اجتہاد کا جواز کتاب وسنت سے ثابت ہے جس کا انکار آفتاب روز روشن کا انکار ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ جسے اجتہاد کی اہلیت نہیں اسے اجتہاد کی قطعًا اجازت نہیں اگر نا اہل کو اجتہاد کی اجازت دے دی جائے تو دین و شریعت سے امان اٹھ جائے گا۔ اجتہاد کا جواز مشروط بشرائط ہے جامع شرئط اجتہاد ہی اجتہاد کر سکتا ہے احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں اجتہاد پر ملامت و انکار وارد ہے جامع شرائط اجتہاد کے لیے نہیں بلکہ اس شخص کے لیے جسے قوت اجتہاد حاصل نہیں یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر شخص جامع شرائط اجتہاد ہو اور اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اس لیے کہ ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو جیسا کہ خود نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نضَّر الله عبدًا سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأدّاها فرُبَّ حامل فقهٍ غير فقيه، ورُبَّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه" (۱)

"خدا اُس بندے کو شاداب رکھے جس نے میرا کلام سن کر یاد کیا، اسے محفوظ رکھا اور دوسروں تک پہنچایا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ فقہ کے حامل وحافظ وراوی تو ہیں مگر خود فقیہ نہیں اور بہت سے حاملانِ فقہ ایسے لوگوں کے پاس فقہ کے لیے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں۔"

اور ایک دوسری روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے سنا: "نضَّر الله امرأً سمع منا شيئا فبلغه كما سمعه فرب مبلغٍ أوعى له من سامع." (۲)

---

(۱) مشكاة المصابيح، ج:۱، ص:۳۵. كتاب العلم مجلس بركات، جامعه اشرفيه مبارك پور،

(۲) مصدر سابق، ايضاً ترمذى كتاب العلم، باب ماجاء فى الحث على تبليغ السماع، ج:۲، ص:۹۰، مجلس مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

”اللہ اس شخص کو شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی چیز سنی تو اس کو اسی طرح پہنچا دیا جیسا کہ سنا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس حدیث پہنچائی گئی حدیث سننے والے سے زیادہ حفظ وفہم اور اتقان والے ہیں۔“

اسی فرق کو روشن کرنے کے لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا:

”وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾“(۱)

”اور مسلمانوں سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔“

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل الشان شاگرد اور اجلۂ ائمۂ تابعین اور تمام ائمۂ حدیث کے استاذ الاساتذہ حضرت سلیمان اعمش (تابعی) سے امام اعظم ابو حنیفہ احادیث کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اسی زمانہ میں آپ کی موجودگی میں امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل پوچھے آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا امام اعظم نے فوراً جوابات عطا فرما دیے، امام اعمش نے پوچھا یہ جوابات آپ نے کہاں سے اخذ کیے؟ آپ نے فرمایا: آپ سے سنی ہوئی حدیثوں سے اور وہ حدیثیں مع سند سنا دیں امام اعمش نے بآں جلالت شان فرمایا:

”حسبك ماحدثتك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة. ماعلمتُ أنك تعمل بهذه الأحاديث، يا معشر الفقهاء! أنتم الأطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل! أخذت بكلا الطرفين.“(۲)

”بس کیجیے جو حدیثیں میں نے آپ کو سو دن میں سنائیں آپ ایک ساعت میں مجھے سنائے دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں پر یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہا کی جماعت! تم طبیب ہو اور ہم (محدثین) عطّار ہیں اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو فقہ وحدیث دونوں کنارے لے لیے۔“

امام اعمش سے بھی بدرجہا اجل واعظم ان کے استاذ امام عامر بن شراحیل شعبی ہیں جنھوں نے پانچ سو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پایا، حدیث میں ان کا پایا اتنا بلند تھا کہ خود فرماتے ہیں:

”بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچتی جس کا علم مجھے اس سے زیادہ نہ ہو۔“

مگر اس جلالت شان اور عظمت مقام کے باوجود فرماتے ہیں: ”إنا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا

(۱) قرآن مجید، پ:۱۱، سورة التوبة، آیت: ۱۲۲.

(۲) الخيرات الحسان للامام ابن حجر المكى الشافعى، الفصل الثلاثون فصل فى مسنده فى الحديث، ص:۱۶۰، مطبع استنبول، ترکی.

الحدیث فرو یناه للفقهاء مَنْ إذا علم عمل." (۱)

"ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں، ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کارروائیاں کریں گے۔"

ان روشن نصوص کے پیش کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ تفقہ واجتہاد ایسا بلند مقام و مرتبہ ہے جو ہر کس و ناکس کو حاصل نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے اس خاص بندہ کو حاصل ہوتا ہے جسے وہ بہت بڑی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے جیسا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ یرد اللہ به خیرا یفَقِّهْهُ في الدین." (۲)

"اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔"

تو جس شخص کو اجتہاد کی قوت حاصل نہیں اسے اجتہاد کی کیوں کر اجازت ہوگی اس لیے کہ کتاب و سنت کے بحر ذخار سے گراں قدر موتیوں کا حاصل کرنا صرف فقہائے مجتہدین ہی کی شان ہے اسی لیے نبی پاک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں قوت اجتہاد سے دور رفتہ حضرات کے اجتہاد پر نکیر فرمائی جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"خرجنا في سفر فأصاب رجلا منا حجر فشجَّه في رأسه فاحتلم فسأل أصحابه: هل تجدون لي رخصة في التيمم؟ قالوا: مانجد لك رخصةً وأنت تقدر على الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا على النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أخبر بذالك قال: قتلوه قتلهم الله ألاّ سألوه إذا لم يعلموا فإنما شفاء العي السؤال إنما كان يكفيه أن يتيمّم و يُعَصِّبَ على جرحه خرقة ثم يمسح عليها و يغسل سائر جسده." (۳)

"ہم لوگ ایک سفر پر نکلے تو ہمارے ایک ساتھی کو پتھر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، اسے احتلام ہوا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا: کیا آپ حضرات میرے حق میں تیمم کی رخصت پاتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہم تمھارے حق میں کوئی رخصت نہیں پاتے اس لیے کہ تم پانی پر قادر ہو تو اس نے غسل کیا جس سے اس کا انتقال ہو گیا۔ جب ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ کو اس کی اطلاع دی گئی آپ نے فرمایا: اُن لوگوں نے اسے قتل کیا اللہ انھیں قتل کرے جب انھیں (حکم شرع) معلوم نہ تھا کیوں نہ پوچھا؟ ناواقفیت کا علاج دریافت

(۱) تذکرة الحفاظ، ج:۱، ص:۷۸.

(۲) بخاری کتاب العلم، باب: من یرد اللہ خیرا، ص: ۳۰، حدیث: ۷۱، دارالکتاب العربی، بیروت.

(۳) مشکاة المصابیح، ج:۱، ص:۵۵، کتاب التیمم، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارک پور، اعظم گڑھ.

کرنا ہے اسے تو اس قدر کافی تھا کہ تیمم کر کے اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی بدن دھو لیتا۔"

نبی اکرم سید عالم ﷺ کا ان حضرات پر رد و انکار فرمانا اس لیے نہ تھا کہ اجتہاد کرنا ناجائز و حرام ہے اور اجتہاد حجت شرعیہ نہیں اس لیے کہ اس کا حجت اور معتبر ہونا خود آپ کے ارشادات عالیہ سے ثابت ہے یہ رد و انکار در اصل اس لیے تھا کہ ان حضرات کو اجتہاد کی صلاحیت و قوت نہ تھی انھوں نے قرآن کریم کی آیت کریمہ: "اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا" کو معذور و غیر معذور کے حق میں عام اور آیت کریمہ: "اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى" کو حدث اصغر کے ساتھ خاص سمجھ کر یہ فتویٰ دیا جس کے سبب ان کے لیے فتویٰ دینا جائز نہ رکھا گیا اور ان کے اس اجتہاد پر نکیر فرمائی گئی۔

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے:

"أخذ عقالاً أبيض وعقالا أسود حتىٰ كان بعد الليل نظر فلم يتبين له، فلما أصبح قال لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: جعلت تحت وسادتي خيط الأبيض وخيط الأسود قال: إنّ وسادتك لعريض إن كان الخيط الأبيض والخيط الأسود تحت وسادتك." [1]

"جب یہ آیت نازل ہوئی: "وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ" (البقرۃ، پ، ۲، آیت: ۱۸۷) تو انھوں نے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ لے کر رکھ لیا اور رات کے کسی حصہ میں اس کو دیکھا تو اس میں تمیز نہ ہوئی صبح کے وقت انھوں نے رسولِ پاک ﷺ سے عرض کیا کہ: میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھ لیا آپ نے (بطور مزاح) فرمایا کہ: تمھارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے کہ سفید اور سیاہ ڈورے (جن سے دن اور رات مراد ہے) تمھارے تکیہ کے نیچے آ گئے۔"

یہ صحابی اہل زبان تھے مگر اہلِ زباں ہونا اور ہے اور قرآن کریم کے مطالب خفیہ اور معانی دقیقہ لطیفہ پر مطلع ہونا اور ہے۔ خود رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "أنزل القرآن على سبعة أحرف لكل آية منها ظهر وبطن ولكل حد مطلع." [2]

"قرآن سات حرفوں (لغتوں، قراءتوں، انواعِ احکام) میں نازل کیا گیا ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن اور ہر حد کی اطلاع کا طریقہ الگ الگ ہے (یعنی مدلول ظاہری کے لیے علومِ عربیہ اور مدلول خفی کے لیے قوت فہمیہ درکار ہے۔)"

یہ صحابی اہل زبان ہونے کے باوجود اجتہاد کی قوت و صلاحیت نہ رکھتے تھے اور کلامِ الٰہی میں وارد سفید اور سیاہ ڈورا سے اس کا مدلول ظاہری اور معنیٰ حقیقی سمجھا اس کا مدلول خفی دن اور رات نہ سمجھا ان کے اس فہم پر رسول اللہ ﷺ نے بعنوان مزاح انکار فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہادیہ نہ ہونے کے سبب آپ نے اُن کی اس رائے اور فہم کا اعتبار نہ فرمایا۔

(۱) الصحيح لمسلم، باب بيان أن الدخول فى الصوم، ص: ۳۴۹، ج: ۱، مجلس بركات.

(۲) مشكاة المصابيح، ج: ۱، ص: ۳۵، كتاب العلم، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے صحبت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:

"إنما طلاق البكر واحدة فقال لي عبد الله: إنما أنت قاصٌ، الواحدة تبينها والثالث يحرمه حتیٰ تنكح زوجا غيره. أخرجه المالك"(۱)

باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے اس پر حضرت عبداللہ نے فرمایا: تم تو نرے واعظ ہو (فتویٰ دینا کیا جانو) ایک طلاق سے تو بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام رہتی ہے۔

حضرت عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بلند پایہ محدث وعالم ہونے کے باوجود حضرت عبد اللہ نے ان کے فتویٰ کو اس لیے غیر معتبر و غیر مستند قرار دیا کہ ان کے اندر اجتہاد کی قوت وصلاحیت نہ تھی جیسا کہ: "إنما انت قاصٌ" سے اس طرف اشارہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ محدث ہونا اور ہے اور فقیہ ومجتہد ہونا اور ہے، محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور فقیہ ومجتہد ہونا علم کا آخری زینہ ہے۔

اجتہاد کے شرائط:-

"مختصر المنار" اور اس کی شرح "نور الأنوار" میں ہے:

"وشرط الاجتهاد أن يحوي علم الكتاب بمعانيه اللغوية والشرعية ووجوهه التي قلنا من الخاص والعام الأمر والنهي وسائر الأقسام السابقة ولكن لايشترط علم جميع مافي الكتاب بل قدر ما يتعلق به الأحكام وتستنبط هی منه وذالك قدر خمس مأة اٰية التي ألفتها وجمعتها أنا في التفسيرات الأحمدية. وعلم السنة بطرقها المذكورة مع أقسام الكتاب وذالك أيضا قدر ما يتعلق به الأحكام أعني ثلاث اٰلاف دون سائرها وأن يعرف وجوه القياس بطرقها وشرائطها المذكورة اٰنفا، ولم يذكر الإجماع اقتداءً بالسلف ولأنه لايتعلق به فائدة الاختلاف بالاستنباط وإنما يحتاج إليه لأن يعلم المسائل الإجماعية فلا يجتهد فيها بنفسه بخلاف الكتاب والسنة فإن لكل مجتهد تاويلاً علیٰ حِدةٍ في المشترك والمجمل وأمثاله وبخلاف القياس فإنه عين الاجتهاد وعليه مدار الفقه ولهذا بين حكمه على وجه يتضمن بيان حكم القياس الموعود فيما سبق"(۲)

"اور اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ: (۱) مجتہد کا علم کتاب اللہ کے لغوی وشرعی معانی اور اس کے ان وجوہ واقسام کو محیط ہو جنھیں اس سے پہلے ہم نے بیان کیا یعنی کتاب اللہ کے خاص وعام اور امرونہی وغیرہ اقسامِ کتاب اس کے احاطۂ

(۱) مصنف ابن ابی شیبه ،باب فی الرجل یتزوج المرأة ثم یطلقها .

(۲) نور الأنوار مبحث الاجتهاد، ص: ۲۵۰، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارکپور.

علم میں ہوں لیکن مکمل کتاب اللہ کا علم شرط نہیں بلکہ ان پانچ سو آیتوں کا علم شرط ہے جن سے احکام متعلق ہیں اور احکام مستنبط ہوتے ہیں ان آیتوں کو میں نے "تفسیرات احمدیہ" میں جمع کر دیا ہے۔ (۲) اور حدیث کو اس کے متون، اور اس کی سندوں اور ان قسموں کے ساتھ جاننا جو کتاب اللہ کی قسموں کے ساتھ اقسام سنت میں مذکور ہیں وہ تین ہزار حدیثیں ہیں جن سے احکام متعلق ہیں نہ کہ ساری حدیثیں۔ (۳) اور قیاس کے اقسام کو ان کے مذکورہ شرائط وطرق کے ساتھ جاننا۔"

مصنف نے سلف کی اقتدا میں اجماع کو ذکر نہ کیا (جب کہ مواقع اجماع کا علم اجتہاد کی شرط ہے) اس لیے کہ استنباط سے متعلق اختلاف کا فائدہ اجماع سے متعلق نہیں اور اجماع کا علم اس لیے اجتہاد کی شرط ہے کہ مجتہد اجماعی مسائل کو جان لے تو ان میں اجتہاد نہ کرے (اور اجماع کے خلاف فتویٰ نہ دے) برخلاف کتاب وسنت کیوں کہ مشترک ومجمل وغیرہ میں ہر مجتہد کی الگ الگ تاویل ہوتی ہے (تو ہر مجتہد کے لیے کتاب وسنت کا علم اس لیے شرط ہے تاکہ تاویل کر سکے اور استنباط سے متعلق اختلاف مجتہدین کا فائدہ حاصل ہو) اور برخلاف قیاس کیوں کہ قیاس عینِ اجتہاد اور اسی پر فقہ کا مدار ہے (کیوں کہ اکثر فقہ کے مسائل قیاسی ہیں) اور اسی لیے اجتہاد کا حکم اس طرح بیان کیا گیا جو قیاس کے حکم کی توضیح پر مشتمل ہے جس کا ماسبق میں وعدہ کیا تھا۔"

مجددِ اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے "الفضل الموهبي في معنیٰ إذا صح الحديث فهو مذهبي" میں شرائط اجتہاد کی تحقیق وتفصیل اور احاطۂ تام فرماتے ہوئے چار منزلوں کا ذکر فرمایا:

منزلِ اول:۔

نقدِ رجال کہ ان کے مراتب ثقہ وصدق وحفظ وضبط اور ان کے بارے میں ائمۂ شان کے اقوال ووجوہ طعن و مراتب توثیق و مواضع تقدیم جرح و تعدیل و حوامل طعن و مناشی توثیق و مواضعِ تحامل و تساہل و تحقیق پر مطلع ہو۔ استخراج مرتبۂ اتقانِ راوی بنقد روایات وضبط مخالفات واوہام وخطیات وغیرہا پر قادر ہو، ان کے اسامی والقاب وکُنیٰ و انساب ووجوہِ مختلفۂ تعبیر رواۃ خصوصاً اصحابِ تدلیس شیوخ وتعیینِ مبہمات ومتفق ومتفرق ومختلف وموتلف سے ماہر، ان کے موالید ووفیات وبلدان ورحلات ولقا وسماعات واساتذہ وتلامذہ وطرق تحمل ووجوہ ادا وتدلیس وتسویہ وتغیر و اختلاط وآخذین من قبل وآخذین من بعد وسامعین حالین وغیرہا تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو، ان سب کے بعد صرف سند حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے کہ: صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متّصل ہے۔

منزلِ دوم:۔

صحاح وسنن ومسانید وجوامع ومعاجیم واجزا وغیرہا کتب احادیث میں اس کے طرق مختلفہ والفاظ متنوّعہ پر نظر تام

کرے کہ حدیث کے تواتر یا شہریت یا فردیّت نسبیہ یا غرابتِ مطلقہ یا شُذوذ یا نکارت واختلافات رفع ووقف وقطع ووصل ومزید فی متّصل الاسانید واضطراباتِ سند ومتن وغیرہا پر اطلاع پائے، نیز اس جمعِ طرق واحاطۂ الفاظ سے رفعِ ابہام ودفع اوہام وایضاحِ خفی واظہار مشکل وابانتِ مجمل وتعیینِ محتمل ہاتھ آئے ولہٰذا امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

"ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے۔"

اس کے بعد اتنا حکم کر سکتا ہے کہ: حدیث شاذ یا منکر یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے۔

منزل سوم:-

اب علل خفیہ وغوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں۔ اگر بعد احاطۂ وجوہِ اعلال تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کر کے صرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگا سکتا ہے، تمام حفاظِ حدیث واجلۂ نقّاد وناواصلان ذروۂ شامخۂ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے، اور خدا انصاف دے تو مدعی اجتہاد وہمسری ائمۂ امجاد کو ان منازل کے طے میں اصحاب صحاح یا مصنفان اسماء الرجال کی تقلید جامد سخت بے حیائی نری بے غیرتی ہے بلکہ ان کے طور پر شرک جلی ہے۔ کس آیت یا حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ: بخاری یا ترمذی بلکہ امام احمد وابن المدینی جس حدیث کی تصحیح یا تجریح کر دیں وہ واقع میں ویسی ہی ہے؟ کون سا نص آیا کہ نقدِ رجال میں ذہبی وعسقلانی بلکہ نسائی وابن عدی ودارقطنی بلکہ یحییٰ قطان ویحییٰ بن معین وشعبہ وابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق جلی ہے؟ جب خود احکامِ الٰہیہ کے پہچاننے میں ان اکابر کی تقلید کی نہ ٹھہری جو اِن سے بدرجہا ارفع واعلیٰ واعلم واعظم تھے جن کے یہ حضرات اور ان کے امثال مقلّد ومتبع ہوتے ہیں جن کے درجات رفیعۂ امامت انھیں مسلم تھے تو اُن سے کم درجہ امور میں ان اکابر سے نہایت پست مرتبۂ اشخاص کی ٹھیٹ تقلید یعنی چہ جرح وتعدیل وغیرہ جملہ امور مذکورہ جن جن میں گنجائش رائے زنی ہے محض اپنے اجتہاد سے پایۂ ثبوت کو پہنچائیے اور این وآں فلاں وبہماں کا نام زبان پر نہ لائیے ابھی ابھی تو کھلا جاتا ہے کہ کس برتے پر تتا پانی۔

ماذا أخاضك يا مغرور في الخطر
حتى هلكت فليت النمل لم تطر

خیر کسی مسخرۂ شیطان کے منھ کیا لگیں برادران با انصاف انھیں منازل کی دشواری دیکھیں جس میں ابو عبد اللہ حاکم جیسے محدث جلیل القدر پر کتنے عظیم شدید مواخذے ہوئے۔ امام ابن حبان جیسے ناقد بصیر تساہل کی طرف نسبت کیے گئے ان دونوں سے بڑھ کر امام اجل ابو عیسیٰ ترمذی تصحیح وتحسین میں متساہل ٹھہرے۔ امام مسلم جیسے جبل رفیع نے بخاری وابوزرعہ کے لوہے مانے کما أوضحنا في رسالتنا "مدارج طبقات الحديث." ۱۳۱۳ھ

منزل چہارم:-

سخت ترین منازل دشوار ترین مراحل جس کے سائر نہیں مگر اقل قلائل اس کی قدر کون جانے ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

کہ نظمِ مملکت خویش خسرواں دانند

اس کے لیے واجب ہے کہ: جمیع لغات عرب و فنون ادب و وجوہِ تخاطب و طرق تفاہم و اقسامِ نظم و صنوف معنیٰ و ادراک علل و تنقیح مناط و استخراج جامع و عرفانِ مانع و موارد تعدیہ و مواضع قصر و دلائل حکم آیات و احادیث و اقاویل صحابہ و ائمۂ فقہ قدیم و حدیث و مواقع تعارض و اسباب ترجیح و مناہج توفیق و مدارج دلیل و معارک تاویل و مسالک تخصیص و مناسک تقیید و مشارع قیود و شوارح مقصود و غیر ذالک پر اطلاع تام و وقوف عام و نظر غائر و ذہن رفیع و بصیرت ناقدہ و بصر منیع رکھتا ہو جس کا ایک ادنیٰ اجمال امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہٗ الباری نے فرمایا:

"إياكم أن تبادروا إلى الإنكار على قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد إحاطتكم بأدلة الشريعة كلها و معرفتكم بجميع لغات العرب التي احتوت عليها الشريعة و معرفتكم بمعانيها وطرقها."

"خبر دار مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کر لو جب تک تمام لغات عرب جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو جب تک ان کے معانی ان کے راستے جان نہ لو۔"

اور ساتھ ہی فرمادیا: "أنّٰى لكم بذالك. ؟" (۱) بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ ؟۔

طبقات مجتہدین:-

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ "ردالمحتار" میں فرماتے ہیں:

"الفقهاء على سبع مراتب أوضحها المحقق ابن كمال باشافي بعض رسائله:

الأولىٰ: طبقة المجتهدين في الشرع كالأئمة الأربعة رضي الله تعالىٰ عنهم ومن سلك مسلكهم في تاسيس قواعد الأصول و به يمتازون من غيرهم.

الثانية: طبقة المجتهدين في المذهب كأبي يوسف و محمد و سائر أصحاب أبي حنيفة القادرين على استخراج الأحكام من الأدلة على مقتضى القواعد اللتي قررها أستاذهم أبو

(۱) نقله الامام العارف بالله عبد الوهاب الشعرانی فی المیزان. الفضل الموهبی فی معنیٰ إذا صح الحدیث فهو مذهبی، ص:۹ تا ۱٤، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی.

حنيفة في الأحكام وإن خالفوه في بعض أحكام الفروع لكن يقلدونه في قواعد الأصول و به يمتازون عن المعارضين في المذهب كالشافعي وغيره المخالفين له في الأحكام غير مقلدين له في الأصول.

الثالثة: طبقة المجتهدين في المسائل اللتي لانصّ فيها عن صاحب المذهب كالخصَّاف وأبي جعفر الطحاوي، وأبي الحسن الكرخي و شمس الأئمة الحلواني، شمس الأئمة السرخسي، و فخر الإسلام البزدوي، و فخر الدين قاضي خان وأمثالهم؛ فإنهم لايقدرون على شيئ من المخالفة لا في الأصول ولا في الفروع لكنهم يستنبطون الأحكام في المسائل اللتي لانص فيها على حسب الأصول والقواعد.

الرابعة: طبقة أصحاب التخريج من المقلدين كالرازي وأضرابه فإنهم لايقدرون على الاجتهاد أصلا لكنهم لإحاطتهم بالأصول وضبطهم للمأخذ يقدرون على تفصيل قول مجمل ذي وجهين وحكم مبهم محتمل الأمرين منقول عن صاحب المذهب أو أحد من أصحابه برأيهم ونظرهم في الأصول والمقايسة على أمثاله ونظائره من الفروع وما في الهداية من قوله: كذا في تخريج الكرخي وتخريج الرازي من هذا القبيل.

الخامسة: طبقة أصحاب الترجيح من المقلدين كأبي الحسن القدوري و صاحب الهداية وأمثالهما، وشأنهم تفضيل بعض الروايات على بعض كقولهم: هذا أولى وهذا أصح رواية وهذا أوفق للناس.

السادسة: طبقة المقلدين القادرين على التميز بين الأقوى والقوي والضعيف وظاهر المذهب والرواية النادرة كأصحاب المتون المعتبرة من المتأخرين، مثل صاحب الكنز و صاحب المختار و صاحب الوقاية و صاحب المجمع، وشأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة والروايات الضعيفة.

والسابعة: طبقة المقلدين الذين لايقدرون على ما ذكر ولا يفرقون بين الغثِّ والسمين.» (۱)

محقق ابن کمال باشا نے اپنے بعض رسائل میں فقہا کے سات طبقات کی توضیح فرمائی:

(۱)- مجتہدین فی الشرع: (مجتہد مطلق مستقل) جیسے امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) امام مالک (م:۱۷۹ھ) امام شافعی (م:۲۰۴ھ) امام احمد بن حنبل (م:۲۴۱ھ) اور ان کے علاوہ وہ حضرات

(۱) ردالمحتار، ج:۱، ص: ۵۲، ۵۳.

جو قواعد اصول کی تاسیس میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور اسی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہوں۔

"فواتح الرحموت" میں ہے:

"المجتهد على قسمين: مجتهد مطلق أي من له قدرة الاجتهاد في كل حادثة اتفقت و مجتهد في البعض." (۱)

"یعنی مجتہد کی دو قسمیں ہیں: مجتہد مطلق یہ وہ شخص ہے جو ہر پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد کی قدرت رکھے اور مجتہد فی البعض۔"

(۲)- مجتہدین فی المذہب: (مجتہد مطلق غیر مستقل) جیسے امام ابو یوسف (م:۱۸۳ھ) امام محمد (م:۱۸۹ھ) اور امام اعظم ابو حنیفہ کے دوسرے تلامذہ۔ یہ حضرات اپنے استاذ امام ابو حنیفہ کے مقرر فرمودہ استخراج احکام کے قواعد کے مطابق دلائل شرعیہ سے استخراج احکام کی صلاحیت رکھتے ہیں، اگرچہ بعض احکامِ فروع میں ان کی مخالفت کرتے ہیں لیکن قواعد اصول میں ان کے مقلد و تابع ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ حضرات معارضین فی المذہب مثلاً امام شافعی وغیرہ سے ممتاز ہوتے ہیں جو احکام میں ان کی مخالفت کرتے ہیں اور اصول میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔

(۳)- مجتہدین فی المسائل: جیسے امام ابو بکر خصاف (م:۲۶۱ھ) امام ابو جعفر طحاوی (م:۳۳۱ھ) امام ابو الحسن کرخی (م:۳۴۰ھ) شمس الائمہ حلوانی (م:۴۵۶ھ) شمس الائمہ سرخسی (م:۵۰۰ھ) امام فخر الاسلام بزدوی (م:۴۸۲ھ) اور امام فخر الدین قاضی خاں (م:۵۹۳ھ) وغیرہ یہ حضرات اصول و فروع میں مخالفت نہیں کر سکتے البتہ جن مسائل کے بارے میں ائمۂ مذاہب سے کوئی نص نہیں ان میں انھیں کے وضع کردہ اصول و قواعد کی روشنی میں احکام کا استنباط کرتے ہیں۔

(۴)- اصحاب تخریج: جیسے امام ابو بکر احمد بن علی رازی (م:۳۷۰ھ) وغیرہ یہ حضرات مقلدین، اجتہاد کی اصلاً قدرت نہیں رکھتے البتہ احاطۂ اصول اور ضبط ماخذ کے سبب اپنی رائے سے اصول میں نظر و فکر اور امثال و نظائر پر قیاس کے ذریعہ صاحب مذہب یا ان کے کسی تلمیذ سے منقول ایسے مجمل قول کی تفصیل کر سکتے ہیں جو دو طرح کا معنیٰ رکھتے ہیں اسی طرح ایسے مبہم حکم کی تعیین کر سکتے ہیں جس میں دو احتمال ہے۔

(۵)- اصحاب ترجیح: جیسے امام ابو الحسن قدوری (م:۴۲۸ھ) صاحب ہدایہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (م:۵۹۳ھ) وغیرہ ان حضراتِ مقلدین کا کام اصول و فروع کی روشنی میں بعض کو بعض پر ترجیح دینا ہے مثلاً ان کا یہ کہنا کہ: هٰذا أولىٰ و هذا أصحُّ رواية و هذا أوفق للناس.

(۶)- اصحابِ تمیز: جیسے اصحاب متون معتبرہ مثلاً صاحب کنز، صاحب مختار، صاحب وقایہ اور صاحب مجمع یہ

(۱) فواتح الرحموت، ج:۲، ص:۴١٦، خاتمة الاجتهاد بذل الطاقة.

حضرات مذہب کے اقوی، قوی، ضعیف، ظاہر مذہب اور روایت نادرہ کے درمیان تمیز کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کا کام اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہ کرنا ہے۔

(۷)- مقلدینِ محض: جن میں مذکورہ بالا کوئی صلاحیت نہیں ہوتی، یہ حضرات کھرے اور کھوٹے کی تمیز نہیں رکھتے۔ (بس ائمۂ مذہب کے اقوال نقل کرسکتے ہیں جیسے موجودہ دور کے صاحبانِ فقہ و افتا۔)

مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے "التعليقات السَّنيّة" میں ص:۲ پر فرمایا کہ: بعض فضلا نے اس پر تعقب فرمایا کیوں کہ امام قدوری زمانہ کے اعتبار سے شمس الأئمہ حلوانی سے پہلے ہیں اور ان کی شان بھی ان سے بلند ہے تو کیا وجہ ہے ان کا مقام و مرتبہ ان سے فروتر ہے۔

نیز فقیہ اکبر امام علامہ شیخ عبد القادر رافعی فاروقی حنفی نے فرمایا کہ: امام قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح اور امام قاضی خاں کو مجتہدین فی المسائل سے شمار کیا گیا جب کہ امام قدوری کا زمانہ شمس الأئمہ کے زمانہ سے پہلے ہے اور ان کا پایا بھی ان سے بلند ہے اسی طرح صاحب ہدایہ اپنے اقران یہاں تک کہ اپنے شیوخ سے بھی فقہ میں فائق ہیں خود ان کے ہم عصر امام فخر الدین قاضی خاں اور زین الدین عتابی وغیرہ نے ان کی اس بلندی شان کا اعتراف کیا تو ان کا مقام و مرتبہ قاضی خاں سے کیوں کر کم تر ہو گا بلکہ وہ حضرات اس بلند مقام کے زیادہ لائق ہیں۔ [1]

اب رہا یہ کہ کن امور میں اجتہاد کی گنجائش ہے تو یہ حقیقت روشن ہے کہ: مسائل تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)- جن میں نصوص متعارض ہیں۔

(۲)- جن میں نصوص متعارض نہیں مگر ان میں متعدّد وجوہ و معانی کا احتمال ہے۔

(۳)- جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنیٰ ممکن ہوں۔

پہلی دونوں قسموں میں مجتہد کو اجتہاد کی حاجت ہے ظاہر ہے کہ جب نصوص متعارض ہیں تو رفع تعارض کے لیے اجتہاد کی حاجت ہے۔ اسی طرح نصوص متعارض نہیں مگر متعدّد وجوہ و معانی کا احتمال رکھتے ہیں تو مختلف احتمالات میں سے کسی ایک کی تعیین کے لیے اجتہاد کی حاجت ہے۔ رہ گئی تیسری قسم جس میں نہ تعارض ہے اور صرف ایک ہی معنیٰ ممکن ہے جو قطعی الدلالۃ ہے اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

"أصول الشاشي" میں ہے:

"الواجب على المجتهد طلب حكم الحادثة من كتاب الله تعالىٰ ثم من سنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بصريح النص أو دلالته على مامر ذكره فانه لا سبيل إلى العمل بالرأي مع إمكان العمل بالنص .... ثم إذا تعارض الدليلان عند المجتهد فإن كان

---

(۱) التحرير المختار، ج:۱، ص: ۱۱، ۱۲، المطبعة الكبرى الاميرية ببولاق مصر.

التعارض بين الآيتين يميل إلى السنة وإن كان بين السنتين يميل إلىٰ اٰثار الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم والقياس الصحيح ثم إذا تعارض القياسان عند المجتهد يتحرى و يعمل بأحدهما لأنه ليس دون القياس دليل شرعي يصار إليه." (۱)

"یعنی مجتہد کے سامنے جب کوئی واقعہ پیش ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس پیش آمدہ قضیہ کا حکم اللہ کی کتاب میں تلاش کرے اس لیے کہ یہ سب سے قوی دلیل ہے پھر اس کے بعد رسول پاک ﷺ کی سنت شریفہ میں تلاش کرے نص صریح یا اس کی دلالت یا اس کے اشارہ وغیرہ کے ذریعہ جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا کیوں کہ نص پر عمل کے ممکن ہوتے ہوئے رائے پر عمل کی کوئی راہ نہیں اس لیے کہ نص رائے سے زیادہ باقوت ہے .... پھر جب مجتہد کے نزدیک دو دلیلیں متعارض ہوں تو اگر یہ تعارض دو آیتوں کے درمیان ہے تو سنت (حدیث) کی طرف مائل ہو گا اور اگر دو حدیثیں متعارض ہوں تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ان اقوال شریفہ کی طرف مائل ہو گا جو حضور اقدس ﷺ کے دہن اقدس سے سنے نہ گئے اور آثار صحابہ کی طرف رجوع کرے گا جیسا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی پاک ﷺ نے نماز کسوف ایک رکوع اور دو سجدہ کے ذریعہ ادا فرمائی جیسا کہ تم دوسری نمازیں اسی طرح سے پڑھتے ہو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکوع اور چار سجدوں کے ذریعہ دو رکعت ادا فرمائی ان دونوں حدیثوں میں تعارض کے وقت ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا (دوسری نمازوں پر قیاس کیا) پھر جب مجتہد کے نزدیک دو قیاس میں تعارض ہو تو وہ تحری کرے گا اور ان دو قیاسوں میں سے کسی ایک پر عمل کرے گا اس لیے کہ اس وقت اس کے پاس قیاس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں جس کی طرف رجوع کیا جائے۔"

فتح القدیر میں ہے: "فشرط حل الإجتهاد أن لا يكون مخالفا للكتاب او السنة :يعنى المشهورة "(اجتہاد کے جائز و حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ: وہ کتاب اللہ یا سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو۔)(۲)

المستصفیٰ میں ہے: "والمجتهد فيه :هو كل حكم شرعى ليس فيه دليل قطعى " (مجتہد فیہ ہر وہ حکم شرعی ہے جس میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو۔)(۳)

فواتح الرحموت میں ہے: "أجمع الصحابة على أن مالا قاطع فيه محل الإجتهاد "(یعنی تمام صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ: جس مسئلہ میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو وہ مجتہدین کے اجتہاد کی جولان گاہ ہے۔)(۴)

---

(۱) اصول الشاشی، ص:۸۱، ۸۲، الاصل الثالث الإجماع بحث إذا تعارض الدليلان ما يفعل المجتهد، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارك پور، اعظم گڑھ.

(۲) فتح القدير ،كتاب آداب القاضى ،ص:۳۹۳،ج:٦ دارالكتب العلميه بيروت

(۳) المستصفیٰ لابی حامد محمد بن محمد الغزالی ،ص:۳٤٥،ج:۱، بیروت لبنان .

(۴) فواتح الرحموت ،ص:۲۷۸،ج: ۲،داراحياء التراث العربی .

الاِحکام فی اصول الاَحکام میں ہے:"إن الإجماع من الصحابة واقع على أن كل مسئلة لا تكون مجمعا عليها ولا فيها نص قاطع أنه يجوز الاجتهاد فيها" (یعنی تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ: جس مسئلہ میں اجماعِ قطعی اور نص قطعی نہ ہو وہ اجتہاد کا محل ہے۔) (۱)

دلیل قطعی قرآن کریم کا نص مفسر، خبر مشہور ومتواتر اور اجماع یقینی ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:"قام عليه دليل قطعى وهو نص المفسر من الكتاب الكريم او الخبر المشهور والمتواتر والإجماع "(یعنی دلیل قطعی قرآن کریم کا نص مفسر، خبر مشہور ومتواتر اور اجماع قطعی ویقینی ہے۔ (۲)

ان عبارتوں سے صاف روشن ہے کہ جن مسائل میں اجماع قطعی یا نص قطعی موجود ہے ان میں اجتہاد کی قطعا گنجائش نہیں۔

اگر امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو تو صحیح حدیث پر عمل کرنا قول امام پر عمل کرنا ہے؟

ابن الشحنہ کی "شرح هدايه" علامہ بیری کی "شرح اشباہ" اور "ردالمحتار" میں ہے: "إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذالك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه أنه قال: "إذا صح الحديث فهو مذهبي" "(۳)

"جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور خلافِ مذہب ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے اور یہی ان کا مذہب ہوگا اور اس حدیث پر عمل کرنے کے سبب مقلد حنفی ہونے سے خارج نہ ہوگا کیوں کہ یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ: امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہے۔"

مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اس مقام کی تحقیق انیق فرماتے ہوئے، اسے عرشِ تحقیق تک پہنچاتے ہوئے، مخالفتِ امام کے دعویٰ کی حقیقت کشا کرتے ہوئے اور مخالفین کی ناپاک آرزوؤں کو خاک میں ملاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"أقول: يريد الصحة فقهًا ويستحيل معرفته إلا للمجتهد، لا الصحة المصطلحة عند المحدثين كما بينته في "الفضل الموهبي" بدلائل قاهرة يتعين استفادتها." (۴)

---

(۱) الإحكام فى اصول الأحكام ،ص:۲۹۱،ج: ۱ ،دار الكتاب العربى بيروت .

(۲) بدائع الصنائع ،كتاب آداب القاضى ،ص:٤،ج: ۷،مركز اهل سنت بركات رضا .

(۳) رد المحتار مطلب عن الامام إذا صح الحديث الخ، ج:۱، ص:۵۰، البابى مصر.

(۴) فتاوىٰ رضويه مترجم، ج:۱، ص: ۱۱۴، رساله اجلى الاعلام إن الفتوىٰ مطلقاً على قول الامام رضا اكيڈمى، ممبئى.

”میں کہتا ہوں: اس سے فقہی صحت مراد ہے اور مجتہد کے علاوہ کسی اور کے لیے اس صحت کی معرفت محال ہے اس میں وہ اصطلاحی صحت مراد نہیں جو محدثین کے نزدیک ہے میں نے اپنے رسالہ ”الفضل الموہبی“ میں قاہر دلیلوں سے اسے بیان کر دیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ محدثین کی اصطلاح میں صحت حدیث کا معنیٰ اور ہے اور فقہائے مجتہدین کی اصطلاح میں صحت کا معنیٰ اور ہے کوئی ضروری نہیں کہ محدثین کے نزدیک جو میزان صحت ہو وہی فقہا کے یہاں بھی میزان صحت ہو اس لیے کہ فقہائے مجتہدین کے نزدیک صحت حدیث کی شرطیں کچھ اور ہیں، بسا اوقات امام مجتہد کے نزدیک حدیث صحیح ماؤل یا مرجوح یا کسی وجہ سے متروک العمل ہوتی ہے۔ امامِ اہلِ سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”**أقول و بالله التوفيق**: صحت حدیث علی مصطلح الاثر و صحت حدیث بعمل المجتہدین میں عموم خصوص مطلق بلکہ من وجہ ہے کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ائمۂ امت و اُمنائے ملت بنظر قرائن خارجہ یا مطابقت قواعد شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ ان کا یہ عمل ہی موجب تقویت و صحت حدیث ہو جاتا ہے۔ یہاں صحت عمل پر متفرع ہوئی نہ عمل، صحت پر امام ترمذی نے حدیث: ”من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر“ روایت کر کے فرمایا:

”حنش هذا هو أبو علي الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه أحمد و غيره والعمل علي هذا عند أهل العلم.“(١)

اس حدیث کا راوی ”حنش بن قیس“ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف فرمائی اور علما کا عمل اسی پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کتاب ”التعقبات على الموضوعات“ میں فرماتے ہیں:

”أشار بذالك إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله.“(٢)

”یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا: کہ حدیث کو قول علما سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ: اہل علم کی موافقت بھی صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے، اگرچہ اس کے لیے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔“

امام شمس الدین سخاوی ”فتح المغیث“ میں شیخ ابوالحسن قطان سے ناقل:

”هذا القسم لا يحتج به كله بل يعمل به في فضائل الأعمال و يتوقف عن العمل به في

(١) سنن ترمذی ،باب ما جاء فی جمع بین ا لصلوٰتین ،ص:٢٦،ج:١ ،مجلس برکات-

(٢) التعقبات على الموضوعات،باب الصلوة،ص:١٢،المكتبة الاثرية سانگله

الأحكام إلا إذا كثرت طرقه أو عضده اتصال عمل أو موافقةُ شاهدٍ صحيح أو ظاهر القراٰن." (۱)

"حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کریں گے اور احکام میں اس پر عمل سے باز رہیں گے مگر جب کہ اس کی سندیں کثیر ہوں یا عمل علما کے ملنے یا کسی شاہد صحیح یا ظاہر قرآن کی موافقت سے قوت پائے۔"

امام محقق علی الاطلاق "فتح القدير : باب صفة الصلاة" میں فرماتے ہیں:

"ليس معنیٰ الضعيف: الباطل في نفس الأمر بل مالم يثبت بالشروط المعتبرة عند أهل الحديث مع تجويز كونه صحيحا في نفس الأمر فيجوز أن يقترن قرينة تحقق ذالك وأن الراوي الضعيف أجاد في هذا المتن المعيَّن فيحكم به." (۲)

"ضعیف کے یہ معنیٰ نہیں کہ: واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ ان شرطوں پر ثابت نہ ہوئی جو محدثین کے نزدیک معتبر ہیں واقع میں جائز ہے کہ صحیح ہو تو ہو سکتا ہے کہ کوئی قرینہ ایسا ملے جو اس جواز کی تحقیق کر دے اور بتا دے کہ ضعیف راوی نے یہ خاص حدیث ٹھیک روایت کی ہے تو اس کی صحت پر حکم کر دیا جائے گا۔"

بارہا حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام مجتہد اس پر عمل نہیں فرماتا خواہ (۱) یوں کہ اس کے نزدیک یہ حدیث نامتواتر نسخ کتاب اللہ چاہتی ہے (۲) یا حدیث آحاد زیادت علی الکتاب کر رہی ہے۔ (۳) یا حدیث موضع تکرر وقوع و عموم بلویٰ یا کثرت مشاہدین و توفُّر دواعی میں آحاد آئی ہے۔ (۴) یا اس پر عمل میں تکرار نسخ لازم آتی ہے۔ (۵) یا دوسری حدیث صحیح اس کی معارض اور وجوہ کثیرۂ ترجیح میں کسی وجہ سے اس پر ترجیح رکھتی ہے۔ (۶) یا وہ بحکم جمع و تطبیق و توفیق بین الادلہ ظاہر سے مصروف و مؤول ٹھہری ہے (۷) یا بحالت تساوی و عدم امکانِ جمع مقبول و جہل تاریخ بعد تساقطِ ادلۂ نازلہ یا موافقت اصل کی طرف رجوع ہوئی ہے۔ (۸) یا عمل علما اس کے خلاف پر ماضی ہے۔ (۹) یا مثل مخابرۂ تعامل امت نے راہ خلاف دی ہے۔ (۱۰) یا حدیث مفسر کی صحابی راوی نے مخالفت کی ہے۔ (۱۱) یا علت حکم مثل سہم بمؤلفۃ القلوب وغیرہ اب منتفی ہے۔ (۱۲) یا مثل حدیث: "لا تمنعوا اماء الله مساجد الله" مبنائے حکم حال عصر یا عرف مصر تھا کہ یہاں یا اب منقطع و منتہی ہے۔ (۱۳) یا مثل حدیث شبہات اب اس پر عمل ضیق شدید و حرج فی الدین کی طرف داعی ہے۔ (۱۴) یا مثل حدیث تغریب عام اب فتنہ و فساد ناشی ہے۔ (۱۵) یا مثل حدیث ضجعۂ فجر و جلسۂ استراحت منشا کوئی امر عادی یا عارضی ہے (۱۶) یا مثل جہر آیت فی الظہر احیانا یا جہر فاروق بدعائے قنوت حامل کوئی حاجت خاصہ نہ تشریع دائمی ہے۔ (۱۷) یا مثل حدیث: "عليك السلام تحية الموتى" مقصود مجرد اخبار نہ حکم شرعی ہے۔ إلى غير ذالك من الوجوه التي يعرفها النبيه ولا يبلغ حقيقة كنهها إلا المجتهد الفقيه.

(۱) فتح المغيث ،القسم الثانى فى الحس، دار الامام الطبرى،ص:۸۰،ج: ۱

(۲) فتح القدير،كتاب الصلوة ،باب صفة الصلوة،ص:۳۱۳،ج: ۱،دار الكتب العلمية بيروت

تو مجرد صحت مصطلحۂ اثر صحت عمل مجتہد کے لیے ہرگز کافی نہیں حضرات عالیۂ صحابۂ کرام سے لے کر پچھلے ائمۂ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک کوئی ایسا نہیں جس نے بعض احادیث صحیحہ کو مأول یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھہرایا ہو۔(۱)

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی اس تحقیق انیق سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ محدثین کے نزدیک حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام مجتہد اس پر عمل نہیں فرماتا جس کے مختلف وجوہ واسباب ہیں جن کی حقیقت تک فقیہ مجتہد ہی کی رسائی ہوتی ہے حضرات صحابۂ کرام سے لے کر پچھلے ائمۂ مجتہدین تک کوئی مجتہد ایسا نہیں جس نے بعض صحیح حدیثوں کو مأول یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھہرایا ہو جس سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک کسی حدیث کا پایۂ صحت کو پہنچنا اس حدیث پر مجتہد کے عمل کے صحیح ہونے کے لیے کافی نہیں تو محدثین کے نزدیک حدیث صحیح ہے مگر مجتہد کے نزدیک اس پر عمل کی صحت کی شرط مفقود ہے جس کے سبب مجتہد نے اس حدیث پر عمل نہ فرمایا اب اگر کوئی مدعی مخالفتِ امام اس حدیث کی صحت کی طرف نظر کرے اور مجتہد کے نزدیک اس حدیث پر صحتِ عمل کی شرط سے صرفِ نظر کرے اور امام کے مذہب کی مخالفت کرے تو کیا مخالفتِ امام کی شرط متحقق ہوئی؟ امام احمد رضا قدس سرہ اس مقام کی تحقیق و توضیح فرماتے ہوئے اور اس کی روشن شہادتیں پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارۂ تیمم جنب پر عمل نہ کیا اور فرمایا: "اتق اللہ یا عمّار کما في صحیح مسلم."(۲)

یوں ہی حدیث فاطمہ بنت قیس دربارۂ عدم النفقۃ والسکنی للمبتوتہ پر اور فرمایا:

"لا نترك كتاب ربنا ولا سنة نبينا بقول امرأة. لا ندري حفظت أم نسيت" رواه مسلم ایضا.(۳)

یوں ہی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث مذکور تیمم پر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"أولم تر عمر لم يقنع بقول عمار كما في الصحيحين."(۴)

یوں ہی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث مذکور فاطمہ پر اور فرمایا:

---

(۱) رساله الفضل الموهبي في معنیٰ إذا صحّ الحديث فهو مذهبي، ص:۳، ٤، ٥، ٦.

(۲) الصحيح لمسلم ،كتاب الحيض،باب التيمم،ص: ۱٦۱ ،ج: ۱ قديمى كتب خانه كراچى.

(۳) الصحيح لمسلم ،كتاب الطلاق ،باب ا لمطلقة البائن لا نفقة لها،ص:٤۸٥،ج: ۱،قديمى كتب خانه كراچى.

(۴) الصحيح للبخارى،كتاب التيمم،باب إذا خاف الجنب على نفسه إلخ،ص:٥۰،ج: ۱،مجلس بركات

"مالفاطمة ألا تتقي الله" رواه البخاري. (۱)

یوں ہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"الوضوء مما مست النار." (۲)

پر اور فرمایا:

"أنتوضأ من الحميم؟" رواه الترمذي. (۳)

یوں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

"انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يستلم هذين الركنين." (۴)

پر اور فرمایا: "ليس شيئ من البيت مهجورا كما في البخاري من رواية الحموي والمستملي." (۵)

یوں ہی جماہیر ائمۂ صحابہ و تابعین ومَنْ بعدهم نے حدیث: "الوضوء من لحوم الإبل" پر وهو صحيح معروف من حديث البراء وجابر بن سمرة وغيرهما رضى الله تعالىٰ عنهم. (۶)

امام دار الہجرۃ عالم المدینہ سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"العمل أثبت من الأحاديث." (۷)

عملِ علما حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔

ان کے اتباع نے فرمایا:

"إنه لضعيف أن يقال في مثل ذالك حدثني فلان عن فلان." (۸)

ایسی جگہ حدیث سنانا پوچ بات ہے۔ ایک جماعت ائمۂ تابعین کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں فرماتے:

---

(۱) الصحيح للبخارى، كتاب الطلاق، باب قصة فاطمة بنت قيس، ص:۸۰۲، ج: ۲، مجلس بركات

(۲) سنن الترمذى، باب الوضوء مما غيرت النار، ص:۱۲، ج: ۱، مجلس بركات

(۳) المصدر السابق

(۴) الصحيح للبخارى، كتاب المناسك، باب من لم يستلم إلا الركنين اليمانيين، ص:۲۱۸، ج: ۱، مجلس بركات

(۵) المصدر السابق

(۶) ترمذى، باب الطهارة، باب الوضوء من لحوم الابل، ص:۱۲، ج: ۱، مجلس بركات

(۷) المدخل لابن الحاج، فصل فى ذكر النعوت، ص:۱۲۲، ج: ۱، دار الكتب العربى بيروت.

(۸) المصدر السابق

"مانجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره."(۱)

ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر عمل اس کے خلاف پر گزر چکا۔ امام احمد بن ابی بکر بن جریر سے بارہا ان کے بھائی کہتے: تم نے فلاں حدیث پر کیوں نہ حکم کیا؟ فرماتے:

"لم أجد الناس عليه." (۲) میں نے علما کو اس پر عمل کرتے نہ پایا۔

بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ، امام المحدثین عبد الرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں:

"السنة المتقدمة من سنة أهل المدينة خير "من الحديث"."

اہلِ مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے۔

"نقل هذه الأقوال الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدري المكي المالكي في مدخله في فصل في النعوت المحمدية وفيه في فصل في الصلاة على الميت في المسجد ماورد من أن النبي ﷺ صلى على سهيل بن بيضاء في المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عند مالك رحمه الله تعالىٰ أقوى الخ."

خود میاں نذیر حسین صاحب دہلوی "معیار الحق" میں لکھتے ہیں:

"بعض ائمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرع تحقیق ان کی ہے کیوں کہ انھوں نے اُن احادیث کو احادیث قابل عمل نہیں سمجھا بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف اور امثال اس کے الخ۔"(۳)

اس "امثال" کے بڑھانے نے کھول دیا کہ بے دعویٰ نسخ یا ضعف بھی ائمہ بعض احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھتے اور بے شک ایسا ہی ہے خود اسی "معیار" میں حدیث جلیل صحیح بخاری شریف: "حتیٰ ساوی الظل التلول" "بعض مقلدین شافعیہ کی ٹھیٹ تقلید کر کے بحیلۂ تاویلات باردہ کاسدہ ساقطہ فاسدہ متروک العمل کر دیا اور عذر گناہ کے لیے بولے کہ "جمعاً بین الأدلة یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔" اور اس کے سوا اور بہت احادیث صحاح کو محض اپنا مذہب بنانے کے لیے بدعاوی باطلہ عاطلہ ذاہلہ زائلہ بے دھڑک واہیات و مردود بتاؤ جس کی تفصیل جلیل فقیر کے رسالہ "حاجز البحرين الواقي عن جمع الصلاتين" میں مذکور یہ رسالہ صرف ایک مسئلہ میں ہے اس کے متعلق حضرت کی ایسی کارروائیاں وہاں شمار میں آئیں باقی مسائل کی کارگزاریاں کس نے گنیں اور کتنی پائیں۔ ع

قیاس کن زگلستان او بہارش را

بالجملہ موافق مخالف کوئی ذی عقل اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ:

---

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(۳) معيار الحق، ص: ۱۵۱، مكتبه نزيريه لاهور.

”مجرد صحت اثری صحت عملی کو مستلزم نہیں بلکہ محال ہے کہ مستلزم ہو ورنہ ہنگامۂ صحتِ متعارضین قول بالمتنافیین لازم آئے اور وہ عقلاً ناممکن تو بالیقین اقوال مذکورۂ سوال اور ان کے امثال میں صحتِ حدیث سے صحت عملی اور خبر سے وہی خبر واجب العمل عند المجتہد مراد۔“

پھر نہایت اعلیٰ بدیہیات سے ہے کہ: اگر کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور براہِ تاویل خواہ دیگر وجوہ سے اس پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اس کا مذہب نہیں ہو سکتی ورنہ وہی استحالۂ عقلی سامنے آئے کہ: وہ تو صراحۃً اس کا خلاف فرما چکا۔

تو آفتاب سے روشن تر وجہ پر ظاہر ہوا کہ کوئی حدیث بزعم خود مذہب امام کے خلاف پاکر بحکم اقوال مذکورۂ امام (”إذا صح الحديث فهو مذهبي“ اتركوا قولي بخبر الرسول صلى الله عليه وسلم) دعوے کر دینا کہ ”مذہب امام اس کے مطابق ہے“ دو امر پر موقوف:

اولاً: یقیناً ثابت و معلوم ہو کہ: یہ حدیث امام کو نہ پہنچی تھی کہ بحال اطلاع، مذہب اس کے خلاف ہے نہ اس کے موافق لاجرم علامہ زرقانی نے ”شرح مؤطا شریف“ میں تصریح فرمائی:

”قد علم أن كون الحديث مذهبه محله إذا علم أنه لم يطلع عليه أما إذا احتمل اطلاعه عليه و أنه حمله على محمل فلا يكون مذهبه.“(۱)

”یعنی ثابت ہو چکا ہے کہ: کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اس صورت میں ہے جب کہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی دوسرے محمل پر حمل کی تو یہ اس کا مذہب نہ ہوگی۔“

ثانیاً: یہ حکم کرنے والا احکامِ رجال و متون و طرق احتجاج و وجوہ استنباط اور ان کے متعلقات اصول مذہب پر احاطۂ تامہ رکھتا ہو یہاں اسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی جن میں سے ہر ایک دوسرے سے سخت تر ہے۔(۲)

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جن چار منزلوں کا ذکر فرمایا وہ گزشتہ سطور میں مذکور ہو چکیں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ان گراں قدر تحقیقات نے اس حقیقت کو روشن کر دیا کہ امام کے کلام: ”إذا صح الحديث فهو مذهبي“ کا معنیٰ یہ ہے کہ: جب حدیث مجتہد کے عمل کے اعتبار سے پایۂ صحت کو پہنچ جائے تو وہ میرا مذہب ہے۔ اگر حدیث عملِ مجتہد کے اعتبار سے پایۂ صحت کو نہ پہنچی تو محض صحت مصطلحہ عند المحدثین کے اعتبار سے امام کے مذہب کی مخالفت کر کے حدیث پر عمل کرنا مذہب امام پر عمل کرنا نہ ہوگا اور مذہب امام کی طرف اس کی نسبت صحیح نہ ہوگی اس لیے کہ مذہب امام کی طرف نسبت کی صحت کے لیے صحتِ عملِ مجتہد درکار ہے نہ کہ صحت مطلحۂ اثر۔

نیز روشن ہوا کہ امام کے قول: ”اتركوا قولي بخبر الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم“ میں

(۱) شرح الزرقاني على مؤطا الامام مالك۔

(۲) الفضل الموهبي في معنىٰ إذا صح الحديث فهو مذهبي، ص: ٦ تا ٩.

جس خبر رسول کی بنیاد پر قولِ امام کے ترک کا حکم ہے اس خبر سے وہ خبر مراد ہے جو مجتہد کے نزدیک واجب العمل ہے اور امام کے ان اقوال کی بنیاد پر امام کے مذہب کے خلاف کسی حدیث کو پاکر مذہب امام کو ترک کر کے اس حدیث پر عمل کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ: مذہب امام کے مطابق ہے اور اس سے حنفی مقلد ہونے سے خارج نہ ہوگا دو امر پر موقوف ہے، جسے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا جو گزر چکا اور اس دعوے کا حق کسے ہے امام احمد رضا نے اسے اس طرح واضح فرمادیا ہے کہ کسی کے لیے مجال دم زن نہیں، فرماتے ہیں:

امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہٗ الباری نے فرمایا:

"إياكم أن تبادروا إلى الانكار علىٰ قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد إحاطتكم بأدلة الشريعة كلها و معرفتكم بجميع لغات العرب التي احتوت عليها الشريعة و معرفتكم بمعانيها و طرقها."

"خبر دار مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو، جب تک تمام لغاتِ عرب جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو جب تک ان کے معانی ان کے راستے جان نہ لو۔"

اور ساتھ ہی فرمادیا: "و أنّٰى بذالك ؟" بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ۔

نقلہ الإمام العارف باللہ عبد الوہاب الشعرانی فی المیزان۔

"ردالمحتار" جس کی عبارت سوال میں نقل کی خود اسی "ردالمحتار" میں اسی عبارت کے متّصل اس کے معنیٰ فرمادیے تھے کہ وہ سائل نے نقل نہ کیے، فرماتے ہیں:

"ولا يخفى أن ذالك لمن كان أهلا للنظر في النصوص و معرفة محكمها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب في الدليل و عملوا به صح نسبته إلى المذهب."(۱)

یعنی ظاہر ہے کہ امام کا یہ ارشاد اس شخص کے حق میں ہے جو نصوص شرع میں نظر اور ان کے محکم و منسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو تو جب اصحاب مذہب دلیل میں نظر فرما کر اس پر عمل کریں اس وقت اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہے۔

اور شک نہیں کہ جو شخص ان چاروں منازل کو طے کر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلا شبہہ ایسے ائمہ کو اس حکم و دعویٰ کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباعِ امام سے خارج نہ ہوئے کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنیً اذن کلی امام پر عمل فرمایا۔

(۱) رد المحتار المطبوع علی در المختار، مقدمة الكتاب، ص:٤٦، ج:١، دار احياء التراث العربى

پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں یہ جزمی دعوے کہ: "اس حدیث کا مفاد خواہی نہ خواہی مذہب امام ہے۔" نہیں کرسکتے، نہایتِ کار ظن ہے ممکن کہ ان کے مدارک، مدارک عالیۂ امام سے قاصر رہے ہوں اگر امام پر عرض کرتے وہ قبول نہ فرماتے تو مذہب امام پر تیقن تام وہاں بھی نہیں۔

خود اجل ائمۂ مجتہدین فی المذہب **قاضی الشرق والغرب سیدنا امام ابو یوسف** رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے مدارج رفیعۂ حدیث کو موافقین و مخالفین مانے ہوئے ہیں امام مزنی تلمیذ جلیل امام شافعی نے فرمایا: "هو أتبع القول للحديث"(۱)

امام یحییٰ بن معین نے باآں تشدد فرمایا:

"ليس في أصحاب الرأي أكثر حديثا ولا أثبت من أبي يوسف."(۲)

نیز فرمایا: "صاحب حديث وصاحب سنة"(۳)

امام ابن عدی نے کامل میں کہا:

"ليس في أصحاب الرأي أكثر حديثا منه."(۴)

امام ابو عبد اللہ ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار اور کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں بعنوان "الإمام العلامة فقيه العراقين"(۵) ذکر کیا۔

یہ امام ابو یوسف باایں جلالت شان حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

"ماخالفته في شئ قط فتدبرته إلا رأيت مذهبه الذي ذهب إليه أنجى في الآخرة وكنت ربما ملتُ إلى الحديث فكان هو أبصر بالحديث الصحيح مني."(۶)

"کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلاف کرکے غور کیا ہو مگر یہ کہ انھیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ وجہِ نجات پایا اور ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام مجھ سے زیادہ حدیث صحیح کی نگاہ رکھتے تھے۔"

نیز فرمایا: "امام جب کسی قول پر جزم فرماتے میں کوفہ کے ائمۂ محدثین پر دورہ کرتا کہ دیکھوں ان کی تقویتِ قول میں کوئی حدیث یا اثر پاتا ہوں بارہا دو تین حدیثیں میں امام کے پاس لے کر حاضر ہوتا ان میں کسی کو فرماتے: "صحیح

---

(۱) تذكرة الحفاظ،ج: ١،ص:٤٦،دار احياء التراث العربى بيروت

(۲) ميزان الاعتدال،ص:٤٤٧،ج: ٤،دار المعرفه بيروت

(۳) تذكرة الحفاظ،ص: ٢١٤،ج: ١،دار الكتب العلميه

(۴) ميزان الاعتدال ص:٤٤٧،ج: ٤،دار المعرفه بيروت

(۵) تذكرة الحفاظ،ص:٢١٤،ج: ١،دار اللتب العلميه بيروت.

(۶) الخيرات الحسان ،ص: ٢١٤،ج: ١ ،دار الكتب العلميه بيروت .

نہیں "کسی کو فرماتے: "معروف نہیں" میں عرض کرتا: حضور کو اس کی کیا خبر؟ حالاں کہ یہ تو قول حضور کے موافق ہیں، فرماتے: میں علم اہلِ کوفہ کا عالم ہوں۔ "ذکره كله الإمام ابن حجر فی الخیرات الحسان."

بالجملہ نابالغانِ رتبۂ اجتہاد نہ اصلاً اس کے اہل، نہ ہرگز یہاں مراد، نہ کہ آج کل کے مدعیانِ خام کار جاہلانِ بے وقار کہ من وتو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں اور اساطینِ دینِ الٰہی کے اجتہاد پر رکھیں۔

اسی "ردالمحتار" کو دیکھا ہوتا کہ انھیں امام ابن الشحنہ وعلامہ محمد بن محمد البہنسی استاذ علامہ نور الدین علی قادری باقانی وعلامہ عمر بن نجیم مصری صاحب "نہر فائق" وعلامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی صاحب "در مختار" وغیرہم کیسے کیسے اکابر کی نسبت تصریح کی کہ:

"مخالفتِ مذہب درکنار، روایاتِ مذہب میں ایک کو راجح بنانے کے اہل نہیں۔"

کتاب الشہادات باب القبول میں علامہ سائحانی سے ہے:

"ابن الشحنه لم يكن من أهل الاختيار."(۱)

کتاب الزکاۃ باب صدقۃ الفطر میں ہے:

"البهنسي ليس من أصحاب التصحيح"(۲)

کتاب النکاح باب الحضانۃ میں ہے:

"صاحب النهر ليس من أهل الترجيح."(۳)

کتاب الرہن میں ایک بحث علامہ شارح کی نسبت ہے:

"لاحاجة إلى إثباته بالبحث والقياس الذي لسنا أهلاله."(۴)

ان کی بھی کیا گنتی خود اکابر اراکین مذہب اعاظم اجلۂ رفیع المرتبت مثل امام کبیر خصّاف وامام اجل ابو جعفر طحاوی وامام ابو الحسن کرخی وامام شمس الائمہ حلوانی وامام شمس الائمہ سرخسی وامام فخر الاسلام علی بزدوی وامام فقیہ النفس فخر الدین قاضی خان وامام ابو بکر رازی وامام ابو الحسن قدوری وامام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ وغیرہم اعاظم کرام "أدخلهم الله تعالیٰ فی دار السلام" کی نسبت رسالۂ علامہ ابن کمال باشا رحمہ اللہ تعالیٰ سے تصریح نقل کی:

"انهم لايقدرون على شيئ من المخالفة لا في الأصول ولا في الفروع."(۵)

(۱) رد المحتار ،كتاب الشهادات ،باب القبول وعدمه ،ص:۳۸۳،ج: ٤ ،دار احياء التراث العربی بيروت .

(۲) رد المحتار ،كتاب الزكوة،باب صدقة الفطر،ص:٧٦،ج: ۲،دار احياء التراث العربی.

(۳) رد المحتار،كتاب الطلاق،باب الحضانه،ص:٦٣٧.ج: ۲،دار احياء التراث العربی .

(۴) رد المحتار ،كتاب الرهن ،ص:۳۱۳،ج: ٥ ،دار احياء التراث العربی

(۵) الفضل الموهبی ، ص: ١٦، رضا اكیڈمی، ممبئی. رد المحتار مقدمة الكتاب ،ص:٥٣،ج: ١ ،دار احياء التراث العربی.

”وہ اصلاً مخالفتِ امام پر قدرت نہیں رکھتے نہ اصول میں نہ فروع میں۔“

جب یہ حضرات مخالفت امام پر قدرت نہیں رکھتے نہ اصول میں نہ فروع میں تو جو لوگ ان حضرات کے گرد پا کو نہیں پہنچ سکتے وہ مخالفتِ امام کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں؟ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ر میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس سے اس دعویٰ کی حقیقت مزید کشا ہو جاتی ہے اس لیے کہ آپ نے اس مکتوب میں تصریحاً تسلیم فرمایا کہ: (۱) التحیات میں انگلی اُٹھانا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثوں میں وارد۔ (۲) وہ حدیثیں معروف ومشہور ہیں۔ (۳) مذہب حنفی میں بھی اختلاف ہے روایت نوادر میں خود امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے: ہم بھی کریں گے۔ (۴) صاف یہ بھی فرمادیا کہ: یہی قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، (۵) اشارہ نہ فقط روایت بلکہ علمائے حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے باایں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ روایات اشارہ ظاہر الراویہ نہیں صاف صاف فرماتے ہیں کہ:

”ما مقلداں رانمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمائیم۔“(۱)

”ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اشارے کی جرأت کریں۔“

جب ایسی سہل ونرم حالت میں حضرت امام ربانی کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتوائے حنفیہ مختلف نہ ہو، جہاں سرے سے اختلاف روایت ہی نہ ہو وہاں خلافِ مذہب امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے۔(۲)

حضرت امام ربانی نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ: اقوال امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسی رفع یدین وقراءت مقتدی وغیرہا میں آئیں کسی طرح احادیث اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں وہی پیش کرے گا جو نِرا بے عقل یا معاند وہٹ دھرم ہے کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں، نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کا خلاف کرنے والے تو ضرور کسی دلیل قوی شرعی سے اس پر عمل نہ فرمایا۔

آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ:

ہمیں جواب احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضرور نہیں، اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ:

ہمارے علم میں کسی مسئلہ مذہب پر دلیل نہ ہونا درکنار اگر صراحتاً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں اسی مسئلۂ مذہب پر عمل رہے گا۔

---

(۱) مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۳۱۲، ص:۴۴۸، ج: ۱، نولکشور.
(۲) ماخوذ از الفضل الموهبی، ص:۲۱، ۲۲.

یہ بھی فرمادیا کہ:

ہمارے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا، جیسا وہ صحیح وضعیف و منسوخ و نامنسوخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کرسکتے کہ نہ انھیں ویسا علم نہ یہ اس قدر زمانۂ رسالت سے قریب۔

جب حضرت مجدد اپنے زمانہ کو ایسا فرمائیں تو اب تو اس پر بھی کئی سو برس گزر گئے آج کل کے الٹے سیدھے چند حروف پڑھنے والے کیا برابری ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں اس زمانہ میں مجتہد مطلق ہونا تو درکنار اصحاب تمیز بھی مفقود ہیں اس لیے مخالفت تو درکنار تقلید کے سوا چارۂ کار نہیں اس لیے کہ مخالفت کے لیے جامع شرائط اجتہاد ہونا ضروری ہے۔

روضۃ الطالبین میں ہے:

"أما الإجتهاد المطلق فقالوا: اختتم بالأئمة الأربعة حتى أو جبوا تقليد واحد من هؤلاء على أمة ونقل إمام الحرمين الإجماع عليه"(۱)

ترجمہ: رہا اجتہاد مطلق تو فقہا نے فرمایا کہ ائمۂ اربعہ پر ختم ہو گیا، یہاں تک کہ اب امت پر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے اور امام الحرمین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

"فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں ہے:

"غیر المجتهد المطلق ولو کان عالما یلزمه التقلید لمجتهد ما." (۲)

"غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو اس پر کسی مجتہد کی تقلید لازم ہے۔"

سید سمہودی نے "عقد الفرید" میں فرمایا:

"ويجب التقليد على من لم يبلغ رتبة الاجتهاد المطلق عاميا محضا أو غيره." (۳)

"جو شخص اجتہاد مطلق کے مقام و مرتبہ پر فائز نہ ہو اس پر تقلید ضروری ہے خواہ وہ محض عامی ہو یا غیر عامی (عالم، محدث)"

صاحب "دراسات اللبيب فى الأسوة الحسنة بالحبيب" نے ابن حاجب کا یہ قول نقل کیا:

"غير المجتهد يلزمه التقليد وإن كان عالما."

"غیر مجتہد پر تقلید لازم ہے اگرچہ وہ عالم کیوں نہ ہو۔"

---

(۱) نصر المقلدين، ص:۱۳۱.

(۲) خاتمة الاجتهاد بذل الطاقة من الفقيه مسئلة غير المجتهد ولوعالما يلزمه التقليد، ج:۲، ص: ٤٣٤، دارالكتب العلميه، بيروت.

(۳) انتصار الحق، ص:۱۰۰.

اس کے بعد خود صاحب "دراسات" نے لکھا:

"فنقول: إن أراد العلامة بغير المجتهد:من ليس له رتبة الإجتهاد ولو في جزئي واحد مثلاً وهو العالم الملحق بالعامي الصرف من حيث لزوم التقليد عليه في جميع المسائل فكلامه في موافقة قول المحققين و حماية الدليل الواضح لا كلام عليه." (۱)

"ہم کہتے ہیں کہ: "غیر مجتہد کے لفظ سے اگر علامہ کی مراد یہ ہے کہ: جو عالم رتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچے اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں مثلاً کیوں نہ ہو وہ عالم محض عامی جیسا ہے اس بات میں کہ اس پر جمیع مسائل میں مجتہد کی تقلید لازم ہے تو ان کا یہ کلام قول محققین کے موافق اور دلیل واضح کی حمایت میں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

اس سے صاف واضح ہے کہ مخالفت امام اور قرآن و حدیث سے مسائل کے استخراج کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے اور مجتہد ہونے کے لیے کثیر شرطیں ضروری ہیں جن کی تفصیل گزر چکی وہ شرطیں اس زمانہ میں کسی عالم کے اندر نہیں پائی جاتیں آج ہی نہیں بلکہ تیسری صدی ہجری ہی میں یہ بات پیدا ہوگئی تھی کہ ایسا کوئی شخص نہیں جو جامع شرائط اجتہاد ہو اس لیے اسی وقت پوری امت نے یہ اجماع کر لیا تھا کہ ہر خاص و عام، عالم و غیر عالم سب پر تقلید شخصی واجب ہے وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ چاروں مشہور اماموں میں سے کسی ایک امام کی لیکن غیر مقلدین اس کا انکار کرتے ہیں مگر ان کے انکار کرنے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے کہ غیر مقلدین، اللہ عزوجل اور اس کے رسول اعظم سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و بے باکی اور ایک گستاخ و بے باک کو اپنا امام و پیشوا بنانے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور بد مذہب و بد دین ہیں اور کسی بد دین کے اجماعی مسئلہ کا انکار کرنے سے اس کے اجماعی مسئلہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ و رافضیہ و غیر مقلدین امتِ اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں ولہذا اجماع میں ان کا اختلاف معتبر نہیں، اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ مبحث اجماع باب الاہلیہ میں ہے:

"صاحب الهوى المشهور به ليس من الأمة على الإطلاق." "گمرہیِ دینی میں مشہور صاحب ہوی علی الاطلاق امت میں سے نہیں ہے۔ (ت)

توضیح طبع قسطنطنیہ جلد دوم ص:۵۰۶ میں ہے:

"صاحب البدعة يدعو الناس إليها ليس هو من الأمة على الإطلاق". اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا مبتدع علی الاطلاق امتی نہیں ہے۔ (ت)

(۱) نصر المقلدين، ص:۱۱۱، ۱۱۲.

تلویح علامہ تفتازانی ومرقاۃ شرح مشکاۃ جلد پنجم ص ۶۵۴ میں ہے:

"لأن المبتدع وإن كان من أهل القبلة فهو من أمة الدعوة دون المتابعة كالكفار". اس لیے کہ مبتدع اگرچہ اہل قبلہ سے ہو وہ کافروں کی طرح امت دعوت سے ہے امت اجابت سے نہیں۔ (۱)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"بعد المأتين ظهر بينهم التمذهب للمجتهدين بأعيانهم وقل من كان لايعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هوا الواجب في ذالك الزمان." (۲)

"دو صدی کے بعد خاص ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بننا اہل اسلام میں ظاہر ہوا کم کوئی شخص تھا جو ایک معین امام پر اعتماد نہ کرتا ہو اور اس زمانہ میں یہی واجب تھا۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی "تفسیر مظہری" میں لکھتے ہیں:

"أهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثة أو الأربعة على أربعة مذاهب ولم يبق مذهب في فروع المسائل سوى هذه الأربعة." (۳)

"اہلِ سنت تین یا چار قرن کے بعد ان چاروں مذاہب میں بٹ گئے اور فروع مسائل میں ان چاروں مذاہب کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔"

علامہ سید احمد طحطاوی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "حاشیۂ در مختار" میں فرمایا:

"فعليكم يا معشر المومنين باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة فإن نصرة الله وحفظه وتوفيقه في موافقتهم وخذ لانه وسخطه ومقته فى مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الأربعة هم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجا عن هذه المذاهب الأربعة فهو من من أهل النار." (۴)

"اے مؤمنو! تم پر فرقۂ ناجیہ "اہل سنت وجماعت" کی اتباع لازم ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحفاظت اور اس کی توفیق ان کی حمایت وموافقت میں ہے اور اس کی ناراضگی اور عذاب ان کی مخالفت میں ہے اور فرقۂ ناجیہ آج صرف مذاہب اربعہ "حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی" ہیں جو اِن چاروں مذہبوں سے خارج ہوگا وہ جہنمی ہے۔"

---

(۱) فتاوی رضویه، ۱٤/ ۲۸۵، ۲۸٦، رضا فاؤنڈیشن لاهور، پاکستان.

(۲) رساله انصاف: شاه ولی الله، باب حكاية حال الناس قبل المأة الرابعة مكتبه دار الشفقت استنبول، ترکی، ص:۱۹.

(۳) تفسیر مظهری: مسئله إذا صح الحديث على خلاف مذهبه الخ اداره اشاعت العلوم، دهلی، ج:۲، ص:٦٤.

(۴) طحطاوی على الدرالمختار، كتاب الذبائح، ج:٤، ص:۱۵۳، مطبوعه دارالمعرفة بيروت.

علامہ زین بن نجیم حنفی مصری متوفیٰ (۹۷۰ھ) نے "الاشباہ والنظائر" میں ارشاد فرمایا کہ: امام ابن ہمام نے "تحریر" میں یہ تصریح فرمائی کہ:

"إن الاجماع انعقد على عدم العمل بمذهب يخالف الأربعة لانضباط مذاهبهم وإشتهارها وكثرة أتباعها." (۱)

"بے شک اس بات پر اجماع ہے کہ: مذاہب اربعہ کے خلاف کسی مذہب پر عمل نہ کیا جائے اس لیے کہ چاروں مذاہب محفوظ و منضبط اور مشہور ہیں اور ان کے ماننے والے کثیر ہیں۔"

سیدی عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی صاحب "حديقة نديه" فرماتے ہیں:

"أعلم أن المذاهب الآن التي يجوز تقليدها هي المذاهب الأربعة لا غير فقد انحصر الآن العمل بشريعة محمد ﷺ في العمل بما ذهب إليه أحد الأربعة فقط على العموم." (۲)

"یہ امر واضح رہے کہ: آج مذاہب اربعہ کے سوا کسی مذہب کی تقلید جائز نہیں، اس لیے کہ اس وقت بالعموم شریعت محمد ﷺ پر عمل مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک پر عمل میں منحصر ہے۔"

نیز علامہ نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "حديقة نديه" میں فرمایا:

"فعلى كل مسلم من أهل السنة أن يقلد إحدى المذاهب الأربعة المعروفة إلى أن قال: "ولن يكون من أهل السنة من لم يقلد إحدى المذاهب الأربعة ويقال له: لا مذهبي." (۳)

"تمام مسلمانانِ اہلِ سنت پر لازم ہے کہ مذاہب اربعہ معروفہ میں سے کسی ایک مذہب کی اتباع کرے۔"

آپ نے یہاں تک فرمایا:

"جو شخص ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کی اتباع نہ کرے وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں وہ "لامذہب" کہلائے گا۔"

"عقود الجواهر المنيفه" جو حدیث شریف میں مستند کتاب اور مقبول علمائے اولی الالباب ہے۔ محدث مصری سیدنا المرتضیٰ الحسینی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"أطبق الناس الآن على أن أهل السنة هم أهل المذاهب الأربعة."

"تمام علما اس بات پر متفق ہیں کہ: سنی وہی لوگ ہیں جو ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک خاص مذہب کے پابند ہیں۔"

---

(۱) خلاصه التحقيق، ص:۳، ٤.

(۲) خلاصه التحقيق، ص:٤.

(۳) حديقة نديه، ص:۱۳.

حضرت بحر العلوم رحمہ اللہ تعالیٰ "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں فرماتے ہیں:

"إنما منع من تقليد غيرهم لأنه لم تبق رواية مذهبهم محفوظة." (۱)

"چاروں مذہبوں کے علاوہ کسی اور مذہب کی تقلید و اتباع سے اس لیے روکا گیا کہ ان چار مذاہب کے علاوہ کسی مذہب کی روایت محفوظ نہیں۔"

سند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ "حجة الله البالغه" میں فرماتے ہیں:

"إن هذه المذاهب الأربعة المدوَّنة المحرَّرة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا و ذالك من المصالح مالا يخفى لاسيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا و أشربت النفوس الهوى وأعجب كل ذي رأي برأيه." (۲)

"بے شک پوری امت یا اس میں سے معتد بہ افراد کا ان چاروں مدون اور تنقیح شدہ مسالک و مذاہب کی تقلید کے جائز ہونے پر آج تک اجماع ہے اور اس تقلید کی مصلحتیں پوشیدہ نہیں خاص کر اس زمانہ میں جس میں ہمتیں پست ہو گئی ہیں اور انسانی نفوس خواہشات میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی رائے میں خوش اور مست ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر تقلید کی خوبیوں اور ترک تقلید کی برائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اعلم أن في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة، وفي الإعراض عنها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذالك بوجوه:

أحدها: أن الأمة قد اجتمعت على أن يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا في ذالك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذالك لأن الشريعة لايعرف إلا بالعقل والاستنباط والنقل لايستقيم إلا بأن يأخذ كل طبقة عمن قبلها بالأتصال ولا بُدَّ في الاستنباط من أن يعرف مذاهب المتقدمين لئلا يخرج من أقوالهم فينخرق الإجماع و يُبنىٰ و يستعين في ذالك بمن سبق لأن جميع الصناعات كالصرف والطب والشعر والحداد والتجارة والصياغة لم يتيسر لأحد إلا بملازمة أهلها وغير ذالك نادر بعيد لم يقع أقوالهم التي يعتمد عليها مروية بالإسناد الصحيح أو مدونة في كتب مشهورة وأن يكون منقحة يتبين الراجح من المرجوح من محتملاتها وتخصيص عمومها عليها وليس مذهب في هذه الأزمنة المتأخرة بهذه الصفة إلا

(۱) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج:۲، ص:۴۰۷.
(۲) حجة الله البالغه، ص:۳۶۱.

هذه المذاهب الأربعة." (۱)

"یہ بات واضح رہے کہ مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا فساد ہے ہم انھیں چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں:

اول یہ کہ: ساری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر، اسی طرح ہر طبقہ میں علما نے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا اور عقلاً یہ ایک اچھی چیز ہے، اس لیے کہ نقل و استنباط کے بغیر شریعت کی معرفت ناممکن ہے اور نقل کی درستگی اسی طریقہ سے ہوگی کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنے پہلے والوں سے متّصلاً حاصل کریں اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ: متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے تاکہ ان کے اقوال سے باہر نہ جائیں کہ خرقِ اجماع ہو جائے اور تاکہ انھیں اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور اگلوں سے اس میں مدد لی جائے، اس لیے کہ تمام صنعتیں مثلاً سُناری، طب، شعر گوئی، لوہاری، تجارت اور رنگ ریزی کسی کو بھی صرف اُن کے ماہرین کے ساتھ کام کرنے سے میسر ہوتی ہے اور اس کے بغیر بہت نادر اور غیر واقع ہے اگرچہ عقلاً جائز و ممکن ہے اور جب یہ متعیّن ہو گیا کہ (شریعت کی معرفت میں) سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ہے تو ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مُدون ہوں اور یہ کہ منقح ہوں کہ ان محتملات میں راجح مرجوح سے ظاہر و واضح ہو اور عام کی تخصیص مذکور ہو، متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کی گئی ہوں ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں اور **اس پچھلے زمانہ میں ان چار مذاہب کے سوا کوئی مذہب اس صفت کے ساتھ موصوف نہیں۔**"

ان ارشادات عالیہ سے روشن ہے کہ: دو صدی کے بعد ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بننا مسلمانانِ عالم میں ظاہر ہوا اور تمام علما کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ: مذاہب اربعہ "حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہی فرقۂ ناجیہ ہیں، ان مذاہب اربعہ کے خلاف کسی مذہب پر عمل نہ کیا جائے۔ ان چار مذہبوں کے علاوہ کسی اور مذہب پر عمل اور اس کی تقلید و اتباع سے اس لیے روکا گیا کہ ان مذاہب کے علاوہ کسی مذہب کی روایت محفوظ نہیں، صرف مذاہب اربعہ محفوظ و منضبط اور معروف و مشہور ہیں، ان مذاہب اربعہ میں سے کسی کی اتباع نہ کرنے والا ہرگز اہل سنت سے نہیں وہ جہنمی ہے ایسا شخص لامذہب کہلائے گا، ان مذاہب اربعہ پر عمل کرنے میں عظیم مصلحت اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا فساد ہے، امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے، تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اسی طرح ہر طبقہ میں علما نے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا اور عقلاً یہ اچھی چیز ہے اس لیے کہ نقل و استنباط کے بغیر شریعت کی معرفت ناممکن ہے اور نقل کی درستگی اسی طریقہ سے

(۱) عقد الجيد في أحكام الإجتهاد والتقليد، ص:۳۱۰.

ہوگی کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنے پہلے والوں سے متّصلاً اخذ و تحصیل کریں اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ: متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے اور انھیں کے اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور انھیں سے مدد لی جائے تاکہ ان کے اقوال سے باہر ہونے پر خرق اجماع لازم نہ آئے اور جب شریعت کی معرفت میں اقوال سلف پر اعتماد متعیّن ہے تو ان کے معتمد اقوال کا صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہونا یا مشہور کتابوں میں مدوّن ہونا اور اس طرح منقح ہونا ضروری ہے کہ ان محتملات میں سے راجح مرجوح سے ظاہر و واضح ہو، عام کی تخصیص مذکور ہو، متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کردی گئی ہوں ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں اس پچھلے زمانہ میں مذاہب اربعہ کے سوا کوئی بھی مذہب اس شان و صفت کے ساتھ موصوف نہیں۔

ظاہر ہے کہ جب انھیں مذاہب اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع ہے تو ان کی تقلید و اتباع نہ کرکے الگ مذہب کی بنیاد ڈالنا اجماعِ امت کی مخالفت کرنا ہے اور اجماع امت کی مخالفت ناجائز و حرام ہے۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذَّ شُذَّ في النار“[1]

سوادِ اعظم کی اتباع کرو کیوں کہ جو سوادِ اعظم سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

جب ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی دوسرا مذہب باقی نہ رہا تو ان کی اتباع سوادِ اعظم کی اتباع ہے اور ان سے اعراض و انحراف سوادِ اعظم سے اعراض و انحراف ہے، مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ہمارے ائمہ نے اجماع و قیاس کے ماننے کو ضروریاتِ دین سے گنا ہے اور ان کے منکر کو ضروریاتِ دین کا منکر کہا ہے اور ضروریاتِ دین کا منکر کافر ہے پھر ہمارا ان کا اختلاف فروعی کیسے ہو سکتا ہے مواقف و شرح مواقف موقف اول، مرصد خامس مقصد سادس میں ہے۔“

”کون الإجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين.“[2]

یعنی اجماع کا حجت قطعی ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

اور ائمہ کرام و علمائے اعلام حجیت اجماع کو ضروریاتِ دین سے بتاتے اور مخالف اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں:

مواقف قاضی عضد الدین و شرح مواقف علامہ سید شریف مطبوعہ استنبول جلد اول ص۱۹۵ : ”کون الاجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين“. اجماع کا قطعی حجت ہونا ضروریات دین سے

---

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۲۲، باب الاعتصام بالكتاب والسنة.

(۲) الفضل الموهبي فى معنىٰ إذا صح الحديث فهو مذهبي، ص:۵۰، ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی.

ہے۔"(ت)

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت جلد دوم ص ۴۹۴:

"الاجماع حجة قطعا ويفيد العلم الجازم عند جميع اهل القبلة، ولايعتد بشرذمةمن الحمقاء الخوارج والروافض لانهم حادثون بعد الاتفاق يتشككون فی ضروريات الدين". (باب الاجماع حجة قطعا)

"اجماع قطعی حجت ہے اور یہ تمام اہل قبلہ کے ہاں یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے اور خارجی اور رافضی احمقوں کے گروہ کا اعتبار نہیں کیونکہ یہ نئے فرقے ہیں جو اتفاق کے بعد پیدا ہوئے ہیں جو ضروریات دین میں تشکیک پیدا کرتے ہیں۔"(ت)

اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی باب حکم الاجماع: "فصار الاجماع كآية من الكتاب اوحديث متواتر فی وجوب العمل والعلم به فيكفر جاحده فی الاصل". تو اجماع کتاب اللہ یا حدیث متواتر کی طرح وجوب علم وعمل ثابت کرتا ہے لہذا قاعدہ کی رو سے اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔(ت)

کشف الاسرار امام عبد العزیز بخاری مطبوعہ قسطنطنیہ جلد چہارم ص ۲۶۱: "يحكم بكفر من انكر اصل الاجماع بان قال ليس الاجماع بحجة". "جو اجماع کے اصول میں ہونے سے انکار کرے اور کہے کہ اجماع حجت نہیں ہے اس کی تکفیر کی جائے گی۔"(ت)

مسایرہ امام محقق ابن الہمام مطبوعہ مصر خاتمہ ص ۹:

"وبالجملة فقد ضم الى التصديق بالقلب فی تحقق الايمان امور الاخلال بالايمان اتفاقا كترك السجود للصنم وقتل نبی والاستخفاف به ومخالف ماجمع عليه وانكاره بعد العلم به". (ملتقطا)

"حاصل یہ کہ ایمان کے لئے تصدیق بالقلب کے ساتھ کچھ امور ایسے ہیں جو بالاتفاق ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں جن کا ترک ضروری ہے، مثلاً بت کو سجدہ، کسی نبی کا قتل اور اس کی توہین اور اجماع کی مخالفت اور اجماع کے علم پر اس کا انکار"۔(ملتقطاً)

الفصول البدائع فی اصول الشرائع علامہ شمس فناوی مطبوعہ استنبول جلد دوم ص ۲۷۴: "يكفر جاحد حجية الاجماع مطلقا وهو المذهب عند مشائخنا". "اجماع کی حجیت کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر قرار پائیگا ہمارے مشائخ کا یہی مذہب ہے۔"(ت)

تلویح جلد دوم ص ۵۱۵: "الاجماع على مراتب فالاولى بمنزلة الآية والخبر المتواتر يكفر

جاحده". "اجماع کے مراتب ہیں، پہلا مرتبہ بمنزلہ آیت کریمہ اور خبر متواتر ہے جس کا منکر کافر ہوگا۔" (ت)

کشف الاسرار شرح المنار للامام النسفی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۱۱۱: يكفر جاحده كما يكفر جاحد ماثبت بالكتاب او المتواتر". "اجماع کا منکر کافر ہے جس طرح کتاب اللہ یا خبر متواتر سے ثابت شدہ کا منکر کافر ہے۔" (ت)

"الأشباہ والنظائر" میں ہے:

"وما خالف الأئمة الأربعة مخالف للإجماع وإن كان فيه خلاف لغيرهم فقد صح في التحرير: أن الإجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للأربعة لانضباط مذهبهم وانتشارهم وكثرة أتباعهم."(۱)

"اور جو ائمہ اربعہ کے مخالف ہے اجماع کے مخالف ہے اگرچہ اس میں ان کے علاوہ کسی اور کا اختلاف ہو "تحریر" میں اس بات کی تصریح ہے کہ: اس بات پر اجماع قائم ہے کہ: ائمۂ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل نہ کیا جائے اس لیے کہ انھیں کے مذاہب محفوظ و منضبط اور معروف و مشہور اور ان کے ماننے والے کثیر ہیں۔"

اس سے واضح ہے کہ جو شخص اجتہاد کے مقام و مرتبہ پر فائز نہیں اس پر ائمۂ کرام کی تقلید فرضِ لازم ہے جس سے سرموانحراف کی گنجائش نہیں اس پر اجماع امت قائم ہے بلکہ بہ تصریحِ علمائے کرام ضروریاتِ دین سے ہے، امام اہل سنت مجدد دین و ملت امامِ اہلِ سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ حضرت مولانا محمد عبد الرحمٰن محبّی علیہ الرحمہ کی تصنیف: "الحبل القوي لهداية الغوي" کی تقریظ جلیل و تصدیق جمیل کے تحت فرماتے ہیں:

"بلاشبہہ غیر بالغ منصب اجتہاد پر تقلید ائمہ بنص قطعی قرآن عظیم و احادیث و اجماع فرض مُتحتّم ہے اور اس سے عدول شریعت مطہرہ کے دائرہ سے خروج اور ورطۂ تیرہ ضلال و نکال میں ولوج ہے اس قدر پر تو اجماع قطعی موجود بلکہ بتصریحِ علمائے کرام وہ ضروریاتِ دین میں معدود۔ رہی تعیین متبوع جسے تقلید شخصی کہیے حق یہ ہے کہ ان از منہ میں اس سے اصلاً مَفر نہیں تخیُّر تابعِ نَظر اور نظر مفقود اور تخییر حسب تصریح ائمۂ دین مثل امام اجل عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر صراحۃً فتحِ بابِ فسق و تباب ہے سدّ فتنہ اہم واجبات سے ہے تو تقلید شخصی کے وجوب میں اصلاً محل کلام نہیں اور نفیِ بعض نظر بنفس ذات منافی ثبوت بوجوہ خارجہ نہیں: "كما لا يخفى على أولي التحقيق وهو التطبيق و به يحصل التوفيق و بالله التوفيق و الله سبحانه و تعالىٰ أعلم."(۲)

"فتاویٰ رضویہ" میں ہے:

(۱) الأشباه والنظائر، ج:۱، ص:۳۳۳، بيروت.

(۲) الحبل القوى لهداية الغوى معروف به اثبات تقليد شرعی، ص:۱۵.

تقلید فرض قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔"(۱)

وقال النبي ﷺ: "ألا سَئَلُوا إذا لم يعلموا فإنما شفاء العي السوال."(۲)

"کیوں نہ پوچھا جب معلوم نہ تھا کہ مرضِ جہل کی شفا سوال ہی ہے۔" (ت)

اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو یا وقت واحد میں شے کو حرام بھی جانے گا اور حلال بھی۔ جیسے قراءتِ مقتدی کہ شافعیہ کے یہاں واجب اور حنفیہ کے یہاں حرام اور وقتِ واحد میں شے واحد کا حرام و حلال دونوں ہونا محال، یا یہ کرے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام، تو یہ اس آیت میں داخل ہونا ہوگا: "یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا"۔

"لا جرم پابندیِ مذہب لازم اور اس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔"(۳)

نیز فرماتے ہیں:

"جب احکامِ الٰہیہ ہر عام و عامی پر ہیں، آزاد کوئی نہ چھوڑا گیا اور فقہ سیکھنے کو صاف فرما دیا کہ: "سب سے نہیں ہو سکتا، ہر گروہ سے بعض اشخاص سیکھیں اور اپنی قوم کو احکام بتائیں کہ وہ مخالف حکم سے بچیں۔" تو صاف صاف عام لوگوں کو ان فقیہوں کی باتوں پر چلنے کا حکم ہوا اور **اسی کا نام تقلید ہے جس کی فرضیت قرآن عظیم کی نص قطعی سے ثابت ہوئی۔**"(۴)

اس سے صاف واضح اور روشن ہے کہ جس شخص کو اجتہاد و استخراج اور استنباط کی قوت حاصل نہیں اس پر تقلید ائمہ (مطلق تقلید) فرض ہے جس کی فرضیت قرآن عظیم کی نص قطعی اور احادیث و اجماع سے ثابت ہے۔ رہی تعیین متبوع (کسی معین امام کی تقلید) جسے تقلید شخصی کہتے ہیں جس سے اس زمانہ میں مَفر نہیں واجب ہے وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ چاروں مشہور اماموں میں سے کسی ایک امام کی اس لیے کہ انھیں کا مذہب محفوظ و منضبط اور بہ روایات متواترہ یا مشہورہ منقول اور مشہور کتابوں میں مدون ہے آج ان چاروں مذہبوں کے سوا کسی اور مذہب کے اختیار کرنے کی قطعًا اجازت نہیں، احکامِ شرعیہ میں ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک معین امام کی تقلید کے واجب ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ غیر مقلدین اس کا انکار کرتے ہیں اور وہ بھی اتنی بیہودگی کے ساتھ کہ اسے بدعت اور شرک بھی کہہ دیتے ہیں جب کہ قرآن عظیم کا ارشاد ہے: "فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۴۳"(۵)

---

(۱) قرآن مجید، سورۃ الانبیاء، آیت: ۲۱.

(۲) ابو داؤد شریف، ج:۱، ص:۶۵.

(۳) فتاویٰ رضویہ، ج:۱۱، ص:۱۰۶.

(۴) حاشیہ اطائب الصیب، ص:۲۰، مشمولہ رسائل رضویہ.

(۵) قرآن مجید، سورۃ الانبیاء، آیت: ۲۱.

"تو علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہ ہو۔"

علامہ سمہودی نے "عقد الفرید" میں فرمایا: "ودليل وجوب تقليد غير المجتهد دليل قوله تعالى: "فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔

"غیر مجتہد پر کسی مجتہد کی تقلید واجب ہونے کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: "تو علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔"

اس آیت کریمہ میں " اَهْلَ الذِّكْرِ "(اہلِ علم) سے مراد: وہ علما و فقہا ہیں جو اجتہاد و استنباط کی قوت رکھتے، احکام شرع کے فتویٰ دیتے اور لوگوں کو دین کے مطالب سکھاتے ہیں جو اپنے عموم کے اعتبار سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین سب کو شامل ہے۔

حضرت صدر الافاضل علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ: معنیٰ یہ ہیں کہ: روشن دلیلوں اور کتابوں کے جاننے والوں سے پوچھو اگر تم کو دلیل و کتاب کا علم نہ ہو۔ مسئلہ: اس آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔"(۱)

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ اس آیت کریمہ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

"أخرج بن مردوية عن أنس قال:سمعت رسول الله ﷺ يقول: إن الرجل يصلي ويصوم ويحج ويغزو وإنه لمنافق قالوا: يا رسول الله ﷺ بماذا دخل عليه النفاق؟قال: لطعنه على إمامه، وإمامُهُ مَنْ قال الله تعالىٰ في كتابه: "فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"(۲)

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے سنا کہ: آدمی نماز پڑھتا، روزہ رکھتا، حج کرتا، اور جہاد کرتا ہے اور وہ منافق ہے صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں کر اس میں نفاق آگیا؟ آپ نے فرمایا: اپنے امام پر طعن کرنے کے سبب اور اس کا امام وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: "تو علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔"

اس سے دین کا امام مراد ہے جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں " اَهْلَ الذِّكْرِ " سے مراد: وہ ائمہ دین متین ہیں جن کے بتائے ہوئے طریقوں پر لوگ چلتے ہیں جیسا کہ سید المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قرآن کریم کی آیت کریمہ:

---

(۱) قرآن مجید، پ:١٤، سورة النحل، آيت: ٤٣، و ٤٤.

(۲) تفسير درمنثور.

"يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ"(۱)

"جس دن ہم ہر امام کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔"

کے تحت فرمایا:

"اس سے وہ امام زماں مراد ہے: جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے۔(۲)

حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

"یہاں مقتدائے دینی مراد ہے مثلاً کہا جائے گا: اے حنفیو! اے شافعیو! اے حنبلیو! اور اے مالکیو!"(۳)

امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اس آیت کریمہ کے مفہوم کی تحقیق وتوضیح اور تقلید کے ثبوت ووجوب کو مدلل ومبرہن کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر مسلمان بالبداہت جانتا ہے کہ: اللہ عزوجل کے لیے اس پر کچھ فرض ہیں، کچھ حرام، کچھ حدیں ہیں، کچھ احکام اور ان میں جو جاہل ہے وہ اپنے وجدان سے جانتا ہے کہ: جاہل ہے اور یہ کہ جب تک اسے بتایا نہ جائے خود جان لینے سے عاجز ہے اور خوب جانتا ہے کہ: بے عمل کے چھٹکارا نہیں اور بے علم، عمل کا یارا نہیں اور بے سیکھے علم نہ آئے گا تو بداہتہً اس کے ذہن میں خود آجائے گا کہ اس پر ایسے سے پوچھنا لازم ہے جو مسئلہ بتا کر ہدایت فرمائے اور بے شک یہ زمانہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک برابر فرضیت نماز ودیگر فرائض کی طرح متواتر ہے بلکہ وہ ہر انسان کی جبلی بات ہے، خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر لہٰذا ہر گروہ کے عوام کو دیکھیے گا کہ اپنے یہاں کے علم ودانش کے پاس آتے اور جنھیں اپنا طبیب سمجھتے ان سے مرضِ جہل کی دوا پوچھتے ہیں اس لیے کہ وہ یقیناً اپنے دل سے جان رہے ہیں کہ: ہم اسی طور پر اپنے فرض سے ادا ہوں گے اور بلا شبہہ یہ تقلید ہی سے ہے نہ کہ اجتہاد سے۔"(۴)

اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ"(۵)

"اے ایمان والو! اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول اور اپنے صاحبان حکم کا کہا مانو۔"

یعنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم مانو اور اللہ ورسول کے حکم سے ائمۂ دینِ متین کا حکم مانو کہ ان کی اتباع عین اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اس آیتِ کریمہ کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے:

---

(۱) قرآن مجید، پ: ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت:۷۰.

(۲) تفسیر خزائن العرفان.

(۳) تفسیر روح البیان.

(۴) اطائب الصیب، ص:۲۱، ۲۲، مع تغیر یسیر.

(۵) قرآن مجید سورۃ النساء، آیت:۵۹.

"یریدبھم أمراء المسلمین في عهد الرسول ﷺ وبعده ویندرج فیهم الخلفاء والقضاة وأمراء السرية أمرَ الناسُ بطاعتهم بعد ما أمرهم بالعدل تنبيهًا على أن وجوبَ طاعتهم لازم ماداعوا على الحق وقيل: علماء الشرع لقوله تعالىٰ: "وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ "(۱)

"یعنی اللہ عزوجل اور رسولِ پاک ﷺ کے بعد جو "أولي الأمر"(صاحبانِ حکم) کی اطاعت کا حکم ہے اس سے حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کے اور بعد کے امرائے مسلمین مراد ہیں اور اس میں خلیفہ، قاضی اور تھوڑے لشکر کے سردار بھی داخل ہیں کہ لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا جب تک وہ انھیں عدل وانصاف کا حکم دیں تاکہ وہ اس امر سے خبر دار ہو جائیں کہ ان کی اطاعت صرف اسی وقت تک لازم ہے جب تک کہ وہ حق پر قائم رہیں اور بعض علما نے فرمایا کہ: "اُولِي الْاَمْرِ" سے علمائے شرع مراد ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم رسول اور اولی الامر کی طرف فیصلہ لے جاؤ تو اولی الامر میں جو لوگ مسائل کا استنباط کر لیتے ہیں ضرور اسے جان لیں گے۔"

تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت ہے:

"ثالثها: المراد العلماء الذين يفتون في أحكام الشريعة ويعلّمون الناس دينهم وهذا رواية الثعلبي عن ابن عباس وقول الحسن ومجاهد والضحاك"(۲)

"تیسرا مطلب: یہ ہے کہ "اُولِي الْاَمْرِ" سے وہ علما مراد ہیں جو احکامِ شریعت کے فتاویٰ دیتے اور لوگوں کو ان کا دین سکھاتے ہیں۔ ثعلبی کی یہ روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور یہی حسن بصری، مجاہد وضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔"

تفسیر "معالم التنزیل" میں ہے:

"اختلفوا في (اُولِي الْاَمْرِ) قال ابن عباس و جابر رضي الله تعالىٰ عنهم: هم الفقهاء والعلماء الذين يعلمون الناس معالم دينهم، وهو قول الحسن والضحاك ومجاهد."(۳)

"اُولِي الْاَمْرِ" کے بارے میں اختلاف ہے ابن عباس وجابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ: وہ فقہا وعلما ہیں جو لوگوں کو دین کے مطالب سکھاتے ہیں اور یہی حسن بصری وضحاک ومجاہد کا قول ہے۔"

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"قال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس: "اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" يعني أهل الفقه والدين وكذا

---

(۱) تفسير بيضاوي، ج:۲، ص:۲۰۵، ۲۰۶، دارالفكر، بيروت.
(۲) تفسير كبير، ج:۳، ص:۳۵۷.
(۳) تفسير معالم التنزيل، زير آيت: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ" الآية، ص: ۳۱۲ دار ابن حزم.

قال مجاهد وعطاء والحسن البصري وأبو العالية: ''أُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ''يعني العلماء والظاهر والله تعالىٰ أعلم أنها عامة في كل ''أولي الأمر من الأمراء والعلماء كما تقدم''.(۱)

علی بن ابی طلحہ نے فرمایا کہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ''أولي الأمر'' سے فقہا و ائمۂ دین مراد ہیں، مجاہد، عطا اور حسن بصری کا یہی قول ہے اور ابو العالیہ نے فرمایا کہ: علما مراد ہیں، اور ظاہر واللہ تعالیٰ اعلم یہ ہے کہ: یہ کلمہ تمام امرا و علما کو عام ہے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا۔

''الحدیقۃ الندیہ'' میں ہے:

''قال ابن عباس في رواية الوالي: هم الفقهاء والعلماء أهل الدين يعلمون الناس معالم دينهم أوجب الله تعالىٰ طاعتهم (كذا) قال جابر وهو قول الحسن والضحاك و مجاهد، وقال الزجاج: وجملة أولي الأمر من يقوم بشان المسلمين في أمر دينهم وجميع ما أدى إليه صلاحُهُمْ، وقال شيخى زاده في حاشية على البيضاوي عند قوله تعالىٰ: ''وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ''المراد من أولى الأمر: العلماء في أصح الأقوال لأنّ الملوك يجب عليهم طاعة العلماء ولا ينعكس.''(۲)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: والی کی روایت میں ''أُولِي الْاَمْرِ '' سے دین دار علما اور فقہا مراد ہیں جو لوگوں کو ان کے دین کی باتیں بتاتے ہیں جن کی اطاعت و اتباع اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی فرمایا اور وہ حسن، ضحاک اور مجاہد کا قول ہے۔ اور زجاج نے کہا کہ: '' اولی الامر'' وہ لوگ ہیں: جو مسلمانوں کے دینی امور اور ان تمام چیزوں کو انجام دیں جن سے ان کے منافع و مصالح متعلق ہیں۔ اور شیخ زادہ نے ''بیضاوی'' کے حاشیہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''اور آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیے۔'' کے تحت فرمایا: اصح قول کے مطابق ''أُولِي الْاَمْرِ '' سے مراد علما ہیں، اس لیے کہ بادشاہوں پر علما کی اطاعت واجب ہے نہ کہ اس کے برعکس۔''

حضرت تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الدين النصيحة قلنا: لمن؟ قال: لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم.''(۳)

''دین سراسر خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا: کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے امام اور عام مسلمانوں کے لیے۔''

محرر مذہب شافعی حضرت علامہ نووی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح کے تحت رقم طراز ہیں:

---

(۱) تفسير ابن كثير، ج:۱، ص:۵۱۸.

(۲) حديقۂ نديه، ج:۱، ص:۸۲، ۸۳، مطبوعه پاكستان.

(۳) مسلم شريف، ج:۱، ص:۵٤، باب بيان أن الدين النصيحة.

"قال الخطابي: وقد يتناول ذالك على الأئمة الذين هم علماء الدين وإن من نصيحتهم ."

امام خطابی نے کہا کہ: یہ حدیث پاک ان ائمۂ کرام کو بھی شامل ہے جو علمائے دین ہیں اور ان کی خیر خواہی۔

صاحب "تيسر القاري لأئمة المسلمين" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"وہ نیک اندیشی علما و ائمۂ اجتہاد بتحسین ظن و ترویج علوم ایشاں و تعظیم و توقیر شاں۔"(۱)

"یعنی ائمۂ مسلمین کی خیر خواہی سے علما و ائمۂ مجتہدین کی خیر خواہی مراد ہے وہ اس طرح سے کہ ان کے ساتھ حسن ظن قائم رکھا جائے اور ان کے علوم کو فروغ بخشا جائے اور ان کی تعظیم و توقیر کی جائے۔"

اور شیخ الاسلام کتاب ص:۱۲۰/۱ر میں "ائمۂ مسلمین" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"و پیشوایانِ دین را چوں ائمۂ مجتہدین و علما بحسن ظن و تقلید در احکام و تعظیم و تکریم ایشاں بروجہِ تمام و حمل مقالات ایشاں بر محامل صحیح و نشر علوم و مناقب ایشاں با تحقیق و تنقیح۔"

"یعنی ائمۂ مسلمین کی خیر خواہی سے دین کے مقتدا اور پیشوا حضرات مثلاً ائمۂ مجتہدین و علما کی خیر خواہی مراد ہے ان حضرات کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا گمان رکھا جائے، شریعت کے احکام میں ان کی تقلید و اتباع اور اطاعت و پیروی کی جائے، ہر طرح ان کی تعظیم و تکریم کی جائے اور ان کے ارشادات و فرمودات کو صحیح محمل پر محمول کیا جائے اور ان کے علوم و فضائل کی ترویج و اشاعت تحقیق و تنقیح کے ساتھ کی جائے۔

اور مترجم "مشارق الأنوار" لکھتے ہیں:

"مسلمین کے حاکموں کے یعنی اماموں کی خیر خواہی یہ ہے کہ: شرع کے موافق ان کی اطاعت کرے ور ان کی مخالفت سے بچے۔"

"شرح مسلم للنووي" میں ہے:

"قبول ماورووه و تقليدهم في الأحكام وإحسان الظن لهم."(۲)

"خیر خواہی یہ ہے کہ: ان کی روایت کردہ حدیثوں کو قبول کیا جائے، احکام میں ان کی تقلید کی جائے اور ان کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔"

ان آیات و آثار سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو علما سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا واجب ہے اور علما سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا تقلید ہے۔

علامہ سمہودی نے "عقد الفريد" میں تقلید کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) تيسير القاري شرح بخاري، ج:۱، ص:۳۹.

(۲) شرح مسلم للنووي، ج:۱، ص:۵٤.

”التقليد: قبول القول بأن يعتقد من غير معرفة دليله فأما مع معرفة دليله فلا يكون إلا لمجتهد لتوقف معرفة الدليل على معرفة سلامته عن التعارض بناء على وجوب البحث عن التعارض و معرفةُ السلامة عنه متوقف على استقراء الأدلة كلها ولا يقدر على ذالك إلا المجتهد ومن لم يوجب البحث عن المعارض والنفي بمجرد معرفة الدليل كمن أجاز التمسك بالعام قبل البحث عن المخصص فلم يكتف بمعرفته من غير مجتهد إذ لا وثوق بمعرفة غيره في الأدلة الظنية ويجب التقليد على من لم يبلغ رتبة الاجتهاد المطلق عاميا محضا أو غيره. انتهى بقدر الحاجة.“

”**تقلید** یہ ہے کہ: دوسرے کا قول اس کی دلیل جانے بغیر مان لیا جائے۔ دلیل جان کر ماننا یہ مجتہد کا کام ہے اس لیے کہ دلیل کا جاننا یہ جاننے پر موقوف ہے کہ: وہ دلیل معارض سے سالم و محفوظ ہے کیوں کہ معارض کی تلاش ضروری ہے اور معارض سے سلامتی کا علم اس پر موقوف ہے کہ: تمام دلیلوں کی چھان بین اور پوری تحقیق و تفتیش ہو یہ قدرت صرف مجتہد کو حاصل ہوتی ہے اور جو لوگ معارض کی تلاش کو واجب نہیں کہتے اور صرف دلیل کا جاننا کافی سمجھتے ہیں جیسے وہ لوگ جو مخصص کی تلاش سے قبل، عام سے استدلال کو جائز کہتے ہیں وہ بھی غیر مجتہد سے دلیل جاننے کو کافی نہیں مانتے، اس لیے کہ ظنی دلیلوں میں غیر مجتہد کے علم پر کوئی اعتماد نہیں اور جو مرتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچا اس پر تقلید ضروری ہے خواہ وہ محض عامی ہو یا غیر عامی یعنی عالم، محدث۔“

نیز یہ معلوم ہوا کہ وہ احکام کتاب و سنت سے صراحۃً ثابت نہ ہوں ائمۂ مجتہدین نے کتاب و سنت کے نصوص سے بذریعۂ اجتہاد و استنباط نکالا ہو مثلاً چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت، ہاتھوں کی کہنیوں اور پاؤں کے ٹخنوں کو دھونا ان میں ان کی تقلید واجب ہے اور مجتہد فیہ مسائل میں مجتہد کا حکم بعینہٖ شارع کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”العقد الجید“ میں فرماتے ہیں:

”وإذا تحقق عندك مابيناه علمت أن كل حكم يتكلم فيه المجتهد بإجتهاده منسوب إلى صاحب الشرع عليه الصلاة والسلام.“(۱)

”جب ہمارے بیان کی تحقیق تمھیں ہو گئی تو تمھیں معلوم ہو گیا کہ: جس حکم کو مجتہد اپنے اجتہاد سے بیان کرتا ہے وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہوتا ہے۔“

اب جب کہ مجتہد کا حکم شارع علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف منسوب ہے جس کی طرف مقلد کا رجوع اور اس پر عمل اللہ عزوجل کے حکم سے ہے تو یہ در حقیقت شرعاً تقلید نہیں بلکہ کتاب و سنت کی اتباع اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت ہے جسے عرف میں مجازاً تقلید کہا جاتا ہے۔

---

(۱) عقد الجيد، ص:٦٦، المكتبة الحقيقة، تركي.

امام اہلِ سنت، مجدد دین وملت، سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”وإذا عرفت أن التقليد الحقيقي يعتمد انتفاء الحجة رأسًا (فالرجوع إلى النبي ﷺ أو إلى الإجماع) وإن لم نعرف دليل ماقاله ﷺ أوقاله أهل الإجماع تفصيلا (ليس منه) أي من التقليد الحقيقي لوجود الحجة الشرعية ولو إجمالا (وكذا) رجوع (العامي) هو من ليس مجتهدا (إلى المفتي) وهو المجتهد (و) رجوع (القاضي إلى) الشهود (العدول) و أخذهما بقولهم ليس من التقليد في شيء لانفس الرجوع ولا العمل بعده (لإيجاب النص) ذالك الرجوع والعمل (عليها) فيكون عملا بحجة ولو إجمالية كما عرفت هذا هو حقيقة التقليد.

لكن العرف مضى (على أن العامي مقلد للمجتهد) فجعل عمله بقوله من دون معرفة دليله التفصيلي تقليد اله وإن كان إنما يرجع إليه لأنه مامور شرعاً بالرجوع إليه والأخذ بقوله فكان عن حجة لا بغيرها وهذا اصطلاح خاص بهذه الصورة فالعمل بقول النبي ﷺ وبقول أهل الإجماع لايسميه العرف أيضا تقليدا.“ (۱)

”اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ تقلید حقیقی کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ مقلد کے پاس سرے سے کوئی دلیل نہ ہو تو نبی پاک ﷺ اور اہل اجماع کی طرف رجوع تقلید حقیقی نہیں کیوں کہ یہاں حجت شرعیہ (رسول پاک ﷺ کا قول اور اہل اجماع کا قول) اجمالی طور پر موجود ہے، اگرچہ ہمیں رسول ﷺ کے قول اور اہل اجماع کے قول کی جزئی دلیل معلوم نہیں۔

اور اسی طرح عامی (غیر مجتہد) کا مفتی (مجتہد) کی طرف اور قاضیِ شرع کا عادل گواہوں کی طرف اور ان کا مفتی وگواہوں کے قول پر عمل تقلید نہیں نہ توان کا رجوع تقلید ہے اور نہ رجوع کے بعد عمل اس لیے کہ نص شارع نے یہ رجوع اور رجوع کے بعد عمل ان پر واجب فرمایا ہے تو یہ دلیل شرعی پر عمل ہوا اگرچہ یہ دلیل تفصیلی نہیں اجمالی ہے یہی تقلید کی حقیقت ہے۔

لیکن عرف اس پر جاری ہے کہ: عامی مجتہد کا مقلد ہے تو مجتہد کے قول پر اس کے قول کی تفصیلی دلیل کی معرفت کے بغیر عامی کے عمل کو مجتہد کی تقلید قرار دیا گیا، اگرچہ مجتہد کی طرف عامی اس لیے رجوع کرتا ہے کہ اسے شریعت نے مجتہد کی طرف رجوع اور اس کے قول پر عمل کا حکم دیا ہے تو عامی کا یہ عمل ورجوع دلیل کی بنا پر ہے بغیر دلیل نہیں ورنہ اصطلاح اسی صورت کے ساتھ خاص ہے تو نبی پاک ﷺ کے ارشاد اور اہل اجماع کے قول پر عمل کو عرفاً تقلید نہیں کہا جاتا۔“

(۱) فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۳۸، رسالہ أجلی الاعلام.

اس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہے کہ مقلد کو اگر چہ تفصیلی (جزئی) دلیل معلوم نہیں مگر اسے اجمالی (کلی) دلیل معلوم ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ اپنے امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے جسے تفصیلی دلیل کا علم ہوتا ہے اب جب کہ مقلد کتاب و سنت کی اجمالی دلیلوں کی روشنی میں اپنے امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے تو یہ محض عرفاً تقلید ہے حقیقۃً تقلید نہیں کہ حقیقت تقلید یہ ہے کہ: "مقلد کے پاس کسی بھی طرح کی کوئی دلیل نہ ہو نہ اجمالی نہ تفصیلی" اور یہاں مقلد کو اگر چہ تفصیلی دلیل معلوم نہیں مگر اسے اجمالی دلیل معلوم ہے کہ اسے اجمالاً یہ معلوم ہے کہ: اللہ عزوجل نے اولی الامر (مجتہدین) کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے جب یہ حقیقۃً تقلید نہیں بلکہ عرفاً تقلید ہے تو در حقیقت یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسولِ پاک ﷺ کی اطاعت و اتباع ہے جب یہ در حقیقت اللہ عزوجل اور اس کے رسولِ پاک ﷺ کے ارشادات عالیہ وفرمودات مقدسہ کی اطاعت و اتباع ہے تو اسے حرام یا شرک کہنا کسی بھی طرح روا نہیں اس لیے کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ:

''وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ''(۱)

"اور جب ان (کافروں) سے کہا جائے اللہ کے اتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔"

''وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۴''(۲)

"اور جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف، کہیں وہ ہمیں بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔"

میں جس تقلید کی مذمت فرمائی گئی وہ تقلید ہے جس میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت و اتباع نہ کر کے اپنے بزرگوں کی اتباع کی جائے جو عقل و دین وہدایت سے کوسوں دور ہیں اور اتنا بھی شعور نہیں رکھتے کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول نے حرام نہ کی اس کو کوئی حرام نہیں کر سکتا۔ زیر بحث تقلید اور آیت شریفہ میں مذکور تقلید میں کوئی مناسبت نہیں، اس لیے کہ کوئی مقلد قرآن وحدیث کو رد نہیں کرتا اور جس امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے وہ علم وعقل اور دین وہدایت سے خالی نہیں۔ اب جب کہ آیت شریفہ میں مذکور تقلید کی مذمت جن بنیادوں پر کی گئی وہ بنیادیں زیر بحث تقلید میں موجود نہیں تو اس تقلید محمود کے رد وانکار میں اس آیت کریمہ کو پیش کرنا سراسر ظلم

(۱) قرآن مجید، پ:۲، سورۃ البقرہ، آیت:۱۷۰.
(۲) قرآن مجید، پ:۷، سورۃ المائدۃ، آیت:۱۰۴.

و ناانصافی ہے۔ اگر علم و فضل، تقویٰ و پرہیز گاری، خدا ترسی، امت کے ساتھ خیر خواہی اور استقامتِ حق کے حاملین علمائے مجتہدین کی تقلید مذموم ہوتی تو "اہلِ ذکر" کی طرف رجوع پھر ان کے حکم پر عمل کا تاکیدی حکم وارد نہ ہوتا نہ ہی "اولی الامر" کی اطاعت واتباع کا حکم دیا جاتا اور نہ ہی یہ فرمایا جاتا کہ: "ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل کر دین کی سمجھ کر حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ (احکام دین کی اتباع کر کے عذابِ الٰہی سے) بچیں" اور نہ ہی یہ فرمایا جاتا:

"فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا"(۱) تو دین ابراہیم حنیف کی پیروی کرو۔

"وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ"(۲)

"اور ابراہیم کے دین سے کون منھ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں جس تقلید کا حکم دیا گیا اور اس کی تاکید فرمائی گئی وہ اور ہے اور جس تقلید کو مذموم قرار دیا گیا اور اس کی سخت مذمت فرمائی گئی وہ اور ہے دونوں کا محمل الگ الگ ہے دونوں کا محمل ایک سمجھنا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

اس مقام پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان بحثوں سے ائمۂ مجتہدین کی تقلید واتباع کا ثبوت ہوتا ہے نہ یہ کہ صرف ائمۂ اربعہ ہی کی تقلید کی جائے کسی اور کی نہیں تو اس کا جواب گزشتہ سطور میں تفصیل سے گزر چکا کہ: ائمۂ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی اور کا مذہب اتنی جامعیت اور احتیاط کے ساتھ آج موجود نہیں اس لیے اس زمانہ میں یہی واجب ہے کہ ائمۂ اربعہ ہی میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے کسی اور کی نہیں کسی ایک معین امام کی تقلید اس لیے ضروری قرار دی گئی کہ اگر بعض مسائل میں ایک کی بعض میں دوسرے کی تقلید کی جائے تو عظیم حرج لازم آئے گا، اس لیے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ: جو جس امام کا مقلد ہو جملہ امور میں اس کی تقلید کرے بعض مسائل میں ایک کی اور بعض مسائل میں دوسرے کی یہ ناجائز اور گناہ ہے کہ یہ صورت تلفیق ہے جو بالاجماع باطل ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"فلو التزم أحد مذهبا كأبي حنيفة أو الشافعي رحمهما الله تعالىٰ لزم عليه الإستمرار فلا يقلد غيره في مسئلة من المسائل" شرح عين العلم.(۳)

"اگر کسی نے ایک مذہب کو لازم کر لیا، امام ابو حنیفہ یا امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا تو اس پر لازم ہے کہ ہمیشہ اسی مذہب پر رہے اور کسی بھی مسئلہ میں کسی دوسرے مجتہد کی (بے ضرورت صادقہ) تقلید نہ کرے۔"

(۱) قرآن مجید، پ:٤، سورة آلِ عمران، آیت:٩٥.
(۲) قرآن مجید، پ:١، سورة البقره، آیت:١٣٠.
(۳) انتصار الحق، ص:٢٣٧.

علاوہ ازیں بعض مسائل میں ایک امام کی تقلید اور بعض مسائل میں دوسرے امام کی تقلید یہ در حقیقت امام کی تقلید نہیں بلکہ اپنے خواہش نفس کی تقلید ہے اس لیے کہ کچھ مسائل میں ایک امام کی تقلید اور کچھ مسائل میں دوسرے امام کی تقلید کس بنیاد پر ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ مجتہد ہے نہیں کہ دلائل کی حیثیت سے کسی ایک کو ترجیح دے تو لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ بعض مسائل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد پسند آیا تو اسے اختیار کیا تو یہ امام کی پیروی نہ ہوئی بلکہ خواہش نفس کی پیروی ہوئی۔ حقیقی تقلید یہ ہے کہ: جملہ احکام میں کسی ایک امام کی تقلید کی جائے اب جب کہ اپنے پسند پر عمل کیا تو اپنے نفس کی اتباع کی، شریعت کی نہیں تو وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہوا:

''اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهۡوَی الۡاَنۡفُسُ''(۱)

''اور یہ لوگ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔''

علاوہ ازیں کبھی ایک طریقہ اختیار کرنا اور کبھی اس کے برعکس دوسرا یہ نص قرآنی سے حرام ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

''وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ''(۲)

''چند راستوں پر نہ چلو ورنہ اس کے راستے سے ہٹ جاؤ گے۔''

اس آیت کریمہ میں ایک راستہ کو اختیار کرنے اور اسی کی اتباع کا حکم دیا گیا اور چند راستوں کی اتباع سے روکا گیا جس سے معلوم ہوا کہ چند راستوں کو اختیار کرنا بہ نص قرآنی حرام ہے۔

نیز ایک مذہب کے التزام کے بعد دوسرے مذہب کی طرف رجوع سے نقضِ عہد لازم آئے گا، اور اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے:

''وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا'' (بني اسرائیل:۳۴)

''وعدہ وفا کرو بے شک وعدے کے بارے میں سوال ہوگا۔''

نیز گزر چکا کہ ایک مذہب کی تقلید میں بڑی مصلحتیں ہیں اور مذہب معین کی تقلید نہ کرنے میں بڑے فسادات ہیں اور قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

''وَ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا''(۳)

''اور زمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد فساد مت کرو۔''

---

(۱) قرآن مجید، پ:۲۷، سورۃ النجم، آیت:۲۳.

(۲) قرآن مجید، پ:۸، سورۃ الأنعام، آیت:۱۵٤، ع: ٤.

(۳) قرآن مجید، سورۃ الاعراف، آیت:٥٦.

نیز فرمایا: ''لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ''(۱)

''قارون سے اس کی قوم نے کہا اور زمین میں فساد کی خواہش نہ کر کیوں کہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ایک مذہب کی تقلید میں خدا کی دوستی اور مذہب معین کی تقلید نہ کرنے میں خدائے پاک کی عداوت و دشمنی ہے۔

ان دلائل کے پیش نظر آج یہ واجب ہے کہ جو حنفی ہے وہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور جو شافعی ہے وہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور جو مالکی ہے وہ سیدنا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اور جو حنبلی ہے وہ سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جملہ فقہی مسائل میں تقلید کرے۔ امت کے کسی فرد کو ان کے علاوہ کسی مجتہد کی تقلید جائز نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ کچھ مسائل میں ایک کی تقلید اور کچھ مسائل میں دوسرے کی تقلید کرے کہ تلفیق ہے جو بالاجماع باطل اور حرام و گناہ ہے کہ یہ شریعت کی اتباع نہیں خواہش نفس کی اتباع ہے۔

عمل بالحدیث کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ: چاروں مذاہب حق ہیں اور سب دین متین کی شاخیں تو ایک ہی کی تقلید سے گویا دین کے چار حصوں میں سے ایک حصہ پر عمل ہوا بخلاف اس کے کہ کبھی کبھی ہر مذہب پر چلے کہ یوں سارے دین پر عمل ہو جائے گا حاصل یہ کہ چاروں اماموں کے مسائل لینے میں کل دین محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بخوبی عمل ہو سکتا ہے یہ سراسر دھوکا اور فریب ہے۔ امام اہل سنت، مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اس فریب کو کشا کرتے ہوئے اور سارے دین پر عمل کی حقیقت کو واشگاف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''**أقول: اولاً:** یہ مدہوش کا جنونی خیال ہے، جسے دربار شاہی تک چار سیدھے راستے معلوم ہوئے رعایا کو دیکھا کہ اُن کا ہر گروہ ایک راہ پر ہولیا اور اسی پر چلا جاتا ہے مگر ان حضرت نے اسے بے جا حرکت سمجھا کہ جب چاروں راستے یکساں ہیں تو وجہ کیا کہ ایک ہی کو اختیار کر لیجیے پکارتا رہا کہ صاحبو! ہر شخص چاروں راہ پر چلے مگر کسی نے نہ سنی ناچار آپ ہی تانا تننا شروع کیا کوس بھر شرقی راستہ چلا پھر اسے چھوڑا، جنوبی کو دوڑا پھر اس سے بھی منھ موڑا غربی کو پکڑا پھر اس سے بھاگ کر شمالی پر ہولیا ادھر سے پلٹ کر پھر شرقی پر آرہا تیلی کے سے بیل کو گھر ہی کوس پچاس۔ عقلاً پوچھ دیکھو اس کو مجنون کہیں گے یا صحیح الحواس؟ یہ مثال میری ایجاد نہیں بلکہ علمائے کرام واولیائے عظام کا ارشاد ہے اور ان سے امام علام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ الربانی نے ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں نقل فرمائی اور اس کے مشابہ دوسری مثال انگلیوں کے پوروں کو اپنے شیخ حضرت سیدی علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی۔ یہ امام ہمام وہ ہیں جن کی اسی کتاب مستطاب سے اسی مسئلۂ تقلید میں غیر مقلدان زمانہ کے معلم جدید میاں ''نذیر حسین'' دہلوی براہِ اغوا سند لائے اور اسی کتاب میں ان کی ہزار در ہزار قاہر تصریحوں سے کہ جہالاتِ

(۱) قرآن مجید، پ:۲۸، سورۃ القصص، آیت:۷۷.

طائفہ کا پورا علاج تھیں آنکھ بند کر گئے مگر کیا جائے شکایت کہ: "اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" اس نئے طائفہ کی پرانی خصلت جسے اس کی سیر دیکھنی منظور ہو بعض احباب فقیر کا رسالہ "سیف المصطفیٰ علی أديان الإفترا" مطالعہ کرلے۔

ثانیاً: کل دین متین پر ایسے عمل کا صحابہ و تابعین و سائر ائمہ مجتہدان دین کو بھی حکم تھا یا خدا اور رسول نے خاص آپ ہی کے واسطے رکھا؟ بر تقدیر اول ثبوت دو کہ وہ حضرات ہرگز اپنے مذہب پر قائم نہ رہتے بلکہ نماز و روزہ و تمام اعمال واحکام میں آج اپنے اجتہاد پر چلتے تو کل دوسرے۔ پرسوں تیسرے کے۔ بر تقدیر ثانی یہ اچھی دولت دین ہے جس سے تمام سرداران امت و پیشوایانِ ملت باز رہ کر محروم ہو گئے کیا اُن کے وقت میں یہ اختلاف مذاہب نہ تھا یا انھیں نہ معلوم تھا کہ ہم ناحق کل دین متین پر عمل چھوڑے بیٹھے ہیں۔

ثالثاً: اُف رے مغالطہ کل دین متین پر یک لخت عمل چھوڑنے کا نام سارے دین پر عمل کرنا رکھا۔ ع

بر عکس نہند نام زنگی کافور

بھلا مسائل اختلافیہ میں سب اقوال پر ایک وقت میں عمل تو محال عقلی، ہاں یوں ہو کہ مثلاً آج امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی کل نہ پڑھی مگر یہ کل دین متین کے خلاف ہوا۔ کیا امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقتدی کو قراءت بعض اوقات میں ناجائز تھی؟ حاشا بلکہ ہمیشہ امام شافعی کی رائے میں ماموم (مقتدی) پر فاتحہ احیاناً واجب تھی؟ حاشا بلکہ دواماً تو جو نہ دائماً تارک نہ دائماً عامل وہ قطعاً دونوں قول کا مخالف و نافی پُر ظاہر کہ ایجاب و سلب فعلی، سلب وایجاب دوامی دونوں کا دفع و منافی اب تو کھلا کہ تم رفض و خروج دونوں کے جامع کہ چاروں میں سے کسی کے معتقد نہ کسی کے تابع۔

رابعاً: جو امر ایک مذہب میں واجب دوسرے میں حرام مثلاً قراءتِ مقتدی تو عامل بالمذهبين في وقتين کو کیا حکم دیتے ہو؟ آیا اسے ہمیشہ (۱) اپنے حق میں حرام سمجھے یا ہمیشہ (۲) واجب یا وقت (۳) عمل واجب، وقتِ ترک حرام (۴) یا بالعکس یا جس (۵) وقت جو چاہے سمجھے (۶) یا کبھی کچھ نہ سمجھے یعنی واجب غیر واجب، حرام غیر حرام کچھ تصور نہ کرے یا مذاہبِ ائمہ یعنی واجب و حرام دونوں کے خلاف محض مباح جانے؟

شقین اولیں (پہلی دو شقوں) پر ٹھہرتا ہے کہ: حرام جان کر ارتکاب کیا یا واجب مان کر اجتناب۔

اور شق رابع پر دونوں پہ صریح اجازت قصد فسق و تعمُّد معصیت ہے۔

اور شق ثالث مثل رابع کھلم کھلا "يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا"،(۱) میں داخل ہونا کہ ایک ہی چیز کو آج واجب جان لیا کل حرام مان لیا پرسوں پھر واجب ٹھہرالیا، دین نہ ہوا کھیل ہوا یا کفار سوفسطائیہ عندیہ کا میل کہ جس چیز کو ہم جو اعتقاد کرلیں وہ نفس الامر میں ویسی ہی ہو جائے۔

---

(۱) التوبة، پ۱۰، آیت ۳۰

شق خامس پر یہ دونوں استحالے قائم کہ جب اجازتِ مطلقہ ہے تو "عَامًا شَهْرًا" در کنار "یحلّو نه اٰنًا و یحرِّمُو نه اٰنًا" لازم، اور نیز وقت عمل اعتقاد حرمت وقتِ ترکِ اعتقاد وجوب کی اجازت۔

رہی شق سادس وہ خود معقول نہیں بلکہ صریح قول بالتناقضین کہ آدمی جب عمل بالمذہبین جائز جانے گا قطعًا فعل وترک روا مانے گا اس کا حکم اور اس سے منع بے ہودہ ہے مع ہذا یہ شق بھی استحالۂ اولیٰ کے حصہ سے سلامت نہیں، اچھا حکم دیتے ہو کہ آدمی نماز میں ایک فعل کرے، مگر خبر دار یہ نہ سمجھے کہ خدا نے میرے لیے جائز کیا ہے لاجرم شق ہفتم رہے گی اور گُل وہی کھلے گا کہ کل دین متین کا خلاف یعنی محصّل جواز فعل وترک نکلا اور وہ وجوب وحرمت دونوں کے منافی۔

بالجملہ حضرات براہِ فریب ناحق چاروں مذہب کو حق جاننے کا ادعا کرتے اور اس دھوکے سے عوام بے چاروں کو بے قیدی کی طرف بلاتے ہیں ہاں یوں کہیں کہ: ائمۂ اہل سنت کے سب مذہبوں میں کچھ کچھ باتیں خلافِ دین محمدی ﷺ ہیں لہٰذا ان میں تنہا ایک پر عمل ناجائز وحرام بلکہ شرک ہے۔ لاجرم ہر ایک کے دینی مسئلے چن لیے جائیں اور بے دینی کے چھوڑ دیے جائیں۔ صاحبو! یہ تمھارا خاص دلی عقیدہ ہے جسے تمھارے عمائدِ طائفہ لکھ بھی چکے پھر ڈر کس کا ہے؟ یہ بلاد مدینہ طیبہ وبلد حرام نہیں، حجاز ومصر وروم وشام نہیں، زیر سلطنت سنت واسلام نہیں کھل کر کہو کہ: چاروں اماموں کے مذہب معاذ اللہ بے دینی ہیں آخر دین وخلاف دین کا مجموعہ ہرگز دین نہ ہوگا بلکہ یقینًا بے دینی والعیاذ باللہ رب العالمین۔ (۱)

مزید فرماتے ہیں:

"میاں نذیر حسین دہلوی اپنے فتویٰ مصدقہ مہری دستخطی میں (کہ ان کے زعم میں ردِّ تقلید تھا اور ''مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ'' اثباتِ تقلید) مع اخوان وذریات اہل خواتیم فرما چکے ہیں کہ:

"جیسے ائمۂ اربعہ کا قول ضلالت نہیں ہو سکتا ایسے ہی کسی مجتہد کا مذہب بدعت نہیں ٹھہر سکتا جو ایسا کہے وہ خبیث خود بدعتی اَحبار ورہبان پرست ہے۔"

بہت اچھا "چشم ما روشن دلِ ماشاد اب" یہ بھی حضرت سے دیکھ پوچھیے کہ ائمۂ اربعہ کے سوا کون کون مجتہد ہیں اسی فتویٰ میں تصریح کی کہ:

"امام الحرمین وحجۃ الاسلام غزالی وکیا ہراسی وابن سمعانی وغیرہم ائمہ محض انتساب میں شافعی تھے اور حقیقۃً مجتہد مطلق۔"

اور اسی میں لکھا:

(۱) الفضل الموہبی، ص:۳۷ تا ۴۰، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی.

”بے شک جو منصف مزاج ہے وہ ہرگز امام شعرانی کے منصبِ کامل اجتہاد میں کلام نہیں کر سکتا۔“

بہت بہتر، کاش! اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیتے کہ: کلام کرے یا ان اقراروں سے پھرے تو اسے مکہ معظّمہ میں ترکی پاشا کا حوالہ دیکھیے خود حضرت کے اقراروں سے ثابت ہو گیا کہ: ان پانچوں اماموں کا قول بھی ہرگز گمرہی نہیں ہو سکتا اور جو ان کے فرمان پر چلے اصلاً موردِ اعتراض نہیں جو اسے بدعتی کہے وہ خبیث خود بدعتی احبار و رہبان پرست ہے۔ اب حضرت سے کہیے: ذرا آنکھ کھول کر دیکھو غیر مقلدی بے چاری کا سویرا ہو گیا، ملاحظہ تو ہو کہ یہی امام مجتہد شعرانی انھیں چاروں امام مجتہد سے اپنی ”میزان“ مبارک میں کس زور شور سے وجوبِ تقلیدِ شخصی نقل فرماتے اور اسے مقبول ومسلّم رکھتے ہیں: حیث قال علیہ رحمۃ ذي الجلال:

”به صرّح إمام الحرمين وابن السمعاني والغزالي والكيّا هراسي وغيرهم وقالوا: لتلامذتهم يجب عليكم التقيُّد بمذهب إمامكم ولا عذرلكم عند الله تعالىٰ في العدول عنه.

”یعنی اسی کی تصریح کی امام الحرمین و ابن السمعانی و غزالی و کیاہراسی و غیرہم ائمہ نے اور اپنے شاگردوں سے فرمایا: ”تم پر واجب ہے کہ خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا اگر ان کے مذہب سے عدول کیا تو خدا کے حضور تمھارے لیے کوئی عذر نہ ہوگا۔“

اب ایمان سے کہنا وجوب تقلید شخصی کی حقانیت کس شد و مد سے ثابت ہوئی اور سارے غیر مقلدین کہ اسے بدعت وضلالت کہتے ہیں کیسے علانیہ خبیث، بدعتی، احبار و رہبان پرست ٹھہرے۔“ والحمد للہ رب العالمین وقیل بعدًا للقوم الظالمین۔“ واقعی سنت الٰہیہ ہے کہ گمراہوں پر خود انھیں کے قول سے حجت قائم فرماتا ہے:

ع ومنها علی بطلانها شواهد[۱]

فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان تقلید شخصی کے وجوب کے منکرین غیر مقلدین کے سارے دین پر عمل کا شدید محاسبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”غیر مقلد صاحبوں کے پرانے پیشوا داؤد ظاہری کے نزدیک تو جورو کی بیٹی حلال ہے جب کہ اپنے گود میں نہ پلی ہو یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفتِ جان سے فرمایا کہ: یہ نکاح باجماع ائمۂ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کر لے غیر مقلدہ بولی کہ: ہمارے مذہب کے مطابق تو ہوا ہے اس پر وہابی مولوی صاحب نے بکمالِ شفقت فرمایا کہ: بیٹی ایک ہی مذہب پر جمنا نہ چاہیے اس میں شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کہ ساری شریعت پر عمل حاصل ہو۔ غیر مقلدہ بولی کہ: اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں وہ اس وقت

(۱) الفضل الموهبي، ص:۴۰، ۱۴، ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی.

کہاں؟ کہا: اے نادان لڑکی! مذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں، میں اور تو اس پر عمل کر کے نکاح کر لیں پھر بعد کو اعلان کر دیں گے۔ چنانچہ یہ دوسرا نکاح ہو گیا۔ دو پہر کو تیسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاحی ہے ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا حدیث میں ایسیوں کو زانیہ فرمایا میں دو گواہ لے کر آیا ہوں مجھ سے نکاح کر لے اس نے کہا: اس وقت میرا ولی موجود نہیں، وہابی مولوی صاحب نے فرمایا: بیٹی تو نہیں جانتی ہے کہ حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں ہم اس وقت مذہب حنفی کا اتباع کرتے ہیں اُس پارسا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا لہٰذا یہ تیسرا نکاح کر لیا۔ تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آدھمکے کہ بیٹی! تو اب بھی بے شوہر ہے حدیث فرماتی ہے کہ: بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت ائمہ کا ہے میں تیرے ولی کو لے آتا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے اس نے کہا: تم میرے کفو نہیں، نسب میں گھٹ کر ہو کہا: تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے اُسے تو پوری شریعت پر چلنا غرض چوتھا نکاح ان سے کیا۔ نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے پانچویں غیر مقلد صاحب بڑی تزک سے چمکے کہ بیٹی تو اب بھی کواری ہے ہمارے بڑے گرو ابن عبد الوہاب نجدی و ابن القیم و ابن تیمیہ صاحبان سب حنبلی تھے حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیسرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلدہ سجدۂ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں مذہب کی پیروی دے کر ساری شریعت پر عمل کرا دیا یہ کہہ کر پانچویں بار ان سے نکاح کر لیا۔

اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جورو ہے یا پانچوں کی؟ اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا حدیث صحیح نے مجبور کیا ہے؟ وہ کیوں نہیں مذاہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسروں کے لیے غیر محصنہ اور ہر ایک اپنی جورو نہیں سمجھ سکتے؟ اور وہ بے چاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے روکی جا رہی ہے؟ اور اگر ہاں اجازت ہے کہ لا مذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اسے جورو جانیں اور وہ پارسا نازنین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری، مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی پانچوں مذہب پر عمل کرتی کراتی رہے تو ہم کیا عرض کریں مگر اپنے ہی ہم مذہب کی بنائی ہوئی کتھا کا وہ مستزاد یاد کر لیجیے کہ۔

دروپدی رانی مہابھوانی ارجن جی کی ناری | پانچوں پنڈے تنکو بھوگیں اپنی اپنی باری

کہو یہ کون دھرم ہے؟ ''وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''[1]

عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنے والے غیر مقلدین اگر سارے دین پر عمل کے دعویٰ میں سچے ہیں تو بتائیں کہ یہاں سارے دین پر عمل کرتے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ جب کسی ایک مسئلہ میں چاروں اماموں کی رائیں مختلف

---

(۱) الفضل الموهبي، ص:۴۳ تا ۴۵، ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی.

ہیں تو ایک مسئلہ میں کسی ایک امام کی رائے یا ان کا مشرب لے لینے سے سارے دین پر کیسے عمل ہو جاتا ہے ؟ کیا عمل بالحدیث اور سارے دین پر عمل یہی ہے کہ اپنی خواہش نفس کے مطابق ہر ہر امام سے ایک مسئلہ لے لیا جائے اور جہاں خواہشِ نفس کے مطابق نہ ملے من مانی اجتہاد کیا جائے ؟ آتا جاتا خاک نہیں اور اجتہاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے اجتہاد کے لیے جو علوم درکار ہیں کیا تمھاری پوری برادری میں کسی کے پاس ہے اگر تمھاری برادری میں کسی کے اندر یہ صلاحیت ہوتی تو اجتہاد و استخراج کو چھوڑ کر اخذ و سرقہ سے کام نہ لیا جاتا بلکہ مجتہدین کی شان وصفت یہ ہوتی ہے کہ اس کی اجتہادی قوت جس نتیجہ پر پہنچتی ہے اسے اپنا مذہب قرار دیتا ہے نہ کہ اخذ و سرقہ سے کام لیتا ہے تمھارے سب سے بڑے محدث، علامۃ الدہر، مجتہد العصر میاں نذیر حسین دہلوی کی حدیث دانی امام احمد رضا قدس سرہ نے صرف ایک ہی مسئلہ میں اس طرح چاک فرمائی کہ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے جب صرف ایک مسئلہ میں مجتہد العصر کا یہ حال ہے تو دوسرے نام نہاد مجتہدوں کا کیا حال ہوگا اس کے لیے علمائے اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کریں حقیقت خود بخود کشا ہو جائے گی کہ تقلید ائمہ کے یہ دشمن محض جاہل مطلق ہیں ان میں اجتہاد کی صلاحیت قطعاً نہیں ہوتی اگر ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک امام معین کی تقلید شرک و بدعت وضلالت ہے تو امام الحرمین ابن السمعانی کیا ہراسی وغیرہم کے بارے میں تمھارے امام معتمد میاں نذیر حسین دہلوی نے یہ لکھا کہ: محض انتساب میں شافعی تھے اور حقیقۃً مجتہد مطلق“ انھوں اپنے شاگردوں سے یہ فرمایا کہ:

”يجب عليكم التقيد بمذهب إمامكم ولا عذر لكم عند الله تعالىٰ في العدول عنه.“

”تم پر اپنے امام معین کے مذہب کا پابند رہنا واجب ہے اور اس سے عدول کرنے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمھارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔“

کیا انھوں نے تقلید شخصی کے وجوب کی تاکید و تعلیم فرما کر شرک و بدعت کی تاکید و تعلیم فرمائی ؟ نیز امام شعرانی نے اپنی کتاب ”میزان الشريعة الكبرىٰ“ میں اسے نقل فرمایا اور اسے مقبول و مسلم رکھا کیا انھوں نے ایک شرک کو نقل فرمایا اور اسے مقبول و مسلم رکھا ؟

پھر جب حضرت ہذیل بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جسے امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا جس میں یہ ہے کہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کی بھی ان کو خبر دی تو آپ نے دوسرے طریقہ سے فتویٰ دیا پھر آپ کے فتویٰ کی خبر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا:

”لا تسألوني مادام هذا الحبر فيكم“

”جب تک یہ عالم متبحر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے نہ پوچھنا۔“

کیا اس حدیث پاک میں تقلید شخصی کے وجوب کی تاکید شدید نہیں ہے؟ کیا آپ نے یہ نہ فرمایا کہ: جب تک یہ عالم متبحر تمھارے درمیان جلوہ آرا ہیں میری طرف رجوع نہ کرنا بلکہ صرف انھیں کی طرف رجوع کرنا اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا، انھیں کو مقلد بنانا، انھیں کا مقلد رہنا۔

نبی پاک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو کیا اہل یمن کو ان کے فیصل کردہ مسائل کی تقلید واتباع کو لازم نہ فرمایا کہ قاضی کو ولایت الزام حاصل ہے؟ کیا آپ نے اہلِ یمن کو ان کی طرف رجوع پھر تقلید وعمل کی دعوت دے کر شرک وبدعت کی دعوت بخشی؟

اس سے یہ روشن ہوا کہ تقلید انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے تقلید کے بغیر انسانی زندگی کا کارواں آگے نہیں بڑھ سکتا جس طرح دنیاوی امور میں انسان کو تقلید سے چارۂ کار نہیں اسی طرح دینی امور میں بھی تقلید سے مفر نہیں تقلید کی فرضیت اور اس کا وجوب ایسا قطعی ہے کہ منکرین تقلید کے پیشوائے اعظم میاں نذیر حسین دہلوی کو بھی "معیار" میں یہ لکھنا پڑا:

"سو جو کوئی اہل ایسے ذکر کا ہوگا عموماً خواہ کوئی ہو اس کا اتباع وقت لاعلمی واجب ہوگا۔"

حاصل یہ ہے کہ آج بھی اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے مگر اجتہاد کے لیے جن شرطوں کی ضرورت ہے آج وہ کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں آج اگر کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس لیے اس زمانہ میں ہر خاص وعام، عالم وغیر عالم سب پر تقلید شخصی واجب ہے وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ چاروں مشہور اماموں میں سے کسی ایک معین امام کی، اس لیے کہ صرف انھیں کے مذاہب لائق اعتماد اور قابل عمل ہیں ان کے علاوہ کسی اور امام کی تقلید ممنوع ہے اس لیے کہ ان کے مذاہب اتنی احتیاط اور جامعیت کے ساتھ موجود نہیں کہ ان کی اتباع کی جائے ان مذاہب اربعہ سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے اس لیے کہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت ان چاروں مذاہب میں منحصر ہوگیا، امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا، عامۂ اہل سنت واصحاب ہدی غائیہ تقلید ائمۂ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت ان چاروں مذاہب میں منحصر ہوگیا جیسا کہ اس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری۔" (۱)

نیز فرماتے ہیں:

"مذاہب اربعہ اہل سنت سب رشد وہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے عمر بھر اسی کا پیرو رہے کبھی

---

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۶، ص:۷۰۵، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

کسی مسئلے میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے اس پر شرعاً کوئی الزام نہیں، ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے، تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ، ضالین، متبع غیر سبیل المومنین ہیں۔"[1]

بعض لوگ اس مقام پر یہ شبہہ وارد کرتے ہیں کہ تقلید شخصی خلاف دین ہے، اس لیے کہ حدیث پاک میں ہے: "الدین یسر" دین آسان ہے اور کسی ایک معین امام کے مذہب کی پابندی میں دشواری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: دین کے آسان ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ: اس میں نفس کو کوئی پریشانی اور دشواری نہیں ورنہ آیت کریمہ: ''اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ''[2] (اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری میری طرف جھکتے ہیں) کا کیا معنیٰ ہے؟ کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی؟ کیا سردیوں کے وضو میں نفس ک مشقت نہیں ہوتی؟ کیا بحالتِ سفر نماز میں مشقت نہیں؟ بلکہ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ: دین میں کوئی ایسا حکم نہیں جو انسانی طاقت و قوت سے باہر ہو جیسا کہ خود اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے: ''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' (اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر)[3]

جب اللہ رب العزت نے بندہ کو اس کی طاقت و قوت کے اعتبار سے تکلیف بخشی ہے تو بندہ پر ایسا بار نہ ڈالا جس کی اس میں طاقت و قوت نہ ہو جس کے سبب وہ مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو تو بندہ کے لیے اس اعتبار سے دین میں آسانی ہے نہ کہ دشواری جیسا کہ اس دشواری کا ذکر قرآنِ کریم کی اس آیت پاک میں ہے:

''وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا'' (اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا)[4]

جب دین کی آسانی کا معنیٰ یہ ہے تو مطلق دشواری مراد لے کر تقلید شخصی کو خلافِ دین کہنا سراسر دیانت کے خلاف ہے۔ ☆☆☆

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، ج:۱۱، ص:۳۱۱، اطائب الصیّب علی أرض الطیّب، رضا اکیڈمی، ممبئی.

(۲) پ:۱،آیت:٤٥

(۳) پ:۳،البقرہ،آیت ٢٨٦

(۴) پ:۳،البقرہ،آیت ٢٨٦.

محدثین اور تقلید ائمہ

مولانا ابو حذیفہ مصباحی، بانی وسربراہ تحریک نہج الاسلام، شیب پور، ہوڑہ

قرآن مجید کو لفظ بہ لفظ یاد کر لینا تو ممکن ہے مگر احادیث کریمہ کو لفظاً حفظ کر لینا، یہ واقعی ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اسی وجہ سے تاریخ اسلام میں قرآن کریم کے حفاظ تو کثرت کے ساتھ مل جائیں گے اور اکثر حفاظ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہمیں پورا قرآن لفظ بہ لفظ یاد ہے، مگر کوئی ایسا محدث نہیں ملے گا جس نے یہ کہا ہو کہ رسول اکرم ﷺ کی ساری حدیثیں مجھے یاد ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کثیر الاحادیث، متوسط الاحادیث اور قلیل الاحادیث کے محدثین افق اسلام پر زہرہ جبیں ہیں۔

محدثین میں ہم دو طبقات کرتے ہیں: پہلا طبقہ وہ ہے کہ جس نے ہر طرح کی حدیثوں کو جمع کیا، وہ عام محدث کہلائے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جس نے حدیثوں میں ان حدیثوں کو جوہری کی طرح چھانٹ چھانٹ کر الگ کیا جن سے انسان کی عملی زندگی میں چار چاند لگے۔ غالباً انہی احادیث کو احادیث فقہیہ کہتے ہیں جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ یہ حدیثیں عمومی طور پہ محدثین کو یاد ہوتی ہیں مگر ان سے استنباط مسائل ناپید ہوتے ہیں کیوں کہ وہ احادیث کے مجموعہ کو محفوظ تو رکھتے ہیں۔ مگر استنباط مسائل کے اصول وضوابط اور اس کے قرائن وقیاس سے دور ہوتے ہیں جس کی بنیاد پر وہ میڈیکل تاجر ضرور ہوئے مگر تعین دوا کے لیے کسی کیمسٹ کی ضرورت ضرور پڑے گی جو اسٹاک مال سے مریض کے لیے دوا کی تعین کر سکے۔

لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ جو محدث ہوتے ہیں وہ احادیث کا ذخیرہ رکھتے ہیں۔ اور جو فقیہ ہوتے ہیں وہ احادیث کے ذخیرہ کے ساتھ اس کی تشخیص وتعیین یعنی استنباط مسائل کا ہنر بھی رکھتے ہیں کیوں کہ قرآن وحدیث کا ذخیرہ انسانی زندگی کے جملہ معاملات کی طرف نشاندہی کرتا ہے خواہ وہ حیات انسانی کا عملی پہلو ہو یا اعتقادی، علمی پہلو ہو یا فکری، روحانی پہلو ہو یا مادی وجسمانی، عائلی وخاندانی پہلو ہو یا سماجی ومعاشرتی، سیاسی پہلو ہو یا سائنسی، ثقافتی پہلو ہو یا معاشی، حکومت وسلطنت کی تاسیس ہو یا ادارہ جات وتنظیمات کی تشکیل، مختلف طبقات نسل انسانی کے نزاعات ہوں یا معاہدات، اقوام عالم کے باہمی تعلقات ہوں یا ملکی سطح کی صنعت وحرفت، الغرض حیات انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو

قرآن وحدیث کی رہنمائی سے یکسر خالی ہو۔

ایسی صورت میں جب کہ قرآن وسنت کا وافر ذخیرہ ہمارے درمیان موجود ہو مگر ان کی ادق عبارات کا مفہوم کلی یا جزئی بالائے سر ہو تو کیا کریں؟ تو ہم کہیں گے ایسی ہی صورت متجسسہ ومدقتہ کے لیے اللہ رب العزت نے ہمارے درمیان علمائے فقہ کو وجود بخشا اور علم فقہ واصول فقہ کا نہایت وسیع وکشادہ میدان کھولا جس میں بیٹھ کر بڑی آسانی کے ساتھ اپنی زندگی کے ادق سے ادق مسائل کا حل جان لیں۔ کیوں کہ ہر انسان میں وہ عالی ہمتی، بلند فکری اور صلاحیت وقابلیت موجود نہیں کہ قرآن وحدیث کے ہر حکم پر براہ راست چل سکے اور ان سے رہنمائی حاصل کر سکے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں بعض مقامات ایسے ہیں جن کی مراد عبارۃ النص سے معلوم ہو جاتی ہے اور کہیں اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے ان کی حقیقت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ کہیں صریح ہے کہیں کنایہ، کہیں ظاہر ہے کہیں خفی، کہیں مجمل ہے کہیں مفصل، کہیں مطلق ہے کہیں مقید، کہیں خاص ہے کہیں عام، کہیں ناسخ حدیث وآیت ہوتی ہے تو کہیں منسوخ، کہیں امر، فرض ووجوب کے لیے آتا ہے تو کہیں استحباب کے لیے، کہیں آیات واحادیث نہی ہوتی ہیں تو کہیں امر، کہیں حرام ومکروہ تحریمی کے لیے آتی ہیں، کہیں صرف خلاف اولیٰ کے لیے، لہٰذا ایسی صورت میں ایک عام مسلمان چاہ کر بھی عمل نہیں کر سکتا کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ جس نص کو آپ مطلق جان کر اس پر عمل کر رہے ہوں وہ مقید ہو یا بالعکس وغیرہ۔ تو قرآن وحدیث سے احکام ومسائل مستنبط کرنے کے لیے کامل معرفت کی اشد ضرورت ہوئی اور یہ اُسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ کوئی "علم فقہ" کا ماہر ہو جائے۔

لہٰذا احکام حدیث وقرآن سمجھنے اور سمجھانے کے لیے علم فقہ کا حصول متعیّن ہوا۔ اور اس کے حاصل کرنے والے پر یہ فرض ہوا کہ وہ قرآن وحدیث کا ذخیرہ خوب اچھی طرح کھنگال کر امت مسلمہ کی رہنمائی کرے، اور اسی کو شریعت اسلامیہ اپنی اصطلاح خاص میں مجتہد وفقیہ کہتی ہے۔

ابتدائی ادوار میں مجتہدین بہت ہوئے مگر اللہ نے یہ فخر وامتیاز حضرات ائمہ اربعہ یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عطا فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کے مذہب کے جزئیات اور اصول اس انداز میں مدوّن ہوئے کہ جو شخص دین کے کسی مسئلہ میں رہنمائی چاہے اس کو ان مذاہب میں رہنمائی مل سکتی ہے۔ چناں چہ جب تقلید کا مسئلہ سامنے آیا تو پوری امت اس بات پر متفق ہو گئی کہ جامعیت اور تدوین کے اعتبار سے حضرات ائمہ اربعہ کے مذاہب سے زیادہ کوئی مسلک اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے چوتھی صدی ہجری میں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی تقلید نہیں کی جائے گی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"ان هذه المذ اهب الاربعة المد ونة المحررة قد اجتمعت الامة أو من يعتد منها على

جوازتقليد ها الى يومنا هذا. وفى ذالك من المصالح مالا يخفى لا سيما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جدا فاشربت النفوس الهوى واعجب كل ذى راى برايه".

(حجة الله البالغة)

یعنی مذاہب اربعہ جن کو ائمہ نے مدون ومرتب کیا ہے، ان کی تقلید پر آج تک امت کے معتبر افراد کا اتفاق چلا آرہا ہے اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ خاص کر اس زمانہ میں جب کہ لوگ کوتاہ ہمتی کے ساتھ ساتھ خواہش نفس کے غلام ہو چکے ہیں۔ اور اپنی ہی رائے کو سب سے اچھا سمجھنے کا دور ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجا من السواد الاعظم ".(عقد الجيد)

یعنی اور جب ان چار مذاہب کے علاوہ اور مذاہب کالعدم ہو گئے تو اب انہی کا اتباع، اتباع سواد اعظم کہلائے گا اور ان چاروں مذاہب سے نکل کر کوئی اور مذہب کی پیروی کرے تو وہ سواد اعظم سے خارج مانا جائے گا۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

"ان الاجماع انعقد على عدم العمل بمذ هب مخالف الأربعة لانضباط مذاهبهم وانتشارها وكثرة اتباعهم ."(الاشباه والنظائر)

یعنی ائمہ اربعہ کے خلاف رائے اپنانے کے ممنوع ہونے پر اجماع منعقد ہے اس لیے کہ ان چاروں کے مذاہب ہی مدون ہیں اور عوام وخواص میں مشہور ہیں اور ان کے پیروکاروں کی کثرت ہے۔

لہٰذا قضا وافتا میں مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی بھی امام کی پیروی ممنوع قرار دی جائے گی اس لیے کہ یہ چاروں مذاہب دنیا کے اندر مشہور ومعروف ہو چکے ہیں اور ان کے فتاویٰ اور مستنبط ومستخرج مسائل سے سواد اعظم مطمئن ہی نہیں بلکہ اس کی تقلید کو واجب گردانتے ہیں جو چاروں مذاہب کی حقانیت کے لیے کافی ہے۔ حتی کہ ان کے مطلق احکامات کی قیدیں اور عام امور کی تخصیص بھی عوام الناس کے درمیان شائع ہے۔ ان کے برخلاف دیگر مذہبوں کی اس طرح وضاحت نہیں ہو سکی جب کہ مذاہب اربعہ کی تحقیق وتدوین ہوگئی اور امت مسلمہ کے لیے راہ خیر ثابت ہو گئی تو واجب ہو گیا کہ امت کا ہر فرد ان میں سے ایک ہی پر عمل کرے تاکہ وہ صحیح راستے پر چل سکے۔ تدوین مذاہب کے بعد محدثین ہوں یا علمائے فقہ واصول ہر ایک بحیثیت مقلد کسی ایک امام کی تقلید کرے۔

آئیے یہاں سے علم الحدیث اور محدثین کی راہیں دیکھتے ہیں:

حدیث کی تعریف کرتے ہوئے امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی اپنی تصنیف "فتح المغیث بشرح

الفیۃ الحدیث" میں رقم طراز ہیں:

"ماضیف الی النبی ﷺ قولا أوفعلاو تقریراو صفة حتی الحرکات والسکنات فی الیقظة والمنام". (فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث)

یعنی جس قول، فعل، تقریر اور صفت یہاں تک کہ سونے اور جاگنے کی حرکات وسکنات کی نسبت اور اضافت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف ہووہ حدیث ہے۔

اس تعریف کے اعتبار سے مندرجہ ذیل پانچ امور علم الحدیث میں شامل ہوئے:

(۱) نبی اکرم ﷺ کے ارشادات واقوال۔

(۲) نبی اکرم ﷺ کے افعال وکردار۔

(۳) نبی اکرم ﷺ کا کسی صحابی کے عمل پر سکوت۔

(۴) نبی اکرم ﷺ کی صفاتِ خِلقیہ اور صفات خُلقیہ۔

(۵) نبی اکرم ﷺ کے دیگر احوال۔

ان کے علاوہ وہ دو مشہور قسمیں ہیں جن کو عموماً محدثین نے بیان کیا ہے:

(۱) روایۃ الحدیث: جس کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابو الفضل الورّاقی الجیزاوی نے اپنی کتاب "الطراز الحدیث فی فن مصطلح الحدیث" میں لکھتے ہیں:

"ھو علم یشتمل علی اقوال النبی ﷺ وافعاله ،وتقریراته، وصفاته، وروایته ، وضبطه، وتحریر الفاظه ، وموضوعه : ذات الرسول ﷺ من حیث انه رسول ﷺ وغایته: الفوز بسعادة الدارین ". (الطراز الحدیث فی فن مصطلح الحدیث)

یعنی وہ علم جو حضور ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، صفات اور ان کو روایت کرنے، ان کے ضبط اور ان کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہو علم الحدیث بالروایت کہلاتا ہے۔ **اس کا موضوع:** حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ بحیثیت رسول ﷺ ہے۔ **اس کا مقصد:** دنیاوی اور اخروی سعادت کا حصول ہے۔

(۲) درایۃ الحدیث: جس کی تعریف امام محمد بن ابراہیم انصاری نے کی ہے جس کو امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "تدریب الراوی" میں اس طرح نقل کیا ہے:

"علم یعرف منه حقیقة الروایة ،وشروطها ،وانواعها ،واحکامها ،وحال الرواة، و شروطهم، و اصناف المرویات ،ومایتعلق بها".(تدریب الراوی)

یعنی وہ علم جس سے روایت حدیث کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی انواع، اس کے احکام، رواۃ کے حال اور

ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت حاصل ہو علم الحدیث بالدرایۃ کہلاتا ہے۔

یہاں پر علم الحدیث اور فقہ الحدیث کی باریکی اور فرق مشاہدہ کریں کہ: علم الحدیث ، روایۃ الحدیث اور رُواۃ الحدیث کے احوال پر بحث کرتا ہے۔ جب کہ فقہ الحدیث .... الفاظ الحدیث، معانی الحدیث اور حدیث میں اختیار کردہ مختلف اسالیب پر غور وفکر کرنے کا نام ہے۔ غالبا اکثر محدثین نے دونوں علموں کے درمیان یہی فرق رکھا ہے۔ جن میں امام بخاری ومسلم کے شیخ، امام علی بن عبداللہ المعروف ابن مدینی، امام ابو عیسیٰ ترمذی وغیرہ جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔

احادیث جمع کرنے والے تمام جلیل القدر محدثین مقلد تھے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی، اور امام بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب محدثین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے تھے۔

محدث یحییٰ بن معین ، یحییٰ بن سعید قطان، ابن جراح، امام طحاوی، امام زیلعی، یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہم، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے تھے اور انھی کی پیروی وتقلید کرتے تھے۔ امام فخر الدین رازی، امام غزالی، امام رومی، یہ سب عظیم الشان ائمہ مقلد تھے۔ (فتنۂ اہل حدیث، امام ابو حنیفہ)

حضرت امام قدوری علیہ الرحمۃ: یہ پورے ملک عراق میں علمائے احناف کے مسلم الثبوت امام تھے اور علم فقہ وحدیث میں اپنے دور میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم الحدیث میں اس قدر نامور شیخ الحدیث تھے کہ ان کی درسگاہ میں خطیب بغدادی جیسے لوگ زانوے تلمذ تہ کرتے۔ آپ کی گراں قدر تصنیفات میں ”مختصر القدوری“ بہت اہمیت کی حامل ہے جس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکثر مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔

(اسماے رجال الحدیث)

حضرت امام مکی بن ابراہیم بلخی علیہ الرحمۃ: یہ بلخ کے رہنے والے اور بہت بڑے امام فقہ وحدیث ہیں اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو امام وشیخ خراسان لکھا اور امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام ذہلی جیسے اماموں نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ امام بخاری نے بیشتر ثلاثی حدیثوں کو انھی سے روایت کیا ہے۔ (ایضا)

حضرت معلی بن منصور رازی: یہ فقہاے حنفیہ میں نہایت بلند وبالا مرتبہ کے امام حدیث ہیں اور قاضی امام ابو یوسف وامام محمد کے مایہ ناز قابل رشک شاگرد ہیں۔ امام بخاری نے بھی ان سے کچھ حدیثوں کی سماعت کی ہے ، حافظ ذہبی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ علم کے بھرے برتنوں میں سے تھے۔ (ایضا)

حضرت یزید بن ہارون واسطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے ذی مرتبت شاگردوں میں سے ہیں۔ علی بن مدینی نے لکھا کہ میں نے یزید بن ہارون سے زیادہ کسی کو حفظ حدیث میں کامل نہیں پایا۔ حافظ

ذہبی نے ان کو حافظ و مقتدیٰ و شیخ الاسلام وغیرہ کے القاب سے یاد کیا۔ یحییٰ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ ان کے درس حدیث میں ستر ستر ہزار آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا۔ (ایضا)

حضرت یوسف بن یحییٰ مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: جو امام بویطی سے مشہور ہیں، یہ حضرت امام شافعی کے مقلد اور ان کے خاص شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں ربیع بن سلیمان مرادی، ابو الولید بن ابی الجارود مکی اور احمد بن منصور ماوی مشہور محدثین ہیں۔ (ایضا)

یہ جتنے مذکور ہوئے سب کے سب کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے اور کسی نہ کسی کے مدون راستہ کے راہی تھے۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ مقلد بن کر رہنے میں ہی ہماری عافیت اور بزرگوں کی سنت اور یہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی ہے۔ پس جس میں رب راضی اس میں سب راضی۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل ائمہ کرام نے بھی تقلید کا پٹہ باندھ کر ہی امامت فرمائی، جن میں:

(۱) امام فضل بن دُکین (۲) امام ابو حامد حضرمی (۳) امام علی بن محمد بن کاس نخعی

(۳) امام محمد بن عمر بن جعابی (۴) امام ابو نعیم اصبہانی (۵) امام حسین بن علی صمیری

(۶) امام احمد بن حسین بیہقی (۷) امام ابن عبد البر (۸) امام ابو معشر عبد الکریم شافعی

(۹) امام موفق بن احمد مکی (۱۰) امام سبط بن جوزی (۱۱) امام خوارزمی

(۱۲) امام عبد القادر بن ابی الوفا قرشی (۱۳) امام ابن حجر مکی (۱۴) امام ابن عماد حنبلی

(۱۵) امام ابن بزاز کردری (۱۶) امام شمس الدین محمد بن محمد جزری

(۱۷) امام صفوان بن سلیم (۱۸) امام صابونی (۱۹) امام ضحاک بن مخلد بصری

(۲۰) امام ابراہیم بن طہمان (۲۱) امام ابن الہیثم (۲۲) امام ابو اسحاق ہروی

(۲۳) امام ابو ذرعہ (۲۴) امام ابو قلابہ (۲۵) امام ابن نجید

(۲۶) امام ابو بکر جصاص (۲۷) امام ابن جمیع (۲۸) امام ابو موسیٰ مدینی

(۲۹) امام تقی الدین بن دقیق العید (یہ مالکی، شافعی دونوں مذہبوں کے پیشوا ہیں)۔

(۳۰) امام حاکم شہید (۳۱) امام قاضی عیاض (۳۲) امام قرطبی

(۳۳) امام واسطی (۳۴) امام ابو بکر شیرازی (۳۵) امام عجلونی

(۳۶) امام ابن قانع (۳۷) امام علی بن حسام الدین المہندی

(۳۸) امام دیلمی (۳۹) امام بغوی (۴۰) امام مناوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ائمہ اربعہ علم فقہ واصول کے ساتھ علم الحدیث کے بھی جامع تھے۔ یہ ائمہ جہاں فقہ کے امام تھے وہیں جلیل

القدر محدث بھی تھے۔محققین نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخذ علم حدیث اور شغف حدیث پر عمدہ کتابیں لکھی ہیں۔دل چسپ بات یہ ہے کہ خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر محدثین کے شیخ ہیں۔جن میں ائمہ صحاح بھی واسطہ سے امام کے تلمیذ ٹھہرے۔امام اعظم، عبداللہ بن مبارک کے واسطہ سے ائمہ صحاح کے شیخ ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ اور تلامذۂ امام اعظم کے نام کتب رجال الحدیث کے حوالوں کے ساتھ درج کرتا ہوں:

یزید بن زریع، (تهذیب الکمال)، هشیم بن بشیر (تهذیب التهذیب)، عباد بن عوام (التاریخ الکبیر)، وکیع بن جراح (تاریخ بغداد)، یزید بن هارون (تهذیب التهذیب)، عبدالرزاق بن همام (طبقات الحفاظ)، مکی بن ابراهیم (طبقات الحفاظ)، فضل بن دکین (تهذیب الکمال).

ان محدثین کے واسطہ سے بھی امام اعظم ائمہ صحاح کے شیخ ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائمہ مجتہدین کے سرخیل ہیں اور اس عظیم المرتبت جماعت کے سب سے نمایاں فرد ہیں۔جن کی ثقاہت ،عدالت اور امامت پر پوری دنیا کے علما و مشائخ کا اجماع ہے۔امام اعظم تمام فقہا و محدثین کے بالواسطہ یا بلاواسطہ استاذ ہیں اور یہ تمام افراد، آپ کے شاگرد ہیں۔چناں چہ امام شافعی حضرت امام محمد کے سوتیلے بیٹے اور ان کے شاگرد ہیں۔ایسے ہی امام مالک نے حضرت امام اعظم کی تصنیفات سے فیض حاصل کیا۔نیز امام بخاری علیہ الرحمہ، محدثین کے استاذ ہیں اور امام بخاری کے اکثر اساتذہ وشیوخ حنفی المسلک ہیں۔گویا آسمان علم کے سورج امام اعظم ابو حنیفہ ہیں اور باقی محدثین وفقہا تارے۔

☆☆☆☆

امام اعظم پر الزام قیاس کا تنقیدی جائزہ

مولانا عبد المالک مصباحی ایم ،اے۔ چیف ایڈیٹر سہ ماہی فیضان مخدوم اشرف، رانچی (جھارکھنڈ)

زمین کے مخملی فرش پر آمد و رفت کرنے والوں کا یہ عام وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی عظیم شخصیت خلوص وللّٰہیت کی قندیل فروزاں، علم وعمل کی قوت بیکراں اور زہد و ورع کی شمع تابندہ بن کر اپنی ضیا بار کرنوں سے ساکنان عالم کے اذہان وقلوب کو منور و مجلی کرتی ہے تو ایسے مرد مومن کا ہر ذی شعور اور بالغ نظر انسان قلب شاداں اور دل فرحاں سے خیر مقدم کرتا ہے۔ اس کے وجود مسعود کو رحمت باری سمجھ کر قلب و جگر کی اتھاہ گہرائیوں میں اس کی عقیدت و محبت کا ایسا قصر عالیشان تعمیر کرتا ہے جس کے تابندہ نقوش آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ایسے افراد کی بھی کمی نہیں رہی جو ہر دور اور ہر زمانے میں ”ہم چنیں دیگرے نیست“ کا بھی نعرہ لگاتے رہے اور اپنے ہم نواؤں کی ایک خوشامد پسندانہ ٹیم بنا کر اپنی کلاہ افتخار میں چار چاند لگانے ہی میں پوری طاقت وقوت صرف کرتے رہے اور اسی کو اپنی کامیابی و کامرانی کی معراج سمجھتے رہے۔

سراج الامہ، کاشف الغمہ حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) جب اپنی جلالت علمی کے ساتھ آفتاب و ماہتاب بن کر افق عالم پر رونما ہوئے تو لاکھوں عقیدت مند وارادت کیش، پروانوں کی طرح ان کے ارد گرد منڈلانے لگے اور ان کی پر وقار علمی شخصیت سے اپنے نہاں خانہ دل کو شاد و آباد کرنے لگے، مگر اسی کے ساتھ تاریخ نے کچھ ایسے افراد بھی اپنے دامن میں محفوظ رکھے ہیں جو اپنی کھوکھلی عزت وعظمت اور سیادت وقیادت kwسبوتاژ ہوتا دیکھ کر خواہ مخواہ ہی ان کے درپئے آزار ہو گئے اور جب کوئی انسان اس منزل تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کے سامنے حقائق و معارف اور صداقت و معرفت کے تمام دروازے مسدود ہو جاتے ہیں، نتیجۃً وہ الزام تراشی اور افترا پردازی اور کذب بیانی کو کمال فن سمجھ بیٹھتا ہے اور اسی پر اپنی پوری توانائی صرف کر کے دیدہ و دانستہ اس کے خلاف ماحول بنانے اور اپنی پگڑی بچانے میں لگ جاتا ہے۔

ایسے افراد نے جس میدان میں قدم رکھا اگرچہ اس میں خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی مگر ان کی سعی پیہم و جہد مسلسل کو بالکل بے سود بھی نہیں کہا جا سکتا؛ کیوں کہ ان کی شاطرانہ باتیں کم از کم ان لوگوں کو تو اپنے دام

تزویر میں لے ہی آئی جو سادہ لوح، صاف ذہن رہے ہیں اور جن کی نظروں میں گہرائی و گیرائی نہیں ہوتی، ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں وہی لوگ گرفتار رہے جنھوں نے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس کے برخلاف جو لوگ تعصب اور تنگ نظری کی عینک اتار کر تلاش و جستجو کی دنیا میں قدم رنجہ ہوئے ان کے سامنے حقیقت کے رخ سے نقاب کشائی ہوئی، اتہام و عناد کا پردہ چاک ہوا اور اصلیت و واقعیت کی زریں شعاعیں قلب و جگر کی دنیا کو جگمگاتی چلی گئیں۔

وہ حضرات جن کی آنکھوں پر تعصب و عناد اور بغض و حسد کا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے، وہ بغیر کسی عار اور تامل و توقف کے کہہ دیا کرتے ہیں کہ "ابو حنیفہ تو بہت زیادہ قیاس کیا کرتے تھے۔ وہ تو قرآن، حدیث چھوڑ کر اپنی فہم و دانش اور سوچ و فکر کے مطابق مسائل بیان کیا کرتے تھے"۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخالفین کے درمیان "قیاس" کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔

لیکن آئیے ذرا خوش عقیدگی، شخصیت پرستی اور جانبداری سے قطع نظر کرتے ہوئے حقائق و معارف کی دنیا میں قدم رکھیں اور حق و صداقت کی میزان نگاہ میں رکھتے ہوئے، اس الزام و افترا کی قلعی کھولی جائے اور حقائق کے رخ پر پڑے دبیز پردوں کو ہٹا کر روح امام اعظم سے فیض یاب ہونے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلے میں قبل اس کے کہ دیگر علما و فضلا کے اقوال و خیالات نقل کیے جائیں، بہتر یہ ہوگا کہ اس الزام سے گلو خلاصی کے تعلق سے خود حضرت امام اعظم نے جو کچھ فرمایا ہے، پہلے انہیں پیش نظر رکھ لیا جائے تاکہ بعد میں کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ تو توضیح القول بمالا یرضیٰ به القائل کے قبیل سے ہے اور یہ بات قابل اعتبار نہیں۔

براءت الزام قیاس از جانب امام:

(۱)

وان یحسدونی فانی غیرلائمهم — قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا
فدام لی ولهم مالی وماهم — مات اکثر الناس غیظا لها بما یجدوا [۱]

ترجمہ: اگر لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو میں ان پر ملامت نہیں کرتا کیوں کہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے اصحاب فضل و کمال حسد کیے گئے ہیں۔ میری حالت و کیفیت میرے لیے اور ان کی ان کے لیے۔ اکثر لوگ اس سبب سے جو انھوں نے پایا، مارے غصہ کے مر گئے۔

(۲) عن نعیم بن حماد قال سمعت عبدالله بن مبارك یقول قال ابوحنیفة اذا جاء الحدیث عن النبی ﷺ فعلی الراس و عینی واذا کان عن اصحاب النبی ﷺ اخترنا و لم نخرج عن قولهم واذا کان عن التابعین زاحمناهم.[۲]

ترجمہ: نعیم بن حماد سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک کہا کرتے تھے کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ جب میرے پاس پہنچتی ہے تو اسے میں اپنے سر، آنکھوں پر رکھتا ہوں (مجھے بسروچشم قبول ہے) اور جب آپ ﷺ کے اصحاب کی طرف سے ہوتی ہے تو ہم اسے قبول کرتے ہیں اور ان کے اقوال سے انحراف نہیں کرتے اور اگر تابعین کی طرف سے ہو تو پھر ہم اس میں غور و خوض کرتے ہیں۔

(۳) عن نعيم بن عمر قال سمعت اباحنفية يقول عجبنا للناس يقولون انى افتىٰ بالراى مااقتى الابالاثر.[۳]

ترجمہ: حضرت نعیم بن عمر بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے سنا کہ ان لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتویٰ دیتا ہوں حالاں کہ بغیر اثر کے میں کوئی فتویٰ ہی نہیں دیتا۔

(۴) روىٰ ابو جعفر الشيزامارى بسندہٖ المتصل الى أبي حنيفة انه كان يقول والله و افترى علينامن يقول عنااننا نقدم القياس على النص و هل يحتاج بعد النص الى القياس؟ [۴]

ترجمہ: حضرت ابو جعفر اپنی سند متّصل کے ساتھ حضرت امام ابو حنیفہ سے بیان کرتے ہیں کہ (آپ فرمایا کرتے تھے) بخدا! اس نے مجھ پر افترا کیا جو کہتا ہے کہ میں قیاس کو نص پر مقدم رکھتا ہوں، بھلا نص کے بعد قیاس کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

(۵) و كان ابو مطيع يقول كنت يوماً عند الامام أبي حنيفة فى جامع الكوفة. داخل شد سفیان ثوری و مقاتل ابن حیان و حماد بن مسلم و جعفر و دیگر فقہاء و سخن گفتند برائے امام اعظم و گفتند، شنیدیم کہ شما اکثر مسائل را قیاس می کنید، پس مناظرہ کرداز اول نہار الی الوقت الزوال و پیش کرد مذہب خود را و گفت اولاً عمل بکتاب اللہ می کنم بعداً سنت رسول اللہ ﷺ بعداً بہ فیصلہاے صحابہ کرام کہ ہمہ اتفاق کردہ باشند و بعد قیاس می کنم پس آنہا دست و پائے امام را بوسہ کردند و گفتند تو سید علماء ہستی عفو کنید از ما گذشتہاے ما را کہ از علمیت شما کافی خبر نبودیم امام گفت غفر اللہ لنا ولکم اجمعین۔[۵]

ترجمہ: حضرت ابو مطیع کہا کرتے تھے کہ ایک دن میں کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا کہ حضرت سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن مسلم اور حضرت جعفر دیگر چند فقہاے اسلام کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت امام سے گفتگو کرنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ اکثر و بیشتر مسائل میں قیاس کیا کرتے ہیں۔ اس بات پر صبح سے زوال کے وقت تک مناظرہ ہوا۔

حضرت امام نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں سب سے پہلے اللہ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں، اس کے بعد سرکار دو جہاں ﷺ کی سنت مبارکہ پر، پھر ان کے بعد اصحاب رسول ﷺ کے متفقہ فیصلوں کو زیر عمل

لاتا ہوں، ان سب کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ وہ سارے کے سارے حضرت امام کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے کہ حضرت آپ تو علما کے سردار ہیں۔ آپ ہماری نادانستہ خطاؤں کو معاف فرمائیے۔ ہمیں آپ کے تعلق سے صحیح اور پوری معلومات نہیں تھی (جس کی وجہ سے ہم لوگ غلط فہمی کے شکار ہو کر آپ سے بدگمان ہو بیٹھے)۔ اتنا سننے کے بعد حضرت امام صاحب نے فرمایا اللہ رب العزت ہم تمام کی مغفرت فرمائے۔

(۶) امام عبد الوہاب شعرانی شافعی میزان میں لکھتے ہیں:

ماكان كتبه الخليفة ابوجعفر المنصور الى امام ابى حنيفةبلغنى انك تقدم القياس على الحديث فقال ليس الامر كذالك ياامیرالمومنين بل اولا بكتاب الله ثم سنة رسول الله ثم طريقة ابي بكر و عمر وعثمان و حيدرثم طريقة بقية الصحابة و القياس بعد ذالك.[۲]

ترجمہ: خلیفہ ابو جعفر منصور نے جو لکھا، ان میں سے ایک وہ ہے جو اس نے امام اعظم کے پاس لکھا جس میں اس نے لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔ آپ نے جواباً لکھا کہ اے امیر المومنین! معاملہ دراصل وہ نہیں ہے جو آپ تک پہنچا بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ پہلے تو میں کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، پھر رسول اللہ کی سنت پر، بعدہٗ حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیصلوں پر، پھر دیگر صحابۂ کرام کے فیصلوں پر، ان کے بعد ہی کہیں جا کر قیاس کرتا ہوں۔

(۷) روىٰ الشيخ عبدالوهاب الشعرانى فى "اليواقيت و الجواهر":

روي عن ابى حنفية انه كان يقول هٰذا راى النعمان بن ثابت يعنى نفسهٗ وهو احسن ما قدرناعليه فمن جاء باحسن منه فهو اولىٰ بالصواب كا ن الامام مالك يقول مامن احد الا و ماخوذ من كلامه مردود عليه رسول ﷺ .ورروىٰ الحاكم و البيهقى عن الشافعى انه كان يقول اذا صح الحديث فهو مذهبى وفى روايته اذا رأيتم كلامى يخالف الحديث فاعملوا با لحديث و اضربوا بكلامى الحائط.[۷]

ترجمہ: شیخ عبد الوہاب شعرانی "الیواقیت و الجواہر" میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوحنیفہ سے روایت منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے جس سے وہ خود اپنی ذات مراد لیتے تھے اور یہ ان تمام میں سب سے بہتر ہے جس پر ہم قادر ہوئے تو جو اس سے بہتر لے آئے وہ درستگی سے زیادہ قریب ہے۔ حضرت امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ سے جو کچھ ماخوذ ہے وہ سب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تک پہنچتا ہے، اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔ ان کا جو بھی قیاس ہے وہ بھی کسی اصل ہی کے پیش نظر ہے۔ حاکم و بیہقی نے امام شافعی سے روایت کیا کہ امام ابو حنیفہ کہا کرتے تھے کہ میرے مسلک کے خلاف اگر کوئی حدیث مل جائے تو سمجھو وہی

میرا مسلک ہے اور انھیں سے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب تم دیکھو کہ میرا کلام حدیث کے خلاف ہے تو تم حدیث پر عمل کرو میرا کلام چھوڑ دو۔

(۸) حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے وقت کے جلیل القدر محدث اور بلند پایہ فقیہ ہیں، ان سے امام اعظم کی ملاقات کے تذکرہ میں لکھا ہے:

ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ گئے۔ وہاں آپ امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ایک ساتھی نے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ امام باقر نے امام ابو حنیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اچھا! تم ہی قیاس کی بنیاد پر ہمارے دادا کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو“۔ امام اعظم نے نہایت ادب سے کہا: ”العیاذ باللہ حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو کچھ گفتگو کروں۔ پھر مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی:

امام اعظم ابو حنیفہ: مرد ضعیف ہے یا عورت؟

امام باقر: عورت۔

امام اعظم: وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

امام باقر: مرد کا۔

امام اعظم: اگر قیاس کرتا تو کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیوں کہ ضعیف کو ظاہر ہے قیاس کی بنیاد پر زیادہ ملنا چاہیے۔

امام اعظم: نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقر: نماز۔

امام اعظم: اس اعتبار سے حائضہ پر نماز کی قضا ہونی چاہیئے نہ کہ روزہ کی حالاں کہ روزہ ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔

اس گفتگو سے امام باقر اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر امام اعظم کی پیشانی چوم لی۔ [۸]

اب اتنی دلیلوں کے بعد بھی اگر کوئی امام اعظم کو قیاس و کثیر الرائے کہے تو اسے اندھی تقلید اور جذباتی شخصیت پرستی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

لیکن ان عبارات اور دلائل کے خلاصہ پر ہو سکتا ہے کوئی یہ اشکال پیش کرے کہ یہ تو اپنی براءت خود اپنی زبانی ہے جو خود ستائی کے زمرے میں آتی ہے اور یہ لائق استناد نہیں، اگر کوئی دوسری شہادت ہو تو تسلیم کی جا سکتی ہے۔

اس شک و شبہ کے پیش نظر، ان معزز ہستیوں کے اقوال نقل کیے جا رہے ہیں جن کے علم و عمل اور فضل و کمال کا ڈنکا مشرق و مغرب اور شمال و جنوب ہر چہار جانب بج رہا ہے۔ جن کی علمی قابلیت و صلاحیت ایک مسلم

الثبوت حقیقت ہے۔ ان میں کچھ اپنے بھی ہیں اور کچھ بے گانے بھی۔

براءت قیاس امام اعظم از دیگر علماے اعلام:

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بہت ہی مشہور شاگرد حضرت امام عبد اللہ بن مبارک ہیں۔ ان کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا، تاریخ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے:

(۱) حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت امام اوزاعی سے فن حدیث کی تکمیل کے لیے بیروت پہنچے تو امام اوزاعی نے سب سے پہلے یہ سوال کیا: ”تمھارے وطن کوفہ میں ابو حنیفہ کون شخص ہے جو دین میں محض عقل وقیاس سے کام لیتا ہے؟“

حضرت عبد اللہ بن مبارک نے کوئی جواب نہ دیا۔ اگلے روز حضرت امام اعظم کی تقریر کی دو تین کاپیاں اپنے ساتھ لے گئے جنہیں انھوں نے دوران درس قلم بند کیا تھا۔ اس میں جگہ جگہ لکھا تھا: ”نعمان بن ثابت فرماتے ہیں“۔ امام اوزاعی نے وہ کاپیاں لے لیں اور ان کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ پھر فرمایا: ”یہ نعمان کون بزرگ ہیں؟“، حضرت ابن مبارک نے جواب دیا: ”عراق کے ایک شیخ ہیں جن کے پاس ایک عرصہ تک رہ کر میں نے بہت کچھ حاصل کیا“،

امام اوزاعی نے فرمایا: ”یہ علم وفضل میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں“،

حضرت ابن مبارک نے کہا: ”یہی وہ ابو حنیفہ ہیں جن کو آپ ”قیاس“ کہہ رہے تھے“۔

حضرت امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا اور حج کے موقع پر جب امام اوزاعی حجاز تشریف لے گئے تو امام اعظم سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت حضرت ابن مبارک بھی موجود تھے۔ کچھ مسائل زیر بحث آئے۔ جنھیں امام اعظم نے اس خوش اسلوبی سے حل فرمایا کہ امام اوزاعی بس دیکھتے ہی رہ گئے۔ ان کے حیرت واستعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حضرت امام اوزاعی جب حیرت کے بحر بے کراں سے نکلے تو انھوں نے فرمایا: ”امام کے کمالات وہ ہیں جنھوں نے لوگوں کو ان سے حسد کرنے پر مجبور کر دیا۔ جو رائے اب تک میں رکھتا تھا وہ میری غلطی تھی اب میں اس پر افسوس کرتا ہوں“۔ [۹]

یہ اس عبقری شخصیت کا اظہار حقیقت ہے جن کا شمار ائمۂ حدیث اور صاحب مذہب فقہا میں ہوتا ہے۔

(۳) علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنے متعدّد رسائل میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ

ان الطعن ان كان من غير اقران الامام فهومقلد لما قاله او كتبه اعداؤ و ان كان من اقرانه فلايعتد به لان قول الاقران بعضهم لبعض غير مقبول كما صرح به الذهبي. [۱۰]

ترجمہ: بیشک طعن اگر ان لوگوں کی جانب سے ہے جو امام اعظم کے زمانہ میں نہیں تھے تو گویا کہ وہ ان لوگوں کی

باتوں کی تقلید کرنے والے ہیں جو ان کے دشمن نے کہی یا لکھی اور اگر ان کے ہم عصروں کی جانب سے ہے تو یہ بھی لائق اعتنا نہیں کیوں کہ بعض ہم زمانہ کی بات، بعض ہم زمانہ کے حق میں قابل قبول نہیں جیسا کہ علامہ ذہبی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

جس عقد فرید کے بارے میں ابن حجر اور ذہبی جیسے علمائے عظام و ائمہ فخام یہ تصریح کریں، بھلا ان کے حق میں طعن و تشنیع پر کیسے کان دھرا جا سکتا ہے؟

مسائل کے استنباط و استخراج میں بسا اوقات ایسی صورت پیش آجاتی ہے جس کا تذکرہ بظاہر نہ قرآن و حدیث میں ہوتا ہے اور نہ ہی اقضیہ صحابہ میں تو اس وقت شدید ضرورت اس امر کی طرف ہو جاتی ہے کہ اس کا حل اب قیاس ہی سے اخذ کیا جائے۔ لیکن اس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام علمائے مجتہدین نے بوقت ضرورت قیاس سے کام لیا ہے۔ ایسی صورت میں صرف امام اعظم ہی کو مورد الزام ٹھہرانا، چہ معنی دارد؟

(۳) میزان الاعتدال میں امام ابو جعفر شیزاماری سے منقول ہے:

انما الرواية الصحيحة عن الامام تقديم الحديث ثم الاثار ثم يقيس بعد ذالك فلايقيس الا بعد ان لم يجد ذالك الحكم فى الكتاب والسنة واقضية الصحابة فهٰذا هو نقل الصحيح من الامام ولاخصوصية الامام ابى حنيفةفى القياس بشرط المذكور بل جميع العلماء يقيسون فى مضائق الاحوال اذ لم يجدوا فى المسئلة نصا من كتاب ولاسنة و اجماع ولا اقضية الصحابة. [۱۱]

ترجمہ: حضرت امام اعظم سے جو درست روایت منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ حدیث کو مقدم کرتے پھر آثار کو بعدہٗ قیاس کرتے۔ وہ اس وقت تک قیاس نہیں کرتے جب تک کہ اس حکم کو کتاب و سنت اور اقضیہ صحابہ میں پا نہیں لیتے (ان سب میں حکم ہوتے ہوئے آپ قیاس ہرگز نہیں کرتے) حضرت امام کی طرف سے یہ چیز درست ترین منقول ہے۔ اور ہاں شرط مذکور کے ساتھ قیاس کرنے میں امام اعظم ہی کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام علما دشوار مقامات و اوقات میں قیاس کرتے ہیں۔ جب کہ لوگ کسی مسئلہ میں نص نہیں پاتے نہ کتاب اللہ میں، نہ سنت رسول اللہ میں نہ اجماع امت میں اور نہ ہی صحابہ کرام کے فیصلوں میں۔

آگے چل کر بطور قول فیصل صاحب میزان تحریر فرماتے ہیں:

(۴) فعلم ان الامام لايقيس ابدا مع وجود النص كما يزعمه بعض المتعصبين وانما يقيس عند فقدالنص. [۱۲]

ترجمہ: مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نص کی موجودگی میں حضرت امام کبھی بھی قیاس نہیں کرتے

تھے جیسا کہ بعض تعصب پرستوں کا خیال ہے ہاں نص کی عدم موجودگی میں قیاس کرتے تھے۔

مندرجہ بالا شواہد کی روشنی میں اب کسی صاحب عقل وشعور کے لیے زیبا نہیں کہ وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ''قیاس'' ہونے کا الزام تھوپے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر آپ کو ''قیاس'' کے نام سے یاد کیا جائے تو پھر تو اس وقت کے تمام علماے اعلام کو ''قیاس'' ہی کی صف میں کھڑا کرنا پڑے گا۔

نص کی عدم موجودگی میں امام اعظم نے مسائل کے بیان، استخراج اور استنباط میں جو طریقہ اپنایا وہ آج تک اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ نے جمہوریت کو جس شان سے اپنے احباب کی محفل میں برقرار رکھا اسے دیکھ کر آج بھی طبیعت عش عش کرنے لگتی ہے۔ مسائل کے بیان اور استنباط میں آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ بغیر اپنے معتمد اصحاب کے مشورہ کے کوئی فتویٰ صادر نہیں کیا کرتے تھے۔ ہر فتویٰ، عام کیے جانے سے پہلے اصحاب کی محفل میں اس پر کافی غور وخوض کیا جاتا، بحث ومباحثے ہوتے۔ ہر شخص ان مجالس میں دل کھول کر حصہ لیتا اور جولانئ فکر، جودت طبع، قوت استحضار اور اپنی تحقیق پیش کرتا۔ پھر اس کے بعد وہ مسئلہ اس وقت کی مجلس شرعی یا شرعی کونسل کے زیر تحقیق وتدقیق جاتا جس کے ارکان اس وقت کے جید جید علما وفضلا، علم وعمل کے کوہ گراں اور صلاحیت وقابلیت کے جبل استقامت ہوا کرتے تھے۔ تمام ارکان جب کسی مسئلہ پر بموافق شرع متفق ہو جاتے تب امام اعظم اسے اپنا مسلک وموقف قرار دیتے ورنہ بصورت دیگر باختلاف اصحاب مسئلہ مندرج کیا جاتا۔ جس کی شہادت آج بھی کتب فقہ واصول فقہ میں موجود ہے۔

(۵) ابو جعفر شیرازی شفیق بلخی سے روایت کرتے ہیں:

انه كان يقول أبوحنيفة من اورع الناس واعلم الناس و اعبد الناس واكرم الناس و اكثرهم احتياطاً في الدين و ابعد هم عن القول بالرائے في دين الله و كان لايضيع مسئلةفي العلم حتىٰ يجمع اصحابه عليها و يقعد عليها مجلساً فاذا اتفق اصحابه كلهم على موافقها قال لابي يوسف وغيرهٔ ضعها في باب الفلاني۔ [۱۳]

ترجمہ: شفیق بلخی کہا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیز گار، سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ عبادت گزار، سب سے زیادہ معظم اور دین کے معاملے میں سب سے زیادہ احتیاط برتنے والے اور دینی امور میں اپنی رائے سے کہنے والوں میں سب سے زیادہ دور تھے۔ وہ کسی باب میں کوئی مسئلہ نہیں رکھتے یہاں تک کہ اپنے اصحاب کو جمع نہ فرماتے پھر مجلس بلواتے اور جب تمام اصحاب شریعت کے مطابق اس پر اتفاق کر لیتے تب حضرت امام ابو یوسف وغیرہ سے فرماتے کہ اس مسئلہ کو فلاں باب میں رکھ دو۔

مجلس امام میں ایک ایک مسئلہ پر کتنی طویل بحثیں ہوا کرتی تھیں ساتھ ہی ارکان مجلس واصحاب علوم کو کس فراخ دلی سے تقریر کرنے اور احکام شرعیہ بیان کرنے کی اجازت حاصل تھی اس حقیقت سے روشناس ہونے کے لیے

مندرجہ ذیل اقتباس کا مطالعہ کیجیے:

(٦) صاحب فتویٰ بزازیہ بیان کرتے ہیں:

تمام شاگرد دل کھول کر بحث کرتے، امام صاحب توجہ سے ہر رکن کی تقریر سنتے، آخر میں زیر بحث مسئلہ پر جب امام صاحب تقریر فرماتے تو مجلس میں ایسا سکوت ہوتا جیسے کہ ان کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ آزادی رائے کا یہ عالم تھا کہ بعض بعض اوقات فیصلہ امام صاحب کی رائے کے خلاف ہوتا اور درج ہوتا بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ فتویٰ امام صاحب کے شاگردوں کے قول پر دیا جاتا اور آج بھی دیا جاتا ہے۔ یہی "فقہ حنفی" ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ فقہ حنفی امام صاحب کی ذاتی معلومات و فتاویٰ کا نام نہیں ہے بلکہ دین حنیف کے قواعد و ضوابط کا نام ہے۔

عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین دن تک مسلسل ایک مسئلہ پر بحث ہوتی رہی اس کے بعد تیسرے دن شام کو جب اللہ اکبر کی آواز اذان کے وقت بلند ہوئی پتہ چلا کہ بحث ختم اور مسئلہ حل۔[۱۴]

(٧) وقد رویٰ شیخ محی الدین بسندہٖ الی الامام ابی حنیفة رضی اللہ تعالی عنه ان کان یجمع فی کل مسئلة لم یجد ھا صیحة فی الکتاب و السنة ولایضیع مسئلة حتیٰ یجمع اصحابه و یقعد علیھامجلساکان اذا وقعت واقعة فشاورھم و ناظرھم و حاورھم و سالھم فیسمع ماعندھم من الاخبار و الاثار ویقول ماعنده و یناظرھم شھراً. [۱۵]

ترجمہ: شیخ محی الدین نے امام ابو حنیفہ تک اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ ہر وہ مسئلہ جسے امام ابو حنیفہ کتاب و سنت میں نہیں پاتے، اس پر علما کو جمع فرماتے اور کوئی مسئلہ کسی باب میں نہیں رکھتے یہاں تک کہ اصحاب کو جمع فرماتے اس پر مجلس بلواتے اور جو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اس پر مشورہ فرماتے، مناظرہ کرتے، اس مسئلہ میں گفتگو کرتے، ان سے استفسار کرتے پھر ان کے پاس اگر اخبار و آثار ہوتے تو انہیں سنتے اور اسے بھی بیان کرتے جو ان کے پاس خود ہوتا اور مناظرہ کا سلسلہ کبھی کبھار ایک ایک مہینہ تک چلتا۔

کیا ان واضح دلائل کی موجودگی میں امام اعظم پر "قیاس" کا الزام لگانے والے اپنے زعم باطل پر برقرار رہیں گے؟ مزید برآں یہ کہ قیاس، جب استنباط مسائل کی اساس میں سے ایک ہے تو پھر بھلا کیا وجہ ہے کہ امام اعظم کو اس کی وجہ سے مطعون گردانا جائے جب کہ دیگر ائمہ بھی اس سے بری نہیں ہیں۔ ع

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ — دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

امام اعظم اور آپ کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو مگر قیاس سے اولیٰ و بہتر ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حزم مکی (م ۹۷۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

عن ابن حزم جمیع الحنفیة متفقون علی ان مذھب الحنفیةان ضعیف الحدیث عندہ

اولیٰ من الرائے. [۱۴]

ترجمہ: ابن حزم نے کہا کہ تمام حنفیہ اس پر متفق ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حدیث اگر چہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو قیاس ورائے سے بہتر ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ ع

ذہنوں کو سمندر کی طرح پہلے کھنگا لو الفاظ و معانی کے گہر کیوں نہ ملیں گے

مذکورہ بالا دلائل و براہین کی روشنی میں ہر منصف مزاج انسان اس امر کا معترف ہو جائے گا کہ امام اجل پر "قیاس" کا الزام صرف الزام ہی ہے حقیقت کا اس سے دور دور کا بھی کوئی رشتہ نہیں۔ فقہ حنفی یا مسلک امام اعظم ابو حنیفہ میں ابتدا سے لے کر انتہا تک کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں کتاب و سنت سے سر مو انحراف کیا گیا ہو۔ فقہ حنفی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر انگشت اعتراض اٹھائی جاسکے۔ کسی نص صریح کی روشنی میں اس میں کبھی بھی قیاس و رائے کو ترجیح نہیں دی گئی ہے اور نہ ہی اس طرف کسی کا خیال جاتا ہے۔ اگر ان حقائق کے بعد بھی کوئی یہ رٹ لگائے کہ فقہ حنفی میں کتاب و سنت کو ترک کر کے قیاس ہی کو اپنا محور بنایا گیا ہے تو اسے کسی دیوانے کی بڑ سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

انسان جب عقل و خرد سے عاری ہو جایا کرتا ہے تو اسے آفتاب نصف النہار کی ضیا پاشیاں بھی شب دیجور کی گھنگھور گھٹا سے بھی ہیچ نظر آتی ہے اسے ان دونوں میں امتیاز کرنا خاصا دشوار ہو جاتا ہے بلکہ ایسے لوگ جان بوجھ کر تاریکی کو اپنانے میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہوں گے جنھوں نے امام اعظم پر "قیاس" کا الزام لگا کر تاریخ کے سینے کو داغدار کیا ہے ورنہ تاریخ کے درخشندہ صفحات پر حضرت امام اعظم کا یہ قول حقیقت آمیز آج بھی جگ مگ، جگ مگ کر رہا ہے۔ "اذا صح الحدیث فھو مذھبی" اب اس کے بعد رہ ہی کیا جاتا ہے کہ کہا جائے کہ "آپ نے کتاب و سنت پر قیاس کو مقدم رکھا"۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ عشق اور ان کی جرأت ایمانی اس بات کی جسارت نہ کر سکی کہ جو فی الواقع حدیث ہے اگر چہ اس کی سند میں ضعف ہے اس پر قیاس کو مقدم کردیں۔ فقہ حنفی کے بنیادی اصولوں میں ایک یہ بھی ہے کہ حدیث اگر چہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو مگر وہ قیاس پر مقدم ہے۔

شواہد کے طور پر مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ کریں نیز دیگر مسالک کی حقیقت بھی ملحوظ نظر رہے:

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث حسن کے ہوتے ہوئے حدیث ضعیف کو اپنا مسلک قرار دیا۔ اس کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے:

عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ وھو سال عن الماء یکون فی الفلاۃ من الارض

و ینویه من السبع و له دواب قال اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث. [۱۷]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگل وبیابان میں جو پانی رہتا ہے جس سے جانور و درندے وغیرہ پیتے ہیں، اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے آپ کو کہتے سنا کہ پانی اگر دو مٹکوں کے برابر ہو تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: "قال ابو عیسیٰ و هو قول الشافعی." یعنی ابو عیسیٰ نے کہا یہی قول امام شافعی کا ہے۔

اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیوں کہ اس کے طبقہ رواۃ میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اور ایسے ویسے ضعیف نہیں جن کے ضعف میں کسی طرح کا شک وشبہ ہو بلکہ بعض اصحاب نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے:

انی احلف بين مقام ابراهيم والحجر الاسود بانه كذاب. [۱۸]

یعنی میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔

اس کے برعکس امام اعظم نے جس حدیث کے مطابق اپنا مسلک بنایا، یا جس کے موافق فتویٰ دیا، وہ حدیث بالکل حسن ہے جس کی صحت وحسن کے معترف خود امام ترمذی بھی ہیں نیز یہ ایسی حدیث ہے جسے امام بخاری ، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی وبیہقی نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ حدیث مندرجہ ذیل ہے:

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال لايبولن احدكم فی الماء الدائم يتوضاء منه. [۱۹]

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے جس سے وضو کیا جاتا ہو (کیوں کہ وہ ناپاک ہوجائے گا)۔

امام اعظم خبر واحد اور حدیث مرسل کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اسی کے مطابق فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ لیکن امام مالک خبر واحد پر قیاس کو مقدم فرماتے ہیں اور اسی کے موافق انھوں نے فتویٰ بھی دیا۔

عن أبي هريرة قال:قال النبی ﷺ من اكل او شرب ناسيا فلايفطر و انما هو رزق رزقه الله. [۲۰]

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھول کر کھا، یا پی لے وہ افطار نہ کرے کیوں کہ اسے اللہ نے کھلایا ہے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ بھول کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ اس صورت میں اس کا روزہ ہوجائے گا۔ اس کے برعکس اس حدیث کو ترک کرکے بمقتضائے قیاس کہ نماز میں نمازی اگر

کچھ کلام کرلے تو اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے لہٰذا اگر کسی روزہ دار سے ایسا ہوجائے تو اسے بھی روزہ ٹوٹنے کا حکم دیا جائے گا۔

جیساکہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

اذا اکل الصائم،او شرب، اوجامع ناسیا لم یفطر والقیاس و ھو قول مالك لوجود مایضاد الصوم فصار ککلام ناسیا فی الصلاۃ.[۲۱]

یعنی روزہ دار اگر بھولے سے کھاپی لے یا جماع کرلے تو وہ افطار نہ کرے، لیکن قیاس یہ کہتا ہے اور یہی قول امام مالک کا بھی ہے کہ روزہ کے منافی چیز پائی گئی اس لیے یہ عمل ایسا ہی ہوگیا جیساکہ نماز میں کوئی بات چیت کرلے۔ (جیسے نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے ویسے ہی روزہ میں بھول کر امور مذکورہ انجام دے لینے سے روزہ باطل ہوجائے گا۔)

امام اعظم کے نزدیک جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے یعنی قبل زوال شمس جمعہ درست نہیں۔ امام اعظم اس سلسلے میں بھی نہایت واضح حدیث سے دلیل پیش فرماتے ہیں:

عن انس بن مالك ان النبی ﷺ کان یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس.[۲۲]

یعنی حضرت انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس وقت جمعہ پڑھا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

اس کے برعکس امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

اذا شرعوا فی صلاۃ الجمعۃ اخروقتھافخرج الوقت وھم فیھااتموھا جمعۃ۔[۲۳]

یعنی اخیر وقت میں لوگوں نے نماز جمعہ شروع کی، ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ وقت نکل گیا ایسی صورت میں اسی نماز جمعہ کو مکمل کریں۔

و قال احمد: من صلاھا قبل الزوال فانہ لم یر علیہ اعادۃ.[۲۴]

یعنی امام ترمذی کہتے ہیں کہ امام احمد نے کہا کہ لوگ اگر زوال سے پہلے ہی جمعہ پڑھ لیں تو وہ اس نماز کو لوٹانے کا حکم نہیں دیتے۔

احناف کے نزدیک وقت شرط ہے اور جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے اور بعد درست نہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ومن شرائطھا الوقت فتصح فی الوقت الظھر ولاتصح بعدہٗ.[۲۵]

یعنی جمعہ کے شرائط میں سے وقت بھی ہے لہٰذ وقت ظہر میں جمعہ درست، اس کے بعد نہیں۔
یہ توصرف ایک ایک مثال ہے اگر تلاش کیا جائے تو ہر مسلک میں ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گی۔
اب فیصلہ بالغ نظر اور انصاف پسند قارئین کے ہاتھوں ہے کہ ملزم اپنے الزام میں کہاں تک حق بجانب ہے؟ ع

عقل منداں را اشارہ کافی است

میں اپنی معلومات کی حد تک انتالیقین سے کہہ سکتاہوں کہ ائمۂ اربعہ میں امام اعظم سے زیادہ عامل بالاحادیث الصحیحہ کوئی ہے ہی نہیں۔ یہ امام اعظم کے عشق رسول، حزم واحتیاط، وفور معلومات، جودت طبع، بلندی فکر، عمق نگاہی، ژرف بینی اور نکتہ رسی کی دلیل ہے۔ ع

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

ماخذومراجع

[۱] الخیرات الحسان، ص:۱۷۹، مطبوعہ: بیروت
[۲] تبییض الصحیفہ، ص :۲۷، مطبوعہ: استنبول ،ترکی
[۳] ایضا، ص: ۲۸
[۴] المیزان بحوالہ غرائب البیان فی مناقب النعمان، ص: ۵۹
[۵] مناقب ائمہ اربعہ، ص :۸۰، مطبوعہ: استنبول ، ترکی ۱۹۸۵ء
[۶] کتاب الانصاف، ص : ۵۰، مطبوعہ: استنبول ، ترکی ۱۴۱۰ھ
[۷] کتاب الانصاف، ص : ۵۰، مطبوعہ: استنبول ،ترکی ۱۴۱۰ھ
[۸] مسند امام اعظم، ص: ۲۳، و المناقب للموفق، ص :۱۶۸
[۹] مناقب نعمان بحوالہ ماھنامہ آستانہ ،دھلی ،اگست ۱۹۵۵ء ،ص:۵۲
[۱۰] مقدمہ الھدایۃ، ج: ۱، ص :۶
[۱۱] غرائب البیان، ص: ۵۶
[۱۲] غرائب البیان، ص: ۵۹
[۱۳] غرائب البیان، ص:۶۰
[۱۴] المکی، ج:۲،ص:۵٤
[۱۵] الخیرات الحسان، ص:۶۷
[۱۶] الخیرات الحسان، ص:۶۷
[۱۷] سنن الترمذی، ج: ۱،ص: ۱۱
[۱۸] التقریر الترمذی ، ج:۱،ص:۵
[۱۹] سنن الترمذی ،ج:۱، ص:۱۱
[۲۰] سنن الترمذی ، ج:۱،ص:۱۱
[۲۱] الھدایہ ،ج:۱، ص:۱۹۶
[۲۲] سنن الترمذی ،ابواب الجمعہ، ص:۶۶
[۲۳] الفقہ علیٰ مذاھب الاربعہ ،ص :۳۷۶
[۲۴] سنن الترمذی: ابواب الجمعہ ، ص: ۶۶
[۲۵] الھدایہ، ج:۱، ص :۱۹۶

☆☆☆

مذاہب اربعہ کی ضرورت و اہمیت

مولانا محمد شرف الدین رضوی، استاذ دارالعلوم قادریہ حبیبیہ، فیل خانہ، ہوڑہ (ویسٹ بنگال)

ارشاد ربانی ہے:
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اور ان کا جو تم میں حکمت والے ہیں۔ (کنزالایمان)

دارمی باب الاقتداء با لعلماء میں ہے: "اولی الامر" سے علما اور فقہا دونوں مراد ہیں۔ امام رازی کے نزدیک بھی اس سے مراد علما لینا اولیٰ ہے"۔ (۲)

اس آیت کے تحت تفسیر "جمل" میں ہے: "یہ آیت شریعت کے چاروں دلائل کی قوی دلیل ہے یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اجماع اور قیاس"۔

اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا نیز ان علما و فقہا کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کے شارح ہیں۔

آیت ربانی: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۳)، کے تحت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں: "ناواقف کو اس سے چارہ ہی نہیں کہ واقف سے دریافت کرے اور مرض جہل کا علاج یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اس کے حکم پر عامل ہو اس آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے"۔ (خزائن العرفان)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک ایک شخص نماز پڑھے گا اور روزے رکھے گا حج و جہاد بھی کرے گا لیکن وہ منافق ہوگا"۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کس وجہ سے منافق ہوگا" آپ نے فرمایا:

(۱) النساء: ٥٩
(۲) تفسیر کبیر، ج:۳، ص: ٣٣٤
(۳) النحل: ٤٣

"وہ اپنے امام پر طعنہ زنی کرے گا اس وجہ سے منافق ہوگا" عرض کیا: "امام کون ہے؟" فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ "۔(تفسیر درمنثور)

تقلید کی تعریف علامہ سمہودی نے عقد الفرید میں یوں بیان فرمایا:

اَلتّقلِیدُ قُبُولُ القَولِ بِاَن یَعتَقِدَ مِن غَیرِ مَعرِفَةِ الدَّلِیلِ.

کسی کی بات، دلیل جانے بغیر اس طرح مان لینا کہ اس پر اعتقاد جم جائے۔

معمولات شرعیہ سے قطع نظر جب ہم روز مرہ کے حالات اور اپنی طرز زندگی پر نظر کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں تقلید کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں، اس میں عوام و خواص، شہری و دیہاتی ہر طبقہ کے لوگ مساوی حصہ دار ہیں۔ آپ غور کریں ایک بچہ ہوش سنبھالتے ہی اپنے ماں باپ اپنے مربی کی تقلید کے سہارے پروان چڑھتا ہے۔ ایک بیمار اپنے معالج کی تقلید ہی کر کے شفایاب ہوتا ہے۔ ایک مستغیث کسی قانون داں وکیل کی تقلید کر کے ہی اپنا حق پاتا ہے۔ راستہ سے نابلد ایک راہ رو کسی راستہ بتانے والے کی تقلید کر کے ہی منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ ایک ناخواندہ اپنے معلم کی تقلید ہی سے صاحب علم و فضل بنتا ہے صنعت و حرفت سے عاری کسی ماہر فن استاذ کی تقلید کر کے ہی صنعت کار ہوتا ہے۔ یہ وہ روز مرہ کی باتیں ہیں کہ ان سے نہ تو انکار کی کوئی گنجائش ہے اور نہ بحث و تمحیص کی۔

اب آپ غور کریں اگر ہم تقلید کو تمدن سے نکال دیں تو ہماری معیشت کی گاڑی ایک انچ بھی آگے نہیں چل سکے گی ہم اپنی زندگی کے گوشہ گوشہ میں تقلید کے محتاج ہیں اور یہ احتیاج قوم کے ہر فرد کو عام ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ تقلید ہماری زندگی کا جزو لاینفک ہے اور بغیر تقلید کے زندگی بسر کرنا ناممکن ہے جس طرح ہم اپنی زندگی کے معمولات میں تقلید سے مستغنی نہیں ہو سکتے اسی طرح دینی معاملات میں تقلید سے مفر نہیں۔ اس لیے امت کا اس پر اجماع ہے کہ تقلید فرض ہے۔ اس کی فرضیت و وجوب ایسا قطعی ہے کہ منکرین تقلید کے پیشوائے اعظم میاں نذیر حسین صاحب کو بھی معیار میں یہ کہنا پڑا: "سو جو کوئی اہل ایسے ذکر کا ہوگا عموماً خواہ کوئی ہو اس کا اتباع وقت لاعلمی واجب ہوگا"۔

جب یہ امر مسلم الثبوت درجے میں ہے کہ انسان زندگی کے ہر شعبے میں کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے، علم دین کا معاملہ تو اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ ہر شخص یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ قرآن و حدیث سے خود مسائل اخذ کرے کیوں کہ اس کے لیے صرف عربی جاننا کافی نہیں بلکہ فقیہ اور مجتہد کے شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: "جس میں اجتہاد کے شرائط موجود نہ ہوں، اسے از خود کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسئلہ اخذ کرنا جائز نہیں"۔[۱]

---

(۱) جامع ترمذی، ابواب الجنائز

یہی بات غیر مقلدوں کے پیشوا ابن قیم نے ”اعلام الموقعین“ میں تحریر کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے کہ پتھر لگنے سے ہمارے ایک ساتھی کا سر زخمی ہوگیا۔ رات کو اس پر غسل واجب ہوا تو اس نے اپنے دیگر ساتھیوں سے پوچھا: کیا آپ لوگ مجھے تیمم کی رخصت دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا: نہیں! کیوں کہ آپ تو پانی استعمال کرسکتے ہیں۔ اس نے غسل کیا تو اس کی موت واقع ہوگئی جب ہم سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے یہ واقعہ عرض کیا، اس پر حضور نے فرمایا: قَتَلُوہ قَتَلَھُم اللّٰہ أَلاّ سئلُوا اِذ لَم یَعلَمُوا فَاِنَّمَاشَفَاء العی السّوال. یعنی انھوں نے اسے قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ انھیں قتل کرے جب وہ نہیں جانتے تھے تو پوچھ لیتے بیشک سوال کرنا لاعلمی کی بیماری سے شفا ہے“۔(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مجتہدین صحابہ سے فتاویٰ نہ لینے کی وجہ سے عام صحابہ کرام رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عتاب کا ایسے مرتکب ہوگئے کہ آپ نے ان کے لیے قتلَھُم اللّٰہ فرمادیا تو ایسے جاہل مولویوں کا کیا حال ہوگا جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمہ کرام کے ارشادات سے منہ موڑ کر قرآن وحدیث کے من مانی معانی ومطالب بیان کرتے ہیں۔ خود تو گمراہ ہیں سادہ لوح سنیوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تقلید بہت ضروری ہے۔

ائمۂ کرام ومجتہدین عظام اگر مسائل شرعیہ وقوانین اسلامیہ کو مرتب ومبوب کرکے آسانیاں پیدا نہ کرتے تو براہ راست ہم قرآن وحدیث پر ہرگز عمل نہیں کرسکتے کیوں کہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر عمل کرلینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ائمہ مجتہدین نے توفیق ربانی سے عمل امت کیلئے راستے آسان وسہل کیے اور اختلاف وانتشار سے بچنے کے اسباب وعوامل مہیا کیے۔ فرمان حدیث کے مطابق امت کا اختلاف چوں کہ رحمت ہے اس لیے اگر ائمہ میں اختلاف ہے تو زحمت وبگاڑ نہیں بلکہ سراسر رحمت اور منجانب اللہ ہے خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی، سب حق پر ہیں۔ حق کا دامن ہر ایک کے ہاتھ میں ہے، ان میں سے کوئی ناحق یا غلطی پر نہیں۔

اگر کوئی ائمہ کی تقلید وپیروی کا منکر ہو اور اس سے دامن جھٹک کر یہ دعویٰ کرے کہ ہمارے لیے قرآن وحدیث کافی ہیں، اس لیے ہمیں کسی امام کی تقلید ومتابعت کی ضرورت نہیں، نہ کسی کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلانے کی حاجت ہے تو وہ گمراہ وبدعتی اور راہ راست سے بہکا ہوا ہے۔

یہ تسلیم ہے کہ قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان موجود ہے مگر اس سے ہر شخص سمجھ لے یہ ناممکن ہے۔ چاروناچار ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرنی ہوگی ورنہ عمل کے راستے مسدود ہوجائیں گے اور قرآن فہمی کا دعویٰ دھرا رہ جائے گا۔ دنیا جانتی ہے کہ جس کے گلے میں تقلید ائمہ کا پٹہ نہیں، اس کا عمل آوارہ ہے وہ ٹھوکروں سے محفوظ نہیں ہے۔

قرآن کریم کے احکام وقوانین پر غور وفکر کرنے سے تقلید ائمہ کی افادیت واہمیت سمجھ میں آجائے گی۔ تابعین

(۱) مشکوٰۃ، باب التیمم

وتبع تابعین کے دور میں سیکڑوں مجتہدین اور ان کے مذاہب وجود میں آئے مگر آخر کار مذاہب اربعہ کے سوا سب معدوم ہوگئے، یہ بارگاہ الٰہی میں ان چاروں مذاہب کے مقبول ہونے کی دلیل ہے اگر ایک اور زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس کی حقیقت اور واضح ہوجائے گی۔

جیسے نماز میں رفع یدین کرنا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ادا ہے اور اس کے منسوخ ہوجانے کے بعد رفع یدین نہ کرنا بھی حضور ہی کی ایک ادا ہے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ رب تعالیٰ کو اپنے محبوب کی تمام ادائیں پسند تھیں اسی لیے اس نے مذاہب اربعہ کی صورت میں اپنے محبوب کی تمام اداؤں کو محفوظ فرمادیا ہے۔

مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں برحق ہیں اور چاروں اہل سنت وجماعت سے ہیں۔ ان کے عقائد یکساں ہیں البتہ صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے۔ ان چاروں میں سے جن کی بھی تقلید کی جائے صحیح ہے کیوں کہ اگر مجتہد سے اپنے اجتہاد میں خاطی ہوجائے پھر بھی گناہ گار نہیں بلکہ اس اجتہاد میں اس کی تقلید بھی درست ہوگی۔ علامہ کردری نے امام شافعی سے روایت کیا کہ دو مجتہد جو دو مخالف قول کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے دو رسول دو مختلف شریعتیں لے کر آئے، وہ دونوں صحیح اور حق ہیں۔ (الخیرات الحسان)

تبع تابعین اور ان کے بعد فرقۂ ناجیہ (اہل سنت وجماعت) مذکورہ چار مذاہب میں منحصر ہوگیا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

"اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہوگئے اور فروعی مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہ رہا"۔ (۱)

تفسیر صاوی میں ہے کہ ان چاروں مذاہب کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں اگر چہ وہ بظاہر صحابہ کرام کے قول اور حدیث صحیح اور کسی آیت کے مطابق ہی کیوں نہ ہو جو ان چاروں مذاہب سے خارج ہے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے، بسا اوقات یہ کفر تک پہونچا دیتا ہے کیوں کہ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی مراد لینا اور ان کی حقیقت کو نہ سمجھنا کفر کی جڑ ہے۔ (۲)

جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ ان چار مذاہب کے سوا کسی اور کی تقلید جائز نہیں اسی لیے تمام اکابر محدثین بخاری ومسلم، ترمذی وابوداؤد، ابن ماجہ ونسائی، دارمی اور طحاوی وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی نہ کسی امام کے مقلد ہیں۔ امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام نسائی کا مقلد ہونا تو خود غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے "الحطہ" میں بیان کیا ہے۔ جب ایسے جلیل القدر محدثین اربعہ کسی نہ کسی کے مقلد ہیں تو پھر چند کتابیں پڑھے ہوئے اگر خود کو تقلید سے بے نیاز

---

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ٦، ص: ۷۰۵، برکات رضا،پور بندر

(۲) سورہ کہف، زیر آیت ٢٤

سمجھیں تو کیا یہ گمراہی نہیں ہے؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو شخص بھی امام اعظم کی تقلید نہیں کرتا وہ بہر حال کسی نہ کسی مولوی کی تقلید ضرور کرتا ہے۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ موجودہ پُر فتن دور کے کسی مفاد پرست مولوی کی تقلید کرنے کی بجائے، اس جلیل القدر امام کی تقلید کی جائے جس نے صحابہ کرام کے مبارک زمانہ میں آنکھ کھولی اور ان کی زیارت کی اور جن کی عظمت پر اکابر ائمہ دین اور محدثین کرام متفق ہیں۔ غیر مقلد مولوی وحید الزماں صاحب نے اپنے ہم مسلک لوگوں سے یہی تلخ سوال کیا تھا جس کا جواب اب تک ان کے ذمہ ہے کہ ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی، شاہ ولی اللہ اور مولوی اسماعیل دہلوی کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔

بھائیو! ذرا غور کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہ و شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ، ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخرین ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ اب ہر شخص پر خواہ عالم ہو یا غیر عالم واجب ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی جملہ امور اور فقہ میں تقلید کرے۔ صرف چند معدود نفر جن کے دامن انبیاے کرام و اولیاے عظام کی اہانت سے بھی داغدار ہیں جس کی بنا پر وہ امت اجابت سے یقیناً خارج ہیں۔ تقلید شخصی کو حرام و بدعت بلکہ شرک حتیٰ کہ وَلاَ یَتّخِذُ بَعضنَا بَعضاًاَربَاباًمِن دُونِ الله. کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

فَعَلیکُم یَامَعشَر المؤمِنین بِاتّباع الفِرقَة النّاجیةالمسمّاة بِاَهلِ السُنة والجماعَةفانَّ نُصرَة الله تَعالیٰ وحِفظَه وتوفِیقه فی موافَقتهم وَ خذلاَنه و سَخَطه وَمَقته فِی مخالِفَتِهم و هٰذه الطّائِفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی المذاهب الاربعةهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجاًمن هٰذه المذاهب الاربعة فهو اهل البدعةوالنار. (۱)

ترجمہ: اے مومنو! تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کا اتباع لازم ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور حفظ و توفیق ان کی موافقت میں ہے اور اس کی ناراضی اور عذاب ان کی مخالفت میں ہے۔ اور فرقہ ناجیہ نے آج اس پر اجماع کر لیا ہے کہ وہ صرف مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں۔ اور جو ان چاروں سے خارج ہوگا وہ بدعتی، جہنمی ہے منکرین تقلید کے امام الائمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "عقد الجید" میں لکھتے ہیں:

اعلم ان فی الاخذ بهذ ہ المذاهب الاربعة مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنها کلها مفسدة کبیرة ونحن نبین ذالك بوجوه احدها ان الامة قد اجتمعت علیٰ ان یعتمدوا علی

(۱) طحطاوی فی الدرر کتاب الذبائح

السلف فی معرفةالشرعیةفالتابعون اعتمدوافی ذالك علی الصحابةوتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وھٰکذا فی کل طبقة اعتمد العلماء علی من قبلھم والعقل یدل علی حسن ذالك لان الشریعة لا یعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لایستقیم الابان یاخذکل طبقة عمن قبلھا بالاتصال.

ولا بد فی الاستنباط من ان یعرف مذھب المتقدمین لئلایخرج من اقوالھم فیخرق الاجماع ویبنیٰ علیھا ویستعین فی ذالك بمن سبق لان جمیع الصناعات کالصرف والطب والشعر والحدادة والتجارةوالصباغة لم یتیسر لاحد الا بملازمةاھلھا وغیر ذالك نادر بعید لم یقع وان کان جائز افی العقل واذا تعین الاعتمادعلیٰ اقا ویل السلف فلابد من ان یکون اقوالھم التی یعتمد علیھا رویة بالاسناد الصحیح او مدونةفی کتب مشھورة وان یکون مخدومة یتبین الراجح من المرجوح من محتملاتھا و تخصیص عمومھا فی بعض المواضع وبجمع المختلف منھا وتبین علل احکامھا والا لم یصح الاعتمادعلیھا ولیس مذھب فی ھٰذہ الازمنةالمتاخرة بھذہ الصفةالا ھٰذہ المذاھب الاربعة.

ترجمہ: مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں عظیم مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بھاری فساد ہے۔ ہم ان کو چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں:

اول: یہ کہ امت نے اجماع کر لیا ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔ تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر۔ اسی طرح ہر طبقہ میں علما نے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا اس کی اچھائی پر عقل دلالت کرتی ہے اس لیے کہ شریعت نقل واستنباط کے بغیر نہیں پہچانی جاسکتی اور نقل نہیں درست ہوگی مگر اسی طرح کہ ہر طبقہ اپنے پہلے والے سے متصلا حاصل کرے۔

اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ متقدمین کے مذہب کو جانا جائے تاکہ ان اقوال سے باہر نہ جائیں کہ خرق اجماع ہوجائے اور تاکہ انہی اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور اگلوں سے اس میں مدد لی جائے، اس لیے کہ تمام صنعتیں مثلاً سناری، طب، شعر، لوہاری، تجارت اور رنگریزی کسی کو بھی میسر نہیں ہوتی مگر اس کے ماہرین کے ساتھ کام کرنے سے اور بغیر اس کے بہت نادر غیر واقع ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے۔

اور جب یہ متعیّن ہوگیا کہ شریعت کی معرفت میں سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ہے تو ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مدون ہوں اور یہ کہ منقح ہوں کہ ان محتملات میں راجح مرجوح سے ظاہر ہو اور عام کی تخصیص مذکور ہو۔ متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کی گئی ہوں ورنہ ان پر اعتماد

صحیح نہیں اور اس پچھلے زمانہ میں کوئی مذہب اس صفت کے ساتھ موصوف نہیں سوائے ان چار مذاہب کے۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے:

(۱) شریعت کی معرفت نقل اور استنباط پر موقوف ہے اور یہ دونوں سلف کے اقوال جاننے پر موقوف ہیں۔

(۲) سلف میں سے ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے اقوال نہ تو اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہیں نہ کتب مشہورہ میں جامعیت کے ساتھ مدون ہیں کہ ان پر اعتماد صحیح ہو اور نہ منقح ہیں۔

(۳) سلف میں سے ائمہ اربعہ کے اقوال اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہیں اور صرف انھیں کے مذاہب منقح ہیں۔

خدا کی ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل پر، انھوں نے صرف مسائل کے استخراج و استنباط پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جن مسائل کو مستنبط کیا، ان کو باقاعدہ تحریری شکل دے دی۔ اس لیے ان حضرات کے مستنبط کردہ مسائل آج تک موجود و محفوظ ہیں۔ باقی حضرات نے مسائل تو مستنبط کیے مگر انہیں باقاعدہ تحریری شکل نہیں دی اس لیے ان کے مستنبط کردہ مسائل محفوظ نہیں رہے۔

لہٰذا قرآن و حدیث کے غیر مصرح مسائل پر عمل کے لیے یہی چار مذاہب متعیّن ہیں۔ آج اگر کسی کو قرآن کی کوئی آیت یا حدیث بظاہر ان چار مذاہب کے خلاف بھی معلوم ہو تو بھی اس پر یہی فرض ہے کہ انہی مذاہب کے مطابق عمل کرے۔ یہ نہیں کہ وہ اپنے فریضہ سے روگردانی کرتے ہوئے، ان مذاہب میں بیان شدہ حکم کو چھوڑ کر، قرآن کی آیت یا حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا شروع کر دے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو بلاشبہ گمراہی میں مبتلا ہوں گے۔

☆☆☆

ضرورت فقہ اور مقامِ امام اعظم

مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی، استاذ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، دکن

اسلامی عقائد، دینی فرائض، شرعی واجبات، عبادات اور معاملات سے متعلق، بنیادی معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے لازم وضروری ہے۔ البتہ دین میں تفقہ حاصل کرنا، اس کی گہرائی وگیرائی میں اترنا، خالصۃً اس کے لیے فارغ ہوجانا اور اس میں کامل عبور حاصل کرنا، تاکہ نت نئے مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیا جاسکے، یہ فرض کفایہ کے درجہ میں ہے۔

ہر شخص علم دین میں کامل تفقہ حاصل کرنے کے لیے مکمل طور پر وقت نہیں دے سکتا، مسلمانوں کے تمام افراد فقہ واستنباط کے لیے فارغ نہیں ہوسکتے اگر سارے لوگ فقہ وبصیرت کے حصول کے لیے مصروف ہوجائیں تو معاشی معاملات میں خلل واقع ہوگا، امور معیشت متاثر ہوں گے، جب کہ مسلمانوں کے لیے کسبِ معاش بھی لازمی وضروری ہے ۔اسی لیے مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو علم دین کے تفقہ کے لیے فارغ ہوجائے، دین کی سمجھ بوجھ کے لیے اپنے آپ کو وقف کردے، دین کی فقہ وفہم میں مہارت حاصل کرے، تاکہ نت نئے مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے سکے۔ جیساکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (۱)

ترجمہ: اور تمام اہل ایمان تو ایک ساتھ نکل نہیں سکتے 'ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ہر بڑی جماعت سے کچھ خاص لوگ نکل جاتے 'تاکہ وہ دین کی فقہ وفہم حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب ان کی طرف واپس ہوں 'تاکہ وہ (گناہوں کی زندگی سے) بچیں۔

فقہ کی اصل قرآن کریم سے: اللہ تعالی نے تفقہ فی الدین حاصل کرنے کا حکم فرمایا، اس سے فقہ کی اہمیت ووقعت عیاں وآشکار ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

(۱) سورة التوبة:۱۲۲

كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ (١)

تم اللہ والے بن جاؤ کیوں کہ تم کتاب الٰہی کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اسے پڑھتے ہو۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

وقال ابن عباس "كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ" حكماء فقهاء.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ "كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ" کا معنی یہ ہے کہ تم حکمت وبصیرت والے، فقہ واستنباط والے بن جاؤ۔ (۲)

اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی فقہ واستنباط والے بننے کا حکم دے رہا ہے، صحیح بخاری شریف میں اس کی تفسیر یہی بیان کی گئی ہے کہ فقہا بن جاؤ، حکمت وبصیرت والے بن جاؤ، فکر وتدبر والے بن جاؤ، دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے بن جاؤ۔

فقہ کی اصل حدیث شریف سے: حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے "حقیقۃ الفقہ" کے عنوان سے دو جلدوں میں ایک تحقیقی کتاب لکھی ہے، اس میں آپ نے نہایت ایمان افروز بحثیں فرمائی ہیں، آپ نے فقہ کی حقیقت اور فقہ کی اہمیت نیز فقہاے کرام کے منصب جلیل سے متعلق مباحث انتہائی شرح وبسط کے ساتھ درج کئے ہیں، فی زمانہ اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

تاج دار کائنات، سید الانبیاء والمرسلین، حامل علوم اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم اروا حنافداہ ارشاد فرماتے ہیں:

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ دِعَامَةً وَدِعَامَةُ هٰذَا الدِّيْنِ الْفِقْهُ. (۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔

فقہ کتاب وسنت کا لب لباب: اس حدیث پاک میں اسی بات کی صراحت کی گئی کہ دین کا نچوڑ فقہ ہے، دین کا مدار فقہ ہے، دین کا سرمایہ فقہ ہے، فقہ قرآن وحدیث کے مقابل کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن کریم وحدیث شریف کے صحیح فہم وادراک کا نام ہے، فقہ تو دین کا سہارا ہے۔ دین کا ستون ہی موجود نہیں تو دین کہاں رہا؟ سہارا ٹوٹ گیا تو دین کہاں رہا؟

فقہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فقہ کی طرف نہ جاؤ جب فقہ کی طرف نہ جائیں گے تو پھر فقہ سے خالی رہ کر

---

(١) سورة ال عمران.٧٩

(٢) صحيح البخارى ، كتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل

(٣) جامع الاحاديث' حديث نمبر: ٨١٥٤. الجامع الكبير' حديث نمبر:١٥٠٤. كنزالعمال ،حرف العين ، حديث نمبر:٢٨٧٦٨. العلل المتناهية' باب فضل الفقه على العبادة' حديث نمبر:١٩٤

قرآن کریم و حدیث شریف کیسے سیکھیں گے ؟ کیوں کہ قران و سنت سے رشد و ہدایت حاصل کرنے کے لیے محض کلمات کا ترجمہ جان لینا کافی نہیں بلکہ اس کے حقیقی معنی و مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے اور فقہ دراصل قرآن کریم و حدیث شریف کے منشا کو پانے کا نام ہے۔

قرآن کریم اور احادیث شریفہ اسلامی قانون کی اساس و بنیاد ہیں، جن میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا مکمل حل موجود ہے، قرآن کریم عام فہم اور آسان ہونے کے باوجود اس میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں، آیات قرآنیہ کو سمجھنا اور ان سے مسائل کا حل نکالنا عام انسان تو کجا ایک ماہر زبان کے لیے بھی آسان بات نہیں کیوں کہ محض زبان پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے قانون کی نزاکتوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے، جیسے انگریزی ادب (English literature) کا ماہر شخص ہندوستانی دستور (Indian constitution) یا کسی بھی ملک کے قانون کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا، زبان کی مہارت اور تقریر و تحریر پر زبردست ملکہ کے باوجود قانونی نزاکتوں کو سمجھنا، دستوری پیچیدگیوں کو دور کرنا، نہایت دشوار ہوتا ہے، اس کے لیے کسی ماہر قانون سے رجوع ہونا ضروری ہے۔

ضرورت فقہ - قرآن کریم کی روشنی میں: چوں کہ ہر دور کے تقاضے مختلف رہے ہیں جس کی بنا پر انسان کو ہر وقت نئے مسائل درپیش ہوتے رہتے ہیں ، مثلاً دور حاضر کے مسائل میں شیر بزنس (Share business) کو دیکھ لیجیے، اس کی کونسی صورتیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں ؟ فکسڈ ڈپازٹ (Fixed deposit) کروانا کیسا ہے ؟ کسی چیز کی آن لائن خرید و فروخت، اپنے قبضہ میں آنے سے قبل کسی چیز کو بیچ دینا، لائف انشورنس (life insurance) کا شرعی حکم ، اس طرح کے سیکڑوں مسائل ہیں ' جن کو عام انسان اپنے علم و دانش ، فہم و ادراک سے حل نہیں کر سکتا اور ایسے بے شمار جدید مسائل سے متعلق قرآن و حدیث میں موجود اشاروں کو اپنی ناقص عقل سے سمجھ نہیں سکتا' لہٰذا ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے امامِ مجتہد کی طرف رجوع کرے جو ان مسائل کا حل قرآن کریم و حدیث شریف کی روشنی میں بیان کرتے ہوں۔

ائمہ کرام و فقہاے عظام نے قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں اصول و ضوابط اور قواعد و احکام بیان کیے ہیں، نیز انسانی زندگی میں پیدائش سے موت تک پیش آنے والے تمام مسائل و احکام کو انھوں نے باب در باب "كتاب الطهارة" سے "كتاب الفرائض" تک مدون کیا، جس کے مجموعہ کو فقہ کہا جاتا ہے، اسی لیے ان با اعتماد ائمہ کرام و مجتہدین کی پیروی و تقلید دراصل کتاب و سنت ہی کی پیروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۱)

(۱) سورة النساء.۵۹

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولو الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

امام ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۳۱۰ھ) نے اپنی کتاب جامع البیان فی تفسیر القرآن میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت ابن ابو نجیح، حضرت عطاء بن سائب، حضرت حسن بصری اور حضرت ابو العالیہ رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد فقہا واہل علم حضرات ہیں۔

عن مجاهد فى قوله: (أَطِيعُوا اللهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: أولى الفقه منكم ... عن ابن أبى نجيح: (وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: أولى الفقه فى الدين والعقل ... عن ابن عباس قوله: (أَطِيعُوا اللهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) يعنى: أهل الفقه والدين ... عن عطاء بن السائب فى قوله: (أَطِيعُوا اللهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: أولى العلم والفقه ... عن عطاء: (وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: الفقهاء والعلماء ... عن الحسن فى قوله: (وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: هم العلماء ... عن أبى العالية فى قوله: (وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: هم أهل العلم ألا ترى أنه يقول: (وَ لَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَ إِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ) .[1]

حضرت ابن ابو نجیح رحمۃ اللہ علیہ نے امام مجاہد مکی تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے:

عن ابن ابى نجيح عن مجاهد فى قوله عزوجل واولى الامرمنكم يعنى اولى الفقه فى الدين والعقل۔

حضرت ابن ابو نجیح رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد دین میں تفقہ اور فہم وبصیرت رکھنے والے فقہائے کرام ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاذ، امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۲۱۱ھ) فرماتے ہیں:

عبد الرزاق قال: نا معمرعن ابن ابى نجيح عن مجاهد فى قوله تعالى ''وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ'' قال: هم اهل الفقه والعلم ۔ اولی الامر سے مراد فقہا واہل علم ہیں۔

صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بصری، امام مجاہد اور امام ضحاک رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد وہ علما ہیں جو شریعت کے احکام بتاتے ہیں اور لوگوں کو دین سکھاتے ہیں:

(۱) تفسير الطبرى، سورة النساء.٥٩

المراد العلماء الذين يفتون فى الاحكام الشرعية ويعلمون الناس دينهم .وهذه رواية الثعلبى عن ابن عباس وقول الحسن ومجاهد وضحاك.(۱)

نیز فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صحابہ کرام وتابعین عظام کی ایک جماعت نے اولی الامر سے علما مراد لیا ہے۔

انه لانزاع ان جماعة من الصحابة والتابعين حملوا قوله واولى الامرمنكم على العلماء .(۲)

اولی الامر سے مراد فقہا ہیں-علامہ ابن کثیر کی وضاحت: علامہ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقال على ابن ابى طلحة ،عن ابن عباس واولى الامرمنكم يعنى اهل الفقه والدين ، وكذا قال مجاهد وعطاء والحسن البصرى وابوالعالية و اولى الامرمنكم يعنى العلماء.(۳)

حضرت علی بن ابو طلحۃ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کریمہ واولی الامرمنکم کی تفسیر سے متعلق روایت بیان فرماتے ہیں کہ اس سے مراد متدیّن فقہاے کرام ہیں۔اور اسی طرح امام مجاہد، حضرت عطاء، حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد علما ہیں۔

امام اعظم آیتِ قرآنی وحدیث بخاری کی بشارت کا مصداق: فقہ اور تقلید سے متعلق ضروری تفصیل بیان کرنے کے بعد ہم امام الائمہ 'سراج الامہ' امام اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وحقانیت اور آپ کا علمی وفقہی مقام قارئین کی نذر کرتے ہیں:

آپ کی ولادت سنہ ۶۱ یا ۷۰ یا ۸۰ ہجری میں ہوئی، اور وصال مبارک ۲ شعبان المعظم ۱۵۰ ہجری میں ہوا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث شریف میں ہے کہ جب سورہ جمعہ کی ابتدائی آیات کریمہ کا نزول ہوا جس میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۔(۴)

قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا ، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ.

(۱) التفسير الكبير.سورة النساء:۵۹
(۲) التفسير الكبير.سورة النساء
(۳) تفسير ابن كثير، ج۲ص۳۴۵، سورة النساء :۵۹
(۴) سورۂ جمعہ۲/ ۳

وہی شان والا خدا ہے جس نے ناواقف لوگوں کے درمیان ان ہی کی جنس سے ایک عظیم رسول کو بھیجا' جو اُن کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، بیشک وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور یہ عظیم رسول ان میں سے اوروں کو بھی پاک کرتے اور کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں' جو پہلوں سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ (بعد میں آنے والے کون ہیں جن پر آپ آیات کی تلاوت فرمائیں گے اور ان کے نفس کا تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم فرمائیں گے ؟) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب عنایت نہیں فرمایا، یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ دریافت کیا، (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر رکھ کر ارشاد فرمایا: اگر ایمان ثریا کی بلندی پر بھی ہو تو اِن میں سے کچھ لوگ بلکہ ایک ہی شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کرلے گا۔ [1]

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زجاجۃ المصابیح میں امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تبییض الصحیفہ سے روایت بیان کی ہے

قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "والذی نفسی بیده! لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس".... وقال الحافظ السيوطى: هذا الحديث الذى رواه الشيخان أصل صحيح، يعتمد عليه فى الإشارة لأبى حنيفة، وهو متفق على صحته. وفى حاشية الشبراملسى على "المواهب" عن العلامة الشامى تلميذ الحافظ السيوطى قال: ما جزم به شيخنا من أن أبا حنيفة هو المراد من هذاالحديث ظاهر لا شك فيه؛ لأنه لم يبلغ من أبناء فارس فى العلم مبلغه أحد. [2]

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوتا تو ابنائے فارس سے ایک شخص اس کو پالیتا... امام حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک جس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اصل صحیح ہے جس کی روشنی میں پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے اور اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ امام سیوطی کے شاگرد علامہ شامی کا بیان ہے: ہمارے شیخ کا یقین ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اس (حدیث) کے مصداق ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں' کیونکہ اہل فارس میں آپ کے علم و کمال کو کوئی نہیں پہنچا۔

(۱) صحيح البخارى ،كتاب التفسير،باب قوله وآخرين منهم لما يلحقوا بهم،حديث نمبر:۴۸۹۷

(۲) زجاجة المصابيح ، ج:۱،كتاب العلم

امامِ اعظم کی تحقیقات کو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توثیق: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات اہل بیت کرام کا بیحد احترام فرمایا کرتے اور آپ کی فقہی تحقیقات کو اہل بیت کرام کی تائید حاصل ہے۔

"وعن" أبي يوسف أن الإمام كان يفتي في المسجد الحرام إذ وقف عليه الإمام جعفر الصادق بن محمد الباقر الإمام رضى الله عنهما وعن آبائهما الكرام ففطن الإمام فقام فقال يا ابن رسول الله لو علمت أول ما وقفت لما قعدت وأنت قائم فقال اجلس وافت الناس على هذا أدركت آبائى.[1]

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگ آتے اور مسائل پوچھتے اور آپ جواب دیتے جاتے تھے، اتنے میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لائے اور یہ حالت کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے، جیسے ہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر آپ پر پڑی' فراست سے سمجھ گئے کہ آپ تشریف لائے ہیں تو فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: اے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہزادے! اگر پہلے سے مجھے معلوم ہوتا کہ آپ یہاں کھڑے ہوئے ہیں تو میں ہرگز نہیں بیٹھتا' جبکہ آپ کھڑے ہوں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ تشریف رکھیں اور لوگوں کو احکام بتلائیں، میں نے اپنے آباء واجداد کو بھی اسی حالت پر پایا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ دیکھئے! امام صاحب جو جواب دیتے جاتے وہ سب مسائل فقہیہ تھے' جن کو تقلیداً سب مان رہے تھے اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تحسین کی۔[2]

امامِ اعظم کے اخلاق کریمانہ: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم وفضل میں یکتائے روزگار، قرآن وحدیث کے علوم وفنون کے بحر ذخار، ایسی بلندی وکمال پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق عالیہ کے پیکر تھے، حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے اخلاق عالیہ اور فیاضی وسخاوت سے متعلق ایک واقعہ' امام موفق اور امام کردری کی مناقب الامام الاعظم کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ کسی کی عیادت کو جارہا تھا' راستہ میں ایک شخص آپ کو دیکھ کر چھپ گیا اور دوسرے راستہ سے نکل جانا چاہا۔ آپ نے اُس کو پکار کر کہا: دوسرے راستہ سے کیوں جاتے ہو؟ اُس نے دیکھا کہ امام صاحب پہچان گئے' شرمندہ ہو کر کھڑا ہو گیا، آپ نے جب مکرر سبب

(۱) الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية

(۲) حقيقة الفقه، ج۲، ص۴۹

دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ مجھ پر آپ کے دس ہزار درہم ہیں، اور باوجود مدت گزر جانے کے تنگدستی کی وجہ سے ادا نہ کرسکا اِس لیے روبرو آنے سے مجھے شرم آئی۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ اُن درہموں سے چھپنے کی نوبت پہنچ گئی، وہ کُل میں نے تمہیں معاف کردئے، اور تم سے یہ درخواست ہے کہ میری طرف سے تمھارے دل پر جو گرانی گزری وہ تم معاف کردو۔[1]

امام اعظم اور تعظیم قرآن: امام موفق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تعظیم قرآن پاک سے متعلق ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

وارد امام الائمة الزرنجرى هذا الحديث مرسلا وقال لما تعلم ابنه حماد الفاتحة وهب للمعلم الف درهم. قلت : واورد ابن جبارة فى كتابه المعروف (بالكامل) فقال المعلم ماصنعت حتى انفذالى هذا ؟ وحضره واعتذر اليه .فقال يا هذا تستحقر ما علمت ولدى ، والله لو كان معنا اكثر من ذلك لدفعناه تعظيما للقرآن.[2]

امام الائمہ زرنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو مرسلاً روایت کرتے ہوئے فرمایا: امام صاحب کے فرزند حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے جب سورۂ فاتحہ ختم کی تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استاذ کے پاس ہزار درہم تحفۃً بھیجے۔ امام موفق فرماتے ہیں کہ ابن جبارہ نے اپنی مشہور کتاب "الکامل" میں فرمایا کہ صاحبزادہ کے استاذ امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کیا کیا جو اتنے درہم مجھے عطا کئے گئے؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ نے جو میرے لڑکے کو تعلیم دی ہے کیا اس کو معمولی سمجھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ بھی ہوتے تو تعظیم قرآن کے لحاظ سے وہ سب آپ کو پیش کردیتے۔

امام اعظم، تقوی وطہارت کے پیکر: امام فخر الدین رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر کبیر میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زہد وورع سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے:

روى ان ابا حنيفة رضي الله عنه كان له على بعض المجوس مال فذهب إلى داره ليطالبه به ، فلما وصل إلى باب داره وقع على نعله نجاسة ، فنفض نعله فارتفعت النجاسة عن فعله ووقعت على حائط دار المجوسى فتحير أبو حنيفة وقال : إن تركتها كان ذلك سبباً لقبح جدار هذا المجوسى ، وإن حككتها انحدر التراب من الحائط ، فدق الباب فخرجت الجارية فقال لها : قولى لمولاك إن ابا حنيفة بالباب ، فخرج إليه وظن أنه يطالبه بالمال ،

(۱) حقيقة الفقه ج.١.ص٢٩٩

(۲) مناقب الامام الاعظم للموفق. ص:٢٥٧/ ٢٥٦.حقيقة الفقه ج.١.ص٢٩٩

فأخذ يعتذر ، فقال ابو حنيفة رضی اللہ عنہ، ههنا ما هو أولى ، وذكر قصة الجدار ، وأنه كيف السبيل إلى تطهيره فقال المجوسى : فأنا أبدأ بتطهير نفسى فأسلم فى الحال.(۱)

روایت بیان کی گئی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کسی مجوسی پر قرض تھا، آپ اسے حاصل کرنے کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے، جب آپ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو آپ کے جوتے پر نجاست گر گئی، جب آپ نے اسے اپنے جوتے سے نکالا تو نجاست کا چھینٹا اڑا اور مجوسی کے گھر کی دیوار پر گرا، تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فکر مند ہو گئے، اور سوچنے لگے کہ اگر میں اسے ایسے ہی چھوڑ دوں تو یہ اس مجوسی کی دیوار پر عیب بنا رہے گا، اور اگر اسے کرید کر نکال دوں تو دیوار کی مٹی گر جائے گی، پھر آپ نے دروازہ پر دستک دی، تو باندی باہر آئی، آپ نے اس سے کہا: اپنے آقا سے کہو کہ ابو حنیفہ دروازہ پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں، تو وہ شخص باہر آیا، اس نے گمان کیا کہ آپ اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کریں گے، وہ معذرت خواہی کرنے لگا، تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس کو تو رہنے دو، اس سے زیادہ اہم چیز میرے سامنے ہے پھر آپ نے دیوار سے متعلق سارا قصہ بیان کیا، اور پوچھا کہ دیوار کو پاک کرنے کی کیا سبیل ہے؟ مجوسی نے کہا: میں پہلے اپنے آپ کو پاک کرتا ہوں، اور وہ اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

چالیس سال عشا کے وضوسے نماز فجر کی ادائیگی: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت کا غیر معمولی اہتمام فرماتے، رات بھر عبادت کیا کرتے تھے، قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے فرماتے، بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے، خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

حدثنا حماد بن قريش قال سمعت أسد بن عمر يقول صلى أبو حنيفة فيما حفظ عليه صلاة الفجر بوضوء صلاة العشاء أربعين سنة فكان عامة الليل يقرأ جميع القرآن فى ركعة واحدة وكان يسمع بكاؤه بالليل حتى يرحمه جيرانه وحفظ عليه أنه ختم القرآن فى الموضع الذى توفى فيه سبعة آلاف مرة.(۲)

حضرت حماد بن قریش نے فرمایا: میں نے اسد بن عمر سے یہ فرماتے سنا کہ یہ بات میرے ذہن نشین ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس سال نماز عشا کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی، آپ رات بھر ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت فرماتے اور رات میں آپ کے رونے کی آواز سنائی دیتی یہاں تک کہ پڑوسیوں کو آپ کی اس حالت پر ترس آجاتا تھا، امام اعظم کے بارے میں یہ بات بھی یاد ہے کہ جس مقام پر آپ نے وصال فرمایا وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم فرمایا۔

(۱) التفسير الكبير للرازى،سورة الفاتحه.۷
(۲) تاريخ بغداد للخطيب البغدادى، باب النون، ذكر من اسمه النعمان

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: چالیس سال امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شب بیداری کے بارے میں بعض گوشوں سے یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ اگر امام اعظم نے چالیس سال ہر رات مسلسل عبادت کی ہے 'عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے تو پھر آپ کو اولاد نہیں ہوتی تھی۔

میں اس شبہ کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اللہ تعالی کے بندے تین قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) کچھ تو وہ ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔

(۲) کچھ درمیانی درجہ کے نیک لوگ ہیں جو عمل صالح کرتے رہتے ہیں۔

(۳) اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرنے والے 'خیر و بھلائی میں پہل کرنے والے ہیں۔ (۱)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تیسری قسم سے ہیں' آپ نیکی و بھلائی میں بہت زیادہ سبقت کرنے والے ہیں۔

نیک بندوں کے صفات میں قرآن کریم کہتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ (۲)

اور وہ لوگ جو اپنے رب کے لیے حالت سجدہ میں اور حالت قیام میں رات گزارتے ہیں۔

اللہ تعالی اپنے کلام کے ذریعہ خبر دے رہا ہے کہ میرے نیک بندے ایسے بھی ہیں جن کی راتیں قیام و سجود میں گزرتی ہیں، یہ کلام الہی کی خبر ہے، خلاف واقعہ نہیں ہو سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ رات رات بھر عبادت کرنا' نیک بندوں کے صفات ہیں اور امام اعظم تو سابق بالخیرات ہیں، بھلائی میں سبقت کرنے والے ہیں۔

اب رہا حقِ زوجیت کی ادائیگی اور سنتِ حبیبِ پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر عمل آوری تو اس سلسلہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۔ (۳)

اے ایمان والو! چاہیے کہ تمھارے زیر ملکیت غلام اور باندیاں اور تمھارے وہ بچے جو بلوغ کو نہیں پہنچے تم سے تین اوقات اجازت چاہیں، نماز فجر سے پہلے' دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتارتے ہو اور نماز عشا کے بعد' یہ تین اوقات تمھارے لیے پردہ کے مواقع ہیں۔

---

(۱) سورة الفاطر.۳۲

(۲) سورة الفرقان . ٦٤

(۳) سورة النور.۵۸

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کے تین اوقات ہیں، ان تین مخصوص اوقات میں نابالغ بچے بھی آنا چاہتے ہوں تو اُن کے لیے بھی اجازت لے کر آنا ضروری ہے' بلا اجازت آنا جائز نہیں، اُن تین اوقات میں دو اوقات کا تعلق رات سے ہے، آپ نے نماز عشا کے بعد اور فجر سے پہلے ان دو اوقات کو عبادت کے لیے فارغ کر لیا تھا اور قبل ظہر قیلولہ کا وقت بھی ستر کے اوقات میں شامل ہے، تو اس قرآنی وضاحت وصراحت کی روشنی میں حق زوجیت کی عدم ادائیگی اور حصولِ اولاد کے سلسلہ میں جو اعتراض کیا گیا وہ مرتفع ہوتا ہے، بہر حال بزرگوں کے معاملات میں اس طرح کے غلط تصورات کرنا کہ وہ ایک نیک کام کر رہے ہوں تو اُن سے دوسرا غلط عمل ہو رہا ہو گا' قابل اصلاح عمل ہے، اس طرح کے اعتراضات سے گریز کرنا اور ان معاملات میں کچھ کہنے سے پرہیز کرنا اور اللہ تعالی کا خوف رکھنا چاہیے۔

تیس سال تک روزوں کا اہتمام: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات میں آرام نہیں کرتے تھے جیسا کہ تاریخ بغداد میں ہے:

حدثنا إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة عن أبيه قال لما مات أبي سألنا الحسن بن عمارة أن يتولى غسله ففعل فلما غسله قال: رحمك الله وغفر لك لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ أربعين سنة وقد أتعبت من بعدك وفضحت القراء. (۱)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد اپنے والد حضرت حماد بن ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں جب میرے والد کا وصال ہوا تو ہم نے حضرت حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے درخواست کی کہ وہ والد گرامی کو غسل دیں، انھوں نے یہ درخواست قبول کی، جب غسل دیا تو یہ کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے درجات بلند کرے، آپ نے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا اور چالیس سال سے آپ کے داہنے ہاتھ نے رات میں ٹیک نہیں لگایا، آپ نے اپنے بعد والوں کے لیے مشقت والے کام کی راہ کھول دی اور حفاظ کو پیچھے چھوڑ دیا۔

علم حدیث میں امام اعظم کا مقام: یہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر تلامذہ کی روایت کردہ احادیث شریفہ سے کتب احادیث مالا مال ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اساتذۂ حدیث چار ہزار (۴۰۰۰) ہیں، آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے اساتذہ کرام میں جلیل القدر صحابہ موجود ہیں۔ اسی طرح آپ نے بے شمار تابعین سے حدیث شریف کے علوم ومعارف حاصل کیے۔

جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے:

وَلَقَدْ كَانَ رحمه الله تعالى إمَامًا فِي ذَلِكَ ، فَإِنَّهُ رضي الله تعالى عنه أَخَذَ الْحَدِيثَ عَنْ أَرْبَعَةِ آلَافِ شَيْخٍ مِنْ أَئِمَّةِ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ.(رد المحتار،مقدمة)

(۱) تاريخ بغداد للخطيب البغدادی، باب النون، ذكر من اسمه النعمان

امام بخاری کی بیس ثلاثیات امام اعظم کے شاگرد و مقلد محدثین سے مروی

صحیح بخاری کی سند میں ۳۲ حنفی محدثین جنہوں نے امام اعظم سے تلمذ حاصل کیا

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری میں بائیس احادیث ایسی درج کی ہیں جس میں امام بخاری اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، یہ ان کے لیے ایک عظیم شرف کی بات ہے اوران میں سے بیس احادیث شریفہ کی سندوں میں امام بخاری کے اساتذہ حنفی محدثین ہیں، حضرت امام مکی بن ابراہیم حنفی محدث ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد خاص ہیں جن سے امام بخاری نے گیارہ ثلاثیات لی ہیں اور امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد سے چھ ثلاثیات اور امام محمد بن عبداللہ انصاری سے تین ثلاثیات روایت کی ہیں۔

ان بیس ثلاثیات میں امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر اساتذۂ محدثین وہ ہیں جوامام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد وفیض یافتگان ہیں گویاامام بخاری نے امام اعظم کے مقلد اور اپنے حنفی اساتذہ پر ناز کیاہے، کیوں کہ آپ کی سند میں اگر ان حنفی محدثین کی وساطت نہ رہے تو آپ کے پاس صرف دو ثلاثیات باقی رہ جاتی ہیں۔ونیزامام بخاری نے صحیح بخاری میں بتیس (۳۲) حنفی محدثین سے روایات لی ہیں جوبراہ راست امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد وتلمیذ اور مسائل فقہیہ میں آپ کے مقلد وپیرو ہیں۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہ حنفی وہ راستہ ہے جس کو ائمۂ محدثین نے اختیار کیا، زندگی بھر ذخائر حدیث کی حفاظت کرنے والوں نے جن تحقیقات کواختیار کیاہووہ کیوں کر حدیث کے خلاف ہوسکتی ہیں؟

مرویات امام اعظم کی اہمیت:

امام موفق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسمٰعیل بن بشر کے حوالہ سے لکھاہے:

قال :كنا فى مجلس المكى فقال حدثنا ابوحنيفة فصاح رجل غريب حدثنا عن ابن جريج ولاتحدثنا عن ابى حنيفة فقال المكى انا لانحدث السفهاء حرمت عليك ان تكتب عنى قم من مجلسى فلم يحدث حتى اقيم الرجل من مجلسه ثم قال حدثنا ابوحنيفة ومر فيه.(۱)

اسمٰعیل بن بشر نے کہا: ہم حضرت مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ درس میں موجود تھے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی، مجلس سے ایک اجنبی شخص کہنے لگا: ہمیں بجائے ابوحنیفہ کے ابن جریج کی حدیث بیان کیجیے! تب امام مکی بن ابراہیم نے جلال کے عالم میں فرمایا: ہم بے ادب اور نادانوں کو درس نہیں دیتے، آپ نے اس وقت تک درس حدیث موقوف کردیا جب تک کہ اس کو مجلس سے نہ نکال دیا گیا جب وہ چلا گیا تو آپ امام اعظم سے مروی احادیث شریفہ بیان فرمانے لگے۔

---

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق، ج۱، ص:۲۰۴

امام اعظم کے ایک شاگرد سے صحاح ستہ وغیرہ میں دو ہزار چار سو چھیانوے احادیث مروی:

امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد محدث عبد الرزاق جن کی نسبت دنیاے علم جانتی ہے کہ آپ علم حدیث شریف میں مہارت تامہ رکھتے تھے، جن سے صحاح ستہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداود، سنن ابن ماجہ، ونیز مسند احمد بن حنبل اور سنن دارمی، ان آٹھ کتابوں میں ۲۴۹۶ روایات موجود ہیں۔ اس سے امام اعظم کے علم حدیث میں اعلی مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شاگرد کی یہ شان ہے کہ بڑے بڑے محدثین ان کے شاگرد ہیں، ائمہ محدثین ان سے حدیث لیتے ہیں تو استاذ کی علمی شان کیا ہوگی۔

ان اصحاب الكتب الثمانية :البخارى ومسلم والترمذى والنسائى وابو داود وابن ماجه واحمد والدارمى. رووا عن عبد الرزاق بواسطة شيوخهم ما عدا احمد فروى عنه مباشرة احيانا ،وكان مجموع روايتهم بواسطة شيوخهم عن عبد الرزاق هوست وتسعون حديثا واربع مائة بعد الالفين حديثا٢٤٩٦.[1]

امام اعظم کے جس شاگرد محدث عبد الرزاق سے اس قدر کثرت سے روایات صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں آئی ہیں وہ خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مداح ہیں، علم حدیث میں امام اعظم کی یہ شان ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ اور دیگر محدثین کے استاذ امام اعظم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی مصنف میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے احادیث شریفہ روایت کی ہیں۔

امام اعظم نے کتاب وسنت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دیا، شیخ ابن حزم کی وضاحت:

شیخ ابن حزم ظاہری نے بھی امام اعظم کے طریقۂ استدلال کے سلسلہ میں واضح طور پر بیان کیا کہ آپ کتاب وسنت کے خلاف کبھی کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتے اور نہ اقوال صحابہ کے سوا کوئی رائے رکھتے تھے، انھوں نے امام اعظم کے اس قول کا حوالہ دیا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

ما جاء عن الله تعالى فعلى الرأس والعينين، وما جاء عن رسول الله ﷺ فسمعا وطاعة، وما جاء عن الصحابة رضي الله تعالى عنهم، تخيرنا من أقوالهم ولم نخرج عنهم، وما جاء عن التابعين، فهم رجال ونحن رجال، فلم ينكر عن نفسه مخالفة التابعين، وإنما لم ير الخروج عن أقوال الصحابة توقيرا لهم.[2]

(۱) الامام ابو حنيفة النعمان محدثا فى كتب المحدثين ،لمحمد نور سويد،ص:۵۸

(۲) الاحكام لابن حزم ، فصل فيمن قال مالايعرف فيه خلاف

اللہ تعالی نے جو نازل فرمایا ہے وہ سر آنکھوں پر ہے' اور جو حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے' اُسے ہم بسر و چشم قبول کرتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں اور صحابۂ کرام سے جو مختلف اقوال منقول ہیں'ہم نے انہی میں سے کسی قول کو اختیار کیا ہے اور ہم نے کبھی ان کے خلاف نہیں کیا اور جو تابعین سے منقول ہے تو وہ تابعی ہیں اور ہم بھی تابعی ہیں۔اس طرح آپ نے تابعین سے اختلاف کو روا رکھا اور یہ حقیقت ہے کہ امام اعظم نے صحابۂ کرام کا احترام کرتے ہوئے ان کے اقوال نظر انداز کرنے کو جائز نہیں رکھا۔

گویا امام اعظم فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہم تک آئے ہیں وہی ہمارا سرمایہ ہیں، مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث کے بعد میری کیا مجال کہ اپنی رائے کو پیش کروں، حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سامنے ہوتا ہے تو سر جھکا دیتا ہوں، جبینِ نیاز کو خم کر دیتا ہوں، میرے ماں باپ آپ پر قربان'میری کیا مجال کہ سر مو بھی اختلاف کر سکوں۔

حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے سامنے میں نے اپنی جبین کو خم کر دیا اسی کو سرمایہ بنایا اور اسی کی بنیاد پر مسئلہ بتادیا' اور جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال آتے ہیں ان کی تعظیم بجالاتے ہوئے میں انہی میں سے ایک قول کو اختیار کرتا ہوں' صحابہ کے اقوال سے ہٹ کر کسی اور کے قول پر مسئلہ نہیں بتاتا'یعنی سب سے پہلا مصدر تو کتاب اللہ ہے دوسرا مصدر مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتیں'تیسرا مصدر صحابہ کرام کے آثار ہیں، یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرمایہ ہے، اسی پر آپ کے مسائل کی بنیاد و اساس ہے، آپ کے بیان کردہ مسائل کے دلائل یہی ہیں۔

پھر فرمایا "وما جاء عن غيرهم فهم رجال ونحن رجال" صحابہ کے علاوہ کسی کی رائے ہوتی ہے'کوئی بات خود تابعین کی بیان کردہ ہوتی ہے تو وہ بھی تابعین ہیں اور میں بھی تابعی ہوں، جس طرح انھوں نے قیاس کیا ہے میں بھی قیاس کرتا ہوں۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراسی ہزار مسائل مستنبط کیے: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مبارک زندگی زہد و ورع'تقوی و طہارت، خوف و خشیت اور تقرب و انابت میں گزاری، جس کی بدولت خالق کائنات نے آپ کے سینۂ اقدس کو علم فقہ کے لیے کھول دیا تھا، اللہ تعالی نے آپ کو غیر معمولی قوت حافظہ' طاقت استدلال اور ملکہ استنباط عطا فرمایا، آپ نے بفیضان مصطفوی کتاب و سنت سے، تراسی ہزار (۸۳۰۰۰) مسائل مستنبط فرمائے ہیں، امام اعظم نے کتاب و سنت کے مقابل کبھی اپنی رائے نہیں پیش کی' بلکہ آپ نے کتاب و سنت ہی سے مسائل کا حل نکالا ہے۔

امام بخاری کی توثیق کرنے والے محدثین نے بھی فقہ حنفی کو معتبر مانا ہے:

حضرت یحیی بن معین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عظیم محدث اور نقد و جرح اور تعدیل کے امام ہیں اُن کا پایۂ علمی اس قدر مستحکم تھا کہ ان کی نسبت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "كل حديث لايعرف ابن معين فليس هو بحديث "جس حدیث کو یحیی بن معین نہیں جانتے وہ فی الواقع حدیث ہی نہیں۔

ایسے جلیل القدر محدث امام اعظم کے مسلک پر فتوی دیا کرتے تھے، ان کا بیان ہے: والفقه فقه ابی حنيفة على هذا ادركت الناس. معتبر و مستند فقہ امام اعظم کی فقہ ہے، اس پر میں نے اپنے دور کے محدثین کرام کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔ (۱)

امام اعظم کی فقہ کو معتبر و مستند قرار دینے والے یحیی بن معین ان ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں جن کے سامنے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب تالیف کرنے کے بعد پیش کی تھی، جب انھوں نے تصدیق کی اور سند تصویب عطا فرمائی تب امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو بازار علم میں پیش کیا' جس کی صراحت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں فرمائی ہے۔ اگر امام اعظم کے پیروکاروں کو بدعتی، گمراہ یا مشرک کہا جائے تو امام بخاری پر اعتراض وارد ہوگا کہ انھوں نے گمراہ اور بدعتی محدثین سے صحیح بخاری میں روایات لی ہیں' اس طرح امام بخاری اور آپ کی کتاب کی فنی حیثیت بھی مجروح ہوجاتی ہے، اس لیے ہم ازراہ خیر خواہی مشورہ دیتے ہیں کہ اس طرح اختلاف وانتشار کا شکار ہونے کے بجائے اکابر پر کامل اعتماد واعتبار کرتے ہوئے ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا جائے، اگر کسی کو ائمہ مجتہدین کی فقہی تحقیقات سے اتفاق نہیں ہے اور وہ اپنی تحقیق پر عمل چاہتا ہے تو وہ اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، تاہم جو لوگ ائمہ کے بیان کردہ قرآن وحدیث سے ماخوذ فقہی مسائل پر عمل کررہے ہیں انہیں نشان ملامت نہ بنایا جائے۔

آج اعداے دین مختلف جہتوں سے دین اسلام پر حملہ آور ہورہے ہیں، تمام صلاحیتوں کو جمع کرکے ان کے رکیک حملوں کا جواب دینا وقت کا اہم تقاضا ہے، بجاے اس کے باہم ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کرنا شرعًا بھی درست نہیں اور عقلاً بھی درست نہیں، دین ودیانت کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے اس طریقہ کو بالکلیہ ترک کردینا چاہیے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے' خیر وبھلائی کو اپنانے اور بدی وبرائی سے اجتناب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمِيْن بِجَاهِ سَيِّدِنَا طٰهٰ ويٰس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

☆☆☆☆

(۱) وفيات الاعيان ، حرف النون ، الامام ابوحنيفة.الوافى بالوفيات ،حرف النون،الامام ابوحنيفة.تاريخ بغداد ، باب النون ، مناقب ابى حنيفة.حقيقةالفقة، ج۲،ص۴۱

رفع یدین اور فقہ حنفی

محمد وسیم اصغر خاں اشرفی، ناظمِ اعلیٰ مدرسہ اشرفیہ قطبیہ، ۲۹/۱ تلجلا روڈ، کولکاتا ۴۶

رفعِ یدین کا مسئلہ ان معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے جن پر ہر زمانے میں بڑی بحثا بحثی، اختلاف و نزاع اور گرم بازاری رہی ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث نے اس پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام "الجزء فی رفع الیدین" رکھا، اسی طرح محمد بن نصر مروزی، بیہقی، شیخ عمید الدین اتقانی، محمود بن احمد قونوی، تقی الدین سبکی اور ابن قیم وغیرہ نے اس پر مستقل رسالے لکھے۔ محمد زاہد کوثری کہتے ہیں: "وهذالبحث طويل الذيل الفت فيه كتب خاصة من الجانبين" اس بحث کا دامن بڑا لمبا ہے اس میں ہر دو جانب سے مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ فریقین میں سے بعض حضرات نے اس پر بڑی شدت سے کام لیا۔ لہٰذا کسی نے رفعِ یدین کی وجہ سے نماز کو فاسد قرار دیا، کسی نے نہ کرنے کی وجہ سے نماز کو فاسد یا مکروہ کہہ دیا خود امام بخاری اس مسئلہ میں مسلکی تشدد کے شکار ہو گئے اور لکھ بیٹھے: "انه لم يثبت عن احدمن اصحاب رسول الله ﷺ انه لم يرفع يديه"۔ کسی بھی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے رفعِ یدین نہ کیا ہو حالاں کہ صحیح یہ ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف دو نقیضوں کا اختلاف نہیں ہے بلکہ عبادات میں تنوع کا اختلاف ہے کہ نماز میں رفعِ یدین کرنا نہ کرنا دونوں سنت سے ثابت ہے البتہ مالکیہ اور احناف کے نزدیک رفع یدین کی نفی والی حدیث کو ترجیح حاصل ہے جیسا کہ آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔

رفع یدین کا معنیٰ: نماز میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا۔

رفعِ یدین کی صورتیں اور فقہی مذاہب:

(۱) تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین یعنی دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، اس کی مشروعیت پر فرقۂ زیدیہ کے علاوہ سب کا اتفاق ہے۔

(۲) سجدہ میں جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین کرنا، اس کے متروک ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

(۳) رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین کرنا، اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔

(الف) شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان دونوں مواقع پر رفعِ یدین افضل ہے۔

(ب) حنفیہ اور بقول صحیح مالکیہ کے نزدیک ان دونوں جگہوں پر رفعِ یدین نہ کرنا افضل ہے۔

قابلِ توجہ امور: رفعِ یدین کے بارے میں ائمۂ اربعہ کا اختلاف افضلیت وعدمِ افضلیت کا اختلاف ہے ، جواز وعدمِ جواز بلفظ دیگر فساد اور عدمِ فساد کا اختلاف نہیں ہے۔

اگر کسی نے رفعِ یدین کرلیا تواس کی وجہ سے فقہِ حنفی کے مطابق نماز فاسد نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ ہوتی ہے۔

اگر کسی نے رفعِ یدین نہیں کیا توشافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ ہوتی ہے۔

رفعِ یدین کے بارے میں ائمہ کا اختلاف احادیث وآثار کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔

رفع یدین کے بارے میں احادیث تین طرح کی ہیں:

(۱) وہ حدیثیں جو رفعِ یدین کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

(۲) وہ حدیثیں جو رفعِ یدین کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

(۳) وہ حدیثیں جو رفعِ یدین کے ذکر سے خالی ہیں۔

فقہِ حنفی میں اور فقہِ مالکی میں رفعِ یدین کے ترک کا جو قول کیا گیا ہے ، اس کی بنیاد اُن احادیث وآثار کے راجح ہونے پر ہے جو رفع یدین کی نفی پر دلالت کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ان حضرات نے اپنی رائے اور اپنے قیاس پر بھروسہ کرتے ہوئے رفعِ یدین کو غیر افضل قرار دیا ہے۔

رفعِ یدین کی نفی پر حدیثیں: اس باب میں ہم نے دو طرح کی حدیثوں کو جمع کیا ہے: (۱) وہ حدیثیں جو رفعِ یدین کے ذکر سے خالی ہیں۔ (۲) وہ حدیثیں جو رفعِ یدین کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

رفعِ یدین کی نفی پر بخاری ومسلم کی روایات: (۱) مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں:

صليت خلف علی بن ابی طالب انا وعمران بن حصين فكان اذاسجدكبر،واذارفع راسه كبر،واذانهض من الركعتين كبر،فلماقضى الصلاة اخذبيدی عمران بن حصين فقال قدذكرنی هذاصلاة محمدصلی الله عليه وسلم اوقال لقد صلی بنا صلاة محمد ﷺ (۱)

ترجمہ: میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب کی اقتدا میں نماز پڑھی جب انھوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی ، جب سر اٹھایا تو تکبیر کہی ، اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو تکبیر کہی ، جب نماز مکمل ہوگئی تو حضرت عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ انھوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز یاد کرادی یا فرمایا کہ انھوں نے ہمیں محمد ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھائی۔

(۲) حضرت ابو سلمہ کہتے ہیں:

(۱) صحيح البخاری: كتاب الآذان، باب اتمام التكبير فی السجود، ج:۱، ص: ۱۰۸

عن ابی هريرة انه كان يصلى بهم فيكبر كلما خفض ورفع فاذا انصرف قال انی لاشبهكم صلاة برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم .(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں نماز پڑھایا کرتے تھے وہ جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم میں میری نماز رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الى الصلاة يكبر حين يقوم ،ثم يكبر حين يركع،ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ،ثم يقول وهو قائم ربنالك الحمد ثم يكبر حين يهوى ،ثم يكبر حين يرفع راسه ثم يكبر حين يسجد،ثم يكبر حين يرفع راسه ثم يفعل ذٰلك فى الصلاة كلها حتى يقضيها ويكبر حين يقوم من الثنتين بعد الجلوس۔(۲)

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے، پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے جب کہ رکوع سے پیٹھ کو سیدھی کرتے، پھر سیدھے کھڑے ہوکر ربنالک الحمد کہتے، پھر جھکتے وقت تکبیر کہتے، پھر سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے، پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ پوری نماز ہوجاتی اور جب دو رکعتوں میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔

(۴) ابوبکر بن عبد الرحمن اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے:

ان اباهريرة كان يكبر فى كل صلاة من المكتوبة وغيرها فى رمضان وغيره،فيكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع،ثم يقول سمع الله لمن حمده ثم يقول ربناولك الحمد قبل ان يسجد ثم يقول الله اكبر حين يهوى ساجدا،ثم يكبر حين يرفع راسه من السجود ،ثم يكبر حين يسجد ثم يكبر حين يرفع راسه من السجود،ثم يكبر حين يقول من الجلوس فى الاثنتين ،ويفعل ذٰلك فى كل ركعة حتى يفرغ من الصلوٰة ثم يقول حين ينصرف والذى نفسى بيده انى لاقربكم شبها بصلاة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان كانت هذه لصلاته حتى فارق الدنيا.(۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ فرض نماز ہوتی یا دوسری، ماہ رمضان میں ہوتی یا غیر رمضان میں ہوتی، جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے، پھر

---

(۱) صحیح بخاری:۱ / ۱۰۸،مسلم شریف :کتاب الصلاۃ

(۲) بخاری:۱ / ۱۰۹ ،مسلم :کتاب الصلاۃ

(۳) بخاری شریف :۱/ ۱۱۰

سجدہ کرنے سے قبل ربنالک الحمد کہتے، پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے، پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے، پھر فارغ ہونے پر فرماتے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری نماز تم میں سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تادم وصال اسی طریقے پر نماز ادا کی۔

(۵)عن محمد بن عمروبن عطاء انه كان جالسامع نفر من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فذكرناصلاة النبی ﷺ قال ابوحمیدالساعدی اناكنت احفظكم لصلاة رسول الله ﷺ رایته اذاكبرجعل یدیه حذومنكبیه واذاركع امكن یدیه من ركبتیه ثم هصرظهره فاذارفع راسه استوی حتی یعودكل فقار مكانه واذاسجدوضع یدیه غیرمفترش ولاقابضهماواستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة فاذاجلس فی الركعتین جلس علی رجله الیسری ونصب الیمنی فاذاجلس فی الركعة الآخرة قدم رجله الیسری ونصب الاخری وقعدعلی مقعده.(۱)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تم میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز محفوظ ہے، انھوں نے کہا: میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے تکبیر کہی اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر کیا، جب آپ نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا، پھر اپنی پیٹھ کو برابر کیا، پھر آپ نے سر اٹھایا سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی اپنی جگہ پر قرار پکڑ لیا، پھر آپ نے سجدہ کیا، آپ نے ہاتھوں کو رکھا نہ ہاتھوں کو بچھایا نہ پکڑا، اپنے پیر کی انگلیوں کے پور کو قبلہ کی طرف کیا اور جب آپ دو رکعت پر بیٹھے تو بائیں پیر پر بیٹھے اور دوسرے پیر کو کھڑا کیا اور اپنی مقعد پر بیٹھے یعنی مقعد کو بائیں پیر پر رکھا۔

بخاری ومسلم کی مذکورہ بالا روایتوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفتِ نماز کا بیان ہے جو رکوع کے وقت رفعِ یدین کے ذکر سے خالی ہیں لہٰذا یہ تمام تر روایتیں اشارۃ النص کے طریقے پر اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت صرف تکبیر کہا کرتے تھے، رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے مزید برآں یہ کہ چوتھے نمبر کی حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ لفظ ''حتی فارق الدنیا'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداً رفعِ یدین کیا ہو تو ہو ورنہ آپ کا آخری عمل رفعِ یدین کا ترک تھا۔

(۶) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

''خرج علینارسول الله ﷺ ونحن رافعواایدینافی الصلوٰۃ فقال مابالهم رافعین ایدیهم

---

(۱) بخاری: ۱/ ۱۱۴، صحیح مسلم: كتاب الصلاة

فی الصلاۃ کانھااذناب الخیل الشمس اسکنوا فی الصلاۃ". [1]

ترجمہ: حضور ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے اور ہم لوگوں کو نماز میں رفعِ یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے کہ میں تمہیں شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ نماز سکون سے ادا کیا کرو۔

حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث پر اعتراض: حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث میں سلام کے وقت رفعِ یدین سے منع کیا گیا ہے نہ کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین سے روکا گیا ہے لہٰذا اس حدیث سے رفعِ یدین کی نفی پر استدلال درست نہیں ہے۔

اعتراض کا جواب: اصل میں اس باب میں حضرت جابر بن سمرہ سے دو حدیثیں مروی ہیں جن میں ایک کا تعلق سلام کے وقت رفعِ یدین کی نفی سے ہے جب کہ دوسرے کا تعلق دورانِ نماز رفع یدین کی نفی سے ہے۔ وہ حدیث جس میں دوران نماز رفع یدین سے روکا گیا ہے، اوپر گذری۔ رہ گئی وہ حدیث جس میں سلام کے وقت رفعِ یدین سے روکا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"صلیت مع رسول اللہ ﷺ فکنااذاسلمنا قلنابایدیناالسلام علیکم السلام علیکم فنظرالینارسول اللہ ﷺ فقال ماشأنکم تشیرون بایدیکم کأنھااذناب خیل شمس اذاسلم احدکم فلیلتفت الی صاحبه ولایؤمی بیده". [2]

ان دونوں حدیثوں کے راوی اگرچہ ایک ہیں اور محدثین نے دونوں کو ایک باب کے تحت ذکر کیا ہے تاہم تین قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دونوں حدیثوں کا تعلق الگ الگ مسئلہ سے ہے۔

پہلا قرینہ: رفع یدین کی نفی والی حدیث میں ہے:

"خرج علینا رسول اللہ ﷺ ونحن رافعوا ایدینا فی الصلاۃ"

جب کہ سلام والی حدیث میں ایسا نہیں ہے۔

دوسرا قرینہ: رفع یدین کی نفی والی حدیث میں ہے:

"ما بالھم رافعی ایدیھم فی الصلوۃ کانھااذناب خیل شمس."

جب کہ سلام والی حدیث میں فی الصلوۃ کا لفظ نہیں ہے۔

تیسرا قرینہ: رفع یدین کی ممانعت والی حدیث میں ہے:

---

(۱) سنن ابی داود:باب السلام بالایدی فی الصلوٰۃ

(۲) صحیح مسلم :باب الامربالسکون فی الصلوٰۃ

"اسکنوا فی الصلوۃ"

تم نماز میں رفع یدین نہ کرو بلکہ سکون اختیار کرو۔

بہرکیف حضرت جابر بن سمرہ کی دونوں حدیثیں الگ الگ مسئلہ سے تعلق رکھتی ہیں، لہٰذا اسلام والی حدیث کو لے کر رفعِ یدین کی نفی والی حدیث پر اعتراض درست نہیں ہے۔

ترکِ رفعِ یدین کی حدیثیں صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں:

(۷) علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الامرة واحدة۔[۱]

کیا میں تمھیں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز ادا کر کے نہ دکھاؤں؟ لہٰذا آپ نے نماز ادا کی اور ایک بار کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ فرمایا۔

اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ نسائی نے اپنی سنن میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں تخریج کی اور اسے حسن قرار دیا جب کہ ابن قطان مغربی، ابن حزم اندلسی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔[۲]

(۸) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذاافتتح الصلاۃ رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لایعود.[۳]

بے شک رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ اٹھا کر کانوں کے قریب کرتے پھر رفع یدین دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

ترکِ رفعِ یدین اور صحابۂ کرام

حضرت عمر بن خطاب کا عمل: "عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیه فی شیء من صلوته الاحین افتتح الصلاۃ"۔

یعنی اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انھوں نے شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی ہاتھ نہ اٹھایا۔[۴]

---

(۱) سنن ابوداؤد

(۲) حاشیہ ترمذی:۱ / ۶۸

(۳) سنن ابوداؤد: باب من یذکرالرفع عندالرکوع

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ:باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لایعود

حضرت علی کا عمل: ”عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه اذاافتتح الصلاة ثم لا یعود“

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر اس کے بعد نہ اٹھاتے۔ (۱)

حضرت براء بن عازب کا عمل: ”عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب مثله وزادقال مرۃواحدۃ ثم لا یعود لرفعها فی تلك الصلاة“۔ (۲)

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب سے بھی اسی قسم کی روایت آتی ہے، اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ ایک مرتبہ ہاتھ اٹھایا پھر نماز میں کہیں ہاتھوں کے اٹھانے کا اعادہ نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا عمل: ”عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شیء ثم لایرفع بعد“۔ (۳)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود صرف نماز کے اول میں ہاتھ اٹھاتے اس کے بعد نہ اٹھاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا عمل: ”عن مجاهدقال صلیت خلف ابن عمرفلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلاة“۔ (۴)

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی انھوں نے پہلی تکبیر کے علاوہ کہیں بھی ہاتھ نہ اٹھایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا عمل: حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

”لاترفع الایدی الا فی سبع مواطن اذاقام الی الصلاة واذارأی البیت وعلی الصفا والمروۃ وفی عرفات وفی جمع وعند الجمار“۔ (۵)

یعنی اپنے ہاتھوں کو سوائے سات مقاموں کے نہ اٹھاؤ: (۱) جب نماز کے لیے کھڑے ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھو (۳) اور جب صفا پر چڑھو (۴) اور مروہ پر چڑھو (۵) اور عرفات میں (۶) اور مزدلفہ میں (۷) اور جمرات کو کنکریاں مارتے وقت۔

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبه:باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لایعود
(۲) مصنف عبدالرزاق: ۲ / ۷۱
(۳) مصنف عبدالرزاق: ۲ / ۷۱
(۴) طحاوی :باب التکبیرات
(۵) مصنف ابن عبدالرزاق،حاکم ،وبیهقی

عشرہ مبشرہ کا عمل: علامہ عینی علامہ کاسانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" روی عن ابن عباس انه قال العشرة الذين شهدلهم رسول الله ﷺ بالجنة ماكانوايرفعون ايديهم الا فى افتتاح الصلاة"۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں وہ دس صحابہ جنھیں حضور نے جنت کی بشارت دی وہ پہلی تکبیر کے علاوہ نماز میں کہیں بھی رفعِ یدین نہ کرتے۔

امام ترمذی لکھتے ہیں:

" وبه يقول غيرواحد من اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ والتابعين وهوقول سفيان واهل الكوفة"۔ (۲)

رفعِ یدین کا قول صحابہ وتابعین میں سے کئی اہل علم کا ہے اور اسی کے قائل سفیان ثوری اور اہل کوفہ ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث وآثار اور معمولاتِ صحابہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں اور مقامات پر رفعِ یدین نہ کرنا صرف احناف کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہی طریقہ حضور ﷺ کا تھا اور اسی پر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم کا عمل تھا۔ لہٰذا آج کے بعض غیر مقلدین کا رفع یدین کے ترک کو غیر مسنون قرار دینا اور پھر اس مسئلہ کو لے کر احناف پر طعن وتشنیع کرنا یہ ان کے تعصب وعناد اور امام اعظم ابو حنیفہ سے ان کے دلی بغض وعداوت کو ظاہر کرتا ہے۔

رفع یدین کی نفی پر اعتراضات اور ان کے جواب

حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث پر اعتراض: امام بخاری نے حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث کو "باب سنة الجلوس فى التشهد" کے تحت ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تشہد میں بیٹھنا سنت ہے لہٰذا اس سے رفعِ یدین کی نفی پر استدلال کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟

اعتراض کا جواب: یہ اعتراض غیر علمی ہے کہ ترجمۃ الباب کے تحت جو حدیث لائی گئی ہے، اس سے کوئی دوسرا مسئلہ ثابت نہیں ہوگا کیوں کہ حدیث کا ایک عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ بعض اوقات ایک حدیث سے کئی کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں مگر عنوان کسی ایک مسئلہ کے مطابق ہوتا ہے۔

---

(۱) عمدة القارى: ۵/ ۲۷۲

(۲) ترمذی:۱/ ۵۹

حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث پر اعتراض: اس حدیث کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور عاصم بن کلیب ضعیف راوی ہیں یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن مبارک اس حدیث کے تعلق سے کہتے ہیں "لم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ" عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی مرتبہ کے علاوہ رفع یدین نہیں فرمایا۔ ثابت نہیں۔

اعتراض کا جواب: علامہ دقیق العید کہتے ہیں:

"کیف یعلل ابن المبارك حدیث ابن مسعود والحال انه یدور علی عاصم بن کلیب وھو من رواۃ مسلم"[1]

عبداللہ بن مبارک نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث کو کیسے معلول قرار دے دیا جب کہ اس کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور عاصم بن کلیب مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔

عاصم بن کلیب کی ثقاہت پر محدثین کی شہادتیں:

عجلی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[2]

ابو حاتم بُستی انہیں صالح الحدیث کہتے ہیں۔[3]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور حجت ہیں اور ان کی حدیثیں زیادہ نہیں ہیں۔[4]

ذہبی کہتے ہیں: وہ فاضل تھے، عابد تھے اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔[5]

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: ان کی حدیث میں کوئی حرج نہیں ہے۔[6]

ابن حبان نے الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

احمد بن صالح انھیں ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔[7]

نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔[8]

---

(۱) حاشیہ ترمذی:۱/ ٦٨
(۲) الثقات للعجلی:۲٤۲
(۳) الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:٦/ ۳٥٠
(۴) الطبقات الکبریٰ:٦/ ۳٤۱
(۵) تاریخ الاسلام:۳/ ٦٧٤
(۶) تہذیب التہذیب:٥/ ٥٦
(۷) تہذیب التہذیب:٥/ ٥٦
(۸) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال:۱۳/ ٥۳٨

ابوحاتم بستی کہتے ہیں: وہ کوفہ کے ان حضرات میں سے تھے جن کا حفظ وضبط مضبوط تھا۔[1]

ذہبی نے ان کا ذکر اپنے رسالہ "من تكلم فيه وهوموثق" میں کیاہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان راویوں میں سے ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

براء بن عازب کی حدیث پر اعتراض: اس حدیث سے رفع یدین کے ترک پر استدلال درست نہیں ہے کیوں کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے چناں چہ ابوداؤد اس حدیث کی تخریج کے بعد کہتے ھیں "هذا الحديث ليس بصحيح" یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جواب اول: ابوداؤد نے اس حدیث کو تین طرق سے روایت کیا ہے جن میں سے تیسرے طریق میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جو کمزور راوی ہیں، ابوداؤد نے "هذا الحديث ليس بصحيح" کہ کر اسی طریق کی تضعیف کی ہے جب کہ شروع کے دو طرق کی سند پر انھوں نے کوئی کلام نہیں کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ حدیث اگرچہ تیسرے طریق کے اعتبار سے سنداً صحیح نہیں ہے مگر اس حدیث کا مضمون بالکل صحیح اور درست ہے۔

جواب ثانی: کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ ضعیف ہو کیوں کہ صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن بنفسہ اور حسن لغیرہ کا درجہ بھی موجود ہے اور ابوداؤد نے صحت کا انکار کیا ہے نہ کہ ضعیف ہونے کا دعوی کیا ہے۔

جواب ثالث: ابوداؤد کا کہنا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جرح مبہم ہے کیوں کہ انھوں نے صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں بتائی کہ کون سا راوی ضعیف ہے اور کیوں ضعیف ہے اور جرح مبہم معتبر نہیں ہے۔

اعتراض: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"رايت رسول الله ﷺ اذاافتتح الصلوٰة يرفع يديه حتى يحاذى منكبيه واذاركع واذارفع رأسه من الركوع"۔

میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو شانوں تک اٹھاتے، جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر کو اٹھاتے۔ [ترمذی]

یہ حدیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ حضور نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین فرمایا۔

اعتراض کا جواب: انصاف کی بات یہ ہے کہ جیساکہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ رفعِ یدین کے بارے میں احادیث وآثار مختلف ہیں بعض حدیثیں ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض حدیثیں نفی پر دلالت کرتی ہیں جب کہ بعض حدیثیں رفعِ یدین کے ذکر سے خالی ہیں اور یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب احادیث وآثار متعارض ہوں

---

(۱) مشاهير علماء الامصار: ۱/ ۲۶۰

تو اس وقت چار طریقوں میں کسی ایک طریقے پر عمل کیا جاتا ہے۔

(۱) تطبیق کے طریقے پر یعنی ایسا راستہ اختیار کیا جائے کہ دونوں طرح کی حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(۲) ترجیح کے طریقے پر یعنی جن احادیث کا راجح ہونا ثابت ہو جائے ان پر عمل کیا جائے اور جو مرجوح ہو انہیں چھوڑ دیا جائے۔

(۳) نسخ کے طریقے پر یعنی تاریخی طور پر یہ پتا کیا جائے کہ کون سی حدیث پہلے کی ہے اور کون سی بعد کی ہے جو پہلے کی ہو اسے چھوڑ دیا جائے اور جو بعد کی ہو اس پر عمل کیا جائے۔

(۴) تساقط کے طریقے پر یعنی جب مذکورہ بالا کسی بھی طریقے کو اختیار نہ کیا جا سکے تو ایسی صورت میں آثارِ وتعاملِ صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے ورنہ قیاس کی جانب۔

احناف نے اس مسئلہ میں مختلف وجوہات کی بنا پر رفع یدین کی نفی والی حدیثوں کو ترجیح دی ہے اور اسی بنا پر رفع یدین نہ کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔

رفع یدین کی نفی والی حدیث کو راجح قرار دینے کی وجہیں

پہلی وجہ: رفعِ یدین کی نفی پر حدیثیں نصِّ قرآنی کے زیادہ موافق ہیں کیوں کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وقوموا اللہ قانتین "یعنی اللہ کے لیے سکون واطمینان سے کھڑے رہو۔

دوسری وجہ: رفعِ یدین کی نفی پر حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث اصل الباب کی حیثیت رکھتی ہے جب کہ رفعِ یدین کے ثبوت پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اصل الباب کی حیثیت حاصل ہے، ان دونوں حدیثوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت اختلاف واضطراب سے خالی ہے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اختلاف ہے اور ان کے عمل میں بھی اختلاف ہے لہٰذا چوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث اور ان کا عمل اختلاف واضطراب سے خالی ہے اسی وجہ سے احناف نے ان کی حدیث کو ترجیح دی ہے اور رفعِ یدین کی نفی کا قول کیا ہے۔

حدیثِ عبداللہ بن عمر میں اختلاف واضطراب کا بیان: (۱) امام مالک نے "المدونة الكبرىٰ" میں حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک حدیث مرفوع اس طرح روایت کی ہے کہ اس میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے، اسی طرح امام بیہقی نے خلافیات میں حضرت عبداللہ بن عمر کی اس روایت کا ذکر کیا ہے اس میں بھی صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کا اعادہ نہیں فرمایا۔

(۲) امام مالک نے "موطا" میں حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے جس میں تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین کا ذکر ہے جب کہ رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

(۳) صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اس طرح آئی ہے کہ اس میں تکبیر تحریمہ، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تینوں موقعوں پر رفعِ یدین کا ذکر ہے۔

(۴) صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک روایت اس طرح مروی ہے کہ اس میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، ایک تکبیر تحریمہ کے وقت، دوسرے رکوع میں جاتے وقت، تیسرے رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور چوتھے تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت۔

(۵) امام بخاری نے "الجزء فی رفع الیدین" میں ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے اس طرح روایت کی ہے جس میں پانچ مواقع پر رفع یدین کا ذکر ہے چار تو وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور پانچویں سجدہ میں جاتے وقت۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے عمل میں اختلاف: (۱) مجاہد کہتے ہیں:

"مارأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول مایفتتح"(۱)

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کہیں بھی ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(۲) نافع کہتے ہیں:

"ان ابن عمر کان اذادخل الصلوٰۃ کبرورفع یدیه واذارکع رفع یدیه واذاقال سمع الله لمن حمده رفع یدیه واذاقام من الرکعتین رفع یدیه ورفع ذٰلك ابن عمر الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "۔(۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے جب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اس فعل کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب فرماتے۔

ترجیح کی تیسری وجہ: احادیث کے باہم متعارض ومتصادم ہونے کی صورت میں تعاملِ صحابہ کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس حیثیت سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صحابہ جنھیں تمام صحابہ کے علوم کا خلاصہ کہا جاتا ہے یعنی حضرت عمر فاروق، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کا عمل یہ ہے کہ انھوں نے رفعِ یدین نہیں فرمایا۔

چوتھی وجہ: اہل مدینہ اور اہلِ کوفہ کا تعامل یہ تھا کہ وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے جب کہ دوسرے شہروں میں کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں طرح کے لوگ موجود تھے۔

پانچویں وجہ: رفعِ یدین والی حدیث، حرکت یعنی بار بار ہاتھ اٹھانے پر دلالت کرتی ہے جب کہ نفی والی حدیث، سکون یعنی بار بار ہاتھ نہ اٹھانے پر دلالت کرتی ہے اور نماز کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے افعال حرکت سے سکون کی طرف منتقل ہوئے ہیں جیسا کہ نماز میں پہلے کلام کی اجازت تھی بعد میں اس کا حکم

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبه :باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لایعود

(۲) بخاری شریف: ۱ / ۱۰۲

منسوخ ہوگیا، پہلے عملِ کثیر مفسدِ نماز نہ تھا جب کہ بعد میں اسے مفسد قرار دیا گیا، اسی طرح پہلے التفات جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا بہرکیف رفع یدین والی حدیث کا حرکت پر دلالت کرنا اور نفی والی حدیث کا سکون پر دلالت کرنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ترجیح نفی والی حدیث کو حاصل ہو۔

اعتراض: حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے:

"ان رسول الله ﷺ كان اذاافتتح الصلوٰة رفع يديه واذاركع واذارفع رأسهٗ من الركوع وكان لايفعل ذلك فى السجود فما زالت تلك صلوته حتى لقى الله تعالىٰ"

حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفعِ یدین فرماتے، جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفعِ یدین فرماتے اور آپ نے نماز ہمیشہ اسی صفت پر ادا کی یہاں تک کے آپ اپنے رب سے جاملے۔ [بیہقی]

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا آخری عمل رفعِ یدین کا تھا لہٰذا رفع یدین کی حدیث کو منسوخ قرار دینا درست نہیں ہے۔

اعتراض کا جواب: حدیث میں "فمازالت تلك صلوٰته" کی زیادتی انتہائی ضعیف بلکہ موضوع ہے لہٰذا یہ حدیث قطعاً قابلِ التفات نہیں ہوسکتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کا ایک راوی عصمہ بن محمد انصاری جس کے متعلق ابوحاتم بُستی نے کہا" ليس بقوى" یہ راوی قوی نہیں ہے، یحیٰ بن معین نے کہا "كذاب يضع الحديث" یہ شخص جھوٹا ہے حدیثیں وضع کرتا ہے۔ عقیلی نے کہا "يحدث بالبواطيل عن الثقات" باطل حدیثیں بیان کرتا ہے اور منسوب ثقہ راویوں کی طرف کرتا ہے، دارقطنی نے کہا متروک ہے۔

ترجیح کی چھٹی وجہ: رفع یدین کی نفی پر فعلی حدیثیں بھی موجود ہیں اور قولی بھی یعنی یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے رفع یدین نہیں کیا بلکہ چھوڑ دیا تھا اور یہ بھی احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے رفع یدین سے منع کیا۔ جب رفعِ یدین کے ثبوت پر ایک بھی ایسی حدیث موجود نہیں ہے جس میں حضور ﷺ نے رفعِ یدین کا حکم فرمایا ہو یا آپ نے اپنی زبان مبارک سے اس کے کرنے کی ترغیب دلائی ہو لہٰذا چوں کہ رفعِ یدین کی نفی پر قولی و فعلی دونوں طرح کی حدیثیں ہیں اس لیے احناف نے رفعِ یدین کی نفی والی حدیث کو ترجیح دی ہے۔

ترجیح کی ساتویں وجہ: رفعِ یدین کی نفی والی حدیث کے راوی افقہ ہیں اس لیے احناف نے اس مسئلہ میں رفع یدین کی نفی والی حدیث کو ترجیح دی ہے کیوں کہ قاعدہ ہے کہ افقہ راوی کی حدیث کو غیر افقہ راوی کی حدیث پر ترجیح حاصل ہوتی ہے جس پر مندرجہ ذیل شہادتیں موجود ہیں۔

زرکشی لکھتے ہیں:

"وقدقال الاعمش حديث يتداوله الفقهاء خيرمن حديث يتداوله الشيوخ"(۱)

(۱) النكت على مقدمة ابن الصلاح:الصلوٰة على ديباجة الكتاب

اعمش کہتے ہیں وہ حدیث جو فقہا کے درمیان متداول ہو وہ بہتر ہے اس حدیث سے جو شیوخِ محدثین کے مابین متداول ہو۔

جلال الدین سیوطی کہتے ہیں:

"ولام انسان احمد فی حضورمجلس الشافعی وترکه مجلس سفیان بن عیینة فقال لهٗ احمداسکت فان فاتك حدیث بعلو تجده بنزول ولایضرك وان فاتك عقل هذالفتیٰ اخاف ان لا تجدهٗ."(۱)

ایک شخص نے امام احمد کو اس بات پر ملامت کی کہ تم سفیان بن عیینہ کی مجلس کو چھوڑ کر امام شافعی کی مجلس میں کیوں جانے لگے؟ امام احمد بن حنبل نے اس سے کہا چپ رہ اس لیے کہ اگر کوئی حدیث سندِ عالی کے بجائے کم مرتبے کی سند سے بھی حاصل ہوجائے تو کچھ حرج کی بات نہیں ہے ہاں اگر اس نوجوان کی فقاہت فوت ہوجائے تو مجھے خوف ہے کہ پھر ایسی فقاہت نہیں ملے گی۔

نفیِ رفع یدین کے راوی کے افقہ ہونے پر ایک دل چسپ مناظرہ: امام اعظم ابوحنیفہ اور امام اوزاعی مکہ مکرمہ میں دارالحناطین میں اکھٹے ہوئے تو حضرت امام اوزاعی نے کہا: "آپ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟" حضرت امام اعظم نے فرمایا: "کیوں کہ رفع یدین کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں ہے جو معارض سے محفوظ ہو"۔ امام اوزاعی نے کہا: "یہ کیسے؟ حالاں کہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی، وہ سالم سے، وہ اپنے والد عبداللہ بن عمر سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرماتے تھے"۔ اس پہ امام اعظم نے فرمایا: "ہم سے حدیث بیان کی حماد بن ابی سلیمان نے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ علقمہ اور اسود سے، وہ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شروع نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی جگہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے"۔

یہ سن کر امام اوزاعی نے اعتراض کیا: "احدثك عن الزهری عن سالم عن ابیه وتقول حدثنی حماد عن ابراهیم" یعنی میں تم سے زہری کی سند سے حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم مجھ سے حماد کی سند سے حدیث سنا رہے ہو؟ امام اوزاعی کے اعتراض کا منشا یہ تھا کہ میری سند عالی ہے کیوں کہ اس کی سند میں صحابی تک صرف دو واسطے ہیں "زہری اور سالم" جب کہ آپ کی سند میں صحابی تک تین واسطے ہیں: "حماد، ابراہیم، علقمہ"، لہٰذا اعلو اسناد کی بنا پر میری روایت راجح ہے۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے جواب دیا:

"کان حمادافقه من الزهری وکان ابراهیم افقه من سالم وعلقمة لیس بدون ابن عمر فی الفقه وان کان لابن عمر صحبة فله فضل صحبة فالاسودله فضل کثیر وعبدالله عبدالله."

---

(۱) تدریب الراوی :الفائدة الثانیه فی حدالحافظ والمحدث

یعنی حماد فقاہت میں زہری سے بڑھ کر، ابراہیم نخعی سالم سے بڑھ کر، علقمہ فقاہت میں عبداللہ بن عمر سے کم نہیں یہ اور بات ہے کہ انھیں صحابیت کا شرف حاصل ہے اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہیں۔

خلاصہ یہ کہ رفع یدین کی نفی والی حدیث کو امام اعظم نے راجح قرار دیا ہے راویوں کے فقیہ ہونے کی وجہ سے جب کہ امام اوزاعی نے رفع یدین پر ثبوت والی حدیث کو راجح قرار دیا ہے علو اسناد کے بنا پر چنانچہ ابن ہمام اس مناظرہ کو نقل کرنے بعد لکھتے ہیں: "ان اباحنیفة رجح روایته بفقه الرواة کمارجح الاوزاعی بعلوالاسناد "(۱)

خلاصۂ بحث: اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفعِ یدین کرنا یہ بھی حدیث سے ثابت ہے اور نہ کرنا یہ بھی حدیث سے ثابت ہے البتہ حنفیہ ومالکیہ حضرات کے نزدیک نہ کرنے والی حدیث کے راجح ہونے کی وجہ سے رفعِ یدین نہ کرنا افضل ہے۔ لہٰذا بعض غیر مقلدین کا یہ باور کرانے کی کوشش کرنا کہ نماز میں رفع یدین نہ کرنا حدیث کے خلاف ہے اور صرف رفعِ یدین والی احادیث کو دِکھادِکھاکر عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنا یہ حدیث کی خدمت نہیں بلکہ حدیث کے ساتھ کھلی ہوئی خیانت اور جن حضرات کی امامت وفقاہت بلا نکیر مسلم الثبوت ہے، ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: "لاترفع یدیك الافی اول تکبیرة وان فعلت فقدفعل "(۲)

اپنے ہاتھ کو تکبیرِ تحریمہ کے سوا نہ اٹھاہاں اگر تو نے ایسا کرلیا تو تحقیق کہ یہ بھی کیا گیا ہے یعنی یہ بھی حضور سے ثابت ہے۔

ابن حزم لکھتے ہیں: "فان رفعنا صلینا کما کان رسول اللہ ﷺ یصلی وان لم نرفع فقدصلینا کماکان علیه السلام "(۳)

اگر ہم نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا تو ہم نے نماز ادا کی جیساکہ حضور نے نماز پڑھی اور اگر نہیں کیا تو بھی ہم نے نماز حضور کے طریقے پر ہی پڑھی۔]

ابن ہمام کہتے ہیں:

"واعلم ان الآثارعن الصحابة والطرق عنه ﷺ کثیرة جداوالکلام فیهاواسع من جهة الطحاوی وغیرہ والقدر المتحقق بعدذلك كله ثبوت رواية كل من الامرين عنه ﷺ الرفع عندالركوع وعدمه فيحتاج الى الترجيح لقيام التعارض"(۴)

---

(۱) مرقاة: ۲ / ۲۵۶

(۲) اختلاف العلماء للمروزی: فی رفع الیدین فی الصلوٰة

(۳) المحلیٰ بالآثار: مسألة رفع الیدین للتکبیرمع الاحرام

(۴) فتح القدیر: باب صفة الصلوٰة

جان لیجیے! کہ احادیث وآثار بہت زیادہ ہیں اور طحاوی وغیرہ نے ان میں بڑی لمبی گفتگو کی ہے تاہم تمام تر گفتگو کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح کی روایت ثابت ہے اور روایت کے متعارض ہونے کی صورت میں ترجیح کی ضرورت پڑتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"فاذاارادان یرکع رفع یدیه حذ ومنکبیه اواذنیه وکذلك اذارفع رأسه من الرکوع ولایفعل ذلك فی السجود..... وهو من الهیأت فعله النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرة وترکه مرة والکل سنة واخذبکل واحدجماعة من الصحابة والتابعین ومن بعد هم وهذااحدالمواضع التی اختلف فیهااهل المدینة والکوفة ولکل واحد اصل اصیل والحق عندی فی مثل ذلك ان الکل سنة"(۱)

پھر جب آپ رکوع کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھ کو شانے یا کانوں تک اٹھاتے، رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ایسا ہی کرتے ہاں البتہ سجدے میں ایسا نہیں کرتے ... بہر حال یہ ان کیفیات میں سے ہے جو حضور نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑا لہٰذا دونوں سنت ہے اور ہر ایک پر صحابہ وتابعین کی ایک جماعت اور بعد کے لوگوں نے عمل کیا ہے نیز یہ کہ یہ ان مقامات میں سے ہے جس میں اہلِ مدینہ اور اہلِ کوفہ کا اختلاف ہے اور ہر ایک کے پاس اپنی دلیل موجود ہے میرے نزدیک ان جیسے مقامات میں حق یہ ہے کہ دونوں سنت ہے۔

صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی اس عبارت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔(۲)

نذیر میاں غیر مقلد نے لکھا ہے:

"در صورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفعِ یدین بوقت رفتن در رکوع ووقت برداشتن سر از رکوع منازعت ومخاصمت ومشاتمت ومغاضبت کردن خالی از تعصبِ مذہبی وجہالت نخواہد بود زیرا کہ رفع وعدم رفع در ہر دو مقام باوقاتِ مختلفہ از آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثابت است چہ دلائل طرفین دریں باب موجود، لہٰذا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در شرح سفر السعادت بعد بیان دلائل طرفین نوشتہ اند کہ چارہ نیست از قول سنیت ہر دو فعل۔"(۳)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں آج کے فتنوں سے بچائے، ہم پر حق کے راستے کو واضح کرے اور دین کے راستے میں خاص کر جن مسائل میں شریعتِ اسلامیہ نے وسعت دی ہے ان میں بے جا تشدد وتعصب سے محفوظ رکھے۔

☆☆☆

(۱) حجة الله البالغه:اذکارالصلوة وهیأتهاالمندوب الیها

(۲) الدررالبهیه والروضة الندیة:الرفع فی المواضع الاربعه

(۳) فتاویٰ نذیریہ :۱/۴۴۱

فقہ حنفی اور قراءت خلف الامام

مولانا محمد اصغر علی مصباحی، استاذ دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر، اڈیشہ

فقہ قانون کے اس مجموعہ کا نام ہے جو ہدایت الٰہی کی روشنی میں حالات وتقاضوں کا لحاظ کر کے مرتب ومدون کیا گیا ہو جیسا کہ فقہی کتابوں میں درج ہے ”الفقہ مجموعة الاحکام المشروعة فی الاسلام“ شرعی قوانین کے مجموعہ کا نام فقہ ہے۔

شرعی قوانین کی روشنی میں زندگی گزارنے کا سلسلہ ابتدائے آفرینش سے جاری ہے، کسی دور میں بھی زندگی کے بنیادی قوانین سے انسان جاہل اور بے خبر نہیں تھا، ہمیشہ اس کے سامنے ہدایت الٰہی کی روشنی رہی، جس سے لوگوں کو ہدایت کا راستہ ملتا رہا۔ اگر کبھی اغراض وجذبات کی غلط روی سے ہدایت میں غلط اجزا کی آمیزش ہوتی ہو توان اجزا کو اصل سے جدا کرنے کے لیے پیغمبرانِ اسلام تشریف لائے اور حالات وتقاضوں کی مناسبت سے من جانب اللہ ایسے قوانین کا اضافہ کرتے رہے جس سے انسان کی اجتماعی زندگی کی ترقی میں مدد ملتی رہی۔ اوقات وحالات کے تقاضوں کے اعتبار سے قوانینِ الٰہی کا نفاذ عہد صحابہ تک ہوتا رہا، مگر یہ قوانین باضابطہ عہد صحابہ میں مدون نہ ہوئے تھے بلکہ عہد تابعین میں باقاعدہ ایک فن کی شکل میں مدون ہوئے۔ اور عالم اسلام میں فقہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نے شہرت ومقبولیت حاصل کی لیکن سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت فقہ حنفی کو حاصل ہوئی، فقہ حنفی کی خداداد مقبولیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ مذاہب اربعہ کے مدون ہونے کے بعد جتنے بھی اولیا اللہ و بزرگان دین سواد اعظم اہل سنت وجماعت میں پیدا ہوئے وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب کے مقلد ومتبع رہے، لیکن مذہب حنفی کے مقلدین ومتبعین صوفیہ ومشائخ کی تعداد کثیر ہے۔ خصوصیت کے ساتھ برصغیر میں فقہ حنفی کی مقبولیت تو آفتاب نصف النہار کی طرح نظر آتی ہے۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی کا نظریہ جب سے ہندوستان میں آیا، اس وقت سے امت کے اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی مسلسل کوششیں منظم یا غیر منظم طریقہ پر ہوتی رہیں۔ امت نے اسے شخصی اختلاف سمجھ کر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ ہاں! امت کے علما اس سے غافل نہ رہے بلکہ ہمیشہ اس کا ردّ و مقابلہ کرتے رہے اور اس

کے فاسد وباطل نظریات سے لوگوں کو باخبر کرتے رہے، البتہ نجدی سکہ وجود میں آنے کے بعد عمل بالحدیث کے نام پر نئے نئے فتنے کا ظہور ہوا پھر عملی طور پر سیدھے سادے مسلمانوں کو مسالک اربعہ سے بدظن کرنے کی ناپاک سازش رچی گئی جس میں مسلک حنفی کو بالخصوص نشانہ بنایا گیا اور بنایا جارہا ہے۔

دنیا کے تمام ممالک اسلامیہ کی آبادی کا جائزہ لیا جائے تو بلاشک وشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی اور ان کا سواد اعظم مسلک حنفی پر قائم ہے۔ اس لیے مسلک حنفی کو نشانہ بنانے کے لیے یہ افواہ پھیلائی جاتی ہے کہ حنفی مسلک حدیث کے مطابق وموافق نہیں ہے۔ سرخیل مذہب چونکہ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اس لیے انہیں خاص طور پر مکر وفریب کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ وہ محدث نہیں تھے۔ کبھی یہ آواز بلند کی جاتی ہے کہ ان کی آرا اور ان کے مسائل، حدیث کے خلاف، قیاس پر مبنی ہیں۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ صحیح بخاری شریف کی احادیث کے ذریعہ عوام کو دھوکا دیا جارہا ہے جب کہ دھوکہ دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام بخاری کی روایات کا بیشتر حصہ حضرت امام اعظم کے شاگرد در شاگردوں کا ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد قیاس پر ہے جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں یا اس کے کچھ اصول ہیں، اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسائل اخذ کرنے میں کیا طریقہ کار رہے۔ تاکہ اس بات کا فیصلہ کرنا آسان ہو کہ کیا وہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں یا یہ ایک بے بنیاد ان پر الزام ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سن ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ امر مسلم ہے کہ آپ تابعی تھے اور یہ اعزاز وسعادت دوسرے کسی امام حدیث وفقہ کو حاصل نہیں۔ (مذہب حنفی کے اصول)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ علما کی اس بات سے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اہل الرائے ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ علما نے ان کی توہین کی ہے، اور نہ ہی یہ سمجھے کہ یہ حضرات اپنی رائے کو سنت پر ترجیح دیتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے، کیوں کہ یہ بات متعدّد طریقوں سے ثابت ہو چکی ہے کہ آپ سب سے پہلے قرآن مجید سے رہنمائی لیتے، اگر قرآن میں وہ حکم نہیں ملتا تو سنت کی طرف رجوع کرتے، اور اگر سنت میں بھی نہیں ملتا تو پھر آپ صحابہ کرام کا قول جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو، لیتے، اور اگر صحابہ کا قول نہیں ملتا تو پھر آپ تابعین کے قول کے پابند نہیں ہوتے بلکہ خود اجتہاد کرتے جیسا کہ دوسرے مجتہدین کرتے تھیں۔ (۱)

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قیاس ہونے کا قول کرنا سراسر بے بنیاد اور الزام ہے بلکہ مبنی بر حسد ہے۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہوں۔ حالاں کہ میں تو حدیث سے فتوی دیتا ہوں کتاب اللہ اور

(۱) الخیرات الحسان، ص:۹٤

سنت رسول میں حکم ہوتے ہوئے کسی کو اپنی رائے سے بولنے کا حق نہیں، البتہ جس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہوا ہے تو ہم ان کے اس قول کو لیتے ہیں جو قرآن وسنت کے زیادہ قریب ہو اور جو اس کے علاوہ ہے اس میں اجتہاد کیا جاتا ہے"۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان سے واضح ہوجاتا ہے کہ مذہب حنفی کی بنیاد اور اساس دین کے چار اصول: کتاب، سنت، اجماع، قیاس ہیں احناف کے اصول فقہ کا ایک مشہور کلیہ یہ بھی ہے کہ جب قرآن وحدیث میں تعارض ہو تو پہلے تطبیق کی کوشش کی جائے گی، اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو خبر واحد متروک ہوگی اور قرآن پر عمل کیا جائے گا۔

اس قاعدہ اور اصول کے بعد اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بظاہر حدیث کے خلاف نظر آتا ہے تو حقیقت میں وہ خلاف نہیں بلکہ دونوں پر عمل کرنا ہے۔ اس کی واضح مثال قراءت خلف الامام ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

قرآن میں حکم دیا گیا" فاقرؤا ما تيسر من القرآن "قرآن میں جہاں سے آسان ہو اسے پڑھو بالاتفاق یہ حکم نماز کے لیے ہے۔ اس میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورہ یا آیتیں پڑھنا دونوں داخل ہیں۔

اس مفہوم کی دیگر روایات بھی ہیں جن میں سورۂ فاتحہ اور کچھ زائد کے الفاظ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " جاؤ مدینہ میں اعلان کردو کوئی نماز نہیں بغیر قرآن کے اگرچہ سورۂ فاتحہ ہو اور کچھ زیادہ۔"[۱]

(۲) ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: " ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم سورۂ فاتحہ پڑھیں، اور جو آسان ہو"۔

(۳) مسند احمد میں رفاعہ بن رافع کی حدیث ہے:

" سورۂ فاتحہ پڑھو پھر جو چاہو پڑھو۔" [۲]

ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ مطلق قرآن پڑھنا فرض ہے نہ کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا، اور یہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف ہے۔ لیکن غیر مقلدین زمانہ، سورۂ فاتحہ کو فرض قرار دیتے ہیں، اور دلیل میں عبادہ بن صامت کی وہ روایت جو بخاری میں ہے پیش کرتے ہیں کہ "لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت کی روایت سے بظاہر صرف سورۂ فاتحہ کی روایت ثابت ہوتی ہے۔ مگر حضرت عبادہ بن صامت کی وہ روایت جو مسلم شریف میں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "لاصلوة لمن لم

(۱) ابو داؤد، ج:۱، ص۱۳٤

(۲) انوار امام اعظم، ص:۸۲۸

یقرأ بام القرآن فصاعدا' جس نے سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوگی۔

کچھ زائد کے الفاظ سے عبادہ بن صامت کی روایت میں متناً اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی پڑی کہ اس سلسلہ میں دیگر صحابہ کی روایت کو دیکھا جائے۔

ابو داؤد، ترمذی، سنن بیہقی، مسند احمد، طحاوی، ابن حبان وغیرہ کی تمام روایات میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ "فمازاد، بما شئت،بما تیسر" کے الفاظ ملتے ہیں، جن سے صرف سورۂ فاتحہ کی فرضیت نہیں ہوتی، بلکہ کچھ زائد بھی شامل ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مقتدی قراءت کرے یا نہ کرے اس میں بھی مختلف روایات ہیں، جن میں سے بعض میں جہری اور سرّی دونوں نمازوں میں قراءت کا حکم ملتا ہے تو بعض روایات سے صرف جہری نمازوں میں قراءت کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں کن روایات پر عمل کیا جائے اور کن پر نہیں، لیکن قربان جائیے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت پر کہ آپ نے تطبیق کی ایسی صورت نکالی کہ تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے۔ آپ نے مطلق قراءت کو فرض قرار دیا، اور سورۂ فاتحہ کو واجب۔ وہ بھی صرف تنہا نماز پڑھنے والے کو۔ اور اگر وہ مقتدی ہے تو خاموش رہے گا، کچھ نہ پڑھے گا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید حضرت امام احمد بن حنبل کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب "المغنی" میں حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "ہم نے اہل اسلام میں سے کسی شخص کو بھی نہیں سنا، جو یہ کہتا ہو کہ امام جہراً قراءت کرے تو جس نے اس کے پیچھے قراءت نہ کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین نے اس طرح کی بات کہی ہو۔ یہ اہل حجاز میں امام مالک ہیں۔ اہل عراق میں سفیان ثوری ہیں۔ اہل شام میں امام اوزاعی ہیں۔ کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی اور اس نے قراءت نہیں کی تو اس کی نماز باطل ہے۔"(۱)

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ جہری نمازوں میں مقتدی کی قراءت کا کوئی قائل نہیں ہے۔ لیکن سرّی نماز کا حکم مخفی رہا۔ تو واضح ہو کہ سرّی نماز کا حکم بھی وہی ہے جو جہری کا ہے کہ مقتدی خاموش رہے گا قراءت نہ کرے گا۔

کیوں کہ قرآن میں ہے "اذا قری القرآن فاستعموا له وأنصتوا" یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ کلام الٰہی کی جامعیت پر قربان جائیے کہ جہری اور سرّی قراءت میں مقتدی کے لیے ایک آیت میں حکم بیان کر دیا گیا کہ جب زور سے پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اور جب آہستہ پڑھا جائے تو

(۱) المغنی،ص: ٥٦٤

خاموش رہنے کا حکم پھر بھی باقی رہے گا۔ حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

حدیث(۱): ”من كان له امام فقرأءة الامام له قراءة “

یعنی جس کا کوئی امام ہو اس کے لیے امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔ (۱)

حدیث(۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

” جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو“۔ (۲)

حدیث(۳): حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔“(۳)

حدیث(۴): مشہور کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ” امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قراءت نہ کی جائے۔“(۴)

اس کے علاوہ خلفاے راشدین، حضرت ابو دردا، جابر بن عبد اللہ، عمر بن عبد اللہ، سعد بن ابی و قاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب قراءت خلف الامام کو منع فرماتے تھے۔ امام شعبی فرماتے ہیں: ”ادركت سبعين بدر ياكلهم يمنعون عن القرأة خلف الامام“ میں نے ستر بدری صحابہ کو پایا جو سب کے سب امام کے پیچھے قراءت کو منع فرماتے تھے۔ (۵)

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مقتدی قراءت نہ کرے، کیوں کہ جو شخص جماعت کھڑی ہونے پر مسجد میں آیا اور امام کو رکوع میں پایا تو حکم ہے کہ نیت باندھ کر بغیر فاتحہ پڑھے رکوع میں چلا جائے، اگر اس نے امام کے ساتھ رکوع پا لیا تو وہ رکعت پالی۔ حالاں کہ اس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نماز سِرّی ہو یا جہری دونوں میں بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے مقتدی کی نماز ہو جانے پر، اور اس پر قراءت واجب نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اگر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی پر فرض ہوتا تو بغیر اداے فرض کے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قیام فرض ہے تو بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مطلق قراءت چوں کہ قرآن سے ثابت ہے اس لیے فرض ہے۔ سورۂ فاتحہ اور ضم سورۃ،

---

(۱) موطا امام مالك ،موطا امام محمد

(۲) صحیح مسلم،ج:۱، ص: ۱۷٤

(۳) زجاجة المصابيح، ج:۱، ص: ٦٢٨

(۴) صحیح مسلم،ج:۱، ص: ۲۱۵

(۵) روح المعانی،ج:۹، ص:۱۵۲

حدیث سے ثابت ہے، اس لیے یہ دونوں واجب ہیں۔ تاکہ قرآن وحدیث دونوں پر عمل ہو جائے اور کسی ایک کا بھی ترک لازم نہ آئے۔ یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف ہے۔ آپ کا موقف کتنا صحیح و درست ہے، اس کا اعتراف علامہ عبد الوہاب شعرانی (باوجویکہ وہ شافعی المسلک ہیں) نے کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ امام اعظم ابو حنیفہ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے فرض وواجب کے الفاظ اور معنی، جدا جدا رکھے۔ پس جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا اس کا درجہ اونچا رکھا، اس چیز سے جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اپنی خواہش سے نہیں کہتے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام اعظم ابو حنیفہ کی ایسی چیزوں پر مدح فرماتے ہیں، کیوں کہ اگرچہ آپ کی ہر بات اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ پھر بھی آپ اپنے رب کے جاری کردہ قانون کے درجہ، کو اپنے جاری کردہ قانون پر بلند رکھنا پسند فرماتے ہیں۔ اس بات کی طرف ان لوگوں نے اشارہ کیا ہے کہ فقہ حنفی کا کوئی بھی مسئلہ ہو کتاب الطہارۃ سے کتاب المیراث تک کو کسوٹی اور معیار پر پرکھا جائے تو ہر باب کا مسئلہ اسی اصول پر اترتا چلا جائے گا جو استنباط مسائل کے اصول امام اعظم ابو حنیفہ نے مقرر فرمائے ہیں کہیں بھی کسی مسئلہ میں سر مو انحراف نہ ملے گا بشرطیکہ پرکھنے والا پرکھنے کی صلاحیت واہلیت رکھتا ہو اگر امام اعظم ابو حنیفہ کے بیان کردہ مسائل کے کسی مسئلہ میں دلیل مذکور نہ ہو یا اس دلیل تک ہماری رسائی نہ ہو تو یہ ہماری کم علمی اور کوتاہی ہوگی نہ کہ فقہ حنفی اور امام اعظم کی۔ اسی لیے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہ حنفی کے جملہ مسائل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے جس مسئلہ میں بھی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف کیا تو غور کرنے پر انہیں کے مذہب کو آخرت میں نجات دینے والا پایا۔ حضرت علامہ عبد الوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی بھی مسئلہ میں قرآن وحدیث کے خلاف فتویٰ نہیں دیا ہے بلکہ قرآن و حدیث کا جو مرتبہ ومقام ہے اسے اس مرتبہ پر قائم رکھا ہے اور وہ مسئلہ آخرت میں نجات دینے والا ہے چاہے وہ رفع یدین کا مسئلہ ہو یا قراءت خلف امام کا یا آمین بالسر کا یا مسح علی الخفین کا ہر مسئلہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے جو لوگ ان پر قیاس ہونے کا قول کرتے ہیں وہ صرف حاسد ہیں اللہ تعالیٰ حضرت امام کے مرقد پر رحمت ونور کی بارش برسائے آمین۔

☆☆☆

باب پنجم

امامِ اعظم امام الائمہ

فی الحدیث

امامِ اعظم کی احادی، ثنائی اور ثلاثی حدیثیں

فقہ حنفی اور عمل بالاحادیث

امامِ اعظم بحیثیت محدث

امام اعظم کی اُحادی، ثنائی اور ثلاثی حدیثیں

مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ عبداللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دنیا کے کسی محدث کے پاس تین واسطوں سے کم سند سے کوئی بھی حدیث نہیں؛ لیکن الحمدللہ کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انھیں صرف ایک واسطہ سے حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل ہے۔ گویا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد روے زمین پر کوئی بھی محدث نہیں جس کا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اقرب طریق یا سب سے چھوٹی سند ایک واسطہ سے ہو۔ ائمۂ حدیث میں یہ شرف صرف امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے براہ راست روایت کرنے کے سبب سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام ابوحنیفہ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔ اصول حدیث میں ایک واسطے سے روایت ہونے والی حدیث کو اصطلاحاً "وُحدان" کہا جاتا ہے۔ جب کہ بعض علمانے ثنائی اور ثلاثی کے وزن پر اس اصطلاح کا نیا نام "اُحادی" وضع کیا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سندِ عالی "اُحادی" ہے جب کہ باقی معروف ائمۂ حدیث میں سے کسی امام کی بھی سندِ عالی اُحادی نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی اور امام ابن حجر ہیتمی مکی تک ائمہ نے تحقیق کر کے سات اُحادیات اپنی کتابوں میں بیان کی تھیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذریعہ صحابی ایک واسطے سے روایت کی ہیں اور بعض علمانے اس پر تحقیق کر کے امام اعظم کے ایک واسطے سے روایت ہونے والی احادیث کی تعداد ۱۶/ تک کر دی ہے۔ علما و طلبہ کے افادہ کے لیے اِن ۱۶/ اُحادیاتِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متن مع ترجمہ و تخریج حاضر خدمت ہے:

(۱)ــــاُحادیاتِ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ۱۶/ اُحادی حدیثیں)

۱-رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: طَلَبُ

الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.(۱)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، انھوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۲- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَنسَ بْنِ مَالِكٍ عنِ النَّبِي ﷺ أَنّهُ قَالَ: اَلدَّالُّ عَلٰى الْخَيْرِ كَفَاعِلِه.(۲)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی کی طرف رہ نمائی کرنے والا (اجر و ثواب کے حصول میں) نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

۳-رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَنسَ بْنِ مَالِكٍ عنِ النَّبِي ﷺ قال: إنَّ اللهَ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ.(۳)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور انھوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

٤- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.(۴)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، انھوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کے دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کیا اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

۵-رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُول اللهِ ﷺ: مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصاً مُخْلِصاً بِهَا قَلْبَهُ دَخَلَ الجَنَّةَ، وَلَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقتُمْ كَمَا تُرزَقُ الطَّيرُ تَغدُوْ خِمَاصًا وَ تَرُوْحُ بِطَاناً.(۵)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی

---

(۱) ابونعیم اصبهانی، مسندالإمام أبي حنيفة، ۱۷٦/ ابن ماجة، السنن، المقدمة، باب فضل العلماء و الحث علىٰ طلب العلم، ج:۱، ص:۸۱، رقم ۲۲٤

(۲) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:۱، ص:۸۵/ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج:۱، ص: ۲٦

(۳) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:۱، ۸۵/ بيهقي، شعب الإيمان، ج: ۲،ص ۲۵٤، رقم ۱٦٦٤

(۴) قزويني، التدوين في اخبار قزوين، ج:۳:،ص: ۲٦۱

(۵) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج:۱، ص: ۳٦/ ترمذى، السنن، كتاب الزهد، باب في التوكل على الله،ج:٤، ص: ۵۷۳

اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص خلوص دل کے ساتھ (لا إلٰهَ إلّا الله) کہتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر تم نے اللہ پر اس طرح توکل کیا جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمھیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر (واپس اپنے گھروں کو) لوٹتے ہیں۔

٦- رَوَى أبُو حَنِيفَةَ قَالَ: وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَقَدِمَ عَبْدُاللهِ بْنُ أُنَيْسٍ الكُوفَةَ سَنَةَ أربعٍ وَ تِسعِينَ وَ سَمِعْتُ مِنْهُ وَ أَنَا أربَعَ عَشَرَةَ سَنَةً سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِي وَ يُصِمُّ.(١)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے تو میں نے انھیں ۱۴/ سال کی عمر میں فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی چیز سے انسان کی محبت اسے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے (اسے نہ تو محبوب کا کوئی عیب نظر آتا ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں وہ کوئی غلط بات سننا گوارا کرتا ہے۔)

٧- رَوَي أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ أُنَيْسٍ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: رَأيْتُ فِي عَارِضِ الجَنَّةِ مَكتُوْباً ثَلاثَةَ أَسْطُرٍ بِالذَّهَبِ الأَحْمَرِ لَا بِمَاءِ الذَّهبِ(اَلسَّطرُالأَولُ) لَا إلٰهَ إلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ ﷺ، (وَالسَّطرُ الثَانِيُّ) الإمَامُ ضَامِنٌ وَالمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ فَأَرشَدَ اللهُ الأئِمَّةَ وَ غَفَرَ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ (وَالسَّطرُ الثَّالِثُ) وَجَدْنَا مَا عَمِلنَا، رَبِحْنَا مَا قَدِمْنَا، خَسِرنَا مَا خَلَفنَا، قَدِمْنَا عَلَى رَبٍّ غَفُوْرٍ.(٢)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت کے کونوں میں سرخ سونے (خالص سونے) کے ساتھ نہ کہ سونے کے پانی کے ساتھ تین سطریں لکھی ہوئی دیکھیں: پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا: لا إله إلا الله محمد رسول الله ﷺ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)، دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا: امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار، پس اللہ تعالیٰ ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرمائے، اور تیسری سطر میں لکھا ہوا تھا: ہم نے جو عمل کیا (اس کا صلہ) ہم نے پالیا، ہم نے جو کچھ آگے بھیجا اس کا نفع پالیا، ہم جو پیچھے چھوڑ آئے اس کو ہم نے کھو دیا اور ہم رب غفور کے پاس حاضر ہو گئے ہیں۔

٨-رَوَى أبُوحَنِيفَةَ قَالَ: وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ سِتٍّ وَ تِسْعِيْنَ وَأَنَا ابْنُ سِتَّ

(١) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:١،ص: ٧٨/ ابو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في الهوى، ج:٤، ص:٣٣٤، رقم: ٥١٣٠

(٢) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج:١، ص:٣٥-٣٦

عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلتُ المَسْجِدَ الحَرَامَ رَأَيتُ حَلقَةً عَظِيْمَةً فَقُلتُ لِأَبِي: حَلقَةُ مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَ: حَلقَةُ عَبْدِاللهِ بْنِ جَزءِ الزُّبَيْدِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۱)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں ۱۶/سال کی عمر میں حج کیا پس جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے تو انھوں نے فرمایا: یہ صحابیِ رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن جزء زبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقہ ہے۔ میں آگے بڑھا اور ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

۹- رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: لَقِيتُ عَبدَاللهِ بنَ الحَارِثِ جَزءَ الزُّبَيدِيَّ صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقُلتُ: أُرِيدُ أَنْ أَسْمَعَ مِنْهُ فَحَمَلَنِي أَبِيْ عَلٰى عَاتِقِهِ وَذَهَبَ بِي إِلَيْهِ. فَقَالَ: مَاتُرِيْدُ؟ فَقُلتُ: أُرِيدُ أَنْ تُحَدِّثَنِي حَدِيثاً سَمِعتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِغَاثَةُ الملهُوفِ فَرضٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۲)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں صحابیِ رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن حارث جزء الزبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا ہوں، میں نے کہا: میں ان سے سماع کرنا چاہتا ہوں تو میرے والد گرامی مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر ان کے پاس لے گئے۔ انھوں نے مجھے کہا: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: مجھے ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مصیبت زدہ کی مدد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو شخص دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔

۱۰- رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعتُ أَبَا مُعاوِيَّةَ عَبدَاللهِ بْنَ أَبِي أَوفٰى أَنَّهُ قَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدا وَلَوْ كَمَفحَصِ قَطَاةٍ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتاً فِي الجَنّةِ. (۳)

---

(۱) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:۱، ص:۸۰

(۲) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج:۱، ص:۳۵

(۳) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:۱، ص:۸۲/ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج:۱، ص:۳۰

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو معاویہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص مسجد بناتا ہے چاہے وہ تیتر کے گھونسلے کے برابر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

١١- رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعتُ عَبدَاللهِ بْنَ أَبِي أَوفٰى يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حُبُّكَ الشَّيءَ يُعْمِي وَ يُصِمُّ، وَالدَّالُّ عَلٰى الخَيرِ كَفَاعِلِهِ وَالدّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَمِثْلِهِ، إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ. (١)

[ترجمہ] امام ابوحنفیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا: تیری کسی چیز سے محبت (تجھے) اندھا اور بہرا کر دیتی ہے، نیکی کی طرف رہ نمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اور برائی کی طرف رہ نمائی کرنے والا برائی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

١٢- رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعتُ عَائِشَةَ بِنْتَ عَجْرَدٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ: أَكثَرُ جُنْدِاللهِ فِي الأَرضِ: الجَرَادُ، لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ. (٢)

[ترجمہ] امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو فرماتے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: زمین میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈی دَل ہے، میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔

١٣- رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعتُ وَاثِلَةَ بْنَ الأَسْقَعِ قَالَ: سَمِعتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا تُظهِرَنَّ شَمَاتَةً لِأَخِيكَ فَيُعَافِيَهُ اللهُ وَ يَبْتَلِيكَ. (٣)

[ترجمہ] امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے کر تجھے مصیبت میں نہ ڈال دے۔

١٤- رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعتُ وَاثِلَةَ بْنَ الأَسْقَعِ قَالَ: سَمِعتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: دَعْ مَايَرِيْبُكَ إِلٰى مَالَا يَرِيْبُكَ. (٤)

---

(١) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج:١، ص:٣٦
(٢) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:١، ص:٧٩
(٣) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:١، ص:٨٦
(٤) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج:١، ص:٣١

[ترجمہ] امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تو اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لیے جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔

۱۵- رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعتُ وَاثِلَةَ بْنَ الأَسْقَعِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: لَا يَظُنَّ أَحَدُكُمْ أَنَّهُ يَتَقَرَّبُ إِلَى اللهِ بِأَقرَبِ مِنْ هٰذِهِ الرَّكعَاتِ يَعْنِي الصَّلَوَاتِ الخَمْسَ.(۱)

[ترجمہ] امام ابوحنیفہ نے فرمایا: میں نے حضرت واثلہ بن اسقع کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی یہ گمان نہ کرلے کہ وہ ان رکعات یعنی پانچ وقت کی فرض نمازوں سے بڑھ کر کسی اور شے سے اللہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔

۱۶- رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي حَبِيْبَةَ (الصَّحَابِيِّ) قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّردَاءِ يَقُولُ: كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرداءِ، مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنِّي رَسُولُ اللهِ مُخْلِصاً وَجَبَتْ لَهُ الجَنَّةُ، قَالَ: فَقُلتُ لَهُ: وَ إِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ؟ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، قَالَ: فَقُلتُ: وَ إِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ؟ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، فَقُلتُ: وَ إِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ؟ فَقَالَ: وَ إِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ وَ إِنْ رَغِمَ أَنفُ أَبِي الدَّرداءِ. فَكَانَ أَبُوالدَّرداءِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الحَدِيْثِ عِنْدَ كُلِّ جُمُعَةٍ عِنْدَ مِنبَرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَ يَضَعُ إِصْبَعَهُ عَلَى أَنفِهِ وَ يَقُولُ: وَ إِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ وَ إِنْ رَغِمَ أَنفُ أَبِي الدَّرداءِ.(۲)

[ترجمہ] امام ابوحنیفہ صحابیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابودرداء جو شخص اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنے کلام کو دہرایا تو میں نے (پھر) عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنے کلام کو دہرایا تو میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا اور چوری ہی کیوں نہ کرے اور اگرچہ ابودرداء کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو یہ

(۱) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج:۱، ص:۳٦

(۲) أبو يوسف، كتاب الآثار، ج: ۱، ص: ۱۹۷

حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کے قریب بیان فرماتے تھے: اگرچہ وہ زنا اور چوری ہی کیوں نہ کرے اگرچہ ابو درداء کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔

اہم علمی نکات:

الحمدللہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ۱۶ / اُحادی حدیثیں مع ترجمہ و تخریج نقل کردی گئی ہیں۔ ان تمام احادیث میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صرف صحابی کا واسطہ ہے۔ درج ذیل نکات کی بنا پر اِن احادیث کی بلند پایہ ثقاہت واضح ہوتی ہے۔

۱- صحابۂ کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں محدثین اور اصولیین کا اس بات پر اجماع ہے:

أن الصحابة كلهم عدول ليس فيهم مجروح ولا ضعيف. (۱)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عدول ہیں، ان میں کوئی بھی مجروح یا ضعیف نہیں ہے۔

اس متفق اصول کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے براہ راست روایت ہونے کی بنا پر یہ تمام احادیث صحیح ہیں۔

۲- امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی درج بالا تمام احادیث کے نیچے دیگر ائمہ حدیث کی کتب سے تخریج بھی دیدی گئی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں حدیث امام اعظم نے تو ایک صحابی سے اپنی سند سے روایت کی مگر اسی حدیث کا متن امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ، امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ اور امام ترمذی و دیگر ائمہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ متون کی مطابقت سے یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تمام روایات صحیح الاسناد ہیں۔

۳- امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمۂ حدیث کی روایت کردہ احادیث میں بنیادی فرق صرف یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست ایک صحابی سے حدیث لی ہے، آپ کے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صحابی کے سوا اور کوئی واسطہ نہیں جب کہ باقی ائمۂ حدیث نے اپنی سند کے ساتھ وہی متن حدیث کئی واسطوں سے روایت کیا ہے۔ امام اعظم نے یہ تمام احادیث اُس وقت روایت کردی تھیں جب نہ ''صحیح بخاری'' وجود میں آئی تھی، نہ صحیح مسلم، نہ سنن ترمذی، نہ سنن ابی داؤد، نہ سنن نسائی، نہ سنن ابن ماجہ اور نہ مسند احمد بن حنبل، حتیٰ کہ ان کتب حدیث کے مصنف بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بعد کے دور میں جب یہ ائمۂ حدیث تشریف لائے تو اپنی اپنی الگ سند کے ساتھ انھیں احادیث کے متن کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کردیا جس سے ان کی کتبِ حدیث معرض وجود میں آگئیں۔

۴- محدثین کا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کے متون کو اپنی جدا جدا سندوں کے ساتھ لینا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ ضعیف الحدیث نہ تھے بلکہ صحیح الاسناد، ثقہ، عدول، مامون، اصح اور اَوثق تھے؛ کیوں کہ جن احادیث کے متون کو آپ نے روایت کیا انھیں متون کو بعد کے ائمہ نے اپنی الگ الگ اسانید کے ساتھ روایت کردیا۔

---

(۱) ابن حبان، الصحيح، ج: ۱، ص: ۱۶۲

۲- ثنائیات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو واسطوں سے مروی حدیثوں کی تعداد)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم الحدیث میں ائمۂ صحاح ستہ سمیت دیگر ائمۂ حدیث پر فوقیت حاصل ہے، کیوں کہ ایک، دو اور تین واسطوں سے جتنی روایات آپ سے مروی ہیں اور کسی امام سے نہیں۔ پچھلے صفحات میں امام اعظم کی احادیات کو مع تخریج رقم کیا جا چکا ہے۔ یہی حال امام صاحب کی ثنائیات کا ہے۔ آپ سے سیکڑوں ثنائیات مروی ہیں۔

مختلف کتب کو کھنگال کر ثنائیات امام اعظم پر تحقیق کر کے اس کی تعداد معلوم کی گئی ہے۔ صرف تین کتب حدیث میں ثنائیات امام اعظم کی تعداد ملاحظہ فرمائیں:

١. جامع المسانيد للإمام خوارزمي: ٣٦٦

٢.كتاب الآثار للإمام أبي يوسف: ٨١

٣ . كتاب الآثار للإمام محمد الشيباني: ٥٩

تینوں کتب میں کل ثنائیات: ۵۰۶

ان تینوں کتب میں ثنائیات امام اعظم کی تعداد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان سے سیکڑوں ثنائیات مروی ہوں گی۔ حجت کے لیے بطور نمونہ ذیل میں ہم امام اعظم کی ۱۶؍ ثنائیات مع تخریج درج کر رہے ہیں جن سے امام صاحب کے بلند درجہ امام الائمہ فی الحدیث ہونے کا اندازہ ہوگا۔

١- روى أبو حنيفةعن أبي الزبير عن جابر بن عبد الله قال: قرأ رسول الله ﷺ قوله تعالى:(وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى)، قال: بِـ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللهُ (وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى)، قال: بِـ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللهُ.[1]

[ترجمہ] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: "اور اس نے اچھائی کی تصدیق کی۔" آپ ﷺ نے فرمایا: (اس سے مراد) لَاإِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی تصدیق کرنا ہے۔ "اور اس نے اچھائی کو جھٹلایا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: (اس سے مراد) لَاإِلٰهَ إِلَّا اللهُ کو جھٹلانا ہے۔

٢-روى أبو حنيفة عن عطاء بن أبي رِباح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: من سئل عن علم فكتمه، أُلجم يوم القيامة بلجام من نار.[2]

[ترجمہ] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے علم کے بارے

(١) خوارزمي ، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:١، ص: ٩٥

(٢) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج:١ص: ٩٦

میں سوال کیا گیا اور اس نے (جانتے ہوئے بھی اسے چھپایا) تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔

۳-روی أبو حنیفة عن الزهري عن أنس بن مالك أنّ رسو ل اللهﷺ قال: من كذب عليّ متعمدًا فليتبوّأ مَقعدهُ من النار. (۱)

[ترجمہ] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

٤-روی أبو حنیفة عن أبي سفیان طَلحَة بن نافع،عن جابر بن عبد الله قال:سئل رسول اللهﷺ أي العمل أفضل؟ قال:الصلاة في مواقيتها. (۲)

[ترجمہ] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا۔

٥- رَوَی أبُوحَنِیفَةَ عَن عَبدِ اللهِ بنِ دینار عن عبدالله بن عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِﷺ أَسفِرُو ا بِصَلَاةِ الفَجرِ فَإِنّهُ أَعظَم للثّوابِ. (۳)

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فجر کی نماز (طلوع فجر کے بعد صبح کی) سفیدی میں پڑھا کرو کیوں کہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

٦-رَوَی أبُوحَنِیفَةَ عَن نَافِعٍ عَنِ إبنِ عُمَرَ قَالَ: رَمَقتُ النّبي ﷺ أَربَعِینَ یوماً أَو شَهرًا فَسَمِعتُهُ یَقرَأُ فِي رَكعَتيِ الفَجرِ،(قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) وَ(قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ). (۴)

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چالیس دن یا ایک مہینہ تک حضور نبی اکرم ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ نماز فجر کی دو رکعت سنت میں (سورہ اخلاص) قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور (سورہ الکافرون) قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ تلاوت فرماتے۔

٧-رَوَی أبُو حَنِیفَةَ عَن نَافِعٍ عَن إبنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِﷺ : صَلّوا فِي بُیُوتِكُم وَلَا تَجعَلُو هَا قُبُورًا. (۵)

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں

(۱) خوارزمي ،جامع المسانید للإمام أبي حنیفة ۱: ۹۹
(۲) خوارزمي ،جامع المسانید،۱:۲۹۷
(۳) خوارزمي ، جامع المسانید ،۱: ۳۰٤
(۴) خوارزمي ، جامع المسانید ۱: ۳۱۲
(۵) خوارزمي، جامع المسانید،۱: ۳٦٥

(نفلی) نمازیں پڑھا کرو اور انھیں قبور مت بناؤ۔

۸- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَن عَبدِالرّحمٰنِ بنِ هُرمُزَ الأَعرَجِ عَن أَبِي هُرِيرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ مَولُود يُولَدُ عَلَى الفِطرة فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَ يُمَجِّسَانِهِ ، قِيلَ: فَمَن مَاتَ صَغِيرًا يَارَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ : اَللهُ أَعلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.(۱)

[ترجمہ] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والا بچہ (اصل) فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جو بچپن ہی میں فوت ہو جاتا ہے (اس کا معاملہ کیا ہوگا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے جو وہ (دنیا میں رہ کر) کرنے والے تھے۔

۹- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَن عطاء عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: كل معروف فعلته إلى غني أو فقير صدقة.(۲)

[ترجمہ] حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی جسے تم خواہ امیر کے ساتھ کرو یا غریب کے ساتھ کرو، صدقہ ہے۔

۱۰- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَن نَافِع، إبن عمر قال : رأيت رسول الله ﷺ إذا طاف بالبيت لم يجاوز الركن اليماني حتى يستلمه.(۳)

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ طواف کرتے تو رکن یمانی کو استلام کیے بغیر وہاں سے آگے نہ گزرتے۔

۱۱- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله جعل الشفاء في أربعة: الحبة السوداء و الحجامة والعسل و ماء السماء.(۴)

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں میں شفا رکھی ہے: سیاہ دانہ (یعنی کلونجی)، پچھنے لگوانا (یعنی سرجری)، شہد اور بارش کا پانی۔

۱۲-روى أبوحنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن أبي هريرة قال: كان لرسول الله ﷺ

(۱) خوارزمي جامع المسانيد ،للامام أبي حنيفة ، ۱: ۱۸۸
(۲) خوارزمي جامع المسانيد ،للامام أبي حنيفة ، ۱: ۹۶
(۳) خوارزمي جامع المسانيد،۱: ۵۲۲
(۴) خوارزمي جامع المسانيد ،۱: ۹۹

قلنسوة شامية بيضاء. (۱)

[ترجمہ] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سفید شامی ٹوپی تھی۔

۱۳-روى أبو حنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أنه قال: زرغبا تزددحبا. (۲)

[ترجمہ] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چند دن کے بعد (یعنی وقفہ سے اپنے بھائی کی) زیارت کیا کرو اس سے تمھاری محبت بڑھے گی۔

۱۴-روى أبوحنيفة عن نافع عن بن عمر قال: رسول الله ﷺ البر لا يبلىٰ والإثم لا ينسى. (۳)

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی (اس کا اجر مل کر رہتا ہے) اور گناہ کبھی بھلایا نہیں جاتا (اس کا بھی مواخذہ ہوتا ہے)۔

۱۵-روى أبوحنيفة عن إبراهيم بن عبد الرحمٰن السكسكي الدمشقي عن عبد الله ابن أبي أوفي أن رجلا أتى النبي ﷺ فقال: إني لا أستطيع أن أتعلم القرآن فعلمني مايجزيني عنه، فقال له : قل: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر ولاحول ولا قوة إلابالله العلي العظيم. فقال: هذا لربي فمالي: فقال: قل اللّهم ارحمني واغفرلي واهدني وارزقني وعافني. (۴)

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا: میں قرآن سیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا لہٰذا آپ مجھے وہ (کلمات) سکھائیں جو میرے لیے اس کے قائم مقام ہوجائیں۔ پس آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو کہا کر (سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر ولاحول ولاقوة إلابالله العلي العظيم). (اللہ پاک ہے۔ اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور قدرت و طاقت صرف اللہ عظیم و برتر کی مشیت سے ہی ہے)۔ اس نے عرض کیا: یہ (کلمات حمد تو) میرے رب کے لیے ہوگئے، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو کہا کر (اللّهم ارحمني واغفرلي واهدني وارزقني وعافني). (اے اللہ! تو مجھ پر رحم فرما، مجھے بخش دے اور مجھے ہدایت کر، مجھے رزق سے نواز اور عافیت عطا فرما)۔

(۱) خوارزمي ، جامع المسانيد للإمام ابي حنيفة ،۱: ۱۹۸
(۲) خوارزمي جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة ،۱: ۹۷
(۳) خوارزمي جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة ،۱: ۹۹
(۴) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة ،۱: ۱۱۷

۱۶-روى أبو حنيفة عن محارب بن دثار، عن إبن عمر قال: قال رسول اللهﷺ: شاهد الزور لاتزول قدماه حتى تجب له النار. (۱)

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جھوٹی گواہی دینے والا (قیامت کے روز اللہ کے حضور) کھڑا رہے گا یہاں تک کہ اسے جہنم کا مستحق قرار دے دیا جائے گا۔

۳-ثلاثیات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین واسطوں سے مروی حدیثوں کی تعداد)

جن خوش نصیب اکابر ائمہ حدیث سے ثلاثیات مروی ہیں۔ ان میں امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد الطیالسی، امام عبد بن حمید، امام دارمی اور امام طبرانی شامل ہیں۔ جس طرح امام اعظم کو سب سے زیادہ ثنائیات روایت کرنے کے اعتبار سے جمیع محدثین پر فوقیت حاصل ہے بعینہ یہ حال ثلاثیات کا ہے۔ امام صاحب سے جتنی ثلاثیات مروی ہیں اتنی اور کسی بھی معروف محدث سے نہیں۔

١.جامع المسانيد للإمام الخوارزمي	:۲۷۷
٢.كتاب الآثار للإما أبي يوسف	:۲۵۱
٣.كتاب الآثار للإمام محمد الشيباني	:۱۹۸
تینوں کتب میں کل ثلاثیات	:۱۱۲۶

ان تینوں کتب میں موجود ثلاثیات امام اعظم سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان سے سینکڑوں ثلاثیات مروی ہوں گی۔ حجت کے لیے بطور نمونہ ذیل میں ہم امام اعظم کی ۱۶/ ثلاثیات مع تخریج نقل کررہے ہیں جن سے امام اعظم کے بلند درجہ امام الائمہ فی الحدیث ہونے کا اندازہ ہوگا۔

۱-روى أبوحنيفة عن علقمة بن مرثد عن إبن بريدة الاسلمي عن أبيه قال: كنا جلوسا عند رسول اللهﷺ فقال: إذهبوا بنا نعود جارنا هذا اليهودي، قال: فأتيناه، فقال: كيف أنت؟ وكيف؟ فسأله ثم قال: يا فلان! أشهد أن لا إله إلاالله،و أني رسول الله، فنظر الرجل إلى أبيه وكان عند رأسه، فلم يرده عليه شيئا، فسكت، فقال: يا فلان! أشهد أن لا إله إلاالله، و أني رسول الله، فنظر الرجل إلى أبيه فلم يكلمه، فسكت، ثم قال: يا فلان! أشهد أن لاإله إلا الله ،و أني رسو ل الله ،فقال له أبوه: أشهد له، فقال: أشهدأن لا إله إلا الله، وأنك رسول الله، فقال رسول

(۱) خطيب بغدادي ،تاريخ بغداد،١١:٦٣، رقم:٥٧٤٣

اللہ ﷺ: الحمد لله الذي أعتق بي نسمة من النار.(۱)

[ترجمہ] حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رویت ہے کہ ہم ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے ساتھ آؤ ہم اپنے اس یہودی پڑوسی کی عیادت کرآئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا حال ہے؟ کیسی طبیعت ہے؟ خیریت دریافت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

اے فلاں! تم اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس شخص نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے سرہانے کھڑا تھا، اس نے اسے کوئی جواب نہ دیا لہٰذا وہ خاموش رہا۔

حضور ﷺ نے مکرر ارشاد فرمایا:

اے فلاں، تم اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہودی نے دوبارہ باپ کی طرف نظر اٹھائی، اس نے اس سے کوئی کلام نہ کیا لہٰذا وہ پھر خاموش رہا،

پھر آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا:

اے فلاں! تم گواہی دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ تب اس کے باپ نے اس سے کہا: اقرار کرلو، تو اس جوان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے ذریعہ ایک انسان کو دوزخ کی آگ سے آزاد کردیا۔

۲-روى أبوحنيفة عن الحسن عن الشعبي عن النعمان بن بشير عن النبي ﷺ قال: إن في الإنسان مضغة إذا صلحت صلح بها سائر الجسد، و إذا سقمت سقم بها سائر الجسد ألا وهي القلب.(۲)

[ترجمہ] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انسان میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو اس کے سبب سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی وجہ سے سارا بدن بیمار ہوتا ہے، خبردار ہو وہ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے۔

۳-روى أبوحنيفة عن حماد عن أبي وائل عن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ: طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم.(۳)

(۱) محمد الشيباني، كتاب الآثار :۷۷،رقم:۳۷۵

(۲) حصكفي، مسند الإمام الأعظم:۲۱۶

(۳) حصكفي ،مسند الإمام الأعظم :۲۰

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

٤-روى أبوحنيفة عن إسمٰعيل عن أبي صالح عن أم هاني قالت: قال رسول الله ﷺ: ياعائشة! ليكن شعارك العلم والقرآن.(۱)

[ترجمہ] حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اے عائشہ! علم اور قرآن کو اپنا شعار بناؤ۔

٥-روى أبوحنيفة عن علي أبي الحسن الزرّاد عن تمام عن جعفر بن أبي طالب أن ناسا من أصحاب رسول الله ﷺ، دخلوا عليه، فقال: مالى أراكم قلحا استاكوا، فلو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة.(۲)

[ترجمہ] حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض صحابہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمھارے دانتوں کو زرد دیکھ رہا ہوں، مسواک کیا کرو، اگر مجھے اپنی امت پر شاق نہ گزرتا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا ہو۔

٦-روى أبوحنيفة عن خالد بن علقمة عن عبد خير عن علي بن أبي طالب أنه توضأ فغسل كفيه ثلثا، ومضمض ثلثا، و استنشق ثلثا، وغسل وجهه ثلثا، و ذراعيه و مسح راسه و غسل قدميه، وقال: هذا وضوء رسول الله ﷺ.(۳)

[ترجمہ] حضرت عبد خیر، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے وضو کیا تو تین بار ہاتھ دھوئے، تین بار کلی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، تین مرتبہ چہرہ دھویا، تین مرتبہ (کہنیوں تک) ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے، پھر فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو ہے۔

٧-روى أبوحنيفةقال: حدثنا أبو الحسن موسى بن أبى عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد ، عن جابر بن عبد الله الانصارى قال: صلى رسو ل الله ﷺ ورجل خلفه يقرأ فجعل رجل من أصحاب النبي ﷺ ينها ه عن القراءة فى الصلاة، فقال : أتنهانى عن القراءة خلف نبى الله ﷺ؟ فتنازعا، حتى ذكر ذلك للنبى ﷺ، فقال النبى ﷺ: من صلى خلف إمام

---

(۱) حصكفي ،مسند الإمام الأعظم :۲۰
(۲) حصكفي ،مسند الإمام الأعظم :۲۱
(۳) حصكفي ،مسند الإمام الأعظم:۲۳

فإن قراءة الإمام له قراءة. (۱)

[ترجمہ] حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو ایک شخص آپ کے پیچھے قراءت کرنے لگا، جب کہ ایک صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے نماز میں (امام کے پیچھے) قراءت سے منع کرنے لگے تو اس شخص نے کہا: کیا آپ مجھے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے منع کرتے ہیں؟ پس دونوں کے درمیان تنازع ہو گیا یہاں تک کہ یہ معاملہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔

۸-روى أبوحنيفة عن عاصم عن أبيه عن وائل إبن حجر قال: كان النبي ﷺ إذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه و إذا قام رفع يديه قبل ركبتيه. (۲)

[ترجمہ] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ کرتے وقت ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے اور (سجدہ سے) اٹھتے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

۹-روى أبوحنيفة عن أبي سفيان عن أبي نظرة عن أبي سعيد قال: قال رسول الله ﷺ: الإنسان يسجد على سبعة أعظم: جبهته و يديه و ركبتيه ومقدم قدميه وإذا سجد أحدكم فليضع كل عضو موضعه، وإذا ركع فلا يدبح تدبيح الحمار. (۳)

[ترجمہ] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان سات ہڈیوں پر سجدہ کرتا ہے: پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے سروں پر۔ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ہر عضو کو اس کی اپنی جگہ پر رکھے اور جب رکوع کرے تو گدھے کی طرح سر نہ جھکا دے (بلکہ رکوع میں پیٹھ اور گردن کو برابر رکھے)۔

۱۰-روى أبوحنيفة عن عاصم عن أبيه عن وائل بن حجر قال: كان رسو ل الله ﷺ إذا جلس في الصلاة، أضجع رجله اليسرى وقعد عليها ونصب رجله اليمنى. (۴)

[ترجمہ] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز میں (التحیات میں) بیٹھتے تو بایاں پاؤں پھیلا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

۱۱-روى أبوحنيفة عن إسماعيل بن أبي خالد و بيان بن بشر عن قيس بن أبي حازم قال:

(۱) محمد الشيباني، كتاب الآثار: ۱۷، رقم: ۸٦

(۲) حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۷۱

(۳) حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۷۱

(۴) حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۹۹

سمعت جرير بن عبد الله البجلي يقول: قال رسول الله ﷺ : إنكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر ليلة البدر لا تضامون في رؤيته فلا تغلبوا تغلبوا عن صلاة قبل طلوع الشمس و قبل غروبها. (۱)

[ترجمہ] حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عن قریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو، تمھیں اس کے دیکھنے کے باعث ایذا نہیں دی جاتی، پس دھیان رکھو کہ (غفلت کی وجہ سے) تم سے طلوع آفتاب سے پہلے والی نماز (نماز فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے والی نماز (نماز عصر) چھوٹنے نہ پائے (کہ کہیں تم دیدار الٰہی سے محروم رہ جاؤ)۔

۱۲-روى أبوحنيفةعن عبد الملك بن عمير عن قزعة أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ أنه قال: لا تسافر المرأة يومين إلا مع زوج أو ذي محرم، قال: و نهى عن صلاتين: عن صلاة بعد الغداة حتىٰ تطلع الشمس، وبعد العصر حتى تغيب الشمس، وعن صيام الأضحى والفطر، وقال: لا تشد الرحال إلا إلى ثلثة مساجد، مسجد الحرام ومسجدي ومسجد الأقصىٰ. (۲)

[ترجمہ] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عورت دو دن کا سفر شوہر یا محرم کے بغیر نہ کرے، آپ ﷺ نے دو اوقات میں نفلی نمازوں سے منع فرمایا: نماز فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہو اور نماز عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہو، آپ ﷺ نے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں: مسجد حرام، میری مسجد (یعنی مسجد نبوی) اور مسجد اقصی کے سوا (زیادہ ثواب کے حصول کی غرض سے اور کسی مسجد کی طرف) رخت سفر نہ باندھا جائے۔

۱۳-روى أبوحنيفةعن الهيثم عن الحسن عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من مات يوم الجمعة و قي عذاب القبر. (۳)

[ترجمہ] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہا۔

۱٤-روى أبوحنيفة عن عطاء عن أبي صالح الزيات عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: يقول الله تعالىٰ: كل عمل ابن آدم له إلا الصيام فهو لي و أنا أجزى به. (۴)

(۱) خوارزمي، جامع المسانيد ۱: ۱٦٤
(۲) أبو يوسف ،كتاب الآثار:۱۹رقم: ۹۱
(۳) حصكفي ،مسند الإمام الأعظم:۸۵
(۴) حصكفي ،مسند الإمام الأعظم:۱۰۷

[ترجمہ] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے واسطے ہیں مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزادوں گا۔

۱۵-روی أبوحنيفة عن زياد عن عبدالله بن الحارث عن أبي موسىٰ قال : قال رسول اللهﷺ: تزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم.(۱)

[ترجمہ] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شادی کرو؛ کیوں کہ (روز قیامت) میں تمھاری کثرت پر دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

۱۶-روی أبوحنيفة عن بهز بن حكيم بن معاوية عن أبيه عن جده قال : قال: رسول اللهﷺ ويل للذي يحدث فيكذب، فيضحك به القوم، ويل له، ويل له.(۲)

[ترجمہ] حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔

☆☆☆

(۱) حصكفى ،مسند الإمام الأعظم:۱۲۷

(۲) خوارزمی، جامع المسانيد، ۲: ۳۰۲

فقہ حنفی اور عمل بالاحادیث

مفتی محمد امام الدین برکاتی مصباحی، استاذ مرکزی دار القراءت، جمشید پور، جھارکھنڈ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت:۸۰ھ- وفات:۱۵۰ھ) ایک بلند پایہ مجتہد، محقق، محدث، مفسر، فقیہ اور فقہ حنفی کے بانی تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے شمار اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فضائل و کمالات کا معترف پورا زمانہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس أو قال من أبناء فارس حتى يتناوله". (۱)

اگر دین ثریا کی بلندی پر بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص اسے ضرور حاصل کر لیتا، یا یہ فرمایا کہ فارس کے کچھ لوگ اسے ضرور حاصل کر لیتے۔

واضح رہے کہ یہ حدیث "علم" اور "ایمان" وغیرہ دوسرے الفاظ کے ساتھ دوسرے طرق سے بھی مروی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس حدیث کے اولین مصداق صرف امام اعظم ابو حنیفہ ہیں؛ کیوں کہ امام اعظم کے زمانے میں اہل فارس میں سے کوئی بھی آپ کے علم و فضل تک نہ پہنچ سکا"۔ (۲)

جملہ علوم و فنون پر آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ قرآن و حدیث، اجماع امت اور اجتہاد کے ذریعہ مسائل شرعیہ کا استنباط و استخراج فرما کر امت مسلمہ پر آپ نے بڑا احسان کیا۔ آپ کی بلند پایہ فقاہت تمام ائمۂ حدیث و فقہ کے نزدیک مسلم ہے۔ حضرت امام شافعی (ولادت:۱۵۰ھ-وفات:۲۰۴ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"النّاس عيال فى الفقه علىٰ أبي حنيفة.ما رأيت أى علمت أحدا أفقه منه."(۳)

لوگ فقہ میں امام اعظم کے محتاج ہیں۔ میں نے ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں پایا۔

(۱) صحيح مسلم،باب فضل فارس،ج:۲،ص:۳۱۴

(۲) تذكرة المحدثين،ص:۴۸

(۳) الخيرات الحسان،ص:۲۹

فقہ حنفی کی بنیاد:

فقہ حنفی کی بنیاد کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ پھر اجماع امت پر علی الترتیب ہے۔ سب پر مقدم کتاب اللہ ہے۔ جب کتاب اللہ میں کوئی حکم صراحۃً، دلالۃً، اشارۃً یا اقتضاءً نہیں ملتا تو دوسرے درجہ پر احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ و السلام ہیں۔ جب ان میں بھی کوئی حکم نہیں ملتا تو اجماع امت کو دیکھتے ہیں۔ اگر اس حکم میں امت کا اجماع نہیں ملتا تو اس کے بعد اجتہاد و قیاس کی منزل آتی ہے۔ فقہ حنفی کی یہ بنیادی ترتیب وہی ترتیب ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا: اے معاذ! جب تمھارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو تم کیسے فیصلہ کروگے؟ عرض کیا: کتاب اللہ کی روشنی میں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: اگر اس میں نہ پاؤ؟ عرض کیا: سنت رسول کی روشنی میں۔ پھر فرمایا: اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ عرض کیا: أجتهد برائي. میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ یہ جواب سن کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے اور فرمایا:

الحمد لله الذي وفّق رسول رسول الله لما يرضى به رسول الله.(۱)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو ایسی بات کی توفیق دی جس سے اس کا رسول راضی ہے۔

علم حدیث میں امام اعظم کا مرتبہ اور عمل بالاحادیث:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز تھے اور اس مقام و مرتبہ پر متمکّن ہونے کے لیے علم حدیث میں مہارت و رسوخ ایک اہم شرط ہے۔ ایک فقیہ کے لیے علم حدیث کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: ایک لاکھ حدیثیں جسے یاد ہوں، کیا وہ فقیہ ہے؟ فرمایا: نہیں۔ کیا دو لاکھ؟ فرمایا: نہیں، کیا تین لاکھ؟ فرمایا: نہیں، کیا چار لاکھ؟ تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر (ہاں) کا اشارہ کیا۔(۲)

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وقت کے چار ہزار اجلہ علمائے حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

"لقد كان -رحمه الله تعالیٰ- إماماً في ذالك؛ فإنه - رضي الله عنه - أخذ الحديث

---

(۱) مشكاة المصابيح،كتاب الإمارة/ باب العمل في القضاء و الخوف منه،ص:۳۲٤،مطبع: مجلس بركات، مباركپور

(۲) انوار إمام اعظم،ص : ۳۹۷

عن أربعة ألاف شيخ من أئمة التابعين وغيرهم.و من ثم ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ من المحدثين.و من زعم قلة اعتنائه بالحديث فهو إما لتساهله أو حسده إذ كيف يتأتي ممّن هو كذلك استنباط مثل ما استنبطه من المسائل."(۱)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فن حدیث کے امام تھے۔کیوں کہ آپ نے ائمۂ تابعین اور غیر تابعین میں سے چار ہزار شیوخ و اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی وغیرہ نے آپ کو محدثین حفاظ میں شمار کیا ہے۔لٰہذا جو یہ خیال کرے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کو علم حدیث میں کم دسترس تھی تو اس کا یہ خیال تساہل یا حسد کی وجہ سے ہوگا۔اس لیے کہ جو شخص ایسا ہوگا اس سے ایسے مسائل کا استنباط کیسے ہو سکتا ہے جو انھوں نے کیا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بذات خود ایک جلیل القدر محدث ہیں، وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث دانی اور احادیث نبویہ پر مہارت ورسوخ کے بارے میں یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم بتفسير الحديث و مواضع النكت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة.و قال أيضا: ما خالفته في شيءٍ قط فتدبرته إلّا رأيت مذهبه الذي ذهب إليه أنجى في الآخرة.و كنت ربما ملت إلى الحديث فكان هو أبصر بالحديث الصحيح منّي. و قال: كان إذا صمّم علىٰ قول درت على مشائخ الكوفة، هل أجد في تقوية قوله حديثا أو أثرا؟ فربما وجدت الحديثين والثلاثة فأتيته بها. فمنها ما يقول فيه: هذا غير صحيح أو غير معروف. فأقول له: و ما علمك بذٰلك مع أنه يوافق قولك فيقول: أنا عالم بعلم أهل الكوفة.(۲)

(حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ) میں نے احادیث کی تفسیر و وضاحت اور فقہی نکات بیان کرنے میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ جان کار شخص نہیں دیکھا۔امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی اور پھر میں نے اس میں غور و فکر کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام اعظم ابو حنیفہ گئے ہیں۔اور جب میں حدیث میں غور و فکر کرتا تو معلوم ہوتا کہ احادیث نبویہ پر ان کی نظر مجھ سے زیادہ تھی۔

نیز انھوں نے فرمایا: جب وہ کسی بات پر فیصلہ فرمادیتے تو میں مشائخ کوفہ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر مل جائے تو بسا اوقات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں۔جب میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا تو آپ فرماتے کہ اس میں یہ حدیث صحیح نہیں ہے یا یہ حدیث غیر معروف ہے۔میں

(۱) مقدمه رد المحتار،مطلب:يجوز تقليد المفضول مع وجود الافضل،ج:۱،ص:۱٤٦، مطبع:دار احياء التراث التراث العربي، بيروت

(۲) الخيرات الحسان، الفصل الثلاثون، ص: ٦١، مطبع: دار الكتب العربية الكبرى

عرض کرتا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا حالاں کہ یہ حدیثیں آپ کے قول کی تائید میں ہیں۔ آپ فرماتے کہ مجھے اہل کوفہ کی تمام احادیث کا علم ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام اعظم اتنے بڑے محدث تھے کہ پورے کوفہ جیسے مرکز علم میں ان کے پایے کا کوئی نہیں تھا۔ اور سب سے اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ حضرت امام اعظم جو فیصلہ فرماتے وہ قیاس سے نہیں بلکہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ کوفہ کے اندر علم حدیث کے جتنے سر چشمے ہیں وہ سب ابوحنیفہ کے سینے میں محفوظ ہیں۔

امام الائمہ فی التابعین واستاذ الاساتذہ فی الحدیث حضرت سلیمان اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس زمانے میں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل امام اعظم سے پوچھے، آپ نے ان کے جوابات دے دیے۔ امام اعمش نے فرمایا: یہ جوابات آپ نے کہاں سے دیے، فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمادیں۔ یہ سن کر امام اعمش نے فرمایا:

حسبك، ماحدثتك به في ماة يوم تحدثني به في ساعة واحدة ما علمت إنك تعمل بهذه الأحاديث. يا معشر الفقهاء! أنتم الأطباء و نحن الصيادلة. وأنت أيها الرجل! أخذت بكلا الطرفين. [۱]

بس کیجیے، جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں، آپ نے ایک گھڑی میں وہ ساری حدیثیں سنادیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ان حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدثین، عطار ہیں۔ اور اے ابوحنیفہ! تم نے تو فقہ و حدیث دونوں کنارے حاصل کر لیے۔

تفصیل مذکور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم حدیث پر کامل دسترس تھی۔ اس کا اعتراف ان کے معاصرین علما و محدثین اور اصحاب جرح و تعدیل سبھی نے کیا ہے نیز فقہ حنفی کے مسائل بھی اس پر شاہد ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے علم حدیث کے تعلق سے یہ تفصیل پیش کرنے کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ ان کو تاہ نظروں کی آنکھیں کھل جائیں جو ان پر قلت حدیث کا الزام لگاتے ہیں اور ان کی محدثانہ شان و عظمت کو دیکھ کر اپنے حسد اور اَنا کی تسکین کی خاطر یہ کہنے میں بھی دریغ نہیں کرتے کہ امام اعظم ابوحنیفہ احادیث نبویہ پر عمل نہیں کرتے تھے، بڑے قیّاس تھے اور مسائل شرعیہ کے استنباط و استخراج میں احادیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ (ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم)

حالاں کہ یہ آپ کی ذات پر ایک بہتان اور الزام تراشی ہے جیسا کہ اس حقیقت کا انکشاف غیر مقلدین کے پیشوا شیخ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "منهاج السنة النبويه" میں کیا ہے:

---

(۱) مصدر سابق

" امام اعظم ابو حنیفہ کے علمی مقام میں کوئی اختلاف نہیں ہے بعد کے لوگوں نے ان کی طرف بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کردی ہیں جو سراسر غلط ہیں۔ ان سب کا مقصد امام اعظم ابو حنیفہ کی شخصیت کو مجروح کرنا ہے۔" (۱)

فقہ حنفی کی جتنی کتابیں ہیں ان سب میں سے ہر ایک سے عمل بالاحادیث کا جلوہ ابھر کر سامنے آتا ہے لیکن بقول شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

عمل بالحدیث کے تعلق سے علامہ بدرالدین عینی "عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری" میں رقم طراز ہیں:

" إنَّ أبا حنيفة قال: لا اتبع الراى والقياس إلا إذا لم أظفر بشيءٍ من الكتاب أو السنة أو الصحابة رضي الله تعالى عنهم". (۲)

امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا: میں اجتہاد و قیاس کے در پے اسی وقت ہوتا ہوں جب مجھے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں سے کچھ بھی نہ ملے۔

امام اعظم ابو حنیفہ پر، حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس و رائے پر عمل کرنے کا الزام بالکل حقیقت کے خلاف اور طلوع شمس کے باوجود وجود نہار کے انکار کے مترادف ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی، امام اعظم سے حضرت عبد اللہ بن مبارک کی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس سے اس الزام کی مکمل تردید ہوتی ہے۔

و قال ابن المبارك رواية عنه:إذا جاء الحديث عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فعلى الراس و العين و إذا جاء عن الصحابه أخترنا و لم نخرج عن أقوالهم وإذا جاء عن التابعين زاحمناهم. (۳)

حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا: جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہم تک پہنچے تو وہ سر اور آنکھوں پر ہے اور جب صحابۂ کرام کی روایتیں ہمیں مل جائیں تو ہم ان سے انحراف نہیں کرتے بلکہ ان کو ہم اختیار کر لیتے، ہاں، جب تابعی کا قول ہو تو ہم ان سے اختلاف کرتے ہیں۔

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "میزان الشریعۃ الکبری" میں فرماتے ہیں: ابو مطیع کا بیان ہے کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت امام جعفر صادق، سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہائے کرام آئے اور انھوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں، اس سے ہمیں آپ پر اندیشہ ہے کیوں کہ سب سے

(۱) منهاج السنة النبويه، ج: ۲، ص: ۶۱۹، مطبع: مؤسسة القرطبة، قاهره، مصر
(۲) عمدة القاري شرح صحيح البخاري، باب: من أشعرو قلّد بذى الحليفة ثم أحرم، ج: ۷، ص: ۳۰۲، دار دار الفكر بيروت
(۳) الخيرات الحسان، الفصل الحادي عشر فيما بني عليه مذهبه، ص: ۲۷، دار الكتب العربيه الكبرى

پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے۔ اس پر امام اعظم ابو حنیفہ نے ان کے سامنے اپنے مسائل پیش کیے اور صبح سے زوال کے پہلے تک مناظرہ ہوتا رہا۔ امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا:

إنّي أقدم العمل بالكتاب. ثم بالسنة، ثم بأقضية الصحابة مقدما ما أتفقوا على ما اختلفوا وحينئذ أقيس"

یعنی میں کتاب اللہ پر عمل کو سب سے مقدم رکھتا ہوں، اس کے بعد احادیث پر، پھر صحابۂ کرام کے متفقہ فیصلوں پر، پھر مختلف اقوال اور فیصلوں پر، پھر قیاس کرتا ہوں۔

پھر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بتائے ہوئے اصول پر اپنے مسائل کو ثابت فرمایا جس کی وجہ سے یہ فقہاے کرام بے حد خوش ہوئے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: آپ علما کے سردار ہیں ہماری خطا معاف فرمائیں ہم آپ کے تبحر علمی سے غافل تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"غفر الله لنا ولكم أجمعين"(۱)

اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ سب کی مغفرت فرمائے۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں امام اعظم ابو حنیفہ امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تعارف کے بعد امام باقر نے امام اعظم ابو حنیفہ سے کہا: تم وہی ابو حنیفہ ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث کو رد کرتے ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہ نے معاذ اللہ پڑھا اور فرمایا: تشریف رکھیں؛ کیوں کہ میرے نزدیک آپ اسی طرح لائق احترام ہیں جیسے آپ کے جد کریم صحابہ کی نظر میں۔

حضرت امام اعظم نے عرض کیا: حضور! یہ بتائیں کہ مرد ضعیف ہے یا عورت؟ امام باقر نے فرمایا: عورت، عرض کیا: وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا: مرد کا، امام اعظم نے عرض کیا: اگر میں قیاس کے ذریعہ حکم دیتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم دیتا؛ پھر عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر نے فرمایا: نماز، عرض کیا: اگر میں قیاس کا حکم دیتا تو حائضہ عورت کو نماز کی قضا کا حکم دیتا؛ کیوں کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضا بدرجۂ اولی ہونی چاہیے۔ اس پر امام باقر اس قدر خوش ہوئے کہ کھڑے ہو کر امام اعظم ابو حنیفہ کی پیشانی چوم لی۔(۲)

مذکورہ بالا واقعات و تصریحات علماے کرام سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ امام اعظم ابو حنیفہ پر عمل بالحدیث کے ترک کا الزام بالکل بے بنیاد اور حقیقت واقعہ کے خلاف ہے اور حقیقت یہی ہے کہ فقہ حنفی کی

---

(۱) ميزان الشريعة الكبرى، فصل في بيان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنيفة إلى أنه يقدم القياس على حديث رسول الله ﷺ، ج: ۱، ص: ۷۹-۸۰، مطبع: دار الكتب العلميه، بيروت

(۲) الخيرات الحسان، ص: ۵۱، / حيات حضرت امام اعظم ابو حنيفه، ص: ۱۲۸

بنیاد قرآن و حدیث، اجماع امت اور قیاس شرعی پر ہے۔ اور قیاس کی باری اسی وقت آتی ہے جب قرآن و حدیث اور اجماع امت میں مسئلہ سے متعلق کوئی دلیل نہ ہو۔ اس دعوی کی مزید تائید و تقویت کے لیے ذیل کی سطروں میں فقہ حنفی کے کچھ ایسے مسائل ہدیۂ قارئین ہیں جن میں حدیث پر عمل کی وجہ سے قیاس ترک کر دیا گیا ہے۔

قہقہہ ناقض وضو ہے:

رکوع اور سجدہ والی نماز میں بلند آواز کی ہنسی سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جب کہ عقل و قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قہقہہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں، رکوع و سجود والی نماز ہو یا غیر رکوع و سجود والی نماز ہر حالت میں ناقض وضو نہیں ہونا چاہیے اور یہی مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ الفقہ الحنفی میں ہے:

"القهقهة فى كل صلاةٍ ذات ركوع و سجود. والقياس انها لا تنقض، و هو قول الشافعي - رحمة الله عليه - لأنه ليس بخارج نجس."[1]

ہر رکوع و سجود والی نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہ ہو اور یہی موقف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اس لیے کہ خروج نجاست نہیں پایا جا رہا ہے۔

لیکن امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنے قیاس اور اصول کو کہ "نجاست نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے" ایک حدیث نبوی کی بنا پر ترک کر دیا۔ حدیث نبوی یہ ہے:

روى الإمام أبو حنيفة عن منصور بن ذاذان عن الحسن عن معبد، عن النبي ﷺ قال: بينما هو في الصلاة إذا أقبل أعمى يريد الصلاة، فوقع في ركيّة، فاستحضك القوم حتى قهقهوا، فلما انصرف النبي ﷺ، فقال: من كان منكم قهقه فليعد الوضوء والصلاة .[2]

حضرت معبد نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک نابینا نماز کے ارادے سے آئے اور گڑھے میں گر پڑے تو لوگ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم میں سے جس جس نے قہقہہ لگایا ہے وہ دوبارا وضو کرے اور نماز لوٹائے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن حزم:"جميع الحنفية مجمعون على أن مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث عنده أولىٰ من الراى فتامّل هذا الإعتناء بالأحاديث....و من ثمة قدم العمل بالأحاديث

---

(۱) الفقه الحنفى و أدلته، نواقض الوضوء، ج: ۱، ص: ۵۵، مركز اهل سنت بركات رضا

(۲) سنن الدار قطني، كتاب الطهارة/ باب احاديث القهقهة في الصلوة و عللها، ج: ۱، ص: ۱۲۸، مطبع: دار الفكر بيروت

المرسلة على العمل بالقياس، فأوجب الوضوء من القهقهة مع إنها ليست بحدث في القياس للخبر المرسل فيها."[1]

ابن حزم نے کہا: تمام احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حدیث ضعیف ان کے نزدیک رائے اور قیاس سے اولیٰ ہے۔ لہذا عمل بالاحادیث کے اس اہتمام کو دیکھو۔ یہی وجہ ہے کہ عمل بالقیاس پر احادیث مرسلہ پر عمل کو مقدم کیا تو باب قہقہہ میں خبر مرسل کے پیش نظر قہقہہ سے وضو کو واجب قرار دیا باوجودے کہ قہقہہ از روئے قیاس حدث نہیں ہے۔

بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے:

رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں اگر کوئی شخص بھول کر کھا پی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے جب کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے سے مطلقًا روزہ ٹوٹ جائے خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر اور یہی مذہب امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ ہدایہ اولین میں ہے:

إذا أكل الصائم، أو شرب، أو جامع ناسيا لم يفطر، والقياس أن يفطر و هو قول مالك رحمة الله عليه.[2]

جب روزہ دار بھول کر کھالے، پی لے یا جماع کرلے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا حالاں کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے۔ اور یہی موقف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

لیکن امام اعظم ابو حنیفہ نے ایک حدیث کے پیش نظر قیاس کو ترک کرکے حدیث پر عمل کیا۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: إذا نسي فأكل أو شرب فليتمّ صومه فإنما أطعمه الله و سقاه.[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب (روزہ دار) بھول جائے اور کھا، پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے؛ کیوں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہے:

واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی کے لیے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ اس کا

---

(۱) الخيرات الحسان، الفصل التاسع والثلاثون، ص: ۷۱، ملخصاً

(۲) هدايه أولين، كتاب الصوم/ باب ما يوجب القضاء والكفارة، ج: ۱، ص: ۱۹۶، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور

(۳) صحيح بخاري، كتاب الصوم، باب: الصائم إذا أكل او شرب ناسيا، ج: ۱، ص: ۲۵۹، مطبع: مجلس بركات

طریقہ یہ ہے کہ دائیں جانب سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے پہلے ہوں جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا موقف ہے۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ السلام کے پیش نظر قیاس کو ترک کرکے احادیث پر عمل کیا۔ اصول الشاشی میں ہے:

وروی عن ابن مسعود حديث السهو بعد السلام : و ترك القياس به .(۱)

(امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سہو کی روایت کی اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا۔ احسن الحواشی میں ہے:

قوله:"حديث السهو الخ و هو قوله عليه السلام لكل سهو سجدتان بعد السلام . والقياس يقتضي أن يسجد قبل السلام كما قال به الشافعي لأنه يجبر الفائت والجابر يقوم مقام الفائت في الصلاة فكذا ما هو جابر، و بعد السلام خارج من وجه فلم يكن في الصلاة من كل الوجه".(۲)

حدیث سہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ ہر سہو کے دو سجدے ہیں سلام کے بعد حالاں کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سلام سے پہلے سجدہ کرے جیسا کہ یہی موقف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ اس لیے کہ سجدۂ سہو فوت ہونے والے واجب کی تلافی کرتا ہے اور تلافی کرنے والا نماز میں فوت شدہ کے قائم مقام ہوتا ہے تو یہی حکم اس کا بھی ہوگا جو تلافی کرنے والا ہے (یعنی وہ بھی من کل الوجوہ نماز میں ہے) اور سلام کے بعد من وجہ نماز سے خارج ہے لہذا یہ سجدے من کل الوجوہ نماز میں نہیں ہوں گے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن احادیث کے پیش نظر قیاس کو ترک کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

عن ثوبان عن النبي ﷺ قال: لكل سهو سجدتان بعد ما يسلّم.(۳)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر سہو کے دو سجدے ہیں اور وہ سلام پھیرنے کے بعد ہے۔

عن إبراهيم عن علقمه عن عبد الله: أن النبي ﷺ سجد سجدتى السهو بعد السلام والكلام".(۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام اور کلام کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

---

(۱) أصول الشاشي، الأصل الثاني السنة، بحث تقسيم الراوي على قسمين، ص:۷۵، مجلس بركات
(۲) مصدر سابق
(۳) سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من نسى أن يتشهد و هو جالس، ج: ۱، ص: ۱۴۹، مطبع: اصحّ المطابع
(۴) صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب من ترك الركعتين أو نحوهما الخ، ج: ۱، ص: ۲۱۳، مجلس بركات

منہ بھر قے ناقضِ وضو ہے:

کھانے یا پانی یا صفراء کی منہ بھر قے وضو توڑ دیتی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

و ينقضه قئ ملأفاه من مرة أو علق أو طعام أو ماء.(۱)

جب کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو نہ ٹوٹے اس لیے کہ یہ نجس نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کا خروج معدہ کے اوپری حصہ سے ہوتا ہے اور وہ حصہ محل نجاست نہیں ہے لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث نبویہ علی صاحبہا علیہ الصلاۃ والسلام پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو ترک کر دیا۔

اصول الشاشی میں ہے:

”و روى عن عائشة حديث القئ و ترك القياس به“.(۲)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قے والی حدیث روایت کی اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا۔ احسن الحواشی میں ہے:

والقياس يقتضي أن لا يفسد الوضوء بالرعاف والقئ لأن الخارج ليس بنجس لأنه من أعلى المعدة و هو ليس بمحل النجاسة.(۳)

اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نکسیر اور قے سے وضو نہ ٹوٹے اس لیے کہ قے ناپاک نہیں ہے کیوں کہ اس کا خروج معدہ کے اوپری حصہ سے ہوتا ہے اور وہ محل نجاست نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن احادیث پر عمل کے پیش نظر قیاس کو ترک کر دیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

عن أبي الدرداء أن رسول الله ﷺ قاء فتوضأ فلقيت ثوبان في مسجد دمشق فذكرت ذلك له، فقال: صدق، أنا صببت له وضوءه“.(۴)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قے فرمانے کے بعد وضو فرمایا۔ پھر میں نے دمشق کی مسجد میں ثوبان سے ملاقات کی اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ انھوں نے سچ کہا ہے۔ وضو کا پانی حضور کے لیے میں ہی لایا تھا۔

”قال رسول الله ﷺ: إذا قاء أحدكم في صلاته أو قلس فلينصرف فليتوضأ ثم ليبن

---

(۱) تنوير الأبصار، كتاب الطهارة/ مطلب: نواقض الوضوء، ج: ۱، ص: ۲۳۸، ۲۳۹، مطبع: دار احياء التراث العربي، بيروت

(۲) أصول الشاشي، الأصل الثاني السنة،بحث تقسيم الراوي على قسمين، ص: ۷۵، مجلس بركات

(۳) مصدر سابق

(۴) جامع الترمذي، أبواب الطهارة، باب الوضوء من القئ والرعاف، ج: ۱، ص: ۱۳، مجلس بركات

على ما مضى من صلاته مالم يتكلم". (۱)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: حالت نماز میں جب تم میں سے کوئی شخص قے کرے یا اسے متلی آئے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے، پھر جب تک گفتگو نہ کی ہو تو گزشتہ نماز پر بنا کرے۔

مذکورہ بالا مسائل سے یہ ثابت ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث نبویہ ﷺ پر مکمل طور پر عامل تھے اور احادیث کے ہوتے ہوئے قیاس کو ترک فرما دیتے تھے۔ لہٰذا جن مؤرخین اور مخالفین نے ان پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ قیاس اور رائے پر عمل کرتے تھے، شاید اس قسم کے مسائل سے نا آشنا تھے جن کی وجہ سے ان میں یہ جرأت پیدا ہوئی، ورنہ مذکورہ مسائل میں احادیث کے پیش نظر قیاس کو ترک کر دینا اس امر کی واضح نشان دہی ہے کہ وہ حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے عمل بالحدیث کا حال یہ تھا کہ انھوں نے اپنا بنیادی دستور بنا لیا تھا کہ "إذا صح الحديث فهو مذهبي." یعنی جب حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

اور جہاں تک کچھ مسائل میں قیاس کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں صرف امام اعظم ابو حنیفہ کی کیا خصوصیت ہے۔ اس میں تو تقریباً سبھی ائمہ کرام شریک ہیں جیسا کہ مذکورہ مسائل میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کچھ میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا ہے اور کسی مسئلہ میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دی ہے۔ بلکہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی، حضرت لیث بن سعد کا قول نقل کرتے ہیں:

"قال الليث بن سعد: أحصيت على مالك سبعين مسئلة قال فيها برايه و كلها مخالفة لسنة رسول الله ﷺ". (۲)

لیث بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ستر مسئلے ایسے شمار کیے جو انھوں نے اپنے رائے سے نکالے ہیں حالاں کہ وہ سب سنت رسول ﷺ کے مخالف ہیں۔

اور اسی میں یہ بھی ہے:

والحاصل أن أبا حنيفة لم ينفرد بالقول بالقياس بل على ذٰلك عمل فقهاء الأمصار، كما قاله ابن عبد البرو بسط الكلام عليه ردا على من جهل فجعل ذلك عيبا. (۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ صرف امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی قیاس نہیں کرتے تھے بلکہ فقہاے امصار کا بھی اس پر عمل ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے بیان کیا اور اس کو تفصیل کے ساتھ لکھا اور جس نے اسے عیب جانا اس کا رد بھی کیا ہے۔

---

(۱) سنن الدار قطني، كتاب الطهارة، باب في الوضوء من الخارج من البدن كالرعاف، ج: ۱، ص: ۱۱۷، مطبع: دار الفكر بيروت

(۲) الخيرات الحسان، الفصل السابع والثلاثون، ص: ٦٦، دار الكتب العربية الكبرى

(۳) مصدر سابق

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ائمۂ کرام اور فقہاے عظام احادیث نبویہ کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے اور واضح کرنے کے لیے قیاس سے مدد لیتے تھے؛ کیوں کہ احادیث نبویہ پر عمل، بغیر راے اور قیاس کے درست نہیں ہو سکتا ہے۔ چناں چہ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رقم طراز ہیں:

و قد قال المحققون: لا يستقيم العمل بالحديث بدون استعمال الرأي فيه إذ هو المدرك لمعانيه التي هي مناط الأحكام و من ثمة لما لم يكن لبعض المحدثين تأمل لمدرك التحريم في الرضاع، قال بأن المرتضعين بلبن الشاة تثبت بينهما المحرمية ولا العمل بالرأي المحض، و من ثمة لم يفطر الصائم بنحو الأكل ناسيا و أفطر بالإستقاءة مع أن القياس في الأول الفطر لوجود ما يضاد الصوم و في الثاني عدمه: لأن الصوم إنّما يفسده ما دخل دون ما خرج. (۱)

محققین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ نہ تو صرف راے پر عمل کرنا درست ہے اور نہ فقط حدیث پر عمل کرنا ٹھیک ہوتا ہے جب تک کہ اس میں راے اور قیاس نہ استعمال کیا جائے۔ اس لیے کہ حدیث کے وہ معانی جن پر اسلامی احکام کا مدار ہے وہ راے اور قیاس کے ذریعہ واضح ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مدرک تحریم فی الرضاع میں غور و فکر نہ کیا تو حکم دے دیا کہ ایسے دو شخص جنھوں نے ایک بکری کا دودھ پیا ہو، ان کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

اور یہی وجہ ہے کہ بھول کر کھا لینے سے روزہ نہیں جاتا ہے جب کہ قصداً قے کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ باوجودے کہ اول میں روزہ کا مخالف پائے جانے کی وجہ سے قیاس افطار کو چاہتا ہے اور دوسری صورت میں قیاس عدم افطار کا مقتضی ہے۔ اس لیے کہ پیٹ کے اندر جانے والی چیز سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ باہر نکلنے والی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

میں نے اس مختصر مقالے میں اپنے عنوان "فقہ حنفی اور عمل بالاحادیث" کے اس گوشے کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے جس کے متعلق مخالفین و معاندین حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام تراشی اور بہتان طرازی کرتے ہیں؛ کیوں کہ یوں تو فقہ حنفی کے تمام مسائل کتاب و سنت اور اجماع امت کے موافق ہیں۔ اور ان سب کا احاطہ مشکل ہے لہٰذا تفصیل کے لیے "شرح معانی الآثار" "صحیح البہاری" وغیرہ کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر رحمت و غفران کی بارش نازل فرمائے اور ہم سب کو ان کے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

آمين بجاه النبي الكريم عليه و على آله و صحبه أفضل الصلاة و أكمل التسليم.

****

(۱) الخيرات الحسان، الفصل الاربعون، ص: ۷۱، دار الكتب العربية الكبرى، بيروت

امام اعظم بحیثیت محدث

محمد حسیب رضا امجدی، پرنسپل مدرسہ اہل سنت مدینۃ العلوم، پولس لائن گیوال بیگھہ، گیا (بہار)

سراج الفقہاء، تاج الاتقیاء، امام الائمہ حضرت نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی ذات مرجع خلائق ہے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے جملہ اسلامی علوم و فنون پر کامل دسترس حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اگر ایک طرف امام الفقہاء کے منصب پر فائز تھے تو دوسری طرف راس المحدثین جیسے اعلیٰ مقام پر بھی جلوہ بار نظر آئے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو آج تک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے تذبذب کے شکار ہیں کہ آیا امام اعظم محدث بھی تھے یا صرف فقہ ہی تک ان کی رسائی تھی؟ حالاں کہ یہ مسلم الثبوت اصول ہے کہ حدیث کی معرفت کے بغیر نہ قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی فقہی بصیرت کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

لہٰذا ذیل میں کچھ ایسے حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گا کہ امام اعظم صرف حدیث داں ہی نہیں بلکہ علم حدیث کے ایسی مسند پر فائز تھے کہ اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین بھی آپ کی بارگاہ میں سماع حدیث کے لیے زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ کتاب اللہ کے معانی و مفاہیم کی اساس جس طرح حدیث پاک ہے، ٹھیک ویسے ہی فقہی بصیرت کی بنیاد بھی حدیث پاک ہے۔ اسی لیے امام اعظم نے حدیث پاک کی حصول میں انتھک کوشش فرمائی۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب پر تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور و شور سے جاری تھا۔ اور کوفہ تو اس وقت اس صفت میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ کوفہ کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا اور ہر گھر دارالحدیث و دار العلوم بن گیا تھا۔ چوں کہ کوفہ میں حدیث و فقہ کے ایسے ایسے ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں کا ہر شخص اپنے وقت کا آفتاب و ماہتاب تھا، اسی وجہ دے امام اعظم نے حصول علم حدیث کا آغاز بھی کوفہ ہی سے کیا۔ اور کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔ اور ابو المحاسن شافعی کے مطابق ۹۳/ ایسے مشائخ ہیں جو کوفہ میں قیام فرماتے تھے یا کوفہ تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ کوفہ کے علاوہ بصرہ، مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے بلاد کا بھی آپ نے سفر فرمایا۔ اس طرح ہر جگہ علم کی تلاش

میں سرگرداں نظر آئے اور تقریبا چار ہزار مشائخ سے آپ نے علم حدیث وفقہ حاصل کیا جیسا کہ علامہ ابن حجر ہیتمی نے ذکر کیا ہے۔(الخیرات الحسان)

امام ابو یوسف "بیان العلم" میں فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام اعظم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ۹۳ھ اپنے والد کے ساتھ حج کو گیا اس وقت میری عمر ۱۶/ برس تھی۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ ان کے پاس لوگوں کا ہجوم تھا۔میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ بوڑھے شخص کون ہیں؟انھوں نے فرمایا: یہ رسول ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث ہیں، پھر میں نے دریافت کیا کہ ان کے پاس کیا ہے؟ میرے والد نے جواباً ارشاد فرمایا: ان کے پاس وہ حدیثیں ہیں جو انھوں نے رسول پاک ﷺ سے سنی ہیں۔میں نے کہا: مجھے بھی ان کے پاس لے چلیے تاکہ میں بھی حدیث رسول سنوں۔ چناں چہ میرے والد مجھ سے آگے بڑھے اور لوگوں کی صفیں چیرتے ہوئے چلے۔یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا اور میں نے ان سے سنا وہ کہہ رہے تھے:" قال رسول الله ﷺ من تفقه في الدين كفاه الله همه و رزقه من حيث لا يحتسب." رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دین کی سمجھ حاصل کر لی، اس کی فکروں کا علاج اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کو اس طرح روزی دیتا ہے کہ کسی کو شان و گمان بھی نہیں۔

امام اعظم کے تعلق سے بعض لوگ کج فہمی کے شکار ہیں وہ فقہ حنفی کو بالعموم حدیث سے تہی دامن اور قیاس و رائے پر اس کی بنا سمجھتے ہیں جو سراسر خلاف واقع ہے۔اس حقیقت کو تفصیل سے جاننے کے لیے ماہرین علوم وفنون کی آرا کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جن میں امام ابو یوسف، امام سیوطی، امام شافعی وغیرہم جیسے اکابر نے اسی طرح کی پھیلائی گئی غلط فہمی کے ازالہ کے لیے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام اعظم کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے رائے اور قیاس پر حکم صادر فرماتے تھے جو سراسر غلط ہے۔ابو حنیفہ کی رائے کو رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔اگر ابو حنیفہ اول تابعین میں سے ہوتے تو تابعین بھی ان کے محتاج ہوتے۔ابو حنیفہ علم حدیث بیان کرنے میں بہت سخت تھے اور وہی کہتے جو حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔احادیث ناسخ و منسوخ کے بہت ماہر تھے اور بلاشبہ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

شعبہ و سفیان ثوری کے استاذ، مشہور تابعی امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیے، انہوں نے امام اعظم سے پوچھا: " آپ کیا کہتے ہیں؟" امام اعظم نے ان سب مسائل کے واضح اور متفرق حکم بیان فرما دیے۔ امام اعمش نے پوچھا: " یہ کہاں سے کہتے ہو؟" امام اعظم نے فرمایا: " آپ ہی کی بیان کردہ احادیث سے "۔ اور ان سب احادیث کو جو امام اعمش سے آپ نے سنیں مع اسناد ایک ایک کر کے بیان کر دی۔ امام اعمش نے فرمایا: "بس بس! میں نے آپ سے جتنی احادیث سو دن میں بیان کی آپ نے وہ سب ایک ہی دن میں سنا دی۔ اس کے بعد اپنے اصحاب

سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا: "یا معشر الفقهاء أنتم الأطبا و نحن الصيادلة و أنت أيها الرجل بكلا الطرفين." "اے گروہ فقہا! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار۔ اور آپ (امام اعظم) نے دونوں کو حاصل کر لیا۔ سبحان اللہ! یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا علم حدیث میں کمال۔

حضرت امام مالک سے حضرت امام شافعی نے متعدّد محدثین کا حال پوچھا، اخیر میں امام اعظم کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا: " سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے، میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا"۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حدیث میں بعض ایسی خصوصیات حاصل تھیں جو دوسرے محدثین میں نہ تھیں۔ ابو علقمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی حدیثوں کو جب امام اعظم پر پیش کیا تو انھوں نے ہر ایک راوی کا ضروری حال بیان کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں کیوں نہیں سنادیں۔ (مناقب کردری)

امام اعظم علم حدیث میں جس عظیم مہارت کے حامل تھے وہ آج ہماری نظروں سے پوشیدہ نہیں کہ تشنگان علوم احادیث نبویہ کا انبوہ کثیر، آپ کے حلقۂ درس میں سماعت کے لیے حاضر رہتا۔ جن لوگوں نے آپ کے حلقۂ درس سے سماعت حدیث کا شرف حاصل کیا وہ اپنے زمانے کے ممتاز المحدثین کی صورت میں مثل شمس و قمر ہر جگہ درخشاں و تابندہ نظر آئے۔ جیسا کہ امام وکیع بن جراح کے تعلق سے حافظ ابن عبد البر ترجمۂ وکیع میں رقم طراز ہیں: " وکیع ابن جراح کو امام اعظم کی سب حدیثیں یاد تھیں اور وہ اس لیے کہ انھوں نے اپنے اوپر سماع حدیث کے لیے امام اعظم کے درس کو لازم کر لیا تھا"۔

مذکورہ بالا سطور سے امام اعظم کی فن حدیث میں مہارت ظاہر و باہر ہے۔ لیکن بعض عناد پسند لوگوں کو اب بھی یہ شبہہ ہے کہ "جب اتنے عظیم محدث تھے تو روایات بھی اس حیثیت کی کیوں نہیں جب کہ محدث اعظم و اکبر ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ لاکھوں حدیثیں آپ سے مروی ہونی چاہیے جیسا کہ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ یاد تھیں۔ اور انھوں نے صحیح بخاری کا انتخاب چھ لاکھ حدیثوں سے کیا ہے۔ پس فن حدیث میں امام بخاری کے مقابلے میں امام اعظم کا مقام بہت کم معلوم ہوتا ہے۔" جب کہ معترضین کو معلوم ہونا چاہیے کہ محدثین کی کوشش احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھی مگر امام اعظم ابو حنیفہ کا منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت اہم و مشکل تھا۔ وہ امت مسلمہ کی آسانی کے لیے قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے منقح مسائل کے استنباط کے لیے کوشاں تھے۔ اس لیے ان کے نزدیک احادیث کو محفوظ کرنا پہلی منزل اور پھر ان کو روایت کرنا اور شائع کرنا دوسرا درجہ اور آخری منزل ان احادیث سے شرعی مسائل کا استنباط کرنا ہے حالاں کہ امام اعظم کے وقت تمام مرویات ان کے پیش نظر تھیں۔ پھر بھی ان سب کو روایت نہ کرنے کی وجہ استنباط و استخراج مسائل میں مشغولیت تھی۔ اور رہی بات امام اعظم سے مروی احادیث کی تو خیال رہے کہ امام اعظم نے فقہی تصنیفات میں صرف ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جن سے

محض مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ حضور ﷺ نے امت کے لیے عمل کا ایک راستہ متعیّن فرمایا ہے جنھیں عرف عام میں سنن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس امام اعظم نے جن چار ہزار احادیث کو مسائل کے تحت بیان فرمایا وہ از قبیل سنن ہیں۔

امام مالک فرماتے ہیں: " امام اعظم نے ۶۰/ ہزار شریعت کے احکام و مسائل مستنبط کیے ہیں۔ امام موفق مکی نے کہا: ۸۳/ ہزار مسائل بیان کیے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام اعظم نے ۵/ لاکھ مسائل شریعت مرتب کیے۔ ایک ایک حدیث سے دو دو مسائل بھی لیے ہوں تو ڈھائی لاکھ احادیث یوں ہی بن جاتی ہیں۔ پھر بھی اگر کج فہم لوگوں کے نزدیک امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم کی احادیث کی روایت کی قلت ہے تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ امام اعظم کے دور میں راویوں کا اتنا شیوع اور عموم نہیں تھا۔ جب کہ امام بخاری کے زمانے میں بکثرت احادیث شائع ہو چکی تھیں اور ایک ایک حدیث کو سیکڑوں اشخاص نے روایت کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے امام اعظم اور امام بخاری کے درمیان روایت کی تعداد کا فرق ہے جو کہ دراصل اسانید کی تعداد کا فرق ہے ورنہ اگر نفس احادیث کا جائزہ لیا جائے تو امام اعظم کی مرویات امام بخاری سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔

امام اعظم کی مرویات چار قسم کی شمار کی گئی ہیں جن میں کتاب الآثار، مسند امام ابو حنیفہ، اربعینات اور وحدانیات ہیں۔ مذکورہ تمام مرویات کا ذکر اپنی جگہ، صرف مسند امام ابو حنیفہ کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ امام اعظم کے مرتب کردہ اصول کے مطابق چالیس ہزار احادیث کا ذخیرہ موجیں مار رہا ہے۔ بقیہ مرویات کے مجموعہ کو کیا کہیں گے؟ مذکورہ تمام تر گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام اعظم نے نہ صرف عام حدیث کو حاصل کیا بلکہ اس کی اشاعت میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، مسائل سے لے کر فرائض تک ہر جگہ حدیث مصطفی کی اشاعت میں منہمک و کوشاں نظر آئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے دلوں میں امام اعظم کی سچی محبت عطا فرمائے۔ (آمین، ثم آمین)

☆☆☆

باب ششم

فقہ حنفی

ضرورت واہمیت

امام اعظم اور تدوین فقہ

اردو زبان میں فقہ حنفی کا سرمایہ

امام اعظم کا مقام تدوین فقہ کے میدان میں

مذہب حنفی کی وجہ ترجیح اور اس کی عام اشاعت

امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہی مہارت

امام اعظم کی فقہی بصیرت

فقہ حنفی کی ہمہ گیر اشاعت - اسباب وعلل

امام اعظم اور تدوینِ فقہ

مولانا نفیس احمد مصباحی - استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں خود آپ کی ذاتِ والا صفات شریعت کا مرجع ومصدر تھی، جہاں سے صحابۂ کرام قرآن وحدیث کی صورت میں اسلامی شریعت کے مسائل واحکام سیکھتے تھے، اور ان پر عمل کرکے اور انھیں زبانی یاد کرکے اور کبھی کبھی لکھ کر ان کی حفاظت وصیانت کا کام کرتے تھے۔ عہدِ نبوی کے بعد خلفاے راشدین کے زمانے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیل گئے اور جیسے جیسے فتوحات کے ذریعہ اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، صحابۂ کرام بھی مختلف دیار وامصار میں پھیلتے اور وہاں سکونت اختیار کرتے گئے۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں بصرہ اور کوفہ شہر آباد ہوئے تو صحابۂ کرام کی ایک بڑی تعداد وہاں آکر مقیم ہوگئی، اس طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرح بصرہ اور کوفہ بھی صحابۂ کرام کے وجود کی برکت سے علومِ شریعت کے انوار وتجلیات سے جگمگا اٹھے۔ صحابۂ کرام میں تمام ہستیاں علم وفضل اور دینی فقاہت وبصیرت میں یکساں نہیں تھیں، بعض کو بعض پر فوقیت وبرتری حاصل تھی۔

امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفیٰ ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب ''تقریب'' میں حضرت مسروق کا یہ قول درج کیا ہے۔

''انتهى علمُ الصحابة إلى ستّة: عُمرَ، وعلي، و أُبي بن كعب، و زيد، و أبي الدرداء، و ابن مسعود. ثمّ انتهى علمُ الستّة إلى عليّ و عبد الله.''(۱)

[تمام صحابہ کا علم چھ حضرات میں سمٹ گیا: حضرت عمر، علی ابن ابو طالب، اُبَی بن کعب، زید بن ثابت، ابو الدرداء، عبد اللہ بن مسعود، پھر ان چھ حضرات کا علم حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سمٹ گیا۔]

اور ان دو شخصیتوں نے کوفہ کو اپنے نورانی وجود سے زینت بخشی، اور اپنے انوارِ علم ومعرفت سے اس شہر کو بقعۂ نور بنا دیا۔

اب ذیل میں ہم شہر کوفہ، اور اپنے علمی و روحانی فیضان سے اسے بہرہ ور کرنے والی بلند پایہ ہستیوں (حضرت علی و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور حضرت امام اعظم کے سلسلۂ شیوخ میں آنے والے جلیل القدر علمائے تابعین کا ذکر کرتے ہیں، تاکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی واجتہادی کارناموں اور آپ کی مجلسِ تدوینِ فقہ کی تاریخی وفنی حیثیت اور قرارِ واقعی اہمیت سامنے آجائے۔

مگر اس سے پہلے آٹھویں صدی ہجری کے عظیم شافعی محدث، مورخ اور تنقید نگار امام شمس الدین ذہبی (متوفیٰ ۷۴۸ھ) کا یہ بیان پیشِ خدمت ہے، جس سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے سلسلۂ فقہ میں آنے والے اساتذہ و مشائخ کی علمی وفقہی حیثیت سامنے آتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

" أفقهُ أهل الكوفة: عليٌّ وابنُ مسعود، وأفقهُ أصحابهما: عَلقَمةُ، وأفقهُ أصحابهِ: إبراهيم، وأفقهُ أصحابِ إبراهيم: حمّاد، وأفقهُ أصحابِ حمّاد: أبو حنيفة، وأفقهُ أصحابهِ: أبو يوسف، وانتشر أصحابُ أبي يوسف في الآفاق، وأفقهُهُم: محمدٌ، وأفقهُ أصحابِ محمد: أبو عبد الله الشافعي. رحمهم الله تعالىٰ." (۲)

[اہلِ کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، اور ان کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علقمہ ہیں، اور حضرت علقمہ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابراہیم نخعی ہیں، اور حضرت ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں، اور حضرت حماد کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام ابو حنیفہ ہیں، اور امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام ابو یوسف ہیں، امام ابو یوسف کے شاگرد آفاقِ عالم میں پھیل گئے، ان میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی ہیں، اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی ہیں۔]

مرکزِ علم و عرفان "کوفہ" پر ایک نظر

کوفہ وہ مبارک شہر ہے جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے فاتحِ ایران حضرت سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ھ میں بسایا تھا۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ ۱۷ھ میں بصرہ آباد ہوا اور ۱۸ھ میں کوفہ، اور بعض نے اس کی آبادی کا سن ۱۹ر ہجری بتایا ہے، لیکن مشہور قول ۱۷ر ہجری کا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن کے بارہ ہزار اور قبیلہ نزار کے آٹھ ہزار افراد کو کوفہ بھیجا اور ان کے لیے روزینہ مقرر کیا، اس شہر کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ (۳)

ابنِ سعد نے الطبقات الکبریٰ میں کوفہ اور اہلِ کوفہ کا تذکرہ کیا ہے، اس میں لکھتے ہیں:

"هَبَطَ الكوفةَ ثلاثُ مائةٍ من أصحابِ الشجرةِ وسبعون من أهل بدر." (۴)

(کوفہ میں تین سو اصحابِ بیعتِ رضوان اور ستّر بدری صحابہ نے سکونت اختیار کی۔)

اس شہر کے بیچ نہایت وسیع و عریض عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جس میں چالیس ہزار افراد بیک وقت نماز پڑھ سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شہر کو "رُمحُ اللہِ" (اللہ کا نیزہ)، "کنزُ الإیمان" (ایمان کا خزانہ)، اور "جُمجُمَۃُ العربِ" (عربوں کی کھوپڑی) کہا ہے۔

حضرت سلمان فارسی نے فرمایا:

"الکوفۃُ قُبّۃُ الإسلامِ و أھل الإسلام۔" (کوفہ اسلام اور مسلمانوں کا گنبد ہے)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"الکوفۃُ جُمجُمَۃُ الإسلام و کنزُ الإیمان و سیفُ اللہِ و رُمْحُہٗ."(۵)

(کوفہ اسلام کا سر، ایمان کا خزانہ، اللہ کی تلوار اور خدائی نیزہ ہے)۔

اس مبارک شہر میں ایک ہزار سے زیادہ صحابۂ کرام (جن میں ستّر اصحاب بدر اور تین سو بیعتِ رضوان کے شرکا تھے) آباد ہوئے۔ جہاں ہدایت و ارشاد کے اتنے ماہ و نجوم اکٹھا ہوں اس کی نورانیت اور ضوفشانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تعلیم و تربیت، اور پھر حضرت علی اور دیگر صحابۂ کرام کے قیام کی بدولت کوفہ کا ہر گھر علم و معرفت کے انوار و تجلیات سے جگمگا اٹھا، اسی مبارک سرزمین سے تمام اسلامی علوم نے سر ابھارا، صحابۂ کرام کی برکت سے وہاں علمِ حدیث کے چشمے پھوٹے، اور یہ شہر نحو، صرف، لغت، فلسفۂ لغت، علوم بلاغت، فقہ اور اصولِ فقہ کا مصدر و منبع بن گیا۔ قرآن کریم کی سات قراءتوں میں تین کے ائمہ یعنی امام عاصم، امام حمزہ اور امام کسائی یہیں کے رہنے والے تھے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس زمانے میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں حدیث و فقہ کے وہ ائمہ مسندِ تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا۔ اور کوفہ کی یہ علمی شان و شوکت صحاحِ ستہ کے مولفین کے زمانے میں بھی باقی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر فقہا علمِ فقہ حاصل کرنے کے لیے یہاں آتے تھے تو محدثین کو احادیثِ نبویہ کی تحصیل کے لیے یہاں بار بار آنا پڑتا تھا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں:

"میں علمِ حدیث حاصل کرنے کے لیے دو بار مصر، دو بار شام، دو بار جزیرہ، چار بار بصرہ گیا، چھ سال حجاز میں رہا، اور کوفہ و بغداد کتنی بار گیا، اس کا شمار نہیں۔"(۶)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں حجاز اور بغداد کی طرح کوفہ بھی علمِ دین خصوصاً علمِ حدیث کا مرکز تھا۔

مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام علی، کنیت ابو الحسن و ابو تراب اور خطابات حیدر و اسد اللہ ہیں۔ اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے پیدا

ہوئے۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چہیتی صاحب زادی حضرت فاطمہ زہرا کو ان کے حبالۂ عقد میں دیا۔ غزوۂ تبوک کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے اور جاں نثاری کا حق ادا کیا۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں، مدینۂ طیبہ میں جب رشتۂ مواخات قائم فرمایا تو ازراہِ کرم ان سے فرمایا: "أنت أخي في الدنیا والآخرۃ." (تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو)۔ آپ سابقین اولین، خلفاے راشدین، عشرۂ مبشرہ اور ان چھ مخصوص افراد میں سے ہیں جن سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔(۷)

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوشِ تربیت میں پلے، بڑھے اور پروان چڑھے، اور جس قدر آپ کو سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے مطلع ہونے کا موقع ملا کسی اور کو نہیں ملا۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا: آپ اور صحابہ کی بہ نسبت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ حدیثیں کیوں روایت کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: "میں سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ پوچھتا تھا تو بتاتے تھے اور چپ رہتا تھا تو خود ہی بتانا شروع کر دیتے تھے۔"

اس کے علاوہ ذہانت، استنباطِ مسائل کی قوت، اور استدلال واستخراج کی مہارت اس درجہ کی تھی کہ عموماً صحابہ اس کا اعتراف کرتے تھے، حضرت عمر فاروق فرماتے تھے: "خدا نہ کرے کوئی مسئلہ درپیش ہو اور علی نہ ہوں۔"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود مجتہد وفقیہ تھے مگر فرمایا کرتے تھے کہ "جب ہمیں علی کا فتویٰ مل جائے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔"(۸)

لیکن آپ کو خلیفہ ہونے کے بعد منصبِ خلافت کی ذمہ داریوں میں مصروفیت کے باعث علمِ دین کی نشر و اشاعت کے لیے وہ فراغت نہ مل سکی جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ کو حاصل تھی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ سابقین اولین میں سے ہیں، جنگ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے، آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ علمی اعتبار سے صحابہ میں آپ کی شخصیت بہت ممتاز تھی، آپ حدیث وفقہ دونوں کے جامع تھے، مسلمان ہونے میں آپ کا چھٹا نمبر ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم دم وہم راز تھے، سفر وحضر میں خدمتِ نبوی میں حاضر رہتے تھے۔(۹)

صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم یمن سے آئے اور کچھ دنوں تک مدینہ میں رہے، ہم نے عبد اللہ بن مسعود کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم انھیں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے سمجھتے رہے۔(۱۰)

صحیحِ مسلم ہی میں ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ ایک مجمع میں دعویٰ کیا کہ تمام صحابہ جانتے ہیں کہ "میں قرآن کریم

کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں"۔ شقیق اس مجمع میں موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں اکثر صحابہ کے حلقوں میں شریک ہوا مگر کسی کو عبداللہ بن مسعود کے دعوے کا منکر نہیں پایا۔ (۱۱)

خطیب تبریزی نے "الإكمال في أسماء الرجال" میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی:

"قال رسول الله ﷺ : رضيتُ لأمتي مَا رَضِيَ لَها ابنُ أمِّ عبدٍ، وسَخِطْتُ مَا سَخِطَ لها ابنُ أمِّ عبدٍ." (۱۲)

[میں اپنی امت کے لیے اسے پسند کرتا ہوں جسے عبداللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کریں، اور اسے ناپسند کرتا ہوں جسے عبداللہ بن مسعود اس کے لیے ناپسند کریں۔]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ھ میں کوفہ شہر بسایا، اور ۲۰ھ میں حضرت عمّار بن یاسر اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو کوفہ بھیجا اور اس موقع پر اہلِ کوفہ کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"میں نے عمّار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ بن مسعود کو معلِّم اور وزیر بنا کر تمھارے پاس بھیجا ہے، یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برگزیدہ صحابی اور اہلِ بدر میں سے ہیں، میں نے عبداللہ بن مسعود کو تمھارے بیت المال کا محافظ و نگراں بنایا ہے، تم ان دونوں سے علم حاصل کرو اور ان کی پے روی اور اطاعت کرو، میں نے اپنے آپ پر ایثار کر کے عبداللہ بن مسعود کو تمھارے پاس بھیجا ہے۔" (۱۳)

آپ ۲۰ھ سے ۳۰ھ تک کوفہ میں مقیم رہے، اور فرزندانِ اسلام کو قرآن مجید اور دینی احکام و مسائل کی تعلیم دیتے رہے، آپ کی برکت سے کوفہ "پہلا اسلامی مدرسہ" بنا۔ آپ نے وہاں علم و فضل کے ایسے دریا بہائے کہ کوفہ علم و معرفت کا شہر بن گیا۔ (۱۴)

حضرت شارحِ بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ "اسرار الانوار" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار چار ہزار افراد حاضر ہوتے، ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لے گئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود ان کے استقبال کے لیے آئے تو سارا میدان ان کے شاگردوں سے بھر گیا، انھیں دیکھ کر حضرت علی بہت خوش ہوئے اور فرمایا: "ابنِ مسعود! تم نے کوفہ کو علم و فقہ سے بھر دیا، تمھاری بدولت یہ شہر مرکزِ علم بن گیا۔" (۱۵)

کوفہ میں آپ کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں شاگرد تھے، لیکن ان میں حضرت عبیدہ، حضرت حارث، حضرت مسروق، حضرت اسود اور حضرت علقمہ نہایت ممتاز ہوئے۔ (۱۶)

حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو شبل، نام علقمہ اور لقب "فقیہِ کوفہ" تھا، یہ اپنے وقت کے امام فقہ، حافظِ حدیث، مجوِّدِ قرآن اور

جلیل القدر مجتہد تھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہی پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عمر، عثمان، علی، عائشہ، سعد، حذیفہ، خالد بن ولید، خبّاب، ابو درداء، عمار بن یاسر، ابو مسعود بدری، ابو موسیٰ اشعری، اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کیں۔ خاص کر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں بڑی پابندی کے ساتھ رہے اور ان کے طور طریقے کو اس قدر اپنایا کہ لوگ کہنے لگے: "جس نے علقمہ کو دیکھا اس نے عبد اللہ بن مسعود کو دیکھ لیا۔"(١٧)

خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے: "جتنی علقمہ کی معلومات ہیں، میری معلومات ان سے زیادہ نہیں۔" ان کی علمی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ صحابۂ کرام ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔(١٨) حضرت عبد اللہ بن مسعود کے شاگردوں میں اگر کوئی ان کا ہم سر تھا تو وہ حضرت اسود تھے۔ آپ کا انتقال ۶۲ھ میں نوّے سال کی عمر میں ہوا۔(١٩)

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علقمہ بن قیس نخعی کے بعد ان کے بھانجے حضرت ابراہیم نخعی ان کے جانشین ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو عمران اور والد کا نام یزید تھا۔ آپ نے فقہ کو بہت کچھ وسعت دی، یہاں تک کہ "فقیہ العراق" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بچپن میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اگرچہ آپ نے صحابۂ کرام سے حدیثیں روایت کی ہیں، لیکن آپ کی زیادہ تر روایتیں حضرت مسروق، حضرت اسود اور حضرت علقمہ جیسے ائمہ تابعین سے ہیں۔(٢٠) آپ کی توجہ حدیث کی روایت سے زیادہ اس کی درایت پر تھی، آپ روایتِ حدیث میں ارسال زیادہ کرتے تھے۔ اپنے استاذ الاستاذ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا نام لے کر حدیث بیان کر دیا کرتے تھے، ایک دفعہ مشہور محدث حضرت سلیمان اعمش نے آپ سے کہا: جب آپ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت بیان کریں تو بیچ کے واسطے کو بھی ظاہر کر دیا کریں تو آپ نے فرمایا: "اگر میں راوی کا نام لے کر حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کروں تو سمجھ لو کہ مجھ سے صرف اُسی ایک راوی نے وہ حدیث بیان کی ہے، اور اگر بیچ کے راوی کا نام نہ لوں تو سمجھ لو کہ روایت کرنے والے کئی لوگ ہیں۔"(٢١)

مشہور محدث حضرت یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کی بیان کردہ مُرسَل حدیثیں میرے نزدیک امام شعبی کی مراسیل سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

آپ بڑے عبادت گزار تھے، آپ کی شریکِ حیات حضرت ہُنیدہ کی روایت ہے، کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے، اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔(٢٢)

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی حافظِ حدیث، عاملِ سنت اور بہت ذہین انسان تھے۔(٢٣)

نہایت عظیم تابعی فقیہ و محدث حضرت سعید بن جبیر سے (کوفہ کے) ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا: تم لوگ مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو، حالاں کہ حضرت ابراہیم نخعی تمھارے یہاں موجود ہیں؟ (۲۴)

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو، آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آنسو بہنے لگے، کسی نے رونے کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا: ملک الموت کا انتظار کر رہا ہوں، معلوم نہیں جنت کی بشارت لائے گا یا دوزخ کی خبر سنائے گا۔ (۲۵)

۹۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ امام شعبی نے لوگوں سے کہا: تم لوگ سب سے بڑے فقیہ کو دفن کر کے آرہے ہو، کسی نے کہا: کیا حسن بصری اور ابنِ سیرین سے بھی بڑے؟ آپ نے کہا صرف حسن بصری اور ابنِ سیرین سے نہیں، بلکہ تمام اہلِ بصرہ، اہلِ کوفہ، اہلِ شام، اہلِ حجاز سے بڑے فقیہ تھے۔ (۲۶)

حضرت ابراہیم نخعی کے عہد میں مسائلِ فقہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہو گیا تھا، جس کا ماخذ حدیثِ نبوی اور حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتاویٰ تھے، یہ مجموعہ اگرچہ مرتب طریقے پر قلم بند نہیں کیا گیا تھا، لیکن ان کے شاگردوں کو اس کے مسائل زبانی یاد تھے، خصوصیت کے ساتھ یہ مجموعہ حضرت حماد بن ابی سلیمان کے پاس جمع تھا، جو حضرت ابراہیم نخعی کے نہایت ممتاز شاگرد تھے۔ (۲۷)

حضرت حمّاد بن ابی سلیمان

آپ کی کنیت ابو اسماعیل، نام حمّاد، والد کا نام مسلم اور کنیت ابو سلیمان ہے۔ فقیہِ کوفہ کے لقب سے آپ کی شہرت تھی۔ آپ امام ابراہیم نخعی کے علوم کے حامل اور ان کے جانشین تھے۔ آپ مردیگانہ اور صاحبِ احوال تھے۔ حدیث شریف کی روایت حضرت انس بن مالک، سعید بن المسیب وغیرہما سے کی تھی۔ آپ کے شاگردوں میں امام ابو حنیفہ، امام اعمش، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، شعبہ بن حجّاج، حماد بن سلمہ، ابو بکر نہشلی جیسے جلیل القدر فقہا اور محدثین ہیں۔ آپ بڑی ذہین، طبّاع، مال دار، سخی طبیعت اور باحیا انسان تھے۔ (۲۸) ماہِ رمضان شریف میں ہر روز پچاس افراد کو کھانا کھلاتے تھے اور عید کے دن ان میں سے ہر ایک کو ایک جوڑا کپڑا اور ایک سو درہم عنایت کرتے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے کہا: آپ میرے لیے اس کام کی سفارش ابو الزناد سے کر دیں، ابو الزناد کوفہ میں زکاۃ کی وصولی کا افسر تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا: تم کو اس کام میں کتنے منافع کی توقع ہے؟ اس نے ایک ہزار درہم بتائے۔ آپ نے اس کو پانچ ہزار درہم دیے اور فرمایا: اس حقیر رقم کے واسطے ابو الزناد کے سامنے اپنی آبرو کیوں ضائع کروں؟ (۲۹)

مغیرہ کا بیان ہے کہ آپ جب حج کر کے کوفہ آئے تو آپ نے اہلِ کوفہ سے کہا: "تمھارے بچے اور بچوں کے بچے (یعنی آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد) عطا، مجاہد اور طاؤس سے زیادہ فقیہ ہیں۔ میں ان حضرات کو دیکھ کر آرہا ہوں۔" (۳۰)

آپ کے اس ارشاد پر بعض لوگوں کو اعتراض ہے، وہ آپ کے اس قول کو استخفاف پر محمول کرتے ہیں، حالاں کہ آپ کا قول ایک قید کے ساتھ مقید ہے اور مطلب یہ ہے کہ تفقہ میں امام حماد کے شاگردوں کا پایہ بہت بلند ہے۔ کیا امام شافعی نے نہیں فرمایا ہے: "الناس فی الفِقه عیالُ ابی حنیفة" (کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔) کیا امام اعمش نے نہیں کہا ہے: "نَحنُ الصیادِلَةُ وأنتم الاطبّاءُ" (ہم محدثین دوا فروش ہیں اور تم فقہا طبیب کی طرح ہو۔)

مشہور مقولہ ہے: "لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ" (ہر فن کے کچھ افراد ہوا کرتے ہیں۔) حضرت عطا، مجاہد، طاؤس وغیرہ نے ارشاد نبویہ کی روایت کی ہے۔ حضراتِ صحابہ سے جو کچھ انھوں نے سنا ہے اس کو بیان کیا ہے۔ وہ یقیناً لائق صد احترام ہیں۔

امام حماد کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کی جلالتِ شان، بلند حوصلگی، راست گفتاری، امرا و حکام سے بے نیازی اور علم کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ حضرت امام ابو حنیفہ کی ذاتِ ستودہ صفات سے کیا جائے جو ان کے تربیت یافتہ تھے کہ آپ نے ان کو کیسی اعلیٰ تربیت دی اور کس بلند مقام پر پہنچایا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور روایت کے مطابق ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد وقت کے نام ور اساتذہ و شیوخ سے علم حاصل کیا۔ امام موفق بن احمد مکی نے حضرت ابو عبد اللہ بن ابو حفص الکبیر کے حوالے سے آپ کے اساتذہ و شیوخِ حدیث کی تعداد چار ہزار بتائی ہے، اور حرفِ تہجی کی ترتیب پر بہت سے اساتذہ کے نام بھی شمار کرائے ہیں۔ مگر آپ نے ان میں سب سے زیادہ استفادہ حضرت امام حماد بن ابی سلیمان کوفی علیہ الرحمۃ والرضوان سے کیا۔ (۳۱)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال ذہانت و فطانت اور عقل و دانائی سے نوازا تھا، فطری اوصاف، ذاتی تجربات اور حضرت حماد کی تعلیم و تربیت نے اس سونے کو کندن بنا دیا، اور آپ کو وہ فقہی بصیرت اور مسائل کے استخراج و استنباط میں وہ کمال حاصل ہوا کہ وقت کے ائمۂ فقہ و حدیث نے کھلے دل سے آپ کی اجتہادی قوت اور علمی سطوت و شوکت کا اعتراف و اقرار کیا۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں:

"ما رأیت أحدًا أفقهَ من أبي حنیفة."

[میرے علم میں ابو حنیفہ سے بڑا کوئی فقیہ (عالم شریعت) نہیں ہے۔]

"من أراد أن یعرف الفقه فلیلزم أبا حنیفة و أصحابه فإنّ الناس کلّهم عیال علیه

في الفقه."

[جو فقہ (علمِ شریعت) سیکھنا چاہے وہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کی صحبت اختیار کرے، کیوں کہ سارے لوگ فقہ کے معاملے میں امامِ ابو حنیفہ کے دست نگر ہیں۔]

مشہور محدث حضرت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

"القراءة عندي قراءة حمزة، والفقه فقه أبي حنيفة، على هذا أدركتُ الناس."

[میرے نزدیک قراءت حمزہ کی قراءت ہے، اور فقہ ابو حنیفہ کی فقہ ہے، میں نے لوگوں کو اسی حالت پر پایا۔][۳۲]

بلند پایہ محدث حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں:

"ما مقلت عيني مثل أبي حنيفة."

[میری آنکھوں نے ابو حنیفہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔]

امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا:

"نعم، رأيتُ رجلاً لو كلّمت في هذه السارية أن يجعلها ذهبًا لقام بحجّته."[۳۳]

[میں نے انھیں ایسا (باکمال) پایا کہ اگر وہ اِس ستون کو سونے کا ثابت کرنے کے لیے تم سے گفتگو کرتے تو دلیل سے اسے ثابت کر دیتے۔]

مشہور فقیہ و محدّث حضرت یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں:

"اجتهد أبو حنيفة في الفقه اجتهاداً لم يسبقه إليه أحدٌ فهداه الله سبيله، وسهّل له طريقه، وانتفع الخاص والعامّ بعلمه."[۳۴]

[امام ابو حنیفہ نے علمِ شریعت میں ایسا اجتہاد کیا کہ اس جیسا اجتہاد ان سے پہلے کسی نے بھی نہ کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں سیدھی راہ دکھائی، اور اجتہاد کا راستہ ان کے لیے آسان کر دیا، اور عوام وخواص سب نے ان کے علم سے فائدہ اٹھایا۔]

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

"ما رأيتُ أحدًا أعلم بتفسير الحديث من أبي حنيفة، وكنّا نختلف في المسئلة فنأتي أبا حنيفة فكأنّه يُخرجها من كمّه فيدفعه إلينا."[۳۵]

[میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر حدیث کی تفسیر و توضیح کا جان کار کسی کو نہیں پایا، کسی مسئلے میں ہمارے درمیان اختلاف ہو جاتا تو ہم امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو ایسا محسوس ہوتا کہ وہ اس مسئلے کا حل اپنی آستین میں رکھے ہوئے تھے، بس وہیں سے نکال کر ہمیں دے دیا۔]

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانے تک اگرچہ فقہ کے خاصے مسائل مدوّن ہو چکے تھے، لیکن ایک تو یہ تدوین صرف زبانی روایت کے طور پر تھی، دوسرے جو کچھ تھا فنّی حیثیت سے نہ تھا، نہ اس وقت تک استنباط و استخراج کے قواعد و ضوابط طے ہوئے تھے، نہ احکام کی تفریع کے اصول منضبط ہوئے تھے، نہ احادیث میں فرقِ مراتب کا لحاظ تھا، نہ قیاس کے اصول مقرر تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس وقت تک فقہ، مسائل کے جزئیات کا نام تھا، اس کو قانون کے درجے تک پہنچانے کے لیے ابھی بہت زینے باقی تھے۔ [۳۶]

امام ابو حنیفہ نے فقہ (قانونِ اسلام) کی تدوین کیوں کی؟

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے دل میں فقہ (اسلامی قانون) کے مسائل اور دفعات باضابطہ مرتب کرنے کا خیال کیوں پیدا ہوا؟ تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں اس کے تعلق سے کوئی معقول اور تسلی بخش واقعہ نہیں ملتا۔ ہاں "قلائد عقود العِقیان" میں اس کے تعلق سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے، جو یہ ہے کہ:

دو شخص حمام میں نہانے گئے، اور حمّامی کے پاس کچھ امانت رکھتے گئے، ان میں سے ایک نہا کر پہلے نکلا اور حمامی سے امانت طلب کی، اس نے وہ امانت اس کے حوالے کر دی، یہ لے کر چلتا بنا، اس کے بعد دوسرا شخص نہا کر نکلا اور اس سے امانت مانگی، تو اس نے کہا کہ میں نے تمھارے شریک کو امانت دے دی ہے، دھیرے دھیرے بات بڑھ گئی، اس شخص نے عدالت میں حمامی کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی (جج) صاحب نے فریقین کی باتیں سننے کے بعد حمامی کے خلاف یہ کہتے ہوئے فیصلہ دیا کہ جب دونوں نے مل کر تمھارے پاس امانت رکھی تھی تو تم پر لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں ہی وہ امانت واپس کرتے۔ اس فیصلے کے بعد وہ حمامی گھبرایا ہوا امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا، حضرت امامِ اعظم نے فرمایا: تم جا کر اس شخص سے کہو کہ میں تمھاری امانت کی ادائگی کے لیے تیار ہوں، لیکن قاضی صاحب کے فیصلے کے مطابق تنہا تمھیں نہیں دے سکتا۔ اپنے شریک کو لاؤ اور امانت لے جاؤ۔ اس واقعے کے بعد امام موصوف کو فقہ کی تدوین اور اسلامی قانون کی ترتیب کا خیال پیدا ہوا، اور اس کام کا آغاز کر دیا۔ [۳۷]

ممکن ہے یہ واقعہ بھی اس عظیم کام کا محرّک بنا ہو، لیکن اس کارِ عظیم کا اصل سبب صرف یہ واقعہ نہیں ہے، تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ کے دل میں فقہ کی تدوین کا خیال ۱۲۰ھ میں پیدا ہوا۔ جب آپ کے استاد حضرت حماد بن ابی سلیمان کوفی علیہ الرحمۃ والرضوان کا انتقال ہو گیا، آپ نے اپنی عمر عزیز کے چالیس سال پورے کر لیے تھے، علم کے ساتھ عقل و دانائی بھی کمال کو پہنچ رہی تھی، آپ کا وطن کوفہ علمی و تہذیبی اعتبار سے نہایت اہم تھا، وہاں آئے دن باہر سے لوگوں کا آنا جانا ہوتا تھا۔ آپ اس وقت تک پچیس حج کر چکے تھے، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے ان مبارک اسفار سے جہاں دینی و مذہبی برکتیں ہاتھ آئی تھیں، وہیں حج کے موقع پر پورے عالمِ اسلام

کے مسلمانوں سے ملاقات کے مواقع میسر آئے تھے، اور نئے نئے تجربات و مشاہدات نے فکر و نظر کی دنیا میں بے پناہ وسعت اور پھیلاؤ پیدا کر دیا تھا۔

آپ کے سامنے وہ عظیم خلا تھا، جو خلافتِ راشدہ کے بعد شوریٰ کا سدِّباب ہوجانے سے اسلام کے قانونی نظام میں واقع ہو چکا تھا، اور اس کے دور رس منفی اثرات و نتائج بھی آپ ماتھے کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، ایک صدی کے قریب اس حالت پر گزر جانے کے بعد جو نقصان رونما ہو رہا تھا اسے ایک صاحبِ فکر آدمی کی طرح آپ محسوس کر رہے تھے۔ ایک طرف مسلم ریاست کے حدود سندھ سے اسپین تک پھیل چکے تھے، مختلف قومیں اپنے الگ الگ تمدّن، رسم و رواج اور حالات کے ساتھ اُس میں شامل ہو چکی تھیں۔ اندرونِ ملک مالیات کے مسائل، تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت کے مسائل، شادی بیاہ کے مسائل، دستوری، دیوانی اور فوج داری قوانین و ضوابط کے مسائل روز بہ روز سامنے آرہے تھے۔

بیرون ملک دنیا بھر کی قوموں سے اس عظیم ترین سلطنت کے تعلّقات تھے، اور ان میں جنگ، صلح، سفارتی روابط، تجارتی لین دین، بحری و بری مسافرت اور کسٹم وغیرہ کے مسائل پیدا ہو رہے تھے، اور مسلمان چوں کہ اپنا ایک مستقل نظریہ، اصولِ حیات اور بنیادی قانون رکھتے تھے، اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے ہی نظامِ قانون کے تحت ان بے شمار نت نئے مسائل کا حل تلاش کریں۔

غرض ایک طرف وقت کا یہ زبردست چیلنج تھا جس سے اسلام کو سابقہ درپیش تھا اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ ملوکیت کے اس دور بلاخیز میں کوئی ایسا مسلّم آئینی ادارہ باقی نہ رہا تھا، جس میں مسلمانوں کے معتمد علیہ اہلِ علم و بصیرت،، فقہا اور مدبرین بیٹھ کر اجتماعی طریقہ پر ان مسائل کو سوچتے اور شریعت کے اصولوں کے مطابق ان کا ایک مستند حل پیش کرتے، جو سلطنت کی عدالتوں اور اس کے سرکاری محکموں کے لیے قانون قرار پاتا اور پوری اسلامی مملکت میں یکساں طور پر اس پر عمل کیا جاتا۔

اس نقصان کو خلفا، گورنر، حکام اور قاضی سب محسوس کر رہے تھے، کیوں کہ انفرادی اجتہاد اور معلومات کے بل پر روز مرہ پیش آنے والے اتنے مختلف مسائل کو بروقت حل کر لینا ہر مفتی، حاکم، جج اور ناظمِ محکمہ کے بس کا کام نہ تھا، اور اگر فرداً فرداً انھیں حل بھی کیا جاتا تھا تو اس سے بے شمار متضاد فیصلوں کا ایک جنگل پیدا ہو رہا تھا۔ مگر دشواری یہ تھی کہ ایسا ایک ادارہ حکومت ہی قائم کر سکتی تھی، اور حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جو خود جانتے تھے کہ مسلمانوں میں ان کا کوئی اخلاقی وقار و اعتماد نہیں ہے۔ ان کے لیے علما و فقہا کا سامنا کرنا تو درکنار ان کو برداشت کرنا بھی مشکل تھا۔ ان کی ماتحتی و نگرانی میں بننے والے قوانین کسی حالت میں بھی مسلمانوں کے نزدیک اسلامی نظامِ قانون کا جزنہ بن سکتے تھے۔

ابن المقفع نے اپنے "رسالۃ الصحابہ" میں اس خلا کو بھرنے کے لیے خلیفہ منصور عباسی کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ خلیفہ اہلِ علم کی ایک کونسل بنائے جس میں ہر نقطۂ نظر کے علما پیش آمدہ مسائل پر اپنا اپنا علم اور خیال پیش کریں۔ پھر خلیفہ خود ہر مسئلے پر اپنا فیصلہ دے اور وہی سارے ملک کے لیے واجب العمل قانون ہو۔ لیکن منصور اپنی حقیقت سے اتنا بے خبر نہ تھا کہ یہ حماقت کرتا۔ اس کے فیصلے سیدنا صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم کے فیصلے کبھی نہیں بن سکتے تھے۔ اس کے فیصلوں کی عمر خود اس کی اپنی عمر سے زیادہ نہ ہو سکتی تھی۔ بلکہ اس کی زندگی میں بھی یہ امید نہ تھی کہ پوری مملکت میں کوئی ایک مسلمان ہی ایسا مل جائے جو اس کے منظور کیے ہوئے قانون کی مخلصانہ پابندی کرے، وہ ایک سیکولر اور لادینی قانون تو ہو سکتا تھا، مگر اسلامی قانون کا حصہ ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔

اس نازک صورتِ حال میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بالکل انوکھا اور نرالا راستہ سوجھا اور وہ یہ تھا کہ وہ حکومت سے بے نیاز رہ کر خود ایک غیر سرکاری مجلسِ وضعِ قانون قائم کریں۔ یہ بات ایک انتہائی بلند فکر، وسیع النظر اور عالی دماغ آدمی ہی سوچ سکتا تھا، اور اس کی ہمت وہی شخص کر سکتا تھا جو اپنی قابلیت پر، اپنے کردار پر اور اپنے اخلاقی وقار پر اتنا اعتماد رکھتا ہو کہ اگر وہ ایسا کوئی ادارہ قائم کرکے قوانین مدون کرے گا تو کسی سیاسی قوتِ نافذہ کے بغیر اس کے مُدوَّن کردہ قوانین اپنی خوبی، اپنی صحت، اپنی مطابقتِ احوال، اور اپنے مدون کرنے والوں کے اخلاقی اثر کے بل پر خود نافذ ہوں گے۔ قوم خود ان کو قبول کرے گی، اور سلطنتیں آپ ہی آپ ان کو قبول کرنے کے لیے مجبور ہوں گی۔

آپ نے ایک حد درجہ دانا وبینا اور دور اندیش انسان کی حیثیت سے بالکل صحیح اندازہ کر لیا تھا کہ وہ اس خلا کو اپنی نجی حیثیت سے بھر سکتے ہیں، اور ان کے بھرنے سے وہ خلا بھر بھی جائے گی۔

مجلس تدوین فقہ

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اسلامی قانون کی تدوین اور دستوری اعتبار سے اس کی ترتیب جتنی اہم، ضروری اور امت مسلمہ کے لیے نفع بخش تھی، اتنی ہی وسیع، ہمہ گیر، پُر خطر اور حزم واحتیاط کی متقاضی بھی تھی، اتنے بڑے اہم اور وسیع کام کو تن تنہا انجام دینا فرد واحد کے لیے نہایت دشوار اور مشکل تھا، اس میں گوناگوں شبہات، زَلّات، خطاؤں اور لغزشوں کا احتمال تھا، اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے بابرکت شورائی طریقۂ کار کو اختیار کیا اور باضابطہ ایک مجلس تدوین فقہ تشکیل دی، اس دستوری کمیٹی کے ارکان کے طور پر ایسے افراد کا انتخاب فرمایا جو قرآن، حدیث، عربی زبان وادب اور دیگر ضروری علوم میں مہارت کے ساتھ اخلاص، للّٰہیت، خوفِ خدا اور تقویٰ و پرہیز گاری اور جرأتِ اظہار کی دولت سے مالامال تھے۔ (۴۸)

مجلس کا صدر مقام

کسی بھی مجلس اور اجتماعی کمیٹی کی کامیابی میں اس کے صدر مقام کا بہت دخل ہوتا ہے، اس لحاظ سے شہر کوفہ

نہایت موزوں تھا۔ کیوں کہ یہ مختلف عربی اور عجمی تہذیبوں کا سنگم تھا، مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے باہمی ارتباط و تعلق کی وجہ سے آئے دن نئے نئے مسائل سامنے آتے تھے، طرح طرح کے واقعات جنم لیتے تھے، یہاں حدیث، فقہ، کلام، شعر و ادب اور دیگر علوم و فنون کے ماہر بڑی تعداد میں موجود تھے، اس کے علاوہ عرب کے دوسرے شہروں میں تہذیبوں کا یہ تنوّع نہ تھا، ان میں سے اکثر و بیشتر کی تہذیب خالص عربی اور سادہ تھی، اور ایک قانون ساز اور آئین کی تدوین و ترتیب کرنے والے کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہوتی ہے کہ ممکنہ حد تک اس کی نظر دنیا کی مختلف تہذیبوں پر ہو، زمانے کے عرف و عادات اور رواجِ عام سے بھرپور واقفیت ہو۔ یہ ساری باتیں کوفہ میں موجود تھیں۔ اس لیے یہ شہر مجلسِ تدوینِ فقہ کا صدر مقام قرار پایا۔ جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاے ولادت ہونے کے ساتھ ان کی تجارتی سرگرمیوں کا بھی مرکز و محور تھا۔

مجلسِ تدوین کا آغاز اور مدّت کار

۱۲۰ھ میں آپ کے استاذ حضرت حمّاد بن ابی سلیمان علیہ الرحمۃ والرضوان کا انتقال ہوا اور امام ابوحنیفہ کو جانشین کی حیثیت سے ان کی مسندِ درس و افتا پر بٹھایا گیا، اس کے بعد ہی سے آپ نے تدوینِ فقہ کا آغاز کر دیا۔ اور یہ کام آپ کی وفات تک جاری رہا۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقہ کی تدوین اور اسلامی قانون کی تشکیل و ترتیب کا یہ کام تقریباً تیس برس تک چلتا رہا۔

اس میں چھ سال کی وہ مدت بھی شامل ہے جو آپ نے مکّہ مکرمہ میں گزاری، کیوں کہ اموی گورنر ابن ہُبَیرہ کے مظالم سے تنگ آکر آپ نے ۱۳۰ھ میں کوفہ سے مکہ مکرمہ ہجرت کر لی تھی، اور ۱۳۶ھ میں منصور عباسی کے خلیفہ بننے کے بعد آپ کوفہ واپس آئے تھے۔ (۳۹)

لیکن اس میں آپ کی حیات طیبہ کے وہ آخری ایام شامل نہیں ہیں جب عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کی پاداش میں خلیفہ منصور عباسی کے حکم پر آپ کو بغداد کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا تھا، کیوں کہ اس زمانے میں آپ کو درس و افتا کے کاموں سے روک دیا گیا تھا۔ (۴۰)

مجلس تدوین کے ارکان کی تعداد

اس مجلس کے ارکان کی تعداد کے بارے میں مورخین اور سوانح نگاروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے جو کچھ اس طرح ہے:

- **ارکان کی تعداد دس تھی**، حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حمّاد کا یہ بیان نقل کیا ہے:

"كان أصحابُ أبي حنيفة عشرةً." (۴۱) (امام ابوحنیفہ کے اصحابِ مجلس دس تھے۔)

- **ان کی تعداد تیس تھی۔**

امام مُوَفَّق بن احمد مکی (متوفیٰ ۵۶۸ھ) اپنی کتاب ”مناقب الامامِ الأعظم أبي حنيفة رضي الله عنه وأكرم“ میں حضرت سہیل بن مزاحم کی ایک مشاہداتی روایت نقل کی ہے۔ جس میں اس وقت کے حاضرینِ مجلس کی تعداد تیس ہے۔ عبارت یہ ہے:

”قال سهل بن مزاحم: كنتُ عند أبي حنيفة وكان حوله من خيار أصحابه وأفاضلهم **ثلاثون رجلا** فسأل جميعَهم عن بلوغهم في كم بلغوا؟ فاجتمع عامّتهم على ثماني عشرة، وقال بعضهم: تسع عشرة، فوضع بلوغ الغلام على ما اجتمع عامّتهم.“ (۴۲)

(سہل بن مزاحم کا بیان ہے کہ میں امام ابو حنیفہ کے پاس تھا، ان کے ارد گرد ان کے منتخب اور پسندیدہ ترین **تیس شاگرد تھے**۔ آپ نے حاضرینِ مجلس سے پوچھا کہ لڑکے کتنی عمر میں بالغ ہوتے ہیں؟ اکثر نے کہا کہ اٹھارہ سال کی عمر میں۔ اور بعض نے کہا: انیس سال میں تو آپ نے لڑکے کی بالغ ہونے کی عمر وہی قرار دی جس پر اکثر حاضرینِ مجلس کا اتفاق تھا۔)

انھیں سہل بن مزاحم کا بیان ہے:

”سمعتُ أبا حنيفة يقول: الذي أعتمد عليه من أصحابي ثلاثون، عشرة منهم فقهاء صالحون، وعشرة منهم يصلحون للفتيا، وعشرة منهم يصلون للقضاء وهم أحسنُ أصحابي.“ (۴۳)

[میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شاگردوں میں جن پر میں بھروسا کرتا ہوں، وہ تیس ہیں۔ ان میں دس تو اچھے فقیہ ہیں، دس فتویٰ دینے کے لائق ہیں اور دس منصبِ قضا کے لائق ہیں، اور یہ میرے تلامذہ میں سب سے بہتر ہیں۔]

- **ارکانِ مجلس کی تعداد تیس سے زیادہ تھی۔**

امام موفّق بن احمد مکّی نے اپنی کتاب ”مناقب الامام الاعظم“ میں اور امام حافظ الدین محمد بن محمد الکردری حنفی (متوفیٰ ۸۲۷ھ) نے بھی اپنی کتاب ”مناقب الامام الاعظم“ میں حضرت وکیع بن جراح کا یہ بیان نقل کیا ہے:

”كنتُ أنا وابن أبي زائدة و سفيان بن عيينة فى مسجد الكوفة، وأبو حنيفة فى ناحية المسجد وقد ارتفعت أصواتُهم إذ قام أبو يوسف فجلس إلينا، فقال له ابن عيينة : أما يعرف أبو حنيفة للمسجد حقًّا؟ ما هذا اللغط في المسجد؟ قال: فسكت ثم رمانا بمسئلة علم إنّا نختلف فيها فقال فيها ابنُ عيينة، وقلتُ فخالفتُه، وقال ابنُ أبي زائدة فخالفني

فتكلمنا فقال أبو يوسف : يا سبحان الله، أنتم ثلاثة وقد ارتفعت أصواتكم فتلوم **أكثر من ثلاثين** ثم نهض." (۴۴)

[میں، ابن ابي زائدہ اور سفیان بن عیینہ کوفہ کی مسجد میں تھے، اور امام ابو حنیفہ (اپنے تلامذہ کے ہمراہ) مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے، اور ان لوگوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، جبھی حضرت امام ابو یوسف وہاں سے اٹھ کر ہماری مجلس میں آبیٹھے، تو حضرت سفیان بن عیینہ نے ان سے کہا: کیا ابو حنیفہ کو مسجد کے حقوق معلوم نہیں؟ مسجد میں یہ شور وشغب کیسا ہے؟ حضرت وکیع کہتے ہیں: (یہ سننے کے بعد) امام ابو یوسف خاموش رہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے ہم لوگوں کے سامنے ایک علمی مسئلہ رکھ دیا، اس میں ہم لوگوں کے درمیان اختلاف ہو گیا، سفیان بن عیینہ نے اس کے تعلق سے اپنی رائے ظاہر کی، میں نے اس کے خلاف بات کہی، اور ابنِ ابي زائدہ نے میرے خلاف رائے دی، اس طرح ہم لوگ (بلند آواز سے) گفتگو کرنے لگے، تو امام ابو یوسف نے فرمایا: تم صرف تین آدمی ہو، اور تمھاری آوازیں بلند ہو رہی ہیں، اور تم **تیس سے زیادہ** لوگوں کو ملامت کر رہے ہو؟ یہ کہہ کر ہماری مجلس سے اٹھ گئے۔]

● **ارکان مجلس کی تعداد چھتیس تھی۔** قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی صیمری حنفی (متوفی ۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب "اخبارُ أبي حنيفة و أصحابه" میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد کے حوالے سے خود حضرت امام اعظم کا قول ذکر کیا ہے جس میں چھتیس کی تعداد کی صراحت ہے۔ (۴۵) امام موفق بن مکی نے اپنی کتاب "مناقب" کے آخر میں بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ (۴۶) اور شیخ محمد ابو زہرہ مصری نے بھی اپنی کتاب "أبو حنيفة: حياته و عصره" میں یہی روایت ذکر کی ہے۔ (۴۷)

● **ان کی تعداد چالیس تھی۔**

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "تحصيل التعرف في معرفة الفقه والتصوف" میں اور شبلی نعمانی نے "سيرة النعمان" میں فقہ واجتہاد کے ماہر تلامذہ اور آپ کی مجلس کے ارکان کی تعداد چالیس لکھی ہے۔ (۴۸)

اس طرح تاریخ وتراجم کی مختلف کتابوں میں الگ الگ تعداد ملتی ہے، غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعداد ہر زمانے میں برابر نہ رہی۔ صحیح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے استاذ امام حمّاد بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد ۱۲۰ھ میں ان کی مسندِ درس وافتا پر جلوہ گر ہوئے، اور اس کے بعد ہی قانونِ اسلامی کی تدوین وتشکیل کا کام شروع ہو گیا، اور ۱۵۰ھ میں آپ کی وفات تک تقریباً تیس سال تک یہ عمل جاری رہا۔ اس دوران پوری اسلامی مملکت سے اربابِ ذوق، تعلیم فقہ اور استنباطِ احکام کی تربیت کے لیے آپ کی مجلسِ فقہ وتدریس میں آتے رہے، ان میں سے کچھ اس فقہی مجلس کے رکن بھی مقرر ہوئے، تاہم اکثر اپنے حالات کے مطابق مناسب مدت تک اکتسابِ فیض کے بعد اپنے وطن واپس ہو گئے، ان تلامذہ و مستفیدین میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو آپ کی مجلس کے آخری ایام تک آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر فیض اٹھاتے

رہے، ان میں بھی کچھ خاص تلامذہ ایسے تھے جو دیگر علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ یہ مجلسِ فقہ ایسے ہی باذوق اہلِ علم اور ماہرِ فن تلامذہ سے مرکب تھی۔ مناقب وتراجم کی کتابوں میں ان کی پہچان ''لَزِمَہ، صَحِبَہٗ، لَا زَمَہٗ'' یا ان کے ہم معنیٰ الفاظ سے کرائی گئی ہے۔ لیکن ان کی تعداد تدوینِ فقہ کے ان تیس برسوں میں ہمیشہ برابر اور یکساں نہیں رہی، بلکہ اس میں کمی وبیشی ہوتی رہی۔ اسی لیے ارکانِ مجلس کی تعداد کے بارے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح نگاروں کے اقوال میں اختلاف نظر آتا ہے۔

شیخ محمد ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں:

''لقد كان لأبي حنيفة تلاميذ كثيرون، منهم من كان يرحل إليه، ويستمع أمدًا ثمّ يعود إلى بلده بعد أن يأخذ طريقته ومنهاجه، ومنهم من لازمه.''[۴۹]

[امام ابو حنیفہ کے بہت شاگرد تھے، ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو آپ کے پاس آکر ایک عرصہ تک استفادہ کرتے، آپ کا طریقۂ اجتہاد واستنباط سیکھتے، پھر اسے اپنا کر اپنے وطن لوٹ جاتے، اور ان میں سے کچھ نے آپ کی مستقل صحبت اختیار کرلی تھی۔]

امام ابو حنیفہ کے مناقب وسوانح کی کسی کتاب میں آپ کی مجلسِ فقہ کے تمام ارکان کا ذکر یکجا نہیں ملتا، ان کے ناموں کی تلاش کے لیے بلاشبہہ بڑی محنت، کوشش اور جگر کاوی کی ضرورت ہے، لیکن یہ محال و ناممکن بھی نہیں ہے۔ کتبِ مناقب میں امام ابو حنیفہ کے سیکڑوں تلامذہ اور مستفیدین کی روایتیں موجود ہیں، ان میں سے جو مجلسِ فقہ کے رکن رہے، ان کی پہچان مصنفین نے ''صَحِبَہٗ، لَزِمَہٗ اور لَا زَمَہ'' جیسے الفاظ سے کرادی ہے۔ اسی پہچان کی روشنی میں ارکانِ مجلسِ فقہ کی فہرست درج کی جاتی ہے۔

ارکانِ مجلس کے اسمائے گرامی

۱-	حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی	(م:۱۵۰ھ)	صدر نشین
۲-	حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری	(م:۱۸۲ھ)	سکریٹری
۳-	حضرت امام زُفَر بن ہُذیل بن قیس العنبری	(م:۱۵۸ھ)	
۴-	حضرت امام محمد بن حسن شیبانی	(م:۱۸۹ھ)	
۵-	حضرت قاضی عافیہ بن یزید الاودی الکوفی	(م:۱۸۰ھ)	
۶-	حضرت ابو سلیمان داؤد بن نصیر الطائی الکوفی	(م:۱۶۵ھ)	
۷-	حضرت وکیع بن جراح بن ملیح الرواسی الکوفی	(م:۱۹۹ھ)	
۸-	حضرت حفص بن غیاث بن طلق بن عمرو النخعی الکوفی	(م:۱۹۴ھ)	

۹- حضرت یحییٰ بن زکریا بن اَبی زائدہ بن میمون (م:۱۸۲ھ)

۱۰- حضرت امام حسن بن زیاد اللؤلؤی الکوفی (م:۲۰۴ھ)

۱۱- حضرت امام ابواسماعیل حماد بن ابی حنیفہ (م:۱۷۹ھ)

۱۲- حضرت حبان بن علی العنزی الکوفی (م:۱۷۲ھ)

۱۳- حضرت مندل بن علی العنزی الکوفی (م:۱۶۷/۱۶۸ھ)

۱۴- حضرت علی بن مسہر الکوفی (م:۱۸۹ھ)

۱۵- حضرت قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الکوفی (م:۱۷۵ھ)

۱۶- حضرت ابوالمنظر اسد بن عمرو بن عامر بن اسلم البجلی الکوفی (م:۱۸۸ھ)

۱۷- حضرت یحییٰ بن سعید القطان (م:۱۹۸ھ)

۱۸- حضرت امام عبداللہ بن مبارک (م:۱۸۱ھ)

۱۹- امام المحدثین یزید بن ہارون الواسطی (م:۲۰۶ھ)

۲۰- محدثِ شہیر حضرت عبدالرزاق بن ہمام صاحب المصنَّف (م:۲۱۱ھ)

۲۱- حضرت ضحاک بن مخلد ابوعاصم النبیل (م:۲۱۲ھ)

۲۲- میزان الحدیث حضرت مسعر بن کدام (م:۱۵۵ھ)

۲۳- حضرت مکی بن ابراہیم البلخی (م:۲۱۵ھ)

۲۴- حضرت ابوعصمہ نوح بن مریم الملقّب بالجامع، قاضی مَرو (م:۱۷۳ھ)

۲۵- حضرت ابومحمد نوح بن دمراج النخعی الکوفی (م:۱۸۲ھ)

۲۶- امامِ فقہ وتصوف حضرت فضیل بن عیاض بن مسعود التیمی (م:۱۷۸ھ)

۲۷- حضرت ابراہیم بن طہمان الخراسانی (م:۱۶۰ھ تقریبًا)

۲۸- حضرت ابوزید سعید بن اوس الانصاری (م:۲۱۵ھ)

۲۹- حضرت فضل بن موسیٰ السینانی (م:۱۹۱ھ)

۳۰- حضرت نضر بن عبدالکریم (م:۱۶۹ھ)

۳۱- حضرت ابوعمر حفص بن عبدالرحمٰن النیساپوری (م:۱۹۹ھ)

۳۲- حضرت ہشیم بن بشیر السلمی (م:۱۸۳ھ)

۳۳- حضرت ابوخالد یوسف بن خالد بن عمر السمتی (م:۱۸۹ھ)

۳۴- حضرت ابومطیع الحکم بن عبداللہ بن مسلمہ البلخی (م:۱۹۷ھ)

۳۵- حضرت ابوالاشہب ہوذہ بن خلیفہ الثقفی البصری (م:۲۱۵ھ)
۳۶- حضرت بشر بن غیاث المریسی (م:۲۲۸ھ)
۳۷- حضرت مالک بن مغول البجلی (م:۱۵۹ھ)
۳۸- حضرت خارجہ بن مصعب السرخسی
۳۹- حضرت حسن بن رشید
۴۰- حضرت قاضی ابوعلی عمر بن میمون البلخی (م:۱۷۱ھ)
۴۱- حضرت قاضی شریک بن عبداللہ الکوفی (م:۱۷۷ھ)
۴۲- حضرت قاضی علی بن ظبیان العبسی (م:۱۹۲ھ)
۴۳- حضرت زُہیر بن معاویہ بن خدیج الکوفی (م:۱۷۲ھ)
۴۴- حضرت قاضی ابواحمد القاسم بن الحکم (م:۲۰۸ھ)
۴۵- حضرت ابومعاذ خالد بن سلیمان البلخی (م:۱۹۹ھ)
۴۶- حضرت محمد بن القاسم الاسدی البخاری
۴۷- حضرت ابراہیم بن ادہم البلخی
۴۸- حضرت شقیق بن ابراہیم البلخی

تدوینِ فقہ کا طریقہ

اس مجلس میں فقہ (اسلامی قانون) کی تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کوفہ کی جامع مسجد میں اپنی درس گاہ میں تشریف رکھتے، ارد گرد آپ کے منتخب تلامذہ ہوتے، پھر مجلس میں کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا، اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق ہوتے، اور خود حضرت امام کا بھی اتفاق ہوتا تو اسے اسی وقت نوٹ کر لیا جاتا، اور اگر اس میں آپ کے شاگردوں میں اختلاف ہوتا، تو پوری آزادی کے ساتھ اس کے تعلق سے گرما گرم بحثیں ہوتیں، کبھی کبھی ان کے درمیان ایسی بحثیں ہوتیں کہ ان کی آوازیں مسجد میں گونجنے لگتیں، امام صاحب پورے صبر و تحمل کے ساتھ بہت غور سے ان کی تقریریں سنتے، پھر جب اس مسئلے کے تعلق سے گفتگو شروع کرتے، تو مجلس میں ہر طرف سناٹا چھا جاتا، ایسا محسوس ہوتا کہ مجلس میں کوئی موجود ہی نہیں۔[50]

حضرت ابوسلیمان جوزجانی کا بیان ہے کہ ایک دن امام موصوف کسی مسئلے کے تعلق سے فیصلہ کن گفتگو فرما رہے تھے، اور تمام حاضرینِ مجلس مکمل خاموشی اور توجہ کے ساتھ سن رہے تھے، ایک شخص نے یہ منظر دیکھ کر کہا:

"سبحان الذي أنصتَ الجميعَ لك."[51]

[پاک ہے وہ ذات جس نے امام ابو حنیفہ کے لیے ان سب حضرات کو خاموش کر دیا۔]

اس مجلسِ تدوین میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے شاگردوں سے بحث کرتے، کبھی وہ آپ کی دلیلیں سن کر مطمئن ہو جاتے، اور آپ کا موقف تسلیم کر لیتے، اور کبھی آپ کی دلیلوں کے مقابل اپنے دلائل پیش کرتے۔

محدثِ جلیل امام اعمش علیہ الرحمہ والرضوان اِس مجلسِ فقہ کے طریقِ کار پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إنّهم إذا وقعت لهم مسئلة يُدِ يرونها حتىٰ يُضيئونها."(۵۲)

[جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو اس کو اس قدر گردش دیتے ہیں کہ اس کا حکم روشن ہو جاتا ہے۔]

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مجلس کے اراکین کو بحث و مباحثے کی اس قدر آزادی دے رکھی تھی کہ وہ بلا جھجھک امام صاحب کو بھی ٹوک دیتے، اور ایسا بے باکانہ انداز اپناتے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی۔

حضرت جرجانی کہتے ہیں کہ میں امام صاحب کی مسجد میں حاضر تھا کہ جبھی ایک نوجوان نے آپ سے کوئی سوال کیا، جس کا آپ نے جواب دیا، لیکن نوجوان کو میں نے دیکھا کہ جواب سنتے ہی امام صاحب سے بے جھجھک کہنے لگا: "آپ نے غلطی کی" جرجانی کہتے ہیں نوجوان کے اس اندازِ گفتگو کو دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا، اور حاضرینِ مجلس کو متوجہ کرتے ہوئے میں نے کہا: "حیرت ہے کہ تم لوگ اپنے استاذ کا بالکل لحاظ نہیں کرتے۔" میری بات ابھی پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے ٹوکتے ہوئے فرمایا:

"دَعْهُم فإني قد عوّدتُهم ذلك من نفسي."(۵۳)

[آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، کیوں کہ میں نے خود انھیں اس طرزِ تکلم کا عادی بنایا ہے۔]

امام موفق بن احمد مکی لکھتے ہیں:

"امامِ اعظم نے اپنے مذہب کی بنیاد اپنے شاگردوں کی شوریٰ پر رکھی، اور ان پر اپنی رائے مسلّط نہ کی، اس سے آپ کا مقصد دین میں احتیاط اور خدا و رسول سے پر خلوص تعلّق اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے آخری حد تک کوشاں رہنا تھا۔ آپ ایک مسئلہ پیش کر کے اپنے تلامذہ کی رائے سنتے، پھر اپنے موقف کی وضاحت کرتے، کبھی کبھی ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ عرصے تک بحث جاری رہتی، یہاں تک کہ جب کسی ایک بات پر سب کا اتفاق ہو جاتا تو امام ابو یوسف اسے اصول میں درج کر لیتے، اس طرح انھوں نے سارے اصول تحریر کیے۔"(۵۴)

حضرت عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے:

"ایک مرتبہ اس مجلس میں تین دن تک مسلسل ایک ہی مسئلے پر بحث ہوتی رہی، تیسرے دن شام کے وقت میں نے جب اللہ اکبر کی آوازیں سنیں تو پتہ چلا کہ اس بحث کا فیصلہ ہو گیا۔"(۵۵)

امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی مجلسِ تدوین کے ایک اہم رکن حضرت علی بن مسہر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن

مجلس میں چند احادیث زیرِ بحث آئیں کہ ان کی اسناد کیا ہیں؟ اتفاق سے مجھے اس کی سندیں معلوم تھیں، میں نے بیان کر دیں، تو حضرت امام نے مجھے بہت شاباشی دی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ (۵۶)

اس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث کے متون اور الفاظ و معانی پر بھرپور توجہ دینے کے ساتھ ان کی سندوں کو بھی جانچتے پرکھتے تھے، وہیں یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ اپنے تلامذہ کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے تاکہ وہ پورے شوق، رغبت اور تن دہی کے ساتھ اس دینی وعلمی خدمت کو انجام دینے کی کوشش کریں، بددلی اور آزردہ خاطری کا شکار ہو کر اس عظیم خدمت سے دست کش نہ ہو جائیں، کیوں کہ اس سے بہت بڑا دینی وعلمی خسارہ ہوگا۔

احادیثِ نبویہ کے تعلق سے اس مجلس کے میر کارواں حضرت امام اعظم کی وسعتِ علمی، ژرف نگاہی اور دیدہ وری کا اندازہ اس مجلس کے سکریٹری حضرت امام ابو یوسف کی اس روایت سے ہوتا ہے جسے امام موفق بن احمد مکی نے اپنی کتاب "مناقب الإمام الأعظم" میں ذکر کیا ہے:

امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ بحث و مباحثے کے بعد جب کسی حکم پر مجلس میں امام اعظم اور ان کے ارکانِ مجلس کا اتفاق ہو جاتا تو میں کوفہ کے دوسرے مشایخ اور علما کی طرف رجوع کرتا کہ کیا اس حکم کی تائید و موافقت میں ان کے پاس کوئی حدیث یا صحابی کا قول ہے تو بسا اوقات اس کی موافقت میں دو دو، تین تین حدیثیں مل جاتیں، میں وہ احادیث لے کر امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوتا، تو وہ بعض احادیث کو یہ کہہ کر رد کر دیتے کہ یہ صحیح نہیں، حالاں کہ وہ حدیثیں اُس حکم کے موافق اور مؤیّد ہوتیں۔ اور بعض کو صحیح قرار دے کر قبول کر لیتے۔ میں ان سے پوچھتا کہ آپ کو ان احادیث کا علم کیسے ہوا؟ تو فرماتے: "أنا عالمٌ بعلم أهل الكوفة." [کوفہ میں جتنا علم ہے (حدیث) میں اس سے سے آگاہ ہوں۔] (۵۷)

امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی اس مجلسِ فقہ میں جو حضرات بھی شریک تھے، وہ سب علم و فضل کے اعتبار سے استاذِ زمانہ اور مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے، لیکن ان میں سے کچھ بہت ممتاز اور نمایاں تھے، وہ بحث و مباحثے میں سب سے زیادہ حصہ لیتے تھے۔

عاصم بن یوسف کا بیان ہے کہ سب سے زیادہ بحث امام صاحب کی مجلس میں ہوتی تھی، اور سب سے زیادہ بحث میں حصہ لینے والے چار حضرات تھے: امام زُفَر، امام ابو یوسف، امام عافیہ، اور حضرت اسد بن عَمرو۔ (۵۸)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مسئلہ کا حکم قلم بند کرانے کے وقت اپنے ان ممتاز تلامذہ اور ارکانِ مجلس کی موجودگی ضروری سمجھتے تھے۔ مناقب کردری میں ہے کہ اگر کسی دن حضرت عافیہ مجلس میں موجود نہ ہوتے تو باقی ارکانِ مجلس کے اتفاق کے باوجود امام صاحب فرماتے کہ ابھی اس مسئلے کو لکھنے میں جلدی نہ کرو، عافیہ کو آلینے دو۔ جب حضرت عافیہ آجاتے اور وہ بھی اتفاق کرتے تب امام صاحب فرماتے، اب اسے لکھ لو۔ (۵۹)

بہر حال سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے حزم و احتیاط اور مکمل اخلاص و دیانت داری اور ذمہ داری

کے ساتھ فقہ اسلامی کی تدوین کا فریضہ انجام دیا، اور اس کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر انجام دینے کے لیے اس مجلسِ بحث و مذاکرہ میں شُرکا کو بھر پور آزادانہ ماحول فراہم کیا، تاکہ امام صاحب کے ادب و لحاظ اور عقیدت و محبت کے دباؤ میں شرکاے مجلس کھل کر اظہارِ خیال کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں اور قانونِ اسلامی کی تدوین و ترتیب میں کسی قسم کی کمی نہ رہ جائے۔

اسی وجہ سے جب ایک دن مشہور محدث و فقیہ حضرت وکیع بن جرّاح کی مجلس میں ایک شخص نے یہ کہا کہ "امام ابو حنیفہ سے غلطی ہوئی" تو وہ حد درجہ ناراض ہوئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

"من يقول هذا كالأنعام، بل هم أضلُّ سبيلاً."(۶۰)

[جو لوگ اس طرح کی بات کرتے ہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔]

پھر ارشاد فرمایا:

"كيف يقدر أبو حنيفة أن يخطئ ومعه مثل أبي يوسف و زفر و محمد في قياسهم واجتهادهم، ومثل يحيىٰ بن زكريا بن أبي زائدة وحفص بن غياث و حبّان و مندل ابنا علي في حفظهم للحديث ومعرفتهم به، ومثل القاسم بن معن – يعني ابن عبد الرحمٰن بن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه – في معرفته باللغة العربية، وداؤد بن نصير الطائي وفضيل بن عياض في زهدهما وورعهما؟ من كان أصحابه هؤلاء وجلسائه لم يكن ليخطئ؛ لأنه إن أخطأ ردّوه إلى الحق."(۶۱)

[امام ابو حنیفہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں جب کہ ان کے ساتھ امام ابو یوسف، امام زفر اور امام محمد جیسے قیاس و اجتہاد کے ماہر، یحییٰ بن زکریا بن أبي زائدہ، حفص بن غیاث، حبّان بن علی اور مندل بن علی جیسے حفّاظِ حدیث، قاسم بن معن بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود جیسے زبان و ادب کے ماہر، اور داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے صاحبِ زہد و تقویٰ موجود تھے؟ جس کے رفقا و ہم نشین ایسے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا، کیوں کہ غلطی کی صورت میں یہ لوگ انھیں حق کی طرف لوٹا دیں گے۔]

فقہ تقدیری اور امام موصوف:

فقہ تقدیری سے مراد اُن فرضی مسائل کا شرعی حکم بتانا ہے جو ابھی عالمِ وجود میں نہیں آئے، فقہاے اسلام کے یہاں اس طرح کی فقہ کا خاصا ذخیرہ موجود ہے، اور بلا شبہہ اس طرح کی فقہ، فقہاے کرام اور امتِ مسلمہ کے لیے ضروری بھی تھی اور مفید بھی، ضروری تو اس لیے کہ جب کتاب و سنت سے مسائل و احکام ثابت کرنے کے لیے علّتوں کے استخراج کے درپے ہوتے تو ان کو ذہن نشین کرانے کے لیے وہ فرضی صورتیں بنانے کے لیے مجبور

ہوتے، تاکہ انھوں نے شرعی احکام کی جو علّتیں اخذ کی ہیں انھیں صحیح سمت میں جاری کر کے دکھا سکیں اور غیر موجود فرضی واقعات پر منطبق کر کے ان کی وضاحت کر سکیں۔

اور مفید اس لیے ہے کہ کسی بھی صورت مسئلہ کے در پیش ہونے سے پہلے اس کا شرعی حکم معلوم ہو جاتا تھا، جس سے علمائے کرام کو حکم بتانے میں اور اس صورتِ حال سے دو چار شخص کو شریعت کے مطابق عمل کرنے میں آسانی ہوتی تھی۔

فقہ تقدیری کا آغاز کسی حد تک امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے پہلے ہو چکا تھا، کیوں کہ امام عامر بن شراحیل شعبی کوفی جن کا انتقال ۱۰۳ھ میں ہو گیا تھا، ان سے فقہا کے بارے میں یہ شکوہ منقول ہے کہ وہ لوگ اپنے علمی مباحثوں میں کہتے ہیں: "أَرَأَيتَ لَو كانَ كَذا." [ذرا بتائیے کہ اگر یہ صورتِ حال ہو تو کیا حکم ہو گا؟] اور اسی کا نام تو فرض و تقدیر ہے، وہ ایسے ہی لوگوں کو "أَرَأَيتُونَ" [أَرَأَيتَ والے] کہا کرتے تھے۔ (۶۲)

اس لیے صحیح یہ ہے کہ فقہ تقدیری کے مؤسس اور بانی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز نہیں کیوں کہ امام شعبی کے انتقال کے وقت آپ نے تدوینِ فقہ کا کام شروع ہی نہیں کیا تھا، بلکہ اس وقت آپ اپنے استاذِ گرامی حضرت امام حماد بن ابی سلیمان علیہ الرحمہ والرضوان کے حلقۂ درس میں طلب علم میں مصروف تھے، جب کہ فقہ تقدیری کا رواج کسی حد تک امام شعبی کے زمانے میں ہو چکا تھا، اس لیے آپ کو اس کا موجد کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے، مگر اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ آپ نے اس فن کو نمایاں ترقی دی اور اوجِ کمال تک پہنچایا۔

اس کے بارے میں آپ کا موقف یہ تھا کہ علما و فقہا کو ان مشکلات کے حل کے لیے پہلے ہی سے تیار رہنا چاہیے، جن میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، واقع ہونے سے پہلے ان سے بچنے کی جو صورتیں ہیں ان کو سوچ لینا چاہیے۔

اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جس کو امام موفق بن احمد مکی نے "مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة رضي الله عنه وأكرم" ج:۱/ص:۱۰۳، ۱۰۴ میں اور امام حافظ الدین محمد بن محمد الکردری نے "مناقب الإمام الأعظم" ج:۱، ص:۱۵۸ میں الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو کچھ اس طرح ہے:

مشہور تابعی امام حضرت قتادہ بن دعامہ السدوسی کوفہ آئے، ان کے پاس لوگوں کی ایک بھیڑ جمع ہو گئی، انھیں میں حضرت امام ابو حنیفہ بھی تھے۔ حضرت قتادہ نے حاضرین سے کہا کہ مجھ سے فقہ کا کوئی مسئلہ پوچھو۔ حضرت امام ابو حنیفہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے ابو الخطاب! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو چند سال تک گھر سے غائب رہا، گھر والوں کو اس کا کچھ بھی پتہ نہیں معلوم، اب اس کی بیوی کیا کرے؟ حضرت قتادہ نے فرمایا: میں اس کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے، اگر اس مدت میں شوہر واپس آجائے تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ عدتِ وفات (چار مہینہ دس دن) گزار کر جس سے چاہے نکاح کر لے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر

اس عورت نے اسے مردہ سمجھ کر دوسرے سے نکاح کر لیا، پھر پہلا شوہر بھی لوٹ کر گھر آگیا اور اس نے کہا: ”میرے زندہ رہتے ہوئے تونے دوسرا نکاح کر لیا۔“ اور دوسرے شوہر نے اس سے کہا: ”شوہر ہوتے ہوئے تونے مجھ سے نکاح کر لیا“۔ بتائیے اب اس عورت کا کس کے ساتھ لعان ہوگا؟

امام ابو حنیفہ اس سے پہلے اپنے ساتھیوں سے کہہ چکے تھے کہ اگر قتادہ اس کے سلسلے میں کوئی حدیث بیان کریں گے تو وہ جھوٹی ہوگی اور اپنی ذاتی رائے سے کام لیں گے تو وہ غلطی میں پڑیں گے۔ بہر حال یہ سوال سن کر حضرت قتادہ نے کہا: کیا ایسا کوئی واقعہ پیش آیا ہے؟ حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا: کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا ہے۔ تو حضرت قتادہ نے فرمایا: تو پھر ایسی صورت کا حکم کیوں پوچھتے ہو جو پیش ہی نہیں آئی؟ اس پر امام ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا:

”إنّ العلماء يستعدّون للبلاء ويتحرّزون منه قبل نزوله، فإذا نزل عرفوه وعرفوا الدخول فيه والخروج منه.“(۶۳)

[اہلِ علم مصیبت کے پیش آنے سے پہلے ہی اس سے نپٹنے کی تیاری کرتے ہیں اور اس کے پیش آنے سے پہلے ہی اس سے بچاؤ کا سامان کرتے ہیں، پھر جب وہ در پیش ہو جاتی ہے تو اس سے اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے۔]

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ والرضوان کے بعد مفروضہ سوالات اور ان کے جوابات دینے کا طریقہ عام طور سے رائج ہو گیا۔ اکثر فقہاے کرام اور مجتہدینِ امت اسی ڈگر پر چل پڑے، امام لیث بن سعد، امام شافعی اور دیگر فقہاے اسلام بھی بہت سے مسائل فرض کر کے ان کا حکم بیان کرنے لگے، جس سے فقہ واستنباط میں بڑی مدد ملی۔ اور حق بات یہ ہے کہ فرضی معاملات کی صورتیں جب امکان کے دائرے میں داخل رہیں، اور ان کے واقع ہونے کا امکان ہو تو ایسے مسائل کا ذکر و اثبات فقہ کے طلب گاروں کے لیے ضروری ہے، بلکہ در اصل علم فقہ کا مغز اور روح یہی ہے۔(۶۴)

بلا شبہہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم فقہ کو ایک نئی جہت دینے میں بنیادی اور اہم کردار نبھایا جس سے لوگ عمومی طور پر واقف نہیں تھے، مشہور محدث حضرت نضر بن شمیل نے بڑی سچی بات ارشاد فرمائی ہے:

”كان الناس نياماً عن الفقه حتى أيقظهم أبو حنيفة بمافتقه وبيّنه ولخصّه.“ (۶۵)

[لوگ فقہ سے خوابیدہ اور غافل تھے، یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ نے اسے پردۂ خفا سے نکال کر، اچھی طرح واضح کر کے اور اس کا خلاصہ و مغز پیش کر کے انھیں بیدار و ہوشیار کر دیا۔]

حافظِ حدیث حضرت قیس بن ربیع سے امام ابو حنیفہ کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

”أعلم الناس بمالم يكن“(۶۶)

[جو چیزیں ابھی واقع نہیں ہوئیں ان کے احکام وہ سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔]

مجموعۂ قوانین کی ترتیب:

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے مجموعۂ قوانین کی جمع و تدوین کے لیے جو ترتیب مقرر کی، آج فقہی کتابوں میں وہی ترتیب جاری و ساری ہے، آپ نے تدوین کا آغاز مسائلِ طہارت سے کیا، اور اس کے بعد عبادات (نماز، زکات، روزہ، حج) کے ابواب مدون کروائے، اس کے بعد معاملات کے ابواب رکھے، اور سب سے آخر میں وصیت اور میراث کے ابواب رکھے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ محمد بن محمود خوارزمی (م:۶۶۵ھ) لکھتے ہیں:

"إنما بدأ بالطهارة والصلاة؛ لأنها أهمُّ العبادات وأعمّها، و إنّما ختمها بالمواريث لأنّها آخر أحوال الناس." (۶۷)

[امام صاحب نے طہارت اور نماز کو ابتدا میں اس لیے رکھا کہ یہ سب سے اہم اور سب سے عام عبادت ہے، اور میراث پر اس کا خاتمہ اس لیے کیا کہ یہ لوگوں کی آخری حالت سے متعلق ہے۔]

علامہ موفق بن احمد مکی کچھ زیادہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ یوں رقم طراز ہیں:

"دوّنه أبو حنيفة فجعله أبوابا مبوبّة وكتبا مرتّبة، فبدأ بالطهارة، ثم بالصلاة، ثم بسائر العبادات على الولاء، ثم بالمعاملات، ثم ختم بكتب المواريث، و إنّما ابتدأ بالطهارة ثمّ بالصلاة، لأنّ المكلّف بعد صحّة الاعتقاد أوّل ما يخاطب بالصلاة؛ لأنها أخصّ العبادات و أعمّها وجوبا، وأخّر المعاملات؛ لأنّ الأصل عدمها وبراءة الذمة منها، وختمه بالوصايا والمواريث؛ لأنّها آخر أحوال الإنسان فما أحسن مابتدأ به وختم." (۶۸)

[فقہ اور علمِ شریعت کی تدوین امام ابو حنیفہ نے کی تو اسے ابواب وکتب پر مرتب کیا، کتاب الطہارت سے آغاز کیا، پھر نماز، پھر دیگر عبادات پھر معاملات کے ابواب بیان کیے، پھر کتاب المیراث پر اسے ختم کیا۔

طہارت کے بعد نماز کے مسائل اس لیے ذکر کیے کہ تصحیحِ عقائد کے بعد نماز اولین فریضہ ہے جو بندہ پر عائد ہوتا ہے، کیوں کہ نماز عبادات میں خصوصی مقام رکھتی ہے، اور اس کا وجوب بلا تخصیص تمام مسلمانوں پر ہے، اور معاملات (عام بندوں کے مالی حقوق) کو (عبادات سے) موخر کیا، کیوں کہ اصل یہی ہے کہ بندے کے ذمہ دوسرے بندوں کے مالی حقوق اور مطالبات نہ ہوں۔

اور وصایا و میراث کے مسائل آخر میں اس لیے ذکر کیے کیوں کہ ان کا تعلق انسان کی آخری حالت سے ہوتا ہے تو اس ترتیبِ ابواب کی ابتدا اور اختتام دونوں ہی کیا خوب ہیں۔]

مجموعۂ قوانین کے مسائل اور دفعات کی تعداد

علامہ موفق بن احمد مکی کا بیان ہے کہ اس مجلس میں طے شدہ مسائل اور دفعات کی تعداد تراسی ہزار تھی، ان میں سے اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے اور پینتالیس ہزار کا تعلق معاملات سے ہے۔ (۶۹)

لیکن یہ تعداد کسی ایک وقت کی معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ وضعِ قانون اور استخراجِ مسائل کا عمل امام ابو حنیفہ کی وفات کے قریب تک برابر جاری رہا، اور ان کتابوں میں برابر اضافے ہوتے رہے، جن میں طے شدہ مسائل اور قوانین لکھے جاتے تھے۔

مجلسِ تدوین کے اہم رکن حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"میں نے امام ابو حنیفہ کی کتابیں کئی بار نقل کی ہیں، ان کتابوں میں جو اضافے ہوتے رہتے تھے، ان کو بھی لکھنا ہوتا تھا۔" (۷۰)

اس بیان سے معلوم ہوا کہ کسی بھی باب کے مسائل طے کرنے کے بعد اس کا کام یکسر بند نہیں کر دیا جاتا تھا، بلکہ دوسرے ابواب کے مسائل پر بحث و مباحثے کے دوران اگر سابقہ باب کا کوئی نیا مسئلہ سامنے آتا تو اسے بھی طے کر کے اس باب کے مسائل کے ساتھ بڑھا دیا جاتا تھا، ان اضافوں کی وجہ سے ان کتابوں کی نئی نقلیں تیار کرنی پڑتی تھیں۔

یہی امام موفق بن احمد مکی اپنی کتاب "مناقب الإمام الأعظم" کی جلد دوم میں لکھتے ہیں:

"بلغت مسائل أبي حنيفة خمس مائة ألف مسئلة، وكتبه وكتب أصحابه تدلّ علىٰ ذلك مع ما ضمن مذهبه وأودعه من المسائل الغامضة المشتملة على دقائق النحو والحساب ما يتعب في استخراجها أهل العلم بالعربية وأهل العلم بالجبر والمقابلة." (۷۱)

[امام ابو حنیفہ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ پہنچ گئی تھی، اس پر امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کی کتابیں دلیل ہیں، امام موصوف نے ان میں علمِ نحو و حساب کی باریکیوں پر مبنی ایسے مشکل اور اہم مسائل رکھے جن کے استخراج سے عربی زبان اور علم جبر و مقابلہ کے ماہرین کے بھی چھکے چھوٹ جائیں۔]

علامہ محمد بن محمد الکردری نے "مناقب الإمام الأعظم رضي الله عنه" جلد اول، ص:۵۵ پر اور علامہ محمد بن محمود خوارزمی نے "جامع مسانيد الإمام الأعظم" جلد اول، ص:۵۵ پر مجلسِ امام ابو حنیفہ میں طے شدہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ ہی لکھی ہے۔

بعض مصنفین نے اس روایت کو مبالغہ آمیز قرار دیا ہے، اور اپنی طرف سے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ امام موصوف کے وضع کردہ اصول و کلیات سے بعد میں فقہاے کرام نے جن مسائل کا استنباط کیا ان کی تعداد لاکھوں میں ہے، چوں کہ ان مسائل کی بنیاد امام اعظم ہی کے اصول و کلیات پر قائم تھی، اس لیے انھیں بھی امام صاحب ہی کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ (۷۲)

بہر حال اگر تراسی ہزار والی روایت کو ہی صحیح مان لیا جائے تو بھی یہ اتنا عظیم دینی و علمی کارنامہ ہے کہ اللہ عزوجل کی خصوصی توفیق کے بغیر اس کو انجام دینا ممکن نہیں۔

روزانہ کتنے مسائل طے ہوتے تھے؟

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ امام اعظم کی مجلسِ تدوین میں طے شدہ مسائل کی مجموعی تعداد کے بارے میں دو قول ہیں:
۱-پانچ لاکھ-۲-تراسی ہزار۔

پہلی روایت کے مطابق روزانہ مجموعی طور پر چھیالیس، سینتالیس مسائل طے ہوتے تھے، اور اگر اسے مبالغہ پر مبنی قرار دے کر دوسری روایت کو صحیح قرار دیا جائے، تو اس کے اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ اوسطاً سات آٹھ مسائل کا فیصلہ ہوتا تھا۔

اس کے مقابلے میں موجودہ زمانے کی قانون سازی کی رفتار کو سامنے رکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس مجلسِ تدوینِ قانون میں قانون سازی کی رفتار غیر معمولی حد تک تیز تھی، کیوں کہ آج کل کی قانون ساز مجالس میں تو بسا اوقات کئی کئی مہینوں میں بلکہ سال بھر میں اتنے قوانین طے نہیں ہو پاتے، جب کہ حکومت کی جانب سے ان مجالس کو ہر طرح وسائل، گوناگوں سہولتیں اور اختیارات، حاصل ہوتے ہیں۔

اسلامی قانون کے پہلے مدوّن

اس میں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ اسلامی قانون کے پہلے مدوّن امام اعظم ابو حنیفہ ہی ہیں۔ بعد کے تمام فقہا و مجتہدین نے امام اعظم کے اس طریقے کی پیروی کی ہے۔ دمشق (شام) کے ممتاز شافعی عالم و فقیہ حضرت علامہ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی لکھتے ہیں:

"إنّه أوّل من دوّن علمَ الفقه ورتّبه أبوابا ، ثم تبعه مالكُ بن أنس في ترتيب الموطّا، لم يسبِق أبا حنيفة أحدٌ؛ لأنّ الصحابة والتابعين – رضى الله عنهم – إنما كانوا يعتمدون على قوّة حفظهم، فلمّا رأى أبو حنيفة العلمَ منتشراً خاف فجعله أبوابا مبوّبة و كتباً مرتّبة." (۷۳)

[امام ابو حنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علمِ فقہ (قانونِ اسلام) کی تدوین کی اور اس کو ابواب پر مرتّب کیا، پھر امام مالک نے (اپنی کتاب) موطّا کی ترتیب میں ان کی پے روی کی، امام ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے، کیوں کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا اعتماد صرف اپنی قوّتِ حافظہ پر تھا، جب امام ابو حنیفہ نے دیکھا کہ علمِ شریعت (یکجا نہیں، بلکہ) منتشر ہے تو آپ کو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا تو اسے ابواب و کتب میں مرتّب و منضبط کر دیا۔]

آپ نہ صرف قانونِ اسلام کی اجتماعی تدوین کے بانی ہیں بلکہ بعض ایسے مباحث پر بھی بھر پور گفتگو فرمائی ہے جن پر آپ سے پہلے کسی نے کوئی مستقل بحث نہیں کی تھی۔ مثلاً کتاب الفرائض اور کتاب الشروط، ان سے پہلے اس

موضوع پر کسی کی کوئی مستقل تحریر نہیں تھی۔

علامہ صالحی دمشقی آگے اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"وهو أوّل من وضع كتابَ الفرائض وأوّل من وضع كتابَ الشروطِ."

[آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جس نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط تصنیف فرمائی۔]

پھر آگے قاضی ابو عبد اللہ صیمری کے حوالے سے ایک دل چسپ واقعہ لکھا:

"ابو سلیمان جوز جانی کا بیان ہے کہ مجھ سے بصرہ کے قاضی احمد بن عبد اللہ نے کہا: شروط کے بارے میں ہم اہلِ کوفہ سے زیادہ ماہر ہیں، اس پر میں نے کہا: علما کے لیے انصاف اپنانا بہتر ہے، ان شروط کے وضع کرنے والے اور بیان کرنے والے امام ابو حنیفہ ہیں، ان کی بیان کی ہوئی شرطوں کو لے کر تم نے کہیں کوئی لفظ بڑھا دیا اور کہیں کوئی لفظ گھٹا دیا، اور کہیں کسی لفظ کو اچھے لفظ سے بدل دیا، تم مجھے اپنے (اہلِ بصرہ کے) اور اہلِ کوفہ کے وہ شروط دکھاؤ جو امام ابو حنیفہ سے پہلے کے ہوں، یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے، اور پھر بولے:

"التسليمُ للحقِ أولىٰ من المجادلة في الباطل." (۷۴)

[حق کو مان لینا حق بات کے بارے میں کٹھ حجتی سے بہتر ہے۔]

امام ابو حنیفہ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے بین الاقوامی قانون کو مستقل فقہی موضوع قرار دیا، جب کہ وہ تاریخ کا ایک حصہ تصور کیا جاتا تھا۔ آپ نے اس کے لیے "كتاب السير" مرتّب کی، جس میں صلح و جنگ اور ان کے متعلّقات کے قوانین مدوّن کیے، اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ کتاب اسی وقت معاصرانہ مباحث کا موضوع بن گئی۔ امام اوزاعی نے اس کی تردید میں ایک کتاب لکھی، جس کا جواب امام ابو حنیفہ کے نام ور شاگرد امام ابو یوسف نے ایک کتاب کی صورت میں دیا، جس کا نام "الردُّ على كتاب الأوزاعي" ہے۔

عالمِ ربّانی امام عبد الوہاب شعرانی (م: ۹۷۳ھ) نے بڑی پیاری بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں

"مذهبُه أوّلُ المذاهبِ تدوينًا وآخرُهَا انقِراضًا، كما قاله بعضه أهل الكشف، قد اختاره الله إمامًا لدينه و عباده، ولم تزل أتباعه في زيادةٍ في كلّ عصر إلى يوم القيامة." (۷۵)

[امام ابو حنیفہ کا مذہب تدوین کے اعتبار سے سب سے پہلا مذہب ہے اور ختم ہونے کے اعتبار سے سب سے آخری مذہب ہے، جیسا کہ بعض اہلِ کشف (اولیاے کرام) نے فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت امام کو اپنے دین اور اپنے بندوں کا امام و پیشوا بنایا ہے، اور ہمیشہ اور ہر دور میں ان کے مقلدین زیادہ رہے ہیں اور قیامت تک زیادہ رہیں گے۔]

عظیم محدث و فقیہ حضرت یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں:

"اجتهد أبو حنيفة في الفقه اجتهادًا لم يسبقه إليه أحد فهداه الله سبيله، وسهّل له

طريقه، وانتفع الخاصّ والعام بعلمه." (۷۶)

[امام ابو حنیفہ نے فقہ (علم شریعت) کے بارے میں ایسا اجتہاد فرمایا کہ ان سے پہلے اس طرح کا اجتہاد کسی نے نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی راہ دکھائی، اور اسے ان کے لیے آسان بنا دیا، خاص وعام سبھی لوگوں نے ان کے علم سے فائدہ اٹھایا۔]

اور یقیناً سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل تھا کہ ان کے علم، فقہ اور مذہب کو خلقِ خدا میں وہ قبولِ عام حاصل ہوا کہ ان کے مقابلے میں دوسرے ائمہ فقہ کے مذاہب پھیکے پڑ گئے۔ خلفا، امرا، حکام اور قائدین سبھی نے اسے اپنایا، اور اس کے مطابق متنازع فیہ امور کے فیصلے کیے، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ مقبولیت بعدِ وفات نہیں حاصل ہوئی، بلکہ ان کی زندگی ہی میں حاصل ہو گئی تھی۔

حضرت یحییٰ بن آدم ہی کا بیان ہے:

"كانة الكوفة مشحونة بالفقه فقهائها كثير مثل ابن شبرمة و ابن أبي ليلٰى والحسن بن صالح و شريك و أمثالهم فكسدت أقاويلهم عند أقاويل أبي حنيفة، وسير بعلمه إلى البلدان، وقضى به الخلفاء والأئمة والحكّام، واستقرّ عليه الأمر." (۷۷)

[کوفہ فقہ سے مالا مال تھا، وہاں ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح اور شریک جیسے بہت سے فقہا موجود تھے، لیکن امام ابو حنیفہ کے اقوال کے آگے دوسرے فقہا کے اقوال کا بازار پھیکا پڑ گیا، آپ کا علم مختلف علاقوں میں پھیل گیا۔ خلفا، ائمہ اور حکّام اسی کے مطابق فیصلہ کرنے لگے۔]

مصادر و مراجع

اس مقالے کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

۱- **ابو حنیفہ**-حیاتہ وعصرہ، تصنیف، شیخ محمد ابو زہرہ مصری۔ مطبوعہ دار الفکر العربی، مصر، ۱۹۴۷ء

۲- **الإصابة في تمييز الصحابة**، تالیف: شیخ الاسلام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفیٰ ۸۵۲ھ)

۳- **الإكمال في أسماء الرجال**، مع مشکاۃ المصابیح، تصنیف: شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی، مطبوعہ: مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۴- **تاریخِ بغداد**، تالیف: حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفیٰ ۴۶۳ھ)، دراسۃ و تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء

۵- **تحصيل التعرف في معرفة الفقه والتصوف**، تصنیف: علامہ محقق شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی، (متوفیٰ: ۱۰۵۲ھ) ترجمہ بنام "تعارف فقہ وتصوف" از: علامہ عبد الحکیم شرف قادری لاہوری، مطبوعہ: اعتقاد پبلشنگ

ہاؤس، سوئی والان، نئی دہلی (غیر مورّخ)

۶- **التقریب**، تصنیف: امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (متوفیٰ ۶۷۶ھ) مع شرحہ: تدریب الراوی، مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء

۷- **حیات امام ابو حنیفہ**: تصنیف: شیخ محمد ابو زہرہ مصری، ترجمہ: غلام احمد حریری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، سوئی والان، نئی دہلی، اشاعت اول۔ جولائی ۱۹۸۷ء

۸- **الخيرات الحسان في مناقب أبي حنيفة النعمان**، تالیف: شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی (متوفیٰ ۹۷۳ھ)، مطبعۃ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ، مصر (غیر مورّخ)

۹- **سوانح بے بہاے امام اعظم ابو حنیفہ**، تالیف: مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی دہلوی، ناشر: شاہ ابو الخیر اکاڈمی، شاہ ابو الخیر مارگ، دہلی ۶، طبع سوم ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

۱۰- **سیرۃ النعمان**، تصنیف: مولانا شبلی نعمانی، ناشر: دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی، جون ۲۰۰۵ء

۱۱- **سِيَرُ أعلام النبلاء**، تصنیف: حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (متوفیٰ ۷۴۸ھ)، تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء

۱۲- **سنن الترمذی**، تالیف: امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطبوعہ: مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء

۱۳- **جامع مسانيد الإمام الأعظم**، تالیف: علامہ محمد بن محمود خوارزمی (متوفیٰ ۶۶۵ھ)، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۳۲ھ، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد، دکن۔

۱۴- **الطبقات الکبریٰ**، تالیف: امام محمد بن سعود بن منیع زہری (متوفیٰ ۲۳۰ھ)، فہرست ساز: ریاض عبد اللہ ہادی، دار احیاء التراث العربي، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

۱۵- **مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة رضي الله عنه و أكرم**، تالیف: صدر الائمۃ امام موفق بن احمد مکی (متوفیٰ ۵۶۸ھ)، مطبوعہ: مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد، دکن، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

۱۶- **مناقب الإمام الأعظم رضي الله عنه**، تالیف: امام حافظ الدین، محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی، صاحبِ فتاویٰ بزازیہ (متوفیٰ ۸۲۷ھ) مطبع مذکورہ بالا۔

۱۷- **معجم البلدان**، تالیف: امام شہاب الدین ابو عبد اللہ جعفر بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی (متوفیٰ ۶۲۶ھ)، تحقیق: فرید عبد العزیز جندی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

۱۸- **میزان الشریعۃ الکبریٰ**، تالیف: امام عبد الوہاب بن احمد بن علی الشافعی المصری المعروف بالشعرانی (متوفیٰ ۹۷۳ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

۱۹- **نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری،** تصنیف فقیہ اعظم ہند، علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) مطبوعہ دائرۃ البرکات، گھوسی، ضلع مئو، بارِ اول، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ/فروری ۱۹۸۴ء

حوالے و حواشی

(۱) تقريب النواوى مع تدريب الراوي، النوع التاسع والثلاثون: معرفة الصحابة، ص:٤٨٤

(۲)سير أعلام النبلاء، ج:٥، ص:١٤٤

(۳)معجم البلدان، ج:٤، ص:٤٩١، ٤٩٢، ملتقطاً

(۴)الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج:٦، ص:٣٦٩

(۵)مصدر سابق، ج:٦، ص:٣٦٧

(٦)نزهة القارى شرح صحيح البخاري، ج:١، ص:٥٢، ٥٣ ● هدي السارى ، مقدّمة فتح الباري، ص:٤٧٨

(۷)نزهة القارى،ج:١، ص:٣٩٣، ٣٩٤، ملخصاً

(۸)الإصابة في تمييز الصحابة، ج:٢، ص:٥٠٩، مكتبة السعادة، ١٣٢٨هـ

(۹)اسد الغابة، ج:٣، ص:٣٨٣، ٣٨٣

(۱۰)صحيح مسلم، ج:٢، ص:٢٩٢ ● سنن ترمذي، ج:٢، ص:٢٢٢

(۱۱)صحيح مسلم، ج:٢، ص:٢٩٣ ، كتاب الفضائل، باب فضائل عبد الله بن مسعود

(۱۲)الإكمال في أسماء الرجال، مع مشكاة المصابيح، ص:٦٠٥

(۱۳)الطبقات الكبرىٰ لإن سعد، ج:٦، ص:٣٦٨

(۱۴)سوانح بے بہاے امام اعظم ابو حنيفه، ص:١٠٨

(۱۵)نزهة القارى،ج:١، ص:١١٢

(۱٦)سوانح بے بہاے امام اعظم ابو حنيفه، ص:١٠٨

(۱۷)سير أعلام النبلاء، ج:٥، ص:٣٢٧ – ٣٢٩، ملتقطاً

(۱۸)مصدر سابق، ج:٥، ص:٣٣٠، ٣٣١، ملخصاً

(۱۹)مصدر سابق، ج:٥، ص:٣٣١، ٣٣٢

(۲۰)مصدر سابق، ج:٤، ص:٦١٧، ٦١٨

(۲۱)مصدر سابق، ج:٤، ص:٦١٩، ٦٢١

(۲۲)مصدر سابق، ج:٤، ص:٦١٩

(۲۳)مصدر سابق، ج:٤، ص:٦٢٢

(۲۴)مصدر سابق، ج:٤، ص:٦١٩

(۲۵)-مصدر سابق، ج:٤، ص:٦٢٢

(۲۶)-مصدر سابق، ج:٤، ص:٦٢١
(۲۷)-حیات حضرت امام ابو حنیفه (مترجم)، ص:٣٣٨
(۲۸)-سير أعلام النبلاء، ج:١، ص:١٤١
(۲۹)-مصدر سابق، ج:٥، ص:١٤٥
(۳۰)-مصدر سابق، ص:١٤٣
(۳۱)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:١، ص:٣٨-٥٣
(۳۲)-مصدر سابق، ج:٢، ص:٣١
(۳۳)-مصدر سابق، ج:٢، ص:٢٦
(۳۴)-مصدر سابق، ج:٢، ص:٤١
(۳۵)-مصدر سابق، ج:٢، ص:٤٣
(۳۶)-سيرة النعمان، ص:١٨٠
(۳۷)-قلائد عقود العقيان، بحواله سيرة النعمان، ص:١٨٠، ١٨١
(۳۸)-جامع المسانيد، ج:١، ص:٣٣
(۳۹)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:١، ص:٢٣، ٢٤
(۴۰)-ابو حنيفة- حياته و عصره (مترجم) ، ص:١٠٣
(۴۱)-تاريخ بغداد، ج:١٤، ص:٢٤٥
(۴۲)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:١، ص:٨٢
(۴۳)-مصدر سابق، ج:٢، ص:٨٩
(۴۴)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:١، ص:٢٢٠ • مناقب الإمام الأعظم للكردرى، ج:٢، ص:١٣٥، ١٣٦
(۴۵)-أخبارُ أبي حنيفة و أصحابه للصيمري، ص:١٥٢
(۴۶)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:١، ص:٢٤٦
(۴۷)-ابو حنيفة- حياته و عصره (مترجم) ، ص:١٩٦
(۴۸)-تعارف فقه و تصوف (ترجمه تحصيل التعرف)، ص:٢٢٣ • سيرة النعمان، ص:١٨٢
(۴۹)-ابو حنيفة- حياته و عصره (مترجم) ، ص:١٩٧
(۵۰)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:٢، ص:١٥٠
(۵۱)-مناقب الإمام الأعظم للكردرى، ج:٢، ص:١٠٨، ١٠٩
(۵۲)-مصدر سابق، ج:٢، ص: ٣
(۵۳)-الخيرات الحسان، ص:٥٤

(۵۴)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:٢، ص:١٣٣ - ١٣٤ ● مناقب الإمام الأعظم للكردرى، ج:١، ص:٥٠

(۵۵)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:٢، ص:٥٤

(۵٦)-مصدر سابق

(۵۷)-مصدر سابق ، ج:٢، ص:١٥١-١٥٢

(۵۸)- أجلى الإعلام، فتاوىٰ رضويه (مترجم)، ج:١، ص:٩٧

(۵۹)-مناقب الإمام الأعظم للكردرى، ج:٢، ص:٢١٤

(٦٠)-الخيرات الحسان، ص:٢٨

(٦١)-جامع المسانيد، ج:١، ص:٣٣

(٦٢)-حيات إمام أبو حنيفة (مترجم)، ص:٤٠٤

(٦٣)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:١، ص:١٠٣ - ١٠٤ ● مناقب الإمام الأعظم للكردرى، ج:١، ص:١٥٨

(٦۴)-حيات إمام أبو حنيفة (مترجم)، ص:٤٠٥ ملخصاً

(٦۵)-تاريخ بغداد للخطيب البغدادي، ج:١٣، ص:٣٤٥

(٦٦)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:٢، ص:٤٠

(٦۷)-جامع مسانيد الإمام الأعظم ج:١، ص:٣٤

(٦۸)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:٢، ص:١٣٦

(٦۹)-مصدر سابق ، ج:١، ص:٩٦

(۷٠)-سيرت امام ابو حنيفه، ص:١٤٨، بحواله جامع المسانيد، ص:٣٥

(۷١)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:١، ص:١٣٧ ، ١٣٨ ● مناقب الإمام الأعظم للكردرى، ج:١، ص:٥٥

(۷٢)-سيرة النعمان، ص:١٨٥ ● امام ابو حنيفه كى سياسى زندگى، ص:٢٣٣

(۷٣)- قلائد عقود الجمان، ص:١٨٤، بحواله سوانح بے بها، ص:١٤١

(۷۴)-مصدر سابق

(۷۵)-ميزان الشريعة الكبرىٰ، فصول في بعض الأجوبة، الفصل الأول

(۷٦)-مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج:٢، ص:٤١

(۷۷)- مصدر سابق

اردو زبان میں فقہ حنفی کا سرمایہ

مفتی محمد سجاد عالم مصباحی، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود، (گلشن کالونی) کولکاتا-۱۰۰

اللہ تعالی نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ فضل و کمال عطا فرمایا ہے جو دوسرے ائمہ عظام کو عطا نہیں ہوا تمام اماموں میں شرف تابعیت صرف آپ کو حاصل ہے پھر آپ کا زمانہ خیر القرون کا، اس لیے جس کثرت کے ساتھ صحیح حدیثیں آپ کو ملیں وہ دوسروں کو نہ پہونچیں کیوں کہ مرور زمانہ کی بنیاد پر صحیح وضعیف کے قوانین میں تبدیلی ہوئی اور زمانہ خیر القرون میں جو حدیثیں معمول بہ تھیں بعد کے ادوار میں ان میں سے کچھ میں وہ قوت وصحت باقی نہ رہیں۔ لہذا ان کے علاوہ حدیثیں معمول بہ قرار پائیں۔ پھر ہر ایک امام نے جن احادیث کو قوی ہونے کے اعتبار سے قابل اعتنا سمجھا ان میں اجتہاد کر کے ان سے مسائل مستنبط کیے جس کی وجہ سے وہ قابل شکر اور لائق اتباع ہوئے اور مسلمانوں نے ہر ایک کی بارگاہ میں نیاز عقیدت لٹائے اگر چہ انھوں نے ان میں سے کسی ایک کی تقلید کی اور اسی کے مستخرج مسائل پر عمل کیا مگر جذبۂ حسن عقیدت سب کے ساتھ یکساں رہا، اللہ تبارک و تعالی نے ان ائمہ حقہ میں سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ انعام عطا فرمایا کہ بشارت نبوی کا حقدار ٹھہرایا، ہر زمانے میں لوگوں میں سب سے زیادہ ماننے والے آپ کے ہوئے اور تدوین فقہ کا آغاز بھی آپ ہی سے ہوا۔

فقہ حنفی کی تدوین:

فقہ اپنی وسعت و جامعیت کے اعتبار سے زندگی کے تمام مسائل پر حاوی ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک اگر چہ فقہ کے بعض مسائل مدون ہو چکے تھے لیکن اسے باقاعدہ ایک کامل دستور اور جامع قانون کی حیثیت حاصل نہ تھی، اس وقت تک نہ تو استدلال واستنباط مسائل کے قواعد مقرر ہوئے تھے اور نہ ہی ایسے اصول وضوابط طے ہوئے تھے جن کی روشنی میں احکام کی تشریح کی جاتی۔

بارہا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومت کے قاضیوں اور حکام کو فیصلو میں غلطیاں کرتے دیکھا یہ بھی تدوین فقہ کا ایک سبب تھا نیز تمدن میں وسعت کی وجہ سے روز بروز نئے مسائل پیدا ہو رہے تھے اطراف و بلاد سے آنے والے سینکڑوں استفتا امام اعظم کی خدمت میں آنے لگے تو آپ نے ارادہ کیا کہ احکام و مسائل کے وسیع و کثیر جزئیات کو

اصولوں کے ساتھ ترتیب دے کر ایک جامع فن کی شکل دے دی جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے اسلامی دستور مشعل راہ بن جائے۔

چنانچہ آپ نے تدوین فقہ کے عظیم کام کے لیے اپنے شاگردوں میں سے چالیس نامور افراد جو اپنے اپنے فن کے ماہر تھے ان کا انتخاب کرکے ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی یہ سب ائمہ حضرات درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اراکین کمیٹی میں امام ابو یوسف، امام داؤد طائی، حضرت یحیی بن ابی زائدہ، حضرت حفص بن غیاث اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کو روایت اور آثار و حدیث میں خاص کمال حاصل تھا۔ حضرت قاسم بن معن اور امام محمد عربیت اور ادب میں مہارت رکھتے تھے جب کہ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ افراد کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ جو لوگ قانون کے علاوہ دیگر علوم اور معاملات کے ماہر ہوں انھیں بھی مجلس کا رکن بنایا جائے، غرض مختلف صلاحیتوں کے ماہرین کو اس مجلس میں جمع کیا گیا کیوں کہ فقہ زندگی کے ہر شعبے کے مسائل پر مبنی ہے، اس لیے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو جمع کیا اور ان کی معاونت سے اسلامی قوانین کو مرتب کرنے میں مصروف ہوگئے۔ (۱)

ان چالیس میں سے دس یا بارہ ائمہ کی ایک اور خصوصی مجلس تھی جس میں امام اعظم کے علاوہ امام ابو یوسف، امام زفر، داؤد طائی، عبد اللہ بن مبارک، یحیی بن زکریا، حبان بن علی، امام مندل بن علی، عافیہ بن یزید، علی بن مسہر، علی بن ظبیا، قاسم بن معن اور اسد بن عمرو شامل تھے - یہ لوگ فیصلہ کو حتمی شکل دیتے، پھر اسے تحریر کر دیا جاتا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

دستور اسلامی کی تدوین کا یہ عظیم الشان کام ۱۲۱ھ میں شروع ہوا اور کئی سال جاری رہا یہاں تک کہ امام اعظم کی اسیری کے ایام میں بھی یہ کام جاری تھا۔ اس دستور کے جتنے اجزا تیار ہوجاتے ساتھ ہی ساتھ انھیں شائع کر دیا جاتا، یہ مجموعہ "کتب فقہ ابی حنیفہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ (۲)

فقہ کی ضرورت:

انسانی معاشرت کی وسعت نے اتنی چیزوں کا انسان کو محتاج بنا دیا ہے کہ ایک انسان لاکھ کوشش کرے کہ وہ دوسرے سے مستغنی ہوجائے تو محال ہے۔ مسلمان چوں کہ عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی شریعت کا پابند ہے، اس لیے اسے عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم، لحظہ لحظہ احکام شریعت کی ضرورت ہے، آپ صرف عبادت ہی کو لیجیے اس کے فروع وجزئیات کتنے کثیر ہیں' اب ہر انسان کو اس کا مکلف کرنا کہ وہ پورا قرآن مجید مع معانی و مطالب کے حفظ رکھے اور تمام احادیث کو مع سند مالہ وما علیہ یاد رکھے تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ انسان میں تقسیم کار ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک طبقہ علم دین کی تحصیل اور پھر اس کی نشر واشاعت میں

---

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ اعلی حضرت کی نظر میں ص ۱۰۸

(۲) ایضا ۱۰۹

مصروف ہو جس کا حکم صریح سورہ توبہ کی آیت (۱۲۲) میں موجود ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "ہر گروہ سے ایک جماعت فقہ حاصل کرے۔" رہ گئے عوام تو انھیں یہ حکم ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (۱)

علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں- عوام کو اس کا مکلف کیا گیا کہ وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد علما کی اطاعت کریں ارشاد ہے-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۲)

اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا حکم مانو-

اب ایک منزل یہ آتی ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پوچھنے آیا تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے قرآن کی آیت پڑھ کے سنائی جائے، یا وہ حدیث مع سند کے بیان کی جائے جس سے یہ حکم نکلتا ہے، اور استخراج کی وجہ بھی بیان کی جائے۔ اور اگر یہ ضروری قرار دیں تو اس میں کتنی دقت اور دشواری اور حرج ہے وہ ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں جن جزئیات میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ان جزئیات کے بارے میں کیا کیا جائے- جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے امت کا اس پر عملی طور پر اجماع ہے کہ عوام کو اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس صورت کا یہ حکم ہے۔

اس لیے ضروری ہوا کہ امت کے جن علما کو اللہ عزوجل نے یہ صلاحیت اور استعداد دی ہے کہ وہ قرآن و احادیث کے حفظ وضبط کے ساتھ ساتھ ان کے معانی و مطالب سے کما حقہ واقف ہیں اور ان کے ناسخ و منسوخ کو جانتے ہیں اور جن میں اجتہاد و استنباط کی پوری قوت ہے وہ خداداد قوت اجتہاد سے احکام شرعیہ کا ایسا مجموعہ تیار کر دیں جن میں منقح احکام مذکور ہوں-

اس ضرورت کو سب سے پہلے حضرت امام الائمہ، سراج الامہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا اور اپنی خداداد صلاحیت کو قرآن واحادیث و اقوال صحابہ سے مسائل کے استخراج و استنباط میں صرف فرما دیا، جس کے احسان سے امت مرحومہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتی، خصوصا جب کہ دَور وہ شروع ہو چکا تھا کہ نت نئے فتنے اٹھ رہے تھے، بدمذہب اسلام دشمن عناصر مسلمانوں میں گھل مل کر ہزار ہا ہزار احادیث گڑھ کر پھیلا چکے تھے اگر فقہ مرتب نہ ہوتی تو امت کا کیا حال ہوتا وہ کسی عاقل سے پوشیدہ نہیں۔ (۳)

(۱) الانبیاء: ۷
(۲) النساء: ۵۹
(۳) نزهة القاری، ج:۱، ص: ۱۳۵-۱۳۶

مروج زبانوں میں فقہ حنفی کی خدمت:

اللہ تعالی نے فقہ حنفی کو جو شہرت لازوال عطا فرمائی وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوا اپنے اپنے زمانے کی مقبول ومروج زبانیں فقہ حنفی کی تصنیفات سے مالا مال ہیں۔ عربی زبان میں تو بے شمار کتابیں تصنیف ہوئیں کیوں کہ یہ زبان قرآن وحدیث کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ بلاد عجم اور خصوصیت سے بلاد عرب کے مسلمانوں کی بھی زبان تھی، اور تدوین فقہ کا آغاز بھی اسی زبان میں ہوا اس لیے قدیم وجدید کی اکثر تصنیفیں اسی زبان میں ہیں مثلا: فتح القدیر، ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق، جامع الرموز وغیرہا اسفار، لیکن بلاد عجم میں برصغیر ہند وپاک کی مغلیہ سلطنت اور انگریزوں کی حکومت کا آدھا زمانہ فارسی زبان کے عروج کا تھا کیوں کہ یہ دفتری زبان تھی، لہذا مسلمانوں کے احکام ومسائل اور فقہ وفتاوی ان ادوار میں اسی زبان میں تصنیف ہوئے مثلاً "اشعۃ اللمعات" اگرچہ یہ کتاب شرح کی ہے لیکن فقہ حنفی کو اس زبان میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر جب اردو رابطے کی زبان بنی اور لوگوں نے اردو زبان میں تصنیفات کا کام شروع کیا تو فقہی سرمایہ بھی اس زبان میں منتقل ہوا۔

اردو زبان:

اردو زبان برصغیر (ہندوپاک) کے کس حصے میں پیدا ہوئی یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا، لیکن اس کے دعوے دار بہت ہیں، کوئی اس کا مقام پیدائش سندھ کو قرار دیتا ہے، تو کوئی پنجاب کو، کوئی وسط ہند کو تو کوئی دکن کو- لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ جدید ہندوستانی زبان ہے اس کے بولنے والے چاہے پورب ہو یا پچھم، اتر ہو یا دکھن ہر علاقے میں بکھرے ہوئے ہیں، اس کا کوئی مخصوص علاقہ یا گھر نہیں ہے- اس کے باوجود اردو ایک زبان ہے، زندہ زبان ہے لاکھوں اور کروڑوں کی مادری زبان ہے، مقبول زبان ہے ایک ایسی ترقی یافتہ زبان ہے جس کے وجود سے، علمی وادبی اہمیت سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا- لیکن یہ حقیقت ہے کہ اردو زبان کے عروج و ارتقا کی تاریخ اس وقت لکھی گئی جب اس نے ہم عصر مسائل، تقاضے، رجحانات اور رویوں کو اپنے دامن میں سمیٹا ہے۔ اور تب جا کر لوگوں نے اس زبان کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنایا، یہ لوگوں میں رابطے کی زبان بنی۔ لیکن اسے اس مقام تک پہونچنے کے لیے کئی مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے، یہاں اس موضوع پر گفتگو کا مقام نہیں، تفصیل اردو زبان کے عروج وارتقا سے متعلق تصنیف شدہ کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

اس زبان کے ارتقا کے ساتھ ہی لوگوں نے اس زبان میں مختلف قسم کے فنون پر طبع آزمائی کی۔ وہ لوگ جواب تک فارسی اور عربی زبان میں اپنے مضامین واشعار، قصیدہ ومقالات اور نعت ومنقبت لکھا کرتے تھے اب اردو میں بھی لکھنے لگے۔ یوں یہ زبان مقبول ہوئی یہاں تک کہ اٹھارہویں صدی میں اس زبان میں مذہبیات کو بھی شامل کر لیا گیا۔

اردو زبان میں مذہبیات کا فروغ:

چوں کہ اردو دور جدید میں ابلاغ و ترسیل کا اہم ذریعہ ہے اور اس زبان کے ساتھ برصغیر کی عوام کی والہانہ عقیدت بلا تفریق رنگ ونسل ہمیشہ رہی ہے، اس کی گوناں گوں خصوصیات کی بنیاد پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان والوں نے مذہبیات کو بھی اس زبان میں شامل کر لیا، پھر اس زمانہ میں ترجمہ نگاری کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ قرآن کریم کے اردو زبان میں بہت سارے ترجمے ہوئے جن میں شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبدالقادر کے ترجمے سب سے پہلے معرض وجود میں آئے، ان کے بعد ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ قرآن شائع ہوا۔ لیکن قوم مسلم کو ایک صحیح اور سلیس ترجمہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بطور تحفہ دیا جو ”کنزالایمان“ کے نام سے پورے عالم میں جانا پہچانا جاتا ہے جس میں تعظیم حرمات الٰہیہ، تحفظ ناموس رسالت اور عقائد اہل سنت کی بھرپور رعایت وپاسداری کی گئی ہے۔ ترجمہ قرآن کے علاوہ احادیث نبویہ، سیرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیرت صحابہ، اور شعرا کے اشعار کیساتھ ساتھ فقہ کی کتابوں کا بھی اردو زبان میں ترجمہ ہوا، یوں اگر کہا جائے کہ اردو زبان میں فقہ حنفی کا آغاز ترجمہ سے ہوا تو شاید غلط نہ ہوگا۔

برصغیر ہندو پاک میں ہی چوں کہ خصوصیت کے ساتھ اردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والوں کی کثرت ہے اس لیے علمائے اہل سنت نے اردو زبان میں فقہ حنفی کی جو قابل فخر خدمات انجام دی ہیں اور اس باب میں جو سعی مشکور کی ہیں ان کو دو خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) دوسری زبانوں میں موجود فقہی سرمایہ کا اردو زبان میں ترجمہ۔

(۲) اسی زبان میں مستقل فقہی کتابوں کی تصنیف۔ ہمیں سر دست دوسری قسم سے متعلق اپنی باتیں پیش کرنی ہیں۔

اردو زبان میں جو تصنیفیں ہوئیں اس میں قانون شریعت، سنی بہشتی زیور، احکام شریعت، بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ ہیں۔ آج اردو لکھنے پڑھنے والا علما اور عوام کا طبقہ فقہی معاملات میں ”بہار شریعت“ اور ”فتاوی رضویہ“ پر غیر معمولی اعتبار واعتماد کرتا ہے۔

(۱)- بہار شریعت: ”بہار شریعت“ اپنی حسن ترتیب، زبان کی شیفتگی اور مسائل کو آسانی کے ساتھ بیان کرنے میں اپنی مثال آپ ہے، اس میں صرف مفتی بہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں جس کی وجہ سے ایک قاری کو اپنے مذہب کے معاملات واحکام پر عمل کرنے میں آسانی ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ فقہی سرمایہ حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ شاہ کار اور شہرہ آفاق تصنیف ہے جسے بجا طور پر فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کہا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی چھ حصے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرف بہ حرف سنے اور جابہ جا اصلاح فرمائی اور انھیں تقریظ سے مزین کیا۔ کتب میں اردو زبان میں بہار شریعت کی ترتیب یہ ہے کہ ہر باب میں پہلے آیت مبارکہ پھر احادیث طیبہ اور اس

کے بعد فقہی مسائل ذکر کیے گئے ہیں- تنقیح مضمون کے لیے دو مسئلہ ہدیہ ناظرین ہے:

(۱) مسئلہ عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں -دن کی نماز ہو یا رات کی جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہو یا بڑھیا- یوں ہی واعظ کی مجالیس میں بھی جانا جائز ہے۔[۱]

(۲) مسئلہ اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے تو فدیہ صدقہ نفل ہو کر رہ گیا ان روزوں کی قضا رکھے۔[۲]

نیز اس کتاب کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس کا سولہواں حصہ جس میں انسانی زندگی میں پیش آنے والے روز مرہ کے مسائل کھانا، پینا، لباس، زینت، وغیرہ بیان کیے گئے ہیں، اس حصے کی اہمیت کے پیش نظر اس کی عام افادیت کے لیے علاحدہ سے شائع کیا گیا جو بارہا "اسلامی اخلاق و آداب" کے نام سے زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

(۲)-فتاویٰ رضویہ: مؤخر الذکر کتاب "فتاویٰ رضویہ" چودہویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ شاہ کار تصنیف ہے جو اردو زبان میں فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر رہے کہ اردو میں تصنیف شدہ فقہ حنفی کی دوسری کتابیں اسی سے اکتساب فیض کرتی ہیں -کیا علما کیا مفتی اور کیا مصنف، جب تک اپنی تصنیفات اور فتاوی کو فتاوی رضویہ کے حوالوں سے مزین نہ کرلے لائق اعتنا اور قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

اعلیٰ حضرت نے عربی زبان اور فارسی زبان کی تمام فقہی کتابوں کا گویا مجموعہ اردو زبان میں فتاوی رضویہ کی شکل میں پیش کر دیا ہے، زبان و بیان کی چاشنی اور لذت کہ بس پڑھتے رہیے ایک بار اگر قاری نے پڑھنا شروع کر دیا تو وقت کا احساس نہیں ہوتا اور علمی گہرائی کا اندازہ بس کیے جاتا ہے - حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ نے اردو زبان والوں کے لیے بڑی آسانیاں فراہم کر دیں، عالم ہو کہ فقیہ، مفتی ہو کہ محدث جنھیں کسی مسئلہ کا جزیہ یا پھر مفتی بہ اقوال کے نقل کرنے کے لیے یا حالات اور زمانے کے تقاضے کے اعتبار سے احکام میں تبدیلی کے لیے ایک ایک جزئیہ کی تلاش میں کئی کئی گھنٹے بلکہ دن اور ہفتے لگ جاتے تھے فتاوی رضویہ کی بدولت آسانی ہوگئی، کیوں کہ مادری زبان میں ہونے کی وجہ سے مسئلہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں پھر وہ مسئلہ فقہ کی کن کن کتابوں میں کہاں کہاں ہے نام بنام اس کی صراحت موجود ہے، یا کسی جزئیہ کی تلاش ہے وہ کس کتاب میں مذکور ہے وہ سب یہاں بڑی آسانی سے موجود ہے کیوں کہ زبان اردو ہے اس لیے کسی فقیہ کو زیادہ دشواری نہیں ہوتی، ورنہ یوں ہی کوئی مسئلہ عربی کی متداول کتابوں سے خود تلاش کر کے نکالے پھر دیکھے کہ کیا کچھ مشکلات راہ میں آتی ہیں اور کن کن پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے -اگر میں یوں کہوں تو یقینا حق بجانب ہوں گا کہ فتاوی رضویہ نے علمائے ہند و پاک کو دیگر کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ علمانے فتاوی رضویہ پر مختلف طریقہ پر

---

(۱) بہار شریعت ، حصہ: ۳

(۲) بہار شریعت ، حصہ: ۵، ص:۱۳۳

اس کی عام افادیت کے لیے کام کیا ہے اور ہنوز یہ کام جاری ہے، آج ہند و پاک کا کوئی دار الافتاء ایسا نہیں جس میں فتاوی رضویہ موجود نہیں حیرت تو یہ ہے دوسرے مکتب وفکر کے لوگوں نے بھی فتاوی رضویہ اور بہار شریعت سے اپنے دار الافتاء کو زینت دی ہے کہ وہ تہی علم ان کتابوں کی مراجعت کے بغیر صحیح فتوی نہیں دی سکتے۔

حاصل کہ اردو زبان کے ان فقہی سرمایوں نے مالیات کے مسائل، تجارت و زراعت کے مسائل وغیرہ کی تفہیم آسان بنادی اور اسی وجہ سے ان فقہی سرمایوں کو اسلامی تاریخ میں لازوال عظمت حاصل ہوئی۔

اردو میں فتاویٰ کی کتابیں:

اردو زبان میں فقہ حنفی کا سرمایہ فتاوی کی کتابوں کی شکل میں بھی موجود ہے، یہ کتابیں مفتیان کرام کی زندگی کی وہ عظیم شاہ کار ہیں جسے انھوں نے تاحین حیات بڑی کرق ریزی اور جاں فشانی سے لوگوں کی جانب سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات کی شکل میں پیش کیا اور جسے ان کے معتقدین و متبعین نے افادۂ عام کے لیے ان کی زندگی میں یا بعد از وصال مجموعہ کی شکل میں ترتیب دیا، یہ وہ عظیم گراں مایہ ہے جس کے احسان سے اہل سنت کی گردنیں زیر بار ہیں صرف ہندوستان میں ہی پچاسوں فتاوی کی کتابیں موجود ملیں گی جن میں

فتاوی مصطفویہ (۱ر جلد)، از شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فتاوی امجدیہ، از فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فتاویٰ ملک العلما، از: حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ۔

حبیب الفتاویٰ، از: عمدۃ الفقہا حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی بھاگل پوری علیہ الرحمۃ۔

فتاوی شارح بخاری، از فقیہ عصر حضور شارح بخاری حضرت علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فتاوی افریقہ از اعلی حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

فتاری فقیہ ملت (۲ر جلدیں)، از فقیہ ملت حضرت علامہ جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فتاوی بحر العلوم (۶ر جلدیں) از بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان مصباحی صاحب قبلہ۔

فتاوی فیض الرسول (۲ر جلدیں)، از فقیہ ملت حضرت علامہ جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پھر بہت سی غیر مطبوعہ فتاوی کی کتابیں بھی ہیں مثلا فتاوی حافظ ملت از جلالۃ العلم حضور حافظ ملت عبد العزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ان کے علاوہ بھی اور بہت سی فتاوی کی کتابیں ہیں قلت وقت کے پیش نظر ان کے ذکر سے صرف نظر کرتا ہوں۔ ان سب کتابوں نے امت کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کیں، اور ان کا ہر طبقہ اس سے استفادہ کرتا ہے، لہذا اور فتاوے جن پر اب تک کام نہیں ہوا اور جن کی اشاعت نہیں ہو سکی انھیں بھی اشاعت کے مراحل سے گزارنے کے لیے کوششیں ہونی چاہیے تاکہ وہ عظیم فقہی سرمایہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائے۔ ☆☆

امام اعظم کا مقام تدوین فقہ کے میدان میں

مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری، پرنسپل الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

مسائل شرعیہ کے استنباط واخراج کے لیے چار چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں: قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس۔ یہی وہ چار چیزیں ہیں جس پر شریعت مطہرہ کی بلند وبالا عمارت کھڑی ہے۔ عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مسائل شرعیہ کا اصل ماخذ قرآن عظیم اور وہ زبان فیض ترجمان تھی جس سے وحی الٰہی کی تلاوت ہوا کرتی تھی تاہم قیاس کی ابتدا بھی زمانہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہو چکی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔ آقائے کائنات معلم انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملک یمن کا گورنر بنا کر روانہ کیا تو ارشاد فرمایا: اے معاذ! تم کس طرح وہاں فیصلہ کروگے؟ آپ نے عرض کیا: قرآن پاک کی روشنی میں، آپ نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: اگر تمھیں قرآن میں نہ مل سکا تو؟ آپ نے عرض کیا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے اجالے میں، سرکار فرماتے ہیں کہ اگر حدیث میں بھی نہ مل سکا تو کیا کروگے؟ آپ نے عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ جل مجدہ کے لیے ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس کو اللہ کے رسول پسند فرماتے ہیں۔ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو کی تائید کرنا اس بات کی مکمل دلیل ہے کہ زمانہ رسالت مآب ہی میں قیاس کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

قرآن و حدیث، قیاس اور اجماع امت کے عطر مجموعہ کا نام فقہ ہے۔ اس لیے اسلام میں فقہ کو بڑی اہمیت و فوقیت حاصل ہے۔ اسلامی معاشرے کا پورا ڈھانچہ اسی پر قائم ہے، حلت و حرمت اور جواز وعدم جواز کا سارا دارو مدار اسی پر ہے۔ معاملات، عبادات، بیع وشرا، علم میراث اور قضاءت، ان سب کا تعلق صرف اور صرف باب فقہ سے ہے اور اس سے ہٹ کر ایک ایسا پاکیزہ سماج، پاکیزہ معاشرہ اور صاف ستھرا کلچر کی تعمیر و تشکیل کا کوئی تصور نہیں ہے اس لیے فقہ کے علم کو سب سے بہتر علم قرار دیا گیا ہے۔ بانی شریعت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اس قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تائید کلام ربانی سے بھی ہو رہی ہے۔ سورہ بقرہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۱)

(۱) البقرۃ: ۲۷۹

جس کو حکمت ملی اسے بہت بھلائی دی گئی۔اور یہ بھلائی ہر ایک کا مقدر نہیں بلکہ جس پر خدا کا خاص فضل اور اس کی عنایتیں ہوتی ہیں، وہی اس منصب جلیلہ کا حامل ہوتا ہے، اس خصوص میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ائمۂ اربعہ میں صحابہ سے ملاقات کا شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہے گویا فیضان رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے دامن کو بھرنے کے لیے صرف ایک واسطہ ہے اور بس!

حضرت حماد کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول خطیب بغدادی نے یوں نقل کیا کہ میرے دادا کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، ان کے والد حضرت ثابت صغر سنی میں حضرت مولاے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے تو آپ نے ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کے حق میں برکت کی دعا کی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا ہمارے حق میں قبول کرلی گئی۔ حضر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پر نور محفل میں حاضر تھے، اس مجلس میں سورۂ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ نے اس سورہ کی آیت (اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ط) پڑھی تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ دوسرے حضرات کون ہیں جو ابھی ہم سے نہیں ملے، یہ سن کر آقاے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے جب بار بار پوچھا گیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور ارشاد فرمایا: لوكان الإيمان عند الثريا لتناوله رجل من هٰؤلاء. اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو ضرور تلاش کرلیں گے۔ (۱)

حضرت علامہ ابن حجر مکی نے حافظ امام سیوطی کے بعض شاگردوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے استاد امام سیوطی یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ اس حدیث کے اولین مصداق حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، کیوں کہ امام کے زمانے میں اہل فارس میں سے کوئی بھی آپ کے علم وفضل تک نہیں پہنچ سکا۔ (۲)

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے استنباط، استناد، اجتہاد، علمی جلالت، درک وبصیرت، ژرف نگاہی اور فقہی شان وعظمت کا اعتراف اس طرح کیا ہے: الناس في الفقه عيال أبي حنيفة.

ان تمام شواہد کے اجالے میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ سراج الامۃ کاشف الغمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا صاحب نظر، علم حدیث، علم تفسیر اور فقہ وافتا کا ماہر ان کے معاصرین میں کوئی نہیں تھا۔ آپ اپنی اصابت فکر، جودت طبع، زیرک دانائی، ذہن ثاقب، فہم وفراست، ذہانت وفطانت اور تفقہ فی الدین میں اپنی مثال آپ تھے۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سرکار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے فقہ اسلامی کی تدوین عمل میں آچکی تھی مگر مستقل اسے فن کی حیثیت حاصل نہیں تھی، جس میں قوانین وضوابط کے اجالے میں جزئیات کا استخراج باضابطہ طور پر ہوسکے۔ آپ کے عہد گرامی تک مسائل شرعیہ عام طور پر زبانی یاد کرائے جاتے تھے مگر آپ نے مستقل اسے فن کی ایک حیثیت بخشی۔ کم وبیش چالیس فقہا ومحدثین، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہرین اور علما ومفسرین پر مشتمل ایک جماعت تشکیل دی اور

(۱) مقدمہ فتاویٰ مفتی اعظم، ص:۸۸

(۲) ایضاً

ایک فقہی اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا اور آپ کے آستانہ علم وفضل سے خوشہ چینی کرنے والی شخصیات کی بحث وتمحیص، اجتہاد واستنباط، جاں سوزی وعرق ریزی اور شبانہ یوم کی محنت ومشقت کے بعد مسائل شرعیہ پر مجتمع ایک کتاب ترتیب دی گئی۔

"تدوین کا مطلب یہ تھا کہ کسی مسئلہ کے متعلق آیت وحدیث پیش ہوتی، اس میں امام اعظم متعدّد احتمالات بیان کرتے اور ان احتمالات کی تائید میں نصوص وعبارات پیش کرنے کے لیے اپنے تلامذہ میں تقسیم فرماتے اور ایک احتمال پر خود دلیل قائم فرماتے تمام اصحاب ان احتمالات کی تنقیح وتوضیح میں کوشش فرماتے۔"(۱)

غرض یہ کہ اس طرح جب کسی ایک احتمال پر اتفاق ہو جاتا تو اس کو لکھ لیا جاتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی ایک احتمال پر متفق نہ ہونے کی صورت میں وہ احتمال انھیں کی طرف منسوب ہو کر لکھا جاتا، جو اس وقت قائم ہوتے۔ اسی لیے کتب فقہ میں متعدّد اقوال منقول ہیں لیکن در حقیقت یہ سب امام اعظم ہی کی جانب سے ہیں۔ اس طرح یہ سلسلہ تقریباً تیس سال تک جاری رہا اور ہر طرح کے مسائل کی تدوین عمل میں آتی رہی۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ ہر ہر مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کے بعد جلیل القدر ائمہ وفقہا نے اپنی تحقیق سے امت مسلمہ کو شاد کام کیا۔ (۲)

تدوین فقہ کے ضمن میں آپ کا سب سے اہم اور منفرد کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے استنباط مسائل کے نہ صرف پیمانے طے کیے بلکہ اسلامی زندگی سے منسلک جملہ فروعی مسائل کے جزئیات وکلیات اور سنہرے اصول وضوابط مرتب کیے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ جو مسائل جس درجے کے تھے، ان کے لیے بھی آپ نے فقہی جزئیات کا مکمل احصا کیا۔ یہ وہ تابناک گوشہ ہے جس سے یورپی علوم کے ماہرین بھی غرق حیرت ہیں اور آپ کی فقہی بلندی، جزئیات پر درک ومہارت، فکر مستقیم اور شرعی اصول وقوانین پر مکمل گرفت کے سامنے رومن لا کی فلک پیما عمارت بھی زمین بوس نظر آتی ہے۔ اور جو بھی فقہی مذاہب آپ کے مقابل وجود میں آئے، ان مذاہب کے ائمہ وفقہا بھی آپ کی علمی برتری کی چوکھٹ پر سجود نیاز لٹاتے نظر آتے ہیں۔ پروردگار عالم آپ کے ان تلامذہ پر رحم فرمائے جنھوں نے نہ صرف آپ کے فقہی کلیات وجزئیات کے تحفظ کے لیے قابل قدر اقدام کیا بلکہ اپنی سعی محمود سے اس کے دامن کو مزید وسعت وکشادگی عطا کی۔ اور آج پوری دنیا کی چار تہائی حصوں میں امام اعظم کے مقلد پائے جاتے ہیں، جس میں ان کے مخلص تلامذہ کا کلیدی کردار ہے۔ خود ملک ہند میں فقہ حنفی کے ماننے والوں کی اکثریت ہے اور اس کی فتح وکامرانی کا سہرا ماضی قریب کے سب سے بڑے فقیہ، نامور محدث، بلند پایہ محقق اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر جاتا ہے، جس کے لیے بہت زیادہ شواہد اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقہ حنفی کے مسائل پر مشتمل فتاویٰ رضویہ شریف ارباب افتا کی نگاہوں کا سرمہ بنا ہوا ہے۔ کسی بھی مسئلہ کی تنقیح میں اس قدر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے کہ کسی بھی گوشے سے تشنگی کا احساس نہیں ہوتا لہٰذا اس امر کے تسلیم کرنے میں کسی کو بھی انکار نہیں ہونا چاہیے کہ سرزمین ہندوستان میں حنفیت کے فروغ وارتقا میں جو انقلابی کردار رضا اور خاندان رضا نے کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ اور الحمد للہ ثم الحمد للہ تاہنوز یہ خدمت جاری وساری ہے۔

(۱) مقدمہ فتاویٰ مفتی اعظم، ص:۱۳۰

(۲) ایضاً، ص:۱۳۱

مذہب حنفی کی وجہ ترجیح اور اس کی عام اشاعت

محمد حسّان رضا، تیغی مصباحی، متعلّم اختصاص فی الادب، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور (۸۹بی، مارٹن پاڑہ (سیکنڈ فلور، کولکاتا۱۰۰)

مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی، یہ چاروں مذاہب برحق ہیں اور اہل سنت و جماعت کی شاخیں ہیں۔ ان کے عقائد یکساں اور متحد ہیں البتہ اعمال میں فروعی اختلاف ہے۔ ان چاروں میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید واجب و ضروری ہے۔ کیوں کہ اگر مجتہد سے اپنے اجتہاد میں خطا ہو جائے پھر بھی وہ گناہ گار نہیں بلکہ اس اجتہاد میں بھی اس کی تقلید ضروری ہوگی۔

بلا شک و شبہہ ان چار مذاہب میں سب سے زیادہ شہرت، مقبولیت اور اشاعت، مذہب حنفی کو حاصل ہوئی ہے چناں چہ امام ابو حنیفہ کے زمانے میں خود کوفہ کے اندر تین بڑے فقیہ موجود تھے:

(۱) سفیان بن سعید ثوری (۲) شریک بن عبد اللہ نخعی (متوفی: ۱۷۷ھ)

(۳) محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ (متوفی: ۱۴۸ھ)۔

مگر کوفہ کے اندر قبول عام اور شہرت دوام کا شرف صرف امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے فقہ کو ہی نصیب ہوا۔ یقیناً یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ان پر فضل عظیم اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں کا اثر ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملت اسلامیہ پر احسان عظیم ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے قواعد اجتہاد اور اصول فقہ کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے فقہ کو مرتب و مدون کیا جسے ہم فقہ حنفی یا مذہب حنفی کے نام سے جانتے ہیں۔

چناں چہ مولوی فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ”حدائق الحنفیہ“ میں مسند خوارزمی کے حوالے سے لکھتے ہیں: ” امام ابو حنیفہ نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کر کے ابواب مرتب کیا، اور آپ کے دیکھا دیکھی امام مالک نے مؤطا میں یہی طرز اختیار کیا، سو اس امر میں آپ سے کسی نے سبقت نہیں کی۔ کیوں کہ صحابہ و تابعین نے علم شریعت میں ابواب کر کے کوئی تصنیف نہیں کی تھی۔ ان کو اپنی یاد پر اعتماد تھا، لیکن جب امام نے علم کو منتشر دیکھا تو متاخرین کے سوے حفظ سے ڈر کر کہ مبادا علم ضائع نہ ہو جائے، اس کی تدوین مستحسن سمجھی۔ پس اس تدوین میں طہارت سے ابتدا کی، پھر صلوٰۃ و صوم و باقی عبادات پھر معاملات و مواریث پر خاتمہ کیا“۔(۱)

(۱) حدائق الحنفیہ، ص:۷٤

امام حافظ الدین کردری علیہ الرحمہ (متوفیٰ: ۸۲۷ھ) رقم طراز ہیں:

" ابن جریج فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلامی مسائل کو مرتب کیا۔ اس میں اپنی تصنیفات فرمائی تھیں"۔ (۱)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دور اندیشی اور فراست علمی و دینی کا ہی نتیجہ ہے کہ فقہ حنفی و مذہب حنفی تمام مذاہب پر راجح قرار پائی اور جس کی اشاعت تمام عالم اسلام میں بڑی تیزی سے ہوئی۔

ذیل میں حنفی مذہب کو دیگر مذاہب ثلاثہ پر جو فوقیت اور برتری حاصل ہے اس کے چند اہم نکات واسباب ہم قارئین کی نذر کرتے ہیں:

(۱)-قرآن حکیم سے مطابقت: مذہب حنفی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جو احکام قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں اور جن احکام میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے، ان میں امام اعظم جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ نہایت مضبوط دلائل پر مبنی اور اصول عقل کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی تمام آیتیں جن سے کوئی بھی مسائل شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں، ان کے وہی معنی صحیح تر ہیں جو امام ابو حنیفہ نے اختیار فرمائے ہیں۔

مثال کے طور پر نماز میں قراءت فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ، یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ امام اعظم کا مذہب ہے کہ نماز میں قراءت فاتحہ مقتدی کے لیے ضروری نہیں جب کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجوب کے قائل ہیں۔ امام اعظم کی مستدل آیت کریمہ: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (۲) ہے۔

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو۔ اگرچہ اس آیت سے سرّی نمازوں میں بھی ترک قراءت کا حکم ثابت ہوتا ہے، لیکن جہری نماز کے لیے تو یہ آیت نص قطعی ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ لیکن امام شافعی نے اس مسئلہ میں احادیث سے استدلال کیا ہے۔ حالاں کہ اس باب میں جو حدیثیں وارد ہیں وہ خود متعارض ہیں۔ جس درجہ کی وجوب قراءت کی حدیثیں ہیں اسی درجہ کی ترک قراءت کی بھی حدیثیں ہیں۔ اس کی اور بھی مثالیں کتب فقہ واصول میں ملیں گی۔

(۲)-مذہب حنفی کی بنیاد صحیح احادیث پر: مذہب حنفی کے راجح ہونے کی دوسری وجہ صحیح احادیث پر اس کی بنیاد کا ہونا ہے۔ امام اعظم کا ارشاد ہے: " اذا صح الحدیث فھو مذھبی" یعنی جو صحیح حدیث ہو وہی میرا مذہب ہے۔

---

(۱) مقامات امام اعظم مترجم ،ص:۲۷۲،مطبع: المجمع المصباحی ، مبارك پور

(۲) الاعراف :۲۰۴

تبییض الصحیفہ میں ہے:

"ابو غسان کہتے ہیں کہ میں نے اسرائیل سے کہتے ہوئے سنا:

كان نعم الرجل النعمان ماكان احفظه لكل حديث فيه فقه واشد فحصه عنه فاكرمه الخلفاء و الامراء و الوزراء."(۱)

یعنی نعمان بن ثابت اچھے آدمی ہیں۔ احادیث فقہ کے کیسے زبردست حافظ ہیں، اور ان احادیث کی بہترین جانچ اور چھان بین کرنے والا آپ سے زیادہ کوئی نہیں ہے جن میں مسائل فقہیہ ہیں۔ اسی وجہ سے خلفا، امیروں اور وزیروں نے ان کی تعظیم کی۔

چوں کہ آپ نے بلا واسطہ صحابہ کرام سے احادیث سنیں یا تابعین کرام سے، اور ان میں کوئی راوی ضعیف نہیں اس لیے آپ تک پہنچنے والی تمام احادیث صحیح ہیں اور آپ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے۔

(۳)-احادیث کی پیروی: امام صاحب احادیث کے اتباع اور سنت کی پیروی میں دیگر ائمہ سے بہت آگے ہیں کہ آپ حدیث مرسل کو (وہ حدیث جس میں آخر سند سے تابعی کے بعد راوی غیر مذکور ہو) حجت مانتے ہیں اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی حدیث مرسل پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

امام اعظم کو احادیث کے اتباع سے اس قدر شغف اور محبت تھی کہ قیاس کے مقابلے میں ضعیف احادیث کو بھی ترجیح دیتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

(۴)-فطرت کا لحاظ: اسلام دین فطرت ہے اس بنا پر ایسے مسائل میں جہاں کوئی نص موجود نہ ہو یا روایات مختلف ہوں تو مذہب حنفی میں عام طور پر فطری تقاضوں کو وجہ ترجیح قرار دیا جاتا ہے۔

جیسے مذہب حنفی میں نماز میں قیام کے دوران ہاتھ ناف پر رکھنے کے مقابلے میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو ترجیح حاصل ہے کیوں کہ فطری طور پر انسان تعظیم کے موقع پر ہاتھ سیدھے کر کے ناف سے نیچے رکھتا ہے۔

(۵)-آسانی اور سہولت: فرمان الٰہی ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲)

یعنی اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا کے مصداق، امام اعظم کے وضع کردہ اصولوں اور ضابطوں کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہ حنفی دیگر فقہوں کے مقابلے میں نہایت آسان اور سہولت و نرمی پر مبنی ہے۔

مثلاً قرآن پاک میں مطلقاً رکوع اور سجدے کا ذکر ہے اس لیے رکوع کے لیے منہ کے بل جھک جانا اور سجدے کے لیے زمین پر پیشانی لگا دینا کافی ہے۔ لہٰذا اطمینان کے ساتھ ٹھہرنا اور اعتدال، فرض نہ ہوگا جو کہ نسبتاً

---

(۱) تبییض الصحیفہ ،ص:۲۷

(۲) البقرة:۱۸۵

پریشانی اور دشواری کا سبب ہے۔ ہاں ہمارے نزدیک بھی اعتدال واجب ہے۔

(۶)- شورائی مذہب: مذہب حنفی کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت اس کا باہمی مشورے سے وجود میں آنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۚ (۱)

یعنی ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے، کا صحیح مصداق، مذہب حنفی ہے۔ قرآن مجید ہمیں یہ بتاتا ہے کہ صحابہ کرام کے معاملات باہمی مشوروں سے طے پاتے تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ پر پہنچتی ہے"۔ (زیر آیت، تفسیر خزائن العرفان)

قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین کی پیروی کرتے ہوئے امام اعظم نے فقہ حنفی کی تدوین کے لیے ۴۰؍ فقہا پر مشتمل ایک مجلس قائم کی تھی۔ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ ان سے مشورہ اور تبادلہ خیال کرتے، ان کے دلائل ملاحظہ کرتے اور اپنے دلائل پیش کرتے۔ یہاں تک کے مسئلہ طے ہو جاتا اور اسے قلم بند کر لیا جاتا۔

گویا فقہ حنفی کو یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ انفرادی نہیں بلکہ شورائی فقہ ہے جب کہ دیگر ائمہ کرام کے فقہ ان کے انفرادی اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ انہیں اسباب و علل کی وجہ سے عالم اسلام میں مذہب حنفی کو وہ مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں لائی جا سکتی۔ جب کہ اس وقت اور بھی دیگر فقہاء موجود تھے مگر امام اعظم جیسا فقہی پیشوا کوئی بھی نہیں قرار پایا جن کی تقلید لوگ بخوشی اور شوق و رغبت سے کریں۔ چناں چہ عالمی سطح پر مذہب حنفی کی عام اشاعت اور اس کی مقبولیت کس زور و شور سے ہوئی، اس کا اجمالی خاکہ ذیل میں ہم قارئین کی نذر کرتے ہیں:

مذہب حنفی کی اشاعت عام: مذہب حنفی کی ابتدا کوفہ سے ہوئی جس کے بانی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد حنفی علما نے اسے خوب سینچا اور لوگوں تک پھیلایا۔ دھیرے دھیرے بیشتر اسلامی ممالک میں پھیل گیا۔ مصر، شام، عراق اور ماوراء النہر تک جا پہنچا۔

مولوی فقیر محمد جہلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقم طراز ہیں: "شامی میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کا اشتہار یہاں تک ہوا کہ عام بلاد اسلام، بلکہ بہت سی ولایات اور شہروں مثل روم و ہند و سندھ و ماوراء النہر اور سمرقند میں بجز آپ کے مذہب کے اور کوئی مذہب مشہور نہیں ہے۔ اور تحقیقی طور پر منقول ہے کہ سمرقند کے قبرستان میں چار سو ایسی قبریں ہیں کہ ان میں محمد نام کے شخص جنھوں نے تصنیفات کی اور فتویٰ دیا اور ایک جم غفیر نے ان سے علم اخذ کیا۔ مدفون ہیں"۔

مزید لکھتے ہیں: " یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے مذہب کو چار ہزار شخصوں نے نقل کیا ہے اور ضرور ہے کہ ان اشخاص میں سے ہر ایک کے لیے اصحاب ہوں اور اسی طرح ان کے لیے۔" (۲)

چند سطروں کے بعد تحریر کرتے ہیں: " ملا علی قاری نے اس رسالے میں جو انھوں نے قفال مروزی کے

---

(۱) الشوریٰ:۳۸

(۲) حدائق الحنفیہ، ص:۷۴،۷۵

جواب میں لکھا ہے، بیان کیا ہے کہ مقلدین امام ابو حنیفہ کے قدیماً و جدیداً تمام شہروں خصوصاً روم کے شہروں اور ماوراء النہر اور ہند و سندھ اور اکثر خراسان و عراق و بلاد عرب میں بالاتفاق زیادتی پر ہیں۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ بلاشبہہ دو تہائی مسلمان حنفی ہوں گے بلکہ مہندسین کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہوں گے۔ علاوہ اس کے ہر ایک زمان و مکان اور عصر و دہر اور بر و بحر میں سلاطین روم و ماوراء النہر اور ہند و سندھ مذہب نعمان پر ثابت ہیں"۔ (۱)

مذہب حنفی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمولات آپ کے ارشادات اور آپ کے طریقہ کار پر مبنی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف و نکات کا سچا ترجمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام ابو یوسف خلیفہ ہارون رشید کے دور خلافت میں منصب قضا پر فائز ہوئے تو حنفی مذہب سرکاری حیثیت کی حامل ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں اس کی بھرپور اشاعت ہوئی۔

عوام میں حنفی مذہب کی ترویج و اشاعت اور عام مقبولیت کے اسباب کے متعلق شیخ محمد ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں: "ابتدا میں مذہب حنفی کے اثر و نفوذ کا سبب حنفی قاضیوں کا تقرر تھا۔ لیکن ان سیاسی اثرات کے علاوہ کچھ دیگر اسباب بھی حنفی مذہب کی ہر دلعزیزی کا باعث تھے۔ مثلاً عام لوگوں کو مذہب حنفی سے مانوس ہو جانا یا علماے حنفیہ کی وہ مساعی جمیلہ جو انھوں نے اس مذہب کو مقبول عام بنانے میں سرانجام دیں۔ یا وہ مناظرات اور مباحثے جو حنفی فقہا اور دیگر مذہب کے علما و فقہا کے مابین ہوتے رہے۔ چناں چہ جب سیاسی قوت کمزور پڑ گئی تو وہ علما ہی کی جد و جہد تھی جس نے مختلف بلاد و امصار میں حنفی مذہب کو زندہ رکھا۔ (۲)

وہ بلاد و امصار جہاں فقہ حنفی پہنچا اور وہاں کے عوام نے اسے پسند کیا ان میں سے چند ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

مغربی ممالک میں حنفیت کی اشاعت: براعظم افریقہ میں طرابلس (لیبیا)، تونس اور الجزائر کے ملکوں میں حنفی مذہب پہلے مشہور اور مقبول نہ تھا، جب اسد بن فرات (جس نے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ سے استفادہ کیا تھا) یہاں کے قاضی مقرر ہوئے تو انھوں نے حنفیت کی اشاعت کا کام زور و شور سے کیا جس سے مذہب حنفی کو اچھا خاصا فروغ ملا۔

انوار امام اعظم میں تاریخ افکار و علوم اسلامی کے حوالے سے نقل ہے: " مغرب اقصیٰ میں آج کل مالکی مذہب کی اکثریت ہے نیز جزائر، تونس اور طرابلس پر اس کا غلبہ ہے، کہ ان مقامات میں ان کے سوا کسی اور فقہی مذہب کے پیرو نہ ملیں گے، سوائے احناف کے۔ مگر وہ بھی بہت تھوڑے ہیں اور جو ترک خاندان کے بقایا ہیں۔ اور ان میں سے اکثر تونس میں ہیں، اور ان میں بھی زیادہ تربیت الامارت کے افراد ہیں۔ اسی لیے وہاں کے بڑے قبیلے کے لیے امتیازی طور پر حنفی قاضی کا انتظام ہے۔ یوں اس قبیلے میں دو بڑے مفتی ایک حنفی، جس کا لقب شیخ الاسلام ہے اور

(۱) ایضاً۔ص:۷۵

(۲) حیات حضرت امام ابو حنیفہ مترجم، ص:۷۵٦، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دھلی

اسے سب پر اولیت اور فوقیت حاصل ہوتی ہے اور دوسرا مالکی۔

دوسری خاص بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ حنفی مذہب کے مقلدین قلت تعداد کے باوجود یہ دیرینہ دستور العمل چلا رہا ہے کہ "جامع زیتونہ" کے مدرسین میں نصف حنفی اور نصف مالکی ہوا کرتے ہیں اور حنفیت کو یہ امتیاز اس لیے حاصل ہے کہ وہ شاہی خاندان کا فقہی مذہب ہے۔[۱]

مصر: مصر، عباسی خلیفہ مہدی کے عہد حکومت میں فقہ حنفی سے روشناس ہوا۔ جب تک عباسی خلفا مصر پر قابض رہے، مذہب حنفی کا غلبہ رہا۔ لیکن مصریوں میں مذہب حنفی مقبول نہ ہو سکا، کیوں کہ وہاں شافعیت کا غلبہ تھا۔

ملک شام میں نورالدین شہید (جو حنفی تھے) برسر اقتدار آئے، انھوں نے شام میں مذہب حنفی پھیلانا شروع کیا جس کے نتیجے میں شام سے یہ مذہب مصر پہنچا۔ اس مرتبہ یہ مذہب عوام میں خوب پھیلا۔ مگر سرکاری حیثیت حاصل نہ ہو سکی۔

جب عثمانی ترک، مصر پر قابض ہوئے تو سب قاضی احناف میں سے تعینات کیے جانے لگے۔ کثیر التعداد طلبہ حنفی فقہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فقہ حنفی نے اس سے بڑا فروغ پایا اور ابتدائی دور کی طرح حنفی مذہب کو پھر سرکاری سرپرستی نصیب ہوئی اور احکام وفتاویٰ اسی فقہ کی روشنی میں صادر کیے جانے لگے۔[۲]

شام: ملک شام اور قرب و جوار میں حنفی مذہب بڑی تیزی سے پھیلا اور جو سلاطین مصر و شام کے حاکم تھے، وہ جس طرح مصر میں مذہب حنفی سے بے زار تھے اور عصبیت کے شکار تھے، شام میں بھی انھوں نے ایسا ہی کرنا چاہا مگر مصر کے برعکس شام میں ان کی روش کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس لیے کہ مذہب حنفی اہل شام میں اشاعت پذیر ہو چکا تھا۔ اور حکومت کی پشت پناہی اور سرپرستی کا محتاج نہ تھا۔[۳]

مشرقی ممالک میں حنفی فقہ کو عروج: جہاں تک بلاد مشرق کی بات ہے تو ان میں عراق، خراسان، روس، ترکستان اور ایران، ارمینیا، آذربیجان، تبریز، رے اور اہواز وغیرہ ملکوں میں حنفیت کا کافی غلبہ رہا۔ پر ملک فارس (ایران) میں پہلے احناف کی بڑی کثرت تھی۔ مگر بعد میں شیعہ مذہب کا غلبہ ہو گیا۔

ہندوستان ومضافات: ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں حنفی مذہب کی کثرت ہے۔ ان تینوں ملکوں میں تقریباً ۴۰ رکڑور حنفی مسلمان رہتے ہیں۔ جب کہ ساؤتھ انڈیا، اور اس کے علاوہ برصغیر سے ملحق جزائر سری لنکا، فلپائن، جاوا، انڈونیشیا اور ملیشیا میں شافعی مذہب کے پیرو کا ہیں۔

غرض کہ فقہ حنفی عقل و نقل سے زیادہ قریب ہے اور یہی اس کی عام شہرت و مقبولیت کا اصل سبب ہے۔ فقہ حنفی کے اصول و قوانین میں جو لچک ہے، وہ دیگر فقہوں کو حاصل نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو فقہ حنفی پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان سے مالامال فرمائے (آمین) ☆

---

(۱) انوار امام اعظم،ص : ۷۵۷ بحوالہ تاریخ افکار و علوم اسلامی،ج:۲،ص:۹۰/ ۸۹

(۲) تلخیص حیات حضرت امام ابو حنیفہ،ص:۷۵۹/ ۷۶۰

(۳) تلخیص حیات حضرت امام ابو حنیفہ،ص:۷۶۰

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی مہارت

مولانا محمد ریاض الدین مجاہدی، مہتمم مدرسہ مدینۃ الاسلام، شاہی (جھارکھنڈ)

تفقہ فی الدین اور فقہی بصیرت و ادراک، خالق ارض و سما کے خاص انعامات میں سے ہے۔ اور اس انعام کے وہی لوگ مستحق ہو کر ''العلماء ورثة الأنبياء'' کا صحیح مصداق بنتے ہیں، جن پر خدائے لاشریک کا خصوصی کرم اور خاص عنایت ہوتی ہے۔ اور اسی انعام خداوندی اور عطیہ ربانی کی وجہ سے مصطفی جان رحمت ﷺ فرماتے ہیں: ''من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين''. اللہ تبارک وتعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔[۱]

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار انھیں خاص بندگان خدا میں ہوتا ہے، جنھیں اللہ رب العزت کی جانب سے استنباطی صلاحیت، استخراجی قوت اور اجتہاد و دانائی کا ملکہ عطا ہوا تھا، نص قرآن اور متن حدیث کے مقتضی کی تفہیم کی استعداد کلی طور پر موجود تھی۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب و سنت سے استخراج و استنباط کے اصول و قواعد کی تعیین کی اور علم فقہ کو ایک مستقل علم کی حیثیت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر اس غیر معمولی فقہی بصیرت و دیعت فرمائی تھی، جس کا اعتراف اپنے اور بیگانے سبھی نے کیا ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت، ارباب علم و فضل کی نظر میں:

(۱) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: ''کیا آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے''؟ تو انھوں نے امام اعظم کی قوت استدلال کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: ''جی! میں نے اس شخص کو ایسا دیکھا ہے کہ اگر وہ آپ کے ساتھ اس ستون کو سونے کا ستون ثابت کرنے پر کلام کرتے، تو اس پر حجت قائم کر دیتے''۔[۲]

(۲) محدث کبیر امام وکیع بن الجراح، صحاح ستہ کے مشہور و معروف راوی اور امام اعظم کے شاگرد ہیں، وہ آپ کی شان فقاہت یوں بیان کرتے ہیں:

''میں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہ اور ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''[۳]

---

(۱) بخاری: ج:۱، ص:۱۲

(۲) وافیات الاعیان، ج:۳، ص:۲۰۳

(۳) المیزان الکبری، ص:۳۳

(۳) امام حسن بن علی بیان کرتے ہیں: "قلت لابی عاصم یعنی النبیل أبو حنیفة أفقه أو سفیان؟ قال عبد أبي حنيفة أفقه من سفيان ثورى."

میں نے ابو عاصم نبیل سے پوچھا کہ ابو حنیفہ زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان ثوری؟ انھوں نے فرمایا: "امام اعظم کا غلام بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے"۔(۱)

(۴) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "الناس عيال على أبي حنيفة فى الفقه."

فقہ میں لوگ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیال ہیں۔(۲)

(۵) ابو نعیم فرماتے ہیں: "كان أبو حنيفة صاحب غوص فى المسائل".

ابو حنیفہ مسائل کی گہرائیوں میں اترنے والے تھے۔(۳)

(۶) حضرت اسرائیل کا قول ہے: "احکام کے متعلق کسی کو ان سے زیادہ احادیث یاد نہ تھی اور ان سے زیادہ کوئی حدیث کی فقہ جاننے والا نہ تھا"۔(۴)

(۷) ابراہیم بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے اپنے عصر کے جید فقیہ ابو جعفر علیہ الرحمۃ سے سنا تھا کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی سخت مسئلہ آتا اور وہ اسے حل نہیں کر پاتے تو فرمایا کرتے: "میں نے ضرور کوئی ایسا گناہ کیا ہے جس کی شامت سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا ہے" تو آپ رب ذوالجلال کی بارگاہ اقدس میں توبہ و استغفار کرتے اور بعض اوقات وضو فرما کر دو رکعت نفل نماز ادا کرتے پھر دعا فرماتے تو مسئلہ حل ہو جاتا تھا پھر آپ خداوند قدوس کا شکریہ بجالاتے اور مسرت و شادمانی کا اظہار فرما کر کہتے: "اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے"۔(۵)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست و دانائی کا عالم یہ تھا کہ جب لوگوں کا آب وضو دیکھتے تو اپنی فراست سے ماء مستعمل کے ساتھ گرنے والے گناہوں کو بھی دیکھ لیتے حتی کہ یہ بھی جان لیتے کہ یہ دھون گناہ کبیرہ یا صغیرہ کا ہے۔ اسی طرح آپ ایک مرتبہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے جہاں ایک نوجوان وضو کر رہا تھا، جب اس کے اعضائے وضو سے پانی ٹپکنے لگا تو غسالہ دیکھ کر امام اعظم آپ نے فرمایا: "بیٹے والدین کو تکلیف دینے سے توبہ کر"۔ اس نے صدق دل سے توبہ کی۔ اسی طرح ایک اور شخص کا غسالہ دیکھ کر فرمایا: "بھائی زنا سے توبہ کر"۔ آپ کے فرمانے کے بعد فوراً اس شخص نے تُوبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔(۶) پر عمل کیا اور سچا تائب ہو گیا۔(۷)

---

(۱) امام اعظم، ص:۱۳۳
(۲) تذکرۃ المحدثین، ص: ۵۹
(۳) تهذيب الكمال، ج:۱، ص:۴۰۲
(۴) تذکرۃ المحدثین، ص:۶۰
(۵) مناقب امام اعظم، ص:۶۸
(۶) التحریم:۸
(۷) عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان، ص:۱۹۹

یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی دانائی اسی لیے تو رسول کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله."

مومن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔(۱)

آپ کے متعلق بہت سارے ایسے واقعات منقول ہیں کہ آپ دقیق سے دقیق دشوار اور کٹھن فقہی مسائل کو بحسن و خوبی حل کر لیتے تھے، جسے دیکھ کر آپ کے زمانے کے تمام فقہا آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے نظر آتے۔

زوجین کے درمیان اختلاف اور اس کا حل: حضرت اعمش، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین قدرے معاصرانہ چشمک تھی ایک مرتبہ امام اعمش کا ان کی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ زوجہ نے کہا: "میں تم سے بات نہیں کروں گی"۔ حضرت اعمش بات کرنے کی کوشش کرتے مگر وہ اعراض کرتی رہی، اس حرکت پر حضرت اعمش برہم ہو گئے اور بولے کہ اگر آج رات تو مجھ سے بات نہیں کرے گی تو تجھے تین طلاق۔ بیوی ضد میں آکر بات کرنے کو تیار نہ ہوئی۔ جب حضرت اعمش کو اپنی شرط اور طلاق کا خیال آیا تو ندامت و شرمندگی ہوئی۔ اور اس کے حل کے لیے مختلف تدبیریں سوچی کہ کسی طرح طلاق واقع نہ ہو، لیکن کوئی تدبیر کام نہ آئی۔ آخر کار آدھی رات کو دوڑتے ہوئے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان کے آنے کا سبب دریافت کیا، انھوں نے اپنی پریشانی ظاہر کی اور پورا واقعہ بیان کیا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ کی سماعت کے بعد فرمایا: "بس تم اتنی سی بات لے کر پریشان ہو، ابھی تمھاری پریشانی کا حل نکال دیا جائے گا"، آپ نے اعمش کے مؤذن کو بلایا اور فرمایا: "آج صبح فجر کی اذان وقت سے پہلے دے دینا" حالاں کہ کوفہ میں یہ حکم تھا کہ وقت سے پہلے کوئی بھی شخص اذان نہیں دے سکتا۔ مؤذن نے وقت سے پہلے آذان پکاری، تو امام اعمش کی زوجہ نے سوچا کہ رات کی سیاہی چھٹ کر صبح کی سفیدی نمودار ہو گئی ہے۔ اب اگر میں اپنے شوہر سے کلام کر لوں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، میری جان خطرے میں پڑنے سے بچ جائے گی، لہٰذا اب میں طلاق والی ہوں۔ بیوی نے کہا: "اعمش آج میں تمھاری زوجیت سے نکل چکی ہوں"۔ شوہر نے کہا کہ ابھی رات باقی ہے۔(۲)

یہ ہے آپ کا علمی معیار اور فقاہت وبصارت کہ جس کی وجہ سے آپ کے متبعین کے علاوہ مخالفین نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ فقہی بصیرت و دانائی اور علم و عمل میں آپ سے زیادہ کوئی نہیں۔ اور بلاشبہ یہ مسلم حقیقت ہے۔

کتب سیر و تواریخ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ اور آپ کی علمی جلالت و کمال کے واقعات بھرے پڑے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ و حدیث و دیگر علوم میں آپ یکتائے روزگار تھے۔

---

(۱) جاء الحق، بحواله زرقانی شرح مواهب،ج:۱، ص:۸۱

(۲) مقامات امام اعظم،ص:۳۱۸

امام اعظم کی فقہی بصیرت

مولانا ابو الکلام احسن القادری، استاذ دار العلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ

سوادِ اعظم کے پیشوا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ ارباب علم و دانش سے پوشیدہ نہیں، بلاشبہ آپ ایک عظیم مجتہد، بلند پایہ محدث، بے مثال اور بارُعب مُناظر اور بلند خیال مفکر ہوتے ہوئے عقل و دانش فہم و فراست ذہانت وفطانت اور فقہی بصیرت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔

علماے مُصنفین نے اپنی اپنی معرکۃ الآرا تصانیف یعنی" الخیرات الحسان" اور" مناقب الامام" میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذہانت وفطانت اور فقہی بصیرت کے تعلق سے بہت سارے واقعات درج فرمائے ہیں ان مستند کتابوں میں سے قارئین کی دل چسپی اور معلومات کے لیے چند واقعات درج کیے جا رہے ہیں۔

واقعہ (۱): انمول دعا... حدیث شریف میں مذکور ہے کہ کعبہ شریف پر جب پہلی نظر پڑے تو اسی وقت جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ اب لوگ اس موقعہ پر سوچ میں پڑجاتے ہیں کہ کون سی دعا مانگی جائے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خداداد ذہانت وفطانت کے پیش نظر اس مسئلہ کو اس طرح حل فرمایا کہ جب پہلی بار حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کی حاضری کے لیے مکہ شریف تشریف لے گئے اور آپ کی پہلی نظر خانہ کعبہ شریف پر پڑی تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! تو مجھے "مستجاب الدعوات" بنادے یعنی جو دعا میں مانگوں قبول ہوجائے۔

واقعہ (۲): حاضر جوابی... حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میرے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے اور چھ سو دینار ترکہ چھوڑ گیا ہے، اس کی کل جائیداد میں سے مجھے کل ایک ہی دینار ملا ہے۔ آپ نے اس عورت سے دریافت کی کہ ترکہ کی تقسیم کس نے کی ہے، اس نے جواباً عرض کیا کہ داؤد طائی علیہ الرحمۃ نے، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ انھوں نے صحیح فیصلہ فرمایا ہے اور تمھارا حق یہی بنتا ہے، تمھیں اسی پر اکتفا کرنا چاہیے، اس لیے کہ تیرے بھائی نے دو بیٹیاں ایک بیوی بارہ بھائی والدہ اور ایک بہن (جو تو خود ہے) چھوڑے ہیں، ایسا ہے کہ نہیں؟ اس عورت نے اقرار کیا کہ ہاں وارث تو بس یہی ہیں،

آپ نے فرمایا بیٹیوں کے حصے دو تہائیاں اور وہ چھ سو دینار سے چار سو دینار لے گئیں، ماں کو چھٹا حصہ ملا، وہ ایک

سو دینار لے گئی، بیوی کو آٹھواں حصہ ملا اور وہ ۷۵ / دینار لے گئی، باقی پچیس دینار رہ گئے ان میں سے چوبیس دینار بھائیوں کو ملے اور ایک دینار تمھارے حصے میں آیا اس لیے تمھیں ایک ہی دینار ملے گا۔

واقعہ (۳): سفیان ثوری کا اعتراف... ایک شخص نے اپنی بیوی سے غصہ میں قسم کھا کر کہا کہ میں تجھ سے اس وقت تک بات نہیں کروں گا جب تک تو مجھ سے بات نہیں کرے گی، بیوی نے بھی غصہ میں قسم کے وہی الفاظ کہے جو شوہر نے کہے تھے، جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو دونوں کو افسوس ہوا، معاملہ کو سمجھنے کے لیے شوہر حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور میاں بیوی کے درمیان جو کچھ ہوا تھا ان کے سامنے پیش کر دیا، انہوں نے فیصلہ دیا کہ تم میں سے جس نے بھی پہلے بات کی اسے کفارہ دینا پڑے گا۔ پھر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور! معاملے کا حل فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: تم دونوں میں سے کسی پر کفارہ نہیں ہو گا لہذا تم دونوں آپس میں بات کر سکتے ہو۔ جب یہ بات حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے اس شخص سے فرمایا کہ پھر تم جا کر ان سے پوچھو، اس نے دوبارہ آکر وہی سوال کیا، آپ نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا، اس پر سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے خود حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اس مسئلے کا جواب کیسے دیا؟ آپ نے فرمایا: شوہر کے حلف اٹھانے کے بعد جب عورت نے یہ کہا کہ میں بھی تم سے بات نہیں کروں گی تو اس عورت نے تو بات کر لی، لہذا اب مرد پر قسم واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کی قسم ساقط ہو گئی اس طرح کسی پر بھی کفارہ نہیں ہو گا۔

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے کہا: ابو حنیفہ! تم پر وہ علوم منکشف ہوئے ہیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

واقعہ (۴): ایک گنجلک مسئلہ کا بے نظیر حل... کوفہ میں ایک شخص نے اپنی دو بیٹیوں کا دو سگے بھائیوں سے نکاح کیا، رات کو رخصتی کے وقت غلطی سے دلہنیں بدل گئیں، یعنی بڑے بھائی کی منکوحہ چھوٹے بھائی کے پاس اور چھوٹے بھائی کی منکوحہ بڑے بھائی کے پاس چلی گئی، دونوں بھائیوں نے شب باشی کی، صبح ہوئی تو یہ راز فاش ہوا، اور دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک کو سخت پریشانی دامن گیر ہوئی۔ دعوت ولیمہ میں بڑے بڑے علما و فضلا مدعو تھے میزبان نے یہ مسئلہ علما کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ جس نے جس کے ساتھ وطی کی ہے اسے مہر ادا کرے اور پھر اپنی زوجہ واپس لے اور دوسری مرتبہ اسے مہر ادا کرے، اس سے ان کے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا، حضرت امام مسعر بن کرام علیہ الرحمۃ حضرت امام اعظم کی طرف متوجہ ہوئے اور اس مسئلہ کا حل پوچھا، آپ نے ان دونوں بھائیوں کو، جن کا نکاح ہوا تھا علیحدہ علیحدہ بلایا اور ان سے پوچھا کہ رات جو لڑکی تمھارے ساتھ رہی اگر وہی تمھارے نکاح میں رہے تو کیا تمھیں پسند ہے؟ ہر ایک نے کہا ہاں مجھے پسند ہے، تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنی اپنی بیوی یعنی جس سے تمھارا نکاح ہوا ہے اسے طلاق دے دو، اور پھر جس سے وطی کی ہے اس سے نکاح کر لو۔

شرعاً مسئلہ کا وہ حل بھی ٹھیک ہی تھا جو سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے بتایا تھا مگر اس سے کئی خرابیاں پیدا ہوتیں، اور تو

دل میں اس سے تعلق برقرار رہتا جس سے وطی کی تھی اور دوسری بات یہ کہ غیرت وحمیت کے خلاف ہوتی، اور ازدواجی رشتہ مستحکم بنیاد پر قائم نہ ہوتا، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلحت وحکمت پر مبنی حل بتایا جس سے سبھی لوگ عش عش کر رہے تھے۔ حضرت امام مسعر بن کرام علیہ الرحمۃ نے اٹھ کر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی چوم لی اور فرمایا: ”لوگو! مجھے اس شخص کی محبت میں تم لوگ ملامت کرتے ہو مگر آج اس شخص نے مجھے اور سفیان ثوری کو بھی مطمئن کر دیا، خدائے قدیر جل شانہ اسے خوش رکھے۔“

واقعہ (۵): وضو کا مسئلہ... حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے کسی کام سے کوفہ جانا پڑا، وہاں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے شراب کا گھڑا ٹوٹ جائے اور کوئی شخص اس سمت میں بیٹھا وضو کر رہا ہے جس سمت میں پانی بہتا ہے تو اس شخص کے وضو کا کیا ہوگا؟ آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ جب میں کوفہ آیا تو وہ مسئلہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے، اگر بہتے ہوئے پانی سے شراب کی بو آ رہی ہو یا پانی کا ذائقہ بدل گیا ہو، ان صورتوں میں وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر ان دونوں صورتوں میں سے کچھ نہ ہو تو وضو جائز ہوگا۔

واقعہ (۶): امانت کا مسئلہ... حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے ابن شبرمہ علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا: ایک شخص کے پاس بطور امانت کسی کا ایک درہم اور دوسرے شخص کے دو درہم تھے، ان تین درہموں میں سے دو درہم اس سے گم ہو گئے، اب اس ایک درہم کا کیا کیا جائے؟ انھوں نے فرمایا: اس درہم کو دونوں میں مساوی طور پر نصف نصف تقسیم کر دیا جائے، عبد اللہ بن مبارک نے پھر یہ مسئلہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔

آپ نے فرمایا: یہ جواب درست نہیں، کیوں کہ جب تین درہم یکجا کر دیے گئے تو دونوں آدمی کی شرکت ہو گئی، اب ضائع ہونے والے درہم دونوں کے ہیں، یعنی ایک کا دو تہائی حصہ ضائع ہوا اور دوسرے کا ایک تہائی، پس باقی رہنے والے ایک درہم کے تین حصے کر دیے جائیں: دو تہائی دو درہم والے کو دیئے جائیں اور ایک تہائی ایک درہم والے کو دیا جائے۔ سبحان اللہ! یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت۔

واقعہ (۷): امام اعمش کا اعتراف... حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بار اپنی بیوی کو غصہ میں یہ کہہ بیٹھے اگر تم نے مجھے یہ خبر دی کہ آٹا ختم ہو گیا، تو تمھیں طلاق، اگر آٹا کے ختم ہونے کے بارے میں کچھ لکھا، یا آٹا ختم ہونے کے متعلق کوئی پیغام دیا، تو ان تمام صورتوں میں تمھیں طلاق۔ یہ سن کر ان کی بیوی حیران رہ گئی کہ انھوں نے کیا کہہ دیا ہے، وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کیا جائے۔ اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اس مشکل سے صرف امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نکال سکتے ہیں تم ان کے پاس جا کر سارا واقعہ بیان کرو، چناں چہ وہ ان کے پاس آگئی اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس میں کیا مشکل ہے؟ اس کا حل تو بہت آسان ہے تم رات کے وقت ان

کے ازار بند کے ساتھ آٹے کا خالی تھیلا باندھ دینا وہ خود محسوس کریں گے کہ آٹا ختم ہوگیا ہے، چناں چہ صبح کے اندھیرے میں جب وہ شلوار پہننے لگے توانھیں ازار بند کے ساتھ کچھ چیز لپٹی ہوئی محسوس ہوئی جب دیکھا تووہ آٹے کا خالی تھیلا تھاانہیں معلوم ہوگیاکہ گھر میں آٹاختم ہوگیا ہے یہ کیفیت دیکھ کرکہنے لگے بخدا یہ ترکیب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی اور نہیں بتا سکتا، جب تک وہ زندہ ٹھیک ہے یعنی "جب تک وہ زندہ ہے" یہی درست ہے ہمیں شرمندہ کرتا رہے گا۔

واقعہ (۸): قاضی ابن ابی لیلی کے ایک فیصلے کی تصحیح... کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ علیہ الرحمہ ایک دن عدالت سے فارغ ہوکر کہیں جارہے تھے کہ راستے میں انھوں نے دیکھا کہ ایک پاگل عورت کسی سے جھگڑ رہی ہے اور گفتگو کے دوران اس نے اس شخص کو" اے زانی اور زانیہ کے بیٹے" کہہ دیا، قاضی صاحب نے اس عورت کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور پھر مجلس قضا میں واپس آکر حکم دیا کہ اس عورت کو مسجد میں کھڑی کرکے دُرّے لگائیں اور دو حدیں ماریں۔

یہ بات جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی توآپ نے فرمایا: ابن ابی لیلیٰ نے اپنے فتویٰ میں کئی غلطیاں کی ہیں۔ وہ مجلس سے اٹھ کر واپس آئے اور دوبارہ عدالت لگائی یہ آئین عدالت کے خلاف ہے۔اس شخص کے ماں باپ کو گالیوں پر حدیں جاری کیں حالاں کہ مدعی وہ شخص نہیں بلکہ اس کے والدین کے ہونے چاہیے تھے۔ایک ساتھ دو حدیں نافذ کی گئیں حالاں کہ ایک ساتھ دو حدیں نافذ نہیں ہوسکتیں۔ عورت کو کھڑا کرکے حد قائم کی گئی حالاں کہ عورت کو کھڑا کرکے حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔ پاگل عورت پر حد قائم نہیں کی جاسکتی کیوں کہ وہ مرفوع العقل اور مرفوع القلم ہوتی ہے۔ مسجد میں حد قائم کی حالاں کی مسجد میں حد قائم نہیں کی جاسکتی۔علی بن عیسیٰ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی بصیرت سے ہم حیران رہ گئے۔

☆☆☆

فقہ حنفی کی ہمہ گیر اشاعت - اسباب وعلل

مولانا عبد الرزاق پیکر رضوی، استاذ: الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

اسلام کے جملہ علوم وفنون میں فقہ کو جو بلند مقام حاصل ہے، وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ قرآن واحادیث کے پاکیزہ اوراق اس کے فضائل وبرکات سے بھرے ہوئے ہیں۔ تاریخی طور پر اس علم کی بنیاد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں پڑی اور پھر آہستہ آہستہ خلفاے راشدین کے زمانے میں اس کے فروغ کا آغاز ہوا لیکن اس فروغ کا اثر ایک محدود حلقے تک قائم رہا۔ خیر القرون میں اصحاب رسول کے دو طبقے تھے: ایک طبقہ دن رات صرف احادیث کے حفظ وروایت میں مشغول رہتا تھا، یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان میں حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ نے کافی شہرت پائی۔ دوسرا طبقہ ارباب فقہ وافتا پر مشتمل تھا، جو غور وفکر اور فہم وتدبر کے ساتھ کلام اللہ اور احادیث نبویہ سے جزئی احکام مستنبط فرماتے تھے۔ ان میں حضرت علی، حضرت ابی ابن کعب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ بہت مشہور ہوئے۔ علم فقہ کی ترقی وفروغ کی حالت عہد تابعین میں بھی سست رہی۔ اس عہد میں سات جلیل القدر اصحاب فقہ وحدیث کی مرجعیت کا سراغ ملتا ہے جو "فقہاے سبعہ" کے نام سے مشہور ہیں، لیکن فقہ کو اصلی فروغ وارتقا دوسری صدی کے اوائل میں حاصل ہوا، جس میں باضابطہ اسے ایک فن کا درجہ ملا اور اسی دور میں اس کی جمع وترتیب کا تاریخی فریضہ بھی انجام پایا۔ بلا شبہہ اس تاریخی کارنامے کی اولیت کا سہرا حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر جاتا ہے جو بانی فقہ کے لقب سے اسلام کی علمی تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔

دنیا کے تمام مسلم ممالک میں اب تک جن ائمہ کے فقہی مذاہب مروج ہیں، وہ صرف چار ہیں، جو مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان ائمہ اربعہ میں جو شہرت ودل پذیری اور قبولیت وہر دل عزیزی اللہ عزوجل نے فقہ حنفی کو عطا فرمائی اور جو روشن امتیازات اس کو حاصل ہوئے، وہ ان تین ائمہ کے فقہی مذاہب کو کسی دور میں بھی حاصل نہیں ہوئے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے چالیس ممتاز ومنتخب علماے مجتہدین کی ایک مجلس قائم کی اور علم فقہ میں باضابطہ تصنیف وتالیف اور تدوین فقہ کی بنا ڈالی۔ علماے احناف ہی

کو فقہ واجتہاد اور رائے وحدیث میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ فقہاے احناف نے بشمول حرمین شریفین مختلف ملکوں اور شہروں مثلاً عراق، بغداد، خراسان، سمرقند، بلخ، بخارا، رے، شیراز، طوس، ہمدان، زنجان، استرآباد، فرغان، مرغینان وغیرہ میں پھیل کر فقہ وحدیث کی ترویج واشاعت کی اور تصنیفات وتالیفات سے مذہب اسلام کی بے لوث خدمت انجام دی۔ ان جلیل القدر فقہا سے امت مسلمہ نے خوب استفادہ کیا اور افادہ واستفادہ کا سلسلہ درجہ بہ درجہ خوش اسلوبی کے ساتھ آج تک جاری وساری ہے۔ خود برصغیر ایشیا میں ہر دور میں علماے احناف نے علم فقہ کی ترقی میں زبردست پیش رفت فرمائی اور دنیاے اسلام کو گراں مایہ فقہی تصانیف سے مالامال فرمایا۔ ان میں "فتاویٰ عالم گیری" کا نام بہت روشن ہے، جو ایک عرصے تک مسلم حکومتوں کی عدالت عالیہ کی زینت بنی رہی۔ ہندوستان کے عہد برطانوی میں فقیہ اسلام سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی مشہور زمانہ فقہی تصنیف "فتاویٰ رضویہ" اسی سلسلۃ الذہب کی روشن کڑی ہے۔

کسی بھی فقہ کی ترویج واشاعت کا اصلی سبب اگرچہ خود اس فقہ کی خوبی وکمال ہے لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس امر میں خود صاحب فقہ کے ذاتی اثر ورسوخ کا بھی کچھ نہ کچھ دخل ہوتا ہے۔ اس جہت سے اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت کو سمجھنے میں کچھ دیر نہیں لگ سکتی کہ امام ابوحنیفہ کو چھوڑ کر دیگر ائمہ کے مسائل فقہیہ کی ترویج واشاعت میں بڑی حد تک ان کی ذاتی عظمت وکمال نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت امام مالک خالص عرب خاندان اور مرکز نبوت مدینۃ النبی کے باشندہ تھے، جو خلفاے راشدین کا دار الخلافہ رہ چکا ہے۔ اس خاص تعلق سے اہل اسلام کو شہر مدینہ اور اصحاب مدینہ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی، اتنا ہی نہیں ان کا خاندان ایک علمی خاندان تھا۔ دادا مالک بن ابی عامر جلیل القدر تابعی اور صحاح کے رواۃ میں داخل ہیں، جنھیں فن روایت وحدیث میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت ابوہریرہ، ام المومنین حضرت عائشہ ودیگر صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ خود ان کے چچا حضرت ابو سہیل نافع ایک بلند پایہ محدث تھے اور ان کا شمار ثقات تابعین وارکان حدیث میں ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت امام مالک نے فقہ وحدیث میں قابلیت حاصل کی، تو ان عارضی خصوصیتوں نے ان کے ذاتی کمال کے اعتبار وثقاہت کو مزید چمکایا اور عام دلوں پر ان کی حکومت قائم ہوگئی۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو ان سے بھی زیادہ یہ خصوصیتیں حاصل تھیں۔ وہ مکی، قریشی اور مطلبی سب کچھ تھے۔ مکہ مکرمہ کی ولایت، خاندانی اعزاز وشرافت اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہم نسبی، یہ وہ بے مثل خصوصیات ہیں، جن سے بڑھ کر مرجعیت وقبولیت عامہ کے لئے کوئی موثر آلہ نہیں ہوسکتا۔ کم وبیش یہی حال حضرت امام احمد بن حنبل کا ہے۔ وہ خالص عربی النسل تھے۔ خاندانی سلسلہ قبیلہ عدنان سے ملتا ہے، جو شجاعت ودلیری اور غیرت

وحمیت کے لیے مشہور ہے۔ دنیوی وجاہت کے ساتھ علمی حیثیت سے بھی ان کا خاندان بہت ممتاز تھا اور اس میں متعدّد علما، فضلا، مقررین، شعرا اور ماہرین انساب گزرے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس قسم کی کوئی خصوصیت نہیں ملتی۔ قریشی اور ہاشمی ہونا تو دور کی بات ہے۔ وہ عربی النسل بھی نہ تھے۔ خاندان بھی کوئی علمی خاندان نہ تھا اور نہ اس میں کوئی فرد ایسا تھا جو اہل اسلام میں مقتدا و مرجع رہ چکا ہو۔ آبائی پیشہ تجارت تھا اور خود بھی زمانہ کے بہت بڑے تاجر تھے۔ مقام ولادت شہر کوفہ ضرور تھا جو اگر چہ گہوارہ علوم وفنون تھا مگر اسے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ جیسی محبوبیت کا درجہ کیوں کر حاصل ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ بعض نافہم اصحاب روایت ہمیشہ ان کی مخالفت پر آمادہ رہا کرتے تھے۔

الغرض حسن قبولیت اور عام اثر و رسوخ کے لیے جو ظاہری اسباب ہو سکتے ہیں ان اسباب سے ان کا دامن بالکل خالی تھا۔ اس کے باوجود فقہ حنفی کا تمام ممالک اسلامیہ میں عام ترویج واشاعت پانا اور مسلم دنیا کے ایک تہائی حصہ پر غالب وحاوی ہو جانا، بیشک یہ واقعہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ فقہ حنفی کے اندر ایسی خوبیاں اور اس کے دامن میں ایسے جواہر موجود ہیں، جن سے دوسرے مذاہب فقہ کا دامن خالی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فقہ حنفی انسانی فطرت کے عین مطابق واقع ہوئی ہے، اس میں جاذبیت ہے، موزونیت ہے، طبع انسانی سے مناسبت ہے، ضروریات کی تکمیل کرنے کی صلاحیت ہے اور دنیا کی ہر تہذیب وتمدن کے رجحانات کو جذب کرنے کی پوری قوت و توانائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ائمہ کی فقہ صرف انھیں امصار و دیار میں اشاعت پذیر ہو سکی، جہاں تہذیب نے ترقی نہیں پائی تھی یا تمدن نے بال و پر نہیں پھیلائے تھے، اس کے برعکس فقہ حنفی جس ملک یا جس خطہ زمین میں قدم رکھا، اس کے اطوار وخصائل کو اپنی خاص تہذیب میں ڈھالتی چلی گئی۔ اور فقہ حنفی کا قانون سیل رواں کے مانند طبع انسانی کی وسعتوں میں پھیلتا چلا گیا۔

فقہ حنفی کی ہمہ گیر ترویج واشاعت کے سلسلے میں دو قسم کی نکتہ چینی سامنے آتی ہے۔ بعض ارباب ظواہر جیسے ابن حزم وغیرہ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ابو حنیفہ کے فقہی مذہب نے ابتدا ہی میں سلطنت کے بل بوتے پر رواج عام حاصل کیا۔ کیوں کہ جب قاضی ابو یوسف کو قاضی القضاۃ کا منصب ملا تو انھوں نے ممالک اسلامیہ میں عام طور پر حنفی قاضیوں کو مقرر کیا۔ لیکن ابن حزم وغیرہ کی یہ عیب جوئی محض ایک فریق کی حیثیت سے ہے جو سراسر تعصب و بے جا طرف داری پر قائم ہے۔ ورنہ تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ۱۲۰ھ میں مسند اجتہاد کو رونق بخشی، جب کہ قاضی ابو یوسف ۱۷۰ھ میں قاضی القضاۃ ہوئے۔ جو عہد ہارونی میں ان کی تقرری و تخت نشینی کا زمانہ ہے۔ قاضی ابو یوسف کی تقرری و عروج سے پہلے ۵۰/سال کا جو طویل عرصہ ہے اس میں فقہ حنفی کا رواج عام ملک کے ہر گوشہ میں ہو چکا تھا اور ان کے سینکڑوں تلامذہ افتا و قضاء کے عہدوں کو سنبھال

چکے تھے۔ اس ہمہ گیر ترویج و اشاعت سے صرف نظر کر دینا، ارباب ظواہر کی سخت غلطی ہی نہیں بلکہ مضحکہ خیز بیان ہے، جس سے بغض و عناد کی صاف بو آتی ہے جو ہر گز قابل اعتنا نہیں۔

دوسرا سب سے بڑا اعتراض یورپ کے متعصبین کی جانب سے کیا جاتا ہے جو تدوین فقہ، اس کے اصول و قواعد سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ فقہ حنفی رومن لا سے ماخوذ ہے۔ اپنی تائید میں ان لوگوں نے بے سروپا اور غلو آمیز خیالات کا اظہار بھی کیا ہے جو ایک لمبی بحث ہے۔ دفع تکرار میں اسلامی مؤرخوں نے اپنی مضبوط دلائل و براہین سے حجت تمام کر دی ہے۔ جو مطالعہ کا دلچسپ موضوع ہے۔ ان تمام بحثوں کو اس مختصر مضمون میں یکجا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلے میں بس اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ یوروپی مصنفین کی تمام بحث کی بنیاد ذاتی مخالفت و عداوت پر مبنی ہے۔ جو ان کی فقہ حنفی سے ہیبت و مرعوبیت کی علامت ہے۔ اہل اسلام کے گزشتہ کارناموں کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھنا اور ان کے کمالات کا رد و انکار کرنا یورپی مصنفین کی عام عادت ہے جو ان کی شر انگیز فطرت کا حصہ ہے۔ اس لیے ان کے بے جا فکری یلغار سے فقہ حنفی اور اس کے ہمہ گیر قوانین کی خوبیوں اور محاسن کا کچھ نقصان نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ان کے مزعومات کی حیثیت خس و خاشاک سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

فقہ حنفی کا یہ مشہور نظریہ ہے کہ احکام شرعیہ، اسرار و مصالح پر مبنی ہیں۔ قرآن و احادیث میں جہاں مہمات مسائل مذکور ہوئے ہیں، وہیں ان کی غایت و مصلحت پر بھی روشنی ڈال دی گئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اہم مسائل کی مصلحت تک عام لوگوں کی نظر پہنچنے سے قاصر ہے۔ اس نظریے نے فقہ حنفی کو اصول عقلی سے بہت قریب کر دیا ہے جب کہ دوسری فقہوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ خاص کر شافعیوں کے یہاں تو یہ نظریہ غالب ہے کہ احکام شرعیہ خصوصاً عبادات وغیرہ کے مسائل کو عقل سے کچھ سروکار نہیں، بلکہ یہ مسائل جس قدر عقل سے دور ہوں اسی قدر ان میں خوبی پائی جائے گی۔ اس باب میں "شرح معانی الآثار" ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے جو امام جعفر طحاوی (متوفی: ۳۲۱ھ) کی ہے۔ ہندوستان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تلمیذ و خلیفہ ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری نے بھی اسی دلچسپ اور اہم موضوع پر "صحیح البہاری" لکھی، جو بہت مشہور ہے۔ ان کتابوں میں مجتہدانہ استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل فقہ، نصوص اور طریق نظر دونوں کے موافق ہیں۔

فقہ حنفی کی دوسری سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دیگر فقہوں کے مقابلے میں عمل کے اعتبار سے نہایت سہل و آسان ہے، جو عین قرآن و احادیث کے فرمودات کے مطابق ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات، ان کا کوئی بھی باب اٹھا کر دیکھ لیجیے، یہ فرق صاف نظر آتا ہے۔ اور ہر منصف مزاج یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ فقہ حنفی نہایت یسیر التعمیل ہے جو شریعت سہلہ کی نمایاں شان ہے۔ اس کے برعکس دوسرے ائمہ کی فقہیں، عمل کے اعتبار سے نہایت دشوار و سخت ہے۔ خاص کر حدود و جنایات، بیع و شرا اور حظر و اباحۃ وغیرہ کے مسائل تو اس قدر سخت و مشکل ہیں کہ

آج کی مہذب و تمدن یافتہ دنیا میں ان کی پابندی زندگی کو سخت دشواری میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مجھے طوالت کا اندیشہ مانع نہ ہوتا تو میں اس بحث کو امثال و نظائر سے مزین کر کے دکھاتا لیکن فقہی تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ان کی جزئیات سے فقہی کتابیں بھری ہوئی ہیں بلکہ ایک ایک جزئیہ پر مستقل کتاب بھی موجود ہے۔

فقہ حنفی کی تیسری سب سے بڑی خصوصیت جو اس کی ہمہ گیر ترویج و اشاعت کے باب میں معاون ثابت ہوئی ،وہ ذمیوں کے حقوق سے متعلق ہے، یعنی وہ لوگ جو ابھی داخل اسلام نہیں ہوئے لیکن مسلمانوں کے ملک میں شرط اطاعت کے ساتھ اقامت پذیر ہیں۔ فقہ حنفی میں ان لوگوں کے لیے فیاضانہ حقوق بخشے گئے ہیں، جن کی نظیر دوسری فقہوں میں نہیں ملتی ہے۔ ذمیوں کے حقوق کے متعلق خود قرآن واحادیث میں بیشتر ہدایتیں موجود ہیں، جو عام کلیات کی شکل میں ہیں لیکن ائمہ حضرات ان کی تعبیروں میں مشغول ہوئے تو باہمی اختلافات کا وقوع ہوا جو ایک فطری بات ہے۔ ان اختلافات کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے اور فقہی کتابوں میں بڑی بڑی بحثیں ملتی ہیں لیکن اس سلسلے میں فقہ حنفی جو تعبیر مطالب پیش کرتی ہے، نقل وعقل اور اصول تمدن کے اعتبار سے وہی سب سے زیادہ صحیح و درست تعبیر ہے۔ کیوں کہ ان سے انصاف وعدل کی خوشبو صاف طور پر محسوس کی جا سکتی ہے اور قیام امن وامان کا ان میں غالب رجحان پایا جاتا ہے۔

الغرض اپنی گوناگوں خصوصیات اور رنگارنگ محاسن کی وجہ سے فقہ حنفی ہر دور میں سب سے زیادہ قابل عمل رہی اور دنیا کے ہر گوشے میں ہمہ گیر اشاعت پانے میں کامیاب رہی۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور دنیا کو اپنی فیض و برکت سے مالامال کر رہی ہے۔ ☆☆☆

باب ہفتم

اخلاق اور تصوف

امامِ اعظم - حسن اخلاق کے آئینہ میں

امامِ اعظم اور خدمت خلق

امامِ اعظم اور تصوف

امامِ اعظم بحیثیت تاجر

امام اعظم۔حسن اخلاق کے آئینے میں

علامہ محمد عبد المبین نعمانی مصباحی، سربراہِ اعلیٰ دار العلوم قادریہ چریاکوٹ، مئو، یوپی، ورکن المجمع الاسلامی، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و اٰ لہ و صحبہ اجمعین

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ (۱)

اور بے شک تمھاری خو بڑی شان کی ہے۔[کنزالایمان]

جب اللہ کے آخری رسول پیکر اخلاق تھے تو امت میں جو بھی آپ کا سچا نائب اور متبع ہوگا وہ بھی ضرور اپنے اخلاق و کردار میں آپ کے نقش قدم پر ہوگا، چوں کہ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سرکار کے عاشق و محب تھے دین پاک مصطفیٰ کے تحفظ اور پیش آمدہ مسائل کی تحقیق، احادیث طیبہ کی تشریح و توضیح کے سلسلے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کہ اس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتی، امت کی رہنمائی و خیر خواہی میں آپ ممتاز مقام کے حامل تھے، احکام و اخلاق کی جملہ احادیث اور سیرت طیبہ کے ہر ہر گوشے پر آپ کی عمیق نظر تھی، آیات قرآن اور احادیث نبوی کے الفاظ و معانی پر بھی بھرپور دست رس رکھتے تھے، روایت و درایت دونوں پہلوؤں کے جامع تھے، اجتہاد و استنباط مسائل میں مہارت تامہ رکھتے تھے ساتھ ہی زہد و تقویٰ اور حسن اخلاق میں بھی یکتائے زمانہ تھے آپ کی پوری زندگی اسوۂ رسول کا نمونہ تھی آپ کی ایک ایک ادا ملت اسلامیہ کے لیے مشعل راہ تھی۔

آپ کی حیات طیبہ کے اخلاقی گوشوں کو پیش کرنے سے قبل مناسب ہے کہ اسلاف و ائمہ کے آپ کی شخصیت سے متعلق اقوال و ارشادات بھی ملاحظہ کر لیے جائیں کیوں کہ کسی کی ذات سے متعلق اس کے ہم عصر اور اکابر امت کے اقوال بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

(۱) محدث ابو نعیم فرماتے ہیں:

امام اعظم خوب رو، خوش لباس، خوش بو پسند اور خوش مجلس تھے آپ بڑے کرم نواز اور دوستوں پر حد درجہ غم

(۱) القلم: ٦٨/ ٤

خوار اور شفیق تھے۔ (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ غیبت سے کوسوں دور تھے، میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ نے کسی مخالف کی غیبت کی ہو۔

(۳) حضرت شریک نے کہا:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خاموش طبع، بہت عقل مند، ذہین اور لوگوں سے بہت کم بحث کرنے، اور کم بولنے والے تھے۔

(۴) حضرت ضمرہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبان کے درست تھے کبھی کسی کا ذکر برائی سے نہ کیا، اور جب ان سے کہا گیا کہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہین اور آپ کسی پر اعتراض نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے۔ (۲)

یعنی جب کوئی کسی کی غیبت یا برائی کرتا ہے تو اس کے سبب وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والوں کی نیکیاں اسے دے دی جاتی ہیں اس لیے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہتے جواب نہیں دیتے، اس طرح بھی آپ مقام و مرتبے میں اپنے ہم عصروں سے بالا تر تھے۔

(۵) امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: امام اعظم ابو حنیفہ کے اخلاق بیان کرو؛ انھوں نے فرمایا:

”امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرام چیزوں سے خود بھی بچتے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتے، بغیر علم کے دین میں کوئی بات کہنے سے بہت ڈرتے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انتہائی کوشش کرنے والے تھے۔ وہ دنیا داروں سے بہت دور رہتے اور کبھی کسی کی خوشامد نہ کرتے۔ اکثر خاموش رہتے اور دینی مسائل میں غور و فکر کیا کرتے۔ علم و عمل میں مرتبۂ بلند پر فائز ہونے کے باوجود عاجزی و انکساری کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرتے اگر قرآن و سنت میں اس کی نظیر ملتی تو بطریق حق قیاس کرتے، اپنے نفس اور اپنے دین کی حفاظت کا خیال کرتے۔ راہ خدا میں علم و مال دونوں خوب خرچ کرتے اور پوری سخاوت کا ثبوت دیتے، ان کا نفس لوگوں سے بے نیاز نہ تھا، حرص اور لالچ سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا، غیبت سے کوسوں دور تھے، کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون نے کہا: صالحین (اللہ کے نیک بندوں) کے اخلاق ایسے ہی ہوا کرتے ہیں پھر اس نے

---

(۱) خطیب بغدادی: ۱۳/ ۳۳۰

(۲) الخیرات الحسان، ص: ۱۳۲

کاتب کو حکم دیا کہ یہ اوصاف لکھ لو، اور اپنے بیٹے سے کہا کہ ان کو یاد کر لو۔ (١)

یہی امام ابو یوسف فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ کو علم وعمل، سخاو ایثار اور دیگر جملہ قرآنی اخلاق سے حصۂ وافر عطا فرمایا تھا۔ (٢)

(٦) امام زفر علیہ الرحمۃ: امام زفر جو امام اعظم کے خاص تلامذہ میں ہیں وہ فرماتے ہیں:

مجھے امام اعظم کی خدمت میں بیس سال سے زیادہ گزارنے کا موقع ملا، میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہمدرد اور شفقت کرنے والا کسی اور کو نہ دیکھا۔ آپ اہل علم کو دل وجان سے چاہتے تھے۔ آپ کے شب وروز اللہ کی یاد کے لیے وقف تھے، اور سارا دن تعلیم وتدریس میں، باہر سے آنے والے مسائل کا جواب تحریر سے دیتے۔ بالمشافہ مسائل پوچھنے والوں کی بھی رہنمائی فرماتے، مجلس میں ہوتے تو وہ تدریس کی مجلس ہوتی اور باہر نکلتے تو مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت، فقراو مساکین کی خدمت، رشتہ داروں کی خبر گیری اور آنے والوں کی حاجت روائی میں مشغول ہوتے۔ رات عبادت میں گزارتے، اور قرآن پاک کی بہترین انداز میں تلاوت کرتے، یہی معمولات زندگی بھر قائم رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (٣)

(٧) معانی بن عمران موصلی: آپ کہتے ہیں کہ امام اعظم میں دس ایسی صفات تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی کے اندر موجود ہو تو وہ اپنی قوم کا سردار بن جاتا ہے:

پرہیزگاری، سچائی، فقہی مہارت، عوام الناس کی خاطر مدارات، سخاوت پر خلوص ہمدردی، لوگوں کو نفع پہچانے میں سبقت، طویل خاموشی یعنی فضول گفتگو سے پرہیز، گفتگو میں حق بات کا اختیار کرنا اور مظلوموں کی اعانت، دوست ہو یا دشمن (مناقب موفق ایضًا)

(٨) حضرت داؤد طائی: تلمیذ امام اعظم حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: میں بیس سال تک حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہا، اس مدت میں، میں نے انھیں خلوت اور جلوت میں کبھی ننگے سر اور پاؤں پھیلاتے ہوئے نہیں دیکھا، ایک بار میں نے ان سے عرض کیا: استاذ محترم! اگر آپ خلوت (تنہائی) میں پاؤں دراز کر لیا کریں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ فرمایا: خلوت میں ادب ملحوظ رکھنا جلوت کی بہ نسبت بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔ (٤)

یہ آٹھ اکابر ومعاصرین کے وہ اقوال ہیں جو خاص امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق وکردار اور محاسن افعال سے متعلق ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن اخلاق اور مکارم خصال نے اپنے لوگوں کو خوب خوب متاثر کیا

---

(١) امام اعظم از سید شاہ تراب الحق قادری، ص: ٦٠-٦١، مطبوعہ: دھلی

(٢) الخیرات الحسان

(٣) مناقب الامام الاعظم للموفق، ٤٠٠

(٤) حدائق الحنفیہ، ص:٧٢ بحوالہ امام اعظم

تھا اور ان کے دلوں میں جگہ بنالیا تھا۔ مذکورہ بالا اقوال کے بعد اب آپ کی حیات طیبہ کے کچھ واقعات بھی مطالعے میں لائیں اور دیکھیں کہ آپ کے بارے میں تعریف کرنے والوں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت سے کس قدر قریب ہے:

اخلاق وکردار کی بلندی سے متعلق واقعات:

(۱) ایک دن ایک عورت ریشمی کپڑے کا تھان بیچنے کے لیے آپ کے پاس لائی، آپ نے اس سے دام پوچھا، اس نے ایک سو بتائے، آپ نے فرمایا: یہ کم ہے یہ کپڑا اس سے زیادہ قیمت کا ہے، تو اس نے دو سو بتائے، آپ نے پھر کہا یہ کم ہے تو اس نے تین سو پھر چار سو بتائے، امام اعظم نے کہا یہ بھی کم ہے۔ اب اس عورت نے کہا: آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟ اس کے بعد آپ نے پانچ سو درہم دے کر اس کپڑے کو خرید لیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام نے کسی کی کم عقلی بھولے پن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ رزق کے معاملہ میں خدا پر کامل بھروسہ کیا اور ہمیشہ تقوے کو پیش نظر رکھا جس کی وجہ سے آپ کے کاروبار میں بے شمار برکتیں ہوئیں، لوگوں کا اعتماد بڑھا اور تجارت بام عروج تک پہنچی۔

اس واقعے میں حقوق العباد کی پاسداری، تقوی وپرہیز گاری اور امانت ودیانت داری جیسی خوبیاں خوب جھلکتی نظر آرہی ہیں۔

(۲) ایک بوڑھی عورت حضرت امام اعظم کے پاس آئی اور اس نے کہا میری زیادہ استطاعت نہیں اس لیے یہ کپڑا جتنے میں آپ کو پڑا ہے اس دام پر میرے ہاتھ فروخت کردیں، آپ نے فرمایا: تم چار درہم میں لے لو وہ بولی کہ میں ایک بوڑھی عورت ہوں میرا مذاق کیوں اڑاتے ہو، کیوں کہ یہ قیمت بہت کم ہے، آپ نے فرمایا: میں نے دو کپڑے خریدے تھے، ان میں سے ایک کپڑے کو دونوں کی قیمتِ خرید سے چار درہم کی کم پر فروخت کرچکا ہوں اب یہ دوسرا کپڑا ہے جو مجھے چار درہم میں پڑا ہے تم چار درہم میں اسے لے لو۔

(۳) ایک مرتبہ آپ نے اپنے کاروباری شریک (پارٹنر) کو بیچنے کے لیے کپڑے کے تھان بھیجے جن میں سے ایک تھان میں کوئی نقص اور عیب تھا اس سے فرمایا: جب اس تھان کو فروخت کرنا تو اس کا عیب بھی بتا دینا اس نے تھان فروخت کردیے لیکن گاہک سے اس تھان کا عیب بیان کرنا بھول گیا، اور یہ بھی نہ یاد رہا کہ وہ عیب دار کپڑا کس گاہک کو فروخت کیا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ان تمام تھانوں کی قیمت تیس ہزار درہم صدقہ کردیے اور اس شریک کو علیٰحدہ کردیا۔[1]

اعلیٰ اخلاق کی مثال ہے یہ دوسرا واقعہ کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے اس بوڑھی عورت کی بات سچی کردکھائی۔ اور اس قدر سستا کپڑا دے دیا کہ اس کو حیرت ہوئی، بوڑھے بوڑھیوں کے احترام کا بھی اسلام داعی ہے، اس واقعے میں

(۱) الخیرات الحسان، ص:۱٤۰

اس پر عمل کرنے کی بھی مثال صادق آتی ہے۔

تیسرے واقعے میں تقویٰ اور خوف آخرت کا درس ہے، حالاں کہ ایک ہی تھان کا صدقہ کر دینا فقہی اعتبار سے درست تھا، مگر محض اس لیے پوری رقم صدقہ کر دی بھول ہی کر سہی جو ناجائز پیسہ تھا وہ سب میں مل گیا تھا اور حضرت امام کے حزم واتقا نے اس کو گوارہ نہ کیا کہ اس پوری رقم سے کچھ کھائیں۔

شریک تجارت کو علیحدہ کر دینے میں بھی ایک درس ہے کہ جو بھول کر بھی تجارت میں غلطی کر جائے وہ اس لائق نہیں کہ کوئی مومن متقی اس کو اپنے ساتھ رکھے۔

سخاوت میں کمال: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے تاجر تھے لیکن آپ مال تجارت کے نفع کو اپنے اوپر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ ضرورت مندوں، طلبۂ علوم دینیہ کے لیے بھی وافر مقدار میں صرف فرماتے، پھر جو بچ جاتا اسے ان حضرات میں نذر کرتے ہوئے فرماتے: یہ میں اپنا مال نہیں دے رہا ہوں، یہ سب مال اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے آپ حضرات کے لیے مجھے عطا فرمایا۔(۱)

حضرت مسعر علیہ الرحمہ کہتے ہیں: امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے گھر کے لیے کپڑا یا میوہ خریدتے تو پہلے اس مقدار میں علما و مشائخ کے لیے خریدتے۔(۲)

حضرت امام شریک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو آپ سے پڑھتا آپ اس کو نان و نفقہ سے بے نیاز کر دیتے بلکہ اس کے گھر والوں کو بھی کچھ دیتے اور جب وہ علم حاصل کر لیتا تو اس سے فرماتے: اب تم کو بہت بڑی دولت مل گئی ہے کیوں کہ اب تم کو حلال و حرام کی پہچان ہو گئی ہے۔(۳)

آپ کے تلمیذ خاص حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم نے بیس (۲۰) سال تک میرا اور میرے گھر والوں کا خرچہ برداشت کیا اور میں جب بھی آپ سے کہتا کہ میں نے آپ سے زیادہ دینے والا نہیں دیکھا تو فرماتے: اگر تم میرے استاذ حضرت حماد کو دیکھ لیتے تو ایسا نہ کہتے۔

امام ابو یوسف مزید یہ بھی فرمایا کرتے: اگر آپ کسی کو کچھ دیا کرتے اور وہ آپ کا شکریہ ادا کرتا تو آپ کو اس کا بڑا ملال ہوتا اور آپ اس سے فرماتے: شکر اللہ تعالیٰ کا ادا کرو کہ اس نے یہ روزی تم کو دی۔(۴)

اللہ اکبر! دے کر احسان جتانے والے اور شکریے کے طالب تو بہت دیکھے گئے، مگر حضرت امام کی تو شان ہی نرالی تھی کہ اگر کوئی شکریہ ادا کرتا تو ملال کا احساس کرتے اور اللہ کے شکر کی تلقین کرتے، دے کر احسان جتانے والے

(۱) مناقب للموفق، ص:۲۷٦
(۲) ایضا
(۳) مناقب موفق، ص: ۱۳۷
(۴) مناقب للموفق، ص: ۱۳٦

حضرات حضرت امام اعظم کے اس حسن اخلاق اور بلندی کردار سے سبق لیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے، تجارت میں جو نفع ہوتا وہ راہ خدا میں دے دیا کرتے تھے، مجھ کو اس کثرت سے تحفے ارسال کیے کہ مجھے وحشت ہونے لگی میں نے ان کے بعض احباب سے اس کا شکوہ کیا تو انھوں نے کہا: اگر تم ان تحفوں کو دیکھتے جو انھوں نے سعید بن ابی عروبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھیجے ہیں تو تم حیران رہ جاتے۔ طلبہ واحباب کے علاوہ محدثین کے ساتھ بھی آپ حسن سلوک اور احسان کا عمل جاری رکھتے۔ (۱)

ایک بار آپ نے اپنی مجلس میں ایک شخص کو دیکھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا، جب جانے لگا آپ نے اس سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! پھر فرمایا: میری جانماز کے نیچے جو کچھ ہے وہ لے آؤ اسے لے لو اور اس سے اپنی حالت سدھارو۔ اس نے جانماز اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے ہزار درہم تھے، اس نے عرض کیا: میں صاحب ثروت ہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم نے وہ حدیث نہیں سنی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا اثر دیکھنا چاہتا ہے لہٰذا تم اپنی حالت بدلو تاکہ تمھیں دیکھ کر کسی کو تمھارے محتاج ہونے کا شبہہ نہ ہو اور تمھارے دوست تمھاری خوش حالی سے خوش ہوں۔ (۲)

اس واقعے میں عبرت و نصیحت کے کئی پھول ہیں:

۱- آدمی کو خود سے اپنا وقار مجروح نہیں کرنا چاہیے۔

۲- اللہ نے نعمت سے ہمکنار فرمایا ہے تو بندے کو چاہیے کہ اپنی زندگی میں اس کے آثار ظاہر کرے کہ یہ بھی شکر خداوندی کی ایک شکل ہے، البتہ تکبر وریا کا شکار نہ ہو کہ اس سے دنیا و آخرت دونوں برباد ہوتی ہے۔

۳- امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت و دریا دلی اور اصلاح حال کی فکر کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

۴- امداد کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اصلاح و امداد کے لیے تنہائی بہتر ہے، کہ لوگوں کے سامنے ٹوکنا بسا اوقات ہتک عزت کا سبب بن جایا کرتا ہے، اور اکثر لوگ ناراض ہو کر اصلاح قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

۵- اس واقعے میں اس کا بھی درس ہے کہ ہر بڑے کی چھوٹوں پر نظر ہونی چاہیے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ایک مرتبہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مریض کی عیادت کو جا رہے تھے، راہ میں ایک ایسا شخص آتا دکھائی دیا جو آپ کا مقروض تھا اس نے دیکھتے ہی راستہ بدل دیا، آپ نے اسے دیکھ لیا زور سے آواز دے کر بلایا وہ اسی جگہ کھڑا ہو گیا اور گھبرایا کہ کہیں اس سے قرض کا مطالبہ نہ ہو جائے، آپ نے قریب پہنچ کر فرمایا: تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں بدل

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۱۳۵

(۲) الخیرات الحسان، ص:۱۳۳

دیا؟ اس نے عرض کیا: میں آپ کا دس ہزار درہم کا مقروض ہوں اس لیے آپ کا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمھارا تمام قرض معاف کیا، اب آئندہ مجھ سے منہ نہ چھپانا اور میری وجہ سے تم کو جو شرمندگی اور ندامت ہوئی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

یہ روایت بیان کر کے حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آپ کا یہ حسن سلوک دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی زاہد اور با مروت ملے گا۔[۱]

حسن اخلاق کی یہ وہ نادر مثال ہے جس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی ملنا مشکل ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت امام اعظم خلق عظیم میں بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نائب و وارث تھے۔

ایک بار حج کے سفر میں عبد اللہ بن بکر سہمی علیہ الرحمہ کا کسی بدوی سے جھگڑا ہوا وہ انہیں امام اعظم کی خدمت میں لے آیا کہ یہ میری رقم ادا نہیں کر رہا ہے، انہوں نے رقم کا انکار کیا۔ آپ نے بدوی سے فرمایا: بتاؤ تمھارا کتنا درہم ان کے ذمے آتا ہے؟ اس نے کہا چالیس (۴۰) درہم۔ آپ نے فرمایا: تعجب ہے کہ لوگوں کے دلوں سے مروت و حمیت کا جذبہ بالکل ختم ہو گیا ہے، اتنی تھوڑی رقم پر جھگڑا؟ مجھے تو شرم محسوس ہوتی ہے۔ پھر آپ نے اپنے پاس سے چالیس درہم اس بدوی کو ادا کر کے رخصت کر دیا۔[۲]

جھگڑا چکانے کی یہ ایک بہترین مثال ہے جس میں امام اعظم کی سخاوت کا جلوہ بھی صاف جھلک رہا ہے، یہ واقعہ بھی امام اعظم کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اجاگر کرتا ہے۔ فیصلہ تو یوں ہونا چاہیے تھا کہ البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر (مدعی کو گواہی اور دلیل پیش کرنا لازم ہے اور جو انکار کرے اس پر قسم ہے) لیکن مقدمے کو اس منزل سے گزارنے میں کسی ایک کے اوپر گناہ لازم آتا یا کم از کم سبکی ضرور ہوتی، اور مذکورہ بالا مشکل میں امام اعظم نے ایک آسان شکل اختیار کی اور اپنی سخاوت کا بھی ثبوت فراہم کر دیا۔

کوفہ میں ایک مال دار شخص تھا جو بڑا خوددار اور حیادار تھا، ایک وقت ایسا آیا کہ وہ غریب و محتاج ہو گیا، وہ بازار جا کر مزدوری کرتا مشقت اٹھاتا اور مشکلات پر صبر کرتا، ایک دن اس کی بچی نے بازار میں ککڑی دیکھی۔ گھر آ کر ماں سے ککڑی کے لیے پیسے مانگے، ماں اس کی خواہش پوری نہ کر سکی کہ پیسے تھے نہیں، گھر کے ساز و سامان پہلے ہی فروخت ہو چکے تھے، مزید بیچنے کو کچھ نہ تھا، یہ صورتِ حال دیکھ کر بچی رونے لگی تو اب اس شخص نے سوچا کہ چلو امام اعظم جیسے سخی کے دربار میں ان سے ہی کچھ مانگ لائیں، ایک روز وہ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھا مگر شرم و حیا سے اس کی زبان کھل نہ سکی۔ حضرت امام اعظم نے اپنی فراست سے بھانپ لیا کہ اس شخص کو کوئی حاجت ہے مگر حیا کے باعث سوال نہ کر پا رہا ہے، جب وہ شخص وہاں سے

(۱) الخیرات الحسان، ص:۱۳۵

(۲) مناقب الامام للموفق، ص:۲۷۲

اٹھ کر جانے لگا تو آپ نے ایک آدمی اس کے پیچھے روانہ کر دیا جو گھر تک گیا، میں نے دیکھا کہ اس شخص نے اپنی بیوی سے بتایا کہ میں شرم کی وجہ سے کچھ نہ مانگ سکا، امام اعظم کے بھیجے ہوئے اس آدمی نے واپس جا کر یہ ماجرا بیان کر دیا۔

پھر جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو امام اعظم نے پانچ ہزار کی تھیلی لے کر اس کے گھر پر دستک دی اور یہ بولتے ہوئے واپس ہو گئے کہ میں نے تمھارے دروازے پر ایک چیز رکھ دی ہے اس کو اٹھا لینا، گھر والوں نے جب اس تھیلی کو کھولا تو دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ اس میں پانچ ہزار درہم تھے، اس میں ایک پرزہ بھی تھا جس میں لکھا تھا کہ تمھارے دروازے پر ابو حنیفہ یہ تھوڑی رقم لے کر آیا تھا یہ اس کی حلال کمائی ہے اسے استعمال میں لاؤ اور واپس نہ کرنا۔ (۱)

اس واقعے امام اعظم کی سخاوت کے بھی جلوے ہیں اور آپ کی فراست و باطن بینی کے اسرار بھی، دروازے پر رکھ کر چلے آنے میں یہ راز ہے کہ کہیں لینے والا دینے والے کے سامنے اپنی کسی طرح کی سبکی نہ محسوس کرے اور کہیں لینے سے انکار نہ کر دے، پرزے میں تفصیل لکھنا اس لیے ضروری سمجھا کہ انجان شخص کی چیز لینے اور اس کو خرچ کرنے میں تکلف نہ ہو، پھر یہ کہ کہیں حیا اور شرم اس رقم کو واپس کرنے کا باعث نہ بنے، اس لیے صاف لکھ کر تاکید کر دی کہ اس کو واپس نہ کرے بلکہ بلا تامل استعمال میں لائیں۔

اس میں امام اعظم کی سخاوت کے ساتھ حاجت مندوں کی امداد اور غمزدوں کی غمگساری اور حسن سلوک کا پتا بھی ملتا ہے، حضرت امام کا یہ پاکیزہ کردار آج ہمارے لیے بھی درس عبرت ہے، کیوں کہ تیزی کے ساتھ اب اخلاقی قدریں زوال پذیر ہیں، اور خود غرضی اور مطلب پرستی کا دور دورا ہے۔

امانت و دیانت کی جلوہ باری:

عفت و پارسائی اور دیانت و امانت کا یہ واقعہ بھی چشم حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے:

آپ کے ایک شاگرد عبد العزیز صنعانی فرماتے ہیں: جب میں حج پر جانے لگا تو اپنی ایک کنیز حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بطور امانت رکھ چھوڑا۔ ایک عرصہ کے بعد جب میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے پوچھا: حضور میری کنیز نے آپ کی کیسی خدمت کی؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس سے کبھی کوئی کام ہی نہ لیا اور نہ ہی کبھی آنکھ اٹھا کر اسے دیکھا، کیوں کہ یہ آپ کی امانت تھی۔ (۲)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ محاسن اخلاق و فضائل اعمال کے اس درجہ حامل تھے کہ آپ کے عہد میں لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے اور کامل اعتماد کرتے لاکھوں نہیں کروڑوں کی رقم پاس میں ہوتی مگر پائے استقامت میں ذرہ بھر بھی لغزش نہیں آتی، اس وجہ سے حاکم وقت نے آپ کو نگرانِ خزانہ بنانے کی بہت کوشش کی مگر آپ نے انکار ہی کیا، تاکہ بد دیانتی نہ سہی لیکن

(۱) مناقب امام اعظم للموفق، ص:۲۸۱

(۲) مناقبت للموفق، ص:۲۳۵

دشمنوں کو بدنام کرنے کا موقع بھی ہاتھ نہ آئے، حضرت وقیع فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے امانت دار تھے، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف جلوہ گر تھا، وہ رب کی رضا پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔(۱)

ایک اعرابی (دیہاتی) نے آپ کے پاس ایک لاکھ ستر ہزار درہم بطور امانت رکھے اور رکھ کر وہ فوت ہو گیا اس نے کسی کو بتایا بھی نہیں کہ میں نے اس قدر لمبی رقم امام ابو حنیفہ کے پاس امانت رکھی ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے جب وہ بالغ ہو گئے تو امام اعظم نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے والد کی ساری رقم ان کو لوٹا دی اور فرمایا: یہ تمہارے والد کی امانت تھی۔ آپ نے یہ امانت خفیہ طور پر لوٹائی تاکہ لوگوں کو اتنی بڑی رقم کا علم نہ ہو اور وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اس واقعے سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیانت کے ساتھ ان نابالغ کے لیے خیر خواہی کا جو جذبہ تھا اس پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ان کو رقم اس طور پر سونپی کہ اس کا مکمل تحفظ بھی ہو۔

ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

آپ کے کچھ حاسدین نے امتحان لینے اور بدنام کرنے کی غرض سے ایک تھیلی آپ کے پاس امانت رکھوائی جس پر سرکاری مہر بھی تھی حاسدوں کی بدگمانی یہ تھی کہ امام کچھ عرصہ کے بعد اس رقم کو کاروبار میں لگادیں گے اور اسی پر گرفت کی جائے گی اور آپ کی بدنامی ہوگی۔

چنانچہ اسی منصوبہ کے تحت کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلی کے پاس دعویٰ دائر کر دیا کہ امام ابو حنیفہ نے فلاں کا مال امانت اپنے بیٹے کو تجارت کے لیے دے دیا، امام اعظم طلب کیے گئے اور آپ پر جو الزام تھا اس کو سامنے رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ الزام بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اس کی امانت جوں کی توں محفوظ ہے آپ چاہیں تو سرکاری نمائندے بھیج کر تصدیق کر لیں، جب وہ لوگ آئے تو دیکھا کہ مال خانے میں وہ رقم ویسے ہی محفوظ تھی اور سرکاری مہر بھی لگی ہوئی تھی، یہ دیکھ کر حاسدوں کو ندامت کا سامنا کرنا پڑا اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرخرو رہے۔(۲)

حضرت محمد بن فضل فرماتے ہیں: جب امام اعظم کا وصال ہوا، اس وقت آپ کے پاس لوگوں کی پانچ کروڑ کی امانتیں محفوظ تھیں جنہیں آپ کے فرزند حضرت حماد نے لوگوں کو لوٹایا۔(۳)

ان واقعات کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ امانت و دیانت میں بھی امام اعظم کا درجہ ہم عصروں میں بڑھا ہوا تھا، اور لوگ آپ پر کامل اعتماد کیا کرتے تھے، اور یہ کہ آپ کے صاحب زادے بھی امانت و دیانت میں آپ ہی کے نقش قدم پر تھے۔ آج کے بد دیانتی کے طوفان میں امام اعظم کا کردار بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ☆☆☆

---

(۱) مناقب للموفق، ص:۲۳۳

(۲) مناقب للموفق، ص:۲۳٤

(۳) ایضا، ص:۲۳۵

امام اعظم اور خدمت خلق

مولانا محمد عبد الخالق مصباحی، جان نگر روڈ، کولکاتا

اللہ کے اس برگزیدہ بندے کا آج تذکرہ کرنے جارہا ہوں جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم خاص سے نوازا، اور اپنا منور دیدار ننانوے یا سو دفعہ خواب میں کرایا۔ آج اس کا ذکر مقصود ہے جس کو نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشارت عظمی سے نواز کر، سارے ائمہ وجملہ علما وصوفیہ پر علم و تقویٰ میں فوقیت و برتری عطا فرمایا۔ جو ذاتِ ستودہ صفات، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کی برکت بن کر چمکی اور جس نے اپنے علم وعمل کے انوار کو اس وقت تک نہیں پھیلایا جب تک کے رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اِذن افشائے علم نہ لے لیا۔ تو اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے کہ کیا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک صالح اور اس کا محبوب نہ ہوگا؟ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پسندیدہ آدمی نہ ہوگا؟ وہ صحابۂ کرام کا چہیتا نہ ہوگا؟ ہوگا اور یقینا ہوگا تو ایسے شخص کے بارے میں طعن و تشنیع کرنا میرے خیال میں اہل علم کا شیوہ نہیں ہے۔ حالاں کہ آج بھی طعن و تشنیع کے نشتر چلانے والے موجود ہیں۔ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے جیسا کہ اللہ کے کسی ولی نے فرمایا ہے: ”جس کا کوئی مخالف نہیں وہ اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا“۔ ایسے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کے پیکر سے میری مراد، سراج الامہ و امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔ جن کا نام نامی اسم گرامی: نعمان، کنیت: ابوحنیفہ اور لقب: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ آپ فارس کے مشہور ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب نوشیرواں عادل سے جاملتا ہے۔

اس ہمہ جہت اور ہمہ گیر شخصیت کے سارے اوصاف فاضلہ کا احاطہ مقصود نہیں ہے، اور نہ یہ ایک انسان سے ممکن ہے۔ مجھے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت خلق سے متعلق چند نمونے پیش کرنا ہے۔

آج کے مسابقتی دور میں اہل دولت اور اصحاب ثروت حضرات، اپنے اپنے حساب اور تخمینے سے مخلوق خدا کے ساتھ ہر طرح کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور کرتے بھی ہیں جیسا کہ شب وروز ہمارا اور آپ کا مشاہدہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر چہار جانب افراتفری کا عالم ہے۔ آج لوگوں میں سکون و اطمینان کا فقدان نظر آرہا ہے۔ اس کی وجہ میرے فہم کے اعتبار سے جن کی خدمت کی جاتی ہے، ان میں صبر و شکر کا جذبہ ختم تو نہیں ہوا ہے لیکن بہت کم ہوگیا

ہے اور خدمت خلق کرنے والے میں ریا و تصنع کا بہت زیادہ عمل دخل ہوتا ہے۔ لیکن پہلے کے خدمت کرنے والوں میں اور خدمت لینے والوں میں یہ چیزیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس لیے اس وقت کے دونوں عمل کارگر اور مفید ثابت ہوا کرتے تھے۔

آئیے! اب ہم اپنے ممدوح کے جذبۂ خدمت خلق کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت خلق کا انداز اس لیے نرالا اور شان دار تھا کہ آپ مخلوق کی ضرورتوں کا خاص خیال فرماتے اور ان کی ضرورتوں کو پورا فرماتے تھے، یا پھر جو ضرورت مند اپنی حاجتیں پیش کرتا، اس کی خدمت اسی انداز سے کرتے تھے۔ اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ مخلوق خدا کی خدمت میں اتنے منہمک نظر آرہے ہیں کہ زندگی و موت کا وہ کون سا شعبہ ہے جس میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رہنمائی و خدمت ہمیں نہیں مل رہی ہے؟ آپ جو بھی کام کرتے اس میں خوشنودی خدا و رسول کا حصول مقصود ہوتا۔ چناں چہ حضرت شفیق فرماتے ہیں: ” میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ جارہا تھا کہ ایک شخص نے آپ کو دیکھا اور چھپ گیا، اور دوسرا راستہ اختیار کیا، آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے اسے پکارا، وہ آیا تو آپ نے اس سے پوچھا: ” تم اپنی راہ سے کیوں بے راہ ہو کر چلے؟ “ اس نے کہا: ” میں آپ کا مقروض ہوں “ آپ کا مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہے، کافی عرصہ ہو گیا ہے اور میں تنگ دست ہوں اس لیے آپ سے مجھے شرم آتی ہے “۔ آپ نے فرمایا: ” سبحان اللہ! میری وجہ سے تمھاری یہ حالت ہے۔ جاؤ! میں نے سب روپیے تم کو بخش دیے اور میں نے اپنے آپ کو اپنے نفس پر گواہ کیا “۔ اور فرمایا کہ آئندہ اب مجھ سے نہ چھپنا۔ اور جو خوف تمھارے دل میں میری وجہ سے پیدا ہوا ہے اس کے بدلے مجھے معاف کر دو “۔[1]

ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ جود و سخا میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کی سخاوت و فیاضی سے، صرف عوام ہی نہیں بلکہ علما بھی مستفید ہوتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی علما نوازی بہت مشہور تھی۔ جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے:

آپ کے پسر حضرت حماد کو ان کے استاذ محترم نے سورۂ فاتحہ پڑھا دیا تو آپ نے خود جا کر ان کے استاذ محترم کو ہزار درہم ہدیہ دیا اور فرمایا کہ اگر میرے پاس اس وقت اس سے زیادہ ہوتا تو وہ سب آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا “۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء میں امام اعظم کے جود و سخا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ” آپ نہایت خوب صورت اور کثیر الکرم تھے۔ عمدہ سے عمدہ خوشبو اور لباس استعمال فرماتے تھے اور جیسا لباس خود پہنتے، اپنے شاگردوں اور ہم نشینوں کو بھی اسی لباس میں رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ امام اعظم نے اپنے ہم نشینوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس کا لباس بوسیدہ ہو رہا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنی جگہ بیٹھے رہو! یہاں تک کہ تمام حاضرین چلے گئے، تو آپ نے اس سے فرمایا: جائے نماز کے نیچے

(۱) جواهر البيان، ص: ٧٤

جو کچھ ہے لے لو اور اپنا لباس سلوالو، جب اس نے آپ کے مصلیٰ کو الٹا تو دیکھا کہ ہزار درہم ہے، آپ نے فرمایا: ”سب لے لو“۔

ہمارے درمیان ایسے حضرات کی کمی ہے جو اپنے گاؤں، محلہ اور پڑوسیوں بلکہ اپنے بھائیوں کی ہر مصیبت میں کام آتے ہوں۔ لیکن وہی حضرات جہاں ان کے جود و سخا کے ڈنکے بجیں گے، وہاں دل کھول کر مخلوق خدا کی ہر خدمت کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ بہر حال پہلا حق اپنے اور اپنے محلہ والوں اور پڑوسیوں کا ہے کہ ان کی ہر ضرورت میں ہم کام آئیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ ذیل واقعہ سے اس پر مکمل روشنی پڑتی ہے:

امام اعظم کا ایک پڑوسی تھا جو پیشے سے موچی تھا، دن بھر محنت و مزدوری کرتا، شام کو بازار سے گوشت اور شراب خرید کر گھر آتا، جب کچھ رات گزرتی تو اپنے دوست و احباب کے ساتھ دل کھول کر عیاشی کرتا۔ پوری رات شراب و کباب میں گزار دیتا۔ امام اعظم رات کو اس کی نغمہ سنجیاں اور شور و غل سنتے اور کچھ تعرض نہ کرتے۔ ایک رات شہر کے کوتوال نے اسے گرفتار کر کے، قید خانہ میں ڈال دیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے آپ سے رات کا سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ وہ غریب تو قید خانہ میں ہے۔ آپ نے اسی وقت سواری طلب کی اور دربار کے کپڑے پہن کر دار الامارۃ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کوفہ کے گورنر کو لوگوں نے اطلاع دی کہ امام اعظم آپ سے ملنے آئے ہیں۔ اس نے یہ سنتے ہی آپ کے استقبال کے لیے اپنے درباریوں کو بھیجا۔ جب آپ کی سواری قریب آئی تو گورنر آپ کی تعظیم کے لیے اٹھا اور نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ آپ کو بیٹھایا اور عرض کیا کہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی؟ مجھ کو بلا بھیجتے، میں خود حاضر ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا: ” ہمارے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا، کوتوال نے اس کو گرفتار کر لیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اسے رہا کر دیا جائے“۔ گورنر نے اسی وقت حکم بھیجا۔ اور وہ رہا کر دیا گیا۔ امام اعظم وہاں سے چلے تو وہ موچی بھی آپ کا ہم رکاب ہو گیا۔ امام صاحب نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”کیوں ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا؟“ اس نے عرض کیا: ”نہیں آپ نے تو حقِ ہم سائیگی ادا کیا ہے“۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خلقِ مروت کا، اس کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے عیش پرستی سے توبہ کر لی اور امام اعظم کے حلقۂ درس میں بیٹھنے لگا۔ رفتہ رفتہ علمِ فقہ میں مہارت حاصل کی اور فقیہ کے لقب سے ممتاز ہوا۔ (۱)

سفیان بن عیینہ نے فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ بہت صدقہ فرماتے اور جو کچھ بھی حاصل کرتے تو اس میں سے ضرور راہِ خدا میں صدقہ کرتے۔ اور انھوں نے خود میرے پاس اس قدر کثرت سے تحائف بھیجے کہ میں متوحش ہو گیا، پھر تو میں نے ان کے بعض شاگردوں سے اس کا تذکرہ کیا انھوں نے کہا کہ امام صاحب نے جو تحائف سعید بن عروبہ کو بھیجے ہیں، کاش کہ آپ ان کو دیکھتے۔ وہ کسی محدث کو بغیر کثرت احسان کے نہیں چھوڑتے تھے۔

مسعر فرماتے ہیں کہ امام صاحب جب بھی اپنے اہل و عیال کے لیے کوئی کپڑا یا میوہ یا اور بھی کوئی چیز خریدتے، تو

---

(۱) حیواۃ الحیوان، ج: ۱، ص: ۱۱۷

اس کے قبل اپنے اساتذہ کے لیے خرید لیتے۔

امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام صاحب کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ اس پر ان کا شکریہ ادا کرتا تو آپ غمگین ہو جاتے اور فرماتے کہ شکریہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ادا کرو کہ سب اسی کی دی ہوئی روزی ہے۔ بیس سال تک آپ میری اور میرے اہل و عیال کی کفالت فرماتے رہے اور جب میں کہتا کہ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں دیکھا۔ تو فرماتے: ” تیرا کیا حال ہوتا اگر تو حماد کو دیکھتا“۔

شریک روایت کرتے ہیں کہا کہ امام صاحب سے جو شخص بھی پڑھتا آپ اس کو غنی فرما دیتے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے اہل و عیال کا بھی خرچ اپنے اوپر لے لیتے، پھر جب وہ سیکھ لیتا اور علم حاصل کر لیتا تو فرماتے کہ تجھے بڑی مال داری حاصل ہوئی کہ تو نے حلال و حرام کو پہچان لیا۔

ابراہیم بن عینیہ چار ہزار سے زیادہ مقروض ہونے کی وجہ سے قید کر دیے گئے۔ ان کے بھائیوں نے چاہا کہ چندہ کر کے انھیں چھڑا لیں گے، جب وہ لوگ امام صاحب کے پاس چندہ کے لیے آئے تو آپ نے فرمایا: ”جس سے جو کچھ بھی لیا ہے وہ سب واپس کر دو اور آپ نے ان کے قرض کی پوری رقم اپنے پاس سے ادا فرمایا۔ (جواہر البیان ملخصًا)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

☆☆☆

امامِ اعظم اور تصوّف

ماسٹر محمد طفیل احمد تیغی نمازی، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود گلشن کالونی، کولکاتا

نحمده و نصلی و نسلم علیٰ رسو له الکریم و علیٰ آله وصحبه اجمعین

نام: نعمان بن ثابت

کنیت: ابو حنیفہ

لقب: امام اعظم

پیدائش: کوفہ میں، ٧٠ھ یا ٨٠ھ میں۔

زمانہ: صحابۂ کرام کا اخیر اور تابعین کا ابتدائی دور۔

تعلیم: حضرت امام شعبی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا: "تمھارے اندر صلاحتیں ہیں، علما کے پاس بیٹھا کرو!" لہٰذا آپ پوری توجہ اور اہتمام کے ساتھ تحصیل علم میں لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ (١)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اعمال صالحہ کیے، اللہ تعالیٰ مقام محبوبیت عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کو مقام محبوبیت پر فائز فرماتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ بے شک میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت رکھو!، جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھتے ہیں اور آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ چناں چہ آسمان والے بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (٢)

مذکورہ بالا آیت اور حدیث کی روشنی میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقبولیت زمین والوں میں دیکھ کر یہ بات

(١) مریم : ٩٦

(٢) صحیح بخاری، /٤٥٦

واضح ہوتی ہے کہ ہمارے امامِ اعظم مقبولِ بارگاہ کبریا ہیں۔

ذیل میں چند مشہور صوفیہ اور محبوبانِ الٰہی کے نام ذکر کیے جاتے ہیں جو فقہ حنفی کے مقلد اور متبع تھے اور جن کے دامن کرم سے اکثر سنی مسلمان وابستہ ہیں:

(۱) حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۲) سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۴) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۵) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۶) محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا بدایونی ثم دہلوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۷) مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۸) حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۹) محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۱۰) مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۱۱) اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۱۲) محبوب الاولیا شیخ المشایخ حضرت شاہ محمد تیغ علی مظفر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۱۳) حضور جلالۃ الارشاد الحاج الشاہ محمد نمازی تیغی مظفر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا میں تصوف کا لباس پہنا اور گوشہ نشینی کا ارادہ کیا حتیٰ کہ انھوں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ان سے فرما رہے ہیں: ”اے ابو حنیفہ! تم کو مخلوق میں رہنا چاہیے کیوں کہ میری سنت کے زندہ کرنے کا سبب تم ہوگے“۔ اس کے بعد آپ نے گوشہ نشینی کا ارادہ ختم کر دیا۔

آپ ہی کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

لوکان الدین عند الثریا لذهب به رجل من فارس.[۱]

یعنی اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص اسے ضرور حاصل کر لیتا۔

خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار اور مذکورہ حدیث پاک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقبول بارگاہ رسالت ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم ،باب فضل فارس، ج: ۲، ص:۳۱۲

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار انور پر حاضر ہوکر السلام علیکم یا سید المرسلین کہا، تو سرکار سے جواب ملا: وعليك السلام يا امام المسلمين. (۱)

شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

إنه عليه الصلوة والسلام قال ترفع زينة الدنيا سنة خمسين و مأة. (۲)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۱۵۰ھ میں دنیا کی زینت ختم ہوجائے گی۔

اس حدیث میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سن وفات کی طرف اشارہ ہے۔

مذکورہ حدیث پاک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کو بتا رہی ہے۔

زیر نظر عنوان کے تحت فقہ حنفی اور آپ کے تقویٰ کا بھی ذکر ہونا چاہیے کیوں کہ فقہ و تقویٰ تصوف کی بنیاد ہے، جو مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہے:

التصوف هو الاتصاف باخلاق العبودية.

عبودیت کی سیرتوں کے ساتھ متّصف ہونا تصوف ہے۔

اور قطب الکونین حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الولاية ظل النبوة، والنبوة ظل الالوهية، و كرامة الولى إستقامة فعله على قانون قول النبى صلى الله تعالى عليه وسلم.

یعنی ولایت نبوت کا عکس ہے، اور نبوت الوہیت کا، اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل ارشاد نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قانون پر پورا پورا اترے۔

بے شریعت، طریقت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا کفر و الحاد ہے۔ کوئی بھی ولی احکام شرعی کی پابندی سے آزاد نہیں ہوسکتا، البتہ اگر جذب سے عقل زائل ہوگئی ہو تو اس سے قلمِ شریعت اُٹھ جاتا ہے مگر وہ شریعت کا مقابلہ نہ کرے گا۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

ابن خلکان کی کتاب "وفيات الاعيان" میں مذکور ہے:

حضرت اسد بن عمرو نے فرمایا: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴۰ر سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کی، اور

(۱) تذكرة الاولياء، ص:١٦٥

(۲) الخيرات الحسان

رات بھر میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتے۔ خشیّت الٰہی سے رونے کی آواز کو پڑوسی سنتے اور رحم کھاتے۔ جس جگہ آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کی، وہاں آپ نے ۷۰ر ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا تھا۔

حضرت حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیتے وقت فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے کہ آپ ۳۰ر سال تک روزے سے تھے۔

آپ حقوق شناس اور سخی تھے۔ اہل و عیال کے ساتھ ساتھ علما و مشایخ کے لیے بھی اخراجات نکال کر، ان کے درمیان تقسیم کراتے تھے۔ حضرت شفیق بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں:

میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا، ایک شخص سامنے سے آتا دکھائی دیا اور چھپنا چاہا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی کہ راستہ کیوں کاٹ رہے ہو؟، اس نے عرض کیا: میں نے آپ سے دس ہزار روپیہ قرض لیے تھے، ابھی تک ادا نہیں کر سکا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے وہ قرض معاف کر دیا۔ حضرت شفیق بلخی کہتے ہیں کہ میں دل میں کہا کہ حقیقت میں یہ شخص زاہد اور بامروت انسان ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے مثال فقیہ، صوفی باصفا اور ولی کامل تھے۔ ان کے علاوہ بھی ان میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ ان کی ولایت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علامہ کردری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مناقب الامام الاعظم (ص: ۳۴۳، بیروت) میں فرماتے ہیں:

ذکرالدیلمی عن بن دکین انه قال: إن لم تکن فی الدنیا والاٰخرة العلماء و الفقهاء أولیاء الله تعالیٰ فلیس لله ولي قال تعالیٰ: " اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "... الآیة... والعلماء و الفقهاء أشد معرفة بالله تعالیٰ.

امام دیلمی نے ابن دکین سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا: اگر دنیا و آخرت میں علما، فقہا اور اولیاء اللہ نہ ہوں تو پھر اللہ کا ولی کوئی نہیں۔ ارشاد ربانی ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (۱) یعنی اللہ مومنوں کا ولی ہے، اور بلا شبہہ علما و فقہا اللہ کی معرفت میں بہت آگے ہوتے ہیں۔ اہل معرفت کو قرب خداوندی حاصل ہوتی ہے اور جو جس قدر زیادہ قرب میں ہوگا، وہ اتنا ہی بڑا ولی ہوگا۔ ثابت ہوا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے فقیہ بھی ہیں اور بہت بڑے ولی بھی۔

حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے نبی ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ اللہ کے ولی ضرور ہیں۔ اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ (۲)

[ترجمہ] اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

---

(۱) البقرہ: ۲۵۷

(۲) الکھف: ۶۵

ولایت کے لیے علم ضروری ہے خواہ وہ علم کسبی ہو یا لدنی۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دونوں ہی علم حاصل تھے۔

کشف و کرامت اور فراست و ذہانت کی خوبیاں مومن کامل کو من جانب اللہ عطا ہوتی ہے اور ہمارے امام اعظم کو بھی عطا ہوئی ہیں۔

ترمذی شریف کی مشہور حدیث پاک ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنورالله.

یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے، ہمارے امام اعظم بھی نور الٰہی سے دیکھتے تھے، جس کے ثبوت میں چند واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں:

تاریخ بغداد میں مذکور ہے: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ جب میرے والد انتقال کیے اس وقت میں چھوٹا تھا، میری ماں مجھے ایک دھوبی کے یہاں کام سیکھنے کے لیے لے جا رہی تھی، راستے میں میں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقۂ درس دیکھا تو وہیں بیٹھ گیا۔ ماں نے کہا: میرا لڑکا یتیم ہے، یہاں سے جانا نہیں چاہ رہا ہے، امام اعظم نے فرمایا: "اسے یہیں رہنے دے یہ علم حاصل کرے گا اور عنقریب فالودہ پیے گا"۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب مجھے عہدۂ قضا سپرد کیا گیا تو ایک دن میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ خلیفہ کا نوکر فالودہ لے کر آیا۔ خلیفہ نے مجھ سے کہا: پیو!، میں یہ سن کر تبسم کیا، خلیفہ نے تبسم کا سبب پوچھا تو انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ پتہ یہ چلا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نور الٰہی سے دیکھ لیا تھا کہ امام ابو یوسف فالودہ پییں گے اور وہی ہوا۔ (١)

تاریخ بغداد میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک بار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ تم عبادت کے ہی ہو کر رہو گے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم دنیا کی طرف مائل ہو گے اور مالدار ہو جاؤ گے۔ اسی طرح امام زفر وغیرہ کے بارے میں بھی فرمایا۔ جس کے لیے جو فرمایا وہی ہوا۔ (٢)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

حدیثوں میں جو ارشاد ہوا کہ وضو میں ہر عضو کے پانی کے ساتھ اس کے گناہ نکلتے ہیں، جسے اہل کشف اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ امام اعظم نے بھی ماے مستعمل میں نجاست غلیظہ کو دیکھ لیا، اسی لیے حکم دیا کہ ماے مستعمل نجاست غلیظہ ہے۔

امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ کہ اکابر علماے شافعیہ ہیں "میزان الشریعہ" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سردار علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (کہ وہ بھی شافعی ہیں) فرماتے سنا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی وضو کا پانی دیکھتے تو اس میں لوگوں کے دھلے ہوئے گناہ کبیرہ اور صغیرہ اور مکروہ سب کو پہچان لیتے تھے، اسی لیے آپ نے ماے مستعمل

(١) تاریخ بغداد، ج: ١٣، ص: ٣٤١

(٢) تاریخ بغداد، ج: ١٤، ص: ٢٤٨، بیروت

کے تین حکم رکھے کہ نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا پاک ہے، مگر پاک نہیں کر سکتا اس تیسری صورت میں مکروہ غسالہ ہوا۔

امام اعظم نے ایک شخص کا غسالہ (آب وضو) دیکھ کر فرمایا: زنا سے توبہ کر! اس شخص نے توبہ کرلی۔ ایک اور شخص کا غسالہ دیکھ کر فرمایا: شراب پینے اور مزامیر سننے سے توبہ کر! اس شخص نے بھی توبہ کرلی۔ اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں۔

امام زفر بن ہذیل فرماتے ہیں:

مجھے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیس سال سے زیادہ گزارنے کی سعادت ملی۔ میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہم درد اور شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اہل علم کو دل وجان سے چاہتے تھے۔ آپ کے شب و روز اللہ کے لیے وقف تھے۔ رات عبادت میں گزرتی تھی اور قرآن کی تلاوت بہترین انداز میں کرتے تھے۔

معافی بن عمران الموصلی فرماتے ہیں:

امام اعظم رضی اللہ عنہ میں دس صفات ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنی قوم کا سردار بن جاتا ہے۔ پرہیز گاری، سچائی، فقہی مہارت، عوام کی خاطر مدارات، سخاوت، پر خلوص ہمدردی، لوگوں کو نفع پہنچانے میں سبقت، فضول گفتگو سے پرہیز، حق بات کہنا، مظلوم کی معاونت خواہ دشمن ہو یا دوست۔ (۱)

حضرت داؤد طائی فرماتے ہیں:

میں بیس سال تک امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا، اس مدت میں میں نے انھیں خلوت و جلوت میں ننگے سر اور پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک بار میں نے ان سے عرض کیا: استاذ محترم! اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کرلیا کریں تو کیا مضائقہ ہے؟ آپ نے فرمایا: خلوت میں ادب ملحوظ رکھنا، جلوت کی بہ نسبت بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔ (۲)

امام ابو یحییٰ نیشاپوری فرماتے ہیں:

میں نے ساری رات امام اعظم رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے دیکھا۔ میں دیکھتا تھا کہ آپ کے آنسو مصلی پر بارش کے قطروں کی طرح ٹپک رہے ہیں۔ (۳)

حضرت وکیع فرماتے ہیں:

بخدا! آپ بہت دیانت دار تھے اور خدا کی جلالت و کبریائی آپ کے قلب میں راسخ تھی۔ آپ اپنے رب کی خوشنودی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار سے ہوتا ہے۔ آپ واقعی ابراروں میں سے تھے۔ (۴)

---

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۱۴۱

(۲) حدائق الحنفیہ، ص: ۷۲

(۳) تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص: ۱۱۹

(۴) الخیرات الحسان

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں:

اگر لوگ اپنے معاملات میں درست رہتے تو میں کسی کو فتویٰ نہیں دیتا۔ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں ہے کہ میں اپنے کسی فتویٰ کی وجہ سے کہیں دوزخ میں نہ چلا جاؤں۔ اس لیے فتویٰ دینے سے پہلے ہزار بار سوچتا ہوں اور اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۱)

ایک روز امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جا رہے تھے کہ لاعلمی میں آپ کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر پڑ گیا، اس لڑکے نے کہا: اے شیخ! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟، آپ نے یہ بات سنی تو غشی کھا کر گر گئے کچھ دیر بعد ہوش آیا تو کسی نے عرض کیا: اس لڑکے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا عظیم اثر کیا؟، آپ نے فرمایا کہ کیا عجب کہ اس کی آواز غیبی ہدایت ہو۔ (۲)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ و پرہیز گاری کے بلند مقام پر فائز تھے۔ ایک بار کوفہ میں کچھ بکریاں چوری ہوگئیں تو آپ نے دریافت کیا کہ بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہتی ہے؟، لوگوں نے بتایا کہ سات سال، آپ نے سات سال تک بکرے کا گوشت نہیں کھایا۔ (۳)

یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

میں نے بہت سے علما دیکھے مگر کسی کو بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عقلمند، افضل اور متقی نہیں پایا۔ (۴)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ علم میں، ورع میں، زہد میں اور دار آخرت کو ترجیح دینے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ وہاں تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا ہے۔ کوڑے لگے ابو منصور جعفر (عباسی) کے کہ قاضی بن جائیں لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا۔ اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان سے راضی ہو۔ (۵)

محمد بن میمون فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے زمانے میں ان سے بڑا عالم، متقی، زاہد، عارف اور فقیہ کوئی نہ تھا۔ خدا کی قسم مجھ کو ان سے علمی باتیں سننے کے بجائے کوئی شخص اگر ایک لاکھ دینار بھی دیتا تو مجھے خوشی نہ ہوتی۔ (۶)

(۱) مناقب للموفق، ص:۲۲۱
(۲) الخیرات الحسان، ص: ۸۷
(۳) الخیرات الحسان، ص: ۹۸
(۴) الخیرات الحسان، ص: ۹۶
(۵) تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۴۰
(۶) الخیرات الحسان، ص: ۷۷

آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ ایک دن بازار جارہے تھے، ناخن کے برابر کیچڑ آپ کے کپڑے پر لگ گئی، آپ فوراً دریائے دجلہ پر جاکر اُسے دھویا۔ کسی نے کہا: اے امام! آپ نے نجاست کی ایک مقدار مقرر کردی ہے لیکن آپ اس قدر قلیل کیچڑ دھورہے ہیں؟، آپ نے فرمایا: ہاں! وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔ (۱)

آپ نے اپنے آخری حج کے موقع سے خانۂ کعبہ کے اندر دو رکعت نفل نماز ادا کی جس میں آپ نے پورے قرآن کی تلاوت کیا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے میرے رب! میں نے تجھے پہچانا ہے جیساکہ پہچاننے کا حق ہے لیکن میں تیری ایسی عبادت نہ کرسکا جیسا حق تھا۔ مولیٰ! میری عبادت کی کمی کو معرفت کے کمال کی وجہ سے بخش دے۔ غیب سے آواز آئی: اے ابو حنیفہ! تم نے ہماری معرفت حاصل کی اور عبادت میں خلوص کا مظاہرہ کیا، اس لیے ہم نے تمھیں بخش دیا اور قیامت تک تمھارے مذہب پر چلنے والوں کو بھی بخش دیا۔ (۲)

حضرت شیخ محقق عبدالحق دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

میں نے عارف ربانی شیخ نصر اللہ شیرازی مہاجر مکی کو فرماتے سنا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو معارف و حقائق شیخ ابو یزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہما کو حاصل تھے وہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کو بھی حاصل تھے۔ شریعت اور اس کے احکام کا علم اس کے علاوہ تھا یعنی دونوں ائمہ فقہ، فقہ و تصوف دونوں کے جامع تھے اور انصاف یہ ہے کہ دونوں ائمۂ تصوف بھی فقہ و تصوف دونوں کے جامع تھے۔ (۳)

اب امام اعظم کے کچھ وصایا کا ذکر کیا جاتا ہے، جس سے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم تصوف بھی ظاہر ہوگا اور تصوف حاصل کرنے والوں کو ہدایت بھی ملے گی۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"و عليك بتقوى الله و اداء الامانة".

تمھارے لیے یہ ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کرنا اور امانت ادا کرنا۔

"ولا تحتشم من أحد عندذكر الحق و إن كان سلطانا".

حق بیان کرنے سے کبھی اور کسی کے سامنے پیچھے نہ ہٹو، اگرچہ وہ سلطان ہی کیوں نہ ہو۔

"ولا تشتر بنفسك ولا تبع بل اتخذ لك غلاما مصلحا ليقوم باشغالك و تعتمد عليه فى أمورك". (۴)

---

(۱) مرأة الاسرار (مترجم)، ص: ۲۶۸
(۲) الخيرات الحسان
(۳) تعارف فقه و تصوف ، ص: ۲۰۴
(۴) الاشباه، ص: ۵۱۹

اپنے نفس کو نہ بیچو اور نہ ہی خرید و! بلکہ اسے اپنا غلام بنالو جو تمھاری خدمت کا کام انجام دے، تم اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرو۔ "واذ کر لموت". اور موت کو یاد کرو۔

"ولا تجالس أحداً من أهل الأهواء الأ علیٰ سبيل الدعوة إلى الدين".

کسی بدعتی کی صحبت اختیار نہ کرو ہاں دعوت الی الحق کی غرض سے شرکت کی اجازت ہے۔

رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إيّا كم وإيّا هم يضلو نكم ولا يفتنو نكم.

تم ان (بدمذہبوں) سے دور رہو اور اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردے اور کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ [مسلم شریف]

"لا تكثر اللعب والشتم".

کھیل کود، لعن طعن اور گالی گلوج سے پرہیز کرو!

"واذا أذن المؤذن فتأهب لدخول المسجد".

موذن اذان دے تو عوام سے پہلے مسجد آنے کی تیاری کرو۔

"وإيّاك والبخل فإنهٔ يبغض به المرء ولا تك طماعاً ولا كذاباً بل إحفظ مروئتك فى الأمور كلّها.

بخل سے بچنے کی کوشش کرو کیوں کہ اس میں آدمی کی رسوائی ہوتی ہے۔ لالچی اور جھوٹا نہ بنو بلکہ تمام امور میں اپنی غیرت کی حفاظت کرو۔

"وألبس من الثياب البيض فى الأحوال كلها".

اور ہر وقت سفید کپڑا استعمال کرو۔

"واذا مشيت فى الطريق فلا تلتفت يمينا ولا شمالا، بل داوم النظر إلىٰ الأرض".

راہ چلتے وقت دائیں بائیں توجہ نہ کرو بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو۔

"وحقر الدنيا المحقرة عند أهل العلم فإن ما عند الله خيرمنها".

اور دنیا کو حقیر سمجھو جو کہ اہل علم کے نزدیک بے قدر و قیمت ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں۔

"إعلم انك متى أسات عشرة الناس صاروا لك اعداء ولوكانوا لك أمهات و آباء".

اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب لوگوں سے آپ کا برتاؤ اچھا نہ ہو گا تو وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے، اگرچہ وہ

آپ کے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔

"ولا تخرجن سرك إلیٰ أحد ولا تثق بصحبة أحد حتی تمتحنه ولا تخادن خسیسا ولا وضیعا".

اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو، بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو، خسیس الطبع اور کمینوں سے میل جول نہ رکھو۔

ومن مرض من اخوانك فعده بنفسك تعاهده برسلك و من غاب منهم افتقدت احوا.و من قعد منهم عنك فلا تقعد أنت معه و اظهر توددوا للناس ما استطعت وافش السلام ولو علیٰ قوم لئام.

اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پرسی کو جاؤ، اور قاصد کے ذریعہ اس کی خبرگیری کرتے رہو، اگر ان میں سے کوئی غیر حاضر ہو تو اس کا حال پوچھتے رہو۔ اگر تم سے کوئی پیچھے ہٹ جائے تو تم نہ ہٹو، جہاں تک ممکن ہو لوگوں سے محبت والفت کا اظہار کرو۔ سلام کو عام کرو بلکہ کم درجہ کے لوگوں سے بھی سلام کرنے میں سستی نہ کرو۔

وصال:

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۲/ شعبان ۱۵۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار پاک بغداد شریف میں ہے، جو مرجع عوام وخواص وذریعۂ قضائے حاجات ہے، جیساکہ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

إعلم انه لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزورون قبره ویتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم و یرون نجح ذالك منهم الامام الشافعی انتهیٰ.[1]

جان لے! علما واصحاب حاجات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضائے حاجات کے لیے آپ کو وسیلہ بناتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے۔ ان علما میں سے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

بے شک ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی راہ تصوف کے مسافروں کے لیے بھی ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے امام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں اور اپنی زندگی کو اسی طرح گزارنے کی کوشش کریں۔

ہمارے امام چاروں اماموں میں سب سے بڑے ہیں اور میں حقیر سراپا تقصیر ہوں۔ لہٰذا ناچیز سے آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ بیاں ہوا وہ ایک نذرانۂ خلوص ہے۔

☆☆☆

(۱) الخیرات الحسان،ص:٦٩

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت تاجر

مولانا محمد مشتاق احمد، اتر دیناج پور (بنگال)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت ہے۔ ابو حنیفہ کنیت اور امام اعظم لقب ہے۔ آپ ۸۰ھ میں عراق کے دار الحکومت کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ عبد الملک بن مروان اس وقت اموی خلیفہ تھا اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے ۵۲/ سال بنی امیہ کے عہد میں اور ۱۸/ سال بنی عباس کی حکومت میں گزار کر دو شعبان المعظم ۱۵۰ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کے والد ماجد ثابت بن زوطی فارسی تھے اس طرح آپ فارسی النسب ہوئے۔ والد گرامی کا پیشہ تجارت تھا۔ ریشمی کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے امام اعظم ۱۶/ سال کے تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کو والد صاحب کا کاروبار سنبھالنا پڑا۔

تجارت کے اصول:

اچھی زندگی بسر کرنے کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ تجارت کے بھی کچھ اصول ہیں، جن پر چل کر ہم تجارت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اخلاص و محبت، مروت و سچائی و ایمان داری جو انسانی اخلاق و کردار کی بنیاد ہیں، حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن میں ہے: ''تجارت تم پر حلال کی گئی ہے اور سود تم پر حرام کر دیا گیا ہے''۔ یہ ہیں وہ کلیدی الفاظ جو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ اس اصول کے تحت تجارت میں جائز طریقے سے کمایا ہوا روپیہ جائز نفع ہے۔ اسلام نے کہا ہے کہ تجارت چھوٹے پیمانے پر ہو یا اعلیٰ پیمانہ پر، اندرونی ہو یا بیرونی، ہمیشہ یاد رکھو کہ یہ باتیں تم پر لازم ہیں، ایمان داری، جائز منافع، راست گوئی، خوش اخلاقی و محبت اور وعدہ کا نبھانا، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ تجارت کے لیے اگر بہت زیادہ مال نہ ہو تو تھوڑے پیمانے پر شروع کر دو، خدا برکت و ترقی دینے والا ہے۔ امام غزالی نے ''تنبیہ الغافلین'' میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کپڑے کا کاروبار اختیار کرو کہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا یہ شغل تھا''۔ انھوں نے ہی ''کیمیائے سعادت'' میں یہ حدیث نقل فرمایا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا فرمان ہے کہ تجارت کرو کیوں کہ روزی کے دس حصے ہیں نو حصے فقط تجارت میں ہے۔ امام موفق نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں کپڑا کا کاروبار کرتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی معیشت کے لیے تجارت کو اپنایا اور زندگی بھر والد کے اسی کام سے متعلق رہے۔

خرید و فروخت میں احتیاط:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت کے کچھ ایسے واقعات ہمیں ملتے ہیں جن میں آپ کی سچائی، احتیاط، حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق تجارت کے طریقے اور تجارت میں برکت کا راز اور ایک اچھے تاجر کا کردار موجود ہے جو ہمارے لیے نمونہ عمل اور مشعل راہ ہے۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، ص:۶۹ میں حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے معتبر کتابوں کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ ایک کپڑے میں کچھ عیب تھا آپ نے اپنے شریک حفص بن عبد الرحمن کو وہ عیب دکھا کر ان سے کہا کہ اس کپڑے کو فروخت کرتے وقت خریدار کو عیب دکھا دینا۔ حضرت حفص مال لے گئے اور اس کو فروخت کر کے روپیہ لے آئے لیکن اس عیب دار کپڑے کا عیب خریدار کو بتانا بھول گئے جب امام اعظم ابو حنیفہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے کل مال کی ساری قیمت صدقہ کر دی۔

حضرت سفیان بن زیاد بغدادی نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ کا ورع انتہا درجہ کا تھا۔ وہ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے، بڑی دقیق نظری سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کا ایک شخص کپڑا خریدنے کے واسطے آپ کی دکان پر پہنچا اور اپنی پسند کا کپڑا ایک ہزار درہم کو خرید کر مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد امام کو اس کپڑے کی تلاش ہوئی تو دکان کے کارندہ نے آپ سے اس کے فروخت کر دینے کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ ایک ہزار درہم میں فروخت ہوا ہے۔ آپ نے اس کارندہ سے فرمایا: کیا میری دکان پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹتے ہو؟ اور اسے دکان سے ہٹا دیا، پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کپڑا پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے خیال کیا کہ یہی شخص میری دکان سے کپڑا خریدا ہوگا۔ جب بات چیت ہوئی تو یقین ہو گیا کہ یہی شخص ہے جس نے زیادہ قیمت دے کر خریدا ہے، اس لیے آپ نے واجبی قیمت چار سو درہم رکھ کر بقیہ چھ سو درہم واپس کر دیئے۔ عبد الحکیم جندی نے "ابو حنیفہ بطل الحریہ" میں لکھا ہے کہ حضرت امام اپنی دکان میں تھے کہ ایک شخص نے ریشمی کپڑا طلب کیا۔ آپ نے اپنے فرزند حماد سے کپڑا دکھانے کو کہا۔ وہ کپڑا لائے اور دکھاتے وقت انہوں نے "صلی علی محمد" کہا عرب ممالک میں یہ مبارک جملہ مقام تحسین میں بولا جاتا ہے۔ حضرت امام نے جب اپنے فرزند سے یہ کلمہ تحسین سنا تو فرمایا "قد مدحتہ" ہائے! تم نے اس کپڑے کی تعریف کر دی اب تم اس کپڑے کو اٹھاؤ اور اس گاہک کے ہاتھ وہ کپڑا فروخت نہیں کیا۔

یہ تو فروخت کا طریقہ تھا۔ خریدتے وقت بھی اسی طرح امانت داری کے طریقے پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ بیچنے والے کی غفلت اور لاعلمی سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ صحیح کیفیت کی ہدایت فرماتے تھے۔

ابن حجر مکی نے "الخیرات الحسان" میں لکھا ہے: ایک عورت آپ کے پاس ریشمی کپڑا بیچنے کے واسطے آئی۔ آپ نے اس سے دام پوچھا، اس نے ایک سو بتایا۔ آپ نے فرمایا یہ زیادہ کا ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟ اس نے ایک سو بڑھایا اور اسی طریقے پر وہ چار سو تک پہنچی آپ نے فرمایا یہ چار سو سے زیادہ کا ہے۔ وہ بولی تم مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا کسی شخص کو لاؤ کہ وہ اس کے دام لگائے چناچہ وہ ایک شخص کو لائی اور اس نے پانچ سو قیمت بتائی، اس پر آپ نے وہ کپڑا خریدا۔

مال منفعت کا مصرف:

علامہ خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں لکھا ہے کہ آپ تجارت کے نفع کو سال بھر تک جمع کرتے تھے پھر اس سے اساتذہ اور محدثین کی ضروریات مثلاً خوراک، پوشاک یا اور کوئی دوسری ضروریات کی چیزیں خرید کر ان کو پیش کرتے تھے اور جو روپیہ نقد رہ جاتا تھا وہ ان حضرات کو دیتے تھے اور ان سے فرماتے تھے میں نے اپنے مال سے کچھ نہیں دیا ہے یہ سب مال اللہ تعالیٰ کا ہے اس نے اپنے فضل و کرم سے تمھارے واسطے مجھ کو دیا ہے جو میں پیش کرتا ہوں۔

سبق آموز پہلو:

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ذریعہ معاش میں سب سے اہم، تجارت ہے۔ اسلام میں تجارت کی بہت اہمیت ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی بڑی اہمیت مذکور ہے۔ خود ہمارے نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی زندگی کی شروعات تجارت سے کی ہے۔ انبیا و صحابہ اور بزرگان دین نے بھی اس پیشہ کو اختیار فرمایا انہیں اسلاف کے نقش قدم پر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی تجارت ہی کو ذریعہ معاش بنایا اور پوری زندگی آپ کا یہی مشغلہ رہا۔ آپ نے اس راہ میں ایسا طریقہ چھوڑا جو تجارت کے باب میں ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمیں انھیں بزرگان دین اور بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ کی زندگی کے وہ گوشے جو انھوں نے تجارت میں گزارا، مطالعہ کرنا ہوگا اور اس پر عمل بھی کرنا ہوگا۔ کیوں کہ آپ کی تجارت میں سچائی، احتیاط، قرآن و حدیث کے مطابق تجارت کے طریقے اور تجارت میں برکت کا راز اور ایک اچھے تاجر کا کردار موجود ہے۔ ☆☆☆

باب ہشتم

تصنیفات، ارشادات و ملفوظات

کتاب الآثار، الفقہ الاکبر اور مسانید امامِ اعظم۔ مختصر تعارف

ملفوظات امام اعظم ابو حنیفہ

ارشادات امام اعظم -قرآن وحدیث اور اپنے کردار کے آئینے میں

امام اعظم کا نعتیہ قصیدہ مع ترجمہ

امام اعظم ابو حنیفہ کے وصایا اور نصیحتیں

کتاب الآثار، الفقہ الاکبر اور مسانیدِ امامِ اعظم

مختصر جائزہ

مہتاب پیامی، شعبۂ کمپیوٹر جامعہ اشرفیہ مبارک پور payamee@gmail.com

کتاب الآثار

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دورانِ درس جو احادیث بیان کی ہیں انہیں شاگردوں نے حدثنا اور اخبرنا وغیرہ الفاظ کے ساتھ جمع کر دیا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسی افادات کا نام "کتاب الآثار" ہے، جو دوسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی، اس زمانہ تک کتابوں کی تالیف بہت زیادہ عام نہیں تھی۔ "کتاب الآثار" اس دور کی پہلی کتاب ہے، جس نے بعد کے آنے والے محدثین کے لیے ترتیب وتبویب کے رہ نما اصول فراہم کیے۔ شبلی نعمانی نے "کتاب الآثار" کے متعدّد نسخوں کی نشان دہی کی ہے، لیکن عام شہرت چار نسخوں کو حاصل ہے۔ ان نسخوں میں سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت کردہ کتاب کو سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

"کتاب الآثار" بروایت امام محمد

"کتاب الآثار" بروایت قاضی ابو یوسف

"کتاب الآثار" بروایت امام زفر

"کتاب الآثار" بروایت امام حسن بن زیاد

الفقہ الاکبر

الفقہ الاکبر امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے یا ان سے منسوب کتاب ہے۔ یہ سوال اکثر و بیشتر لوگوں کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی اپنی تصنیف بھی ہے یا نہیں۔ کچھ لوگ اس کے منکر ہیں اور کچھ اس کا اقرار کرتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کی جانب یوں تو پانچ کتابیں منسوب ہیں جن میں الفقہ الاکبر، العالم والمتعلم، الرسالہ

الی عثمان البتی،الوصیة اورالفقه الابسط بھی ہیں۔لیکن ان میں سب سے زیادہ مشہور "الفقه الاکبر" ہے اوراسی کا سب سے زیادہ چرچا ہے اوراسی کتاب کی علمائے احناف نے زیادہ خدمت کی ہے یعنی اس پر شروحات اور حاشیے لکھے ہیں۔

الفقه الاکبر کے امام ابوحنیفہ کی جانب انتساب کرنے کے جو حضرات منکر ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ کتاب کسی صحیح سند اورواسطے سے ان تک نہیں پہنچتی۔اس کے رواۃ میں ضعیف مجہول اوروہ جن پر کذب اوروضع حدیث کی تہمت لگی ہے۔موجود ہیں۔اسی بنا پر وہ اس کے منکر ہیں۔

جب کہ جن لوگوں نے اس کتاب کا انتساب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کیا ہے ان کے دلائل زیادہ مضبوط اور قابل لحاظ ہیں۔

اس کتاب کو امام ابوحنیفہ کی تصنیف قرار دینے والوں میں سب سے پہلا نام "ابن ندیم" کا ہے۔ابن ندیم کی کتاب الفهرست بہت مشہور اور معروف ہے اس نے اپنے دور تک کے مصنفین اوران کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔وہ چوں کہ چوتھی صدی ہجری کا ہے اوراس کا عہد بھی امام اعظم ابوحنیفہ سے بہت قریب ہے اس لیے اس کے بیان پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔چناں چہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفات کے ضمن میں لکھتا ہے:

له (للامام أبی حنيفة)الفقه الاكبر ورسالة ال البتِی .(۱)

مشہور اشعری عالم اور متکلّم امام ابوالمظفرالاسفرائینی اپنی کتاب "التبصیر فی الدین" میں لکھتے ہیں:

كتاب العالم والمتكلم لابى حنيفه،فيه الحجج القاهرة على اهل الالحاد والبدعة ،وكتاب الفقه الاكبر الذى اخبرنا به الثقة بطريق معتمد واسناد صحيح عن نصربن يحيى عن ابى حنيفة.

علامہ مرتضی الزبیدی الحنفی "اتحاف السادة المتقين" میں لکھتے ہیں۔

ثم قال الزبيدى ولازال الكلام له ونحن نذكر له من نقل هذه الكتب واعتمد عليها فمن ذلك فخرالاسلام البزدوى وقد ذكر فى اصوله جملة من الفقه الاكبر ، وكتاب العالم والمتعلم والرسالة وقابل اخيراوقد ذكر جملامن الكتب الخمسة "الفقه الاكبر والعالم والمتعلم ،الفقه الاوسط،الرسالة ،الوصية متقولا عنها فى نحو ثلاثين كتابامن كتب الائمة وهذاالقدر كاف فى تلقى الامة لهابالقبول، والله اعلم .(۲)

جب کہ عبد القاہر بغدادی جن کی تصنیف "الفرق بين الفرق" بہت زیادہ مشہور ہے وہ اصول الدین میں

(۱) " الفهرست " لابن النديم ص۲۸۵
(۲) اتحاف السادة المتقين ۱۴/ ۲

لکھتے ہیں۔

ان (ابا حنيفة)له كتاب فى الرد عل القدرية سماه "الفقه الاكبر"، وله رسالة املاها فى نصرة قول اهل السنن: ان الاستطاعة مع الفعل... وعلى هذا قوم من صحابنا . [1]

علاوہ ازیں اس کتاب کی ایک شرح ابو منصور ماتریدی نے بھی لکھی ہے وہ چوتھی صدی کے ہیں۔ ۳۳۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ محض دو اور تین واسطوں سے وہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں انہوں نے الفقه الاكبر کی شرح لکھی ہے اور اسی پر اپنی کتاب التوحید کی بنیاد رکھی ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کے تعلق سے سب سے زیادہ واقفیت رکھنے والے تھے اگر اس کتاب کی نسبت میں شک وشبہ ہوتا تو امام ابو منصور ماتریدی اس کی شرح کیوں لکھتے۔ اس کتاب کی سند اور شروحات کے بارے میں آگے ذکر کیا جائے گا۔

اس کتاب کا ایک نسخہ (الفقہ الاکبر کا) مدینہ منورہ کے مکتبہ شیخ الاسلام حکمت عارف اللہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا نمبر ۲۲۶ ہے۔

الفقہ الاکبر کی سند:

یہ کتاب جو مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں ہے درج ذیل سند کے ساتھ منقول ہے۔ اس کتاب کے راوی علی بن احمد الفارسی ہیں انھوں نے اس کتاب کی روایت نصر بن یحیٰ سے انھوں نے ابو مقاتل حفص بن سالم سے اور انھوں نے عصام بن یوسف سے اور انھوں نے حماد بن ابی حنیفہ سے اور انھوں نے اپنے والد امام ابو حنیفہ سے اس کتاب کی روایت کی ہے۔

لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سند کے اعتبار سے بھی اس کتاب کی امام ابو حنیفہ سے روایت میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ مصر کے کتب خانہ ازہر میں بھی موجود ہے۔

شروحات:

الفقه الاكبر کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں۔ جس میں قابل ذکر درج ذیل ہیں:

سب سے پہلی شرح امام ابو منصور ماتریدی نے لکھی ہے۔ جو شرح الفقه الاكبر کے نام سے مشہور ومعروف ہے اور طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کے محقق عبد اللہ بن ابراہیم الانصاری ہیں۔ اور یہ کتاب قطر کی وزارت امور اسلامی نے اپنی نگرانی میں شائع کی ہے۔ قبل ازیں یہ کتاب حیدرآباد دکن کی دائرة المعارف النظاميه نے

---

(۱) اصول الدین، ص:۳۰

۱۳۲۱ھ میں شائع کی تھی۔

دوسری شرح محی الدین محمد بن بہاء الدین متوفی ۹۵۶ھ نے لکھی۔انھوں نے الفقہ الاکبر کی شرح میں علم کلام، علم تصوف دونوں سے کام لیا اور نہایت تفصیل سے ہر مسئلہ پر بحث کی۔اس شرح کا نام القول الفصل ہے۔

تیسری شرح الیاس بن ابراہیم السیبوبی متوفی ۸۹۱ھ نے لکھی ہے یہ مختصر ہے۔

چوتھی شرح احمد بن محمد المغنیساوی نے لکھی ہے۔پھر اپنی اس شرح کا اختصار بھی کیا ہے۔

الفقہ الاکبر کو ابوالبقاء احمدی نے نظم کیا اور کا نام "عقدالجوھر نظم نثرالفقہ الاکبر" رکھا۔ اس کے علاوہ ابراہیم بن حسان الکرمیانی المعروف شریفی (متوفی ۱۰۱۶ھ) نے بھی الفقہ الاکبر کو نظم کیا ہے ۔

الفقہ الاکبر کی جو شرح مشہور اور اہل علم کے درمیان متداول اور مقبول ہے وہ ہے مشہور حنفی محدث اور فقیہہ ملاعلی قاری کی شرح جویوں تو شرح الفقہ الاکبر کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا اصل نام ہے۔"منح الروض الازھر "جو دارالکتب العلمیہ بیروت اور دیگر اداروں سے شائع ہو چکی ہے۔

اس کی ایک شرح شیخ اکمل الدین نے بھی لکھی ہے جس کا نام ہے "الارشاد".

ایک اہم مسئلہ:

ایک بات آخر میں جس کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ کیا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خود کی تحریر ہے یا انھوں نے اصول دین کے تعلق سے جو کچھ اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا اسے ہی انھوں نے لکھ لیا ہے۔اس بارے میں قول یہ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خود کی تحریر نہیں ہے بلکہ یہ ان کے محاضرات اور لکچرس ہیں جو انھوں نے اپنے شاگردوں کو دیے۔چنانچہ امام زبیدی لکھتے ہیں:

الصحیح ان ھذہ المسائل المذکورۃ فی ھذہ الکتب من امالی الامام التی املاھا علی اصحابہ کحماد وابی یوسف،وابی مطیع البلخی وابی مقاتل المسرقندی وتلقاھا عنھم جمع من الائمۃ کاسماعیل بن حماد(حفیدالامام)ومحمد بن مقاتل الرازی ومحمد بن سماعۃ ونصیربن یحیی البلخی وشداد بن الحکم وغیرھم الی ان وصلت بالاسناد الصحیح الی الامام ابی منصورالماتریدی ،فمن عزاھن الی الامام صح لکون تلک المسائل من املائہ ومن عزاھن الی ابی مطیع البلخی اوغیرہ ممن ھو فی طبقتہ اوممن ھو بعدھم صح ونظیرذلک المسند المنسوب للامام الشافعی فانہ من تخریج ابی عمرو ومحمد بن عجفر بن محمد بن مطرالنیسابوری ،ابوالعباس الاصم ،من اصول الشافعی.(المصدرالسابق)

مسانید امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تعریف المسانید:

مسانید جمع ہے مُسند کی جو کہ (سَنَدَ) سے اسم مفعول ہے، اہل لغت نے اس کی تعریف لغوی اس طرح پیش کی ہے:

المسانيد أو المساند جمع : مسند ، وهو : اسم مفعول من الثلاثي : (سَنَدَ) ، قال ابن فارس (ت ٣٩٥ هـ) : " السين والنون والدال أصل واحد يدل على انضمام الشيء إلى الشيء . وقد سُمِّي الدهر : مُسنَدًا ؛ لأن بعضه متضام ")

وقال الليث : " السند ما ارتفع عن الأرض " وقال الأزهري (ت ٣٧٠ هـ) : " كل شيء أسندت إليه شيئًا فهو مُسنَد " وحكى أيضًا عن ابن بُزُرْج أن السَّنَد مثقل : ((سنود القوم في الجبل)) ، وقال الجوهري (ت ٣٩٣ هـ) : " السَنَد : ما قابلك من الجبل وعلا عن السطح ، وفلان سَنَده أي : معتمد " وقال ابن منظور (ت ٧١١هـ) : " ما يسند إليه يُسمى مسْنَدًا ومُسْنَدًا ، وجمعه : المَساند " (١٣) وزاد صاحب القاموس أنه يجمع أَيضًا بلفظ : (مسانيد) ، ويرى أبو عبد الله : محمد بن عبد الله الشافعي الزركشي ، (ت ٧٩٤ هـ) (أن الحذف أولى).

حاصل یہ کہ مُسند کا معنی لغوی اعتبار سے یہ ہے کہ جو کسی چیز کی طرف منسوب کیا جائے، جو کسی چیز کی طرف ملایا جائے، اس چیز کو مضبوط کرنے کے لیے۔

مسند کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں مسند کا اطلاق حدیث پر بھی ہوتا ہے اور حدیث کی کتاب پر بھی ہوتا ہے، مسند اس حدیث مرفوع کو کہتے ہیں جس کی سند کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔ یہ تو مسندِ حدیث کی تعریف ہے، اور اسی طرح مُسند کا اطلاق حدیث کی ان کتب پر بھی ہوتا ہے، جن کو اس کے مؤلفین نے أسماء الصحابة کے مسانید پر جمع کیا ہو یعنی مسند حدیث کی وہ کتاب ہے جس میں ہر صحابی کے احادیث کو الگ الگ جمع کیا جائے، پھر بعض محدثین نے اس بارے میں یہ ترتیب رکھی کہ پہلے سابقین فی الاسلام صحابہ کی احادیث ذکر کرتے ہیں جیسے عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر وغیرہ، اور بعض محدثین حروف المعجم کے اعتبار سے صحابہ کی احادیث ذکر کرتے ہیں، وغیرہ ۔ بغرض فائدہ یہ تو مسند کی لغوی واصطلاحی تعریف کا

مختصر تذکرہ تھا، اب میں ان کبار اہل علم وعلمائے امت کا تذکرہ کروں گا جنہوں نے امام اعظم کے ان مسانید کو جمع کیا۔

یاد رہے کہ امام محمد بن محمود الخوارزمی رحمہ اللہ نے امام اعظم کی پندرہ (۱۵) مسانید کو جامع مَسَانید الإمام أبي حنيفة النعمان کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے ، اوران کے جمع کرنے کی وجہ یہ لکھی کہ میں نے شام میں بعض جہلا سے سنا جوامام اعظم کی شان میں توہین وتنقیص کر رہے تھے اورامام اعظم پر روایتِ حدیث کی قلت کا الزام لگا رہے تھے، اوراس سلسلے میں مسند الشافعی وموطأ مالک وغیرہ سے استدلال کر رہے تھے اور یہ گمان کر رہے تھے کہ ابو حنیفہ کی تو کوئی مسند نہیں ہے، لہذا مجھے دینی غیرت وحمیت لاحق ہوئی پس میں نے ارادہ کیا کہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کی ان پندرہ (۱۵) مسانید کو جمع کروں جن کو کبار علمائے حدیث نے جمع کیا ہے۔

ان علمائے حدیث کا تذکرہ درج ذیل ہیں جنہوں نے امام اعظم کے مسانید کو جمع کیا ہے:

مسانید جمع کرنے والی شخصیات:

(۱) مسند امام حافظ ابو محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ: مسند امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاری معروف بہ عبداللہ الاستاذ حنفی، مشاہیر ائمہ احناف میں سے ہیں، آپ کی ولادت ۲۵۸ھ اور وفات ماہ شوال سنہ ۳۴۰ھ میں ہوئی، شاہ ولی اللہ نے اپنے رسالہ "الانتباہ" میں ان کو اصحاب الوجوہ میں شمار کیا ہے، اصحاب الوجوہ کا درجہ مجتہد فی المذہب اور مجتہد مطلق منتسب کے درمیان ہے، آپ نے ابو حفص صغیر سے علم فقہ حاصل کیا، طلب حدیث میں خراسان، عراق اور حجاز کا سفر کیا اور بہت سے شیوخِ وقت سے علمِ حدیث حاصل کیا، علمِ حدیث میں آپ کی وسعتِ نظر اور معرفتِ فن کا بڑے بڑے محدثین نے اعتراف کیا ہے، حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے آپ کو شیخ اور مکثر الحدیث کہا ہے۔[۱]

علامہ ذہبی "تذکرة الحفاظ" میں لکھتے ہیں:

"ماوراء النہر کے عالم اور محدث علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری ۳۴۰ء میں وفات پائی، اس وقت آپ کی عمر بیاسی سال تھی، آپ "الاستاذ" سے ملقب تھے، آپ نے بھی امام ابو حنیفہ کے مسند کو جمع کیا ہے"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تعجیل المنفعة" میں آپ کو حافظِ حدیث تسلیم کیا ہے، بڑے بڑے حفاظ حدیث جیسے: حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقدہ اور حافظ ابو بکر جعابی فن حدیث میں آپ کے شاگرد تھے، حافظ حارثی کی جمع کردہ مسند کے سلسلہ میں محدث خوارزمی جامع مسانید میں لکھتے ہیں:

(۱) مقدمه اعلاء السنن:۳/ ۱٦٨. (۹)سیراعلام النبلاء:۱۵/ ٤٢٤

"ومن طالع مسنده الذى جمعه للامام ابى حنيفة علم تبحره فى علم الحديث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون."

جو شخص ان کی مسند کا مطالعہ کرے گا جس میں انھوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات جمع کی ہیں، وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق اسانید و متون پر ان کی نظر کی ہمہ گیری کا قائل ہو جائے گا۔

(۲) حافظ عصر ابن عقدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ابو العباس احمد بن سعید الکوفی، عقدہ ان کے والد کا لقب تھا، جو نہایت صالح آدمی تھے، حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

"ابن عقده حافظ العصر والمحدث البحر"۔

پھر ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اليه المنتهىٰ فى قوة الحفظ وكثرة الحديث وصنف وجمع والف فى الابواب والتراجم"۔

قوتِ حافظ اور کثرتِ حدیث کی ان پر انتہا ہو گئی؛ انھوں نے ابواب و تراجم دونوں عنوانوں کے تحت تصنیف و تالیف کی اور حدیثیں جمع کیں۔

حافظ ابن الجوزی "المنتظم" میں لکھتے ہیں:

"یہ خود اکابر حفاظ میں سے تھے، اُن سے اکابر حفاظ ابوبکر بن الجعابی، عبداللہ بن عدی، طبرانی، ابن المظفر، دارِ قطنی اور ابن شاہین نے احادیث روایت کی ہیں، ان کی ولادت ۲۴۹ھ میں اور وفات ذیقعدہ ۳۲۳ھ میں ہوئی، حافظ بدرالدین محمود عینی شارح بخاری نے اپنی تاریخ کبریٰ میں لکھا ہے کہ صرف "ابن عقدہ کی مسند ابی حنیفہ" ایک ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہیں۔(۱)

(۳) حافظ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ: عبداللہ بن محمد بن العوام السعدی المتوفیٰ ۳۳۵ھ یہ فن حدیث میں امام نسائی اور امام طحاوی کے شاگرد ہیں، مصر میں عہدۂ قضا پر فائز رہے، امام ابو حنیفہ کے مناقب میں ایک مبسوط کتاب لکھی ہے اور یہ مسند ابی حنیفہ بھی اس کتاب کا ایک جز ہے، اس کا قلمی نسخہ دمشق کے کتب خانہ "ظاہریہ" میں موجود ہے۔(۲)

(۴) حافظ محمد بن مخلد بن حفص دوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ان کی کنیت ابو عبداللہ اور عطا کی نسبت سے شہرت ہے "دور" بغداد کے آخری سرے پر مشرقی جانب میں شہر کے بالائی مقام پر ایک محلہ تھا، اسی کی طرف منسوب ہیں۔

ولادت ۲۳۳ھ میں ہوئی اور وفات جمادی الاخریٰ ۳۳۱ھ میں پائی، فن حدیث کی تحصیل دورقی، زہیر بن بکار،

(۱) تذكرة الحفاظ:۳/ ۸۲۸

(۲) نصب الرايه:۱/ ٤٤

حسن بن عرفہ اور امام مسلم بن حجاج وغیرہ سے کی اور ان سے دارِقطنی، ابن عقدہ اور ابن المظفر جیسے اکابر حفاظ نے اس فن کو حاصل کیا، حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحافظ" میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:

"الامام المفید الثقۃ والصلاح والاجتہاد بالطلب"۔ (۱)

یہ ثقاہت میں نیکی میں اور طلب حدیث کے لیے جدوجہد کرنے میں مشہور ہیں۔

ایک بار محدث دارقطنی سے ان کے بارے میں سوال ہوا تو فرمانے لگے: "ثقۃ مامون".

(۵) حافظ اشنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: قاضی ابوالحسین عمر بن الحسن بن علی بن مالک شیبانی، بغدادی، اشنانی، آپ کی ولادت ۲۵۹ھ میں اور وفات ۳۳۹ھ میں ہوئی، آپ نے اپنے والد حسن بن علی، محمد بن عیسیٰ المدائنی، موسیٰ بن سہل الوشا، ابوبکر الدنیا محمد بن شداد مسمعی سے علوم حاصل کیے۔

ابن عقدہ، ابن المظفر، معافی الہروانی، دارِقطنی، ابوالحسن بن بشر، ابوالحسن بن مخلد نے آپ سے علمی تشنگی بجھائی، ملک شام میں متعدّد مقامات پر منصب قضاء پر فائز رہے اور جوانی ہی سے حدیث بیان کرنا شروع کیا۔ (۲)

(۶) حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ابواحمد عبداللہ بن عدی، جرجانی المعروف بابن القطان صاحب "کتاب الکامل فی الجرح والتعدیل" آپ کی ولادت ۲۷۷ھ میں اور وفات سنہ ۳۶۵ھ میں ہوئی۔ فن جرح وتعدیل میں ان کا بڑا شہرہ ہے، جدیث میں امام نسائی اور ابویعلی موصلی کے شاگرد ہیں، ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے "السہم المصیب فی کبد الخطیب" میں لکھا ہے کہ حافظ ابن عدی اپنی کتاب مسند ابی حنیفہ کے دیباچہ میں امام ممدوح کے مناقب بھی لکھے ہیں۔ (۳)

(۸) حافظ محمد بن المظفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ابوالحسن بغدادی ۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۰ھ میں حدیث کا سماع شروع کیا، جب کہ ان کی عمر چودہ سال کی تھی، طلب حدیث میں مصر، شام اور جزیرہ عرب وعراق کا سفر کیا، امام محمد بن جریر طبری بھی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں، دارِقطنی، ابن شاہین، ابونعیم اصفہانی وغیرہ بڑے اکابر محدثین نے ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا، حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا:

"الحافظ الامام الثقۃ محدث العراق..... جمع والف وعن ہذا الفن لم یتخلف۔

حافظ، امام، ثقہ اور محدث عراق انھوں نے حدیثیں جمع کیں، کتابیں تالیف کیں اور اس فن کے اصول سے تجاوز نہیں کیا۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ:۳/ ۸۲۸

(۲) شذرات الذہب:٤/ ۲۰۸

(۳) جامع المسانید:۲/ ۵۲۵

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”تعجيل المنفعه بزوائد الرجال الائمة“ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے جو مسندابی حنیفہ لکھی ہے، وہ حافظ ابوبکر بن المقری کی مسندابی حنیفہ کے برابر ہے، جس میں صرف امام ابوحنیفہ کی مرفوع احادیث درج ہیں اور وہ امام حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے، آپ کی وفات ۳۷۹ھ میں ہوئی۔ (۱)

(۸) حافظ طلحہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: حافظ طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد ابوالقاسم ۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۰ھ میں وفات ہوئی، مشہور محدث ہیں، علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

”كان مقدم العدول والثقات الاثبات۔“

حافظ تقی الدین سبکی نے ”شفاء السقام فی زيادة خير الانام“ میں ان کی مسند سے ایک حدیث کو نقل کرتے ہوئے ان کو شاہد اور عدل جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے، محدث خوارزمی نے اُن کی مسند کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حروف معجم پر مرتب ہے۔ (۲)

(۹) حافظ ابن المقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی الخازن المشہور بابن المقری الاصفہانی، مشہور مصنف اور اکابر حفاظ میں سے ہیں، فن حدیث میں امام طحاوی کے شاگرد ہیں، حافظ ذہبی نے ”تذكرة الحفاظ“ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:

”ابن المقرى محدث اصبهان الامام الرجال الحافظ الثقة۔“

ابوالنعیم اصفہانی نے اُن کے بارے میں یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

”محدث كبير.... صاحب مسانيد يسمع مالايحصى كثرة۔“

بڑے محدث ہیں اور مسند حدیثوں کے عالم ہیں اور اتنی کثرت سے حدیث کا سماع کیا ہے، جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ خود ابن المقری کا بیان ہے کہ میں نے چار مرتبہ طلب حدیث میں مشرق ومغرب کا سفر کیا ہے، حافظ ذہبی نے ”تذكرة الحفاظ“ میں ان کے متعلق لکھا ہے:

”وقت صنف مسندابى حنيفة۔“

انھوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند احادیث تصنیف کی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”تعجيل المنفعه“ کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ ان کی تصنیف سے حارثی کی تصنیف چھوٹی ہے اور صرف مرفوع روایات پر مشتمل ہے۔ (۳)

---

(۱) تذكرة الحفاظ:۳/ ۹۸۰

(۲) لسان الميزان:۳/ ۲۱۲

(۳) سيراعلام النبلاء:۱۶/ ۳۹۸

(۱۰) حافظ دارِ قطنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: محدث ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہری بغدادی شافعی، بغداد میں دارِ قطن محلہ کے رہنے والے تھے، ولادت ۳۰۶ھ میں ہوئی اور وفات ۳۸۵ھ میں، آپ نے خلقِ کثیر سے سماع کیا، علم حدیث کی تحصیل کے لیے شام اور مصر کا سفر کیا، امام شمس الدین بن احمد بن عثمان ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وكان بحور العلم ومن ائمة الدنيا انتهىٰ اليه الحفظ ومعرفة علل الحديث ورجاله۔" (۱)

آپ علم کے سمندر اور بڑے مشہور امام تھے، حدیث شریف کے حفظ، علل حدیث سے واقفیت اور رجال حدیث کی معرفت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، دارِ قطنی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو مسند لکھی ہے اس کا نسخہ خطیب بغدادی کے پاس موجود تھا۔

(۱۱) حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ابوحفص عمر بن احمد عثمان بغدادی مشہور واعظ ہیں، ان کو ابن شاہین سے لوگ جانتے تھے، ولادت ۲۹۷ھ میں اور وفات ۳۸۵ھ میں ہوئی، صاحب تصانیف تھے، خود ان کا بیان ہے کہ میں نے تین سوتیس کتابیں لکھی ہیں، حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے:

"ابن شاهين الحافظ المفيد المكثر محدث العراق صاحب التصانيف۔"

انہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو مسند لکھی ہے، اس کا ذکر محدث کوثری نے "تانيب الخطيب" میں کیا ہے اور محدث خطیب بغدادی کے پاس اس کا نسخہ موجود تھا۔ (۲)

(۱۲) احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق مہرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: صوفی، شافعی، ولادت سنہ ۳۳۶ھ میں اور وفات ماہ محرم سنہ ۴۳۰ھ میں ہوئی، مشہور مصنف اور محدث ہیں، صغر سنی ہی میں مشائخ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت مل چکی تھی، حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

"تهيا له من لقى الكبار مالم يقع لحافظ۔"

بڑے بڑے لوگوں سے جس قدر ان کو ملاقات میسر ہوئی، کسی حافظ حدیث کو نہ ہوسکی۔

ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے:

"ابونعيم الحافظ الكبير۔"

محدث العصر، مولانا ابوالوفا افغانی اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں کہ ابونعیم نے چھوٹی سی مسند ابی حنیفہ لکھی؛ مگر بہت عمدہ لکھی، بڑی تحقیق کی، متابعات ذکر کیئے، تفرد کو بتایا، رواۃ کے اوہام کو بھی بتایا۔ (۳)

---

(۱) مقدمه سنن دارقطنى:۱/ ۷

(۲) تذكرة الحفاظ:۳/ ۹۸۷

(۳) جامع المسانيد:۲/ ۳۹۱

(۱۳) حافظ ابن القیسرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی المعروف بابن القیسرانی، ولادت ۴۴۸ھ میں ہوئی اور وفات ماہ ربیع الاوّل ۵۰۷ھ میں ہوئی، بہت بڑے حافظ حدیث گزرے ہیں، طلب حدیث میں اتنے پھرے کہ دو مرتبہ پیشاب سے خون آنے لگا، یہ برہنہ پا بغیر سواری کے سفر کرنے کا نتیجہ تھا، حافظ ذہبیؒ نے آپ کے حالات کو تفصیل سے قلمبند کیا ہے، جو ان لفظوں سے شروع ہوتے ہیں:

"كان ثقة حافظاً عالماً بالصحيح والسقيم حسن المعرفة بالرجال والمتون كثير التصانيف۔"

ثقہ تھے، حافظ حدیث، صحیح وغیر صحیح کے عالم تھے، رجال ومتون حدیث کی بڑی معرفت تھی، کثیر التصانیف تھے۔

انھوں نے "اطراف حديث ابی حنيفة" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس کتاب کا ذکر ان کی مشہور تصنیف "الجمع بين رجال الصحيحين" کے آخر میں (جو ان کا مفصل تذکرہ چھپا ہے اس میں) موجود ہے، اطراف پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں، ان میں متن حدیث کے ابتدائی ٹکڑے کو مع سند بیان کرتے ہیں؛ اس لیے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختلف مسانید سے ان کی حدیثوں کے اطراف کو لے کر جمع کیا ہے۔(۱)

(۱۴) حافظ ابن خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نزیل بغداد متوفی ۵۲۲ھ بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں، فن حدیث میں حافظ ابن عساکر کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں "محدث مكثر" لکھا ہے اور حافظ ابن النجار نے "تاريخ بغداد" کے تکملہ میں اُن کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:

"ابوعبدالله السمسارالحنفى مفيد اهل بغداد فى وقته سمع الكثير وبالغ فى الطلب حتى يسمع من طبقه دون هؤلاء.... وكتب الكثير من الكتب لنفسه ولغيره وكان مفيداً للغرباء وجمع مسند ابى حنيفة"۔

انھوں نے طلبِ حدیث میں بڑی کوشش کی؛ حتی کہ ان شیوخ سے جو نیچے کے طبقے کے تھے ان سے بھی حدیثیں سنیں اور بہت سی کتابیں اپنے لیے اور دوسروں کے لیے لکھیں، باہر سے آنے والوں کو افادۂ علمی فرماتے اور انھوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند بھی تالیف کی ہے۔(۲)

(۱۵) مسند الدنیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد انصاری حلبی البزار المعروف بقاضی المرستان،

---

(۱) سیراعلام النبلاء:۱۹/ ۳۶۱

(۲) جامع المسانید:۲/ ۴۳٤

ولادت سنہ ۴۴۴ھ میں اور وفات ماہ رجب ۵۳۵ھ میں ہوئی، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحافظ میں شیخ الاسلام ابوالقاسم اسماعیل اصفہانی کے تذکرہ ۵۳۵ھ کی وفیات کے ذیل میں اُن کا ذکر کیا ہے "طبقات الحنابلہ" میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے، یہ مشہور محدث تھے، ترانوے سال کی عمر تک ان کے حواس میں ذرا تغیر نہیں ہوا تھا، سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا، بہت سے علوم کے جامع تھے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لسان المیزان میں حافظ ابن خسرو کے تذکرہ میں اس امر کے ماننے سے انکار کیا ہے کہ قاضی صاحب نے امام ابو حنیفہؒ کی کوئی مسند تالیف کی؛ حالانکہ خود ان کے نامور شاگرد حافظ شمس الدین سخاوی قاضی صاحب موصوف سے ان کی مسند کو درج ذیل سند سے روایت کرتے ہیں:

"عن التدمری عن المیدومی عن النجیب عن ابن الجوزی عن جامع المسند قاضی المرستان"۔ [(۱)]

محدث خوارزمی نے بھی جامع المسانید میں اس کتاب کی متعدّد سندیں اپنے سے لے کر قاضی مرستان تک ذکر کی ہے۔

(۱۶) حافظ ابنِ عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ثقۃ فی الدین ابوالقاسم علی ابن الحسن بن ہبۃ اللہ دمشقی شافعی، نہایت مشہور مصنف اور نامور محدث ہیں، آپ کی ولادت ۴۹۹ھ میں اور وفات سنہ ۵۷۱ھ میں ہوئی، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اُن کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:

"ابن عساکر الامام الحافظ الکبیر محدث الشام فخرالائمۃ صاحب التصانیف والکتب"۔

تیرہ سو شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، جن میں اسی سے زیادہ محدثہ خواتین بھی داخل ہیں، حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ نہایت بسط کے ساتھ کیا ہے، حافظ ابن عساکر نے امام ابو حنیفہ کی جو مسند تالیف کی ہے، اس کا ذکر محدث کوثری اور ڈاکٹر کرد علی نے بھی کیا ہے۔ [(۲)]

(۱۷) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمان بن محمد السخاوی نے بھی مسند جمع کیا ہے، آپ علم تفسیر، حدیث اور ادب کے ماہر تھے، قاہرہ میں سنہ ۸۱۲ھ میں ولادت ہوئی اور مدینہ منورہ میں سنہ ۹۰۲ھ میں وفات ہوئی۔ [(۳)]

(۱۸) محدث عیسیٰ جعفری مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: آپ کی ولادت ۱۰۲۰ھ اور وفات ۱۰۸۰ھ میں ہوئی، آپ کا نسب اس طرح ہے، عیسیٰ بن محمد بن احمد، اور جعفر بن ابی طالب کی طرف نسبت کی وجہ سے جعفری کہلاتے

(۱) سیراعلام النبلاء:۲۰/ ۲۳

(۲) الاعلام:٤/ ۲۷۳

(۳) علوم الحدیث:۳۹۰

ہیں، اپنے زمانہ کے اکابر فقہاے مالکیہ میں سے تھے، تحصیلِ علم کے لیے بہت زیادہ اسفار کیے، محدثین متاخرین میں سے ہیں۔

(۱۹) ابی اسماعیل انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: حافظ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری حنفی نے بھی مسند جمع کیا ہے، ان کی وفات ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ (علوم الحدیث: ۳۹۰)

(۲۰) مسند ابی علی البکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: جامعین کے سلسلہ میں اختصار کے ساتھ جو ذکر کیا گیا ہے، اس سے واضح ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مسانید کو جمع کرنے والے سب کے سب حفاظ حدیث ہیں اور ان کا زمانہ امام اعظم کے تلامذہ کے عہد سے لے کر گیارہویں صدی تک پھیلا ہوا ہے، یہ سارے کے سارے احناف ہی نہیں؛ بلکہ بعض شوافع اور بعض حنابلہ ومالکیہ میں سے ہیں اور ان میں سے متعدّد محدثین صف اوّل کی شخصیات میں سے ہیں، مثلاً ابن عدی، ابو نعیم، دارِقطنی، ابنِ عساکر، سخاوی، ابن شاہین۔ (۱)

اگرچہ "کتاب الآثار" کی مرفوع روایات کے وہ مجموعے بھی "مسندامام اعظم" کے عنوان سے ذکر کیے جاتے ہیں، جن کو امام ابو یوسف، امام محمد وامام زفر وغیرہ نے "کتاب الآثار" سے الگ کر کے مرتب کیا تھا اور وہ سب کے سب "جامع المسانید" میں شامل ہیں؛ مگر اصلاً یہ عنوان امام اعظم کی ان مرویات کے مجموعوں کے لیے تجویز کیا گیا، جن کو واسطہ در واسطہ سننے والوں نے خود مرتب کیا ہے، یہ مجموعے تعداد میں کتنے ہیں؟ اس سلسلہ میں سترہ کا عدد معروف ہے، جن میں سے پندرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ "جامع المسانید" میں شامل ہیں۔

معروف مسانید:

امام اعظم کی مذکورہ مسانید میں بقول شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دو مسانید زیادہ معروف ہیں، ایک "مسند حارثی" دوسرے "مسندابن خسرو" چنانچہ حسینی اور ابن حجر نے اُن کے ہی رجال کے تراجم کو ذکر کیا ہے۔ (۲)

جامع المسانید:

درج بالا سطور میں مشاہیر ائمہ محدثین کا ذکر تھا، جن میں سے ہر ایک نے امام ابو حنیفہ کی احادیث کو مستقل تصانیف میں اپنی اسانید کے ساتھ جمع کیا ہے، بعد میں قاضی القضاۃ محدث ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۶۵۵ھ نے "جامع المسانید الامام اعظم" میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پندرہ مسانید کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے؛ چنانچہ وہ جامع المسانید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) علوم الحدیث:۳۹۲

(۲) حیات امام ابوحنیفہ:۲۷۱

"میں شام کے بعض جاہلوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی مسند نہیں اور وہ میں نے چاہا کہ امام ممدوح کی ان پندرہ مسانید کو جنھیں نامور علماے محدثین نے مرتب کیا ہے، یکجا جمع کردوں۔

چنانچہ ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی حنفی نے تمام مسانید کو یکجا کر کے جامع المسانید سے موسوم کیا ہے، جودو جلدوں میں اور چالیس ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں امام اعظم کے مناقب، دوسرے باب میں اپنی مسانید کو ذکر کرنے کے بعد تیرے باب میں مرویات کا سلسلہ شروع کیا ہے، ابواب کی ترتیب فقہ کے مطابق ہے؛ البتہ پہلا باب ایمان سے متعلق ہے اور آخری باب میں کتاب کے رجال کے احوال ذکر کیے گئے ہیں۔[1]

مختصرات:

(۱)متعدّد محدثین نے "مسانید امام اعظم" کا اختصار کیا ہے، جس کا نام ہے "اختیار اعتماد المسانید فی اختصار اسماء الرجال الاسانید".

(۲)حافظ ابوبکر جعفر عمر بن احمد بن شجاع حلبی شافعی متوفی ۹۳۶ھ نے بھی اختصار کیا ہے، جس کا نام ہے:"لفظ المرجان فی مسند النعمان".

(۳)جمال الدین محمد بن احمد قونوی دمشقی حنفی نے بھی اختصار کیا ہے جس کا نام:"المعتمد فی مختصر المسند" ہے۔

(۴)ابوالبقا احمد بن ابی ضیا محمد قریشی مکی نے بھی اختصار کیا ہے، جس کا نام"المستند فی مختصر المسانید" ہے۔

(۵)محمد بن عباد خلاطی م ۶۵۹ھ نے بھی اختصار کیا ہے، جس کا نام "مقصد المسند" ہے۔

(۶)ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم حنفی نے بھی اختصار کیا ہے، جس کا نام ہے "مختصر المسند".

(۷)محمد بن محمد بن عبدالرزاق بلگرامی متوفی ۱۲۰۵ھ نے بھی خاص انداز میں جامع المسانید کا اختصار کیا ہے، جس کا نام "عقود الجواهر المنيفه فی ادلة الامام ابی حنیفه" ہے۔[2]

ترتیب وتبویب:

مسند کے متعلق معروف ہے کہ مسند کی ترتیب حضرات صحابہ کے اسما کے اعتبار سے ہوتی ہے ابواب فقہیہ کے مطابق نہیں، اس کی وجہ سے کسی موضوع ومسئلہ سے متعلق کسی روایت کی تلاش میں زحمت ہوتی ہے، اس لیے

---

(۱) کشف الظنون:۲/ ۱۶۸۰

(۲) کشف الظنون:۲/ ۱۶۸۱

متعدّد حضرات نے مسانید کو ابواب فقہیہ کے مطابق جمع کیا ہے؛ جیسا کہ علامہ زبیدی نے اپنے مختصر کو اسی انداز پر مرتب کیا ہے، شیخ محمد بن عابد سندھی حنفی متوفی ۱۲۵۷ھ نے حصکفی کے مختصر کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا ہے اور حافظ قاسم بن قطلوبغا نے مسند حارثی اور مسند ابن مقری کو مبوب و مرتب کیا ہے۔[۱]

شروحات جامع المسانید:

شیخ قاسم بن قطلوبغا متوفی سنہ ۸۷۹ھ نے جامع المسانید کی دو جلدوں میں شرح کی ہے، نیز امام سیوطی نے بھی شرح لکھی ہے، جس کا نام "التعليقة المنيفة فى شرح مسندابى حنيفة" رکھا، علامہ زبیدی نے بھی اپنے مختصر کی شرح کی ہے، ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے مسند حصکفی کی شرح کی ہے، جس کا نام "مسندالانام فى شرح مسندالامام" ہے، جمال الدین محمود بن احمد قونوی نے بھی خود اپنے مختصر کی شرح کی ہے، شیخ عابد سندھی نے مسند حصکفی کی ترتیب کے بعد اس کی نہایت ضخیم مفید شرح لکھی ہے۔

اس ساری تفصیل کے بعد آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ چند جہلائے زمانہ کی طرف سے امام اعظم کے خلاف جو باطل و کاذب وسوسہ پھیلایا جاتا ہے یہ وسوسہ صرف جُہلا وسُفہا کی مجلس میں کارگر ہوتا ہے ارباب علم واصحاب فکر ونظر کی نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں متقدمین میں تصنیف کے لیے آج کل کا مروجہ طریقہ نہیں تھا؛ بلکہ ان کی تصانیف املا کی صورت میں ہوتی تھیں، جن کو ان کے لائق اور قابل تلامذہ تعلیم وتدریس کے وقت تحریر فرماتے تھے اور پھر وہ تصانیف ان ہی شیوخ کی طرف منسوب کی جاتی تھیں؛ اسی طرح امام اعظم کے درس حدیث کے وقت بیان کردہ احادیث کو آپ کے تلامذہ نے قلم بند کیا اور سب کو یکجا کر کے کتابی شکل دے کر امام اعظم کی طرف منسوب کر دیا۔

چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف جو مسانید منسوب ہیں، یہ آپ کی باضابطہ تالیف نہیں؛ بلکہ آپ کے لائق تلامذہ کی جمع کردہ ہیں؛ البتہ روایات سب آپ کی ہیں۔

-----------☆---☆---☆---------

نوٹ: مضمون کے اکثر مندرجات انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹس سے لیے گئے ہیں۔ (مہتاب پیامی)

(۱) مقدمہ مسندامام اعظم مترجم:۹

ملفوظاتِ امامِ اعظم ابو حنیفہ

مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی، کھردہ بڑی مسجد، کولکاتا

بزرگوں اور اکابرین کے ملفوظات وارشادات اور اقوال وفرمودات اپنے عہد کے ترجمان اور اپنے عصر کے عکاس ہوتے ہیں، ان سے بزرگانِ دین کی طرزِ زندگی سے واقفیت ہوتی ہے، افکار وخیالات کی تربیت کا سامان فراہم ہوتا ہے، شریعت کے احکام وآداب سے شناسائی ہوتی ہے، طریقت کے رموز ونکات کے دَر وَا ہوتے ہیں۔ ان کے ملفوظات کے ایک ایک جملے میں ایسی ایسی تعلیم ہوتی ہے جو زندگی کے لیے کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے۔ امام الائمہ، سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ اقدس بھی ان پاکیزہ نفوسِ قدسیہ میں سے ایک ہیں جن کے ارشادات و فرمودات اور اقوال وملفوظات درج بالا اوصاف سے متّصف ہوتے تھے۔ ظاہر ہے جو کلام اتنی اہمیت رکھے اس سے واقفیت ایک اہم اور ضروری امر ہے اور اس سے پہلوتہی کسی قدر مناسب نہیں، اس لیے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات وارشادات میں سے چند ذیل میں سپردِ قلم کرنے کی سعی کی جارہی ہے تاکہ ان کو عملی جامہ پہنا کر اپنی دنیا وآخرت کو سنوارا جاسکے۔

(۱)- نامراد لوگ:

روی زفر بن الھذیل أن الامام رحمہ اللہ تعالیٰ قال: "من لم یمنعہ العلم عن محارم اللہ تعالیٰ، و لم یحجزہ عن معاصی اللہ تعالیٰ، فھو من الخاسرین."

امام زفر بن ہذیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو اس کے علم نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے نہ روکا اور نہ اس کی نافرمانی سے بچایا تو وہ نامراد لوگوں سے ہے۔

(۲)- ولی اللہ کون؟

روی الالفضیل بن دکین عنہ أنہ قال: "ان لم یکن اولیاء اللہ فی الدنیا و الآخرۃ الفقھاء و العلماء فلیس للہ ولی."

حضرت فضیل بن دکین علیہ الرحمہ امام اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر دنیا وآخرت میں علما وفقہا، اولیاء اللہ نہیں تو کوئی اللہ کا ولی نہیں۔

(۳)- غزوہ کی فضیلت:

روى ابراهيم بن سويد عنه أنه قال :" غزوة بعد حجة الاسلام أفضل من خمسين حجة ."

حج فرض کے بعد ایک غزوے میں شامل ہونا پچاس حج سے افضل ہے۔

(۴)- بقیہ زندگی ذلت میں:

روى ابن المبارك عنه أنه قال : "من طلب الرياسة فى غير حينه لم يزل فى ذل ما بقى."

حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص قبل از وقت سرداری چاہتا ہے تو اس کی بقیہ زندگی ذلت میں ہی رہے گی۔

(۵)-علم کس چیز کے لیے :

ابو شهاب عنه قال : "من تعلم العلم للدنيا حرم بركته و لم ينتفع به كثير واحد ، و من تعلمه للدين بورك فى علمه و رسخ فى قلبه ، و انتفع المقتبسون بعلمه."

حضرت ابو شہاب رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو حصول دنیا کے لیے علم سیکھتا ہے وہ برکتِ علم سے محروم ہوتا ہے اور مخلوق خدا کو اس سے فائدہ نہیں ہوتا اور جو حصول دین کے لیے علم سیکھتا ہے اس کے علم میں برکت، دل میں رسوخ دیا جاتا اور علم حاصل کرنے والے اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

(۶)- سب سے عظیم طاعت و نافرمانی کیا ہے؟

محمد الليثى عنه قال :" أعظم الطاعات الإيمان بالله تعالىٰ ، وأعظم المعاصى الكفر بالله ، فمن اطاع الله تعالىٰ فى اعظم الطاعات و انتهىٰ عن اعظم المعاصى ، رجونا له الغفران فيما يأتى بعد ذٰلك."

حضرت محمد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سب سے عظیم طاعت اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا ہے اور سب سے عظیم معصیت اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا ہے۔ لہٰذا جس نے اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم طاعت کی اور سب سے بڑی معصیت سے باز رہا تو میں باقی چیزوں میں اس کے لیے بخشش کی امید کرتا ہوں۔

(۷)- فقہ کے بغیر حدیث کا طالب کی مثال:

رجاء الهروي عنه قال :" مثل من يطلب الحديث و لايتفقه ،مثل الصيدلانى يجمع الأدوية و لا يدري لأى داء هي حتىٰ يجئ الطبيب ، هٰكذا طالب الحديث و لايعرف وجه حديثه حتىٰ يجئ الفقيه."

حضرت رجاء ہروی علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فقہ کے بغیر حدیث طلب کرنے والے کی مثال اس دوا فروش کی سی ہے جو دوا تو جمع کرلے لیکن جب تک وہ طبیب کے پاس نہ آئے نہیں جانتا کہ وہ دوا کس بیماری کے

لیے ہے۔ اسی طرح حدیث کا طالب کہ حدیث کی صورت واضح نہیں ہوتی جب تک فقیہ کے پاس نہ آئے۔

(۸)- اکابر کا ادب:

ذکر ابو یوسف للامام رحمه الله تعالىٰ علقمة و الأسود أيهما أفضل ؟ فقال :" والله ماقدري أن أذكر هما الا بالدعاء و الاستغفار اجلالاً لهما ؛ فكيف أفضل بينهما ."

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کیا کہ حضرتِ علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کون افضل ہیں ؟ آپ نے فرمایا: بخدا ! میں تو اس لائق بھی نہیں کہ دعا و استغفار کے علاوہ ان کا ذکر کروں تو میں ان کے مابین ترجیح کیسے دے سکتا ہوں۔

(۹)- فتویٰ پر پرشش:

روى ابو يوسف عنه قال :" من تكلم فى شئ من العلم و هو يظن أن الله لايسأل عنه : فكيف أفتىٰ فى دين الله ؟ فقد سهلت عليه نفسه و دينه."

امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو کوئی علمی گفتگو کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں کرے گا تو وہ کیوں کر اللہ کے دین میں فتویٰ دے سکے گا ؟ کیوں کہ اس کا دین اور اس کی جان اس کے نزدیک معمولی ہو گئے (یعنی یہ دونوں ہلاکت میں پڑ گئے)۔

(۱۰)- سلامتی کی زندگی ندامت کی زندگی سے بہتر :

محمد الوبرى عنه قال :" قال له عيسىٰ بن موسىٰ : لِمَ لاتغشانا يا أبا حنيفة فيمن يغشانا ؟ فقال له رحمه الله :لأنك اذا قربتنى فتنتنى ، و اذا أقصيتنى أخزنتنى ، و ليس عند ك ما أرجو ك له ، و ليس عندى ما أخافك عليه ، و انما يغشاك من يغشاك ليستغنى بك عمن سواك و أنا غنى بمن أغناك ، فلِمَ اغشاك فيمن يغشاك ؟ ثم أنشأ يقول :

كسرة خبز و قعب ماء و سحق ثوب مع السلامة
خير من العيش فى نعم يكون من بعدها ندامة

حضرت محمد وبری امام اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عیسیٰ بن موسیٰ نے مجھ سے کہا : آپ ہمارے دربار میں کیوں تشریف نہیں لاتے ؟ آپ نے فرمایا: جب میں آپ کے قریب ہو جاؤں گا تو (بڑے) فتنے میں پڑ جاؤں گا اور جب مجھے آپ سے دوری ہوگی تو میں غمزدہ اور معذور ہو جاؤں گا۔ مجھے آپ کے دربار میں کوئی کام نہیں جس کی تکمیل کی امید میں لے کر آؤں اور نہ میرے پاس آپ کی کوئی چیز ہے جس کا مجھے ڈر ہو، آپ کے پاس تو وہ لوگ آئیں گے جنھیں آپ کے سوا کوئی نہیں ملتا اور مجھے آپ کی دولت کی کوئی ضرورت نہیں لہذا میں آپ کے پاس کیوں کر آؤں ؟

روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک پیالہ اور پھٹا پرانا کپڑا ہو تو انسان سلامتی میں رہتا ہے۔ عیش کی زندگی میں نعمتیں جتنی بڑھتی جائیں گی اس میں ندامت زیادہ ہوتی جائے گی۔

(۱۱)- ہر جواب کے متعلق سوال :

يزيد بن الكميت قال :" ناظر رجل ابا حنيفة و قال له : اتق الله ، فانقبض و اصفر لونه و طأطأ رأسه ، ثم قال: يا أخي! جزاك الله خيراً ، فما أحوج الناس الىٰ من يذكر هم الله وقت اعجابهم بما يظهر علىٰ ألسنتهم من العلم حتىٰ يريدوا الله باعمالهم ، اعلم أني مانطقت بالعلم الا و انا اعلم أن الله عزّ و جلّ يسألني عن الجواب ،لقد حرصت علىٰ طلب السلامة."

یزید بن کمیت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر کہا: آپ اللہ سے ڈریں، تو آپ کا چہرہ زرد پڑ گیا اور آپ نے اپنا سر جھکا لیا پھر فرمایا: اے بھائی! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔ بلا شبہ انسان کو اس وقت اللہ عزوجل کی یاد دلانے والے کی سخت ضرورت ہوتی ہے جس وقت اسے اپنی زبان پر جاری علم بھائے (ایسا اس لیے) تاکہ ان کے اعمال صرف اللہ کے لیے ہوں۔ یاد رکھنا! میں نے کوئی مسئلہ نہیں کہا مگر اس یقین کے ساتھ کہ اللہ عزوجل مجھ سے اس جواب کے متعلق سوال فرمائے گا۔ بلا شبہ میں سلامتی کا حریص ہوں۔

(۱۲)- دنیا کی مشقتوں کی پروانہیں :

حسن بن زياد عنه قال:" من كرمت عليه نفسه ، هانت عليه الدنيا و كل شدة فيها ، و قال : من أراد أن ينجو من عذاب الآخرة فلا يبال من عذاب الدنيا."[۱]

حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس کا نفس اس پر محترم ہو گیا تو اس پر دنیا اور اس کی تکلیفیں آسان ہو گئیں۔ نیز فرمایا: جو اخروی عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو وہ دنیوی مشقتوں کی پرواہ نہ کرے۔

(۱۳)- اللہ مفتی بنائے :

ابو نعيم الفضل بن دكين قال : قال ابو حنيفة : " من ابغضني جعله الله مفتياً "۔
(عقود الجمان)

حضرت ابو نعیم فضل بن دکین نے فرمایا: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس نے مجھ سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے مفتی بنائے۔

(۱۴)- عقل کب مجتمع نہیں رہتی :

توبة قال : قال لى أبوحنيفة : "لا تسألني عن أمر الدين وأنا ماش ولا تسألني وأنا أحدث الناس ولا تسألني وأنا قائم ولا تسألني وأنا متكىء فإن هذه أماكن لا يجتمع فيها عقل الرجل." (اخبار ابی حنیفہ میں بھی ٤٤)

حضرت توبہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: جب میں راہ چلوں یا لوگوں سے بات کروں یا کھڑا رہوں، لیٹا رہوں تو مجھ سے دینی بات مت پوچھ اس لیے کہ ان مواقع میں مرد اور خیالات کی عقل مجتمع نہیں رہتی۔

(۱۵)- علم کا مقصد:

عن سهل بن مزاحم قال : سمعت يقول ابا حنيفة لأصحابه : "ان لم تريدوا بهٰذا العلم الخير لم توفقوا."

حضرت سہل بن مزاحم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے شاگردوں کو فرماتے سنا: اگر تم اس علم سے بھلائی نہیں چاہوگے تو تمھیں توفیق نہیں دی جائے گی۔

(۱۶)- اندازے سے بات کہنا :

عنه قال : سمعت أبا حنيفه يقول : "عجبت لقوم يقولون بالظن ، و يعلمون بالظن ، والله تعالىٰ لم يرض لنبيه ﷺ ذالك."

حضرت سہل فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا: مجھے ایسے لوگوں پر تعجب ہے جو (دین کے معاملے میں) اندازے سے کہتے اور بتاتے ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے بھی اسے پسند نہیں فرمایا۔

(۱۷)- علم عبادت کی اصل :

قال ابو حنيفة لإبراهيم بن ادهم :" انك رزقت من العبادة شيئاً صالحاً ، فليكن العلم من بالك ، فانه رأس العبادة و به قوام الامور."

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: آپ کو عبادت کا نیک حصہ عطا کیا گیا تو آپ اپنی عنان توجہ علم کی طرف بھی مبذول رکھیے اس لیے کہ علم عبادت کی اصل ہے اور اسی سے (دینی و دنیوی) معاملات کی درستگی ہے۔

(۱۸)- کھانا اور عقل:

عن بعض أصحاب ابى حنيفة قال : سمعت اباحنيفة يقول :" اذا أردت حاجة من حاجات الدنيا ، فلا تأكل حتىٰ تقضيها ، فان الأكل يغير العقل."

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض شاگردوں نے فرمایا کہ میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا: جب تم کسی دنیاوی حاجت کا ارادہ کرو تو جب تک اسے پورا نہ کر لو کھانا نہ کھاؤ۔ کیوں کہ کھانا عقل کو بدل دیتا ہے۔

(۱۹)- گناہ اور مال جمع مت کر :

عن بعض أصحاب الامام أبي حنيفة، انه قال : "لاتجمع الذنوب لحبيبك و الأموال لبغيضك ، فحبيبك النفس و البغيض الوارث ."

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض شاگردوں سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اپنے محبوب کے لیے گناہ اور اپنے مبغوض کے لیے مال و دولت جمع مت کرو۔ تمھارا محبوب تمھاری جان اور تمھارا مبغوض تمھارے وارث ہیں۔

(۲۰)- غیبت سے احتراز اور معافی اور رحم کی دعا:

حضرت بکر بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بسا اوقات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہتا کہ فلاں ایسا ایسا ہے تو جب وہ زیادہ ہو جاتا قال: دع ماأنت فيه ، ماتقول فى كذا و كذا ؟ فيقطع عليه كلامه ، و يقول : اياكم و نقل ما لايحبه الناس .أى من حديث الناس . عفا الله عمن قال فينا مكروها ، رحم الله من قال فينا جميلاً ، تفقهوا فى الدين ، و ذروا الناس.

آپ فرماتے: جس میں تم مشغول ہو اس سے باز رہ، کیا تم فلاں فلاں کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ تو اسی پر کلام ختم کر دیا جاتا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: لوگوں کی غیر پسندیدہ باتوں کو نقل کرنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف فرمائے جس نے میرے بارے میں ناپسندیدہ بات کہی اور اس پر رحم فرمائے جس نے میرے متعلق اچھی بات کہی (لوگوں کی باتیں نقل کرنے کی بجائے) دین میں سمجھ حاصل کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو۔

(۲۱)- کسے علم و ادب سے محبت نہیں:

عن مساور الوراق قال: قال أبو حنيفة : لاتحدث بفقهك من لايشتهيه ، فيؤذى جليسك ، و من قطع عليك حديثك فلاتغد ه ؟ فانه قليل المحبة فى العلم و الأدب.

حضرت مساور الوراق نے فرمایا: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تو اپنی فقہ اس شخص کے سامنے بیان مت کر جسے اس (کے سننے) کی خواہش نہ ہو کہ وہ تیرے جلیس کو تکلیف دے گا اور جو تیری بات کاٹ دے اس کی طرف توجہ مت دے اس لیے کہ ایسا شخص علم و ادب سے محبت نہیں رکھتا۔

(۲۲)- عورت کی جگہ پر کب بیٹھے؟

عن ابن المبارك عن أبي حنيفة قال :" اذا قامت المرأة من موضعها ، فلا تجلس فيه حتىٰ يبرد." [۲]

حضرت عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب عورت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو تو جب تک وہ جگہ ٹھنڈی نہ ہو جائے وہاں مت بیٹھ۔

(۲۳)- اللہ کا خوف:

عن ابى يوسف قال سمعت أبا حنيفة يقول:" لولا الفرق من الله ان يضيع العلم ما أفتيت احدا يكون لهم المهنأ وعلي الوزر." [۳]

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا: اگر اللہ تعالیٰ سے خوف نہ ہوتا کہ علم ضائع ہو جائے تو میں کسی کو فتویٰ نہ دیتا کہ راحت وآرام ان کو ہو اور گناہ مجھ پر۔

(۲۴)- بھلائی کی بات کیا؟

ابو نعیم قال سمعت ابا یوسف یقول:" سئل أبوحنيفة بعد صلاة الصبح عن مسائل فأجاب عن مسائل فاجاب فيها فقيل له أليس كانوا يكرهون الكلام فى مثل هذا الوقت إلا بخير فقال أبو حنيفة وأى خير أكبر من أن تقول هذا حلال وهذا حرام تنزه الله وتحذر الخلق من معاصيه إن الجراب إذا فرغ من الزاد جاع صاحبه."[۴]

حضرت ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نے امام ابو یوسف کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز فجر کے بعد چند مسائل (دینیہ) پوچھے گئے تو آپ نے ان کے جواب عنایت فرمائے پھر ان سے کہا گیا: کیا علماے کرام اس جیسے وقت میں بھلائی کے سوا دیگر کلام کو ناپسند نہیں کرتے۔ حضرت امام اعظم نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر بھلائی کی بات اور کیا ہے کہ تو بتائے یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تو اللہ کی پاکی بیان کر اور مخلوقِ خدا کو اس کی نافرمانی سے بچا۔ بے شک جب تھیلی توشہ سے خالی ہو جاتی ہے تو اس کا مالک بھوکا رہ جاتا ہے۔

مصادر ومراجع

[۱] ملفوظات ۱ تا ۱۱ ،منتخب از مناقب الامام الاعظم ، ج : ۲ ، ص : ۸۰ . ۹۸ بحواله امام الائمة الفقها ، ص : ۳۷۱ . ۳۷٤

[۲] ملفوظات ۱۳ تا ۲۲ ، منتخب از عقود الجمان فى مناقب الامام ابى حنيفة النعمان ، ص : ۸۰ . ۸٦

[۳] اخبار ابی حنیفه ، ٤٥، المكتبة الشامله

[٤] مصدرِ سابق ، ٤٦

---☆---☆---

ارشادات امام اعظم

قرآن وحدیث اوراپنے کردار کے آئینے میں

مولاناعطاء النبی حسینی مصباحی، کھردہ بڑی مسجد، کولکاتا

جوشخصیت جس قدر فضل وکمال، علم وہنر، فکرونظر، شرف وبزرگی اور کردار وعمل کی حامل ہوتی ہے اس کے اقوال وفرمودات اور ارشادات وملفوظات اسی قدر افضل واہم اور معتبر ومستند ہوتے ہیں۔ ایسی ہی ایک عظیم المرتبت اور فقید المثال ہستی، سراج الامہ، امام الائمہ، امام المجتہدین حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھی جن کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے اقوال، گوہر آبدار، ہدایات، درنایاب، ارشادات، سبق آموز اور ملفوظات نصیحت آمیز ہوتے۔ آپ کے ارشادات وملفوظات میں قرآن کریم اور احادیث کریمہ کے احکام اور اسباق کی شعائیں پھوٹتیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب وتحریص بھی ہوتی۔ آپ کی زبان مبارک سے جو بھی ارشادات وملفوظات کے جوہر بکھرے، آپ خود بھی اس کی عملی تصویر تھے۔ یہ ارشادات ایسے قیمتی ہیں کہ نہ صرف آپ کے دور تک ہی اس کی اہمیت تھی بلکہ آج بھی ان کی اہمیت مسلم ہے کہ ہم ان پر عمل پیرا ہوکر اپنی دنیا وآخرت کو سنوار سکتے ہیں اور دارین کی بھلائیوں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوسکتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہیں سبق آموز اور نصیحت آمیز اقوال وارشادات اور فرمودات وملفوظات میں سے چند کو قرآن وحدیث اور خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار وعمل کے آئینے میں پیش کرنے کی حقیر سعی کی جارہی ہے تاکہ امت مسلمہ جہاں آپ کے اقوال وفرمودات سے واقف ہوں وہیں آپ کے ارشادات میں موجود قرآن وحدیث کی ضیابار کرنوں سے اپنے قلوب واذہان کو منور کریں ساتھ ہی اس سے بھی آشنا ہوں کہ آپ کی ذات مبارکہ اقوال واعمال، دونوں کا حسین سنگم تھی۔

ذکر الٰہی کی کثرت:

قرآن اور ذکر الٰہی: رات ودن، صبح وشام بلکہ ہر گھڑی، ہر وقت، ہر آن اور ہر لمحہ ذکر الٰہی سے اپنے زبان وقلب کو معمور رکھنا دنیا وآخرت میں اجر وثواب کا کام ہے اور نہ صرف اجر کا باعث ہے بلکہ ذکرِ الٰہی ایسی عبادت و

نعمت ہے جس سے دلوں کو چین و سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ قرآن کریم اس تعلق سے گویا ہے:

(۱) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸ [۱] ترجمہ: سن لو! اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا چین ہے۔

ذکرِ الٰہی دنیا و آخرت میں اطمینان اور اجر و ثواب کا سبب تو ہے ہی ساتھ ہی کامیابی کی ضمانت بھی ہے چناں چہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

(۲) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۴۵ [۲] ترجمہ: اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

حدیث اور ذکرِ الٰہی: احادیث مبارکہ میں بھی ذکر اللہ کی تاکید و تلقین اور ترغیب و تحریص مختلف پیرایہ بیان میں موجود ہے۔ ایک حدیث میں یوں ہے:

(۱) " عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِه" . [۳]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

ایک حدیث میں ذکر اللہ کرنے والے کی مثال بایں انداز مذکور ہے:

(۲) عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لاَ يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ.[۴]

ترجمہ: حضرتِ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کا ذکر کرے اور جو اللہ کا ذکر نہ کرے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

ذکر اللہ سے متعلق آپ نے آیات و احادیث ملاحظہ فرمالیا۔ اب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں۔

ارشاداتِ امامِ اعظم: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر اللہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) "جب تو لوگوں کے درمیان بیٹھے تو ذکرِ الٰہی عزوجل کی کثرت کرتا کہ اُن کی بھی یہ عادت بنے"۔[۵]

(۲) ذکر اللہ عزوجل اور درود و سلام کی کثرت کرنا۔[۶]

امام اعظم کا عمل: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذکر اللہ میں مشغولیت اور یادِ الٰہی میں استغراق کا کیا عالم تھا اسے پڑھیے اور رشک کیجیے اور حتی الوسع اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کیجیے۔ حضرت اسد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" صلّٰی أبوحنيفة فيما احفظ عليه صلوٰة الفجر بوضوء العشاء أربعين سنة ، و كان عامة الليل يقرأ جميع القراٰن فی رکعة واحدة و كان يسمع بكاؤه فی الليل حتیٰ يرحمه جيرانه ".[۷]

یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی اور اکثر راتوں میں آپ ایک رکعت میں پورا قرآن تلاوت فرماتے اور رات میں آپ کی گریہ و زاری کی آواز سن کر آپ کے پڑوسی (بارگاہ

خداوندی میں) آپ پر رحم کی دعا کرتے۔

محاسبۂ نفس:

قرآن اور محاسبۂ نفس: عقل مند انسان وہی ہے جو اس فانی دنیا میں رہ کر اپنی باقی دنیا یعنی آخرت کو سنوارنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے جس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ اس نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔ اسی محاسبہ نفس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

(۱) اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۶ [۸]

ترجمہ: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

محاسبہ نفس کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے قرآن کا یہ انداز تخاطب بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۲) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [۹]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا۔

حدیث اور محاسبۂ نفس: محاسبہ نفس کی اہمیت کے تعلق سے احادیث بھی وارد ہوئی ہیں یہاں تک کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والے کو عاقل اور محاسبہ نہ کرنے والے کو احمق بتایا گیا ہے جیسا کہ ذیل کے احادیث سے واضح ہے:

(۱) عن النبي ﷺ قال: الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله. [۱۰]

سمجھ دار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے انعام کی امید بھی رکھے۔

(۲) ایک حدیث شریف میں ہے کہ عقل مند آدمی کے لیے چار ساعتیں ہونی چاہئیں جن میں سے "وَسَاعَةٍ يُحَاسِبُ فِيهَا نَفْسَهُ". [۱۱] ایک ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

درج بالا آیات واحادیث کو حاشیہ ذہن پر رکھ کر امام اعظم کے اس فرمان کو ملاحظہ فرمائیں جو ان آیات واحادیث سے مترشح ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ارشادِ امام اعظم: اپنے نفس کی نگرانی کرو اور دوسروں کی بھی نگرانی کرو تاکہ وہ تمھاری دُنیا وآخرت اور تمھارے علم سے نفع حاصل کریں۔ [۱۲]

امام اعظم کا کردار: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس بلند پایہ کے بزرگ تھے وہ مخفی نہیں اس کے باوجود اپنے نفس کی نگہ داشت اور محاسبہ کا یہ عالم تھا کہ راتوں کو بارگاہ خداوندی میں گریہ وزاری کرتے اور رحم وکرم کی دعا کرتے جیسا کہ حضرت بکر عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”رأيت أبا حنيفة ليلة يصلي ويبكي ويتضرع ويدعو ويقول: رب! ارحمني يوم تبعث عباد‌ك وقني عذابك واغفر لي ذنوبي يوم يقوم الأشهاد“. [۱۳]

میں نے امامِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رات میں دیکھا کہ آپ نماز ادا کرتے، گریہ وزاری کرتے اور دعا میں یوں عرض گزار ہوتے: اے میرے رب! تو مجھ پر اس دن رحم فرما جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا، اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور اس دن میرے گناہوں کی بخشش فرما جس دن گواہ قائم ہوں گے۔

تقویٰ:

دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔ تقویٰ مشکلات سے نجات، رزق میں فراخی اور مہمات میں آسانی کا بھی سبب ہے۔ علاوہ ازیں متقی حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ نے انعامات کا بھی مژدہ سنایا ہے۔ چناں چہ اپنے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے خداے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قرآن اور تقویٰ: (۱) لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ [۱۴]

ترجمہ: پرہیز گاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

تقویٰ و پرہیز گاری کو اپنا شعار اور خشیتِ الٰہی سے دل کو سجانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ راہ نجات پیدا فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

(۲) وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ [۱۵]

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

حدیث اور تقویٰ: تقویٰ اور خوفِ خدا کا کیا مقام ہے اس کا اندازہ ذیل کی حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقویٰ کے بارے میں اپنے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی۔ جسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں الفاظ روایت فرمائی:

(۱) عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَىٰ وَالْعَفَافَ وَالْغِنىٰ“. [۱۶]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور فراخی کا سوال کرتا ہوں۔

تقویٰ کی فضلیت پر ایک اور حدیث پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۲) "عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ:أفضل العبادة الفقه وأفضل الدين الورع". [۱۷]

سب سے افضل عبادت فقہ (دین میں غور وفکر کرنا) اور دین کی سب سے افضل چیز تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ و پرہیز گاری کے بارے میں فرماتے ہیں:

ارشاداتِ امامِ اعظم: (۱) "تقویٰ یوں اختیار کرنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے ہوئے اپنے اعضا کو گناہوں سے بچانا اور خالصتاً اس کی بندگی کرتے ہوئے اس کے احکام پر پوری طرح کاربند رہنا"۔ [۱۸]

(۲) تقویٰ کو اپنے اوپر لازم کر لو کیوں کہ یہ تمام امور کو درست رکھتا ہے اور آخرت میں نجات پانے اور ہر مصیبت سے چھٹکارا پانے کا وسیلہ ہے اور اس کے ذریعے تم اچھے انجام کو پالو گے۔ [۱۹]

(۳) خوفِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کو ہر چیز پر فوقیت دینا کہ یہ بات تمھیں دنیا وآخرت کے معاملات میں کافی ہوگی اور اس کی برکت سے غلط فیصلہ کرنے سے سلامتی نصیب ہوگی۔ [۲۰]

امامِ اعظم کا کردار: تقویٰ و پرہیز گاری کے سلسلے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال مذکور ہوئے۔ یہ اقوال صرف زبانی نہیں تھے بلکہ آپ اپنے ان اقوال پر سختی سے عامل بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ وقت کے عظیم شخصیات نے آپ کے تقویٰ و پرہیز گاری کی شہادت دی۔ چناں چہ حضرت عبد الوہاب ابن ہمام فرماتے ہیں:

"ما رأينا بالكوفة فى زمن أبي حنيفة أفقه منه ولا أشد ورعا". [۲۱]

ہم نے امام اعظم ابو حنیفہ کے زمانے میں سرزمینِ کوفہ میں ان سے بڑا فقیہ اور متقی نہیں دیکھا۔

حضرت حسن بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" كان أبو حنيفة شديد الورع هائبا للحرام تاركا لكثير من الحلال مخافة الشبهة". [۲۲]

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے متقی تھے، آپ حرام چیزوں سے تو دور رہتے ہی تھے صرف شبہ کے خوف سے بہت سی حلال چیزوں کو بھی ترک فرما دیتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی اس صفت کے بارے میں فرماتے ہیں:

" قدمت الكوفة فسألت عن أورعها العلماء فقالوا أبو حنيفة". [۲۳]

میں نے کوفہ حاضر ہو کر علمائے کرام سے سب سے بڑے متقی کے بارے میں دریافت کیا تو علمائے کرام نے فرمایا: (امام اعظم) ابو حنیفہ۔

دنیا کو حقیر تصور کرنا:

قرآن اور دنیا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ لہٰذا دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے توشہ اکٹھا نہ کرنا اور حصول دنیا ہی میں مگن

رہنا، کسی قدر دانش مندی کی بات نہیں کیوں کہ ایسا کرنا خود کو مقصد اصلی سے دور کرنا ہے۔ ویسے بھی متاعِ دنیا آخرت کی نعمت سے تھوڑا ہی نہیں بہت تھوڑا ہے اور دھوکا بھی۔ قرآن کریم خود اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے گویا ہے:

(۱) وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ [۲۴]

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

(۲) فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ [۲۵]

ترجمہ: جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا؟

حدیث اور دنیا: دنیا مومنوں اور کافروں کے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے اور بارگاہ خداوندی میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ اس کی وضاحت ہمارے آقا ﷺ یوں فرماتے ہیں:

(۱) "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ". [۲۶]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

(۲) ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا کی کمتری بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا". [۲۷]

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جس قدر یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے اللہ تعالیٰ کے حضور دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

امام اعظم کے گلدستہ ملفوظات میں سے دنیا کی حقیقت سے آشنا کرنے والے درج ذیل ملفوظ سے آنکھوں کو شاد کام فرمائیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ارشاد امام اعظم: اہلِ علم کے نزدیک ذلیل وحقیر دنیا کو تم بھی حقیر جاننا کیونکہ جو اللہ عزَّوَجَلَّ کے پاس ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے۔ [۲۸]

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوب معلوم تھا کہ دنیا حقیر شئ ہے یہی سبب ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف دنیا کو حقیر اور فریب دہ جاننے کی تعلیم دی بلکہ خود بھی اسے حقیر و ذلیل جانا اور مانا۔ حالاں کہ دنیا نے آپ کے دروازہ پر شرف قبولیت کا دستک بھی دیا۔ لیکن آپ نے اسے شرف قبولیت سے محروم رکھا۔

امام اعظم کا کردار: چناں چہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لوگوں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا تو انھوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس پہلو کو یوں بیان فرمایا:

"تقولون في رجل عرضت عليه الدنيا والأموال العظيمة فنبذها وراء ظهره فضرب السياط

وقيل له خذ الدنيا فصبر على السراء والضراء ولم يدخل فيما كان غيره يطلبه ويتمناه والله لقد كان على خلاف من ادركناه يطلبون الدنيا والدنيا تهرب منهم وتأتيه الدنيا فيهرب منها". [۲۹]

تم لوگ ایسے شخص کے بارے میں کہتے ہو جس پر دنیا اور کثیر مال و دولت پیش کی گئی تو انہوں نے اسے پسِ پشت ڈال دیا۔ پھر انھیں کوڑے لگا کر دنیا قبول کرنے کو کہا گیا لیکن انھوں نے خوشی اور مشقت دونوں حالتوں میں صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اپنے مطلوب و مقصود کے علاوہ کسی شئی کو اختیار نہ فرمایا۔ قسم بخدا! امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تمام لوگوں سے مختلف تھے جن سے میری ملاقات ہوئی (کیوں کہ) وہ سب دنیا کے خواہاں تھے جبکہ دنیا ان سے بھاگتی تھی اور دنیا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں آتی تھی لیکن وہ اس دنیا سے دور رہتے تھے۔

حصول علم دین:

قرآن اور علم: علم دین کا حصول تمام مسلمانوں پر بقدر کفایت فرض ہے۔ یہی علم، معرفت الٰہی کا ایک ذریعہ بھی ہے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کا باعث بھی۔ قرآن پاک میں متعدّد مقامات پر حصول علم کی تعلیم ملتی ہے۔ چناں چہ ایک مقام پر ہے:

(۱) فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ [۳۰]

تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔

ایک مقام پر علم کو خشیت ایزدی کا سبب بھی بتایا۔ جیسا کہ ذیل کی آیت میں ہے:

(۲) اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ [۳۱]

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

حدیث اور علم: نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم دین کے حصول کو بھلائی کا باعث اور حصول جنت کا سبب قرار دیتے ہوئے اپنی امت کو اس کے حصول کی ترغیب و تاکید فرمائی۔ جیسا کہ ذیل کی دونوں احادیث سے واضح ہے۔

(۱) "قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم :مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ". [۳۲]

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔

(۲) "مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ". [۳۳]

جو حصولِ علم (دین) کے لیے کوئی راہ چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے راہ جنت آسان فرمادیتا ہے۔

ان آیات و احادیث سے قلوب و اذہان کو جلا بخشنے کے بعد امام اعظم کے ارشادات عالیہ سے بھی انہیں منور کیجیے جو دراصل ان آیات و احادیث ہی سے مستعار ہیں:

ارشادات امام اعظم: (۱) جس چیز کے جاننے کی تمہیں ضرورت ہو اس کے جاننے سے جاہل نہ رہنا۔[۳۴]

(۲) اگر تم خوراک اور کسبِ معاش کے بغیر دس سال بھی زندہ رہ سکو تب بھی علمِ دین سے دُوری اختیار نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے علمِ دین سے منہ موڑا تو تمھاری معیشت تنگ ہوجائے گی۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقوال و اعمال دونوں کے دھنی تھے۔ علمِ دین کے حصول کے حوالے سے ارشاد امام اعظم ملاحظہ کرنے کے بعد امام اعظم کے علمی مراتب بھی ملاحظہ کریں جس سے حصول علم میں آپ کے ذوق و شوق اور اشتغال وانہماک عیاں ہوتا ہے۔ حضرت شداد ابن حکیم آپ کا علمی مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ما رأيت اعلم من ابي حنيفة ".[۳۵]

میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔

حضرت مکی بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں امام اعظم کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

"كان اعلم اهل زمانه ".[۳۶]

امام اعظم اپنے دور میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

بڑوں کا ادب:

حدیث اور احترام اکابر: اکابر کی تعظیم و تکریم، بڑی سعادت اور بڑوں کا ادب و احترام، عظیم نعمت ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایمان کا حصہ قرار دیا۔ چناں چہ فرمایا:

(۱)"عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلم يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا ".[۳۷]

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔

احترام واکرام اکابر کو "كما تزرع تحصد اور كما تدين تدان" کا مصداق بھی بتایا کہ اگر کوئی، بڑے کی تعظیم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کا سامان فرمادے گا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

(۲) "عن أنس بن مالك قال: قال رسول ﷺ ما أكرم شاب شيخا لسنه إلا قيض الله له من يكرمه عند سنه"[۳۸]

جو شخص کسی بوڑھے کی اس کے بڑھاپے کے سبب عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس کے بڑھاپے کے وقت ایسے کو مقرر فرماتا ہے جو اس کی عزت کرے۔

ان احادیث سے اسلام میں بڑوں کے اکرام واعزاز کا مقام بالکل واضح ہوجاتا ہے۔ ان احادیث کے پس منظر میں احترام اکابر کے سلسلے میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات ملاحظہ ہو:

ارشادات امام اعظم: (۱) غیر عالم بوڑھوں کے ساتھ راستوں کے درمیان نہ چلنا کیونکہ اگر تو نے اُن کو مقدّم

کیا تو تیرے علمی مقام کو عیب لگے گا اور اگر ان سے آگے چلا تو تجھ پر عیب لگے گا کہ تو نے ان کا احترام نہیں کیا حالانکہ حضور پر نور، شافعِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو ہمارے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔[٣٩]

(٢) جب تو اہلِ علم کے شہر میں داخل ہو تو اپنے علم کو (جاہ ومنصب کے لیے) مت اختیار کرنا بلکہ وہاں ایک عام شہری کی طرح رہنا تاکہ وہ جان لیں کہ تیرا مقصد اُن کی عظمت وبزرگی کو لوگوں کی نظر میں کم کرنا نہیں۔ ورنہ وہ سب کے سب تیرے مقابلے میں آجائیں گے اور تیرے مذہب پر طعن کریں گے۔ اور عام لوگ بھی تیرے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور تجھے (تیز) نظروں سے دیکھیں گے اور تو ان کے نزدیک خواہ مخواہ ذلیل ہو جائے گا۔[٤٠]

(٣) بزرگوں کے پاس جاؤ تو اس وقت تک برتری نہ چاہنا جب تک کہ وہ خود تمہیں برتری نہ دیں تاکہ تمہیں ان سے کوئی پریشانی نہ پہنچے۔[٤١]

امامِ اعظم کا کردار: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اکابر اور بزرگوں کا کتنا ادب اور احترام کیا کرتے تھے، اس کا اندازہ "الخیرات الحسان" میں مذکور استاذ محترم امام حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مندرجہ ذیل روایت سے لگایا جا سکتا ہے، چناں چہ مذکور ہے کہ:

"ما صليت صلوٰةً منذ مات حماد الا أستغفرت له مع والدىَّ و ما مددت رجلى نحو داره و ان بينى و بينه سبع سكك و انى لأستغفر لمن تعلمت منه". [٤٢]

استاذ محترم حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد میں نے جو بھی نماز ادا کی تو اپنے والدین کے ساتھ اپنے استاذ کے لیے بھی دعائے مغفرت کی اور اور میں نے اپنے استاذ کے گھر کی طرف (کبھی بھی) اپنا پیر نہیں پھیلایا حالاں کہ میرے اور ان کے گھر کے درمیان تقریباً سات گلیاں پڑتی تھیں۔

حسنِ سلوک:

قرآن اور حسن سلوک: حسن سلوک ان اوصاف میں سے ایک ہے جس سے خود کو مزین کر لینے کے بعد انسان لوگوں کی نظر میں محبوب بن جاتا ہے۔ نیز حسن سلوک ان اوصاف سے بھی ہے جس کا خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم بھی فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے:

(١) وَ اَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ[٤٣]

اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کی۔

علاوہ ازیں حسن سلوک کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعدّد مقامات پر اسے اپنی عبادت کے بعد متّصلاً ذکر فرمایا، جس سے اس کی اہمیت وفضلیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔

ارشاد ہے:

(۲) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ [۴۴]

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی وغلام کے ساتھ بھلائی کرو۔

حدیث اور حسن سلوک: حسنِ اخلاق کے پیکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسنِ سلوک کے آئینہ دار تھے۔ آپ صرف اپنوں سے ہی حسن سلوک سے پیش نہ آتے بلکہ اپنے دشمنوں سے بھی حسن سلوک کا برتاؤ فرماتے۔ جس کی مثال میں فتح مکہ کا واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح لوگوں سے حسن سلوک فرماتے اسی طرح اپنی امت کو بھی اس سے آراستہ دیکھنا چاہتے اسی لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف پیرایہ بیان میں اس کا حکم فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے:

(۱) "عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ، اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ ". [۴۵]

جو (مخلوقِ خدا پر) مہربانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا ہے، سو تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو، تم پر وہ رحم فرمائے گا جو آسمان میں ہے۔

ایک اور حدیث میں حسن سلوک کا حکم یوں فرمایا:

(۲) "عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمْ". [۴۶]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے جو بھی ارشاد، ورود مسعود ہوتا وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہوتا۔ حسن سلوک کی اہمیت اور فضلیت اجاگر کرنے والے آیات واحادیث اوپر گزرے۔ اب حسن سلوک کا درس دینے والے امام اعظم کے ارشاد پڑھیے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کیجیے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ارشادات امام اعظم: (۱) یاد رکھو! اگر تم، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئے تو وہ تمھارے دشمن بن جائیں گے اگرچہ تمھارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ [۴۷]

(۲) جب تم لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو وہ تمھارے ماں باپ کی طرح ہو جائیں گے اگرچہ تمھارے اور ان کے درمیان کوئی رشتہ ناطہ نہ ہو۔ [۴۸]

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن سلوک میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مظہر تھے کہ آپ صرف اپنوں کے ساتھ ہی اچھا برتاؤ نہ کرتے بلکہ اپنے معاندین اور دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا کردار پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس میں ایک ہی شخص پڑوسی ہونے کی حیثیت سے اپنوں سے بھی تھا اور برا بھلا کہنے

کے سبب دشمنوں سے بھی تھا لیکن امام اعظم نے اس کے ساتھ حسن سلوک کا کیسا عظیم نمونہ پیش کیا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا " اسکاف " نامی ایک پڑوسی تھا جو ہر رات شراب نوشی میں مست ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتا لیکن ایک رات جب آپ نے اپنے اس پڑوسی کی آواز نہیں سنی تو اس کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے سپاہی نے اسے پکڑ کر قید خانے میں مقید کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کو خلیفہ کے پاس آئے اور فرمایا:

" لي جار " اسكاف " أخذه العسس منذ ليال ، يا أمير المؤمنين ! مر بتخليته ، قال : نعم و كل من أخذ الملك الليلة الیٰ يومنا هٰذا فأمر لتخليتهم أجمعين ، فركب ابوحنيفة و الاسكاف يمشي وراء ه ، فقال له ابو حنيفة : يا فتیٰ ! اضعناك ، فقال : لا ،بل حفظت و رعيت ، جزاك الله خيراً عن حرمة الجوار و رعاية الحق و تاب الرجل و لم يعد الیٰ ما كان عليه " .[۴۹]

میرا ایک " اسکاف " نامی پڑوسی ہے جس کو سپاہیوں نے چند راتوں سے پکڑ رکھا ہے۔ اے امیر المومنین ! آپ اس کی رہائی کا حکم فرمادیں۔ خلیفہ نے کہا: جی ہاں، اور اس رات سے آج تک جو بھی پکڑے گئے سب کی رہائی کا حکم دے دیا۔ پھر امام اعظم سوار ہو گئے جبکہ آپ کا پڑوسی اسکاف آپ کے پیچھے چلنے لگا (یہ دیکھ کر) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: اے جوان! ہم نے تجھے کھو دیا تھا۔ تو اس پڑوسی نے کہا: نہیں بلکہ آپ نے میری حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پڑوسی کی عزت اور حق کی رعایت کرنے پر جزائے خیر سے نوازے پھر وہ شخص تائب ہوا اور گزشتہ حالت (شراب میں بد مست ہو کر برا بھلا کہنے) کی طرف نہ لوٹا۔

مشورہ کرنا:

قرآن اور مشورہ: مشورہ دینا اور لینا دونوں سنتِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہے اور سنتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی۔ اس کی اہمیت سمجھنے کے لیے غزوۂ بدر کا سخت ترین واقعہ کافی ہے اور پھر اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ پروردگار عالم نے اس کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ [۵۰] اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

اتنا ہی نہیں بلکہ مشورہ کرنے والوں کی تحسین بھی فرمائی۔ چناں چہ فرمایا:

(۲) " وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ " .[۵۱] اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے۔

حدیث اور مشورہ: اس تعلق سے ذخائرِ احادیث میں احادیث اچھی تعداد میں موجود ہیں، جیسا کہ احادیث کے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ ذیل کی حدیث ملاحظہ فرمائیں، جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو جس سے مشورہ طلب کیا جائے، امین و رازدار فرمایا:

(۱) "المستشار أمين المستشار أمين" .[۵۲]

جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے، جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ مشورہ کرنے والا شرمندہ نہیں ہوتا گویا جس نے مشورہ سے پہلوتہی کی اور اس سے منہ موڑا بسا اوقات اسے شرمندگی اور ندامت کی قید میں گرفتار ہونا پڑتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

(۲) " عن أنس بن مالك قال: قال: رسول الله ﷺ ما خاب من استخار ولا ندم من استشار ولا عال من اقتصد". [۵۳]

حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے استخارہ کیا وہ نامراد نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہوگا اور جس نے میانہ روی اختیار کی وہ کنگال نہیں ہوگا۔

اب مشورہ سے متعلق امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

ارشادِ امام اعظم: جب کوئی شخص تم سے مشورہ طلب کرے تو اسے اس بات کا مشورہ دو جس کے متعلق تمہیں علم ہو کہ یہ تمھیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب کردے گی۔ اور میری اس نصیحت کو قبول کرلو، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا وآخرت میں نفع پاؤ گے۔ [۵۴]

امام اعظم کا کردار: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے امام بلکہ امام الائمہ تھے۔ اس کے باوجود مشورہ کرنے میں عار محسوس نہ فرماتے۔ جیسا کہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اس وصف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" كنا نكلم أبا حنيفة فى باب من ابواب العلم ، فاذا قال : بقول واتفق عليه أصحابه ، أو قال : اتفقنا عليه ، درت علىٰ مشائخ الكوفة ، هل أجد فى تقوية قوله حديثاً أو أثرا ؟ فربما وجدت الحديثين أو الثلاثة فأتيته بها فمنها ما يقبله و منها ما يرده ". [۵۵]

ہم علم کے کسی باب میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کرتے تو جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی مشورہ دے دیتے اور آپ کے اصحاب اس پر متفق ہوجاتے تو میں اس امید پر مشائخ کوفہ کے در کا چکر لگاتا کہ امام صاحب کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر پاؤں۔ سو مجھے کبھی دو اور کبھی تین حدیثیں مل جاتیں جنہیں لے کر میں امام اعظم کی بارگاہ میں پیش کر دیتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے بھی کسی کو قبول فرماتے اور کسی کو رد فرمادیتے۔

حضرت خارجہ بن مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس ہزار درہم انعام دینے کے لیے بلایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خارجہ سے مشورہ فرمایا اور آخر کار امام اعظم نے درہم قبول نہ فرمائے۔ حضرت خارجہ بات مکمل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فكان أبو حنيفة لا يكاد يشاور فى أمره غيرى ". [۵۶]

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معاملات میں مجھ ہی سے مشورہ فرماتے تھے۔

مصادر و مراجع

[۱] سورۃ الرعد ، آیت :۲۸
[۲] سورۃ الانفال ، آیت : ٤٥
[۳] صحیح مسلم، حدیث: ۸۵۲ ، المکتبۃ الشاملہ
[۴] صحیح بخاری، حدیث: ٦٤٠٧،المکتبۃ الشاملہ
[۵]امام اعظم کی و صیتیں ،ص : ۱۵، المدینہ لائبریری (سوفٹ ویئر)
[٦] مصدرِ سابق ، ص : ۲۳
[۷] تبییض الصحیفہ بمناقب ابی حنیفہ، مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،ص: ۱۰۵، مطبع: دار الکتب العلمیہ ، بیروت
[۸] بنی اسرائیل ، آیت : ۳٦
[۹] سورۃ الحشر ، آیت : ۱۸
[۱۰] جامع الترمذی، حدیث: ۲٤٥۹،المکتبۃ الشاملہ
[۱۱] شعب الایمان، حدیث: ٤۳٥۲،المکتبۃ الشاملہ
[۱۲] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ١٦
[۱۳] اخبار ابی حنیفہ ، مصنف : حسین ابن علی صمیری، ص :٥٦ ،المکتبۃ الشاملہ
[۱۴] سورہ آل عمران ، آیت : ۱۵
[۱۵] سورۃ الطلاق ، آیت : ۳.۲
[۱٦] صحیح مسلم ، حدیث :۷۰۷۹
[۱۷]مجمع الزوائد، حدیث:٤٧٩،المکتبۃ الشاملہ
[۱۸] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ۳۲، ۳۱
[۱۹] مصدر سابق ، ص : ۳۸
[۲۰] مصدرِ سابق ، ص : ٤١
[۲۱] اخبار ابی حنیفہ للصمیری ،ص : ٤٤
[۲۲] مصدرِ سابق ، ص : ٤٤
[۲۳] مصدرِ سابق ، ص : ٤٦
[۲۴] سورۂ آل عمران ، آیت: ۱۸۵
[۲۵] سورۃ التوبہ ، آیت : ۳۸
[۲٦] صحیح مسلم ، حدیث : ۷٦۰٦
[۲۷] سنن ابن ماجہ، حدیث: ٤١١١،المکتبۃ الشاملہ
[۲۸] امامِ اعظم کی وصیتیں ، ص : ۲۲
[۲۹] اخبار ابی حنیفہ ، ص : ٤٦
[۳۰] سورۃ النحل ، آیت : ٤٣
[۳۱] سورۂ فاطر ، آیت : ۲۸
[۳۲] صحیح مسلم، حدیث : ٥٠٦٣
[۳۳] صحیح مسلم ، حدیث : ۷۰۲۸
[۳۴] امامِ اعظم کی وصیتیں ، ص : ۳۲
[۳۵] تبییض الصحیفہ ، ص : ۱۰۵
[۳٦] تبییض الصحیفہ ، ص : ۱۰۵
[۳۷] سنن ابو داؤد ، حدیث : ٤٩٤٥
[۳۸] جامع الترمذی ، حدیث : ۲۰۲۲
[۳۹] امامِ اعظم کی وصیتیں ، ص : ٦
[٤٠] مصدرِ سابق ، ص : ۱۲
[٤١] مصدرِ سابق ، ص : ۲۳
[٤٢] الخیرات الحسان، مصنف: ابن حجر ہیثمی ،ص : ٦٢، مطبع : مطبعۃ السعادۃ
[٤٣] سورۃ القصص ، آیت: ۷۷
[٤٤] سورۃ النساء ، آیت : ۳٦
[٤٥] جامع الترمذی ، حدیث :١٩٢٤
[٤٦] صحیح بخاری ، حدیث :۱۹۲۲
[٤٧] امامِ اعظم کی وصیتیں ، ص : ۲٥
[٤٨] مصدرِ سابق ، ص : ۲٦
[٤٩] تبییض الصحیفہ ، ص : ۱۱٥
[٥٠] سورۂ آل عمران ، آیت : ۱٥۹
[٥١] سورۃ الشوریٰ ، آیت: ۳۸
[٥٢] مصنف عبد الرزاق ، حدیث : ۲۰۹٤٥، المکتبۃ الشاملہ
[٥٣] المعجم الاوسط ، حدیث : ٦٦٢٧ ، المکتبۃ الشاملہ
[٥٤] امامِ اعظم کی وصیتیں ، ص : ۲۰
[٥٥] عقود الجمان ، ص : ۲۹٥
[٥٦] عقود الجمان ، مصنف : ملاعبد القادر افغانی ص : ۲۷٦

امام اعظم کا نعتیہ قصیدہ مع ترجمہ

اردو نظم: ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ: مولانا نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ذیل کا قصیدہ حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات کا مجموعہ ہے جس سے آپ کے علم وفضل بارگاہ رسالت سے عقیدت وابستگی، محبت ونیاز مندی اور آپ کے عقیدہ کے مطابق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مالک ومختار، نور مجسم، حاضر و ناظر، حاجت روا، مشکل کشا، باعث ارض وسما، سید انبیا، شافع روز جزا، اور تمام مخلوقات کے آقا ومولیٰ اور ملجا وماویٰ ہونے پر واضح طور پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ نورانی و پیارا قصیدۂ مبارکہ صحیح العقیدہ اہل محبت احناف کے لیے جامِ کیف و سرور اور ان معتقدات کو شرک سے تعبیر کرنے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کو ہدف تنقید بنانے والے خشک، حنفیوں کے لیے درس عبرت ہے۔ پڑھیے اور ایمان تازہ فرمائیے:

يا سَيِّد السَّادَاتِ جِعْتُكَ قَاصِدًا ۔۔۔ اَرْجُوْا رِضَاكَ وَاحْتَمِیْ بِحِمَاكَا

یا رسول اللہ بندہ حاضرِ دربار ہے ۔۔۔ آپ کی خوشنودی و حفظ و اماں درکار ہے

وَاللهِ يَا خَيْرَا لْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ ۔۔۔ قَلْبًا مَشُوْقًا لَا يَرُوْمُ سِوَاكَا

ہے مرے پہلو میں یا خیر الخلائق ایسا دل ۔۔۔ جو ہے شیدا آپ کا اور غیر سے بے زار ہے

وَبِحَقِّ جَاهِكَ اِنَّنِیْ بِكَ مُغْرَمٌ ۔۔۔ وَاللهُ يَعْلَمُ اَنَّنِیْ اَهْوَاكَا

آپ کی عظمت میں کھا کر قسم کہتا ہوں سچ ۔۔۔ یہ دلِ عاشق شراب عشق سے سرشار ہے

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ ۔۔۔ كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاكَا

گر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ ہوتی کوئی شے ۔۔۔ آپ کے ہونے سے ہی یہ گلشن و گلزار ہے

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِكَ الْبَدْرُ اكْتَسٰی ۔۔۔ وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَا

آپ ہی کے نور سے روشن ہیں یہ شمس و قمر ۔۔۔ آپ ہی سے سارا عالم مطلعِ انوار ہے

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا رُفِعْتَ اِلَی السَّمَاءِ   بِكَ قَدْ سَمَتْ وَتَزَيَّنَتْ لِسَرَاكَا
آپ کی معراج سے رتبہ ملا افلاک کو   فخر کرتا آپ پر ہر ثابت و سیار ہے

اَنْتَ الَّذِیْ نَادَاكَ رَبُّكَ مَرْحَبًا   وَلَقَدْ دَعَاكَ لِقُرْبِهٖ وَحَبَاكَا
مرحبا کہہ کر پکارا آپ کو اللہ نے   اور بلا کر قرب کی خاطر جو دینا تھا دیا

اَنْتَ الَّذِیْ فِيْنَا سَأَلْتَ شَفَاعَةً   لَبَّاكَ رَبُّكَ لَمْ تَكُنْ لِسِوَاكَا
جب شفاعت کی ہماری التجا کی آپ نے   حق نے فرمایا تمھارا ہی یہ حق ہے مصطفیٰ

اَنْتَ الَّذِی لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ   مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَوْهُوَ اَبَاكَا
آپ کے دادا صفی اللہ ہوئے جب کامیاب   اپنی لغزش پر وسیلہ جب کہ چاہا آپ کا

وَبِكَ الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ   بَرْدًا وَقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَا
آگ ابراہیم پر فوراً ہوئی سرد و فرد   واسطہ دے کر انھوں نے آپ کا جب کی دعا

وَدَعَاكَ اَيُّوْبٌ لِضُرٍّ مَسَّهٗ   فَاُزِيْلُ عَنْهُ الضُّرُّ حِيْنَ دَعَاكَا
وقتِ سختی جب پکارا آپ کو ایوب نے   دور سختی ہو گئی ان کی وہیں یا مجتبیٰ

وَبِكَ الْمَسِيْحُ اَتٰی بَشِيْرًا مُخْبِرًا   بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحًا بِعُلَاكَا
بن کے مداحِ عُلیٰ اور مخبرِ حسنِ صفا   آئے عیسیٰ آپ کا مژدہ سنانے بے ریا

وَكَذَاكَ مُوْسٰی لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا   بِكَ فِی الْقِيَامَةِ يَحْتَمِی بِحِمَاكَا
آپ کے متوسل اس دنیا میں بھی موسیٰ رہے   روزِ محشر بھی رکھیں گے آپ پر ہی آسرا

وَالْاَنْبِيَاءُ وَكُلُّ خَلْقٍ فِی الْوَرٰی   وَالرُّسُلُ وَالْاَمْلَاكُ تَحْتَ لِوَاكَا
سب رسل، کل انبیا، سارے فرشتے اور خلق   آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یا خیر الوریٰ

لَكَ مُعْجِزَاتٌ اَعْجَزَتْ كُلَّ الْوَرٰی   وَفَضَائِلُ جَلَّتْ فَلَيْسَ تُحَاكَا
لوہا مانا خلق نے ہے معجزوں کا آپ کے   ہو نہیں سکتا فضائل کے بیاں کا حق ادا

نَطَقَ الذِّرَاعُ بِسَمِّهٖ لَكَ مُعْلِنًا   وَالضَّبُّ قَدْ لَبَّاكَ حِيْنَ اَتَاكَا
بکری کے شانہ نے زہر آلودگی کر دی بیاں   گوہ حاضرِ خدمت ہوئی لبیک کہتی برملا

وَالذِّئْبُ جَاءَكَ وَالْغَزَالَةُ قَدْ اَتَتْ   بِكَ تَسْتَجِيْرُ وَتَحْتَمِیْ بِحِمَاكَا

بھیڑیا و ہرنی نے آپ کی چاہی حمایت
وَكَذَا الوُحُوْش اَتَتْ اِلَيْكَ وَسَلَّمَتْ
آکے وحشی جانور کہنے لگے تجھ کو سلام
وَدَعَوْتَ اَشْجَارًا اَتَتْكَ مُطِيْعَةً
جب بلایا اشجار کو ہو کر مطیع حاضر ہوئے
وَالمَاءُ فَاضَ بِرَاحَتَيْكَ وَسَبَّحَتْ
آپ کی ہتھیلیوں سے پانی جاری ہو گیا
وَعَلَيْكَ ظَلَّلَتِ الغَمَامَةُ فِي الوَرٰى
مخلوق میں وہ آپ ہیں کہ ابر بھی سایہ کرے
وَكَذَاكَ لَا اَثَرَ لِمَشْيِكَ فِي الثَّرٰى
یوں ہی چلنے سے نہ پڑتا خاک پر کوئی نشاں
وَشَفَيْتَ ذَالعَاهَاتِ مِنْ اَمْرَاضِهٖ
سب مریضوں کو بیماری سے شفا دی آپ نے
وَرَدَدْتَّ عَيْنَ قَتَادَةً بَعْدَ العمیٰ
آپ نے نابینا قتادہ کو بینائی پھیر دی
وَكَذَا خُبَيْبًا وَابْنُ عَفْرَا بَعْدَمَا
ابنِ عفرا و خبیب جب کہ تھے زخمی بہت
وَعَلِيٌّ مِنْ رَّمَدٍ بِهٖ دَاوَيْتَهٗ
آپ کی خوشبوئے لب سے حضرت علی اچھے ہوئے
وَسَاَلتَ رَبَّكَ فِي ابنِ جَابِرِنِ الَّذِيْ
حق نے زندہ کر دیا جابر کے مردہ پسر کو
شَاةٌ مَسَسْتَ لِاُمِّ مَعْبَدْ الَّتِيْ
دودھ اس کا خشک تھا پر دودھاری ہو گئی

حاضرِ خدمت ہوئے وہ آپ سے چاہنے پناہ
وَشَكَا البَعِيْرُ اِلَيْكَ حِيْنَ رَآكَا
اونٹ نے بھی اپنا شکوہ آپ کو سب کہہ دیا
وَسَعَتْ اِلَيْكَ مُجِيْبَةً لِندَاكَا
دوڑے آئے آپ کی خدمت میں وہ سن کر ندا
صُمُّ الحَصٰى بِالفَضْلِ فِيْ يُمْنَاكَ
پہلے داہنے ہاتھ میں پتھر نے بھی کلمہ پڑھا
وَالجذعُ حَنَّ اِلٰى كَرِيْمِ لِقَاكَا
آپ کی قربت کی خاطر حنانہ بھی رونے گا
وَالصَّخْرُ قَدْ غَاصَتْ بِهٖ قَدْ مَاكَا
پتھر کے سینے میں اتر جاتا تھا اکثر نقشِ پا
وَمَلَأْتَ كُلَّ الاَرْضِ مِنْ جَدْوَاكَا
اپنے جودولطف سے روئے زمیں کو بھر دیا
وَابْنَ الحُصَيْنِ شَفَيْتَهٗ بِشِفَاكَا
ابنِ حصین کو اپنے فضل و کرم سے بخشی شفا
جُرِحَا شَفَيْتَهُمَا بَلَمْسِ يَدَاكَا
دونوں ہاتھوں سے کیا مَس اور اچھا کر دیا
فِی خَيْبَرٍ فَشَفِيَ بِطِيْبِ لِمَاكَا
یومِ خیبر عارضۂ چشم میں تھے مبتلا
قَدَمَاتَ اِبْنَاهُ وَقَدْ اَرْضَاكَا
آپ کی سن کر دعا آپ کو راضی کیا
نَشَفَتْ فَدَرَّتْ مِنْ شِفَا رُقِيَاكَا
امِ معبد کی بکری کو جب آپ نے مَس کر دیا

وَدَعَوْتَ عَامَ القَحْطِ رَبَّكَ مُعْلِنًا   فَانْهَلَّ قَطْرُ السُّحْبِ حِيْنَ دُعَاكَا

قحط سالی میں دعا کی آپ نے اللہ سے   مینہ برسنے لگ گیا فی الفور ہی وقت دعا

وَدَعَوْتَ كُلَّ الخَلْقِ فَانْقَادُوْا اِلٰى   دَعْوَاكَ طَوْعًا سَامِعِيْنَ نِدَاكَا

آپ نے اسلام کی دعوت دی جملہ خلق کو   آئے طوعًا آپ کی جانب سبھی سن کر ندا

وَخَفَضْتَ دِيْنَ الكُفْرِ يَا عَلَمَ الهُدٰى   وَرَفَعْتَ دِيْنَكَ فَاسْتَقَامَ هُدَاكَا

کر دیا پست آپ نے کفر اے ہدایت کے علم   سر بلندی دین کو دی جم گیا نقشِ ہدیٰ

اَعْدَاكَ عَادُوْا فِى القَلِيْبِ بِجَهْلِهِمْ   صَرْعىٰ وَقَدْ حُرِمُوْا الرِّضٰى بِجَفَاكَا

اندھے کنویں میں گرے دشمن جہالت سے تمام   ہو گئے محروم رحمت آپ پر کر کے جفا

فِى يَوْمِ بَدْرٍ قَدْ اَتَتْكَ مَلَائِكُ   مِنْ عِنْدِ رَبِّكَ قَاتَلَتْ اَعْدَاكَا

بدر کے دن آئے اللہ کے فرشتے فوج فوج   آپ کے اعدا سے لڑ کر کر دیا ان کو فنا

وَالفَتْحُ جَاءَكَ يَوْمَ فَتْحِكَ مَكَّةً   وَالنَّصْرُ فِى الاَحْزَابِ قَدْ وَافَاكَا

یومِ فتح مکہ بھی حضرت ہوئے فیروز مند   اور ہوئی احزاب میں بھی نصرتِ حق رہ نما

هُوْدٌ وَيُوْنُسُ مِنْ بَهَاكَ تَجَمَّلَا   وَجَمَالُ يُوْسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَا

ہود ویونس حسنِ حضرت سے ہوئے صاحب جمال   نور سے تھی آپ ہی کے حسنِ یوسف کی ضیا

قَدْ فُقْتَ يَا طٰهٰ جَمِيْعَ الْأَنْبِيَاء   طُرًّا فَسُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرَاكَا

آپ سارے انبیا پر فائق اے طٰہٰ ہوئے   آپ کو شب میں خدا عرشِ بریں پر لے گیا

وَاللّٰهِ يَا يٰسِين مِثْلُكَ لَمْ يَكُنْ   فِى العَالَمِيْنَ وَحَقِّ مَنْ اَنبَاكَا

آپ کا یٰسین مخلوقات میں ثانی نہیں   اس کا شاہد ہے وہ رب جس نے نبوت کی عطا

عَنْ وَصْفِكَ الشُّعْرَاءُ يَا مُدَّثِّرُ   عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عَلَاكَا

ہمارے مدثر کے ہیں اتنے صفاتِ عالیہ   جن کی ہے تعریف سے قاصر ہر اک شاعر رہا

اِنْجِيْلُ عِيْسىٰ قَدْ اَتىٰ بِكَ مُخْبِرًا   وَلنَا الكِتَابُ اَتىٰ بِمَدْحِ حُلَاكَا

آئی تھی انجیل، عیسیٰ آپ کی دینے خبر   اور ہے قرآن میں مدح حضرت کی سوا

مَاذَا يَقُوْلُ المَادِحُوْنَ وَمَا عَسىٰ   اَنْ يَجْمَعَ الْكُتَّابُ مِنْ مَعْنَاكَا

مدح میں کیا آپ کی کوئی کہے گا مدح گو
لکھنے والے کیا لکھیں آپ کے وصف و ثنا

وَاللهِ لَوْ اَنَّ الْبِحَارَ مِدَادُهُمْ
وَالشُّعْبُ اَقْلَامٌ جُعْلِنَ لِذَاكَا

روشنائی ان کی ہو جائیں اگر دریا تمام
اور اشجارِ جہاں سے لیں قلم سنکھوں بنا

لَمْ يَقْدِرِ الثَّقَلَانِ تَجْمَعُ نَزْرَهُ
اَبَدًا وَّمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ اِدْرَاكَا

جب بھی جن وانس مل کر جو لکھیں گے، ہو گا ہیچ
کیا لکھیں یارا نہیں جب شان کے ادراک کا

بِكَ لِيْ قُلَيْبٌ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِيْ
وَحُشَاشَةٌ مَحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَا

دل مرا ہے آپ ہی کا شیفتہ یا سیدی
جان جو باقی ہے اس میں آپ ہی کی ہے ہوا

فَاِذَا سَكَتُّ فَفِيْكَ صَمْتِيْ كُلُّهُ
وَاِذَا نَطَقْتُ فَمَادِحًا عُلْيَاكَا

چپ جو ہوتا ہوں تو ہوتا ہوں تصور میں ترے
بولتا جب ہوں تو مدحت میں تری ہوں بولتا

وَاِذَا سَمِعْتُ فَعَنْكَ قَوْلًا طَيِّبًا
وَاِذَا نَظَرْتُ فَمَا اَرٰى اِلَّاكَا

سنتا ہوں جب تو ہوں سنتا آپ کے اقوال کو
دیکھتا جب ہوں تو میں ہوں آپ ہی کو دیکھتا

يَا مَالِكِيْ كُنْ شَافِعِيْ فِيْ فَاقَتِيْ
اِنِّيْ فَقِيْرٌ فِي الْوَرٰى لِغِنَاكَا

میرے مالک فقر میں ہیں، آپ ہی شافع مرے
سب سے بڑھ کر آپ کا ہوں میں ہی محتاجِ غنا

يَا اَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى
جُدْلِيْ بِجُوْدِكَ وَأَرْضِنِيْ بِرِضَاكَا

اکرم الثقلین اور کنز الوریٰ بھی آپ ہیں
کیجیے راضی رضا سے، جود سے بھی کچھ عطا

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ
لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْاَنَامِ سِوَاكَا

میں حریصِ بخشش حضرت کیوں نہ ہوں جب نہیں
بو حنیفہ کا کوئی یاور محمد کے سوا

فَعَسَاكَ تَشْفَعُ فِيْهِ عِنْدَ حِسَابِهٖ
فَلَقَدْ غَدَا مُتَمَسِّكًا بِعُرَاكَا

ہے امید اس کو کہ ہوں گے آپ شافع روزِ حشر
اس لیے کہ اس نے اک دامن ہے پکڑا آپ کا

فَلَاَنْتَ اَكْرَمُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ
وَمَنِ الْتَجٰى بِحِمَاكَ قَالَ رِضَاكَا

سب سے بڑھ کر آپ مقبولِ شفاعت ہیں شفیع
جس نے تھاما آپ کا دامن ملی اس کو رضا

فَاجْعَلْ قِرَاكَ شَفَاعَةً لِّيْ فِيْ غَدٍ
فَعَسٰى اُرٰى فِي الْحَشْرِ تَحْتَ لِوَاكَا

میری مہمانی شفاعت آپ کی ہو کل کے دن
ہوں میں حضرت روزِ محشر آپ کے تحت لوا

صَلَّى عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا عَلَمَ الهُدىٰ　　مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰى مَثْوَاكَا

اے ہدایت کے نشاں اللہ کی رحمت آپ پر　　ہو جہاں تک کوئی مشتاق آپ کے دیدار کا

وَعَلٰى صَحَابَتِكَ الكِرَامِ جَمِيْعِهِمْ
آپ کے صحبِ کرام اور تابعین پر بھی درود
وَالتَّابِعِيْنَ وَكُلِّ مَنْ وَالَاكَا
اور اس پر بھی جو رکھے دوست حضرت کو سِوا

ترجمہ:

ا:۔ اے آقاؤں کے آقا! میں بالقصد آپ کے پاس آیا ہوں، آپ کی خوشنودی کا امیدوار اور آپ کے حرم کی پناہ کا طلب گار ہوں۔

۲:۔ اے ساری مخلوق سے بہتر ہستی، بخدا میرا دل آپ کا ایسا مشتاق ہے کہ آپ کے سوا کسی اور کا ارادہ نہیں رکھتا۔

۳:۔ آپ کی قدر و منزلت کی قسم! میں آپ پر شیدا ہوں، اور اللہ جانتا ہے کہ میں آپ کو دل سے چاہتا ہوں۔

۴:۔ آپ کی ہستی وہ (مقدس) ہستی ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ کبھی کوئی انسان پیدا ہوتا، اور نہ کوئی مخلوق وجود میں آتی۔

۵:۔ آپ ہی ہیں جس کے نور سے چودھویں کے چاندنے (حسن و جمال اور روشنی کا) لباس پہنا، اور آپ ہی کے نور جمال سے یہ آفتاب روشن ہے۔

۶:۔ آپ ہی وہ ہیں کہ جب آپ کو (شب معر۳۳۵ں) آسمان پر بلایا گیا تو آسمان کو آپ سے رفعت و بلندی نصیب ہوئی، اور آپ کے اس سفر کی وجہ سے وہ آراستہ و پیراستہ ہوا۔

۷:۔ آپ ہی وہ ہیں جس کو اللہ تعالی نے — ”مرحبا“ — کہہ کر پکارا، اور آپ کو اپنے قرب خاص میں بلایا اور (جو کچھ عطا کرنا تھا) عطا کیا۔

۸:۔ آپ ہی وہ ہیں جس نے بارگاہ الٰہی میں ہماری شفاعت کی درخواست کی، تو آپ کے رب نے اسے قبول فرمایا اور شفاعت کبریٰ کا حق آپ کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے۔

۹:۔ آپ ہی وہ ہیں کہ جب حضرت آدم (علیہ السلام) نے اپنی لغزش کے بارے میں آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ کامیاب و بامراد ہوئے، حالاں کہ وہ آپ کے جدِّ امجد ہیں۔

۱۰:۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) نے آپ کے وسیلہ سے دعا کی تو آپ کے نور کی تابش سے آگ بجھ کر ٹھنڈی ہو گئی۔

۱۱:۔ اور پریشانی کے وقت حضرت ایوب (علیہ السلام) نے آپ کو پکارا، تو آپ کو پکارتے ہی ان کی پریشانی دور ہوگئی۔
۱۲:۔ اور حضرت عیسی مسیح (علیہ السلام) آپ کی (آمد کی) خوش خبری سناتے، آپ کی صفات حسن وجمال سے باخبر کرتے، اور آپ کی رفعت وعظمت کے گن گاتے ہوئے تشریف لائے۔
۱۳:۔ اور یوں ہی حضرت موسی (علیہ السلام) آپ کو وسیلہ بناتے رہے، اور قیامت کے دن بھی آپ کی بارگاہ میں پناہ لیں گے۔
۱۴:۔ اور تمام انبیا و مرسلین، شاہانِ زمانہ اور ساری مخلوق آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گی۔
۱۵:۔ آپ کے معجزات ایسے ہیں جنھوں نے ساری مخلوق کو عاجز وبے بس کر دیا، اور آپ کے فضائل ایسے عظیم جلیل ہیں کہ ان کی مشابہت اختیار نہیں کی جا سکتی۔
۱۶:۔ (بکری کے) شانہ نے آپ سے اپنا زہر آلود ہونا بیان کر دیا، اور گوہ نے حاضر خدمت ہو کر لبیک کہا۔
۱۷:۔ بھیڑیا آپ کے پاس آیا، اور ہرنی آپ سے حفظ وامان کی درخواست کرتے اور آپ کی بارگاہ میں پناہ لیتے ہوئے حاضر ہوئی۔
۱۸:۔ یوں ہی وحشی جانور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، اور اونٹ نے جس وقت آپ کو دیکھا آپ سے (اپنے مالک کے ظلم کی) شکایت کی۔
۱۹:۔ آپ نے درختوں کو بلایا فرمان برداری کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور آپ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی طرف دوڑ پڑے۔
۲۰:۔ اور آپ کی ہتھیلیوں سے پانی رواں ہوگیا، اور کنکریوں نے بفضلِ الٰہی آپ کے ہاتھ میں اللہ کی تسبیح کی۔
۲۱:۔ اور مخلوق میں آپ ہی پر بادل سایہ فگن ۔۔۔۔ ۳۳۶ ۔۔ر کا تنا آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوا۔
۲۲:۔ یوں ہی مٹی میں آپ کے چلنے کا کوئی نشان نہ بنتا تھا، جبکہ سخت پتھر (کے سینے) میں آپ کے پائے مبارک اتر گئے۔ (یعنی ان میں آپ کا نقشِ پا بن گیا۔)
۲۳:۔ اور بیمار کو اس کی بیماریوں سے آپ نے شفا دی، اور اپنے جود وعطا سے پوری روئے زمین کو بھر دیا۔
۲۴:۔ اور آپ نے نابینائی کے بعد حضرت قتادہ کی آنکھ لوٹا دی، اور ابن حصین کو اپنی شفا سے نوازا۔
۲۵:۔ اور یوں ہی حضرت خبیب اور ابن عفراء کو زخمی ہونے کے بعد اپنا دست مبارک لگا کر اچھا کو دیا۔
۲۶:۔ جنگ خیبر میں آپ نے اپنے ہونٹ کی خوشبو (لعابِ دہن) سے حضرت علی کا آشوب چشم سے علاج کر کے انھیں اچھا کر دیا۔
۲۷:۔ آپ نے حضرت جابر کے دونوں فرزندوں کے بارے میں — جن کا انتقال ہو گیا تھا — اپنے رب

سے دعا کی تو رب کائنات نے (انھیں زندہ فرماکر) آپ کو راضی کر دیا۔

۲۸:۔ امّ معبد کی وہ بکری جس کا دودھ خشک ہو چکا تھا، آپ نے اپنے ہاتھوں سے اسے چھو دیا تو آپ کی دعا کی برکت سے وہ دودھاری ہوگئی۔

۲۹:۔ اور قحط سالی کے وقت آپ نے بلند آواز سے اپنے رب سے دعا کی تو آپ کی دعا کے وقت ہی زوردار بارش ہونے لگی۔

۳۰:۔ آپ نے ساری مخلوق کو (اسلام کی) دعوت دی تو لوگوں نے آپ کی پکار سن کر بخوشی آپ کی دعوت کی پیروی کی۔

۳۱:۔ اے ہدایت کے مینار! آپ نے دین کفر کو پست اور اپنے دین کو سربلند کیا تو آپ کی ہدایت مستحکم اور ثابت قدم ہوگئی۔

۳۲:۔ آپ کے دشمن اپنی جہالت کے باعث قتل ہو کر کنویں میں جا پڑے، اور آپ سے بے رخی کر کے اللہ کی خوشنودی سے محروم ہوگئے۔

۳۳:۔ جنگ بدر کے دن ربِّ کائنات کی جانب سے آپ کے پاس فرشتے آئے جنھوں نے آپ کے دشمنوں سے جنگ کی۔

۳۴:۔ فتح مکہ کے دن آپ کو فتح ملی، اور جنگ احزاب (جنگ خندق) میں (بھی) فتح و نصرت آپ کے ہم رکاب رہی۔

۳۵:۔ حضرت ہود اور حضرت یونس (علیہما السلام) آپ کے جمال سے صاحبان جمال ہوئے، اور حسن یوسف (بھی) آپ کے نور کا پرتو ہے۔

۳۶:۔ اے طٰہٰ! آپ سارے انبیائے کرام پر فائق ہوئے، تو پاکی ہے اس خدا کے لیے جو (معراج کی) رات میں آپ کو (عرش بریں پر) لے گیا۔

۳۳۷

۳۷:۔ اللہ کی قسم! اور اس کی قسم جس نے آپ کو نبی بنایا! اے یٰسین! سارے جہانوں میں کوئی آپ کے جیسا نہیں ہوا۔

۳۸:۔ اے بالاپوش اوڑھنے والے! شعر آپ کی مدح وثنا سے قاصر اور آپ کے بلند اوصاف کے بیان سے عاجز ہیں۔

۳۹:۔ عیسیٰ (علیہ السلام) کی انجیل آپ (کی آمد) کی خبر، اور ہماری کتاب (قرآن کریم) نے بھی آپ کے اوصاف بیان کیے۔

۴۰:۔ مدح سرائی کرنے والے (آپ کی مدح میں) کیا کہیں، اور لکھنے والے آپ کے اوصاف وکمالات کیا جمع کریں۔

۴۱:۔ بخدا! اگر سارے سمندر ان کی روشنائی ہو جائیں اور درخت کی شاخیں مدح وثنا کے لیے قلم بنادی جائیں۔

۴۲:۔ تب بھی جن وانس مل کر کبھی آپ کی تھوڑی سی (کماحقہ) مدح وثنا نہیں لکھ سکیں گے، اور نہ (آپ کی حقیقت کا) ادراک کر سکیں گے۔

۴۳:۔ اے میرے آقا! میرا یہ (ٹوٹا ہوا) دل آپ ہی کا شیفتہ ہے، اور میری روح آپ کے عشق سے سرشار ہے۔

۴۴:۔ جب میں خاموش ہوتا ہوں تو میری ساری خاموشی آپ ہی (کے تصور) میں ہوتی ہے، اور میں جب بولتا ہوں تو آپ کی عظمت ورفعت کے گن گاتا ہوں۔

۴۵:۔ اور جب سنتا ہوں تو آپ ہی کے کلماتِ طیبہ سنتا ہوں، اور جب دیکھتا ہوں تو آپ ہی کو دیکھتا ہوں۔

۴۶:۔ اے میرے مالک! میری محتاجی میں میرے شفیع بن جائیے، کیوں کہ میں مخلوق میں آپ کی غنا کا محتاج ہوں۔

۴۷:۔ اے جن وانس میں سب سے باعزت ہستی! اور اے مخلوق کے خزانے! اپنے جود وکرم اپنی سخاوت سے مجھے عطا کیجیے، اور اپنی رضامندی سے مجھے شاد کام کیجیے۔

۴۸:۔ میں آپ کے جود وکرم کا امیدوار ہوں، آپ کے سوا پوری خلقت میں ابو حنیفہ کا کوئی سہارا نہیں۔

۴۹:۔ تو امید ہے کہ آپ قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمائیں گے، اس لیے اس نے آپ کا دامن کرم مضبوطی کے ساتھ پکڑ رکھا ہے۔

۵۰:۔ کیوں کہ آپ سب سے باعزت ایسے شفاعت فرمانے والے ہیں جس کی شفاعت قبول ہوگی، اور جس نے آپ کی بارگاہ کی پناہ لی اس نے آپ کی خوشنودی پالی۔

۵۱:۔ تو قیامت کے دن کی شفاعت کو آپ اپنی جانب سے (میری) مہمانی بنا دیجیے، امید ہے کہ میں حشر میں آپ کے جھنڈے تلے دیکھا جاؤں گا۔

۵۲:۔ اے ہدایت کے (روشن) مینار! اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے جب تک کوئی مشتاق دیدار آپ کی آرام گاہ (تربت انور) کا مشتاق رہے۔

۵۳:۔ اور آپ کے تمام صحابۂ کرام، تابعین (عظام) پر اور ہر اس شخص پر جو آپ سے محبت رکھتا ہو۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے وصایا اور نصیحتیں

محمد رحمت علی تیغی مصباحی، جامعہ عبد اللہ بن مسعود، کولکاتا

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے برگزیدہ تلامذہ خصوصاً حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت یوسف بن خالد بن سمتی کو بہت ہی شاندار نصیحتیں فرمائیں، جو بلاشبہہ ہر مسلمان کے لیے بے حد مفید اور کار آمد ہیں۔ میں سید شاہ تراب الحق قادری کی تصنیف ”امام اعظم“ سے پوری عبارت من وعن افادۂ عوام المسلمین کے لیے نقل کیے دیتا ہوں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شاگردوں کو چند نصیحتیں فرمائیں۔ جو ظاہری اصلاح اور باطنی تربیت میں بنیادی اور اہم حیثیت کی حامل ہیں۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا ”تم سب میرے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور میرا حزن وملال دور کرنے والے ہو۔ میں نے تمھارے لیے فقہ کی سواری تیار کی، اس کی زین کس دی اور اس کی لگام تمھارے ہاتھ میں پکڑا دی۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ بڑے بڑے اہل علم تمھارے فیصلے سنا کریں گے اور تمھارے نقش قدم پر چلیں گے۔ تم میں سے ہر ایک قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جو علم تمھیں عطا فرمایا اس علم کو محکوم ہونے کی ذلت سے بچانا۔ جب تم سے کوئی قاضی بن جائے تو لوگوں کے مسائل حل کرے ان کا حاکم نہ بنے۔ لوگوں کو انصاف مہیا کرنا اور اگر کوئی خرابی محسوس ہو تو فوراً منصب قضا سے علیحدہ ہو جانا، تنخواہ اور دولت کے لالچ میں اس سے چمٹے نہ رہنا۔ ہاں اگر ظاہر وباطن ایک ہوں تو پھر منصب قضا پر قائم رہ کر خلق خدا کی امداد کرنا۔

ایسے لوگ جو امور دنیا سے علاحدہ ہو کر محض اللہ کی رضا کے لیے یہ عہدہ قبول کرتے ہیں ان کے لیے تنخواہ حلال ہے۔ اگر تم قاضی بن جاؤ تو لوگوں کے سامنے پردے نہ لگا دینا کہ وہ تم سے مل نہ سکیں۔ ان کے لیے اپنی عدالتوں کے دروازے کھلے رکھنا، پانچوں وقت کی نماز جامع مسجد میں ادا کرنا اور نماز کے بعد اعلان کرنا، جسے انصاف کی ضرورت ہو اس کے لیے عدالت کے دروازے کھلے ہیں۔ عشاء کے بعد تین بار اعلان کرنا۔ اگر بیمار ہو جاؤ اور عدالت میں نہ جا سکو تو اتنے دنوں کی تنخواہ نہ لینا۔ یاد رکھو انصاف نہ کرنے والے قاضی کی امامت باطل ہو جاتی ہے

ایسے قاضی کا فیصلہ درست نہیں۔ اگر کوئی گناہ یا جرم کرے تو قاضی کا فرض ہے کہ اس کو روکے یا سزا دے۔
(مناقب للموفق:۴۷۷ملخصا)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خاص شاگردوں امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام یوسف بن خالد سمتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام جو وصایا تحریر فرمائے وہ بلاشبہ نہ صرف امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مشفق باپ، مہربان استاذ، عظیم دانشور اور ماہر نفسیات ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں بلکہ آپ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلامی تعلیمات کا عطر اور دینی ودنیاوی امور میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ مزید یہ کہ یہ نصیحتیں خواص وعوام دونوں کے لیے یکساں نصیحت آموز ہیں یہ دونوں وصایا پیش خدمت ہیں۔

(۱)- امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام:

امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت جب کہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سے رشد وہدایت اور حسن سیرت وکردار کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ لوگوں سے معاملات کی جانب متوجہ ہوئے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں یہ وصیت فرمائی کہ اے یعقوب!

حاکم کے ساتھ محتاط طرز عمل: سلطان وقت کی عزت کرو اس کے مقام کا خیال رکھو۔ اس کے سامنے دروغ گوئی سے خاص طور سے پرہیز کرو۔ اور ہر وقت اس کے سامنے حاضر نہ رہو جب تک کہ تمھیں کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے۔ کیوں کہ جب تم اس سے کثرت سے ملوگے تو وہ تمھیں حقارت کی نظر سے دیکھے گا اور تمھارا مقام اس کی نظروں سے گر جائے گا۔ پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اٹھاتے ہو اور دور بھی رہتے ہو، اس کے قریب تک نہیں جاتے کیونکہ اکثر حاکم اپنی ذات اور اپنے مفادات کے علاوہ کچھ اور دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ تم حاکم کے قریب کثرت کلام سے بچو کہ وہ تمھاری گرفت کرے گا تاکہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور تمھارا محاسبہ کرے گا تاکہ تم اس کے حواریوں کی نظروں میں حقیر ہو جاؤ۔ بلکہ ایسا طرز عمل اختیار کرو۔

جب اس کے دربار میں جاؤ تو وہ دوسروں کے مقابلے میں تمھارے رتبے کا خیال رکھے۔ اور سلطان کے دربار میں ایسے وقت نہ جاؤ جب وہاں دیگر ایسے اہل علم موجود ہوں جن کو تم نہ جانتے ہو۔ اس لیے کہ اگر تمھارا علمی رتبہ ان سے کم ہوگا تو ممکن ہے کہ تم ان پر برتری ثابت کرنے کی کوشش کرو مگر یہ جذبہ تمھارے لیے نقصان دہ ہوگا۔ اگر تم ان سے زیادہ صاحب علم ہو تو شاید تم ان کو کسی بات پر جھڑک دو اور اس وجہ سے تم حاکم وقت کی نظروں سے گر جاؤ۔

جب سلطان وقت تمھیں کوئی منصب عطا کرے تو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے یا تمھارے مسلک سے علم وقضا کے بارے میں مطمئن ہے تاکہ فیصلوں میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کی

حاجت نہ ہو۔ اور سلطان اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھنا، صرف سلطان وقت سے رابطہ رکھنا اور اس کے حاشیہ برادروں سے الگ رہنا تاکہ تمھارا وقار وعزت برقرار رہے۔

عوام کے ساتھ محتاط طرز عمل: عوام کے پوچھے گئے مسائل کے علاوہ ان سے بلا ضرورت بات چیت نہ کیا کرو۔ عوام الناس اور تاجروں سے علمی باتوں کے علاوہ دوسری باتیں نہ کیا کرو تاکہ ان کو تمھاری محبت ورغبت میں مال کا لالچ نظر نہ آئے ورنہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے اور یقین کرلیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو۔ عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور مذاق کرنے سے باز رہو اور بازار میں بکثرت نہ جایا کرو۔ بے ریش لڑکوں سے زیادہ بات چیت نہ کیا کرو کہ وہ فتنہ ہیں البتہ چھوٹے بچوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو۔

عام لوگوں اور بوڑھے لوگوں کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لیے کہ اگر تم ان کو آگے بڑھنے دوگے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ظاہر ہوگی اور اگر تم ان سے آگے چلوگے تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم سے نہیں ہے"۔

کسی راہ گزر پر نہ بیٹھا کرو اور اگر بیٹھنے کا دل چاہے تو مسجد میں بیٹھا کرو۔ بازاروں اور مساجد میں کوئی چیز نہ کھایا کرو۔ پانی کی سبیل اور وہاں پانی پلانے والوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو۔ مخمل، زیور اور انواع واقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اور رعونت جھلکتی ہے۔

ازدواجی آداب: اپنی فطری حاجت کے وقت بقدر ضرورت گفتگو کے سوا بستر پر اپنی بیوی سے زیادہ بات نہ کرو۔ اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس ومس اختیار نہ کرو اور جب بھی اس کے پاس جاؤ تو اللہ کے ذکر کے ساتھ جاؤ اور اپنی بیوی سے دوسروں کی عورتوں کے بارے بات نہ کیا کرو وہ تم سے بے تکلف ہوجائیں گی اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کا ذکر کروگے تو وہ تم سے دوسرے مردوں کے متعلق بات کریں گی۔

اگر تمھارے لیے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو اور باپ، ماں یا سابقہ خاوند سے لڑکی موجود ہو۔ لیکن صرف اس شرط پر کہ تمھارے گھر اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آئے گا اس لیے کہ جب عورت مال دار ہوجاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس عورت کے پاس جو بھی مال ہے وہ سب اس کا ہے اور اس عورت کے پاس امانت کے طور پر رکھا ہے۔ اور دوسری شرط یہ رکھے کہ جہاں تک ممکن ہوگا وہ اپنے والد کے گھر نہیں جائے گی۔ اور نکاح کے بعد تم اس بات پر راضی نہ ہوجانا کہ تم شب زفاف سسرال میں گزاروگے ورنہ وہ لوگ تمھارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے سلسلہ میں انتہائی لالچ سے کام لیں گے۔ اور صاحب اولاد خاتون سے شادی نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنی اولاد کے لیے جمع کرے گی اور ان پر ہی خرچ کرے گی اس لیے اس کہ اس کو اپنی اولاد تمھاری اولاد سے زیادہ پیاری ہوگی۔ تم اپنی دو بیویوں کو ایک ہی مکان میں نہ رکھنا، اور جب تک دو بیویوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی قدرت نہ ہو دوسرا نکاح نہ کرنا۔

امور زندگی کی ترتیب: (امور زندگی کی بہترین ترتیب یہ ہے کہ) پہلے علم حاصل کرو پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو اور پھر ازدواجی رشتہ اختیار کرو۔ علم حاصل کرنے کے زمانہ میں اگر تم مال کمانے کی جدوجہد کرو گے تو تم حصول علم سے قاصر رہو گے۔ اور یہ مال تمھیں باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اکسائے گا اور تحصیل علم سے قبل ہی تمھیں دنیا کی لذتوں اور عورتوں کے ساتھ مشغول کردے گا، اس طرح تمھارا وقت ضائع ہو جائے گا جب تمھارے اہل وعیال کی کثرت ہو جائے گی تو تمھیں ان کی ضروریات پوری کرنے کی فکر ہو جائے گی اور تم علم سیکھنا چھوڑ دو گے۔

اس لیے علم حاصل کرو آغاز شباب میں جب کہ تمھارے دل و دماغ دنیا کے بکھیروں سے فارغ ہوں پھر مال کمانے کا مشغلہ اختیار کرو تاکہ شادی سے قبل تمھاے پاس بقدر ضرورت مال ہو کہ اس کے بغیر اہل وعیال کی ضروریات دل کو تشویش میں مبتلا کر دیتی ہیں لہذا کچھ مال جمع کرنے کے بعد ہی ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہیے۔

سیرت و کردار کی تعمیر: اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، ادائے امانت اور ہر خاص وعام کی خیر خواہی کا خصوصی خیال رکھو اور لوگوں کو عزت دو تاکہ وہ تمھاری عزت کریں ان کی ملنساری سے پہلے ان سے زیادہ میل اور جول نہ رکھو اور ان سے میل جول میں مسائل کا تذکرہ بھی کرو کہ اگر مخاطب اس کا اہل ہو گا تو جواب دے گا۔ اور عام لوگوں سے دینی امور کے ضمن میں علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) پر گفتگو سے پرہیز کرو کہ وہ لوگ تمھاری تقلید کریں گے اور علم کلام میں مشغول ہو جائیں گے۔

جو شخص تمھارے پاس استفتا کے لیے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو اور دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو ورنہ اس کے سوال کا غیر محتاط جواب تمھیں تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے۔ علم سکھانے سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا اگرچہ تم دس سال تک اس طرح رہو کہ تمھارا نہ کوئی ذریعہ معاش ہو، نہ کوئی اکتسابی طاقت، کیوں کہ اگر تم علم سے اعراض کرو گے تو تم تمھاری معیشت (گزر بسر) تنگ ہو جائے گی۔ تم اپنے ہر فقہ سیکھنے والے طالب علم پر ایسی توجہ رکھو کہ گویا تم نے ان کو اپنا بیٹا اور اولاد بنالیا ہے تاکہ تم ان میں علم کی رغبت کا باعث بنو۔ اگر کوئی عام شخص اور بازاری آدمی تم سے جھگڑا کرے تو اس سے جھگڑا نہ کرنا ورنہ تمھاری عزت چلی جائے گی۔ اور اظہار حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ وحشمت کا خیال نہ کرو اگرچہ وہ سلطان وقت ہو۔ جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کمتر عبادت کو اپنے لیے پسند نہ کرو بلکہ عبادت میں سبقت اختیار کرو۔ کیوں کہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کر رہے ہوں اور پھر وہ دیکھیں کہ تمھاری توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو تمھارے متعلق عبادت میں کم رغبت ہونے کا گمان کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ تمھارے علم نے تمھیں کوئی نفع نہیں پہنچایا سوائے اسی نفع کے جو ان کو ان کی جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ مبتلا ہیں۔

معاشرتی آداب: جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اہل علم بھی ہوں تو وہاں اپنی ذات کے لیے کسی امتیازی حیثیت کو اختیار نہ کرو۔ بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی ایک عام سے شہری ہو، تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمھیں ان کی جاہ ومنزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے ورنہ اگر انھوں نے تم سے اپنی عزت کو خطرے میں محسوس کیا تو

وہ سب تمھارے خلاف کام کریں گے اور تمھارے مسلک پر کیچڑ اچھالیں گے اور (ان کی شہ پر) عوام بھی تمھارے خلاف ہوجائیں گے اور تمہیں بری نظر سے دیکھیں گے جس کی وجہ سے تم ان کی نظروں میں کسی قصور کے بغیر مجرم بن جاؤ گے۔

اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہوں میں بحث و تکرار سے باز رہو اور جوبات ان سے کرو، واضح دلیل کے ساتھ کرو۔ اور ان کے اساتذہ کو طعنہ نہ دو، ورنہ تمھارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے۔ تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے ہوشیار رہو اور اپنے باطنی احوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا خالص بنالو جیسا کہ تمھارے ظاہری احوال ہیں۔ اور علم کا معاملہ اصلاح پذیر نہیں ہوتا تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے مطابق نہ بنالو۔

آداب زندگی: جب سلطان وقت تمہیں کوئی ایسا منصب دینا چاہے جو تمھارے لیے مناسب نہیں ہے تو اسے اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک کہ تمھیں یہ معلوم نہ ہوجائے کہ اس نے جو منصب تمہیں سونپا ہے وہ محض تمھارے علم کی وجہ سے سونپا ہے۔ اور مجلس فکر و نظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو کیوں کہ یہ خوفزدگی کلام میں اثر انداز ہوگی اور زبان کو ناکارہ بنادے گی۔

زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ بنادیتا ہے۔ چلنے کے دوران سکون واطمینان سے چلو اور امور زندگی میں زیادہ عجلت پسند نہ بنو اور جو تمہیں پیچھے سے آواز دے اس کی آواز کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپایوں کو دی جاتی ہے۔ اور گفتگو کے وقت نہ چیخو اور نہ ہی اپنی آواز کو زیادہ بلند کرو۔ سکون اور قلت حرکت کو اپنی عادت میں شامل کرو تاکہ لوگوں کو تمھاری ثابت قدمی کا یقین ہوجائے۔

لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کرلیں۔ اور اپنے لیے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرلو جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور صبر و استقامت کی دولت جو رب کریم نے تم کو بخشی ہے اور دیگر جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر اس کا شکر ادا کرو اور اپنے لیے ہر ماہ کے چند ایام کے لیے مقرر کرلو تاکہ دوسرے لوگ اس میں بھی تمھاری پیروی کریں۔

اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو اور دوسروں کے رویہ پر بھی نظر رکھو تاکہ تم اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا اور آخرت میں نفع اٹھاؤ۔ تمھیں چاہیے کہ بذات خود خرید و فروخت مت کرو بلکہ اس کے لیے ایک ایسا خدمت گار رکھو جو تمھاری ایسی حاجتوں کو بہ حسن و خوبی پورا کرے اور تم اس پر اپنے دنیاوی معاملات میں اعتماد کرو۔ اپنے دنیاوی معاملات اور خود کو در پیش صورت حال کے بارے میں بے فکر مت رہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا۔

سلطان وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو اگرچہ تمھیں اس کا قرب حاصل ہو ورنہ لوگ تمھارے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو اس کے دربار میں پیش کرنا شروع کردیا تو وہ تمھیں تمھارے مقام سے گرادے گا اور اگر تم نے ان کی حاجتوں کی تکمیل کے لیے کوشش نہ کی تو حاجت مند

تمھیں الزام دیں گے۔

آداب وعظ و نصیحت: غلط باتوں میں لوگوں کی پیروی نہ کرو بلکہ صحیح باتوں میں ان کی پیروی کرو۔ جب تم کسی شخص میں برائی دکھو تو اس شخص کا تذکرہ اس برائی کے ساتھ نہ کرو بلکہ اس سے بھلائی کی امید رکھو۔ اور جب وہ بھلائی کرے تو اس کی اس بھلائی کا ذکر کرو۔ البتہ اگر تمھیں اس کے دین میں خرابی معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے ضرور آگاہ کر دو تاکہ لوگ اس کی اتباع نہ کریں اور اس سے دور رہیں۔ حضور ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ فاسق وفاجر آدمی جس برائی میں مبتلا ہے اسے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں اگرچہ وہ شخص صاحب جاہ ومنزلت ہو۔

اس طرح جس شخص کے دین میں تم خلل دیکھو اسے بھی بیان کرو، اور اس کے عزت و مرتبہ کی پرواہ نہ کرو۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمھارا اور اپنے دین کا معین اور مددگار ہے۔ اگر تم ایک مرتبہ ایسا کر دو گے تو وہ لوگ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں نئے گمراہ کن افکار و اعمال کے اظہار کی جسارت نہیں کر سکے گا۔

جب تم سلطان وقت سے خلاف دین کوئی بات دیکھو تو اس کو اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے آگاہ کر دو۔ یہ اظہار وفاداری اس وجہ سے ہے کہ اس کا ہاتھ تمھارے ہاتھ سے زیادہ قوی ہے۔ چنانچہ تم اس طرح اظہار خیال کرو کہ جہاں تک آپ کے اقتدار اور غلبہ کا تعلق ہے میں آپ کا فرماں بردار ہوں بجز اس کے کہ میں آپ کی فلاں عادت کے سلسلے میں جو دین کے مطابق نہیں ہے آپ کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ اگر تم نے ایک بار سلطان و حاکم کے ساتھ اس جرأت سے کام لیا تو وہ تمھارے لیے کافی ہوگی، اس لیے کہ تم اگر اس سے بار بار کہو گے تو وہ شاید تم پر سختی کرے اور اس میں دین کی ذلت ہوگی۔

اگر وہ ایک بار یا دو بار سختی سے پیش آئے اور تمھاری دینی جدوجہد کا اور امر بالمعروف میں تمھاری رغبت کا اندازہ کرے اور اس وجہ سے وہ دوسری مرتبہ خلاف دین حرکت کرے تو اس سے اس کے گھر پر تنہائی میں ملاقات کرو اور دین کی رو سے نصیحت کا فریضہ ادا کرو۔ اگر حاکم وقت مبتدع ہے تو اس سے دو بدو بحث کرو اگرچہ وہ سلطان ہے اور اس سلسلے میں کتاب و سنت رسول ﷺ میں جو تمھیں یاد ہو اسے یاد دلاؤ۔ اگر وہ ان باتوں کو قبول کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس سے تمھاری حفاظت فرمائے۔

تم موت کو یاد رکھو اور اپنے ان اساتذہ کے لیے جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے، استغفار کیا کرو اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو۔ قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کیا کرو اور عام مسلمانوں کے ان خوابوں کو جو نبی کریم ﷺ اور صالحین سے متعلق تمھیں سنائے جائیں، خواہ مسجد ہو یا قبرستان یعنی ہر جگہ توجہ سے سنو اور نفس پر ستوں میں سے کسی کے پاس نہ بیٹھو۔ سوائے اس کے کہ کسی کو دین کی طرف بلانا ہو۔ کھیل کود اور گالی گلوچ سے اجتناب کرو اور جب مؤذن اذان دے تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو تاکہ عام لوگ اس بات میں تم سے آگے نہ نکل جائیں۔

سلطان وقت کے قرب وجوار رہائش اختیار نہ کرو۔ اگر اپنے ہمسائے میں کوئی بری بات دیکھو تو پوشیدہ رکھو کہ

یہ بھی امانت داری ہے اور لوگوں کے بھید ظاہر نہ کرو اور جو شخص تم سے کسی معاملہ میں مشورہ لے تو اس کو اپنے علم کے مطابق صحیح مشورہ دو کہ یہ بات تم کو اللہ کے قریب کرنے والی ہے اور میری اس وصیت کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ یہ وصیت تمھیں انشاء اللہ، دنیا اور آخرت میں نفع دے گی۔

اخلاق حسنہ: بخل سے اجتناب کرو کہ اس کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ لالچی اور دروغ گو نہ بنو۔ حق و باطل (یا مذاق و سنجیدگی) کو آپس میں خلط ملط نہ کیا کرو بلکہ تمام امور میں اپنی غیرت و حمیت کی حفاظت کرو۔ اور ہر حال میں سفید لباس زیب تن کرو۔ اپنی طرف سے حرص سے دوری اور دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے دل کا غنی ہونا ظاہر کرو۔ اور اپنے آپ کو مال دار ظاہر کرو اور تنگ دستی ظاہر نہ ہونے دو اگرچہ فی الواقع تم تنگ دست ہو۔

باہمت بنو اور جس شخص کی ہمت کم ہوگی اس کا درجہ بھی کم ہوگا اور راہ چلتے دائیں بائیں توجہ نہ کرو بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو اور جب تم حمام میں داخل ہو تو حمام اور نشستگاہ کی اجرت دوسرے لوگوں سے زیادہ دو تا کہ ان پر تمھاری اعلیٰ ہمتی ظاہر ہو اور وہ تمھیں باعظمت انسان خیال کریں۔ اور اپنا سامان تجارت کاریگروں کے پاس جا کر خود ان کے حوالے نہ کیا کرو بلکہ اس کے لیے ایک بااعتماد ملازم رکھو جو یہ امور انجام دیا کرے اور درہم و دینار کی خرید و فروخت میں ذہانت سے کام لو یعنی لین دین میں چوکس رہو اور اپنے حق کے لیے کوشش کرو۔

نیز درہموں کا وزن خود نہ کیا کرو بلکہ اس معاملہ میں بھی کسی بااعتماد شخص سے کام لو۔ اور متاع دنیا جس کی اہل علم کے نزدیک کوئی قدر نہیں ہے، اسے حقیر جانو کہ اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں۔ غرض کہ اپنے دنیاوی معاملات کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دو تا کہ تمھاری توجہ علم دین پر پوری طرح مرکوز رہے۔ یہ طرز عمل تمھاری ضروریات کی تکمیل کا زیادہ محافظ ہے۔

پاگلوں سے اور ان اہل علم سے جو حجت اور مناظرے کے اسلوب سے بے بہرہ ہیں کلام نہ کرو۔ اور وہ لوگ جو جاہ پرست ہیں اور لوگوں کے معاملات میں عجیب و غریب مسائل کا ذکر کرتے رہتے ہیں، وہ تمھیں کسی طرح نیچا دکھانے کے خواہش مند ہوں گے اور اپنی انا کے مقابلے میں وہ تمھاری کوئی پرواہ نہیں کریں گے اگرچہ وہ سمجھ لیں گے کہ تم حق پر ہو۔

اور جب بھی کسی بڑے رتبہ والے کے پاس جاؤ تو ان پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا جب تک کہ وہ خود تمھیں بلند جگہ نہ عطا کر دیں تا کہ ان کی طرف سے تم کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ کسی قوم میں نماز کی امامت کے لیے پیش قدمی نہ کرو جب تک کہ وہ خود تمھیں از راہ تعظیم مقدم نہ کریں۔ اور حمام میں دوپہر یا صبح کے وقت داخل نہ ہو اور سیر گاہوں میں بھی نہ جایا کرو (کہ وہ عوام کی جگہیں ہیں)

آداب مجلس: سلاطین کے مظالم کے وقت وہاں حاضر نہ رہا کرو سوائے اس کے کہ تمھیں یقین ہو کہ اگر تم ان کو ٹوکو گے تو وہ انصاف کریں گے۔ بصورت دیگر وہ تمھاری موجودگی میں کوئی ناجائز کام کریں گے اور بسا اوقات انھیں ٹوکنے کی تمھیں قدرت و ہمت نہ ہوگی تو لوگ تمھاری خاموشی کی بنا پر گمان کریں گے کہ سلاطین کا وہ ناجائز کام برحق ہے۔

علمی مجلس میں غصہ سے اجتناب کرو۔ اور عام لوگوں کو قصہ کہانیاں سنانے کا مشغلہ اختیار نہ کرو کہ قصہ گو کو جھوٹ بولے بغیر چارہ نہیں۔ جب تم کسی اہل علم کے ساتھ علمی نشست کا ارادہ کرو اور وہ فقہی مجلس ہے تو اس میں بیٹھو اور وہاں ان باتوں کو بیان کر جو مخاطب کے لیے تعلیم کا حکم رکھتی ہوں تاکہ تمھاری حاضری سے لوگوں کو یہ دھوکا نہ ہو کہ تمھارا ہم نشیں کوئی عالم ہے جب کہ وہ در حقیقت عالم نہ ہو۔ اور اگر وہ شخص فتویٰ سمجھنے کا اہل ہے تو فتویٰ بیان کرو ورنہ ضرورت نہیں ہے۔ اس مقصد کے لیے کہیں نہ بیٹھو کہ کوئی دوسرا شخص موجودگی میں درس دیا کرے بلکہ اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بٹھا دو تاکہ وہ تمھیں اس کی گفتگو کی کیفیت اور اس کے علم کے بارے میں بتادے۔

ذکر کی مجالس میں یا اس شخص کی مجلس وعظ میں حاضری نہ دو جو تمھاری جاہ و منزلت یا تمھاری جانب سے اپنے تزکیہ نفس کی نسبت سے مجلس قائم کرے بلکہ ان کی جانب اپنے شاگردوں میں سے کسی ایک شخص کی معیت میں اپنے اہل محلہ اور اپنے عوام کو جن پر تمھیں اعتماد ہے متوجہ کرو (کہ وہ وہاں جایا کریں) اور نکاح خوانی کا کام کسی خطیب کے حوالے کردو اسی طرح نماز جنازہ اور عیدین کی امامت بھی کسی اور شخص کے حوالے کردو۔

(آخری بات یہ کہ) ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کرنا اور ان نصیحتوں کو میری جانب سے قبول کرو کہ یہ تمھارے اور دوسرے مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہیں۔

(۲)-یوسف بن خالد سمتی علیہ الرحمۃ کے نام:

یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ کر جب علم حاصل کرلیا تو اپنے شہر بصرہ کو واپس ہونے کا ارادہ کیا اور آپ سے اجازت چاہی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں تم سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں یہ باتیں تمھیں ہر جگہ کام دیں گی خواہ لوگوں کے ساتھ معاملات ہوں یا اہل علم کے مراتب کا سوال ہو، تادیب نفس کا مرحلہ ہو یا سیاسی امور کا، خواص و عوام کی تربیت کا معاملہ ہو یا عام حالات کی تحقیق مقصود ہو غرض کہ یہ باتیں دینی اور دنیاوی زندگی کے ہر موڑ پر کام آئیں گی اور لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ ہوں گی۔

تعمیر انسانیت: اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب تم انسانی معاشرے کو برا سمجھو گے تو لوگ تمھارے دشمن بن جائیں گے چاہے وہ تمھارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں اور جب اس معاشرے کے ساتھ اچھا سلوک کروگے تو یہ معاشرہ تمھیں عزیز رکھے گا اور اس کے افراد تمھارے ماں باپ بن جائیں گے۔

پھر فرمایا: ذرا اطمینان سے مجھے چند باتیں کہنے دو میں تمھارے لیے ایسے امور کی نشان دہی کیے دیتا ہوں جن کا خود بہ خود شکریہ کے ساتھ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا، دیکھو گویا میں تمھارے ساتھ ہوں اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو اور تم اپنے مخالفوں کی طرف متوجہ ہوگئے اپنے آپ کو ان پر فوقیت دینے لگے۔

تم نے اپنے علم کی وجہ سے خود کو ان پر بڑا ثابت کیا ان کے ساتھ میل جول کو برا سمجھا ان کے معاشرے سے جدا

ہوئے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے نتیجہ میں انھوں نے بھی تمھاری مخالفت کی، تم نے انھیں چھوڑ دیا توانھوں نے بھی تمھیں منہ نہیں لگایا تم نے انھیں گالی دی ترکی بہ ترکی جواب ملا تم نے انھیں گمراہ کہا توانھوں نے بھی تمھیں بدعتی اور گمراہ قرار دیا اور یوں سب کا دامن آلودہ ہوگیا۔ اب تمھیں ضرورت ہوئی کہ تم ان سے کہیں دور بھاگ جاؤ اور یہ کھلی حماقت ہے۔ وہ شخص کبھی اچھی سوجھ بوجھ کا نہیں ہوسکتا کہ اسے کسی سے واسطہ پڑے اور وہ کوئی راہ پیدا ہونے تک نباہ نہ کرسکے۔

معاشرتی حقوق: جب تم بصرہ پہنچو تو لوگ تمھارا خیر مقدم کریں گے، تم سے ملنے کے لیے آئیں گے کیوں کہ یہ ان کا معاشرتی فریضہ ہے اب تم ہر ایک کو اس کا مقام عطا کرو بزرگوں کو عزت دو، علما کی تعظیم کرو، بوڑھوں کی توقیر کرو، نوجوانوں سے نرمی کا برتاؤ کرو، عوام کے قریب رہو، نیک وبد کے پاس اٹھنا بیٹھنا رکھو، بادشاہ وقت کی توہین نہ کرو، کسی کو کم تر نہ سمجھو، اپنی مروت اور شرافت کو پس پشت نہ ڈالو۔

اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو۔ بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو، خسیس الطبع اور کمینوں سے میل جول نہ رکھو، اس شخص سے محبت کا اظہار نہ کرو جو تمہیں پسند نہ کرتا ہو۔ سنو کہ احمقوں سے مل کر خوشی کا اظہار نہ کرو اور ان کی دعوت قبول نہ کرو اور نہ ہی ان کا ہدیہ قبول کرو۔

نرم گفتاری، ضبط وتحمل، حسن اخلاق، کشادہ دلی اور اچھے لباس اور خوشبو کو اپنے لیے لازم رکھو۔ سواریوں میں ہمیشہ اچھی سواری ہی استعمال کرو۔ حوائج ضروریہ کے لیے کوئی وقت مقرر کرلو تاکہ ہر کام آسانی سے کرسکو۔ اپنے ساتھیوں سے غفلت نہ برتو، ان کی اصلاح کی سب سے پہلے فکر کرو مگر اس میں نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو، نرم لہجہ میں گفتگو کرو، عتاب وتوبیخ سے بچو کہ اس سے نصیحت کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ انھیں اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمھاری تادیب کریں، ایسا کرنے سے تمھارے حالات درست رہیں گے۔

تعمیر سیرت: نماز کی پابندی کرو اور سخاوت سے کام لو کیوں کہ بخیل آدمی کبھی بھی سردار نہیں بن سکتا۔ اپنا ایک مشیر کار رکھ لو جو تمھیں لوگوں کے حالات سے مطلع کرتا رہے اور جب تمھیں کوئی خراب بات نظر آئے تو اس کی اصلاح کرنے میں جلدی کرو اور جب اصلاح پاجائے تو اپنی عنایت اور رغبت کو اور بڑھاؤ۔ جو شخص تم سے ملے اس سے ملو اور اس سے بھی ملو جو نہ ملے۔ جو شخص تمھارے ساتھ نیک سلوک کرے تم اس کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو کوئی بد خلقی سے پیش آئے تو تم حسن اخلاق کا ثبوت دو اور عفو وکرم کو مضبوطی سے تھام لو۔ نیک کاموں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرو اور جو تم سے بیزار ہو اس سے ترک تعلق کرلو۔ حقوق کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔

حقوق العباد: اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہوجائے تو مزاج پرسی کرو اور اگر کوئی آنا جانا چھوڑ دے تو تم نہ چھوڑو۔ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو صلہ رحمی سے پیش آؤ۔ جو شخص تمھارے پاس آئے اس کی عزت کرو اگر کسی نے تمھاری برائی کی تو درگزر کرو جو شخص تمھارے بارے میں غلط مشہور کرے تم اس کے بارے میں اچھی بات کہو۔ اگر کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کے حقوق پورے کرو۔ اگر کسی کو خوشی کا موقع میسر آئے تو اسے مبارک دو، اگر کسی پر مصیبت پڑجائے تو اس کی غم خواری کرو۔

اگر کسی پر آفت ٹوٹ پڑے تو اس کے غم میں شریک ہو اور اگر وہ تم سے کام لینا چاہے تو کام کر دو۔ اگر کوئی فریادی ہو تو اس کی فریاد سن لو، اگر کوئی مدد کا طالب ہو تو اس کی مدد کرو، جہاں تک تم سے ہوسکے لوگوں کی مدد کرو۔ لوگوں سے محبت و شفقت کا ظہار کرو، سلام کو رواج دو خواہ وہ کمینوں کی جماعت ہی کیوں نہ ہو۔

تعلیم و تربیت: اگر مسجد میں تمھارے پاس کچھ لوگ بیٹھے مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں تو ان سے اختلاف رائے نہ کرو۔ اگر تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو پہلے وہ بتاؤ جو لوگوں میں رائج ہو پھر بتاؤ کہ دوسرا قول بھی ہے اور وہ ایسے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے۔ اس طرح ان کے دلوں میں تمھاری قدر و منزلت جاگزیں ہو جائے گی اور جو شخص تمھاری مخالفت کرے تو اسے کوئی ایسی راہ دکھا دو جس پر وہ غور کرے۔ لوگوں کو آسان باتیں بتایا کرو اور مشکل اور گہرے مسائل بیان نہ کیا کرو کہ کہیں وہ غلط مطلب نہ سمجھ لیں۔

لوگوں سے لطف و مہربانی کا سلوک کیا کرو بلکہ کبھی کبھی اس نے مذاق بھی کر لیا کرو کیوں کہ تمھارا یہ عمل لوگوں میں تمھاری محبت پیدا کر دے گا۔ ہمیشہ علمی چرچا رکھو اور کبھی کبھی ان کی دعوت کر دیا کرو، ان سے سخاوت سے پیش آؤ۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے درگزر کر دیا کرو اور ان کی ضروریات کو بھی پورا کیا کرو بہتر یہی ہے کہ لطف و کرم اور چشم پوشی کو اپنا خاصہ بنا لو۔

نہ تو کسی سے دل تنگ کرو اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ سے پیش آؤ۔ آپس میں گھل مل کر اس طرح رہو کہ گویا تم ایک ہی ہو۔ لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ان کے لیے وہی چیزیں پسند کرو جو تمھیں پسند ہیں۔

تزکیۂ نفس: نفس کی حفاظت اور احوال کی دیکھ بھال کرو اور فتنہ و جھگڑے سے دور رہو۔ اگر کوئی شخص تم سے بری طرح بات کرتا ہے تو اس سے اچھی طرح بات کرو اور اس کو جھڑکو نہیں۔ اگر کوئی تمھاری باتیں غور سے سن رہا ہو تو تم بھی اس کی طرف کان لگا لو۔ لوگوں کو ایسی چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جس کی وہ تمھیں تکلیف نہیں دیتے۔ اخلاص نیت سے لوگوں کا خیر مقدم کرو اور سچائی کو لازم کر لو۔

غرور و تکبر کو اپنے سے دور رکھو اور دھوکہ بازی سے دور رہو خواہ لوگ تمھارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہوں امانت میں خیانت نہ کرو خواہ لوگ تمھارے ساتھ خاینت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں، وفاداری اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ اہل کتاب سے وہی تعلق اور معاملہ رکھو جیسا وہ تمھارے ساتھ رکھتے ہوں۔

پس اگر تم نے میری اس وصیت پر عمل کیا تو یقیناً ہر آفت سے بچے رہو گے۔ دیکھو اس وقت میں دو کیفیتوں سے دو چار ہوں۔ تم نظر سے دور ہو جاؤ گے اس کا تو غم ہے اور اس پر مسرت ہے کہ تم نیک و بد کو پہچان لو گے۔

خط و کتابت جاری رکھنا اور اپنی ضرورتوں سے مطلع کرتے رہنا۔ تم میری اولاد ہو اور میں تمھارے لیے باپ کی طرح ہوں۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد النبي الامي و علیٰ اٰلہ و صحبہ و سلم

☆☆☆

باب نہم

ائمہ اربعہ کے

مختصر احوال اور سوانح

امام اعظم ایک نظر میں

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ ومقام

امام احمد بن حنبل —حیات وخدمات

امام اعظم: ایک نظر میں

محمد حسان رضا مصباحی، جامعہ عبد اللہ بن مسعود، کولکاتا-۱۰۰

نام: نعمان۔

کنیت: ابو حنیفہ۔

والد کا نام: ثابت۔

وطن مالوف: کوفہ۔

سن ولادت: ۷۰ھ، یا ۸۰ھ، یا ۷۷ھ، یا ۶۱/ باختلاف روایت۔

نسب: نعمان بن ثابت، بن نعمان، بن مرزبان۔ بعض روایت میں ثابت بن زوطی، بن ماہ، ہے۔

اولاد: صرف ایک بیٹا جس کا نام حماد ہے۔

ابو حنیفہ کنیت کی وجہ: کئی وجہیں بتائی گئیں ہیں لیکن سب سے بہتر وجہ یہ ہے کہ آپ کی کنیت وضعی معنی کے اعتبار سے یعنی ابو الملۃ الحنیفۃ۔ (۱)

امام اعظم کی تابعیت: آپ نے حضرت انس بن مالک کی زیارت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی دیگر صحابہ کرام کی زیارت ثابت ہے اس لیے آپ بلا شبہہ تابعی ہیں۔

وہ صحابہ جن سے امام اعظم کی ملاقات ہوئی ہے:

(۱) سیدنا انس بن مالک (۲) سیدنا عبد اللہ بن جزء (۳) سیدنا جابر بن عبد اللہ (۴) سیدنا معقل بن یسار (۵) سیدنا واثلہ بن الاسقع (۶) سیدنا عبد اللہ بن انیس (۷) سیدتنا عائشہ بنت عجرد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۲)

آپ کے استاذ: حضرت امام حماد

اخلاق و کردار: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرام چیزوں سے خود بھی بچتے اور دوسروں کو بھی بچانے کی شدید

(۱) الخیرات الحسان

(۲) امام اعظم از: سید شاہ تراب الحق قادری ص:۵۱.۵۲

کوشش کرتے۔ بغیر علم کے دین میں کوئی بات کہنے سے بہت ڈرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انتہائی مجاہدہ کرتے۔ دنیاداروں سے دور رہتے۔ اور کبھی کسی کی خوشامد نہ کرتے۔ وہ اکثر خاموش رہتے اور دینی مسائل میں غور و فکر کیا کرتے۔ علم و عمل میں بلند مرتبہ ہونے کے باوجود عاجزی اور انکساری کا پیکر تھے۔

جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرتے اگر قرآن و سنت میں اس کی نظیر نہ ملتی تو حق طریقہ پر کرتے۔ ان کا نفس اور دین کی حفاظت کرتے۔ اور راہ خدا میں علم اور مال خرچ کرتے۔ ان کا نفس تمام لوگوں سے بے نیاز تھا۔ لالچ اور حرص کی طرف ان کا میلان نہ تھا۔ وہ غیبت کرنے سے بہت دور تھے۔ اگر کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے۔ (۱)

روز و شب کے مشاغل: آپ کے شب و روز اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے وقف تھے۔ سارا دن تعلیم و تدریس میں گزرتا۔ باہر سے آنے والے مسائل کا جواب لکھتے۔ بالمشافہ مسائل پوچھنے والوں کی رہنمائی فرماتے۔ مجلس میں بیٹھتے تو وہ درس و تدریس کی مجلس ہوتی۔ باہر نکلتے تو مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت، فقرا و مساکین کی خدمت، رشتہ داروں کی خبر گیری اور آنے والوں کی حاجت روائی میں مصروف ہو جاتے۔ رات عبادت میں گزارتے اور قرآن مجید کی بہترین تلاوت کرتے۔ یہی معمولات، زندگی بھر قائم رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (۲)

عبادت و ریاضت: ۳۰؍ سال تک ایک رکعت میں مکمل قرآن پاک ختم کیا۔ ۴۰؍ سال تک عشا کی وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ آپ کا پوری رات عبادت کرنا اور تہجد پڑھنا تواتر سے ثابت ہے۔ (۳)

حج بیت اللہ: آپ نے اپنی حیات طیبہ میں ۵۵؍ بار حج کیے۔

خانہ کعبہ میں نماز و تلاوت: آخری حج میں خانہ کعبہ کے اندر دو رکعت میں پورا قرآن ختم کیا۔

خلیفہ یا امیر کا تحفہ: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی کسی امیر کا تحفہ یا انعام قبول نہیں کیا۔

والد کا انتقال: آپ کے بچپن ہی میں، آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔

والدہ کا وصال: آپ کے آخری ایام میں، آپ کی والدہ کا وصال ہوا۔

والدین کے لیے صدقہ: امام اعظم ہر جمعہ کو اپنے والد اور والدہ کے لیے دس دس درہم صدقہ و خیرات کرتے تھے۔

اساتذہ و طلبہ کے لیے استغفار: آپ فرماتے ہیں: میں اپنے ہر استاذ کے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (۴)

---

(۱) سوانح بے بہا ے اما م اعظم ،ص:۷۶

(۲) مناقب للموفق،ص:۴۰۰

(۳) الخیرات الحسان،ص:۲۳، دار الکتب العلمیة، بیروت

(۴) مناقب للموفق ،ص:۲۹۵

شیخ طریقت: امام اعظم کے شیخ طریقت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ دو سال کی مدت میں ان کے ذریعے راہ سلوک طے کی۔

طریقت کی اہمیت: امام اعظم فرماتے ہیں: ”اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔“(۱)

عقل و ذہانت:

(۱) کسی عورت نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی بچہ نہ جنا۔ (امام شافعی)

(۲) اگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تمام معاصرین کی عقلوں کا موازنہ کیا جائے تو امام اعظم کا پلہ بھاری رہے گا۔ (بکر بن حیش)

(۳) اگر روئے زمین کے آدھے انسانوں کے ساتھ امام اعظم ابو حنیفہ کی عقل کو تولا جائے تو امام اعظم کی عقل وزنی نکلے گی۔ (امام علی بن عاصم)

ظاہری علوم میں کمال: امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ابو حنیفہ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں اور ہمارے پاس باطنی و روحانی علوم کے ذخائر۔(۲)

علم حدیث: امام اعظم ادب و حکمت اور فقہ و تفسیر کے بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے بھی امام تھے۔

تدریس: امام بخاری کے استاذ امام مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دس سال امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث و فقہ کا علم حاصل کیا۔

امام ابو عبد الرحمٰن المقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی: ۲۱۳ھ) نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نو سو (۹۰۰) حدیثیں سماعت کیں۔(۳)

علامہ یوسف صالح شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے، آپ سے رویات اخذ کرنے والے ۹۲۴/ محدثین کے نام بتائے ہیں۔
علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے ۹۰/ تلامذہ کے اسمائے گرامی تحریر کیے۔(۴)

کتنے صحابہ سے آپ نے اخذ روایات کیا؟

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ۷/ صحابہ کرام سے بلا واسطہ احادیث روایت کیں۔ ان کے علاوہ کثیر تابعین کرام ہیں جن سے آپ نے علم حدیث میں استفادہ کیا۔

---

(۱) مقدمات سوانح بے بہا ے امام اعظم ،ص: ۱۲۳
(۲) مناقب للموفق،ص:۱۹۲
(۳) امام اعظم، ازسید شاہ تراب الحق قادری
(۴) شرحِ الموطاء للزرقانی

تابعین عظام جن کی صحبت امام اعظم کو حاصل ہوئی:

حضرت قاسم ، حضرت سالم، حضرت طاؤس ، حضرت عکرمہ، حضرت مکحول، حضرت عبداللہ بن دینار ، حضرت امام حسن بصری ، حضرت عمر بن دینار ، حضرت ابو زبیر ، حضرت عطا ، حضرت قتادہ ، حضرت ابراہیم ، حضرت امام نافع وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

امام اعظم اور امام بخاری۔نسبت و تعلق:

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچویں درجے میں شاگرد ہیں۔ وہ اس طریقے سے کہ امام بخاری کے استاذ امام احمد بن حنبل ہیں، اور امام احمد بن حنبل کے استاذ امام شافعی ہیں، اور امام شافعی کے استاذ امام محمد ہیں، اور امام محمد کے استاذ امام ابو یوسف ہیں، اور امام یوسف کے استاذ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ لہٰذا امام بخاری امام اعظم کے پانچویں درجے میں شاگرد ہیں۔

وصال: حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۲/ شعبان ۱۵۰ھ کو ہوا۔

روضۂ اقدس: آپ کا مزار پاک بغداد شریف میں ہے جو مرجع خلائق ہے۔

☆☆☆

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی

مفتی افضل حسین مصباحی، پرنسپل جامعہ عبداللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا-١٠٠

مذاہب اربعہ کے چار جلیل القدر اماموں میں سے ایک امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کے علم واجتہاد، فضل و کمال، زہدوورع پر امت کا اجماع ہے۔ دنیائے علم میں آپ پہلے وہ شخص ہیں جو بیک وقت حدیث وفقہ کے امام کہلائے اور فن حدیث میں سب سے پہلے آپ نے ہی باقاعدہ ایک کتاب لکھا جس کے بعد تصنیفات کتب حدیث کا سلسلہ شروع ہوا۔ امت مسلمہ کا بڑا طبقہ آپ کا مقلد ہے اور آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے خود کو مالکی کہتا ہے۔

ولادت اور نام ونسب: حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف میں ولید بن عبدالملک اموی کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ سال ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے لیکن اکثر لوگوں کی رائے ٩٣ھ کی ہے۔ امام ذہبی نے اس کو صحیح ترین قول قرار دیا ہے۔

امام مالک کا پورا نام اس طرح ہے: امام دار الہجرت امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث الاصبحی۔ آپ کے پردادا ابو عامر بن عمر جلیل القدر صحابی تھے غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ آپ اپنے مورث اعلی عمر بن حارث ذواصبح کی طرف نسبت کرتے ہوئے اصبحی کہلاتے ہیں۔

تعلیم وتربیت: امام مالک نے دینی اور علمی خاندان میں ہوش وحواس کی آنکھ کھولی۔ اسلامی گھرانے کے دستور کے مطابق پہلے آپ نے حفظ قرآن فرمایا پھر حفظ حدیث کی طرف مائل ہوئے وہ زمانہ تبع تابعین کا تھا۔ ابن شہاب زہری، یحیی بن سعید انصاری، زید بن اسلم، ربیعہ، ابوزناد وغیرہم اس دور میں دائرۂ علمیہ کے مرکزی حیثیت سے معروف تھے۔ آپ کے اساتذہ ومشائخ میں زیادہ تر مدینہ شریف کے بزرگان دین ہیں۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں: آپ نے نوسو (٩٠٠) سے زیادہ مشائخ اور علما سے علم دین حاصل کیا۔ (١)

مورخین لکھتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحصیل علم کی بے حد لگن تھی۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس کچھ زیادہ مال نہ تھا لیکن کتابوں کا اشتیاق اس قدر تھا کہ مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کیا اور کتابیں خریدا

(١) شرح الموطاء للزرقانی

بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان پر دولت کا دروازہ کھول دیا۔ آپ کا حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا جس چیز کو ایک بار دیکھ لیتے یاد ہو جاتا پھر اس کو بھولتے نہیں۔

معمولات زندگی: امام مالک کی زندگی سادہ اور پر وقار تھی، یمن، مصر اور خراسان کے بنے ہوئے بیش قیمت لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ عام طور پر سفید رنگ کا لباس پہنتے تھے، اور خوشبو لگاتے تھے، سر پر عمامہ باندھتے تھے، اور دونوں شانوں کے درمیان شملہ لٹکایا کرتے تھے، اور ضرورت کے بغیر سرمہ نہیں لگایا کرتے تھے، چاندی کی انگشتری پہنتے تھے جس پر سیاہ رنگ کا نگینہ تھا اور حسبنا اللہ و نعم الوکیل کندہ کرایا ہوا تھا۔

پوری زندگی علمی خدمات اور حرم رسول کی تعظیم میں گزاری۔ امام زرقانی بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث تحریر کی ہیں۔ طلبہ کا انبوہ کثیر ہر وقت آپ کے دروازے پر موجود رہتا تھا۔ آپ کا حلقہ درس معاصرین کے حلقوں میں سب سے بڑا حلقہ تھا۔ آپ مدینہ منورہ کے جس مکان میں رہتے تھے وہ عبد اللہ بن مسعود کی رہائش گاہ تھی، مسجد نبوی میں اس جگہ بیٹھتے جہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھا کرتے تھے۔ کھانا تنہائی میں کھاتے تھے اس لیے کسی شخص نے آپ کے خورد و نوش کے احوال بیان نہیں کیا۔ وقار اور دبدبہ کے باوجود اپنے اہل و عیال اور خدام کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ مدینہ منورہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ امام مالک نماز پڑھنے کے لیے مسجد تشریف لاتے تھے۔ جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے، بیماروں کی عیادت کرتے تھے، لوگوں کے حقوق ادا کرتے تھے، مسجد میں مجلس منعقد کرتے تھے پھر کسی وجہ سے مسجد میں بیٹھنا ترک کر دیا تھا۔

امام مالک بحیثیت عالم مدینہ: حدیث شریف میں ہے: علم منقطع ہو جائے گا تو عالم مدینہ سے زیادہ علم باقی نہ رہے گا۔ (ترمذی باب ماجاء فی عالم المدینہ) دوسری حدیث میں ہے کہ عنقریب لوگ (علم کے لیے) سفر کریں گے تو عالم مدینہ سے زیادہ کوئی علم والا نہ پائیں گے۔ (۱)

حضرت سیدنا عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ہماری رائے یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی بھی عالم مدینہ کے نام سے معروف نہیں، لوگوں نے حصول علم کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جتنا سفر کیا اتنا کسی کی طرف نہیں کیا۔ (۲)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام مالک علما کے درمیان ایک درخشندہ ستارے کے مانند ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا۔

حضرت امام نسائی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تبع تابعین کی جماعت میں امام مالک سے عظیم کوئی شخص نہیں

---

(۱) المستدرك، كتاب العلم .باب يوشك الناس، ج:۱، ص:۲۸

(۲) ترمذی باب ما جاء فی عالم المدینه

اور نہ ہی ان سے بڑھ کر کوئی شخص حدیث میں مامون تھا۔

عبد الرحمٰن بن مہدی کہتے تھے کہ سفیان ثوری روایت حدیث میں امام تھے، اور امام اوزاعی قواعد سلف کے امام تھے، اور امام مالک ان دونوں کے امام تھے۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں: امام مالک استاذ العلما عالم حجاز اور مفتی حرمین ہیں۔

امام مالک اور عشق رسول: آپ کی شخصیت عشق رسول سے معمور تھی۔ سراپا اسوۂ رسول اور سنت نبویہ کی عملی تصویر تھے۔ شہر رسول مدینہ طیبہ کے ذرہ ذرہ سے انھیں عشق تھا، حرم رسول کی بازاروں، گلیوں کی بھی تعظیم کرتے تھے، حرم مدینہ میں کبھی قضائے حاجت نہ فرماتے اور نہ ہی وہاں کسی سواری پر سوار ہوتے اس خیال سے کہ جس جگہ پر میں سوار ہو کر چلوں ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پاپیادہ چلے ہوں۔ احادیث نبویہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ چناں چہ ابو مصعب تحریر فرماتے ہیں:

”كان مالك بن انس لا يحدث بحديث رسول الله ﷺ الا وهو على وضوء“

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف تعظیم و تکریم کی خاطر بغیر وضو کے بیان نہیں فرماتے تھے۔ (۱)

حضرت مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب لوگ کچھ پوچھنے کے لیے آتے تو خادمہ آپ کے دولت خانہ سے نکل کر دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف پوچھنے آئے ہو یا فقہی مسائل؟ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں تو امام موصوف فوراً تشریف لے آتے اور اگر وہ کہتے ہیں کہ حدیث شریف کے لیے آئے ہیں تو حضرت امام مالک غسل فرما کر خوشبو لگاتے پھر لباس بدل کر نکلتے، آپ کے لیے تخت بچھایا جاتا جس پر آپ وقار کے ساتھ بیٹھ کر حدیث شریف بیان فرماتے اور شروع مجلس سے آخر تک خوشبو سلگائی جاتی۔ اور وہ تخت صرف حدیث شریف روایت کرنے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا جب امام موصوف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: احب أن أعظم حديث رسول الله ﷺ میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم کروں۔ (۲)

حضرت عبد اللہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ حدیثیں بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک بچھو نے آپ کو ۱۶ر مرتبہ ڈنک مارا جس سے ان کا رنگ بدل کر پیلا ہو رہا تھا مگر انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کو بیان کرنا بند نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہو گئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ آج آپ کے اندر میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے، حضرت امام

---

(۱) كتاب الشفاء، ج:۲ ص:...

(۲) شفا شريف، ج:۲، ص:۳۶

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انما صبرت اجلالا لحدیث رسول اللہ ﷺ یعنی میں نے رسول خدا ﷺ کی حدیث شریف کی تعظیم میں صبر کیا۔ (۱)

علم دین کا ادب: امام مالک علم اور علما کی حد درجہ تعظیم و تکریم کرتے تھے، ان کی شان و شوکت کو ترجیح دیتے تھے اور علم و علما کی شان گھٹانا زوال علم کا سبب قرار دیتے تھے۔ چناں چہ طاش کبری زادہ کی تصنیف مفتاح السعادۃ میں منقول ہے کہ عباسی خلیفہ ہارون رشید آپ کے پاس اپنی مجلس میں حاضر ہونے کا پیغام بھیجا تاکہ آپ سے ان کے دونوں بیٹے امین اور مامون موطا سن سکیں، اس پر آپ نے فرمایا: خلیفۃ المسلمین کو اللہ عزت بخشے اگر آپ علم کی عزت کریں گے تو وہ باعزت ہوگا اور اگر آپ رسوا کریں گے تو علم ذلیل ہوگا علم کے پاس آیا جاتا ہے وہ خود کسی کے پاس نہیں جاتا، خلیفہ نے کہا: آپ نے سچ کہا پھر انھوں نے اپنے دونوں بیٹے سے مسجد جانے کو کہا تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ موطا شریف کی سماعت کر سکیں۔ حضرت امام مالک نے فرمایا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دونوں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے نہ بڑھیں گے بلکہ جہاں جگہ ملیں وہیں بیٹھ جائیں گے۔ اس شرط کے ساتھ دونوں مسجد حاضر ہوتے۔

موطا امام مالک: فن حدیث میں تدوین کی گئی کتابوں میں سب سے پہلی کتاب موطا شریف ہے۔ عباسی خلیفہ منصور کی فرمائش اور شدید اصرار کے پیش نظر امام مالک نے اس کتاب کی تصنیف فرمائی تقریباً چالیس سالوں تک اس کی تصنیف میں آپ مشغول و مصروف رہے۔ تکمیل کے بعد مدینہ منورہ کے ستر فقہا کے سامنے پیش کیا جنھوں نے اس کتاب کو گہری اور باریک نظروں سے روندا اس وجہ سے اس کا نام موطا پڑ گیا کہ موطا کا لفظ وطی سے ماخوذ ہے جس کے معنی روندنے کے ہیں۔ امام شافعی نے اس کتاب کو دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر اس سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔ خود امام مالک نے اس کے مسودہ تمام اوراق کو پانی میں ڈال دیا اور فرمایا کے ان اوراق میں سے ایک ورق بھی بھیگ گیا تو مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں لیکن یہ امام مالک کی صدق نیت اور اخلاص کا ثمرہ تھا کہ پانی میں ڈالنے کے باوجود ان اوراق میں سے کوئی بھی ورق نہیں بھیگا اور اس کام میں امام مالک کا اخلاص اور ان کی للّٰہیت تمام لوگوں پر ظاہر ہوگئی۔ (۲)

آپ کے تلامذہ: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مستقل قیام مدینہ شریف میں تھا اور آپ کی علمی شہرت پورے شہر میں کمال پر پہنچی ہوئی تھی چوں کہ مدینہ شریف مسلمانوں کے لیے تمام مبارک شہروں میں قلب کی حیثیت رکھتا ہے اور پوری دنیا سے لوگ یہاں حاضری کے شرف سے مشرف ہوتے ہیں، اس وجہ سے بے شمار لوگوں کو آپ سے علم حدیث کی سماع کا موقع ملا۔

ابتلاء: امام مالک کا مسلک تھا کہ طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی۔ ان کے زمانے کے حاکم نے اس مسئلہ میں ان

(۱) شفا شریف، ج:۲، ص:۳۶

(۲) شرح موطا للزرقانی

سے اختلاف کیا اور انھیں زود و کوب بھی کیا۔ نیز کہا گیا ہے کہ آپ بیعت اکراہ کو صحیح نہیں مانتے تھے جس کی وجہ سے حاکم مدینہ جعفر بن سلیمان نے آپ پر کوڑا برسایا تھا۔ بعض مورخین کا ماننا ہے کہ آپ نے متعہ کو حرام قرار دیا تھا جس کی وجہ سے آپ پر کوڑا برسایا گیا۔ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام مالک نے مسجد کی نماز با جماعت کو ترک کر دیا تھا اور جب امام مالک سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: لیس کل الناس یقدر ان یتکلم بعذرہ کہ ہر شخص اپنا عذر نہیں بیان کر سکتا۔

وصال: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید یحیی بن یحیی مصمودی بیان کرتے ہیں کہ امام مالک کا مرض الموت طویل ہوا اور وقت آخر آپہنچا تو مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے علما، فقہا امام مالک کے مکان میں جمع ہوگئے تاکہ امام مالک کے آخری ملاقات سے فیض یاب ہوں اور ان کی وصیتوں سے بہرہ مند ہوں۔ یحیی بن یحیی کہتے ہیں کہ عیادت کرنے والے ۱۳۰ ر علما حاضر تھے میں بار بار امام کے پاس جاتا اور سلام عرض کرتا تھا تاکہ اس آخری وقت میں حضرت کی نظر مجھ پر پڑجائے اور وہ نظر میری سعادت اخروی کا وسیلہ بن جائے۔ میں اسی کیفیت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کبھی ہنسایا اور کبھی رُلایا، اس کے حکم سے ہم زندہ رہے اس کے حکم سے جان دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے حاضرین نے عرض کیا اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے، فرمایا: میں اس وقت اولیاء اللہ کی مجلس کی وجہ سے بہت خوش ہوں کیوں کہ میں اہل علم کو اولیاء اللہ گردانتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرات انبیا علیہم السلام کے بعد علما سے زیادہ کوئی پسند نہیں ہے۔

یحیٰ بن یحیٰ مصمودی بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے وقت وصال ربیع کی ایک روایت بیان کیا تھا کہ کسی شخص کو نماز کے مسائل سیکھانا روے زمین کی تمام دولت کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور کسی شخص کی دینی الجھن دور کرنا سوچ کرنے سے افضل ہے۔ اور ابن شہاب زہری کی روایت سے بتایا کہ کسی شخص کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ یحیی بن یحیی کہتے ہیں: اس گفتگو کے بعد امام مالک نے کوئی بات نہیں کہ اور اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے لیکن علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ زرقانی نے تحریر فرمایا ہے کہ یک شنبہ کو مریض ہوئے اور بائیسویں دن یک شنبہ ۹ ۱۷ھ کو ربیع الاول کے مہینہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

فقہ مالکی کی اہمیت: امام مالک جہاں فقیہ اثر تھے وہیں فقیہ رائے بھی تھے آپ کی فقہ منجمد نہ تھی بلکہ حالات اور مقتضیات زمانہ پر منطبق تھی جس کی اصل بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ساتھ دیگر اصول فقہ مالکی تھی ۔ امام مالک نے متعدّد فقہا سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی تھی جس کی روشنی میں آپ فتاوی صادر فرماتے تھے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول سے احکام کا استخراج فرماتے تھے، نص میں تعارض ہونے پر قیاس کا استعمال کر کے حکم صادر فرمایا کرتے تھے۔

فقہ مالکی آج بھی حجاز، بصرہ، مصر، بلاد افریقہ، اندلس، صقلیہ، مراکش، اسلم، سودان میں پائی جاتی ہے۔ بغداد میں بھی

اس کا خوب ظہور ہوا، نیشاپور میں بھی اس کی ترویج واشاعت ہوئی وہاں اس فقہ کے متعدّد ائمہ اور مدرسین پائے گئے۔

مالکی مسلک کا رواج: دنیا کے مختلف خطوں میں مسلک مالکی کے مقلدین ہوئے مگر مغربی ممالک بالخصوص اندلس میں اس مسلک کا بہت زیادہ چرچا ہوا۔ اس کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ وہاں کے لوگ جب حج و زیارت کی غرض سے حرمین شریفین حاضر ہوتے تو مدینہ شریف میں امام مالک کی شہرت و مقبولیت اور آپ کے علم و فضل سے بہت زیادہ متاثر ہوئے. اس لیے اندلس میں عام طور پر لوگ امام مالک کے فتویٰ پر عمل کرتے تھے چناں چہ قرطبہ سے یحیی بن یحیی مصمودی مدینہ منورہ پہنچے وہ ایک سال تک امام مالک کی خدمت میں رہے اور واپس آکر انھوں نے موطا امام مالک اور فتاوی امام مالک کی تبلیغ اور اشاعت کی۔ اسی طرح اندلس کے ایک اور عالم عیسیٰ بن دینار بھی امام مالک کے شاگرد تھے اور ان دونوں حضرات نے دیار مغرب میں امام مالک کے مسلک کی بہت زیاد خدمت کی۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ یحیی بن یحیی کو شاہی دربار میں پذیرائی حاصل تھی اور تمام شہروں میں قاضیوں کا تقرر ان کی رائے سے ہوتا تھا اور یحیی بن یحیی اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ کسی ایسے شخص کو قاضی نہ مقرر کر دیا جائے جو مالکی مسلک سے اختلاف رکھتا ہو۔ (۱)

مالکی مسلک کو فروغ دینے والی کتابیں: جن کتابوں سے آپ کے مذہب کو فروغ ملا ان میں سے چند یہ ہیں: مدونہ، واضحہ، عتبیہ، موازیہ۔ واضحہ حضرت عبد الملک بن حبیب نے اندلس میں مدون کیا۔ عتبیہ محمد بن احمد بن عبد العزیز عتبی کی تصنیف ہے۔ اسدیہ، یہ اسد بن فرات کی جانب منسوب ہے۔ موازیہ، یہ حضرت محمد بن ابراہیم بن زیاد اسکندری کی تصنیف ہے جو ابن مواز کے نام سے مشہور تھے۔ اس کتاب کے بارے میں مدارک میں ہے اجل کتاب الفه المالكيون یہ مالکیوں کی کتابوں میں سب سے ممتاز کتاب ہے، اس کے مسائل صحیح ترین ہیں، اس میں شرح وبسط کے ساتھ مسائل مذکور ہیں۔ اور ابوالحسن القابسی نے مذہب مالکی کی تمام امہات الکتب پر اس کتاب کو ترجیح دیا ہے۔

☆☆☆

(۱) بستان المحدثين، ص:۳۵

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ و مقام

مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی

سربراہ اعلیٰ: جامعہ عبداللہ بن مسعود [و] دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، کولکاتا
[و] دارالعلوم قادریہ معتبریہ، گیا [و] مدرسہ مدینۃ الاسلام، جھارکھنڈ
[و] دارالعلوم فیض الکریم، سیتامڑھی [و] دارالعلوم منصور شاہ بابا، اڈیشہ

نام: محمد بن ادریس شافعی۔

کنیت: ابو عبداللہ۔

لقب: ناصر الحدیث۔

نسب: محمد بن ادریس، بن عباس، بن عثمان، بن شافع، بن سائب، بن عبید، بن عبد یزید، بن ہاشم، بن مطلب، بن عبد مناف۔ (عبد مناف میں جاکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب شریف سے مل جاتے ہیں)۔

تاریخ پیدائش: ۱۵۰ھ۔ اسی سال حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔

جائے پیدائش: فلسطین کا ایک قصبہ جسے "غزہ" کہا جاتا ہے۔

والد گرامی: ادریس بن عباس۔ جب حضرت امام شافعی دو سال کے ہوئے تو والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔

حالات زندگی:

والد گرامی کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ محترمہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ لے آئیں۔ وہیں آپ نے پرورش پائی اور اہل علم کی اجتماعات میں شرکت فرمائی۔ علوم و فنون میں آپ نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اور جب آپ کی عمر شریف ۱۵؍ سال کی ہوئی تو مکہ مکرمہ کے مفتی اعظم حضرت سیدنا مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، آپ کو فتویٰ کی ترغیب دینے لگے۔[1]

مکہ مکرمہ کے دوران قیام، اخیر وقت میں آپ نے بغداد معلیٰ کا سفر کیا اور دو سال وہاں قیام پذیر رہے، بعدہ پھر مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔ چند ماہ مکہ مکرمہ رہنے کے بعد مصر تشریف لے گئے، اور وہیں ۲۰۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

(۱) الروض الفائق فی المواعظ والرقائق (مترجم)، ص: ۳۹۵

معمولات زندگی:

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر شب، رات کے ایک تہائی حصہ میں تعلیم و تعلم کا کام کرتے، جب کہ دوسرے تہائی میں نوافل پڑھتے اور تیسرے تہائی میں آرام فرماتے۔ (۱)

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ اس کے بعد ہی علم حدیث کی تحصیل میں لگ گئے کیوں کہ آپ کو حدیث سننے اور یاد کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپ جو بھی حدیث سنتے اسی وقت یاد کر لیتے اور پھر جلد ہی اسے کسی کپڑے، چمڑے، پتھر یا کھجور کے پتے، یا جو بھی چیز ہاتھ آتی اس پر لکھ لیتے۔ چوں کہ گھر کے بہت غریب تھے اس لیے لکھنے، پڑھنے کے لیے کاپی وغیرہ، اور استاذ کا خرچ گھر سے ادا نہیں ہو پاتا تھا۔ لیکن خداے پاک عزوجل نے اتنی ذہانت عطا فرمائی تھی کہ استاذ بچوں کو سبق پڑھاتے تھے آپ کو سن کر یاد ہو جاتا تھا۔ پھر استاذ کی غیر موجودگی میں بچوں کو وہی سبق آپ پڑھاتے۔ استاذ نے آپ کی خداداد ذہانت و صلاحیت کو جب ملاحظہ فرمایا تو بہت خوش ہوئے اور بغیر کسی معاوضے کے آپ کو پڑھانا شروع کر دیا۔

۱۰/ سال کی عمر شریف میں آپ نے مکمل مؤطا امام مالک کو یاد کر لیا۔ (۲)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لعاب دہن اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیضیاب ہوئے:

ایک مرتبہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں سرکار کائنات علیہ افضل الصلوات و اکرم التسلیمات کا دیدار کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: بچے! تم کس خاندان سے ہو؟، امام شافعی نے جواب دیا: میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے خاندان سے ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور اپنا لعاب دہن اقدس آپ کے منہ میں ڈال دیا، (سبحان اللہ) پھر دعا دی کہ "جا! اللہ تعالیٰ تجھے اپنی برکت سے نوازے"۔ (۳)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطیۂ رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیضیاب ہوئے:

چند دنوں کے بعد پھر سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار ہوا، دیکھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف میں نماز پڑھا رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور لوگوں کو تعلیم دینا شروع کی۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وفور شوق میں آگے بڑھے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے بھی سکھائیے، حضور نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نگاہ ننھے بچے پر جو اپنے وقت کے امام ہونے والے تھے ڈالی اور آستین مبارک سے ایک

---

(۱) احیاء علوم الدین، ج:۱، ص٤٤

(۲) شرح ھدایہ، ج: ۱، ص: ۹۳

(۳) شرح ھدایہ، ج: ۱، ص:۹۲

میزان نکال کر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "یہ میری طرف سے تیرے لیے عطیہ ہے"۔ صبح کو یہ خواب جب آپ نے معبرین سے بیان کیا تو کسی بزرگ نے تعبیر یہ نکالی کہ تم دنیا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور علم کو عام کروگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ اپنے زمانے کے فقہ کے ایک عظیم امام بنے۔

امام شافعی نے کن لوگوں سے علم حاصل کیا؟:

مکتب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تین سال تک مکہ شریف میں مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلسِ درس میں شامل ہوئے۔ تحصیل علم کے ساتھ تیراندازی اور گھوڑ سواری میں بھی آپ نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ عربیت میں کمال حاصل کرنے کے لیے آپ نے بادیہ کا رخ کیا۔ قبیلۂ بنو ہزیل اپنی فصاحت و بلاغت، عربیت اور فن شاعری میں پورے عرب میں مشہور تھا۔ آپ پورے سترہ سال سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے اور ان سے علوم میں ایسی مہارت حاصل کرلی کہ اصمعی جیسا شاعر اور ادب و لغت کا امام بھی آپ سے اپنے اشعار کی اصلاح کراتا تھا۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا محمد بن علی بن شافع بھی محدث تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بھی احادیث پڑھیں۔

آپ کی قابلیت اور صلاحیت میں جب پختگی دیکھی تو آپ کے استاذ مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۱۵/ سال کی تھی۔

امام شافعی حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں:

علوم و فنون اور افتا میں کمال ہونے کے باوجود آپ نے علم میں مزید پختگی حاصل کرنے کے لیے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جاکر تحصیل علم کا ارادہ فرمایا، لیکن تنگی حال سے بہت پریشان تھے۔ پھر بھی اپنے ارادے سے باز نہیں آئے بلکہ کہیں سے پیسے کا انتظام کرکے اپنے استاذ سے سفارشی خط لکھوایا بروایت دیگر والی مکہ سے، اور وہ خط لے کر امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

بتایا جاتا ہے کہ والی مکہ بھی ساتھ میں تھا۔ دروازے پر دستک دینے پر ایک لونڈی اندر سے آئی۔ والی مکہ نے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ امام مالک نے فرمایا کہ اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو لکھ کر دو جواب مل جائے گا۔

امام شافعی نے خبر بھیجی کہ والی مکہ کا ایک ضروری خط لایا ہوں۔ بالآخر امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر تشریف لائے اور والی مکہ کا خط پڑھا تو فرمایا: "سبحان اللہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اب وسیلوں اور سفارشوں سے حاصل کیا جائے گا؟" یہ کہ کر امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط کو پھینک دیا۔ امام مالک کا غصہ، رعب و دبدبہ اور جاہ و جلال کو دیکھ کر، والی مکہ خاموش تماشائی بنا رہا۔ منہ سے کوئی جواب نہیں نکل رہا تھا۔

امام شافعی نے دیکھا کہ کام نہیں بن پا رہا ہے تو خود ہی ہمت کرکے آگے بڑھے اور عرض کیا: "حضور! میں قریشی

اور مطلبی ہوں۔ علم حدیث حاصل کرنے کا مجھے بہت شوق ہے"، امام مالک نے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"، آپ نے جواب میں کہا: "محمد"، امام مالک نے فرمایا: "یَا محمّد إتّقِ اللهِ وَ اجْتَنِبِ المعَاصِي فَيَكُونُ لَكَ شَانٌ.

اے محمد! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور گناہوں سے بچتے رہو۔ عنقریب دنیا میں تمھاری ایک شان ہوگی۔

اس کے بعد امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنے درس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ تقریباً تین سالوں تک امام مالک کے پاس آپ نے تحصیل علم حدیث کیا۔ مؤطا کی روایت حاصل کرنے کے ساتھ امام مالک سے فتویٰ بھی سیکھتے رہے۔ [شرح ہدایہ، ج:۱، ص:۹۴]

امام شافعی معاشیات کی طرف:

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں سے تحصیل علم سے فارغ ہو کر امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ شریف واپس آئے۔ وہاں آنے کے بعد آپ کو معاش کی فکر لاحق ہوئی۔ ان دنوں ہارون رشید خلیفۂ وقت کا افسر اعلیٰ، مکہ معظّمہ آیا ہوا تھا۔ قریش کے سربر آوردہ لوگوں نے اس کے سامنے امام شافعی کے علوم وفنون میں مہارت وکمالات کا تذکرہ کیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ ان کی تنگ حالی کو دور کرنے کے لیے ان کو کسی سرکاری عہدہ پر بحال کر دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ افسر امام شافعی کو اس کے لیے راضی کیا لیکن ان کے پاس سامان سفر موجود نہیں تھا اس لیے کچھ پریشانی ہوئی۔ والدہ نے کوئی سامان رہن میں رکھ کر کچھ رقم لی اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تو آپ یمن تشریف لے گئے۔ افسر نے آپ کو ایک اچھے کام کے لیے مقرر کر دیا جسے آپ نے حسن وخوبی سے انجام دیا۔ پھر افسر نے خوش ہو کر دوسرے اور تیسرے کام پر بھی آپ کو بحال کر دیا اور الحمدللہ! آپ تمام کاموں کو بہت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

نجران کی ولایت امام شافعی کے حوالے:

حکومت نے آپ کی محنت اور کاوش سے خوش ہو کر نجران کا والی بنا دیا۔ آپ پہلے صرف ایک عالم کی حیثیت سے جانے جاتے تھے لیکن اب صاحب امر بھی ہوگئے۔ آپ اپنے علمی مہارت کی بنیاد پر اس میدان میں بھی بڑا کمال رکھتے تھے اس لیے پورے انصاف ودیانت کے ساتھ آپ نے اس عہدے کی ذمہ داری کو نبھایا۔ حسن اخلاق وشرافت، عدل وانصاف کے ساتھ خلق خدا کی خدمت میں لگے رہے۔ اور رشوت اور جانبداری کے تمام راستوں کو آپ نے بند کر دیا۔ خود بھی ظلم وزیادتی سے کوسوں دور رہتے اور دوسرے والیوں کو بھی اس سے بچنے کی تاکید فرماتے۔

دنیادار اور ہوس پرست والیوں نے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی:

بہت سے دنیادار والیان شہر حکمرانوں سے سانٹھ گانٹھ کر کے رشوت خوری کی عادت میں گرفتار تھے۔ امام

شافعی کی وجہ سے ان کی ناجائز آمدنی اور من مانی میں فرق پڑنے لگا، اس لیے ان لوگوں کو بڑی مایوسی ہوئی اور وہ لوگ بجائے اصلاح قبول کرنے کے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امام شافعی کی غلط سلط شکایتیں دربار حکومت میں پہنچنے لگیں مطرف نے تو باقاعدہ ایک خفیہ رپورٹ مرتب کر کے خلیفہ کو بھیجی کہ محمد بن ادریس سے خلافت کو بڑا خطرہ ہے۔ یہ بڑا بااثر شخص ہے، اور سیدوں کی در پردہ حمایت کرتا ہے، اور علویوں سے ان کا خفیہ رابطہ ہے۔ یہ کسی وقت بھی حکومت سے بغاوت کر سکتا ہے۔

چوں کہ خلفاے بنو عباس علویوں سے شدید رقابت رکھتے تھے۔ اس لیے ان لوگوں کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ کہیں یہ لوگ عوام کے جذبات کو بھڑکا کر بنو عباس سے خلافت چھین نہ لیں۔ اس لیے جہاں بھی ایسا کچھ محسوس کرتے فوراً علویوں کو قتل کرنا شروع کر دیتے۔ چنانچہ ہارون رشید خلیفہ وقت کو جب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے علوی سادات کے حوالے سے تعلقات و روابط کی شکایتیں پہنچیں تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور والی یمن کو خط لکھ بھیجا کہ محمد بن ادریس شافعی سمیت جتنے بھی سید ممکن ہوسکیں، ان سب کو گرفتار کر کے دربار خلافت میں بھیج دو۔ لہٰذا والی یمن نے تقریباً تین سو سادات کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا جب کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ دس دس سیدوں کو قتل کیا جائے جب امام شافعی کی باری آئی تو آپ نے خلیفہ کے سامنے ایسی تقریر فرمائی کہ ہارون سن کر ہکا بکا رہ گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ مقام رقّہ کے قاضی اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام شافعی کے استاذ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس وقت خلیفہ کے پاس موجود تھے۔ انھوں نے بھی سفارش کی کہ امیر المؤمنین! محمد بن ادریس شافعی کو علم کا وافر حصہ ملا ہے یہ ویسے نہیں ہوسکتے جیسا کہ ان کے بارے میں پیش کیا جارہا ہے۔

امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں سے متاثر ہو کر ہارون رشید امام شافعی کے بارے میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور انھیں امام محمد کے حوالے کر دیا۔ اس وقت امام شافعی کی عمر شریف ۴۳/ سال تھی۔

امام شافعی، امام مالک کی بارگاہ میں رہ کر علم حدیث تو حاصل کر ہی چکے تھے۔ اب قدرت نے آپ کو میدان اجتہاد کے عظیم شہسوار بننے کے لیے حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تفقہ فی الدین اور اجتہادی کمال حاصل کرنے کا موقع بھی عطا فرما دیا۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاگردی میں:

امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر امام شافعی نے ان کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، اس کے بعد باقاعدہ ان کے شاگرد بن کر ان سے علم حاصل کرنے لگے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ نے تین سال تک امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہ کر علم حاصل کیا۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اونٹ کے بوجھ برابر حدیث سنی ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو علم میں میری زبان اتنی نہ کھلتی“۔ (۱)

امام شافعی کا قدم میدان اجتہاد میں:

امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکتساب فیض اور تحصیل علم کے بعد امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد سے مکہ واپس آگئے۔ اس وقت تک آپ نے حدیث، فقہ، افتا، تفسیر، عربیت، اشعار، ایام العرب اور فصاحت وبلاغت کے علاوہ تیر اندازی اور شہسواری میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ حجاز کی فقہ کے بعد عراق کی فقہ سے بھی واقفیت حاصل کر لی تھی۔ اور حصول علم میں دور دراز سفر کی برکت سے آپ کے علم اور رائے میں کمال درجہ کی پختگی حاصل ہو چکی تھی۔ اور امام محمد کی شاگردی میں رہ کر اجتہاد واستنباط کے میدان میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا۔ مکہ میں تشریف لاکر حنفی اور مالکی فقہ کو سامنے رکھ کر ایک جدید فقہ کی بنیاد ڈالنی شروع کی اور اس کے لیے اصول وضوابط مرتب کرنے لگے۔ آپ حرم شریف میں بیٹھ کر درس وتدریس کا فریضہ بھی انجام دینے لگے۔

شروع شروع میں لوگ آپ کے کمال ومہارت علمیہ سے ناواقف تھے، بعد میں جیسے جیسے لوگوں کو آپ کی قابلیت اور علمی میدان میں آپ کی عظمت شان دکھا تو دور دراز سے لوگ آپ کی خدمت میں آکر اکتساب علم وفضل کرنے لگے۔

تین عظیم محدثین کے سامنے ایک حدیث پاک کی شاندار وضاحت:

ایک بار امام احمد بن حنبل، امام اسحاق راہویہ اور یحیی بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مکہ آئے۔ تینوں محدثین امام عبدالرزاق کے درس میں جارہے تھے جب یہ حرم میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نوجوان مسند درس وتدریس پر جلوہ افروز ہے اور طالبوں کا لمبا چوڑا ہجوم ہے اور بڑی ہمت وجرأت سے آواز دے رہا ہے: اے شام والو! اے عراق والو! مجھ سے احادیث رسول کے بارے میں جو چاہو پوچھ لو۔ میں مطمئن کر دوں گا۔

حضرت اسحاق نے پوچھا: یہ کون نوجوان ہے؟ جو بڑا ہی جری اور بے باک ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ محمد بن ادریس شافعی ہیں۔ حضرت اسحاق نے ساتھیوں سے کہا: چلو تو ان سے ذرا ”مَكِّنُوا الطُّيُورَ فِي أَوكارِهِم“ والی حدیث کا مطلب پوچھتے ہیں“، امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب تو ظاہر ہے۔ یعنی رات کے وقت پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو۔ لیکن پھر بھی چلو! ان سے پوچھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا جواب ملتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ذرا اس حدیث کا مطلب تو سمجھا دیں، آپ نے

---

(۱) شرح هدايه، ج: ۱، ص: ۹۵

فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں لوگ رات کو سفر پر جاتے وقت پرندوں سے شگون لیا کرتے تھے، وہ پتھر مار کر پرندوں کو گھونسلوں سے اڑاتے تھے، اگر پرندہ دائیں جانب اڑ جاتا تو اچھا شگون لیتے اور سفر جاری رکھتے، اور اگر پرندہ بائیں جانب اڑ تا تو بد شگونی لیتے اور سفر کو موقوف کر دیتے تھے۔ اس پر آپ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا مت کرو! پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں آرام کرنے دو اور اللہ پر بھروسہ رکھو"۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تشریح سے تینوں محدثین بہت مطمئن ہوئے، اور خوش بھی ہوئے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب اجتہاد پر فائز:

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹ر سال تک مکہ مکرمہ میں رہ کر جدید فقہ کے اصول وقوانین اور قواعد وضوابط مرتب کرتے رہے اس کے بعد یہ اصول لے کر آپ بغداد شریف لے گئے کیوں کہ امام مالک کی وفات کے بعد مدینہ منورہ اہل علم سے خالی ہو گیا تھا، بغداد معلّی ہی اس وقت ایسا شہر تھا جہاں علم، اہل علم اور طالبان علم کی بہاریں اور رونقیں تھیں۔

پہلے تو امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاگردی میں وہاں تین سال گزار چکے تھے لیکن اس بار بغداد معلّی میں اس شان اور شوکت کے ساتھ داخل ہوتے ہیں کہ آپ اس وقت تمام علوم عقلیہ و نقلیہ، فقہ و حدیث اور فتاویٰ میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ اہل شہر کو جیسے ہی آپ کی آمد کی خبر ہوئی سارے شائقین جوق در جوق آپ کے گرد جمع ہو گئے اور حال یہ ہو گیا کہ دوسرے تمام موجودہ علوم وفنون کے بے تاج بادشاہوں کی مجلسیں پھیکی پڑ گئیں۔ "کتاب الرسالہ" نام کی مشہور و معروف کتاب آپ نے یہیں تصنیف فرمائی۔

بغداد معلیٰ میں جن لوگوں نے آپ کے فیضان علوم وفنون سے مستفیض ہونے کا شرف حاصل کیا وہ یہ ہیں:

(۱) ابو علی حسن بن محمد زعفرانی (۲) ابو ابراہیم بن خالد

(۳) احمد بن حنبل (۴) حسین بن علی کریسی

اس زمانے میں جو اقوال آپ نے بیان کیے ان کو قدیم اقوال کہا جاتا ہے۔

دو سال تک بغداد میں رہنے کے بعد امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ شریف گئے، پھر وہاں سے بغداد آئے لیکن اس وقت چوں کہ بغداد کے سیاسی حالات ناساز گار تھے، امن وسکون نام کی چیز نہیں تھی، قتل وغارت کا بازار گرم تھا۔ ایسے پر آشوب اور پر فتن ماحول میں آپ کا وہاں قیام فرمانا مشکل تھا اس لیے کسی طرح ایک ماہ قیام کے بعد آپ نے مصر کی طرف رخ فرمایا۔ مصر پہنچ کر وہاں بھی آپ درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ جو علمی اور اجتہادی امور آپ بغداد میں سرانجام دینا چاہتے تھے مصر آنے کے بعد آپ کو مکمل سکون و اطمینان ملا اس لیے سارے کام یہاں آکر پورے کیے۔ اور اپنی اجتہادی اقوال و آرا میں نظر ثانی کی۔ بعض اقوال سے آپ نے رجوع کیا اور بعض اقوال کو قائم رکھا۔ اور بہت سے نئے اقوال بھی قائم کیے۔ ان مصری اقوال کو مذہب شافعیت میں جدید اقوال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جب کہ بغداد شریف کے اقوال کو قدیم اقوال کہا جاتا ہے۔

امام شافعی کے مشہور شاگرد:

امام شافعی کے چھ شاگرد مصر میں مشہور ہوئے جو آپ کے فقہ کے حامل وناشر ہیں۔ان ہی حضرات نے آپ کے علوم واقوال کو مرتب ومدون کیا اور آپ کے مسلک ومذہب کو بڑی جانفشانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ عام کیا۔

(۱) حضرت ابراہیم بن یحییٰ مزنی (۲) حضرت ابو محمد ربیع بن سلیمان مراوی

(۳) حضرت ابو محمد ربیع بن سلیمان بن داد جیزی (۴) حضرت ابو یعقوب یوسف بن یحیی بویطی

(۵) حضرت ابو حفص حرمل بن یحیی (۶) حضرت ابو موسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ

مذکورہ اصحاب نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کر جانے کے بعد ان کے علوم واقوال کو مرتب ومدون کیا اور ان کے مذہب کو دنیا میں عام کیا۔ ۶/ سالوں تک مکمل اطمینان وسکون کے ساتھ مصر میں درس وتدریس کا کام انجام دیتے رہے، چوں کہ آپ بواسیر کے دائمی مریض تھے، اسی مرض کی وجہ سے مصر میں ہی ۳/ رجب المرجب ۲۰۴ھ کو ۵۴/ سال کی عمر میں اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

جب آپ بغداد سے مصر کو جارہے تھے تو اس وقت آپ کی زبان پر بے اختیار یہ اشعار جاری ہوتے تھے جن میں اشارہ ہے کہ مصر ہی میں ہمارا آخری مسکن ہوگا۔

أخي أرىٰ نفسي تشوق إلى مصر ومن دونها المغادر والفقر

فوالله ما أدرى الحفظ والغنى أساق إليها أساق إلى قبر

ترجمہ: بھائی! میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا نفس مصر جانے کا شائق اور خواہاں ہے۔حالاں کہ اس سفر میں بڑی مشکلات اور فقر ومحتاجی بھی ہے۔خدا کی قسم نہیں معلوم کہ وہاں میں اطمینان وسکون کے لیے جارہا ہوں یا قبر میں جانے کے لیے وہاں مجھے لے جایا جارہا ہے۔

امام شافعی کی زبان سے جو بات نکلی آخر وہی ہوئی کہ مصر میں ہی آپ کا انتقال پر ملال ہوا اور وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے جو مرکز عوام وخواص بنا ہوا ہے۔

یوں تو امام شافعی ایک عظیم المرتبت مجتہد اور بے بدل فقیہ کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ جامع العلوم تھے۔آپ کے فکر اور دل ودماغ میں علوم وفنون کا دریا موجزن تھا۔فراست باطنی اور کشف وکرامت کے بلند وبالا مقام پر فائز تھے۔اس متعلق سے بھی آپ کی حیات طیبہ میں بے شمار شواہد موجود ہیں۔تنگی دامن قرطاس کا خیال رکھتے ہوئے صرف ایک دو باتیں حاضر خدمت کر کے گفتگو ختم کرنا چاہوں گا۔

جیسا کیا ویسا ہی ہوا:

ایک مرتبہ آپ نے کسی شخص کی حاملہ بیوی سے کہا کہ ۲۷/روز کے بعد تمھیں بیٹا ہوگا جس کے بائیں کان میں سیاہ نشان ہوگا اور پھر ۲۴/گھنٹے زندہ رہ کر فوت ہوجائے گا چناں چہ جیسا آپ نے فرمایا تھا ٹھیک ویسا ہی ہوا۔

بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال:

امام شافعی کے بچپن کا زمانہ ہے۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ کے پاس دو آدمیوں نے مل کر ایک صندوق امانت کے طور پر رکھ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ان میں کا ایک شخص آیا اور وہ صندوق لے کر چل دیا۔ چند دنوں کے بعد دوسرا ساتھی بھی صندوق لینے کے لیے ٹپک پڑا۔ سیدھی سادھی نیک صالح بزرگ و عفت مآب والدہ نے فرمایا کہ صندوق تو تمھارا ساتھی لے کر چلا گیا، اس نے کہا: آپ نے میرے ساتھی کو تنہا صندوق کیوں دے دیا، صندوق تو ہم دونوں نے مل کر رکھا تھا اس لیے ہم دونوں کے آنے پر دینا چاہیے تھا، آپ کو اس کا نقصان بھگتنا پڑے گا، آپ کی والدہ بہت پریشان ہوگئیں، پس و پیش میں پڑگئیں کہ واقعی مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، اپنی غلطی پر نادم و شرمندہ تھیں کہ اتنے میں حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور حالت کا صحیح جائزہ لے کر اس ضدی اور فریبی شخص سے فرمایا کہ تمھارا سامان موجود ہے تم کو ٹینشن لینے کی کوئی ضرورت نہیں، تم اپنے ساتھی کو ساتھ لے کر آؤ، تمھارا سامان مل جائے گا۔ حکمت و دانائی سے بھرا یہ جواب سن کر وہ شخص ہکا بکا رہ گیا۔ اور لاجواب ہو کر وہاں سے نو دو گیارہ ہوگیا اور اپنے فریب و مکاری میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ یہ ہے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت و ذہانت۔ ✱✱✱

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ - حیات وخدمات

مولانا محمد صابر عالم مصباحی، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا-۱۰۰

عہد رسالت سے لے کر عصر حاضر تک اسلام کی دعوت و تبلیغ اور ملت کی تجدید و احیا کے حوالے سے ائمہ کرام، مجتہدین عظام اور علمائے اعلام نے جو قربانیاں پیش کی ہیں وہ آج تک تاریخ کی صفحات کی زینت ہیں اور ان کی یہ قربانیاں رہتی دنیا تک دعوت عمل دیتی رہیں گی۔ تاریخ اسلام میں خلافت عباسیہ کی بڑی اہمیت ہے عباسی خلفا نے عام رفاہی کام، امور سلطنت میں عام اصلاحات اور علم و علما کی خوب خدمت کی جس کے نتیجے میں امن و امان کا ماحول بھی پیدا ہوا اور علمی تحریک کو بھی تقویت ملی۔ بیشتر علوم و فنون کی ترتیب و تدوین عمل میں آئی۔ روایت و درایت، حدیث و فقہ، نحو و صرف، لغت و ادب، تفسیر و کلام، منطق و فلسفہ، ہر میدان میں ہر سمت قابل قبول پیش رفت عمل میں آئی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب معتزلیوں کی تحریک عروج پر تھی اور اس کی لپٹ خلافت عباسیہ کے قصر شاہی کو جھلسا رہی تھی۔ مامون (م:۲۱۸ھ) معتصم (م:۲۲۷ھ) اور واثق باللہ (م:۲۳۲ھ) اعتزال کے مبلغ اور داعی بن گئے تھے۔ عقل و شعور پر منطق و فلسفہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اسلام کی تعلیمات میں محض عقلی گھوڑے دوڑنے لگے فطرتاً لوگ حدیث و سنت سے دور اور بدعت، محدثات اور طرح طرح کی خرافات سے قریب ہو گئے ایسے دور میں اللہ تعالیٰ نے محی السنہ، ماحی بدعت حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کو پیدا فرمایا جنھوں نے نہایت بے باکی کے ساتھ اعلان حق فرمایا۔ کوڑے کھاتے رہے جسم سے خون رس کر بہتا رہا مگر "القرآن مخلوق" کا قول نہ کیا۔

پیدائش اور حسب و نسب: آپ کا نام احمد بن محمد بن حنبل اور کنیت ابو عبداللہ ہے آپ کا تعلق خالص عربی قبیلہ "شیبان" سے تھا اس لیے شیبانی کہا جاتا ہے۔ آپ کی پیدائش ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد شریف میں ہوئی۔ تین برس کے تھے کہ یتیمی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ باپ کا سایۂ رحمت اٹھ گیا، آپ کی پوری کفالت آپ کی والدہ محترمہ نے کی۔ آپ کا نسب شریف حضرت امام بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "مناقب احمد" میں اپنے شیخ حضرت ابو عبداللہ الحاکم صاحب مستدرک سے یوں نقل کرتے ہیں:

احمد بن حنبل، بن ہلال، بن اسد، بن ادریس، بن عبداللہ، بن حیان، بن عبداللہ، بن انس، بن عوف، بن

قاسط، بن مازن، بن شیبان، بن ذہل، بن ثعلبہ، بن عکابۃ، بن صعب، بن علی، بن بکر، بن وائل، بن قاسط، بن ہنب، بن اقصی، بن دعمی، بن جدیلۃ، بن اسد، بن ربیعہ، بن نزار، بن سعد، بن عدنان، بن اُدّ، بن اُدد، بن الہمیسع، بن حمل، بن النبت، بن قیدار، بن اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔

آپ کے مبارک شجرۂ نسب کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک و مسعود شجرۂ نسب سے ملنے کا شرف حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد نزار بن معد بن عدنان کے دو بیٹے تھے مضر اور ربیعہ مضر کی نسل پاک سے سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور ربیعہ کی نسل سے حضرت امام احمد بن حنبل ہیں۔

تعلیم و تربیت: سب سے پہلے آپ نے بغداد کے علما و شیوخ سے علم حاصل کیا پھر کوفہ، بصرہ، یمن، شام، حرمین شریفین وغیرہ کا سفر کیا اور ہر جگہ نامور محدثین سے استفادہ کیا۔ کم عمری ہی میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا اور شعور بلوغ کے مراحل میں داخل ہوتے ہی قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درس گاہ کا رخ کیا تین سال تک ان کی خدمت میں رہے اور فقہ و حدیث کا علم حاصل کیا۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سوال کیا یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے تو فرمایا کہ امام محمد کی کتابوں سے۔ (۱)

پانچ مرتبہ آپ نے حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور حجازی علما و محدثین سے خوب خوب استفادہ کیا ۱۸۷ھ میں حجاز کے پہلے سفر میں آپ کی ملاقات امام شافعی سے ہوئی۔ پھر بغداد میں دوبارہ ہوئی اور جب تک امام شافعی بغداد میں رہے آپ ان سے جدا نہیں ہوئے۔ آپ امام شافعی کے بہت معتقد تھے کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں نے امام شافعی جیسا نہیں دیکھا اور امام شافعی بھی آپ کے مداح تھے۔ "قال الشافعی خرجت من بغداد و ماخلفت بها أفقه و لا أزهد و لا أورع و لا أعلم من أحمد بن حنبل" امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں بغداد سے نکلا اس وقت وہاں امام احمد سے زیادہ نہ کوئی فقیر تھا نہ عالم نہ متقی نہ زاہد نہ محتاط۔

شیوخ و اساتذہ: آپ ایک زمانہ تک مختلف بلاد اسلامیہ کا سفر کر کے محدثین زمانہ اور فقہاے وقت سے استفادہ کرتے رہے اس لیے آپ کے اساتذہ اور شیوخ کی فہرست لمبی ہے، علامہ ابن جوزی نے آپ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد سو سے زائد بتائی ہے۔ قاضی ابو یوسف، وکیع، یحی بن سعید قطان، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن مہدی، اما شافعی وغیرہم آپ کے اساتذہ میں سے ہیں جن کا شمار دبستان حجاز و عراق اور کوفہ و بصرہ کے سب سے بڑے مستند علما میں ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل کی فکر میں عراق و حجاز اور کوفہ و بصرہ کی خمیر شامل ہے جو متنوع ہونے کے ساتھ کافی زرخیز بھی ہے۔ امام کا یہ علمی پس منظر آپ کو ایسی غذا فراہم کرتا ہے جس سے ایک ایسے مسلک فقہی کی تشکیل ہوتی ہے جسے مدینہ شریف کے مدرسۂ حدیث اور عراق کے مدرسۂ قیاس کا حسین سنگم کہا جا سکتا ہے جس میں ایک طرف نقلی دلائل کی چاشنی ملتی ہے تو دوسری

(۱) الموفق ج:۲،ص:۱۶۰

طرف حسب ضرورت عقلی دلائل کی صلاحیت بھی محسوس کی جاتی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا زہد و تقویٰ: آپ ایک جامع کمالات، گوناگوں خوبیوں کے حامل، متقی و پرہیز گار، صالح اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ مامون، معتصم اور واثق کا دور آپ کے لیے اس حیثیت سے آزمائش کا دور تھا کہ یہ تینوں آپ کے درپئے آزار تھے اور متوکل کا زمانہ بھی امتحان ہی کا دور تھا اس لیے کہ وہ آپ کا نہایت عقیدت منداور قدر دان تھا اس کے زمانے میں ہدایا اور تحائف کی کثرت ہونے لگی لیکن آپ نے فقر و صبر اور استغناء و احتیاط کو اختیار فرمایا۔ دنیا بیزاری آپ کے رگ رگ میں بسی تھی، آپ زہد و تقویٰ کے اعلیٰ مثال تھے۔ آپ کے زہد و تقویٰ کا عالم یہ تھا کہ اپنے چچا اسحاق بن حنبل اور اپنے بیٹوں کے پیچھے صرف اس لیے نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ ان سے باتیں کرتے تھے کہ ان لوگوں نے خلیفہ متوکل باللہ کے انعامات قبول کر لیے تھے۔ ایک مرتبہ فاقے کی نوبت آگئی تین دنوں تک کھانے کو کچھ نہیں ملا آپ نے اپنے کسی دوست سے آٹا قرض لیا آپ کے گھر والوں کو اس کی اطلاع ہوگئی ان لوگوں نے آٹا گوندھا اور روٹی تیار کر کے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آپ نے پوچھا اتنی جلدی؟ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کے فرزند صالح کے گھر میں تنور جل رہا تھا ہم نے وہاں روٹی پکالی، اس پر آپ نے فرمایا: اسے فوراً اٹھالو! اور آپ کھانے سے باز رہے۔

بیہقی کہتے ہیں کہ صالح نے چوں کہ بادشاہ وقت کا انعام قبول کر لیا تھا اس لیے آپ نے ان کے تعلق سے یہ موقف اختیار کیا۔

عبدالرحمٰن بن احمد کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کو یہ دعا کرتے سنا تھا کہ یا اللہ! جس طرح تو نے پیشانی کو غیر کے سجدے سے بچایا ہے اسی طرح اپنے غیر کے سامنے سوال کرنے سے بھی بچا۔

درس و تدریس: مسند درس و افتا پر جلوہ فرما ہونے سے پہلے آفاق اسلامیہ کے کونے کونے میں آپ کی شہرت ہو چکی تھی۔ چالیس برس کی عمر میں تقریباً ۲۰۴ھ میں جب آپ نے حدیث پڑھانا شروع کی تو سامعین و طالبین کا بکثرت ہجوم ہوتا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ حلقہ درس میں شریک ہونے والوں کی تعداد پانچ پانچ ہزار ہوتی جن میں سے پانچ سو کے قریب لکھ بھی لیا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس درس بڑی سنجیدہ اور باوقار ہوتی تھی۔ علامہ ذہبی نے تلامذہ میں بخاری، مسلم، ابوداؤد، عبداللہ بن احمد وغیرہم کے بعد و خلق عظیم لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تلامذہ کی تعداد بے شمار ہیں جن میں بڑے بڑے ائمہ فن شامل ہیں۔

امام احمد بن حنبل کا محدثانہ مقام: حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بلند پایہ جلیل القدر محدث تھے۔ حضرت ابو زرعہ کہتے ہیں کہ آپ کو تقریباً سات لاکھ حدیثیں یاد تھی اور ایک روایت میں ہے کہ دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ آپ کی حدیث دانی پر ائمہ زمانہ کو مکمل اعتماد تھا چناں چہ قاضی ابو الحسین محمد بن ابی یعلی البغدادی کہتے ہیں کہ "حضرت امام احمد بن حنبل متفقہ طور پر بلا چوں وچرا امام فی الحدیث تھے۔

امام احمد بن حنبل کی محد ثانہ عظمت کا سب سے بڑا شاہ کار آپ کی مسند ہے جو ثقہ راویوں سے روایت کردہ حدیثوں کا ایک قیمتی ذخیرہ ہے اور آپ کا علم حدیث پر گراں قدر علمی کارنامہ ہے، جس کی جمع وتدوین کے لیے آپ نے خدا کی اس وسیع وعریض سرزمین کا چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ چھان مارا۔ اس کی راہ میں آپ نے دور دراز مملکت اسلامیہ کے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اس کی جمع وتدوین کا کام آپ نے ۱۸۰ھ میں شروع کیا جو تاحیات جاری رہا، چناں چہ اس کتاب کی جمع و تدوین کے تعلق سے حضرت شمس الدین جزری فرماتے ہیں ”امام احمد نے مسند کے جمع وتدوین کا کام شروع کیا اسے الگ الگ ورقوں میں لکھا، پھر اسے جدا جدا اجزا میں تقسیم کیا، یہاں تک کہ اس نے ایک مسودہ کی صورت اختیار کر لی مگر قبل اس کے آرزو پوری ہو پیام اجل آپہنچا تو اسے اپنی اولاد اور اہل بیت کو پہلی فرصت میں سناڈالا اور قبل اس کے کہ اس کی تہذیب و تنقیح اتمام تک پہنچتی وہ اس دنیا سے رخصت کر گئے اور مسودہ جوں کا توں قائم رہا، پھر ان کے صاحب زادے عبد اللہ نے ان روایات کے مشابہ اور مماثل مسموعات اس میں شامل کر دیے۔“(۱)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسند کی جمع و تدوین کا کارنامہ آپ کا ہے مگر مسانید کے اعتبار سے اس کتاب کی ترتیب آپ کے صاحب زادے عبد اللہ نے دی ہے تاہم یہ کتاب آپ ہی کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ ہے، جسے جمع فرما کر آپ نے امت پر احسان عظیم کیا ہے۔ مسند کے علاوہ حدیث کے موضوع پر آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں مثلاً الناسخ و المنسوخ، المقدم و مؤخر فی کتاب اللہ، التاریخ، فضائل الصحابة، المناسك الکبیر، المناسك الصغیر، کتاب الزهد و غیرها، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی جتنی بھی تصانیف ہیں خواہ وہ کسی بھی موضوع پر ہوں سب کو مجموعہ احادیث تصور کیا جاسکتا ہے کیوں کہ آپ نے اپنی تحریر و تقریر میں اپنا مطمح نظر حدیث و خبر ہی کو بنایا ہے۔ اس لیے آپ کی ہر تحریر سے آپ کی محد ثانہ عظمت بالکل عیاں ہے۔

امام احمد بن حنبل کا مقام اجتہاد اور اصول استنباط: حضرت امام احمد بن حنبل جہاں ایک بلند پایہ محدث تھے وہیں ایک جلیل القدر صاحب مذہب، بڑے فقیہ اور عظیم الشان مجتہد بھی تھے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: ”حضرت امام احمد بن حنبل دس چیزوں میں امام زمانہ تھے: حدیث وفقہ، لغت و قرآن، فقر و زہد، تقویٰ و پرہیز گاری اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔“(۲)

حضرت ابو عبید القاسم بن سلام (م: ۲۲۴ھ) کہتے ہیں:

”علم چار شخصیتوں پر ختم ہو جاتا ہے: احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین اور بکر بن ابی شیبہ، مگر احمد بن حنبل ان میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔“ (۳)

---

(۱) ابن حنبل، ص: ۱۰۹

(۲) طبقات حنابلہ، ج: ۱، ص: ۱۰

(۳) طبقات حنابلہ، ج: ۱، ص: ۱۲

بلکہ بعض حضرات نے تو حضرت امام احمد بن حنبل کو سفیان ثوری سے اعلم و افقہ بتایا ہے۔ جیسا کی ابو ثور البغدادی نے کہا:

"أحمد بن حنبل أعلم من الثوری و أفقه." (۱)

حضرت امام احمد بن حنبل کے پایۂ علم اور فقہی منزلت کے بارے میں عبد الوہاب الوراق سے روایت ہے:

"ما رأیت مثل احمد بن حنبل، فقالوا له وأی شیئ بان لك من فضله، فقال: رجل سئل عن ستین ألف مسألة، فأجاب فیها: و حدثنا و أخبرنا." (۲)

میں نے امام احمد بن حنبل کا مثیل کوئی اور شخص نہیں دیکھا لوگوں نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جس کی بنا پر آپ امام احمد کے فضل کا یوں اعتراف کرتے ہیں، جواب دیا کہ وہ ایسا شخص تھے جن سے ساٹھ ہزار مسائل پوچھے گئے تو امام احمد نے ان جواب "حدثنا" اور "اخبرنا" کہہ کر دیا، یعنی حدیث و خبر کی روشنی میں دیا۔

ابن قیم الجوزیہ نے امام احمد بن حنبل کے پانچ فقہی اصول بیان کی ہیں جو بقول ابو زہرہ چار ہیں اور وہ یہ ہیں: قرآن و سنت، صحابہ کے فتاوے اور قیاس۔ اس کے علاوہ بھی امام احمد کی طرف بعض اصول منسوب کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں: استصحاب، مصالح مراسلہ اور سد ذرائع۔

ابو زہرہ لکھتے ہیں:

"آپ آثار و خبر کی روشنی میں ہر سوال کا جواب دیتے کبھی کبھی رائے اور قیاس سے بھی کام لیتے تھے لیکن آپ کا قیاس آثار و اخبار کا پرتو ہوتا تھا"۔

ابو زہرہ مزید لکھتے ہیں:

"تمام حنابلہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ قیاس فرماتے تھے۔ اس بات کی تائید میں آپ سے منقول عبارت اور فروع پیش کرتے ہیں جن سے طریقۂ استنباط کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ آپ منکرین قیاس میں نہیں تھے بلکہ آپ مثبتین میں تھے"۔ (۳)

ان سطروں سے ان لوگوں کی تردیدی ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل قیاس سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ آپ کا اعتماد صرف احادیث و اخبار پر تھا۔ گویا ان کے نزدیک قیاس دین میں کوئی بدعت ہے جب کہ قیاس زمانہ صحابہ ہی سے اسلام کے اہم اصول استنباط میں سے شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شاگرد علامہ مزنی کہتے ہیں:

---

(۱) طبقات حنابلہ، ج:۱، ص:۱۶.۱۵

(۲) ابن حنبل، ص:۱۹۹

(۳) ابن حنبل، ص:۲۷۳

"الفقهاء من عصر رسول الله ﷺ إلى يومنا استعملوا المقاييس في الفقه في جميع الأحكام في أمر دينهم و أجمعوا بأن نظير الحق حق و نظير الباطل باطل فلايجوز لأحد إنكار القياس". (۱)

ترجمہ: عہد رسالت سے ہمارے زمانہ تک فقہاے کرام نے دینی امور کے تمام احکام میں قیاس کا استعمال کیا اور اس بات پر اجماع کیا کہ حق کی نظیر حق ہوتی ہے اور باطل کی نظیر باطل۔ لہذا قیاس کا انکار کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجتہاد و استنباط سے بھی کام لیا اور اجتہاد بالرا ے کی دوسری صورتوں مثلا استصحاب، مصالح مراسلہ اور استحسان وغیرہ سے بھی۔ البتہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امام احمد بن حنبل کے یہاں قیاس کا وجود بہت محتاط مقدار میں ہے۔ ضرورت قصوی کے وقت ہی قیاس کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا ہے۔ ابوزہرہ امام احمد کی فقہ کے اوصاف کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"امام احمد بن حنبل کے فتاوی احادیث اور اخبار اور سلف صالحین کے آثار پر مبنی تھے۔ اس سلسلے میں ان کا علم بہت وسیع تھا اور آپ کے یہاں روایت کا ذخیرہ تھا، وہ قول رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے فتاوی دیا کرتے تھے۔ فتوی اس قول پر دیتے جو مختلف فی نہ ہو، مختلف فیہ ہونے کی صورت میں کسی ایک قول کو اختیار کر لیتے تھے اور اگر ترجیح کی کوئی وجہ نہ دیکھتے تھے تو زیر بحث مسئلہ میں دونوں کے قول مان لیتے تھے۔ اگر انھیں کسی صحابی کا فتوی نہ ملتا تو پھر وہ کسی تابعی کی راے اختیار کرتے، یہ بھی ممکن نہ ہوتا تو پھر کسی ایسے فقیہ کا قول قبول کر لیتے جو علم حدیث میں مشہور ہوتا۔ جیسے امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ حالاں کہ وہ مسائل فقہیہ میں مقلد نہیں بلکہ مجتہد تھے، ان کے اجتہادی مسائل کم نہیں بہت زیادہ ہیں"۔

یہ آپ کے فتوی دینے کا انداز اور قیاس کے تعلق سے آپ کا محتاط موقف تھا کہ جب تک آپ کے سامنے نصوص یا صحابہ اور تابعین کے فتاوی موجود رہتے اس وقت تک آپ اجتہاد اور قیاس سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ایسی صورت میں صحابہ اور تابعین یا کسی بڑے امام کے مقلد ہوتے۔ ہاں جب یہ سب کچھ آپ کا ساتھ چھوڑ دیتے تب آپ اجتہادی راے قائم فرماتے۔ اس سے جہاں یہ واضح ہوتا کہ آپ ایک بہت بڑے مجتہد صاحب مذہب فقیہ تھے وہیں آپ کے سلوک و عمل سے تقلید کا بھی ثبوت ہوتا ہے جو دور حاضر کے غیر مقلد اور سلفیوں کے منہ پر ایک زور دار طمانچہ ہے جو اپنے حنبلی ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور اپنا قبیح چہرہ چھپانے کے لیے امام احمد بن حنبل کی اس چار معطر کا سہارا لیتے ہیں جس کے ہر ہر دھاگے سے محبت اسلاف اور تقلید و اجتہاد کی خوشبو پھوٹتی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا ابتلا اور مسئلہ خلق قرآن: یہ واقعہ تاریخ بغداد، مناقب جوزی وغیرہ میں تفصیل سے

(۱) ضحی الاسلام، ج:۲،ص:۱۵۸

موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے وہ جعد بن درہم تھا جو عہد اموی کا ایک فرد تھا۔ اسے خالد بن عبداللہ نے اس جرم کی پاداش میں قتل کر دیا تھا مگر اس کی فکر عربی معاشرے میں پلتی رہی جس کے نتیجے میں جہم بن صفوان نے بھی قرآن کو مخلوق کہا اور صفات باری کا انکار کیا۔ اس کے عقائد باطلہ کی بنیاد پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے مناظرہ فرمایا۔ اس کے پاس دلائل تو تھے نہیں صرف ظن وتخمین اور تاویلات فاسدہ تھیں۔ ضد اور عناد پر قائم رہا تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا: ''اخرج عني يا كافر'' اے کافر میرے پاس سے نکل جا۔

پھر معتزلہ کا دور شروع ہوا انھوں نے بھی صفات باری کا انکار کیا۔ معتزلہ کی تحریک ہارون رشید کے زمانہ ہی سے شروع ہو گئی تھی لیکن وہ اس سے متاثر نہ ہوا۔ ہارون کا زمانہ ختم ہوتے ہی مامون اعتزالی تحریک کے سلک میں با ضابطہ طور پر پرو دیا گیا۔ مامون ایک علم دوست، صاحب فکر و تدبر بادشاہ تھا۔ اس نے ارباب فکر و نظر کو قریب کیا جس کے نتیجے میں علم وفن کے ہر شعبے میں قابل قدر پیش رفت ہوئی۔ چوں کہ مامون ادیان و مذاہب میں ابوہذیل کا شاگرد تھا جس کا شمار معتزلہ کے سربراہوں میں ہوتا ہے اس لیے اعتزالی افکار و عقائد کے افراد ہی دربار خلافت کے زیادہ قریب ہوئے مامون نے انھیں مناصب وزارت سے بھی نوازا بلکہ اس جماعت کے ایک فرد ابو عبداللہ احمد بن ابی داؤد کو تو اتنا نوازا کہ اپنے بھائی معتصم کو وصیت کر دی کہ امور مہمہ میں اس کی فکر ورائے کو شریک رکھنا۔ جب معتزلیوں نے دربار خلافت میں اپنی دال گلتی ہوئی دیکھی تو مامون کے دماغ میں یہ بات اتاری تھی کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہہ کر ہی خدا کا شریک قرار دیا تھا۔ لہٰذا قرآن کلام اللہ غیر مخلوق کہنے سے بھی لوگ خدائی میں شریک کہنے لگیں گے لہٰذا خلق قرآن کے عقیدہ کا اعلان کر دیا جائے۔ یہ بات مامون کے دل میں بیٹھ گئی اس نے ۲۱۲ھ میں اس عقیدہ کا اعلان کر دیا۔ ۲۱۸ھ میں والی بغداد اسحاق بن ابراہیم کے نام مفصل فرمان بھیجا کہ لوگوں کو خلق قرآن کے تعلق سے قائل کراؤ جو انکار کرے اسے ہمارے پاس بھیج دو۔ حاکم بغداد نے حکم پورا کیا اور کچھ علما کو اس فکر سے رجوع بھی کرا لیا مگر امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح نے صبر و ثبات سے کام لیا اور اعتزالی فکر کے سامنے گھٹنے ٹیکنے سے صاف انکار کر دیا جس کے پاداش میں ان کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر مامون کے پاس طرسوس روانہ کر دیا گیا مگر یہ لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ مامون دنیا سے چل بسا اور ان لوگوں کو بغداد واپس بھیج دیا گیا۔

مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم تخت نشیں ہوا۔ مامون نے اپنے جانشین کو وصیت کی تھی کہ قرآن کے بارے میں اس کے مسلک اور عقیدے پر قائم رہے چناں چہ اس نے وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ امام احمد جب معتصم کے سامنے پیش کیے گئے تو اس نے عبدالرحمٰن بن اسحاق کو مناظرہ کا حکم دیا، جس نے آپ سے پوچھا کہ آپ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں یا غیر مخلوق؟ امام احمد نے فرمایا: پہلے تم یہ بتاؤ کہ اللہ کے علم کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق؟ عبدالرحمٰن خاموش ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے معتزلی بھی آئے لیکن جو بھی آتا فَبُهِتَ الجبائی کا مصداق ہو جاتا۔ بالآخر معتصم نے تنہائی میں بلایا اور سمجھایا، امام احمد نے فرمایا: اِدھر اُدھر کی بات چھوڑیئے، کتاب وسنت سے بات کیجیے، اس پر معتصم کو غصہ آگیا

اور حکم دیا کے پوری قوت کے ساتھ کوڑے مارے جائیں۔ ۲۸/کوڑے لگائے لگے، ایک تازہ دم جلاد دو کوڑے لگاتا پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا اور معتصم ہر بار کہتا خوب زور سے کوڑے لگاؤ، امام احمد ہر کوڑے پر فرماتے: ”القرآن کلام اللہ غیر مخلوق“ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں، آپ کے جسم سے خون رس کر بہ نکلتا اور آپ پر بے ہوشی طاری ہوجاتی تو تلوار کی نوک سے جگایا جاتا، پھر کوڑے کی برسات کی جاتی مگر آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی، اسی حالت میں کمر بند ٹوٹ گیا، ہاتھ بندھے ہوئے تھے آپ نے آسمان کی طرف منہ کرکے دعا کی: ”الٰہی تو جانتا ہے میں حق پر ہوں بے ستری سے حفاظت فرما“ پاجامہ وہیں رک گیا اور آپ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ آپ نے صبر و عزم کا پہاڑ بن کر باطل کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ظلم ہار گیا اور مظلوم کی فتح ہوگئی۔

۲۲۷ھ میں معتصم کا انتقال ہوگیا اور اس کے لڑکے واثق باللہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس کا رویہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گرچہ اپنے والد کی طرح سفاکانہ نہ رہا اور اس نے آپ کو جسمانی اذیت دینے سے گریز کیا مگر اس نے آپ کو لوگوں میں گھلنے ملنے سے منع کر دیا اور امام صاحب کے لیے یہ حکم صادر کر دیا کہ ” تمھارے پاس کسی کو ملنے اور آنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ تم اس شہر میں اقامت اختیار کرو جہاں میرا قیام ہو“۔

اس حکم کے بعد امام احمد اپنے گھر میں محصور ہوگئے حتیٰ کہ نماز وغیرہ کے لیے بھی گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ آپ کا دور ابتلاء و آزمائش میں یوں ہی گزر تا رہا یہاں تک کہ ۲۳۲ھ میں واثق کا بھی انتقال ہوگیا اور متوکل نے زمام اقتدار سنبھالا۔ اسی کے ساتھ معتزلیوں کا سورج ڈھلنے لگا اور احیاے سنت کا دور شروع ہوا۔ (۱)

سفر آخرت: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مختصر سی علالت کے بعد بروز جمعہ مبارکہ ۱۲/ربیع الاول ۲۴۱ھ میں اس دار فانی کو چھوڑ کر عازم ملک جاودانی ہوگئے۔ انتقال کی خبر سے سارا شہر امنڈ آیا آپ کی نماز جنازہ میں بے شمار لوگوں نے شرکت کی۔ امیر محمد بن طاہر نے مردم شماری کا حکم دیا تو آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ۱۳/ لاکھ تھی، ایک روایت میں ہے کہ سات لاکھ تھی۔ خلافت کے تقریباً سوا رباب اقتدار بھی موجود تھے۔ آپ کی نماز جنازہ نائب شہر محمد بن عبد اللہ نے پڑھائی۔ بھیڑ کی وجہ سے کئی بار آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی بلکہ بعد تدفین قبر پر بھی پڑھی گئی اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تدفین کی کاروائی نماز عصر کے بعد تک چلتی رہی۔ آپ نے ۷۷/برس کی عمر پائی اور شہیدوں کی قبرستان میں حرب دروازے کے قریب دفن ہوئے۔ (۲)

احمد بن کندی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا: پوچھا اے ابو عبد اللہ! آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا بخش دیا اور مجھ سے کہا کہ اے احمد! ہمارے لیے تو نے کوڑے کھائے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! جی ہاں، ارشاد ہوا: اے احمد! لے تو میرا دیدار کرلے۔ ☆☆☆

---

(۱) داستان عزیمت:البدایه والنهایه: ابن کثیر،۱۰/ ۴۲۹، ۴۲۳

(۲) البدایه والنهایه: ۱۰/ ۴۳۵، ۴۳۷

باب دہم

منظومات

ہمارے آقا ہمارے مولا امامِ اعظم ابو حنیفہ

خدا کی رحمت نبی کی شفقت امامِ اعظم ابو حنیفہ

پوری دنیا ہے ثنا خوانِ امامِ اعظم

فقہ نے پایا ہے تیرے در و دیوار سے نور

اس لیے کہتی ہتے دنیا آج تک ان کو امام

تمھارے اوصاف میں لکھوں کیا امام اعظم ابو حنیفہ

ہمارے آقا ہمارے مولا امام اعظم ابو حنیفہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی سالکؔ

ہمارے آقا ہمارے مولا امامِ اعظم ابو حنیفہ
ہمارے ملجا ہمارے ماویٰ امام اعظم ابو حنیفہ

زمانے بھر نے زمانہ بھر میں بہت تجسّس کیا ولیکن
ملا نہ کوئی امام تم سا امام اعظم ابو حنیفہ

تمھارے آگے تمام عالم نہ کیوں کرے زانوئے ادب خم
کہ پیشوایانِ دیں نے مانا امام اعظم ابو حنیفہ

نہ کیوں کریں ناز اہل سنت کہ تم سے چمکا نصیب اُمت
سراجِ اُمت ملا جو تم سا امامِ اعظم ابو حنیفہ

ہوا اولی الامر سے یہ ثابت کہ تیری طاعت اہم و واجب
خدا نے ہم کو کیا تمھارا امام اعظم ابو حنیفہ

کسی کی آنکھوں کا تو ہے تارا کسی کے دل کا بنا سہارا
مگر کسی کے جگہ میں آرا امام اعظم ابو حنیفہ

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثیں سارے ہوتے مشرک
بخاری، مسلم وابن ماجہ امام اعظم ابو حنیفہ

کہ جتنے فقہا محدثیں ہیں تمھارے خرمن کے خوشہ چیں ہیں
ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابو حنیفہ

سراج تو ہے بغیر تیرے جو کوئی سمجھے حدیث و قرآن
پھرے بھٹکتا نہ پائے رستہ امام اعظم ابو حنیفہ

خبر لے اے دستگیر اُمت ہے سالکِ بے خبر پہ شدت
وہ تیرا ہو کر پھرے بھٹکتا امام اعظم ابو حنیفہ

☆☆☆

خدا کی رحمت نبی کی شفقت امام اعظم ابو حنیفہ

محمد غلام آسی مصباحی، جامع مسجد ملک بازار

خدا کی رحمت نبی کی شفقت امام اعظم ابو حنیفہ
سراجِ امت وقارِ ملت امام اعظم ابو حنیفہ
جو ہوتا علم شرع نبی کا حد ثریا سے اور اونچا
اتار لاتے وہاں سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
حدیثیں تھیں پانچ لاکھ ازبر امام باقر تھے ان کے رہبر
جناب حماد کی عنایت امام اعظم ابو حنیفہ
نکالے نو لاکھ مسئلے تھے، سگانِ نجد و حجاز سن لے
تھا جس کا محور کتاب و سنت امام اعظم ابو حنیفہ
امام مالک یا شافعی ہوں امام حنبل یا اوزاعی ہوں
تھی سب سے بڑھ کر تری فقاہت امام اعظم ابو حنیفہ
تھے کارنامے ہزاروں ان کے سجائے دین نبی کے جلوے
بنائی روشن رہ شریعت امام اعظم ابو حنیفہ
ہو غوث و خواجہ کا فیض جاری ہو روز محشر عطا تمھاری
یہی ہے فریاد اہلسنت امام اعظم ابو حنیفہ
امام اعظم فقیہ اعظم کرم خدا کا ہو تم پہ ہر دم
عطا ہو آسی کو علم و حکمت امام اعظم ابو حنیفہ

پوری دنیا ہے ثناخوانِ امامِ اعظم

محبوب گوہر اسلام پوری

پوری دنیا ہے ثنا خوان امام اعظم
پوری دنیا پہ ہے احسان امام اعظم

میرے آقا نے ولادت کی بشارت دی تھی
اللہ اللہ یہ ہے شان امام اعظم

قید رہ کے بھی حدیثوں کی اشاعت کی ہے
اس لیے دنیا ہے قربان امام اعظم

جنتی لوگوں کی فہرست میں شامل ہیں وہ
جن کے ہاتھوں میں ہے دامان امام اعظم

ان کے روحانی عیالوں میں ہیں جملہ فقہا
کہہ چکے ہیں یہ اسیرانِ امام اعظم

حق بیانی ہی ہوا کرتا ہے ان کا شیوہ
ایسے ہوتے ہیں غلامانِ امام اعظم

جان دے کر بھی حدیثوں کی حفاظت کرنا
ہے اہم کتنا یہ فرمانِ امام اعظم

عظمتِ حق پہ جو اک حرف نہ آنے دیں گے
ایسے ہوتے ہیں گدایانِ امام اعظم

فقہ کے پھول کھلے پھیلی حدیثوں کی مہک
مرحبا یہ ہے گلستانِ امام اعظم

نور تقلید کا قائل جو نہیں ہے گوہرؔ
اس کی خاطر کہاں فیضان امام اعظم

☆☆☆

فقہ نے پایا ہے تیرے در و دیوار سے نور

مہتاب پیامی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

صحفِ تاریخ میں روشن ترے کردار سے نور
فقہ نے پایا ہے تیرے در و دیوار سے نور
تیری عظمت کا قصیدہ ہے حدیثِ سرکار
ہے تری مدح میں پیدا لبِ سرکار سے نور
بس تری سوچ کے مظہر ہیں اُجالوں کے سفیر
عالمِ فکر میں ظاہر ترے افکار سے نور
صد جفا کیش رہی مجلسِ تدوینِ فقہ
ہے رُخِ شرعِ مبیں پر ترے ایثار سے نور
جس کو پڑھتے ہیں بعنوانِ کتاب الآثار
اُس کے ہر لفظ میں پنہاں ترے آثار سے نور
تیرے ایوان سے اٹھتی ہے جو تیری آواز
بانٹتی ہے وہ مسانیدِ گہر بار سے نور
تیرے دشمن جو تجھے دیتے ہیں الزامِ قیاس
وہ بھی پاتے ہیں ترے شیشۂ افکار سے نور
خوشہ چینوں میں ترے نصف سے زائد دنیا
یعنی دنیا ہے ترے نورِ طرح دار سے نور
کیوں نہ مہتابؔ کرے مدح تری خامہ بدست
نقد میں ہے تری تحقیق کے معیار سے نور

☆☆☆☆

اس لیے کہتی ہے دنیا آج تک ان کو امام

مولانا محمد جمیل الرحمٰن رضوی مصباحی، خطیب وامام بی بی رحمت مسجد، بہشتی پاڑہ، مچھوا، کولکاتا

ملت اسلامیہ کا جگمگاتا آفتاب
آسمان علم و حکمت کا درخشاں ماہتاب

واقف راہ شریعت نائب خیرالوریٰ
منبع رشدو ہدایت مخزن جود وسخا

حضرت نعمان بن ثابت تو ان کا نام تھا
بوحنیفہ کنیت تھی رب کا یہ انعام تھا

علم قرآں سے دوعالم کو منور کردیا
اور حدیث پاک کی برکت سے دل کو بھر دیا

فقہ کی باریکیوں کو پل میں وہ سمجھا گئے
علم و فن کی گتھیوں کو یک بیک سلجھا گئے

مجتہد وہ متقی وہ عابد و زاہد تھے وہ
ہے روایت شہر کوفہ کے بڑے تاجر تھے وہ

اپنے ہم عصروں میں حاصل تھا انھیں اعلیٰ مقام
اس لیے کہتی ہے دنیا آج تک ان کو امام

شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں کے امام
سب کے سب کرتے تھے دل سے آپ ہی کا احترام

تابعی تھے دید حاصل تھی صحابہ کی انھیں
میرے آقا کے وسیلے سے ملی رفعت جنھیں

بس اسی نسبت سے ان کو یاد کرتا ہوں جمیلؔ
بخش دے گا حشر میں مجھ کو مرا رب جلیل

تمھارے اوصاف میں لکھوں کیا امامِ اعظم ابو حنیفہ

حافظ محمد اشرف رضا مظفرپوری، کھڑگپور، ویسٹ بنگال

تمھاری عظمت تمھارا رتبہ امام اعظم ابوحنیفہ
کیا ہے رب نے بہت ہی اعلیٰ امام اعظم ابوحنیفہ
کہاں تمھارا نہ فیض پہنچا امام اعظم ابوحنیفہ
ہراک جا ہے تمھارا چرچا امام اعظم ابوحنیفہ
کرے بخاری بھی فخر جن پر بندھا ہے ان راویوں کے سر پر
تمھاری تقلید کا ہی سہرا امام اعظم ابوحنیفہ
دکھوں میں گر کوئی مبتلا ہو نجات اک دم میں چاہتا ہو
تو بر لب خود رکھے وظیفہ امام اعظم ابوحنیفہ
تمام امت پہ جس کا احساں وہ مجتھد میں ہے سب سے اعلیٰ
فقہ میں ثانی نہیں ہے جس کا امام اعظم ابوحنیفہ
جو مجتھد فی الشرع ہوا ہے شعور دین نبی دیا ہے
شمار ہے تابعیں میں جس کا امام اعظم ابوحنیفہ
جو عقل دنیا کی انتہا ہے وہ فکر کی تیری ابتدا ہے
جبل ہے تو علم و آگہی کا امام اعظم ابوحنیفہ
ہو آسمانوں کی تم بلندی وجود اشرفؔ زمیں کی پستی
تمھارے اوصاف میں لکھوں کیا امام اعظم ابوحنیفہ

☆☆☆☆

ضمیمہ

جامہ عبداللہ بن مسعود

اور اس کے ذیلی ادارے

امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیر ٹرسٹ، کولکاتا- مختصر تعارف

امام اعظم ابو حنیفہ لائبریری، کولکاتا- تعارف اور منصوبے

جامعہ عبد اللہ بن مسعود، کولکاتا- تعارف، شعبہ جات اور منصوبے

جامعہ کے تحت چلنے والے ادارے- تعارف اور شعبہ جات

مجلس اصحاب قلم، کولکاتا، کی مطبوعات

انجمن برکات جلالۃ الارشاد، کولکاتا- قیام اور کارگزایاں

امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ، کولکاتا

مختصر تعارف

مولانا محمد مشرف حسین رضوی، جنرل سکریٹری امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ، سکینڈلین، توپسیا-کولکاتا-۳۹

سرزمین توپسیا گھنی مسلم آبادی پر مشتمل شہر کولکاتا کا ایک زرخیز علاقہ ہے جہاں دینی و دنیاوی اعلیٰ معیاری تعلیم یافتہ افراد کثیر تعداد میں رہتے ہیں اور یہاں کے عوام، علما نواز اور علم دوست ہیں۔ الحمد اللہ! آبادی کی اکثریت اہل سنت کی ہے اور معمولات اہل سنت پر برسہابرس سے کاربند ہے لیکن سب کے سب منتشر اور بکھرے ہیں کیوں کہ اب تک ان کو جماعتی سطح پر جوڑنے اور اکٹھا کرنے والی کوئی تنظیم وجود میں نہیں آئی، جس کا غلط فائدہ اٹھاکر مخالفین اہل سنت نے متعدّد تنظیمیں اور جماعتیں قائم کر کے بھولے بھالے مسلم عوام کو گمراہ کرنے اور انھیں ان کے صحیح عقائد اور معمولات اہل سنت سے برگشتہ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کرنے لگے۔

ان تشویش ناک حالات سے نبرد آزما ہونے اور سادہ دل بندوں کو بدعقیدوں کی ریشہ دوانیوں سے بچانے کے لیے نیز ان میں مذہبی آگاہی اور عمل کا شعور بیدار کرنے کے لیے ایک مستحکم پلیٹ فارم امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکت سے منسوب قائم کیا گیا یعنی ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی گئی، جس کا نام ''امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیر ٹرسٹ ''تجویز ہوا۔ اس کے بینر تلے تنظیم کے ارکان وممبران نے حسب استطاعت تیزی سے بنیادی کام کرنا شروع کر دیا ہے جس سے خوش ہو کر عوام کا رجحان اس جانب بڑھا اور جو جماعتی شیرازہ بندی سے مایوس ہو چکے تھے تیز گامی سے اس میں شامل ہونے لگے اور اس کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے شاداں وفرحاں تعاون کرنے لگے۔ اسی سبب سے قلیل مدت قیام کے باوجود اس کی دینی وملی سرگرمیاں حوصلہ افزا اور خوش آئند ہیں۔

اس تنظیم کے ذریعے اب تک چھوٹے چھوٹے کئی ایک کام ہوئے ہیں، ان میں ایک نمایاں کام یہ ہے کہ قلب ''توپسیا'' میں بڑی کارآمد جاے وقوع پر ''مسجد''، ''مدرسہ'' اور دعوتی کاموں کے لیے ۲۲/لاکھ روپے میں

زمین خریدی گئی ہے جس کی رجسٹری اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہو چکی ہے۔ خدائے پاک نے چاہا اور اولیاے کرام کی توجہ رہی تو بہت جلد تعمیر کا کام آغاز ہو جائے گا۔ مزید جگہوں کی تلاش اور فنڈ کی حصولیابی میں تنظیم کے درد مند ارکان و ممبران، اللہ و رسول کے فضل و کرم اور فیضان امام اعظم پر بھروسہ کرتے ہوئے سرگرداں و کوشاں ہیں، فی الحال علاقائی سطح کے بنیادی کام کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

ہمارے اغراض و مقاصد غیر معمولی اور بہت ہیں جنھیں ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں:

عزائم اور منصوبے:

(۱) مساجد و مدارس کا قیام اور بد عقیدوں کی دخل اندازی سے حفاظت کا مستقل انتظام۔

(۲) مسلمانوں میں محبت رسول کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے ان کی زبانوں میں کتابوں کی اشاعت۔

(۳) مسلمانوں میں تقویٰ اور پرہیز گاری کا شوق پیدا کرنے کے لیے مکتب کا انتظام۔

(۴) اردو اور انگریزی میڈیم اسکولوں کا قیام۔

(۵) غیر مستطیع طلبہ کی تعلیم اور ان کی کفالت کا انتظام۔

(۶) مسلم خواتین میں علم دین اور اسلامی ماحول کے لیے مکاتیب کا قیام۔

(۷) مسلم خواتین کے لیے چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتوں کا انتظام۔

(۸) غریب مریضوں کے علاج و معالجہ کے لیے مفت طبی کیمپ کا قیام۔

(۹) تعلیم یافتہ بے روزگار افراد کے لیے تجارت کی جانب رہنمائی اور پیش رفت کے لیے مناسب اقدام۔

(۱۰) آفت ارضی و سماوی سے متاثرین افراد کا حسب استطاعت تعاون۔

(۱۱) مختلف زبانوں میں کتابچہ وغیرہ کی اشاعت کے لیے ماہرین کی خدمات حاصل کرنا۔

(۱۲) جیلوں میں بے قصور مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لیے قانونی چارہ جوئی کرنا۔

(۱۳) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پھیلے ہوئے بے بنیاد غلط فہمیوں کا مدلل جواب دینا۔

(۱۴) مسلم طلبہ کو دینی و دنیاوی اعلیٰ تعلیم سے روشناس کرانا۔

(۱۵) حسب ضرورت دینی محفلوں اور کانفرنسوں کا اہتمام کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقہ و طفیل ہمارے اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور ہماری خدمات کو قبول و مقبول فرمائے۔ اور ٹرسٹ کے ارکان، ممبران اور معاونین کو ہمت و حوصلہ عطا فرمائے اور انھیں اجر عظیم سے نوازے۔ آمین ☆☆☆

امامِ اعظم ابو حنیفہ لائبریری، کولکاتا

تعارف اور منصوبے

محمد حسّان رضا تیغی مصباحی، مدیر سال نامہ ضیاے مصطفیٰ، کولکاتا

ہر ادارے میں طلبہ اور مدرسین و دیگر اہل ذوق حضرات کی علمی پیاس بجھانے کے لیے study center دار المطالعہ اور لائبریری کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کا انتظام تقریباً ہر ادارے میں ہوتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان میں بہت بڑی بڑی لائبریریاں ہیں جہاں ہر طرح کی مذہبی، ملی، سماجی کتابیں، مضامین اور رسائل وغیرہ افادۂ عام کے لیے دستیاب ہیں۔ سرزمین کولکاتا میں بھی بے شمار لائبریریاں ہیں جن میں "نیشنل لائبریری" کا شمار ہندوستان کی بڑی لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ البتہ اہل سنت وجماعت کی کوئی ایسی لائبریری نہیں جہاں تمام علوم و فنون پر مشتمل کتابیں، رسائل اور جرائد ہوں اور جن سے بیک وقت طلبہ، اساتذہ اور عوام الناس مستفید ہو سکیں، یہی وجہ ہے کہ شہر کولکاتا کے مسلمان اور خصوصا سنی علما تحریری میدان میں بہت پیچھے ہیں؛ کیوں کہ کوئی بھی مقالہ، مضمون اور کتاب لکھنے کے لیے کتابوں اور رسائل کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب عمدہ اور بڑی لائبریری ہو۔ لہٰذا تحریری کام کو آگے بڑھانے کے لیے اور علم دین کی نشر و اشاعت کے لیے ہر شہر، علاقہ اور محلہ میں اہل سنت وجماعت کی مستقل لائبریریوں کا قیام بہت ضروری ہے۔

بحمدہ تعالیٰ جامعہ عبد اللہ بن مسعود (گلشن کالونی، کولکاتا) میں سراج امت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب ایک لائبریری قائم ہے، جس کا مقصد دینی تعلیم کو عام کرنا ہے۔ اور قارئین، مصنفین، مؤلفین اور ترجمہ نگاروں کے لیے سہولت فراہم کرنا ہے۔

شروع شروع میں چند درسی و غیر درسی (دینی) کتابوں کے ذریعہ اس کا قیام عمل میں آیا پھر اس کے لیے جامعہ

کی سینٹرل بلڈنگ کی پہلی منزل کے ۱۰؍ کمروں میں سے دو کمرے خاص کر لیے گئے، ایک میں درسی و غیر درسی کتابیں بالترتیب رکھی گئی ہیں جب کہ دوسرا کمرہ مطالعہ کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ فی الوقت ہزاروں کی تعداد میں دینی کتب و رسائل کی فراہمی ہو چکی ہے مزید کتب و رسائل کی فراہمی کی مہم جاری ہے۔ فی الحال جگہ کی تنگی کی بنا پر یہ لائبریری طلبہ و مدرسین کے لیے مختص ہے مگر انشاء اللہ مستقبل قریب میں عوام کے مطالعہ کے لیے بھی اسے عام کیا جائے گا۔

مستقبل کے عزائم:

(۱) لائبریری کے فنڈ کو مضبوط کرنا۔

(۲) دینی کتب و رسائل میں مزید اضافہ کرنا۔

(۳) لائبریری کے لیے الگ عمارت یا فلیٹ حاصل کرنا۔

(۴) قارئین کی سہولت کے لیے ایر کنڈیشن دار المطالعہ کا قیام۔

(۵) امام اعظم ابو حنیفہ کی تصانیف اور دیگر علما و مشائخ کی تصانیف کو مطالعہ کے لیے عام کرنا۔

(۶) طلبہ اور اساتذہ کے علاوہ دیگر اہل ذوق کے استفادہ کے لیے الگ انتظام۔

(۷) عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے لیے بھی کتابوں کی فراہمی۔

اہل خیر حضرات جہاں اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے قرآن پاک مسجد و مدرسہ میں وقف کرتے ہیں وہیں بخاری شریف و مسلم شریف اور دیگر درسی و غیر درسی کتابیں لائبریری میں وقف کریں تاکہ علم دین کی عام اشاعت ہوتی رہے۔ اور ہر علاقہ میں زمین حاصل کر کے یا فلیٹ خرید کر لائبریری کے لیے وقف کریں۔ تاکہ ہمارے علماء، طلبہ اور عوام اپنی علمی پیاس بجھا سکیں۔

☆☆☆

جامعہ عبداللہ بن مسعود

ملحقہ دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، تلجلا روڈ، کولکاتا

تعارف، شعبہ جات اور منصوبے

مفتی محمد رحمت علی مصباحی

جامعہ عبداللہ بن مسعود، سائنس سٹی سے دکھن، روبی اسپتال سے پہلے، توپسیا سے پورب، اور چینا مندر سے پچھم گلشن کالونی ۹۲/ ویسٹ چوباگا، کولکاتا-۱۰۰ میں واقع ہے۔ یہ ادارہ آج سے تقریباً ۲۲/ سال قبل نوآباد زمین میں مارٹن پاڑہ اور توپسیا سے کچھ دیندار لوگوں کی کاوشوں اور محنتوں سے مکتب کی شکل میں قائم ہوا تھا جس کا نام ادارۂ ملت اسلامیہ تھا۔ ان لوگوں نے قومی ہمدردیوں اور دینی حمیتوں کی بنا پر ادارے کے لیے ۱۰/ کٹھہ زمین کا بیعانہ کیا جس میں سے ۳/ کٹھہ میں ٹالی شیڈ ڈال کر مکتب کی پڑھائی شروع کر دی تھی۔ ۱۰/ ۱۲/ سالوں تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ اس درمیان میں ۲۰۰۴ء تک نہ مدرسہ کی کوئی خاص ترقی ہوئی اور نہ آبادی کی۔

دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، تلجلا روڈ:

دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، نوری مسجد 7/1B تلجلا روڈ، سن ۱۹۹۵ء کے اواخر میں مدرسہ قادریہ ضیاے مصطفیٰ کے نام سے قائم ہوا اور کچھ دنوں تک اس میں مکتب کی تعلیم ہوئی پھر اس کے اطراف و جوانب کے مدارس سے آکر نظامیہ کے بچوں نے وہاں رہ کر درس نظامیہ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ اسی بیچ میں نوری مسجد کے بغل بلڈنگ کی چھت حاصل کر کے اس پر ایک منزل کی تعمیر عمل میں آئی اور سن ۲۰۰۰ء کے اوائل سے دار العلوم کے نام سے باضابطہ طور پر درجات نظامیہ کی منتہی تعلیم کا آغاز ہو گیا۔

دار العلوم سے ادارۂ ملت اسلامیہ کا الحاق:

۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۵ء تک دار العلوم میں حفظ و قراءت کے ساتھ سادسہ تک اور کبھی فضیلت تک بہت عمدہ

اور شاندار تعلیم کا سلسلہ چلتا رہا جس کی وجہ سے ہر سال طلبہ کی تعداد بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ طلبہ اور مدرسین کو رہائش میں کافی دقتوں کا سامنا ہونے لگا۔ ایک صاحب نے بچوں کی رہائش اور تعلیم کے لیے ایک جگہ بھی دی تھی جس میں تقریباً ۴۴ر بچے قیام کے ساتھ حفظ کا درس حاصل کرتے تھے؛ لیکن ایک ہی دو سال کے بعد انھوں نے کہا کہ میری جگہ خالی کردیں اس میں میں خود کا مدرسہ چلاؤں گا۔ بہت سمجھانے پر بھی نہیں مانے تو بالآخر ان کی جگہ ان کے حوالے کردی گئی۔ کچھ دنوں تک ایک مولوی صاحب اپنے ساتھ میں باہر کے کچھ بچوں کو لاکر پڑھاتے رہے اس کے بعد مولوی صاحب غائب ہوگئے اور بچے بھی، آج تک سب غائب ہی ہیں اور مدرسہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

میں نے وہاں سے بچوں کو ہٹا تو لیا لیکن طلبہ اور مدرسین کو رہائش کی کافی دقتیں ہونے لگیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر مجھے مکمل بھروسہ تھا۔ میں نے جگہ خالی کرنے کے لیے وعدہ کرتے وقت کہا تھا کہ میں دو سے تین دن کے اندر آپ کی جگہ خالی کردوں گا، اللہ کی زمین بہت بڑی ہے کہیں نہ کہیں وہ ضرور انتظام فرمادے گا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ میں نے اِدھر جگہ خالی کی اُدھر سے محمد اسرائیل تیغی صاحب نے فون کیا کہ مولانا صاحب گلشن کالونی پنچنوگرام مدرسہ کے لوگ، مدرسہ چلانے کے لیے آپ کو دینا چاہتے ہیں جتنی جلدی ہو، آپ آکر بات کرلیجیے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مولانا مشرف حسین رضوی ضیائی صاحب کو ساتھ لے کر پنچنوگرام ادارۂ ملت اسلامیہ آیا مدرسہ کا معائنہ کیا اور اس کے ارباب حل وعقد کے ساتھ گفتگو ہوئی، لوگوں نے مدرسہ میرے حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور ایک دو دن کے بعد میٹنگ کرکے سب لوگوں نے اتفاق رائے کرکے تحریری طور پر مدرسہ میرے حوالے کردیا۔ فللّٰہ الحمد حمداً کثیراً۔ ایک ہی دو دن کے بعد دار العلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، تلجلا روڈ، سے تقریباً ۳۰ر طلبہ اور دو مدرسین اور ساتھ میں والد گرامی محمد اسرائیل تیغی، ادارۂ ملت اسلامیہ پہنچ گئے اور ۲۶ر جنوری ۲۰۰۵ء کو غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عقیدت ومحبت کا نذرانہ پیش کرکے باضابطہ طور پر حفظ و قراءت کی تعلیم کا آغاز کردیا گیا۔ اس وقت نظامیہ کی تعلیم مع حفظ وقراءت تلجلا روڈ میں ہوتی تھی اور یہاں صرف حفظ وقراءت کی۔

ادارۂ ملت اسلامیہ سے جامعہ عبداللہ بن مسعود:

دار العلوم میں بچوں کی تعداد بڑھنے سے نظامیہ کے کورس کے لیے جگہ ناکافی ہوگئی تو ارادہ ہوا کہ اس شعبے کو بھی "ادارہ ملت اسلامیہ" منتقل کردیا جائے۔ اللہ کے فضل وکرم سے مزید دو کٹھہ زمین مدرسے کے لیے خریدی گئی اور اس میں ایک ہال پر مشتمل ۴ر کمروں کی تعمیر بھی عمل میں آگئی جس میں سیکڑوں بچوں کی رہائش کی گنجائش نکل آئی۔ ارباب حل وعقد کے مشورہ سے ۱۴۲۸ھ کے شوال سے درس نظامیہ کا مکمل شعبہ یہیں منتقل کردیا گیا۔ اور ۲ر ذی قعدہ کے دن عرس حضور صدر الشریعہ کے جلسے میں مدرسہ کا نام "جامعہ عبداللہ بن مسعود" تجویز کیا گیا جس کو

سب لوگوں نے خوب پسند کیا اور باضابطہ اس کا اعلان بھی ہو گیا، چوں کہ مدرسہ کا رجسٹریشن "ادارۂ ملت اسلامیہ" کے نام سے ہو چکا ہے اس لیے رسید اور اشتہار وغیرہ میں مدرسہ کا نام اس انداز میں چھپتا ہے: "ادارۂ ملت اسلامیہ جامعہ عبداللہ بن مسعود" اور بینک کا اکاؤنٹ بھی ادارۂ ملت اسلامیہ EDARA-E-MILLAT-E-ISLAMIA کے نام سے کھولا گیا ہے۔

جامعہ کی تعمیر:

جامعہ کی سینٹرل بلڈنگ کا تعمیری کام تقریباً ۵/ سالوں سے جاری ہے۔ پہلے تو تالی شیڈ کے علاوہ قریباً ۷/ کٹھہ زمین ۳۰/ فٹ سے زائد ڈیپ تھی، اس کو بھروایا نیز اس کی قیمت ادا کرتے ہوئے اس کی رجسٹری کرائی پھر بغل میں دو کٹھہ زمین خریدا، اس پر ایسبیسٹر شیڈ ڈالا جیسا کہ اس کا تذکرہ ابھی ہو چکا ہے، اس طرح جامعہ کی کل زمین ۱۲/ کٹھہ یعنی ۵۰۰۰/ اسکوائر فٹ ہے۔ سن ۲۰۱۱ء میں عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اور حضرت صوفی الحاج الشاہ محمد عبدالغفار صاحب قبلہ نمازی تیغی کے مقدس ہاتھوں جامعہ عبداللہ بن مسعود کی سینٹرل بلڈنگ کی بنیاد ڈالی گئی، اور تین سال ہوتے ہوتے الحمدللہ پانچ ہزار اسکوائر فٹ ایریا پر تین چھت کی ڈھلائی ہو چکی ہے جب کہ فرسٹ فلور اور اور سیکنڈ فلور پر ۱۰/ ۱۰/ وسیع و عریض کمرے بھی بن چکے ہیں۔ جن کی فینیشنگ کا کام جاری ہے۔

جامعہ سے متّصل غریب نواز مسجد:

۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۸ء تک جامعہ کے دارالحفظ ہی میں نماز پنج گانہ مع اذان واقامت وجماعت ہوتی رہیجب کہ درجہ حفظ وناظرہ کی تعلیم نیز طلبہ کی رہائش اور ان کے خورد ونوش کا انتظام سب اسی میں تھا۔ نظامیہ کے بچے بڑھ گئے تو نماز کے لیے جگہ تنگ ہونے لگی۔ کچھ لوگوں نے خیال ظاہر کیا کہ مدرسہ سے کچھ حصہ الگ کر کے اس میں مسجد تعمیر کر دی جائے تاکہ نماز پنجگانہ کے ساتھ جمعہ وعیدین کی نمازیں پڑھنے میں طلبہ ومدرسین کے ساتھ علاقہ کے لوگوں کو آسانی ہو۔ میں نے کہا کہ مدرسہ کے منصوبہ جات کے حساب سے، مدرسہ ہی کے لیے یہ جگہ ناکافی ہے اس میں مسجد تعمیر ہو جائے گی تو جگہ اور تنگ ہو جائے گی بلکہ مسجد کے لیے باضابطہ الگ زمین ہونی چاہیے جس میں ۵/ منزلہ خوب صورت عمارت تعمیر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ ۲۰۰۷ء کے دسمبر میں موجودہ غریب نواز مسجد کی زمین کا ۸/ لاکھ دس ہزار میں بیعانہ ہوا اور بحمدہ تعالیٰ وتقدس ۲۰۰۸ء کے دسمبر میں زمین کی رجسٹری غریب نواز مسجد کمیٹی کے نام سے ہوئی۔

زمین کی رجسٹری کے بعد زمین کی بھرائی عمل میں آئی اور کچھ ہی دنوں کے بعد وال باؤنڈری کر کے اس پر

البیسٹر شیڈ ڈال کر ۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ / مطابق ۸؍ مئی ۲۰۰۹ء جمعہ سے پنج وقتہ نماز کا آغاز ہو گیا۔ طلبہ اور مدرسین کے علاوہ علاقہ اور بستی کے بہت سے لوگ نماز پنج وقتہ اور جمعہ و عیدین میں شامل ہوتے ہیں۔

یہ سب کچھ کرم ہے سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ ماہ رمضان ۱۴۲۷ھ کو سرکار غریب نواز کی بارگاہ میں مجھے حاضری کا موقع ملا، دربار خواجہ میں مَیں نے عرض کیا کہ آپ ہندوستان کے بادشاہ ہیں۔ پورے ہندوستان پر آپ کی حکومت ہے۔ جامعہ کے قریب مسجد کی جگہ ملنی چاہیے اگر مسجد کی جگہ حاصل ہوگئی تو اس کا نام "غریب نواز مسجد" رکھوں گا۔ سبحان اللہ مسجد کی زمین بھی خریدی گئی اور غریب نواز مسجد کے نام سے اس کا قیام بھی عمل میں آچکا۔

بحمدہ تعالیٰ! چند مہینے قبل سے غریب نواز مسجد کی پختہ عمارت کا کام زور و شور سے جاری ہے اور ۲۲؍ فروری ۲۰۱۵ء کو پہلی چھت کی ڈھلائی ہوچکی ہے اور دوسری ڈھلائی کا انتظام ہو رہا ہے۔

سرکار غریب نواز کے دیوانوں سے گذارش ہے کہ اس کی تعمیر میں بھر پور حصہ لیں۔

جامعہ کا معیارِ تعلیم :

فی الوقت جامعہ میں درجہ عالمیت تک کی تعلیم ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ حفظ و قراءت ، انگلش ، ہندی، حساب اور کمپیوٹر کا درس بھی ہو رہا ہے۔ جب تک جامعہ کی سینٹرل بلڈنگ کی تعمیر نہیں ہوجاتی اس وقت تک جامعہ اشرفیہ کے نصاب کے مطابق جماعت سادسہ تک ہی تعلیم کا پروگرام ہے۔ سینٹرل بلڈنگ کی تعمیر کی تکمیل کے بعد انشاء اللہ فضیلت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اختصاص فی الحدیث، اختصاص فی الادب، اختصاص فی الفقہ اور اختصاص فی القضا وغیرہ کی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے گا۔

کم و بیش یہاں ۱۵۰؍ بیرونی طلبہ طعام و قیام کے ساتھ زیر تعلیم ہیں جب کہ دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ، تلجلا روڈ میں حفظ و قراءت کا شعبہ چل رہا ہے۔ وہاں بھی ۱۰۰؍ کے آس پاس بیرونی طلبہ رہائش پذیر ہیں اور دونوں جگہ ۳۰؍ مدرسین و ملازمین ہیں۔ تعلیمی نظام عمدہ اور بہتر ہے، اساتذہ باصلاحیت، جفاکش، اور محنتی ہیں جب کہ اراکین و ممبران بھی مخلص اور دیندار ہیں جن کے تعاون اور کوششوں سے دونوں ادارے رات و دن ترقی کی طرف گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کو سلامت رکھے اور نظر ہائے بد اور حوادث زمانہ سے محفوظ و مامون فرمائے۔

تا قیامت رہے ان اداروں کے نام
معدن علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دستار بندی کا سلسلہ:

دارالعلوم قادریہ ضیاے مصطفیٰ میں ۲۰۰۱ء سے جلسہ دستار بندی کا سلسلہ جاری ہے جب کہ جامعہ میں ۲۰۰۵ء

سے دستار بندی کا سلسلہ چلا آرہا ہے، ہر سال شب براءت کے بعد ان دونوں اداروں میں انوار رضا کانفرنس کے نام سے عظیم الشان جلسۂ دستار بندی کا اہتمام ہوتا ہے جس میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس بھی منایا جاتا ہے۔ اب تک سیکڑوں بچے فارغ ہو کر ملک بھر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

جامعہ و دار العلوم کے شعبے:

(۱)-اعدادیہ تا سادسہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نصاب کے مطابق (۲)-حفظ و قراءت
(۳)-درجۂ اطفال مقامی (۴)-نوری دار الافتا (۵)-امام اعظم لائبریری
(۶)-مجلس اصحاب قلم برائے تصنیف و تالیف (۷)-شعبۂ کمپیوٹر

جامعہ کے منصوبہ جات:

(۱)-عصری تعلیم:

اس زمانہ میں عصری تعلیم بھی ضروریات زندگی میں شامل ہو گئی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ انگلش پڑھنا، لکھنا اور بولنا ضروری سمجھا جارہا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے جامعہ میں اسپیشل شعبہ برائے انگلش بول چال قائم کیا جائے گا تاکہ اس کے ذریعہ طلبہ میں انگلش تحریر و تقریر کا ملکہ پیدا ہو سکے اور وہ ملک اور بیرون ملک غیروں تک اسلامیات کو پہنچا سکیں اور انھیں جادۂ مستقیم پر قائم کر سکیں اور قائم رکھ سکیں۔

(۲)-پرائمری اسکول کا قیام:

جامعہ کے اطراف کا علاقہ اردو میڈیم اسکولوں اور اداروں سے یکلخت خالی ہے۔ دو چار کلو میٹر کے اندر کوئی پرائمری اردو اسکول بھی نہیں ہے؛ جس کی وجہ سے چھوٹے بچوں کو اسکولی تعلیم کے لیے بڑی دقتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ اس لیے مستقبل قریب میں یکم تا پنجم کلاس اردو میڈیم اسکول کا قیام ہمارے پروگرام میں شامل ہے تاکہ چھوٹے بچے کم سے کم پانچ کلاس تک یہاں پڑھ لیں پھر وہ بڑے ہو کر کہیں بھی آگے کا کلاس لے سکیں۔

(۳)- شعبۂ تربیت امامت و نظامت:

بہت سے نو فارغ طلبہ دستار و سند لینے کے بعد بھی امامت کے لائق نہیں ہو پاتے جس کی وجہ سے ان کی خود اپنی سبکی ہوتی ہے اور ساتھ ہی مدرسے اور اساتذہ بھی بدنام ہوتے ہیں۔

اس لیے ضرورت ہے ایک ایسے شعبہ کی جس میں فارغین میں سے چند منتخب امیدوار طلبہ کو ایک سال تک امامت و نظامت کی تربیت دی جائے، انشاء اللہ عنقریب یہ شعبہ جامعہ میں قائم ہوگا، اور قوم کو اچھے ائمہ پیش کیے جائیں گے۔

جس کا نصاب حسب ذیل ہیں:

- نماز و روزہ اور دوسرے تمام فرائض اسلامیہ کے ساتھ ساتھ نکاح و طلاق اور علم فرائض کے ضروری مسائل کو ذہن نشیں کرنا۔
- قرآن مجید کی چند مخصوص سورتوں اور آیتوں کو حفظ کرنا اور ان کی مشق کرنا۔
- روزانہ بغور قرآن حکیم (مع ترجمہ کنزالایمان و تفسیر خزائن العرفان) کی تلاوت کرنا۔
- روزانہ بہار شریعت کے کم از کم ۱۰ر صفحات کا بغور مطالعہ کرنا۔
- تصوف اور اسلامی اخلاق و آداب پر مشتمل اہم کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ۔
- اہم موضوعات پر ہر ہفتہ تقریر و خطابت کی مشق کرنا۔

(۴)-دار القضا کا قیام:

دار القضا کے لیے بہر حال علمی وجاہت کے ساتھ ساتھ تجربات کی دنیا میں اعلیٰ مقام رکھنے والا ایک باوقار قاضی کی ضرورت ہے جو تخصص فی القضا بھی کر چکا ہو۔ لیکن اس طرف ہمارے اکابر کی توجہ نہیں ہو پائی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پورے ہندوستان میں جیسا دار القضا ہونا چاہیے نظر نہیں آتا۔

ہمارے مستقبل کے عزائم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جامعہ کی طرف سے کسی بڑے ادارے سے فضیلت کا کورس مکمل کرنے والے باصلاحیت، باوجاہت اور باذوق محنتی فاضلوں کو خصوصی طور پر تخصص فی القضاء جامع ازہر سے نہیں تو کم از کم جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے کرایا جائے گا اور ان کے لیے وظائف بھی مقرر کیے جائیں گے۔ بعد فراغت ہندوستان کے مختلف گوشوں کے دار القضا میں انھیں بحال کیا جائے اور جہاں دار القضا قائم نہیں ہے وہاں قائم کر کے ان سے تحکیمی خدمات کی جائے گی۔ ہمارے اکابرین ہمارے منصوبوں کی تکمیل میں خصوصی توجہ فرمائیں۔

- سنٹرل بلڈنگ کے اوپر مزید دو چھت کی ڈھلائی اور ہر فلور میں کمروں کی تعمیر۔
- جامعہ سے قریب ہی کسی دوسری جگہ پر مدرستہ البنات کا قیام۔
- غریب نواز مسجد کی ۵ر منزلہ خوبصورت دیدہ زیب مضبوط و مستحکم عمارت کی تعمیر۔
- تمام شعبہ جات کا باضابطہ قیام۔
- ہر شعبہ کے لیے الگ الگ عمارت کا قیام۔
- مدرسہ سے قریب دار القضا کا قیام۔

جامعہ عبداللہ بن مسعود، کولکاتا
کے تحت چلنے والے ادارے
تعارف اور شعبہ جات

مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی

(۱)-دار العلوم قادریہ معتبریہ

بشرام پور، ڈاکخانہ امام گنج، ضلع گیا (بہار)

یہ ادارہ بہار کے ضلع ”گیا“ کے مشہور و معروف آبادی کے صدر مقام ”امام گنج“ سے دو کلو میٹر شمال مغرب، موضع ”بشرامپور“ میں، ”گیا“ کی نامور زمین دار خان برادری کی نیک وصالح خاتون ”معتبر بی بی“ کا قائم کردہ ہے۔ ابھی سے تقریباً ۱۱۰/ سال پہلے اس ادرے کو مذکورۃ الصدر نے قائم کیا تھا اور اس کے لیے اپنی تمام جائیداد وقف کر دیا تھا۔ ابھی بھی ماشاء اللہ کم وبیش ۶۵/ بیگھہ زمین موجود ہے جس میں سے زیادہ تر حصہ میں کھیتی ہوتی ہے۔

معتبر بی بی (مرحومہ) کے انتقال کے بعد انھی کے خاندان کے افراد یکے بعد دیگرے اس کے متولی ہوتے رہے اور کبھی اچھا اور کبھی بُرا، یہ ادارہ چلتا رہا اور تشنگان علم کی پیاس بجھاتا رہا۔ کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ بیرونی طلبہ کی خاصی تعداد رہی اور کبھی مدرسہ بند ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ اسی طرح جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا مدرسہ کے حالات بدلتے رہے۔

۲۰۰۵ء سے پہلے مدرسہ کا ایسا ہی کچھ حال تھا، نہ بیرونی طلبہ تھے اور نہ اساتذہ، ایک مولوی صاحب گاؤں کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ وہاں کے کچھ مخیر حضرات نے فقیر راقم الحروف سے رابطہ قائم کیا اور موجودہ متولی ”جناب عزیز اللہ خان عرف سراج خان“ کی نیک نیتی کام کر گئی، متولی اور گاؤں کے لوگوں نے ادارے کی تعلیمی نظام اور تعمیری ذمہ داری اس فقیر کے سر پر ڈال دی۔ اللہ ورسول اور غوث و خواجہ ورضا اور پیر ومرشد کا سہارا لے کر ذمہ داری قبول کر لی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ۲۰۰۵ء سے تا ہنوز بیچ ایک دو سالوں کو چھوڑ کر ”دار العلوم قادریہ معتبریہ“ فقیر کی سربراہی اور قیادت میں بہت کامیابی کے ساتھ ترقی کی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور کئی سالوں

سے مسلسل جلسۂ دستار حفظ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

ان ساری کامیابی کا سہرہ بستی کے مخیر لوگوں کے ساتھ متولی صاحب نیز دار العلوم کے ناظم اعلیٰ مولانا غلام نبی رضوی مصباحی صاحب کے سر جاتا ہے، جن کے خلوص وللّٰہیت، جانفشانی وجفاکشی اور روز وشب کی محنتوں سے "معتبریہ رضا مسجد" کی چھت کی ڈھلائی کے ساتھ دار العلوم کے تین کمروں کی چھت کی ڈھلائی بھی عمل میں آئی۔ اور آئندہ مسجد و مدرسہ دونوں کے تعمیری کام کو آگے بڑھانے کا ارادہ ہے۔ ساتھ ساتھ مدرسہ کے تعلیمی معیار میں بلندی حاصل کرنا اور دار الافتا کے ساتھ دار القضا کا قیام عمل میں لانا ہمارا اہم منصوبہ ہے۔

اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ دعاے خیر سے نوازتے ہوئے مالی تعاون سے ادارے کو آگے بڑھانے اور منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہمارا بھر پور ساتھ دیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین

(۲)-مدرسہ مدینۃ الاسلام

شاہی، ہنٹر گنج، ضلع چترا، (جھار کھنڈ)

یہ ادارہ بھی پچیسوں سال پرانا ہے، موضع "شاہی" اور اطراف کے مخیر حضرات کی کاوشوں سے یہ ادارہ بھی معرض وجود میں آیا، طلبہ کی رہائش کا معقول بندوبست ہے۔ اطراف وجوانب کے مخیر حضرات بھی اس کے بہی خواہ ہیں۔ شروع شروع میں کئی سالوں تک بہت شان دار چلا اور بہت سے بچے وہاں سے حفظ پڑھ کر فارغ بھی ہوئے۔ ادھر آٹھ سالوں سے بیرونی طلبہ کی تعلیم کا سلسلہ کسی وجہ سے موقوف ہو گیا تھا، صرف گاؤں کے طلبہ صبح میں آتے اور پڑھ کر چلے جاتے۔

حافظ ارشاد، حافظ معراج، حافظ علیم الدین، حافظ انعام الحق اور حافظ طارق صاحبان، اور ان کے علاوہ گاؤں کے پڑھے لکھے لوگوں کی پیہم اصرار پر اور کمیٹی کے اراکین وممبران کی زوردار گزارش پر ماہ شوال ۱۴۳۶ھ سے اس ادارے کی ذمہ داری کا بوجھ بھی مجھے اپنے سر لینا پڑا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نوازش وعنایت سے یہ مدرسہ بھی حضرت مولانا مفتی ریاض الدین مجاہدی تیغیؔ، کی نظامت میں بڑی کامیابی کے ساتھ چلنا شروع ہو گیا ہے۔ فی الوقت مدرسہ میں ۲۰ر سے زائد طلبہ قیام وطعام کے ساتھ زیر تعلیم ہیں۔ مفتی ریاض الدین تیغی کے علاوہ اور بھی باصلاحیت اساتذہ ہیں جن کی شان دار تربیت میں بیرونی طلبہ کے ساتھ سیکڑوں مقامی طلبہ کی تعلیم کا سلسلہ روز افزوں مائل بہ ترقی ہے۔ رب قدیر ہماری عزت کی بھرم رکھ لے اور دیگر مدارس کی طرح یہ بھی تاقیام قیامت پھلتا پھولتا، ہرا بھرا اور سر سبز وشاداب رہے۔ اور دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دیتا رہے۔

اس سال انشاء اللہ تعالیٰ ۲۱ر مئی ۲۰۱۵ء کو سرکار دوعالم کانفرنس میں ملک کے نامور علما ومشائخ کے ہاتھوں ۳ر

حافظ قرآن کی دستار بندی ہونے جا رہی ہے جب کہ دو حافظ قرآن کو اعزازی دستار سے نوازا جائے گا۔

(۳)-مدرسہ منصور شاہ بابا

بروا، قدیر پور، ڈاکخانہ جاجپور، (اڈیشہ)

"بروا" کے مخیر حضرات نے بڑی دل چسپی اور دینی حمیت و ہمدردی کی بنیاد پر بہت ہی عمدہ، خوب صورت اور دیدہ زیب دار العلوم کی عمارت تعمیر کرائی ہے بیرونی طلبہ کی رہائش کا معقول انتظام ہے نیز ناظرۂ قرآن اور حفظ کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

درمیان میں طلبہ اور مدرسین کے چلے جانے کی وجہ سے بیرونی طلبہ کی تعلیم موقوف ہو چکی تھی۔ "بروا جامع مسجد" کے متحرک و فعال امام محترم الحاج حافظ محمد صغیر صاحب اور کمیٹی کے ارکان و ممبران کے اصرار پر فقیر راقم الحروف جنوری ۲۰۱۵ء کے اوائل میں "بروا" حاضر ہوا وہاں کے لوگوں نے دینی تعلیم کی ہمدردی کے خیال کا اظہار کیا، مدرسہ کا نظام تعلیم فقیر کے ذمہ کیا۔ الحمد للہ ۲/ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۳/ جنوری ۲۰۱۵ء سے مدرسہ میں فقیر راقم الحروف کی سربراہی و نگرانی میں نئے سرے سے تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے۔ فی الوقت ۲۰/ کے قریب بیرونی طلبہ اور ۱۰۰/ کے قریب مقامی طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ حافظ و قاری مولانا محمد شہباز عالم رضوی مسعودی، درجہ حفظ کے لیے بحال ہو چکے ہیں۔ طلبہ کی تعداد بڑھے گی تو ان شاء اللہ مزید اساتذہ کا بھی اضافہ کیا جائے گا۔

دعا کریں کہ یہ ادارہ بھی قیامت تک ہرا بھرا، اور سرسبز و شاداب رہے اور علوم و فنون دینیہ کے ساتھ عصری تعلیم میں اعلیٰ مقام اور مرکزیت کی حیثیت حاصل کرے۔ رب قدیر مدرسہ کے تمام معاونین، اراکین، منتظمین اور معلم و متعلمین کو دونوں جہاں میں شاد کام فرمائے اور سب کو اپنی رضا و خوشنودی سے مالا مال فرمائے۔ آمین

(۴)-دار العلوم غوثیہ فیض الکریم

بوکھرا، ضلع سیتامڑھی (بہار)

"بوکھرا" سیتامڑھی سے پورب، جالے سے پچھم خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کی بستی ہے لیکن وہاں سنیوں کا کوئی ادارہ نہیں تھا جس کی وجہ سے بستی کے لوگ اپنے بچوں کو دیوبندی مدرسہ میں داخل کر دیتے تھے۔ اس کا برا اثر یہ ہوتا تھا کہ سنی لوگوں کا میلان بدعقیدوں کی طرف ہونے لگا اور اچھے خاصے سنی بریلوی لوگ عقائد کے معاملے میں کمزور ہونے لگے اور صلح کلیت کے دلدل میں پھنسنے لگے۔

ایسی صورت میں بڑی شدت سے محسوس ہونے لگی کہ گاؤں میں ایک سنی، دینی ادارہ قائم کی جائے جہاں حفظ و قراءت کے ساتھ نظامیہ کے تعلیم کا انتظام و انصرام ہو۔ چناں چہ عزیز گرامی محمد معین الحق تیغی نے بڑے اخلاص و

للّٰہیت کے ساتھ اس ضرورت شدیدہ کی طرف پیش رفت کیا اور بار بار مجھ سے اصرار کرنے لگے کہ آپ میرے یہاں چلیں۔ وہاں مدرسہ کھولنا ہے، میرے والد اور چچا اور کچھ دیگر رشتہ دار لوگ مدرسہ کے لیے زمین وقف کرنے کے لیے تیار اور آمادہ ہیں۔

بار بار کے اصرار پر میں نے ہاں کہہ دی اور آج سے تقریباً دو ڈھائی سال پہلے ”بوکھرا“ پہنچا محترم الحاج ثمود صاحب والد معین الحق تیغی اور دیگر ہمدرد حضرات نے مدرسہ کے لیے زمین ہبہ کیا۔ مدرسہ کا نام دار العلوم غوثیہ فیض الکریم تجویز کیا گیا۔ اور رات ایک جلسہ کا پروگرام رکھا گیا پھر صبح میں مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اور ایک جھونپڑی بنا کر مکتب کی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا۔ سال گزشتہ دوسری بار کانفرنس میں جانے کا موقع ملا اور اسی موقع سے مدرسہ کی پختہ عمارت کی بنیاد ڈالی گئی۔ فی الحال تین کمروں کی ڈھلائی بہت جلد ہونے والی ہے طلبہ اور مدرسین کی رہائش کے لائق کمروں کی تعمیر کے بعد فوراً بیرونی طلبہ کے داخلے کی کاروائی عمل میں آجائے گی اور حفظ مع تجوید کی تعلیم کا باضابطہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اہل خیر حضرات اور قوم کے مخلص افراد سے گزارش ہے کہ اہل سنت کے ان قلعوں کو مضبوط بنائیں، اور ان اداروں کی ترقی میں ہمارا ساتھ دیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو دین کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اہل سنت کے تمام اداروں کو تا قیامت محفوظ فرمائے اور بد عقیدوں کی بری نظر سے بچائے۔ ☆☆

مجلسِ اصحابِ قلم کی عظیم پیش کش

روایاتِ عبد اللہ بن مسعود

(زیر ترتیب)

انشاء اللہ بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

مرتب: مفتی رحمت علی مصباحی

انجمن برکات جلالۃ الارشاد، کولکاتا

قیام اور کارگزاریاں

مولانا محمد عبدالقدوس مجاہدی تیغی، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود گلشن کالونی، کولکاتا-۱۰۰

جامعہ کے ہونہار اور مستحکم وفعال طلبہ کی تحریک پر حضرت مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی، کی نگرانی میں ایک ڈیڑھ سال پہلے یہ انجمن قائم ہوئی جو در حقیقت پیر کامل شیخ طریقت، غواص بحر معرفت، سالک راہ حقیقت عارف باللہ جلالۃ الارشاد شاہ محمد نمازی علی علیہ الرحمۃ خلیفۂ اجل شیخ المشائخ محبوب الاولیا سرکار تیغ علی قادری آبادانی، سرکاہی شریف مظفر پور، کے نام سے منسوب اور ان کے فیضان کرم اور نگاہ کیمیا کا حسین ثمرہ ہے۔

ماضی میں اس کی کارگزاریاں:

(۱) ابھی تک اس انجمن کے زیر اہتمام کئی مذہبی ہینڈ بل شائع ہو کر قوم وملت کے ہاتھوں پہنچ چکے ہیں مثلاً شب براءت کے اعمال ونوافل، بزرگوں کے عرس کو خرافات سے بچایا جائے، وغیرہ

(۲) ہر تین ماہ پر جداریہ (wall magazine) طلبہ کی تحریری صلاحیت کو اجاگر کرنے کے لیے پابندی سے شائع ہوتا ہے جس میں حالات حاضرہ کے مطابق مضامین اور کچھ اہم خبریں اور ساتھ میں اسلامی کوئز یعنی کچھ سوالات رہتے ہیں جن کا صحیح جواب دینے والے کو بالترتیب اول، دوم انعام سے نوازا جاتا ہے۔

(۳) غریب ونادار طلبہ کی کفالت:

آغاز قیام سے ہی جامعہ میں زیر تعلیم کئی غریب ونادار طلبہ کے پڑھنے لکھنے کے لیے کتابوں کا خرچ، اور پہننے کے لیے لباس اور مدرسہ کے یونیفارم کا انتظام اور ساتھ ہی یومیہ وماہانا جیب خرچ اور دیگر ضروریات کا ذمہ انجمن

نے اپنے سر لے لیا ہے، اور ان کا خرچ برداشت کرتی ہے۔ جامعہ اور دارالعلوم کی دیگر ضروریات میں بھی انجمن ہاتھ بٹا رہی ہے۔

(۴) انجمن نے ایک رسالہ بنام "بشائر المؤمنین فی لسان رحمة العالمین مرتبہ: مفتی محمد رحمت علی مصباحی" کو چھپوا کر شائع کیا ہے۔

مستقبل کے عزائم:

انجمن نے آئندہ دنوں میں بہت سے دینی وملی، فلاحی واصلاحی فریضے انجام دینے کے منصوبے تیار کر رکھے ہیں:

(۱) انجمن کے فنڈ کو مضبوط کرنا۔

(۲) غریب ونادار مسلمان بیماروں کے علاج ومعالجہ میں مدد کرنا۔

(۳) غریب ونادار بچیوں کے نکاح کے جائز اخراجات میں تعاون کرنا۔

(۴) جلالۃ الارشاد کے نام سے اولاً ایک سہ ماہی رسالہ کا اجرا پھر اسی کو ماہنامہ کرنے کی کوشش۔

(۵) انجمن کے لیے فلیٹ کی شکل میں مستقل ایک جگہ حاصل کرنا۔

دعا کیجیے کہ جامعہ عبداللہ بن مسعود کی گود سے اٹھنے والی اس انجمن کو خداوند قدوس اپنی شان ربوبیت اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل اسرار حق کی تجلیات سے مالامال کرے اور مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان رضا کی جھلکیاں عطا فرما کر ریاض دین وملت کو اس سے سرسبز وشاداب فرمائے اور انجمن کے موجودہ اور آئندہ تمام حسین وجمیل منصوبہ جات کو پائے تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

☆☆☆

یادداشت

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....